



بعد طلاق بھی مسیحا ائمہ کی جلی کیشتر حضور ہیں

- _____ مسیحی _____ تقی ملک چترہ احمد لک
- _____ کتابت _____ اقبال اختر - عبدالرحمن اختر - غوثی احمد اختر
- _____ قلم _____ جہور بریل کینی محمد سراج
- _____ فوٹو لائی _____ علی رحیم رحیم (ایم آر پبلیشنگ)
- _____ تصاویر _____ تبین حسرت
- _____ کامیج طباعت _____ رمضان الہیہ (پبلیشنگ)
- _____ ناسخہ _____ مسیحا ائمہ کی جلی کیشتر - لاہور



فهرست مضامین

صفحه	مضامین	نمبر شمار
۵	سورة الاحزاب	۱-
۱۰۷	سورة سبا	۲-
۱۳۷	سورة فاطر	۳-
۱۶۵	سورة يس	۴-
۱۹۵	سورة الضحى	۵-
۲۲۳	سورة ص	۶-
۲۵۵	سورة زمر	۷-
۲۸۷	سورة مؤمن	۸-
۳۲۷	سورة حـ السجده	۹-
۳۵۹	سورة شوری	۱۰-
۳۹۷	سورة زخرف	۱۱-
۴۳۱	سورة الدخان	۱۲-
۴۴۷	سورة الجاثیه	۱۳-
۴۶۷	سورة الاحقاف	۱۴-
۴۹۹	سورة محمد	۱۵-
۵۲۳	سورة فتح	۱۶-
۵۷۵	سورة حجرات	۱۷-
۶۰۵	سورة ق	۱۸-
۶۲۳	سورة الذریت	۱۹-
۶۴۳	سورة الطور	۲۰-

فہرست نقشبہات

صفحہ	نمبر
۱	۱
۲	۲
۳	۳
۴	۴

التحقيقات اللغوية

سورة نمبر	عائشہ نمبر	سورة نمبر	عائشہ نمبر
٢١	٢٢	٣٣	٣٣
٤١	٢٢	٣٣	٣٣
١٢	٢٥	٢٨	٣٢
١٩	٢٥	٢٨	٣٢
١٤	٢٢	٩	٣٥
٢	٢٢	١٩	٣٥
٢	٢٢	٢٢	٣٥
٢	٢٢	١٢ الف	٣٤
٨	٥٠	٢٤	٢٣
٤٨	٢٠	٤٠	٢٣
		٢٠	٢٢
٥٢	٢٨	٤	٢٥
١٢	٢٢	٤	٢٥
٢	٢٠	٥	٢٤
		٢١	٢٢
		٤١	٢٨
٢٢	٢٥	٢٨	٥٠
٤	٢٢	٤	٥١
		٢٢	٢٠
		٤٨	٢٠
٩٨	٢٣	-	-

اسوہ
اهل البيت
اکل
اثل
توفکون
لجاج
اساور
امام
امر
اسفونا
استبرق
افاك
اشعر
اثارة
آسين
آذر
اقاب
افك
الآزفة
الافك

ب

بادون

تبزج

يبور

بجدر

بيضي

مبيي

بالهر

بهيح

مبصرا

ت

اتراب

تعسا

توب

ش

مثنى

اختلفوهم

ج

جلايب

سورة نمبر	عائشہ نمبر		سورة نمبر	عائشہ نمبر	
۴	۵۱	جک	۳۴	۱۱	جنة
۱۳	۵۲	حور	۳۴	۲۰	جفان
۷	۲۱	حجاب	۳۵	۳۹	جحد
		خ	۳۶	۴۵	اجداث
			۳۶	۵۵	جیل
۷۳	۳۳	خاتو	۳۸	۳۶	جیاد
۲۸	۳۴	خط	۴۲	۲۰	اجتبی
۲۸	۳۶	خامدون	۴۲	۵۵	الجوار
۱۹	۳۹	خوله	۴۳	۳	جعل
۵۸	۴۳	فاستخف	۵۱	۱	جاریات
۷	۵۱	خراصون			ح
۲۹	۵۱	خطب			
۵	۵۲	خوض	۳۳	۱۹	حناجر
		د	۳۳	۳۷	حداد
			۳۴	۹	حمید
۲۵	۳۵	تدعو	۳۴	۲۰	محاریب
۲	۴۶	تدعون	۳۷	۴۳	حوت
۷۶	۲۰	الدعا	۳۸	۲۳	محراب
۸۲	۲۰	فادعوه	۳۸	۵۳	حیم
۵	۳۷	دحورا	۴۲	۷۳	حفیظ
۷	۳۷	داخرون	۴۳	۵	حکیم
۴۳	۳۷	مدحظین	۴۳	۷۰	تجبرون
۳۳	۴۵	الدهر	۴۸	۴۶	محلہ
۱۲	۴۶	لاادری	۴۸	۴۷	الحمیة
۶	۵۲	یدعوون	۵۰	۱۸	تجید

سورة نمبر	عاشية نمبر	سورة نمبر	عاشية نمبر
		٢٠	٩
		ذ	
٣١	٣٤	ذاریات	٥١
١٣	٢٣	ذنوب	٥١
٣٩	٢٣	ذوالعرش	٢٠
٢٢	٢٢		
٣٤	٢٢		
٢٩	٢٨		
		مرجفون	٣٣
		راسیات	٢٠
٣٤	٣٣	رجز	٢٥
٢٣	٣٤	رکعاً	٢٨
٢٣	٣٨	راشدون	٢٩
٣٩	٣٨	مریب	٥٠
١٥	٢٣		٢١
٩١	٢٨	راغ	٥١
٢١	٢٢	برکنہ	٥١
١١	٢٥	رقی	٥٢
٣٢	٢٤	ریب المنون	٥٢
٩	٢٨	مرکوم	٥٢
٥٤	٢٨	رفیع الدرجات	٢٠
٥٩	٢٨	الروح	٢٠
٩١	٢٨	موتاب	٢٠
١	٥٢	رواسی	٢١
١٨	٢٠	ربت	٢١

سورة نمبر	حاشیہ نمبر		سورة نمبر	حاشیہ نمبر	
۲۸	۵۱	فصکّت	۳۸	۴۰	سلطان
۹	۵۳	إصلوها	۵۳	۴۰	مسرور
۳۲	۵۲	مصیطر	۵۴	۴۰	اسباب
۴۵	۵۲	یصعقون	۸۹	۴۰	یسجبون
۲۶	۴۱	صاعقه	۸۹	۴۰	یسجدون
۳۰	۴۱	صرصرا	۱۹	۴۱	استوی
		ض			ش
۳۷	۴۷	اضغانهم	۳۵	۳۳	اشحہ
۴۲	۴۷	اضغانکم	۴	۳۸	شفاق
		ط	۲۴	۳۸	لا تشطط
۴۶	۴۸	تطوهم	۳۴	۳۹	متشاکسین
۱	۵۲	طور	۱۷	۴۲	شرع
۵	۴۰	طول	۶۰	۴۲	شوری
		ظ	۲۳	۴۵	شریعة
			۵۶	۴۸	اشداء
			۶۱	۴۸	شطاه
۵۵	۴۰	اظنه			ص
		ع			
۴۱	۳۳	الاعراب	۵۱	۳۳	صیاصی
۸	۴۴	معاجزین	۳۶	۳۸	صافیات
۲۷	۴۴	عزم	۶	۴۳	صفحا
۱۹	۳۵	عذب	۳۸	۴۴	صبتوا
۱۶	۳۷	عین	۱	۴۷	صدوا
۱۳	۵۲		۲۸	۵۱	صرّة

طالع

سور قنبر	ماشیہ نمبر	سور قنبر	ماشیہ نمبر
مکیدون	۵۲	ن	۳۷
الکته	۴۱	نبتی	۷
ل		نخب	
لغوب	۳۵	منسأته	۳۳
ملیم	۳۷	تناوش	۳۳
لطیف	۴۲	نصب	۲۳
ملیم	۵۱	ینسلون	۴۵
التناهم	۵۲	ننکسہ	۲۴
یلقاها	۴۱	ینزفون	۴۴
یلحدون	۴۱	اندادا	۲۰
م		ینتصرون	۴۱
مرقم	۳۲	نقبوا	۵۰
تمایل	۴۲	اندرتکم	۲۴
مواخر	۴۵	ینزعنک	۲۱
مارد	۳۷	و	
ملا اعلیٰ	۳۷	وقرن	۴۱
المهل	۴۲	وجیہا	۳۳
مثل	۴۸	واصب	۱۰۹
امتن	۴۹	یتونی	۵
مجید	۵۰	دی	۲۵
میج	۵۰	اوزعنی	۲۴
مورا	۵۲	اولیٰ	۲۴
منون	۴۱	وفرا	۳۱
			۵۱

سورۃ نمبر	حاشیہ نمبر	سورۃ نمبر	حاشیہ نمبر
۳۱	۴۱	۵۱	۴۲
۶۲	۴۱	۴	۴۱
		۳۳	۴۱
			۵
۴۲	۳۷		
۴۹	۴۰	۲۹	۳۹
۱۵	۴۵	۴۶	۴۸

التحقیقات النحویہ

سورۃ نمبر	حاشیہ نمبر	سورۃ نمبر	حاشیہ نمبر
۲	۴۱	۱۰۲	۳۳
۴	۴۱	۴۸	۳۴
۲۲	۴۱	۱	۳۴
۶۲	۴۱	۱۳	۳۵
۳۹	۴۶	۴	۳۸
		۷۰	۳۸
۵	۴۷	۴۲	۴۲
۴۳	۴۷	۶۶	۴۳
۵	۴۹	۳۸	۴۵
۱۶	۵۰		
۲۳	۵۰	۳۱	۴۵
		۲	۴۰
۴۰	۵۰	۱۵	۴۰

اللہ جل مجدہ عزّ شانہ

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۴۰	۶۲	توحید	
۴۰	۶۵	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے۔	۳۴
۴۱	۶	سب تعریفیں ذات السموات والارض کے لیے جس نے مختلف قوت کے فرشتے پیدا کیے۔	۳۳
۴۲	۲	سب تعریفیں اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے۔	۳۲
۴۱	۶	ساری برکتیں اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے۔	۲۵
۴۲	۵	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۲	۵	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۲	۱۰	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۵	۳۲	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۲	۹	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۲	۶	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۳	۸۴	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۰	۱۲	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۰	۶۵	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۲	۱	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۲	۱	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۰	۴	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۰	۱۲	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰
۴۰	۱۲	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔	۲۰

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
سورہ شعیب	۳۶	سورہ توحید	۳۴
۲۰	۳۶	۲۲	۳۴
۲۰	۳۶	۲	۳۵
۲۱	۳۶	۹	۳۵
۲۳، ۲۲	۳۶	۱۲	۳۵
۲۴	۳۶	۱۳	۳۵
۲۴، ۲۱	۳۶	۲۷	۳۵
۲۷	۳۶	۲۸	۳۵
۸۰	۳۶	۳۴، ۳۳	۳۶
۶	۳۷	۳۵	۳۶
۲۷	۳۸	۳۶	۳۶
۱۵	۳۹	۳۶	۳۶
۲۲	۳۹	۳۶	۳۶
۳۵	۳۹	۳۶	۳۶
۴	۳۹	۳۸، ۳۷	۳۶
۴	۳۹	۳۹	۳۶
۴	۳۹	۳۹	۳۶
۴	۳۹	۳۹	۳۶

دلائل توحید

کفار سے پوچھو رازق کون ہے کہیں اللہ جو نعمت کسی کو دینا چاہے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے روکنا چاہے کوئی دے نہیں سکتا۔

ہو ایس، بادل، بارش اور مردہ زمین کا زندہ ہونا۔

پیشے پانی اور کھاری پانی کے ذخائر تسخیر شمس و قمر، ساری بادشاہی اللہ کی ہے

بارش کا برستا، مختلف رنگوں کے پھل، بہاروں کے مختلف رنگ کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی سیاہ۔

ہتسائوں، چارپائیوں اور جانوروں کے مختلف رنگ اور روپ۔

مردہ زمین کو زندہ کرنا، اجناس اور پھلوں کا پیدا ہونا، چشموں کا جاری ہونا تاکہ تم کھاؤ اور ان سے مریے، اپار چٹیلے وغیرہ بناؤ۔

وہ ہر عیب سے پاک ہے جس نے زمین سے لگنے والی ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا تاہم نخل کا اعتراض اور جواب رات کا آنا، سورج کا چلنا، عزیز و عظیم کا مقرر کردہ ہے

چاند اور اس کی مختلف منزلیں

چاند کی منزلوں کے نام مذکور سورج چاند سے آگے نکل سکتا ہے اور ذراتِ دل سے۔

سب تیار سے اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں

سفینہ نوح بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے۔

سمندر اور دریا تھا جسے لہے ہوتے جہازوں کو اٹھاتے ہوتے ہیں۔ یہ محض ہماری رحمت ہے

جانور بنائے سواری کے لیے انھیں مسخر کیا، ان کے گوشت کو خوراک بنایا اور دیگر فوائد

اس نے ہر درخت میں آگ رکھ دی آسمان دنیا کو ستاروں سے آراستہ کیا

ہم نے آسمان و زمین کو باطل پیدا نہیں کیا۔

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا گردش یل و نہار، تسخیر شمس و قمر

تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا تمہاری خدمت کے لیے آٹھ قسم کے جانور پیدا کیے۔

شکم مادر کے تین اندھیروں میں تمہیں پیدا فرمایا

سُورۂ نمبر	آیت نمبر	سُورۂ نمبر	آیت نمبر
۳۹	۲۱	۳۹	۲۱
۴۲	۲۹	۴۲	۲۹
۴۲	۳۳، ۳۲	۴۲	۳۳، ۳۲
۴۰	۱۳	۴۰	۱۳
۴۰	۶۱ مع حاشیہ	۴۰	۶۱ مع حاشیہ
۴۰	۶۴	۴۰	۶۴
۴۰	۸۰	۴۰	۸۰
۴۱	۸۱	۴۱	۸۱
۴۱	۱۰، ۹	۴۱	۱۰، ۹
۴۱	۱۱	۴۱	۱۱
۴۱	۱۲	۴۱	۱۲
۴۱	۱۲	۴۱	۱۲

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۲۲	۴۲	۳۸	۵۰
۵۴	۳۳	۴۷	۵۱
۷۶	۳۶	۴۸	۵۱
۷۳	۳۳	۴۹	۵۱
۸۵	۴۳		
۳	۳۴		
۸	۱		
۴۸	۳۴		
۱۱	۳۵		
۴۶	۳۹		
۱۸	۴۹		
۱۷	۳۴		
۲۶	۳۴		
۱	۳۴		
۵۰	۳۴		
۳۱	۳۵		
۴۴	۳۵		
۷۹	۳۶		
۱۲	۴۲		
۲۶	۴۸		
۱۱	۴۲		
۲۰	۴۰		

سوۃ نمبر		آیت نمبر	سوۃ نمبر		آیت نمبر
۴۵	۴۴	اُسے کوئی ہراس نہیں سکتا	۴۰	۵۶	وہ سمیع بصیر ہے
۴۸	۹	وہ عزیز و وہاب ہے	۴۳	۸۴	وہ حکیم علیم ہے
۴۸	۶۶	وہ عزیز و غفار ہے	۴۸	۴	۔ ۔ ۔
۴۹	۵	۔ ۔ ۔	۴۹	۸	۔ ۔ ۔
۴۹	۱	وہ عزیز و حکیم ہے	۴۴	۶	وہ سمیع علیم ہے
۴۹	۳۷	وہ عزیز و ذی انتقام ہے	۴۹	۱	۔ ۔ ۔
۴۲	۳	اللہ عزیز و حکیم ہے	۳۵	۱۱	عمر کی زیادتی اور کمی لوح محفوظ میں درج ہے
۴۲	۴	وہ علی و عظیم ہے	۴۲	۲۷	وہ بندوں کو اندازے سے بزرگ دیکھتا ہے
۴۲	۶۸	وہ ولی حمید ہے			انہ بعبادہ خبیر بصیر
۴۵	۳۷	وہ عزیز و حکیم ہے	۵۰	۱۶	وہ شرک سے قریب ہے
۴۶	۲	۔ ۔ ۔	۵۰	۱۸، ۱۷	دائیں بائیں دو فرشتے ہر شخص کی ہر
۴۸	۷	۔ ۔ ۔			بات لکھ رہے ہیں
۴۸	۱۹	۔ ۔ ۔	۵۰	۴۵	جو وہ کہتے ہیں ہم جانتے ہیں
۴۰	۷	۔ ۔ ۔	۴۰	۱۹	وہ خائب آنکھ اور دلوں کے بھیدوں
۴۷	۴	اگر اللہ چاہتا تو کفار سے خود ہی بدلے			کو جانتا ہے
		لیتا لیکن اس کی حکمت ہے وہ تمہیں	۴۷	۴۱	اُس کا علم غیپ ہے
		آدانا چاہتا ہے			(ب) قوت و عزت خداوندی
۴۰	۲	وہ عزیز و علیم ہے			وہ قوی اور عزیز ہے
		(ج) رحمت و مغفرت الہی	۳۳	۲۵	وہ عزیز اور حکیم ہے
۳۳	۵	اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے	۳۴	۲	۔ ۔ ۔
۳۳	۲۴	۔ ۔ ۔	۳۴	۲۷	۔ ۔ ۔
۳۳	۵۰	۔ ۔ ۔	۳۵	۲	۔ ۔ ۔
۳۳	۵۹	۔ ۔ ۔	۳۶	۲	۔ ۔ ۔
۳۳	۷۳	۔ ۔ ۔	۳۵	۱۰	جو عزت چاہتا ہے تو عزت اللہ
		کے پاس ہے			

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۲۸	۴۲	۵	۴۲
۳۰	۴۲	۸	۴۶
۵	۴۳	۱۴	۴۸
۲۲	۴۴	۵	۴۹
۱۲	۴۹	۱۴	۴۹
۲۸	۵۲	۲	۳۲
۳	۴۰	۲۸	۳۵
۳	۴۰	۳۰	۳۵
۴۳	۴۱	۲۳	۴۲
		۱۹	۴۲
		۲۵	۳۳
		۲۵	۳۵
		۵۳	۴۹
۱	۳۲	حاشیہ آیت ۱۰	۳۹
		۵۴	۳۹
۴۶	۳۹	۵	۴۲
۱۱	۳۵		
۱۱	۳۵	۲۳	۴۲
۱۱	۳۵		
۸۳	۳۶	حاشیہ آیت ۱۰	۴۲
۵	۳۹	۲۵	۴۲
۳	۴۶	حاشیہ آیت ۱۰	۴۲

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اللہ غفور رحیم ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وہ رحیم و غفور ہے

وہ عزیز غفور ہے

وہ غفور شکور ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وہ اپنے بندوں کے ساتھ لطیف ہے

اگر لوگوں کے اعمال کے مطابق اللہ تعالیٰ

گرفت کرتا تو کوئی جاندار زندہ نہ رہتا

لیکن اُس نے ایک وقت مقرر فرمادیا

اُس کی رحمت سے مت ناامید ہو

توبہ کا اسلامی فلسفہ

وقت سے پہلے توبہ کر لو

اگر اُس کی رحمت نہ ہوتی تو فرشتے اہل

زمین کے لیے مغفرت طلب نہ کرتے

اور آسمان پھٹ جاتے

جو نیکی کرتا ہے اُس کی نیکی کا حسن دہلا

کر دیا جاتا ہے

فتابی الشیخ، فتاویٰ الرسول، فتاویٰ اللہ

اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے ان

کی برائیوں کو معاف کر دیتا ہے

توبہ کی حقیقت اور شرائط

ما یوسی کے بعد بارش برساتا ہے

تمہاری تکالیف تمہارے اعمال کا نتیجہ

ہیں۔ و یعفو عن کثیر

تم سے ناراض ہو کر تم قرآن سے تمہیں

محروم نہیں کریں گے۔

وہ العزیز الرحیم ہے

اللہ تعالیٰ تو اَبّ الرحیم ہے

وہ البر الرحیم ہے

گناہ بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا ہے

ذی الطول

آپ کا رب بخشش والا اور دردناک نواب

والا ہے۔

(د) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے

وہ آسمانوں اور زمین کا فطر و پیدا

کرنے والا ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

انسان کو مٹی سے پھر نقطہ سے پیدا

فرماتا ہے

پھر جوڑا جوڑا بناتا ہے

ہر عورت اُس کے علم سے حاملہ ہوتی ہے

ہر شے اُس کے قبضہ قدرت میں ہے

وہ ہر عیب سے پاک ہے۔

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۱۶	۵۰	۳۹	۵
		۳۹	۶
۳۸	۵۰	۳۹	۴۴
		۳۹	۴۴
۴۳	۵۰		
۶۱	۴۰	۴۲	۱۱
۶۷	۴۰	۳۹	۶۲
		۴۲	۱۲
		۳۹	۶۳
		۴۲	۴
		۴۲	۱۲
۲۷	۳۳	۴۲	۴۹
۱	۳۲	۴۲	۵۳
۱	۳۵	۴۳	۸۵
۳۹	۴۱	۴۸	۱۴
۲	۳۲	۴۴	۷
		۴۴	۳۸
۳۷	۳۳	۴۴	۳۹
۳۸	۳۳	۴۸	۴
۲۱	۳۲		
		۴۸	۷
۲۳	۳۲	۵۰	۱۶

ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے نزدیک ہیں

ارض و سما کو چھ دن میں پیدا کیا پھر بھی تھکا نہیں

ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں

تمہارا رب وہی ہے جو ہر شے کا خالق ہے

انسان کو پہلے مٹی سے پیدا کیا پھر لطفہ

سے پھر حلقہ سے تخلیق کے مختلف مرحلوں

سے گزرا۔ پھر بچپن، جوانی، بڑھاپا

زندگی کی مختلف منزلوں میں اُس کا

سفر حیات جاری رکھا

(۵) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کسی پر جو رحمت کرنا چاہے کوئی روک

نہیں سکتا، جو روکنا چاہے کوئی دے

نہیں سکتا

اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے

اللہ کا حکم مقرر تھا ہے

آپ کا رب ہر چیز کا نگہبان

ہے۔

وہ علیٰ کبیر ہے

رات کو دن پر اور دن کو رات پر لیٹتا ہے

تم سب کو ایک نفس سے پیدا فرمایا

شفاعت کا مالک اللہ ہے

آسمان اور زمین اور خاک اُس کے

قبضہ میں ہیں

وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا

تھیں جوڑا جوڑا بنانے والا بھی وہی ہے

ہر چیز کا خالق اللہ ہے

آسمانوں اور زمین کی گنجائش کتنی ہیں

آسمانوں اور زمین میں سب کچھ اُسی کا ہے

جس کو چاہتا ہے فراخ روزی دیتا ہے

جس کو چاہتا ہے تنگ روزی دیتا ہے

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے

ہم نے زمین و آسمان کو کھیل کے طور

پر پیدا نہیں کیا

ہم نے انہیں حق کے ساتھ پیدا کیا

آسمانوں اور زمین کے شکر اللہ تعالیٰ

کے ہیں

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہم نے انسان کو پیدا فرمایا

شیخ محمد بن

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۴۳	۵۲	۴۲	۴۲
		۴۲	۴۲
		۴۹	۹
۴	۳۳	۴۹	۳۹
۳	۳۳	۴۹	۳۹
۲۸	۳۳	۴۹	۳۹
۶۲	۳۳	۴۹	۳۹
۱۰	۳۵	۴۹	۳۹
		۴۹	۳۹
۱۵	۳۵	۴۹	۳۹
۴۳	۳۵	۴۹	۳۹
۶۸	۳۶	۴۹	۳۹
		۴۹	۳۹
۲۷	۴۲	۴۹	۳۹
		۴۹	۳۹
۳۸	۴۷	۴۹	۳۹
۲۳	۴۸	۴۹	۳۹
		۴۹	۳۹
۲۹	۵۰	۴۹	۳۹

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۵۱	۴۲	انبیاء پر نزول وحی اور خطاب الہی کے مختلف طریقے	
۲۹	۴۸	حنوٰر کی رسالت کا اعلان	۳۳ مع حاشیہ
۵۵	۵۱	آپ نصیحت کیا کریں کیونکہ نصیحت کرنا مومنین کے لیے نفع مند ہے	۳۴ ۷
۲۹	۵۲	آپ نصیحت کیا کریں اللہ کے احسان سے نہ کاہن ہیں نہ مجنوں	۳۵ ۳۸
۱۴	۴۱	نقاد کا عتبہ کو تحقیق حق کے لیے بھیجنا قرآن کریم سن کر اس کا دنگ رہ جانا	۳۶ حاشیہ
		(ب) رحمت و خلق عظیم	آیت نمبر ۳۹
۶	۳۳	اپنی امت کے ساتھ حنوٰر کی حد درجہ محبت	۳۷ ۲۹
۲۷	۳۴	میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر اللہ کے ہوتے	۳۸ ۳۳
۸	۳۵	آپ بدکاروں کے لیے آزر دہ قاطر نہ ہوں	۳۹ ۴
۸۶	۳۸	میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں	۴۰ ۶
۱۵	۴۲	آپ بھی دین حق کی طرف دعوت حق دیجئے	۴۱ ۱۷۲، ۱۷۱
۱۵	۴۲	عظیم آیت: ہس میں دس احکام ہیں	۴۲ ۱۷۳
۴۰	۴۳	کیا آپ بہرہ ور اور اندھوں کو راہ دکھانا چاہتے ہیں	۴۳ ۱۷
۴۱	۴۳	ہم ان منکرین کو بے لیا بد پر خیر و برکت دیں گے	۴۴ ۲۸
		(الف) نبوت رسالت	
		نبوت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	
		رسولوں سے تبلیغ حق کا پختہ وعدہ لیا گیا	
		جو کام اللہ تعالیٰ نبی پر فرض کرے اس کو بجالانا ضروری ہوتا ہے	
		حنوٰر کی کثرت ازواج پر یہود و نصاریٰ کا اعتراض اور اس کا جواب	
		انبیاء و رسل اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے	
		حق آیا باطل کی قوت کا خاتمہ ہو گیا	
		بر امت میں ڈانے والا بھیجا گیا ہے	
		قسم ہے قرآن کی آپ رسولوں میں سے ہیں	
		آپ سیدھی راہ پر ہیں	
		آپ کی بعثت کا مقصد	
		اللہ کے رسول ہی آخر کا فسخ یاب ہوتے ہیں	
		سب انبیاء و رسل پر ایم ہوئے، میں نے	
		میں نے اسلام کو تکمیل سے دین کو قائم کریں	
		آپ کا فرض تبلیغ حق ہے آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔	

سورۃ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورۃ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۳۴	۲۰	حضور اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں	۳۴	۲۴	مکہ میں شدید قحط، ابوسفیان کا مدینہ میں حاضر ہو کر التماس دے گا کہنا حضور کی دعا اور بارش
۳۴	۲۱	عقیدہ ختم نبوت کے عقلی اور نقلی دلائل، تاویلات باطلہ کا رد، مفصل بحث	۳۴	۲۵	استغفیلن بلبا وللمؤمنین اپنی اُمت کی مغفرت کے لیے دعا مانگیئے اور صبح شام تسبیح و تحمید کیجئے
۳۴	۲۲	ہم نے آپ کو شاید بشر نذیر، داعی الی اللہ اور سرچشمہ ہدایت بنا کر بھیجا ہے	۳۴	۲۶	گھار کی ادیت رسانی پر صبر کی تلقین اور ہر لحظہ ذکر الہی کی تاکید
۳۴	۲۳	ان اسماؤں کی تشریح	۳۴	۲۷	حضور کوئی اجر نہیں مانگتے
۳۴	۲۴	حضور کی کثرت ازواج کی حکمت	۳۴	۲۸	صبر کی تلقین محض تائیس و دلجوئی کے لیے ہے
۳۴	۲۵	مسادی سلوک کرنے کی پابندی نہیں پھر بھی حضور مسادی سلوک فرمایا کرتے	۳۴	۲۹	(ج) شانِ مصطفویٰ
۳۴	۲۶	مزید نکاح کی ممانعت	۳۴	۳۰	حضرت زید کی محبت بے پایاں اور اُس کی برکات
۳۴	۲۷	حضور کی ازدواج مطہرات سے نکاح کی ممانعت	۳۴	۳۱	النبی اولی بالمؤمنین
۳۴	۲۸	اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں	۳۴	۳۲	حضور کی ازدواج مومنوں کی باتیں ہیں
۳۴	۲۹	اے ایمان والو تم بھی درود و سلام بھیجا کرو	۳۴	۳۳	انبیا کے ذکر میں حضور کو مقدم کیا کیونکہ حضور اول المخلوق ہیں
۳۴	۳۰	درود شریف کے فضائل و برکات، صلوة و سلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی، درود شریف پڑھنے کے خصوصی مقامات، مفصل بحث	۳۴	۳۴	اہل ایمان کے لیے رسول کی ذات بہترین نمونہ ہے
۳۴	۳۱	جو اللہ اور اُس کے رسول کو ازیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت اور رسوا کن عذاب آیت سب بنی نوع انسان کے رسول میں آیت کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا	۳۴	۳۵	اسوۂ حسنہ کی تشریح
۳۴	۳۲		۳۴	۳۶	حضرت زید کے بارے میں فرمایا جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور آپ نے انعام فرمایا
۳۴	۳۳		۳۴	۳۷	اس واقعہ کا تفصیلی تجزیہ

جلد ہفتم

سورۃ نمبر	آیت نمبر		سورۃ نمبر	آیت نمبر	
۳۳	۳۳	جنگِ حمل کے تفصیلی حالات	حاشیہ آیت نمبر ۳	۴۹	بلند آواز سے دُرود شریف پڑھنے کا حکم
حاشیہ ۳۳	۳۳	اَقْتُلُوا النِّعْلَ والی روایت مجبوتی ہے	" " "	۴۹	علماء صلحاء کا ادب
حاشیہ ۳۳	۳۳	ائم المؤمنین اور امیر المؤمنین کے دلوں میں باہمی قدر و منزلت	حاشیہ آیت نمبر ۴	۴۹	حجرات کے باہر سے آواز دینا نادانی ہے
۳۳	۳۳	نماز، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا حکم	۵	۴۹	وقد نبی تم کی آمد ان کا طہ نہ عمل اور فریبش
۳۳	۳۳	اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے جس دُور کرنے کا ارادہ کرتا ہے			حضورؐ کی آمد کا صبر سے انتظار کرو
حاشیہ آیت نمبر ۳۳	۳۳	کیا ازواجِ مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں یا نہیں تفصیلی بحث، شیعہ کا نقطہ نظر			(و) اہل بیت نبوت
۵۹	۳۳	ان کے دلائل اور ان کا رد	۲۹، ۲۸	۳۳	فتوحات سے پہلے ازواجِ مطہرات کی درویشانہ زندگی، فتوحات کے بعد ان کے مطالبات، ارشاد الہی کہ اگر تمہیں مال و اسباب چاہئے تو آؤ تمہیں رخصت کر دیا جائے اور اگر تمہیں اللہ اور اس کا رسولؐ چاہیے تو تمہیں اجر عظیم ملے گا۔ ازواجِ مطہرات نے اللہ اور رسولؐ کو پسند کیا۔
مع حاشیہ ۵۹	۳۳	ازواج و بنات کے لیے پردہ کا خصوصی حکم			جو تم میں سے کھلی قبطی کرے گی اُس کو دُگنی سزا ملے گی
مع حاشیہ ۶۳	۲۲	حضورؐ کی چار صاحبزادیاں تھیں اذاللمودة فی القربی کی تشریح			جو تم میں سے فرمان بردار ہوگی اُسے دُگنا اجر ملے گا اور رزقِ کریم اُسے ازواجِ انبی تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو
		(ذ) حضورؐ کی اطاعت			پردہ کا حکم
۲۱	۳۳	اہل ایمان کے لیے حضورؐ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے	۳۰	۳۳	ائم المؤمنین صدیقہ پر شیعہ کا اعتراض اور اس کا رد
۳۶	۳۳	اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلہ کے بعد کسی مومن مرد یا عورت کو کوئی اختیار نہیں رہتا	۳۱	۳۳	
۳۶	۳۳	اللہ اور رسولؐ کا نافرمان گھلا گمراہ ہے	۳۲	۳۳	
۷۱	۳۳	حضورؐ کا مطیع ہی فوزِ عظیم حاصل کرے گا	۳۳	۳۳	
۱۸	۴۵	شرعیّت کی پابندی کا حکم اور اجواء نفس کی متابعت کی ممانعت	آیت نمبر ۳۳ کا حاشیہ		

سورۃ نمبر	آیت نمبر		سورۃ نمبر	آیت نمبر	
۲۹	۱۷	اُس نے تمہیں ہدایت دی	۲۹	۱۷	اسلام لانے کا احسان اللہ پرمت جتلاد۔ یہ اُس کا احسان ہے کہ

انبیاء علیہم السلام

سورۃ نمبر	آیت نمبر		سورۃ نمبر	آیت نمبر	
۳۸	۸۲، ۸۳، ۸۴	مخلص بندوں کے اللہ تعالیٰ کا جواب ابراہیم علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ نوحؑ کی جماعت سے تھے آپ کا قلب سلیم تھا آپ کا اپنی قوم کو توحید کی دعوت دینا قوم کا میلہ منانے کے لیے مانا۔ آپ کا بیت خانہ میں بتوں کو ریزہ ریزہ کرنا بغضِ بتوں قوم کی میلے سے واپسی۔ ہوش ربا منظر آپ کے پاس دو بے آگے اُن کے غلط عقائد پر آپ کا بھرپور وار اُن کا آتش کدہ بھر کر مانا اور آپ کا محفوظ رہنا آپ کا وہاں سے ہجرت کر جانا بچے کے لیے دعا اور اس کی قبولیت بچے کو ذبح کرنے کا حکم۔ باپ بیٹے کا جذبہ تسلیم و رضا یہ فرزند کون تھا، اسماعیل یا اسحاق علیہما السلام	۴۰	۱۵	اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے ہم اپنے رسولوں کی اور مومنین کی مدد کرتے ہیں بعض انبیاء کا ذکر قرآن میں ہے بعض کا نہیں نبی اذین النہی سے معجزہ پیش کرتا ہے آدم علیہ السلام تخلیق آدمؑ کی طرح سے ہوتی نفخت فیہ من روحی کا شرف آدمؑ کو حاصل ہوا فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ابلیس کا انکار اور تکبر کا اظہار کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں ابلیس کا راندہ جانا اُس کا ٹہلت مانگنا اور ٹہلت کا ملنا شیطان کا چیلنج کہ تیری عزت کی قسم میں اولادِ آدمؑ کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے

سورۃ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورۃ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۱۱۳	۳۷	ہم نے آپ پر اور اسحق پر برکت دی	۱۱۱ تا ۱۰۸	۳۷	آپ کا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا
۱۱۲	۳۷	ان کی اولاد میں کچھ نیک ہیں اور کچھ ظالم	۱۱۲	۳۷	حضرت اسحاق کی بشارت
۴۷ تا ۴۵	۳۸	حضرت اسحاق، آپ کی صفات حمیدہ	۴۵	۳۸	ابراہیم، اسحاق، یعقوب بڑے طاقتور
		اسماعیل علیہ السلام			اور روشن دل تھے (اولی الایمان)
۱۰۵ تا ۱۰۲	۳۷	آپ کی ذبح کا ایمان افروز واقعہ	۴۶	۳۸	وہ ہمیشہ یاد آخرت میں لگے رہتے
ماشیئت نمبر ۳۲	۳۷	کیا ذبح آپ تھے تحقیق	۴۷	۳۸	یہ بچے ہوتے پسندیدہ لوگ تھے
۱۱۱ تا ۱۰۸	۳۷	آپ کا ذکر باقی رہے گا	۲۷، ۲۶	۴۳	حضرت ابراہیم کا اپنے باپ اور قوم
۴۸	۳۸	آپ اختیار میں سے تھے	۲۸		کو وعظ
		ایوب علیہ السلام	۲۵، ۲۴	۵۱	ابراہیم کے پاس انسانی شکل میں فرشتوں
		آپ کی آزمائش، آپ کی دعا	۲۶		کی آمد آپ کا گوشت بھون کر پیش کرنا
۴۳ تا ۴۱	۳۸	آپ پر عنایات خداوندی	۲۸	۵۱	فرشتوں کا بیٹے کی بشارت دینا
۴۳	۳۸	قسم پورا کرنے کا طریقہ	۳۰، ۲۹	۵۱	سارے سارہ کا اس پر متعجب ہونا،
۴۴	۳۸	نعم العبد انہ اواب کا خطاب	۳۰	۵۱	فرشتوں کا جواب
		داؤد علیہ السلام	ماشیئت نمبر ۲۹	۵۱	کیا اس سے ماتم کا جواز ثابت ہوتا ہے؟
		داؤد علیہ السلام کو فضیلت بخشی، پہاڑ	۳۷ تا ۳۱	۵۱	فرشتوں کا بتانا کہ وہ قوم نوح کو برباد
۱۰	۳۴	اور پرندے اُن کے ساتھ مل کر تسبیح سمجھتے			کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں
		لوہے کو نرم کر دیا	۱۲۳	۳۷	الیاس علیہ السلام
۱۱	۳۴	آپ کو زرہ بنانے کا فن سکھایا	۱۲۶ تا ۱۲۴	۳۷	حضرت الیاس رسول تھے
۱۱	۳۴	زرہ سازی کے ساتھ ساتھ نیک کام	۱۲۷	۳۷	اپنی قوم کو دعوت توحید
		کرنے کا حکم دیا	۱۳۲ تا ۱۲۸	۳۷	قوم نے آپ کو بھٹلایا
۱۷	۳۸	آپ بڑے طاقتور تھے			اُن کا ذکر خیر اُن پر سلام
۱۹، ۱۸	۳۸	پہاڑ، پرندے سب اُن کے فرمانبردار تھے	۱۱۲	۳۷	اسحاق علیہ السلام
					آپ کی بشارت

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۳۸	۳۱ تا ۳۴ مع حاشیہ	۳۸	۲۰
۳۸	۳۲	۳۸	۲۵ تا ۲۱
۳۸	۳۵	۳۸	آیت نمبر ۲۵
۳۸	۳۶	۳۸	کاحاشیہ
۳۸	۳۸، ۳۷	۳۸	۲۶
۳۸	۳۹ مع حاشیہ	۳۸	۲۶
۳۸	۴۰	۳۸	۱۲
۳۸	حاشیہ آیت نمبر ۴۰	۳۸	۱۲
۵۱	۲۳ تا ۲۵	۳۴	۱۳
۴۱	۱۸، ۱۷	۳۴	۱۳
۴۳	۵۸، ۵۷	۳۴	۱۳
۴۳	۵۹	۳۴	۱۴
۴۳	۶۱	۳۴	حاشیہ آیت نمبر ۱۴
۴۳	۶۲، ۶۳	۳۸	۳۰
۴۳	۶۵	۳۸	۳۳ تا ۳۱

میں روایات کی تحقیق
آپ کی آزمائش (اسرائیلی روایات کی تمت)
آپ کی دعا
ہوا آپ کے ماتحت تھی
سب شیطان (دیو) بھی ماتحت کر دیئے،
(کوئی معاذ کوئی غوطہ خور)
یہ ہمارا انعام ہے چاہے پاس رکھ چاہے
کسی کو دے دے عام اجازت ہے
آپ بڑے مقرب، آپ کا انجام بہت عمدہ
جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ شان
ہے تو محبوب رب العالمین کی شان
کیا ہوگی

صلح علیہ السلام

آپ کی قوم ثمود کی سرکشی اور تباہی
آپ کی قوم نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح
دی اور ہلک و برباد ہوئی

علی علیہ السلام

ابن مریم کے ذکر پر اہل مکہ کا شور و غل
حالانکہ وہ ہمارا بندہ ہے جس پر ہم نے
انعام فرمایا
آپ قیامت کی نشانی تفصیلی بحث
آپ کی آمد اور وعظ کہ اللہ کی عبادت کیا کرو
عیسائی فرقوں کا اختلاف

آپ کو ملک حجت اور فہم الخطاب
کا انعام دیا گیا
آپ کے حجۃ عبادت میں دو فریقوں
کا اہم تک جانا، آپ کے پاس اپنا مقدمہ
پیش کرنا تفصیلی تذکرہ
بائبل کی آپ پر تمت اور اس
کی تحقیق
آپ کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا گیا
آپ کو عدل قائم کرنے کا حکم اور خواہش
نفس کی اتباع سے ممانعت

سلیمان علیہ السلام

ہوا کو آپ کے ماتحت کر دیا، صبح و شام
ایک ماہ کی مسافت طے ہوتی
عین القطر جنات کو بھی ان کا تابع و فرما
بنادیا گیا
جنات آپ کے لیے مختلف چیزیں
بناتے، پختہ عمارتیں، محسے، نغن،
دیکیں وغیرہ
آپ کو شکر ادا کرنے کا حکم
جنات کو آپ کی وفات کا کیسے غم ہوا
حیات انبیاء علیہم السلام
سلیمان علیہ السلام کو نعم العبدانہ و آداب
فرمایا گیا
آپ کا ٹھوروں کو ملاحظہ کرنا، اس لیے

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۲۲، ۲۱، ۲۰	۴۴	لوط علیہ السلام	
۲۲، ۲۳	۴۴	آپ رسول تھے	۳۷
۲۸، ۲۵	۴۴	آپ کی نجات اور منکرین کی تباہی	۳۷
۲۹	۴۴	موسیٰ و ہارون علیہما السلام	
۳۱، ۳۰	۴۴	آپ پر قوم نے جو الزام لگایا اللہ نے	۳۳
۳۳، ۳۲	۴۴	اُس سے آپ کو بری کر دیا	۳۳
۳۹، ۳۸	۵۱	آپ اپنے رب کے ہاں بڑے معزز تھے	۳۳
۴۰	۴۰	قوم کا آپ کے ساتھ معاندانہ رویہ،	۳۳
۲۲، ۲۳	۴۰	بحوالہ بائبل	
۲۵	۴۰	ہم نے موسیٰ و ہارون پر احسان فرمایا	۳۷
۲۶	۴۰	انہیں اور ان کی قوم کو غلامی کے	۳۷
۲۷	۴۰	عذاب سے نجات دی	۳۷
۲۸	۴۰	انہیں روشن کتاب دی	۳۷
۲۹	۴۰	ان کے ذکر کو دوام بخشا	۳۷
۳۰	۴۰	موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ	۴۳
۳۱	۴۰	فرعون کا آپ کو ساحر کہنا	۴۳
۳۲	۴۰	فرعون کا اترانا کہ میں جبر کا مالک ہوں	۴۳
۳۳	۴۰	یہ دریا اور نہریں میری ہیں اور موسیٰ	
۳۴	۴۰	میں ہیں	
۳۵	۴۰	قوم فرعون کی گمراہی اور تباہی	۴۳
۳۶	۴۰	آپ کا فرعون سے بنی اسرائیل کو آزاد	
۳۷	۴۰	کرنے کا مطالبہ اور سرکشی سے باز آنے	۴۴
۳۸	۴۰	کی نصیحت	
۳۹	۴۰		

0444

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۵	۱۰	۳۶	۲۰
۳۵	۱۱	۳۶	۲۱
۳۵	۳۸	۳۶	۲۳، ۲۴
۳۵	۱۸	۳۶	۲۵، ۲۶
۳۵	۱۸	۳۶	۲۷، ۲۸
۳۵	۱۹	۳۶	۲۹
۳۵	۲۰	۳۶	۳۰
۳۵	۲۸	۳۶	۳۱
۳۵	۲۸	۳۶	۳۲
۳۵	۲۸	۳۶	۳۳
۳۵	۲۸	۳۶	۳۴
۳۵	۲۸	۳۶	۳۵
۳۵	۲۸	۳۶	۳۶
۳۵	۲۸	۳۶	۳۷
۳۵	۲۸	۳۶	۳۸
۳۵	۲۸	۳۶	۳۹
۳۵	۲۸	۳۶	۴۰
۳۵	۲۸	۳۶	۴۱
۳۵	۲۸	۳۶	۴۲
۳۵	۲۸	۳۶	۴۳
۳۵	۲۸	۳۶	۴۴
۳۵	۲۸	۳۶	۴۵
۳۵	۲۸	۳۶	۴۶
۳۵	۲۸	۳۶	۴۷
۳۵	۲۸	۳۶	۴۸
۳۵	۲۸	۳۶	۴۹
۳۵	۲۸	۳۶	۵۰
۳۵	۲۸	۳۶	۵۱
۳۵	۲۸	۳۶	۵۲
۳۵	۲۸	۳۶	۵۳
۳۵	۲۸	۳۶	۵۴
۳۵	۲۸	۳۶	۵۵
۳۵	۲۸	۳۶	۵۶
۳۵	۲۸	۳۶	۵۷
۳۵	۲۸	۳۶	۵۸
۳۵	۲۸	۳۶	۵۹
۳۵	۲۸	۳۶	۶۰
۳۵	۲۸	۳۶	۶۱
۳۵	۲۸	۳۶	۶۲
۳۵	۲۸	۳۶	۶۳
۳۵	۲۸	۳۶	۶۴
۳۵	۲۸	۳۶	۶۵
۳۵	۲۸	۳۶	۶۶
۳۵	۲۸	۳۶	۶۷
۳۵	۲۸	۳۶	۶۸
۳۵	۲۸	۳۶	۶۹
۳۵	۲۸	۳۶	۷۰
۳۵	۲۸	۳۶	۷۱
۳۵	۲۸	۳۶	۷۲
۳۵	۲۸	۳۶	۷۳
۳۵	۲۸	۳۶	۷۴
۳۵	۲۸	۳۶	۷۵
۳۵	۲۸	۳۶	۷۶
۳۵	۲۸	۳۶	۷۷
۳۵	۲۸	۳۶	۷۸
۳۵	۲۸	۳۶	۷۹
۳۵	۲۸	۳۶	۸۰
۳۵	۲۸	۳۶	۸۱
۳۵	۲۸	۳۶	۸۲
۳۵	۲۸	۳۶	۸۳
۳۵	۲۸	۳۶	۸۴
۳۵	۲۸	۳۶	۸۵
۳۵	۲۸	۳۶	۸۶
۳۵	۲۸	۳۶	۸۷
۳۵	۲۸	۳۶	۸۸
۳۵	۲۸	۳۶	۸۹
۳۵	۲۸	۳۶	۹۰
۳۵	۲۸	۳۶	۹۱
۳۵	۲۸	۳۶	۹۲
۳۵	۲۸	۳۶	۹۳
۳۵	۲۸	۳۶	۹۴
۳۵	۲۸	۳۶	۹۵
۳۵	۲۸	۳۶	۹۶
۳۵	۲۸	۳۶	۹۷
۳۵	۲۸	۳۶	۹۸
۳۵	۲۸	۳۶	۹۹
۳۵	۲۸	۳۶	۱۰۰

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۴۹	۴۹	ہا ہی مصالحت کی فضیلت	۳۳	۳۳	اوامر
۴۹	۱۲	سورہ عن سے جو بعض عن گناہ ہیں	۳۳	۴۰	اللہ پر توکل کرو
۵۱	۵۰	اللہ کی طرف دوڑ کر جاؤ (فرار کا مفہوم)	۳۳	۴۰	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بات
		بنی اسرائیل			کہا کرو
۳۳	۶۹	قوم نے حضرت کلیم پر الزام لگایا اللہ نے	۳۹	۱۰	اپنے رب سے ڈرتے رہو
		انہیں بلند کر دیا	۳۹	۲	دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے
۳۳	۶۹	قوم کا آپ کے ساتھ معاندانہ برتاؤ			اس کی عبادت کرو
		بکوالہ بائیل	۳۹	۱۳، ۱۳، ۱۱	۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۳۴	۱۱۶، ۱۱۵	انہیں غلامی سے نجات دی	۳۹	۱۲	مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے
۴۴	۱۸، ۱۷	بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ			پہلے ایمان لاؤں
۴۴	۲۲، ۲۳	مصر سے ہجرت کا حکم	۴۲	۲۲	موت سے پہلے اپنے رب کا حکم مانو
۴۴	۳۱، ۳۰	ہم نے بنی اسرائیل کو مشکبہ فرعون سے	۴۵	۱۴	اہل ایمان کو کفار سے درگزر کرتے رہتے
		نجات دی			کا حکم
۴۴	۳۳	بنی اسرائیل کو چن لیا	۴۵	۱۹، ۱۸	شریعت کی پابندی کا حکم، اللہ تمہارا
۴۵	۱۶	بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت			مردگار ہو گا
		بخشی اور مابین پر فضیلت دی	۴۶	۱۵، ۱۴	ماں باپ کی خدمت اور حسن سلوک
۴۵	۱۷	ان کا باہمی اختلاف دانستہ تھا اس کی	۴۶	۱۶	کافر اولاد کا اپنے والدین سے سلوک
		وجہ یعنی بیہوشی	۴۶	۳۵	اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر فرمائیے
		جبروت	۴۷	۳۸	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم
۳۵	۸	اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے	۴۹	۹	مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں
		اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے	۴۹	۹	تو صلح کرادو
۳۶	۱۰، ۹	ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے	۴۹	۹	جو زیادتی کرے اُس کے ساتھ سب لڑو
۴۲	۸	اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا	۴۹	۱۰	صلح عدل و انصاف سے کراؤ
					اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۴۹	۱۱	۴۹	۳۹
۴۹	۱۱	۳۹	۹
۴۹	۱۱	۳۹	۱۸
۴۹	۱۳	۳۹	۲۲
۵۰	۱۶	۳۹	۴۱
۵۰	۱۸، ۱۷	۳۹	۴۱
۵۰	۳۷	۳۹	۴۵
۵۱	۵۶	۴۸	۴۲
۵۲	۲۱	۴۵	۲۵
۴۰	۵۸	۴۵	۲۵
۴۱	۴۶	۴۵	۲۱
۴۱	۴۶	۴۵	۱۴
۴۱	۴۹	۴۵	۲۱
۴۱	۵۰	۴۵	۱۴
۴۱	۵۱	۴۵	۱۴

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۴۸	۱۶	۳۳	۳۳
۴۸	۱۷	۳۳	۲۵
۴۸	۱۸	۳۳	۲۶
۴۸	۱۹	۳۳	۲۷
۴۸	۲۰	۳۳	۲۸
۴۸	۲۱	۳۳	۲۹
۴۸	۲۲	۳۳	۳۰
۴۸	۲۳	۳۳	۳۱
۴۸	۲۴	۳۳	۳۲
۴۸	۲۵	۳۳	۳۳
۴۸	۲۶	۳۳	۳۴
۴۸	۲۷	۳۳	۳۵
۴۸	۲۸	۳۳	۳۶
۴۸	۲۹	۳۳	۳۷
۴۸	۳۰	۳۳	۳۸
۴۸	۳۱	۳۳	۳۹
۴۸	۳۲	۳۳	۴۰
۴۸	۳۳	۳۳	۴۱
۴۸	۳۴	۳۳	۴۲
۴۸	۳۵	۳۳	۴۳
۴۸	۳۶	۳۳	۴۴
۴۸	۳۷	۳۳	۴۵
۴۸	۳۸	۳۳	۴۶
۴۸	۳۹	۳۳	۴۷
۴۸	۴۰	۳۳	۴۸
۴۸	۴۱	۳۳	۴۹
۴۸	۴۲	۳۳	۵۰
۴۸	۴۳	۳۳	۵۱
۴۸	۴۴	۳۳	۵۲
۴۸	۴۵	۳۳	۵۳
۴۸	۴۶	۳۳	۵۴
۴۸	۴۷	۳۳	۵۵
۴۸	۴۸	۳۳	۵۶
۴۸	۴۹	۳۳	۵۷
۴۸	۵۰	۳۳	۵۸
۴۸	۵۱	۳۳	۵۹
۴۸	۵۲	۳۳	۶۰
۴۸	۵۳	۳۳	۶۱
۴۸	۵۴	۳۳	۶۲
۴۸	۵۵	۳۳	۶۳
۴۸	۵۶	۳۳	۶۴
۴۸	۵۷	۳۳	۶۵
۴۸	۵۸	۳۳	۶۶
۴۸	۵۹	۳۳	۶۷
۴۸	۶۰	۳۳	۶۸
۴۸	۶۱	۳۳	۶۹
۴۸	۶۲	۳۳	۷۰
۴۸	۶۳	۳۳	۷۱
۴۸	۶۴	۳۳	۷۲
۴۸	۶۵	۳۳	۷۳
۴۸	۶۶	۳۳	۷۴
۴۸	۶۷	۳۳	۷۵
۴۸	۶۸	۳۳	۷۶
۴۸	۶۹	۳۳	۷۷
۴۸	۷۰	۳۳	۷۸
۴۸	۷۱	۳۳	۷۹
۴۸	۷۲	۳۳	۸۰
۴۸	۷۳	۳۳	۸۱
۴۸	۷۴	۳۳	۸۲
۴۸	۷۵	۳۳	۸۳
۴۸	۷۶	۳۳	۸۴
۴۸	۷۷	۳۳	۸۵
۴۸	۷۸	۳۳	۸۶
۴۸	۷۹	۳۳	۸۷
۴۸	۸۰	۳۳	۸۸
۴۸	۸۱	۳۳	۸۹
۴۸	۸۲	۳۳	۹۰
۴۸	۸۳	۳۳	۹۱
۴۸	۸۴	۳۳	۹۲
۴۸	۸۵	۳۳	۹۳
۴۸	۸۶	۳۳	۹۴
۴۸	۸۷	۳۳	۹۵
۴۸	۸۸	۳۳	۹۶
۴۸	۸۹	۳۳	۹۷
۴۸	۹۰	۳۳	۹۸
۴۸	۹۱	۳۳	۹۹
۴۸	۹۲	۳۳	۱۰۰

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۳	۹	۴۲	۴۴
۳۳	۱۲	۴۵	۲۳
۳۳	۱۳	۵۱	۹
۳۳	۱۵		
۳۳	۱۶		
۳۳	۱۸		
۳۳	۱۹		
۳۳	۱۹		
۳۳	۲۲، ۲۳، ۲۴		
۳۳	۲۳		

جس کو اللہ گمراہ کر دے اُس کا کوئی کارساز نہیں
 کفار کی بہانہ سازی، اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے جو اپنی خواہش کو خدا بنا لیتا ہے اور علم کے باوجود اللہ اُسے گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے کان اور دل پر مہر اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا بدقسمت ہی قرآن سے گمراہ ہوتا ہے

جہاد

غزوہ خندق

تفصیل جائزہ

یہودی قبائل کی اہل مکہ کے ساتھ تحفہ ساز باز

اہل مکہ اور قبائل عرب کی مدینہ پر یلغار خندق کھودنے کی تجویز

خندق کھودتے وقت رُوح پر در مناظر چٹان کو تین ٹکڑے فرما دیا اور ایران روم اور یمن کی فتوحات کی خوشخبری

بشیرہ کتب کے حوالہ سے

حضرت فاروق اعظم کے عہد میں ان بشارتوں کی تکمیل

شیر خدا اور عمر و ابن عباس و دود کا معرکہ بنی قریظہ کی سازش میں شمولیت

انصار کا کفار کو محاصرہ اٹھانے کے لیے ایک مجبور بھی دینے سے انکار

نبیم ابن مسعود کا اسلام اور کفار و یہود میں پھوٹ ڈالنے کا کا نامہ

آخر میں نصرت الہی آمدی کی صورت میں نمودار ہوئی

کفار کے کیمپ میں کھیل

بدحواسی کے عالم میں اُن کا فرار

کفار کی یلغار کے وقت اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ نے جو انعام فرمایا اُس کو یاد رکھو

اُس وقت منافقین کا طرزِ عمل وہ کہتے اللہ اور رسولؐ نے فتح کا جو وعدہ کیا تھا وہ محض دھوکا تھا

منافقین نے میدانِ جنگ سے کھسکنا شروع کر دیا

سرفروشی کی پہلے بڑی ڈینگیں مارتے تھے اب بھاگ رہے ہیں

یہ فراتحیں موت سے نہیں بچا سکتا جہاد سے روکنے والوں کو اللہ تعالیٰ جانتا

یہ خیل اور حریص جنگ کے وقت بزدل اور امن کے وقت زبان دراز

اہل ایمان کا جذبہ ایمان و تسلیم اور غرور و اُور ان کی جزا

شہداء کے عزائم کی زیارت انھیں

آیت نمبر ۹

کا حاشیہ و

حاشیہ نمبر ۱۲

ملاحظہ ہو

۱۱، ۱۰، ۹

۱۲

۱۳، ۱۴

۱۵

۱۶، ۱۷

۱۸

۱۹

۱۹

۲۲، ۲۳، ۲۴

مع حاشی

ماہ آیت نمبر ۲۳

[illegible]

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
		۴۹	۹ مع غاشیہ
		۴۹	۹
۲۷	۳۴	۴۹	۱۰
۱۳	۳۵	۴۹	۱۱
۲۷	۳۴	۴۹	۱۲
۱۴	۳۵	۴۹	۱۳
۱۴	۳۵	۴۹	۱۴
۶	۴۶	۴۹	۱۵
۴۰	۳۵	۴۹	۱۶
۴	۴۶	۴۹	۱۷
۲۹	۳۹	۴۹	۱۸
۳۸	۳۹	۴۹	۱۹
۹	۴۳	۴۹	۲۰
۸۷	۴۳	۴۹	۲۱
۳۸	۳۹	۴۹	۲۲
۴۰	۳۹	۴۹	۲۳
۶۴	۳۹	۴۹	۲۴

شُرک کا ابطال

اُن کے معبود ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں

بُتِ گھٹی کے پھلکے کے بھی مالک نہیں

اللہ کا کوئی شریک نہیں

نہ وہ پکار سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں

قیامت کے دن اپنے پیاروں کی پوجا

کا انکار کریں گے

معبودانِ باطل اپنے پرستاروں کے

دشمن ہوں گے

تمہارے معبودوں نے کیا بنایا ہے؟ دکھاؤ

باطل معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ دکھاؤ

ایک مثال سے شرک کی قباحت

اگر پوچھا جائے زمین و آسمان کا خالق کون

ہے تو کہیں گے اللہ

اگر اُن سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان

کا خالق کون ہے تو کہیں گے مسزید

عظیم خدا

اگر اُن سے پوچھا جائے کہ انہیں کس نے

پیدا کیا ہے تو کہیں گے اللہ نے

نہ وہ تکلیف دہ کر سکیں نہ وہ انعام

روک سکیں

تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کروں گا پھر

دیکھو مذاب کس پر آتا ہے

اُسے جاہلو کیا تم غیر خدا کی عبادت کا مجھے

سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

بانہی گردہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے

حضور کا حکم، حضرت علی کا عمل اُن

کے زخمیوں اور قاتلوں کے ساتھ برتاؤ

کیا ظالم حکمران کے ساتھ جنگ جائز ہے

باہنی گردہ کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک

کیا جائے

حضرت امام حسن کی مصالحت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے باغیوں

کے بارے میں پوچھا گیا کیا وہ شریک ہیں؟

کیا وہ منافق ہیں؟ آپ کا جواب

مسلمان بھائی بھائی ہیں ان میں صلح کراؤ

فرعونی سیاست میں نے حضرت موسیٰ پر

فتنہ و فساد برپا کرنے کا الزام لگایا

بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات

دلا کر اُن پر احسان کیا

فرعون نے آپ پر ساحر ہونے کا الزام لگایا

فرعون کا غرور و تکبر

حضرت موسیٰ نے فرعون سے مطالبہ کیا

کہ وہ بنی اسرائیل کو آزاد کر دے

فرعونی سیاست کا انجام

تباہی و بربادی

اُن کی تباہی پر کوئی تانکہ بھی مناک نہیں ہوتی

فرعون نے بنی اسرائیل کی کثرت سے ڈر کر

اُن کے بچوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۳	۶۱ مع خاشیہ	۳۹	۶۴
۳۸	خاشیہ آیت نمبر ۴۴	۳۹	۶۵
۴۸	خاشیہ آیت نمبر ۶۹	۴۲	۶۱
۳۳	۴۱	۴۲	۶۲
۳۳	۴۲	۴۳	۴۵
۵۱	۱۷	۴۳	۸۱
۵۱	۱۸	۴۳	۸۶
۵۰	۴۹	۴۶	۵
۵۰	۴۰	۴۶	۸
۳۶	۶۱	۵۱	۵۱
۴۰	۶۰	۴۰	۶۶
۳۳	۳۳	۴۰	۶۶
۳۳	۳۳	۳۳	۵
۳۴	۳۹		

یہ شریعت ایسے نبی کی ہے جو اولیٰ
بالمؤمنین ہے
شریعت میں حیلہ کا حکم
جس چیز کا اصل ثابت ہو اس کی پابندی
سے وہ بدعت نہیں بن جاتی

عبادات

کثرت ذکر کا حکم
صبح و شام اُس کی تسبیح کرو
مستحق رات کو بہت کم سوتے ہیں
وہ سحری کے وقت انتظار کرتے ہیں
طلوع شمس اور غروب شمس سے پہلے
تسبیح و تحمید کا حکم
رات کے وقت تسبیح کا حکم
میری عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے
جو عبادت کرنے سے تکر کرتے ہیں وہ
ذیلِ فوار ہوں گے اور وہ دوزخ میں
پھینک دیئے جائیں گے
ازواجِ مطہرات کو نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے
کا حکم

نماز، زکوٰۃ و صدقات

ازواجِ مطہرات کو نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے
کا حکم
اُس کی راہ میں جو کچھ خرچ کر دے وہ اُس

حکم دیتے ہو
ملا لاکھ مجھے بتایا گیا ہے کہ شرک سے
ہمارے عمل برباد ہو جاتے ہیں
اُن کے شرکیوں کے من گھڑت دین کی
إجازات اللہ نے نہیں دی
ظالموں کے لیے عذاب الیم ہے
ظالم اپنے کرتوتوں کے باعث لرزاں
ہوں گے
گزشتہ رسولوں سے پوچھو کیا اللہ نے
کوئی اور خدا بنائے
اگر رحمن کا کوئی بیٹا ہو تو میں سب سے
پہلے اُس کی عبادت کرنے والا ہوں۔
تمہارے معبودوں کو شفاعت کا حق نہیں
غیر اُس کو خدا سمجھ کر پکارنے والا برا گنہگار ہے
جب عذاب آیا تو بتوں نے ان کی
کیوں مدد نہ کی
اللہ کے ساتھ کسی غیر کو خدا نہ بناؤ
غیر خدا کی عبادت سے مجھے منع کیا گیا ہے
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اُس کی عبادت کرو

شریعت

(الف) شریعت کی خصوصیات۔
خلاف غلطی سرزد ہو تو مواخذہ نہیں،
دانستہ پر مواخذہ ہے

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۳۴	۲۰	شیطان نے قوم سبا کو گمراہ کرنے کا وعدہ پورا کر دیا	۳۴	۳۴	کامعاف تھیں دے گا
۳۴	۲۱	شیطان کو لوگوں پر قابو حاصل نہیں ہوتا۔ وہ مضل نہیں ہلاکتا ہے اور یہ پھسل جاتے ہیں	۳۵	۲۹	جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں، ظاہر اور پوشیدہ ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں اُن کی تجارت میں گھٹا نہیں۔
۳۵	۲	شیطان تمہارا دشمن ہے اُسے دشمن ہی سمجھا کرو	۳۶	۴۷	کافروں کو اگر خرچ کرنے کے بارے میں کہا جائے تو کہتے ہیں جن کو خدا نے نہیں دیا ہم انہیں کیوں دیں
۳۵	۳	وہ اپنے گردہ کو جہنمی بنانے کے درپے رہتا ہے	۵۱	۱۹	اُن کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔
۳۷	۱۰۷	شیطانوں کی شہاب ثاقب سے خبر لی جاتی ہے۔ وہ ملائکہ کی باتیں نہیں سن سکتے۔			پردہ کے احکام
۳۸	۸۵ تا ۷۴	شیطان کا سجدہ نہ کرنا در رحمت سے راندہ جانا، اللہ سے ٹہلت طلب کرنا ٹہلت کا بل جانا اس کا چیلنج			عورت کے عنوان کے نیچے باجگہ فرمائیے
۴۴	۶۶	شیطان تمہارا دشمن ہے تمہیں اہ حق سے روک نہ دے۔	۴۳	۱۸	حلال و حرام
۳۶	۶۰	ہم نے بنی آدم کو تاکید کی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھٹا دشمن ہے	۳۳	۵، ۴	عورتوں کے لیے ریشم اور سونا حلال ہے
۳۶	۶۲	اُس نے بڑی قوموں کو گمراہ کیا	۳۳	۵	دیگر شرعی احکام
					متبشی کے بارے میں زمانہ جاہلیت کا رواج جس میں قرآنی اصلاح ہر شخص کی نسبت اُس کے باپ کی طرف کرو
					اولوالارحام بعض بعض سے مقدم ہیں۔
					ملا باپ سے حسن سلوک

[illegible]

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۹	۲۳	۳۳	۱۸
۳۹	۲۴	۳۴	۱۵
۳۹	۲۸	۳۵	۱۵
۳۹	۴۱	۳۵	۳۱
۴۲	۷	۳۵	۳۲
۴۲	۱۷	۳۵	۳۲
۴۴	۳۷	۳۵	۳۲
۴۳	۴	۳۶	۵
۴۳	۳۲	۳۶	۶
۴۳	۴۴	۳۶	۷۰، ۷۹
۴۴	۵۷	۳۸	۳۰
۴۴	حاشی آیات مذکورہ	۳۸	۲۹
۴۵	۲	۳۸	۸۷
۴۶	۲۰	۳۹	۱
۴۵	۲۰	۳۹	۲

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۴۶	۱۲	۴۶	۸
۳۳	۶۳	۴۶	۱۲
۳۴	۵۰ تا ۲۸	۵۲	۳۴، ۳۳
مع حاشیہ		۴۰	۲
۳۴	۳	۴۱	۲
۴۰	۵۹	۴۵	۲
۳۴	۵	۴۶	۲
۳۴	۷	۳۶	۵
۳۵	۹	۳۹	۱
۳۶	۵۱	۴۱	۴۲
۳۶	۵۲	۴۱	۳
۳۶	۵۴	۴۱	۴
۳۶	۷۹، ۷۸	۴۱	۴۰
۳۶	۸۱، ۸۰	۴۱	۴۴
۳۶	۸۳، ۸۲	۴۱	۴۴
۳۹	۶۹، ۶۸	۳۵	۲۵
۳۹	۷۰، ۶۹	۴۰	۵۴

یہ اہم اور رحمت ہے

قیامت

قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے

قیامت کب آئے گی۔ احادیث سے

اس کی تفصیل

قیامت ضرور آئے گی

قیامت یقیناً آئے گی

اس کی حکمت

انکار قیامت

دلیل قیامت

مردہ زمین کو زندہ کرنا

کذ الک النشور

جب سور پھونکا جائے گا تو قبروں سے

نکل نکل کر اپنے رب کے پاس جانے

لگیں گے

اُس وقت پتلا نہیں گئے

اُس روز کسی پر علم نہیں کیا جائے گا

بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا

جس نے پہلے پیدا فرمایا

و لا تلی قیامت

اس کی قدرتِ قاهرہ

سور پھونکا جائے گا سب خشکھا کر

گر پڑیں گے۔ اَلَا مَا شَاءَ اللہ

منظر قیامت، دفترِ عمل، بنی اور گواہ

قرآن کو رسولؐ نے نہیں گھڑا

قرآن کتب سابقہ کا مصدق، مجسّم ہے

لیے مُردہ اور بدکاروں کے لیے تہیہ ہے

قرآن اگر خدا کا کلام نہیں تو اس جیسا

بتا کر دکھاؤ

یہ کتاب عزیز و عظیم کی نازل کردہ ہے

یہ زمین و رحیم کی نازل کردہ ہے

یہ عزیز و حکیم نے نازل کی ہے

۔۔۔۔۔

یہ عزیز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ عزیز و حکیم خدا نے نازل کی ہے

یہ حکیم و عید نے نازل کی ہے

اس کی باتیں منقل ہیں

یہ بشیر و نذیر ہے

جو اس میں تحریر کرتے ہیں وہ ہم سے

پوشیدہ نہیں باغیس مزا پائے گی۔

باطل اس کے نزدیک نہ آگے سے آ

سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اہل ایمان کے

لیے ہدایت اور شفا ہے

کتاب کے لیے یہ مُستحب ہے

دیگر آسمانی کتب

انجیل۔ یہ کتاب مُنیر ہے

تورات۔ یہ ہدایت اور نصیحت ہے

(ہدی و ذکر مٹی)

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۵۲	۱۰-۹	۳۹	۷۹-۷۸
۵۲	۱۶-۱۱	۴۰	۱۷
۳۳	۲۵	۴۰	۱۸
۳۳	۶۴	۴۰	۱۸
۳۳	۶۵	۴۴	۳۶-۳۴
۳۳	۶۶	۴۴	۴۰
۳۲	۶۸-۶۷	۴۴	۴۱
۳۲	۵	۴۵	۲۵
۳۲	۲۲	۴۵	۲۶
۳۲	۲۳	۴۵	۲۷
۳۲	۲۹-۲۸	۴۵	۲۸-۲۹
۳۲	۳۱	۴۵	۳۲
۳۲	۳۱	۴۵	۳۳
۳۲	۳۳-۳۲-۳۱	۴۵	۳۴
۳۲	۳۵-۳۴	۴۶	۱۸
		۵۰	۳-۲
		۵۰	۱۱
		۵۰	۲۲-۲۱-۲۰

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۳۷-۳۶	۳۵	اُن کا حال زار۔ نہ موت آئے گی نہ عذاب میں تخفیف	۳۷-۳۶	۳۴	کے پاس مال و اولاد انبیائے یاد ہے
۱۱۳-۱۱۲	۳۵	جھوٹا اور بدکار آیاتِ الہی کا مذاق اڑاتا ہے اس کا انجام	۳۶	۳۴	ان کے پاس شبہ کار و
۴	۳۶	اللہ کی آیتوں میں کفار ہی جھگڑا کرتے ہیں	۳۷	۳۴	اموال و اولاد قرب الہی کا ذریعہ نہیں
۴	۳۶	ان کی آمد و رفت، جاہ و جلال انہیں دھوکہ میں نہ ڈالے	۳	۳۴	انکارِ قیامت
۶-۵	۳۶	پہلے کفار کا بھی یہی دستور تھا۔ ان کا انجام	۸-۷	۳۴	منکرین کو عذاب اور ضلال بعید
۱۰	۳۶	روزِ حشر کفار کو سزا دینا	۴۱-۴۰	۳۴	کفار ملائکہ کی نہیں بلکہ جنات کی پوجا کرتے ہیں
۱۲-۱۱	۳۶	اُن کا اعترافِ جرم۔ اٹھارہ زبانت	۴۲	۳۴	کفار کسی کو نفع و ضرر نہ پہنچا سکیں گے
۲۲-۲۱	۳۶	پہلی کافروں میں طاقت اور آثار میں ان سے زیادہ تھیں لیکن برباد ہو گئیں	۴۳-۴۲	۳۴	بارگاہِ رسالت میں کفار کی گستاخی یہ ہیں اپنے آباء کے دین سے بد کتاب ہے یہ کلام خود گھڑتا ہے۔ سحرِ جبین
۸۴-۸۳-۸۲	۳۶	اس کی وجہ	۴۵	۳۴	پہلے کفار نے بھی ایسا ہی کیا اور برباد ہوئے
۴۶	۳۶	فرعون غرق ہوئے۔ صبح و شام اُن پر پیش کیے جاتے ہیں۔ قیامت کے روز اشد عذاب میں داخل کیے جائیں گے	۴۶	۳۴	ان کو غور و فکر کی دعوت
۴۸-۴۷	۳۶	دوزخ میں اُن کا آپس میں تکرار	۵۴-۵۱	۳۴	روزِ قیامت کفار کی حالت
۵۰-۴۹	۳۶	دوزخ کے داروغوں کی منت سماجت اور اُن کا جواب	۴	۳۵	کفار نے آپ سے پہلے انبیاء کی تکذیب کی
۵۳	۳۶	موسىٰ کو ہدایت عطا فرمائی	۸	۳۵	کفار کے لیے اُن کے بُرے اعمال مزین کر دیئے گئے
۵۴	۳۶	ایسی کتاب دی جو ہدائی و تذکری لا الہ الا اللہ ہے	۱۰	۳۵	کفار مکر کرتے ہیں لیکن اُن کا مکر تباہ ہو کر رہے گا
۵۶	۳۶	کفار محض ہوس و اقتدار کے لیے ایمان نہیں لاتے۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہوں گے	۲۶-۲۵	۳۵	کفار نے اپنے انبیاء کا پہلے بھی انکار کیا اور تباہ ہوئے

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۴۰	۶۹ تا ۷۶	۴۰	اللہ کی کتاب اور رسولوں کو بھٹانے والوں کا ہولناک انجام
۴۰	۸۵	۴۰	حالت یاس میں ایمان منظور نہیں
۴۱	۵	۴۱	کفار کہتے ہیں۔ قلوبنا فی الکشف ہم پر گواہان نہیں لائیں گے
۴۱	۶ تا ۷	۴۱	مشرکین جو زکوٰۃ نہیں دیتے ان کے لیے ہلاکت ہے
۴۱	۱۴	۴۱	وہ کہتے اللہ چاہتا تو فرشتے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجتا
۴۱	۱۴ مع خاتمہ	۴۱	عقبہ کی جہت دھرمی
۴۱	۱۵	۴۱	قوم مادے نے حق تکبر کیا اور ہلاک ہوئے
۴۱	۱۶ تا ۱۸	۴۱	قوم ثمود نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا
۴۱	۱۵	۴۱	روزِ حشر کفار گروہوں میں بانٹ دیئے جائیں گے
۴۱	۲۰ تا ۲۲	۴۱	ان کے کان۔ آنکھیں اور جلودیا چمڑے
۴۱	۲۶	۴۱	ان کے خلاف گواہی دیں گے
۴۱	۲۸ تا ۲۹	۴۱	قرآن مت سنو۔ اس میں شور مچاؤ
۴۱	۲۹	۴۱	انکار آیات کی سزا
۴۱	۲۹	۴۱	کفار ان لوگوں کو رگیدنا چاہیں گے جنہوں نے انہیں گمراہ کیا
۴۵	۷ تا ۱۱	۴۵	جھوٹا اور بدکار آیاتِ الہی کا مذاق اڑاتا ہے اس کا انجام
۴۵	۲۳	۴۵	جو اپنی خواہش کو اپنا خدا بناتا ہے اور جان بوجھ کر گمراہ ہوتا ہے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا
۴۵	۲۹ تا ۳۰	۴۵	وہ صرف دنیوی زندگی کے قابل ہیں کہتے ہیں ہمیں دہر ہلاک کر دے
۴۵	۲۹	۴۵	کفار قرآن کو سحر کہتے ہیں
۴۵	۱۱	۴۵	کفار کہتے اگر یہ دین سچا ہوتا تو یہ لوگ اسے قبول کرنے میں ہم سے سبقت نہ لے جاتے
۴۵	۲۰	۴۵	روزِ حشر کفار کو کہا جائے گا جو اچھے مفید کام تم نے کیے ان کا اجر تم دنیوی زندگی میں لے چکے ہو
۴۵	۱	۴۵	کفار نہ خود حق قبول کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں
۴۵	۱۰	۴۵	کفار کی بربادی
۴۵	۱۶	۴۵	کفار عیش و عشرت اور ڈنگروں کی طرح کھانے میں مصروف ہیں
۴۵	۳۴	۴۵	کفر کی حالت میں مرنے والوں کی کنکشت نہیں ہوگی
۴۸	۲۶	۴۸	کفار کے دلوں میں حسرت جاہلیہ
۵۰	۲	۵۰	انہیں اعتراض ہے کہ رسول ان میں سے کیوں آیا
۵۰	۲۵ تا ۲۶	۵۰	کفار خیر سے منع کرنے والے، حد سے بڑھنے والے، شک میں گرفتار وغیرہ
۵۱	۷ تا ۸	۵۱	قرآن کریم کے بارے میں کفار کا باہمی اختلاف
۵۱	۱۱ تا ۱۴	۵۱	قیامت کا انکار اور عذاب
۵۲	۲۹ تا ۳۰	۵۲	وہ حضور کو کبھی کاہن کبھی مجنوں اور کبھی شاعر کہتے ہیں
۵۲	۳۵ تا ۳۶	۵۲	یہ اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۳۶-۳۵	۳۷	مومن کے لیے اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں	۳۷	۵۲	کسی رئیس کو نبی کیوں نہ بنایا
۶۲ مع حاشیہ	۳۷	زقوم کے ذکر پر کفار کا مذاق	۳۹	۵۲	اللہ کے لیے بچیاں ان کے لیے بیٹے
۷۹-۷۸	۳۷	وہ اپنے گمراہ باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہیں	۴۲-۴۱	۳۵	ان کے اطوار
۱۵۴ تا ۱۴۹	۳۷	کیا اللہ کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے بیٹے			کفار پہلے قسمیں کھایا کرتے کہ اگر ان کے پاس کوئی رسول آیا تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں گے۔ لیکن جب آیا تو سحر کرنے لگے
۴	۳۸	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساحر و کذاب کہتے	۵۹-۶۴	۳۶	مجرموں کو انگ کر دیا جائے گا۔ ان کو سزا سنائیں
۵	۳۸	بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا۔ یہ عجیب و غریب بات ہے	۶۵	۳۶	ان کے لبوں پر ٹھہریں، ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے
۶	۳۸	اپنے عقیدہ بشرک پر پکارنے کی تاکید	۶۶-۶۷	۳۶	اگر ہم چاہتے تو ان کو اندھا کر دیتے۔ ان کے چہرے مسخ کر دیتے
۷	۳۸	کتنے عقیدہ توحید من گھڑت ہے	۷۴	۳۶	انھوں نے اللہ کے سوا دوسرے خدا بنائے
۸	۳۸	ہم رئیسوں کو چھوڑ کر یتیم عبد المطلب کو نبی بنانے میں کیا شک ہے	۷۹	۳۶	کہتے بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا
۹	۳۹	کیا آپ کے رب کے خزانے وہ بانٹ رہے ہیں			اس کا جواب
۱۴-۱۳-۱۲	۳۸	پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا اور تباہ ہوئیں	۱۳ تا ۱۹	۳۷	حقیقت قبول نہیں کرتے، آیات کا سحر اڑاتے ہیں، قرآن کو سحر کہتے ہیں قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا رد
۱۶	۳۸	کفار فوری نزول عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں	۲۰ تا ۲۶	۳۷	قیامت کے روز ان کی حالت
۵۵ تا ۶۰	۳۸	سرکشوں کا انجام، دوزخ، کھوتا پانی، پیپ، آپس میں تو قویٰ نہیں	۲۷ تا ۳۴	۳۷	ایک دوسرے پر الزام تراشی
۶۱	۳۸	جن کو ہم شریر اور ذلیل (مسلمان) کہا کرتے تھے وہ آج نظر نہیں آ رہے	۳۵ تا ۳۷	۳۷	جب ان کو کہا جاتا کہ لا الہ الا اللہ تو تنہا کرتے اور کہتے ہم ایک شاعر اور
۳ مع حاشیہ	۳۹	ما نعبدھو الا لیقر بوننا الی اللہ			

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۲۱	۴۲	۳۹	۳۹
۲۲	۴۲	۳۹	۳۹
۳۹، ۴۵، ۴۴	۴۲	۳۹	۳۹
۸-۷-۶	۴۲	۳۹	۳۹
۱۵	۴۲	۳۹	۳۹
۱۶	۴۳	۳۹	۳۹
۱۸-۱۷	۴۳	۳۹	۳۹
۱۹	۴۳	۳۹	۳۹
۲۰	۴۳	۳۹	۳۹
۲۳-۲۲-۲۱	۴۳	۳۹	۳۹
۳۴، ۳۳	۴۳	۳۹	۳۹
۳۵	۴۳	۳۹	۳۹
۳۶	۴۳	۳۹	۳۹
۳۸	۴۳	۳۹	۳۹
۴۸، ۴۷	۴۳	۳۹	۳۹
۸۳	۴۳	۳۹	۳۹
۹	۴۳	۳۹	۳۹

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۴	۳۷	۳۴	۱۰-۱۱
۲۹	۳۵	۳۴	۱۲-۱۳
۳۰	۳۵	۳۴	۱۴
۳۳	۳۵	۳۴	۱۵-۱۶
۳۵-۳۴	۳۵	۳۴	۱۷
۱۱	۳۶	۳۴	۱۸
۲۷-۲۰	۳۶	۳۴	۱۹
۵۶-۵۵	۳۶	۳۴	۲۰
۵۷	۳۶	۳۴	۲۱
۴۹-۴۰	۳۷	۳۴	۲۲
۵۷-۵۰	۳۷	۳۴	۲۳
۵۷-۵۰	۳۷	۳۴	۲۴
۵۷-۵۰	۳۷	۳۴	۲۵
۵۷-۵۰	۳۷	۳۴	۲۶
۵۷-۵۰	۳۷	۳۴	۲۷
۵۷-۵۰	۳۷	۳۴	۲۸
۵۷-۵۰	۳۷	۳۴	۲۹

قحط سالی کا عذاب

بدخیاں مبین

عذاب معاف کرنے کی دعا دینی طور پر

منظور پھر عذاب الیم

حضور کو معلم اور مجنون کہنا

کفار کا دردناک انجام

مومنین و متقین

غزوہ خندق کی روشنی میں اہل ایمان

کا کردار

کتابت کے وقت ان کا بندہ ایمان

فردوں پر ہوتا ہے۔ ان کی جانفشانی

اور اجر

اہل ایمان مرد و زن کی صفات

اللہ کا ذکر کرنے والوں کی شان

اہل ایمان کو کثرت ذکر اور تسبیح کا حکم

اللہ تعالیٰ مومنین پر اپنی رحمتیں نازل

فرماتا ہے۔ اس کے فرشتے ان کے لیے

دعائیں مانگتے ہیں

انھیں سلامت رہی کی دعا اور بھر کریم

بٹے گا

مومنین کو فضل کبیر کی بشارت

مومنین کے لیے مغفرت اور رزق کریم

جنھیں اذن ہو گا وہ شفاست کریں گے

اول وال و اولاد نہیں بلکہ ایسا ان اور

عمل صلح قرب الہی کا ذریعہ ہیں

جو لوگ کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ نماز

قائم کرتے ہیں۔ اللہ کے رزق سے

خرچ کرتے ہیں، ان کی تجارت نفع

والی ہے

ان کو ان کا پورا اجر بھی ملے گا اور اپنے

فضل سے مزید بھی

نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں کو

جنات عدن اور دیگر نعمتیں

وہ اللہ کی حمد کریں گے

و غلط نصیحت کا فائدہ اللہ سے ڈرنے

والوں کو ہوتا ہے

مومن کی زندگی اور موت

اہل جنت کی طاعت اندوزیاں، وہ اہل

کی بیویاں، سلام کا پیغام، علامہ پانی پتی

کی تفسیر

اللہ کے جنس بندوں پر نعمات کی بارش

اہل جنت کا ایک منکر قیامت ماحق کو

یاد کرنا اور وہاں سے اس دوزخی سے

بات چیت

اہل جنت کو پھر موت نہیں آئے گی۔ یہی

فضل عظیم ہے

پرہیزگاروں پر نوازشات (جنات عدن)

پھل، شراب، طور اور خوریں)

بندہ مومن رات بھر جاگتا ہے پھر ڈرتا ہے

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۳۵	۲۳	آخرت متین کے لیے ہے	۳۹	۹	اُس کی رحمت کی آس لگائے رہتا ہے
۶۷	۲۳	قیامت کے روز بخیر پر ہیز کاروں کے	۳۹	۱۰	وہ اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے
		سب دوست دشمن ہوں گے۔	۳۹	۱۰	صابروں کو بغیر حساب اجر ملے گا
۶۸-۶۹	۲۳	(الاخلأء یوہشذ)	۳۹	۱۰	جو دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں انہیں
۷۰-۷۱	۲۳	انہیں اُس روز خوف و حزن نہ ہوگا	۳۹	۱۸-۱۷	اچھا صلہ ملے گا
۷۲	۲۳	دیگر انعامات	۳۹	۲۰	اہل ایمان کو مژدہ
۷۳	۲۳	جن پر اللہ رحم فرمائے گا ان کی دوستی	۳۹	۲۰	قرآن سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو
۷۴	۲۳	کام آئے گی	۳۹	۲۳	جاتے ہیں
۷۵	۲۳	متقین پر نوازشات	۳۹	۲۳	ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں
۷۶	۲۳	اہل ایمان کے لیے زمین و آسمان میں اللہ	۳۹	۲۳	حضور پر ایمان لانے والوں کی شان
۷۷	۲۳	کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں	۳۹	۲۳	متقیوں کو نجات ملے گی۔ کوئی سبکیف
۷۸	۲۳	تھامی سپدائش، حیوانات، گردش لیل و	۳۹	۲۳	نہ ہوگی
۷۹	۲۳	نہاریہ نشانیاں ہیں	۳۹	۲۳	متقیوں کو جنت کی طرف لے جائیں گے
۸۰	۲۳	جو اللہ کو رب مانتے ہیں۔ پھر استقامت	۳۹	۲۳	وہاں ان کی عزت افزائیاں
۸۱	۲۳	اختیار کرتے ہیں انہیں نہ خوف اور نہ	۳۹	۲۳	اہل ایمان قیامت سے غورزدہ رہتے ہیں
۸۲	۲۳	حزن ہوگا و دیگر انعامات	۳۹	۲۳	جو آخرت کا طلبگار ہے اس پر مہربانی
۸۳	۲۳	جو اللہ کے محبوب پر ایمان لائے۔ اُن کے	۳۹	۲۳	نیکیوں پر فضل کبیر
۸۴	۲۳	گناہ مٹا دیئے۔ ان کے حالات کو درست	۳۹	۲۳	اہل ایمان کی دُعا میں قبول فرماتا ہے
۸۵	۲۳	کر دیا۔ اللہ اہل ایمان کا مددگار ہے بکفار	۳۹	۲۳	وینزید ہوم۔ فضلہ
۸۶	۲۳	کا کوئی مددگار نہیں	۳۹	۲۳	اہل ایمان کے لیے خیر و ابقی
۸۷	۲۳	اہل ایمان جنت میں	۳۹	۲۳	اہل ایمان کی صفات
۸۸	۲۳	اہل ایمان کے لیے جنت جس میں شہد و	۳۹	۲۳	جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو بدلہ
۸۹	۲۳	شراب کی نہریں	۳۹	۲۳	لیتے ہیں
۹۰	۲۳	جواہر ہدایت پر ہیں اُن کے ثواب ہدایت میں	۳۹	۲۳	لیکن بخش دینا افضل ہے
۹۱	۲۳	اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ تقویٰ بخشا جاتا ہے	۳۹	۲۳	من عز مرا کا مور

[illegible]

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۴۷	۱۶	۴۲	۳۸
۴۷	۲۱-۲۰	۴۲	۳۲
۴۷	۲۲	۴۵	۳۴، ۳۳
۴۷	۲۸، ۲۶، ۲۸	۳۵	۳۵
۴۸	۶	۴۳	۳۵
۴۸	۱۱	۵۱	۱۹
۴۸	۱۲	۴۱	۱۰ مع حاشیہ
۴۸	۵۰	۳۳	۲۰، ۲۱، ۲۲ مع حاشیہ
۴۸	۱۶ مع حاشیہ	۳۳	۲۱، ۲۰، ۲۲ مع حاشیہ
۳۵	۵	۴۷	۱۶
۳۵	۵		

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ

ہم نے کسی کو رزق کم دیا، کسی کو زیادہ درجہات میں فرق کر دیا۔ اس کی حکمت، ایک دوسرے سے کام لے سکو

سب کے گمراہ ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم کفار کے دروازے اور چھتیں سونے اور چاندی کی بنادیتے آخرت تیرے رب کے پاس حقیق کے لیے ہے

ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے (مستحقین کی صفات)

زمین پیدا فرمائی۔ اس نے رزق کا انتظام کیا۔ سب کے لیے برابر موقع سواء للثاثلین

مُتَنَفِّتِينَ

مُتَنَفِّتِينَ کے کردار کا تفصیلی تجزیہ غزوہ خندق کی روشنی میں

مُتَنَفِّتِينَ کو مدینہ سے نکال دیا جائے گا انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ ان کا انجام تباہی ہے

مُتَنَفِّتِينَ جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں

اُن کے دلوں پر ٹہریں، وہ نفس کے پیروکار ہیں

جہاد پر جانے کا حکم سن کر موت کی فشی طاری ہو گئی

اگر انہیں حکومت مل جائے تو فتنہ برپا کر دیں اور قطع رحمی کرنے لگیں

موت کے وقت منافقین کی حالت صلح حدیبیہ سے منافقین کو عذاب

مُتَنَفِّتِينَ کی جہاد سے پیچھے رہنے کی بہانہ سازیاں

یہ سمجھتے تھے کہ اب اللہ کا رسولؐ اور مسلمان اہل مکہ سے بچ کر واپس نہیں آئیں گے

نفیست کے لالچ کے لیے جہاد میں شرکت کی خواہش کریں گے لیکن انہیں اجازت نہیں

فرمایا تمہیں پھر موقع دیا جائے گا جب جنگو قوم سے لڑنے کی نوبت آئے گی جنگو قوم سے کون مراد ہیں

نَوَاسِی

تمہیں دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے

شیطان تمہیں اللہ سے فریب میں مبتلا نہ کر دے

آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر
۱۱	۴۹	۳۶	۴۲
۱۲	۴۹	۱۴	۴۲
۵۱	۵۱	۱۸-۱۹	۴۵

(اہل پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ)
مذاق مت کرو عیب چینی مت کرو۔
برے انقلاب سے مت بھاؤ
ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو
اللہ کے ساتھ کسی کو خدا نہ بناؤ

آپس میں تفرقہ نہ ڈالو
تفرقہ بازی کی وجہ بغی بدینہو
جاہلوں کی طرح خواہشات نفس کی
پیروی نہ کرو۔ وہ تمہاری کوئی مدد
نہیں کر سکیں گے

تعارف

سورة الاحزاب

نام : اس سورہ پاک کا نام الاحزاب ہے۔ جو اس سورت کی آیت ۲۷ میں مذکور ہے۔ نیز اس میں غزوہ احزاب کا تفصیل تذکرہ ہے، کون سا کج کے اعتبار سے ایک فیصد کن جنگ تھی۔ اس لیے اس سورت کو اسی نام سے منون کیا گیا۔ اس میں نو رکوع، تہتر آیتیں اور ایک ہزار و صد اسی کلمات اور پانچ ہزار سات صد نوے حرف ہیں۔

زمانہ نزول : یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں جن واقعات کا تذکرہ ہے یعنی غزوہ احزاب، بنی قریظہ اور بنی نضیر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا نزول مدینہ میں ہوا۔

مضامین : اس سورہ مبارکہ میں تاریخ اسلام کے اہم واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ عرب کے باطلانہ رسم و رواج میں دور رس اور انقلابی فرہیت کی اصلاحات کی گئی ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی کے کئی گوشوں کو آشکار کیا گیا ہے۔ اندامی مسلمات اور خاندانی رسالت کو خصوصی ہدایات اور ارشادات فرمائے گئے ہیں۔ مسلم معاشرہ میں مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو روکا گیا ہے۔ پردہ کے نظام کو بروئے کار لانے کے لیے ابتدائی ہدایات دی گئی ہیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقام البین ہونے کا اعلان فرمادیا گیا ہے۔ ان تمام امور نے اس سورت کو بڑی اہمیت بخش دی ہے۔ ہر چیز کا تفصیلی بیان دلچسپ اپنے مقام پر آئے گا اس تعارف میں صرف اجمال اشارات کیے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام سورت کا مطالعہ کرنے سے پہلے ان امور کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں اور حجب ان کے تفصیل ذکر کے مقام سے ان کا گزر ہو تو وہ بے خبری میں ہی نہ گزر جائیں بلکہ وہاں توقف کریں، غور و فکر کریں یا در قرآن کریم کی روشنی سے اکتسابِ فکر کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔

اس سورت کے آغاز میں عہد جاہلیت کی رسوم و عادات پر ضرب کاری لگائی گئی ہے لیکن اس سے پہلے یہ فرادیا کہ بندہ مومن پر لازم ہے کہ اپنے خداوند خدا جل جلالہ کے ہر حکم کی بے چون و چرا تعمیل کرے اور اگر ایسا کرتے ہوئے اسے لوگوں کی نکات کا ہدف بننا پڑے یا لوگوں کی برہمی اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑے تو ذرا نہ گھبرائے بلکہ اپنے رب کریم پر توکل کرے اور اپنے سارے کام اس کے سپرد کر دے اس سے بہتر کار ساز اور کون ہو سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ نکتہ بھی بیان کر دیا کہ دل ایک ہی ہوتا ہے یا اس دل میں دنیا اور اہل دنیا کی محبت خیر زن ہوگی یا خدا کی بندگی کا جذبہ اپنا پرچم ہرانے گا۔ ان دو میں سے ایک کا انتخاب ناگزیر ہے۔ اگر انسان کے پہلو میں دو دل ہوتے تو ممکن تھا کہ ایک دل میں خدا اور دوسرے میں دنیا کو وہ جگہ دے دیتا۔ اور بیک وقت دونوں



نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے محلہ کا محاصرہ کر دیا۔ کوئی منافق ان کی امداد کے لیے نہ آیا۔ آخر انہوں نے جان بخشی کی التبا کی جو قبول کر لی گئی اور ایک ایک اونٹ پر قبضہ کر لیا۔ وہ سب جاسکتے تھے انہیں سب جاننے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ لوگ خیر اور موعیٰ و نفعی میں جا کر آباد ہو گئے۔ انہوں نے مشرکین عرب کو مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا اور عرب کے بدو قبائل کے پاس بھی ان کے وفد گئے۔ انہیں بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ دس بارہ ہزار کے لشکر نے ایک چھوٹی سی بستی پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو غائب و خام کر دیا اور اپنے رسول مکرّم کو فتح مبین عطا فرمائی تفصیل حالات آیات کے ضمن میں مذکور ہیں۔ اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ کفار کے غبارہ سے ہمیشہ کے لیے ہوا بھل گئی۔ پہلے وہ حملہ آور تھے اور مسلمان صرف دفاعی جنگ لڑ رہے تھے۔ اب مسلمان آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی پوزیشن میں ہو گئے اور کفار صرف دفاع اور وہ بھی تہہ دل سے کرنے پر قانع ہو گئے۔ جنس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس روز اعلان فرما دیا: **لَنْ تَغْزَوْا حُمْرَ قُرَيْشٍ بَعْدَ مَا مَكَرَ هَذَا لَكُمْ تَغْزَوْا نَهْدًا** یعنی آج کے بعد قریش تم پر لشکر کشی نہ کر سکیں گے، اب تم ہی ان پر لشکر کشی کرو گے۔

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ منافق بے نقاب ہو گئے۔ اس نازک مرحلہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بے نقاب کر دیا۔ اب مسلمان ان کو خوب پہچان گئے اور ان کی اذیت رسائیوں سے محتاط ہو گئے۔ تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ بنی قریظہ یہودی قبیلہ جس کے مسلمانوں کے ساتھ عہد و پیمان تھے اس نے جنگ کے دوران میں عہد شکنی کی اور دشمن کے ساتھ مل گیا، لیکن حضور کی حکمت علی سے مشرکین اور یہودی اجتماعی کشمکشیں ناکام ثابت ہوئیں۔ آخر کار یہ قبیلہ بھی کیفر کردار کو پہنچا۔ تفصیلات اپنے اپنے مقام پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمنان حق کے دلوں پر اسلام کی دھاک بٹھا دی۔ عرب کے سارے قبائل سم گئے۔ ان کے دلوں میں مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے جو فاسد خیالات وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے تھے وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔ مدینہ طیبہ کی فضا اب یہودی اذیت رسائیوں سے محفوظ ہو گئی۔

عام طور پر سیاسی رہنماؤں کی خانگی زندگی اور سپیک زندگی الگ الگ ہوا کرتی ہے۔ ان میں تین تضاد پایا جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو کڑی سادگی اور کفایت شکاری کی تلقین کرتے ہیں اور ان کے اپنے گھروں میں تنکھات اور سلمان عشرت کی بھرمار ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو اعلیٰ کردار اور پاکیزہ سیرت کی تلقین کرتے ہیں۔ لیکن ان کے اہل خانہ کا دامن فحلت، سسل انگاری اور طمع کی آلودگیوں سے غوث ہوتا ہے۔ لیکن راسخ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کو محکم دیا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں دنیا کی آسائشیں اُچارائیں عزیز میں تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کے گھر کی زینت نہیں بن سکتی ہو۔ سارے خاندان نبوت کے لیے اخلاق، عبادات، تزکیہ باطن اور پاک نفسی کا ایک مخصوص مشورہ پیش کیا جا رہا ہے انہیں ان کے مقام رفیع کا احساس دلا کر اس کی عظیم ذمہ داریوں کو نبھانے کا تاکید کی حکم دیا جا رہا ہے۔

پروے کا جو حکیمانہ نظام قرآن کریم سارے مسلم معاشرہ میں نافذ کرنا چاہتا ہے اس کے ابتدائی احکامات بھی یہاں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن کردار کی بلندی، اخلاق کی پاکیزگی، عبادات الہی میں ذوق و شوق صرف غاۃ اللہ نبوت تک ہی محدود نہیں بلکہ امت مسلمہ کے ہر مرد و زن کو جن خبریں سے متصف ہونا چاہیے آیت ۳۵ میں بڑی تفصیل سے ان کی بیان کر دیا گیا۔

[illegible]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِحَقِّ الْوَعْدِ أَنْ تَرْحَمَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ

سورۃ الاحزاب مدنی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ اسی آیتیں ۳۳ کے رکوع ۹

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ

لے نبی و محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے اللہ سے ڈرو اور منافقین کا ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ

لے اس مبارک سورت کا آغاز یا ایھا النبی کے پر جلال کلمات سے کیا گیا ہے براہ راست اس خصوصی خطاب کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں چند ایسی اصلاحات کا حکم دیا جا رہا ہے جو قدامت پرست اہل عرب کے رسم و رواج کے سرسرفلات تھیں۔ معاشرہ میں جب کوئی فعل رواج پکڑ جاتا ہے اور پشت و پشت سے لوگوں کا اس پر تعارف ہوتا ہے تو اسے ایک تقدس اور احترام حاصل ہو جاتا ہے وہ لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن جاتا ہے اور وہ اس بارے میں اتنے جذباتی ہو جاتے ہیں کہ اس میں کسی اصلاح اور ترمیم کو برداشت نہیں کرتے۔ اور کسی بڑی سے بڑی ہستی کو بھی اس میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ قوموں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والوں کے لیے سب سے صبر آزمائی کی وہی ہوتی ہے جب وہ اپنی قوم کے غلط و مضرت رساں رسم و رواج کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سورت میں عرب کے قدامت پسند معاشرہ اور ان کے غلط رواجوں کی اصلاح کرنا مقصود ہے اور قوم کے شدید رد عمل کا اندیشہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصی طور پر خطاب فرما کر چند ہدایات سے سرفراز کر رہے ہیں تاکہ حضور کے خلاف کذب و افتراء کے جو طوفان اٹھنے والے ہیں ان میں شائبہ بت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کریں۔

دوسرے انبیاء کو ہمیشہ ان کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے یا آدم یا نوح یا ابراہیم۔ اے آدم، اے نوح، اے ابراہیم۔ لیکن اپنے حبیب کو جب بھی خطاب فرمایا تو نام سے نہیں بلکہ اسم وصفی سے۔ اس مقصود حضور کی عظمت شان اور جلال و کبریا کا اظہار ہے۔ چنانچہ علامہ آوسی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے: **فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ يَوْمِئِذٍ لِلَّذِينَ لَا نَفْعَ لِيَتْلُو** یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم و تحريم اور اظہار شان کے لیے وصف نبوت سے یاد فرمایا اور نام کے کرنا نہیں دیا۔ صاحب لسان العرب لفظ نبی کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس کے مانند اشتقاق کے متعلق اہل لغت کے تین قول ہیں: ۱۔ یہ نبی سے مشتق ہے (۲) یا نبیۃ سے (۳) یا نبیۃ سے مشتق ہے۔ پہلے قول کے مطابق نبی بروزن فعل بمعنی مفعول مخبر ہو گا یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا ہو۔

علامہ جوہری اور قراء و دوزل کی رائے یہی ہے کہ یہ نبی سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا۔ الجوہری: **وَالنَّبِيُّ الْخَبَرُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُنْفَعُ أَنْبَاءُ عَنْهُ وَهُوَ فَعِيلٌ** بمعنی مفعول۔

قَالَ الْفَرَّاءُ: **النَّبِيُّ هُوَ مَنْ أَنْبَأَ عَنْ اللَّهِ فَتُرْكَ هَمْزُهُ**

اور اگر اس کا مانند اشتقاق النبوة یا النبأۃ ہو تو اس کا معنی ہے بلند اور اونچی چیز کیونکہ نبی دوسروں سے ہر

مجلس

كَانَ عَلَيْنَا حَكِيمًا ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

خوب جانتے والا، بڑا دانہ ہے۔ اور پیروی کرتے رہئے جو وحی کیا جاتا ہے آپ کی طرف اپنے رب کی جانب سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝

جو کچھ تم کرتے رہتے ہو اس سے تمہیں خبر ہے اور (اے محبوب!) مجھ سے بھی اللہ پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ (اپنا) کارساز ہے

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ

نہیں بنائے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے لیے دو دل اس کے شکم میں نہ اور نہیں بنایا اس سے تمہاری بیویوں

الَّذِينَ تَظْهَرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ

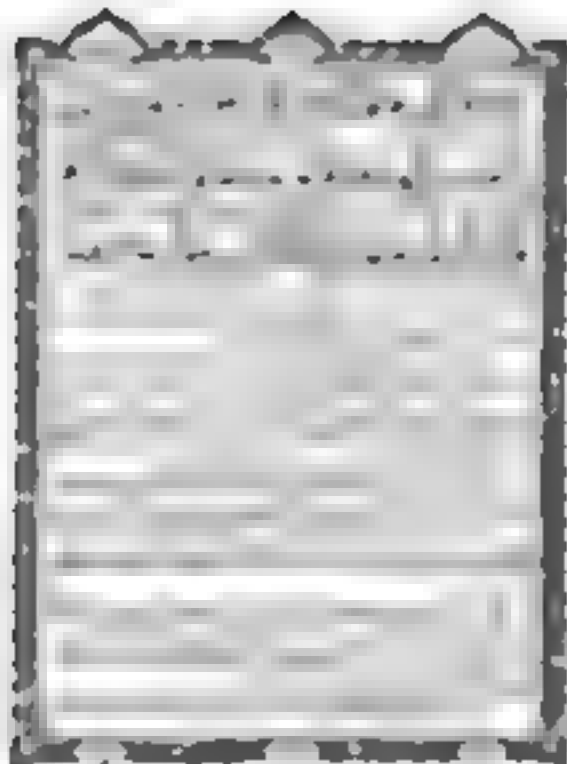
کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں نہ اور نہیں بنایا اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے فرزند

نے فرمایا کہ میں انہیں پہلے ان دسے چکا ہوں۔ پھر ان کو حضور نے مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار اور منافق اس قبل نہیں کہ ان کی بات مان جائے۔ آپ صرف ان احکام کی پیروی فرمائیے جو عظیم و حکیم خدا نے آپ پر نازل فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جو تمہاری انفرادی، اجتماعی، سیاسی اور معاشی ضرورتوں سے باخبر ہے اور اس کا حکم حکمت پر ہے۔ ایسے عظیم و حکیم خدا کی فرمانبرداری سے ہی تم دونوں جہانوں میں سرفراز ہو سکتے ہو۔

کے آپ صرف ان احکام کی پابندی کریں جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ پر نازل فرمائے ہیں اور وہ تمہارے عمل کو جانتا ہے۔ باقی میں کفار کی دھمکیاں اور منافقین کی ریشہ دوانیاں اور شرارتیں تو آپ ان کی قطعاً پروا نہ کریں، اپنے رب پر بھروسہ کریں۔ اپنے سارے کام اسی کے سپرد کر دیں، اس کارساز کی تائید و نصرت کے بعد آپ کو کسی بداندیشی کی ایذا رسائی کا ہرگز کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو دو ہاتھ، دو پاؤں، دو کان اور دو آنکھیں دی ہیں لیکن دل صرف ایک ہی دیا ہے۔ یہاں متضاد خیالات اور عقائد کی گنجائش نہیں۔ ایک دل میں ایک ہی عقیدہ سما سکتا ہے یا انسان خدا کا بندہ بن جائے یا اسے چھوڑ کر خیر کی بندگی اختیار کر لے۔ یہ ناممکن ہے کہ آپ کفر اور اسلام دونوں کے علمبردار بنے رہیں، حق اور باطل دونوں سے رشتہ عقیدت جوڑے رکھیں۔ زندگی کے اس پر شوہر مند کو دو کشتیوں میں سوار ہو کر جو عبور کرنا چاہتا ہے وہ غرق ہو جاتا ہے یا صدیقی و فاروقی کی صف میں شامل ہو جاتا ہے یا بولسہبہ ابرجیل کی سخت اختیار کر لو۔ عہد اللہ بن ابی جہیہ منافق لوگوں کی یہاں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

یہ بتا دینے کے بعد کہ یہاں دو رنگی کی گنجائش نہیں۔ اسلام کو من و عن اس کے سارے تقاضوں کے ساتھ قبول کرنا ہو گا یا



اَخْطَا تُمْرِيْهِ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

نادانستہ کر بیٹھو۔ البتہ وہ کام جو تمہارے دل قصدا کرتے ہیں (ان پر ضرور گرفت ہوگی) اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

کسی غیر کامیاب کے علاوہ قرطبی نے اس سورت پر بہت سی احادیث نقل کی ہیں بن میں مندرجہ : تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کرنے سے سخت سے منع فرمایا ہے۔

میں گفتگو میں جو بات ارادہ اور نیت کے بغیر زبان سے نکل جائے۔ اس پر مواخذہ نہیں ہوگا البتہ جو خلافِ شریعت باتیں تم جان بوجھ کر قصدا کرو گے اس کی سزا تمہیں ضرور دی جائے گی اگر غلطی کرنے کے بعد تمہیں نہامت ہو اور تم سچے دل سے توبہ کرو تو تمہاری توبہ قبول ہوگی۔ بیشک اس کی بخشش بڑی مہم ہے اور اس کا دامن رحمت بڑا وسیع ہے۔

تمام علماء تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن عمار کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ شام کے باشندے تھے۔ تمہارے چند سواروں کا دھڑ سے گزر ہوا، یہ ابھی بچے ہی تھے انہوں نے انہیں پکڑ لیا۔ اپنے ساتھ لائے اور انہیں فروخت کر دیا حکیم بن حرم بن عوف نے جو ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے انہیں خرید لیا اور خرید کر اپنی بیوی صاحبہ کو تحفہ پیش کیا۔ حضرت ام المؤمنین نے زید کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور عدیہ پیش کیا۔ حضور نے انہیں آزاد کر دیا اور اپنا بھتیجے بنالیا۔

زید کے والد عمار اپنے لڑکے کے فراق میں دیوانہ ہو گئے اور اس کی تلاش میں ملک ملک کی خاک مچان ماری۔ اپنے بیٹے کے فراق میں جو قصیدہ انہوں نے لکھا اسے پڑھ کر آج بھی دل کیسے جاتا ہے۔ چند شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور ایک بدو کی بلاغت اور اس کے درد و سوز سے آگاہی حاصل کیجیے۔

بَكَيْتُ بَعْدَ زَيْدٍ وَلَمَّا أَذِرْ مَا فَعَلْتُ أَسَىٰ فَيَزِيحُ أَمْرًا كِي دُرَّةُ الْاَجَلِ

میں زید کے فراق میں روتا رہتا ہوں، مجھے اس کے حال کا کوئی علم نہیں۔ کیا وہ زندہ ہے تاکہ اس کے لڑنے کی امید کی جائے یا موت کی آخرش میں سر پہکا ہے۔

لَمَّا كَرِهَ نَبِيُّ الشَّمْسِ عِنْدَ طُلُوعِهَا وَتَغَرُّصِ ذُكْرَاهُ إِذَا غَرَجْنَا أَفَلًا

سورج جب طلوع ہوتا ہے تو وہ اکل یا داناہ کو دیتا ہے اور جب وہ غروب ہونے لگتا ہے تو ہم بھی اکل یا دمجے تانے لگتی ہے۔

وَإِنْ هَبَّتْ لَوْرِيَّاعٌ فَتَجَنَّنَ ذُكْرَاهُ فَيَا طُلُوقَ مَا حَزَنِي عَلَيْهِ وَمَا وَحِيلَ

جب ہوائیں مچتی ہیں تو اس کی آتش شوق کو بھڑکا دیتی ہیں، اس کی ہڈائی میں میرا منسم اور اس کے متعلق میرے اندیشوں کا سلسلہ کتنا طویل ہے۔

مَا حُمِلَ نَفْسَ الْبَيْسِ فِي الْأَرْضِ جَاهِدًا وَلَا أَمْرًا التَّطَوُّافِ أَوْ شَأْمًا إِذْ بَلَّ

میں اپنی اعلیٰ نسل کی ساندلی کو زمین میں چلا تا رہوں گا اور نہ میں اس کی تلاش میں طواف کرنے سے تنہا ہوں گا اور نہ ہی میری دشمنی۔



أُولَ الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ

قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، کتاب اللہ کی رو سے

عام

يَتَّقُنْ ذِيْنَهُ وَاَنَا آخِذٌ بِمِثْقَلِ حَبْزَةٍ وَأَنْتُمْ تَقْتَحِمُونَ فِيْهِ (قرطبی) یعنی میری اور میری اُمت کی حالت اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی ہو اور مختلف ہانڈ اور پروانے اس میں گرنے کے لیے دوڑتے چلے آ رہے ہوں۔ میں تمہیں تنہا کر دوں سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں گرنے پر اصرار کر رہے ہو۔

صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

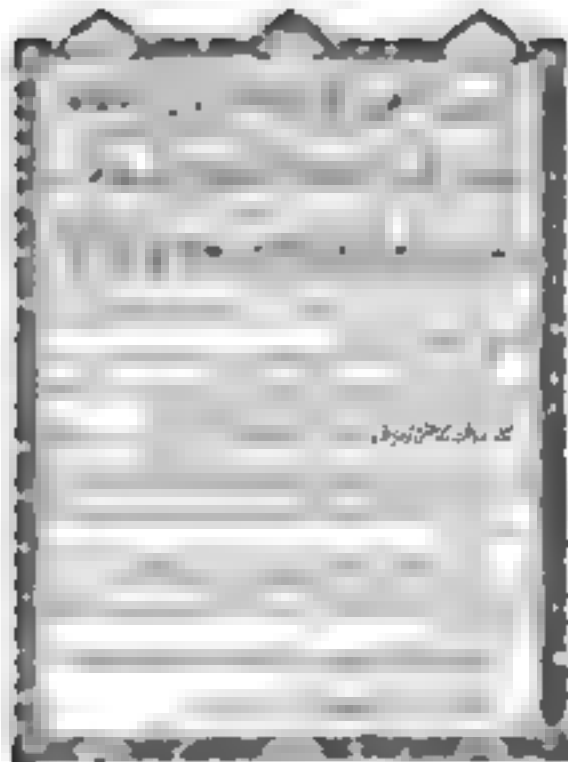
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ إِلَّا وَآمَنَّا أَوْلَىٰ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَقْرَبُ وَإِنْ شِئْنَا الشَّيْءُ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَإِنَّمَا مَوْنٌ مَا تَرَىٰ مَا تَرَىٰ فَنَدْرُثُهُ عَصَبَةً مَنْ حَكَاؤُا وَمَنْ تَرَىٰ دِينًا وَهَنِيًا عَافِيًا تَنِي فَنَامُولَاهُ۔

یعنی کوئی ایسا مومن نہیں جس کا دنیا و آخرت میں میں وال نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پر جو انشی اولیٰ بالمؤمنین اور جو مومن فوت ہو اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کے وارث ہوں گے اور جو مومن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے، میں اس کا والی ہوں۔

حضور کی شانِ کریمی پر انسان تڑپا جائے۔ کتنی شفقت اور محبت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمارے ساتھ ایسا تعلق ہے، حضور کی خیر خواہی اور لطف و کرم کا یہ عالم ہے تو پھر حیف ہے ہم پر اگر ہم حضور کی شریعت کو چھوڑ کر اپنے نفسوں کی خواہشات کی پیروی میں لگ جائیں اپنے دوستوں کو غرض کرنے کے لیے اعلیٰ احکام کی ترشروی حاصل کرنے کے لیے ہم اپنے نبی پاک کی اطاعت سے سرتابی کریں۔ نیز اسلامی مکتوتوں اور قانون ساز اداروں کو بھی اس امر کا پورا پورا احساس ہونا چاہیے کہ وہ کس رؤف و رحیم کا دامن چھوڑ رہے ہیں اور کس کی اطاعت کو اپنا شعار بنا رہے ہیں۔ وکونہ علیہ السلام اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم ای اذ ان ہم و اعطف علیہم اذ هو یدعوہم الی الخیر و انفسہم تدعوہم الی الہلاک۔ یعنی حضور کے اولیٰ بالمؤمنین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ان پر ان کے نفسوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفقت کرنے والے ہیں کیونکہ حضور انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے نفس انہیں ہلاکت کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں: مَنْ لَعِنَ نَفْسَهُ فِي مِلَّةِ الرَّسُولِ وَلَعِنَ وَلَايَتُهُ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ اَحْوَالِهِ لَعْنٌ يَذِقُ حَلَاوَةَ صَنْبَعٍ؛ یعنی جو شخص اپنے آپ کو حضور کا غلام نہ سمجھے اور اپنے تمام حالات میں اپنے آپ پر حضور کی حکمرانی تسلیم نہ کرے اس نے شفقت کی شیرینی کا مزہ ہی نہیں چکنا۔

اے حضور رب العزت علیہ التقیات والتسلیمات کی انداز مطہرات کی عزت افزائی فرمائی جا رہی ہے کہ یہ مسلمانوں کی مائیں ہیں اس تعلق کے باعث ہر مومن کا فرض ہے کہ ان کا اسی طرح احترام کرے جس طرح اپنی ماں کا احترام کرتا ہے۔ اگر ان جسمانی دون



مِنْهُمْ مِّثْلًا غَلِيظًا ۚ لِيُثَلَّ الصَّدِيقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَأَعَدَّ

سب سے پختہ عہد دیا تھا۔ یہ کہ آپ کا رب، بڑے بچوں سے انکے سچ کے متعلق اور اس نے

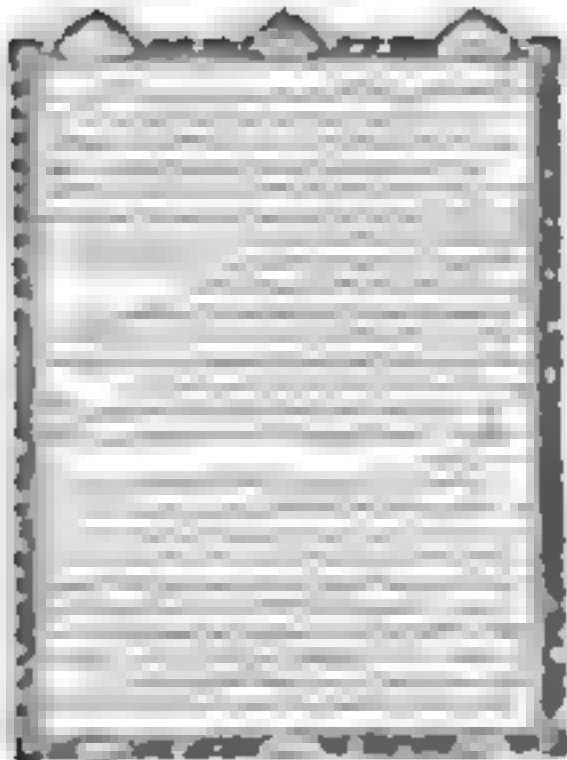
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ

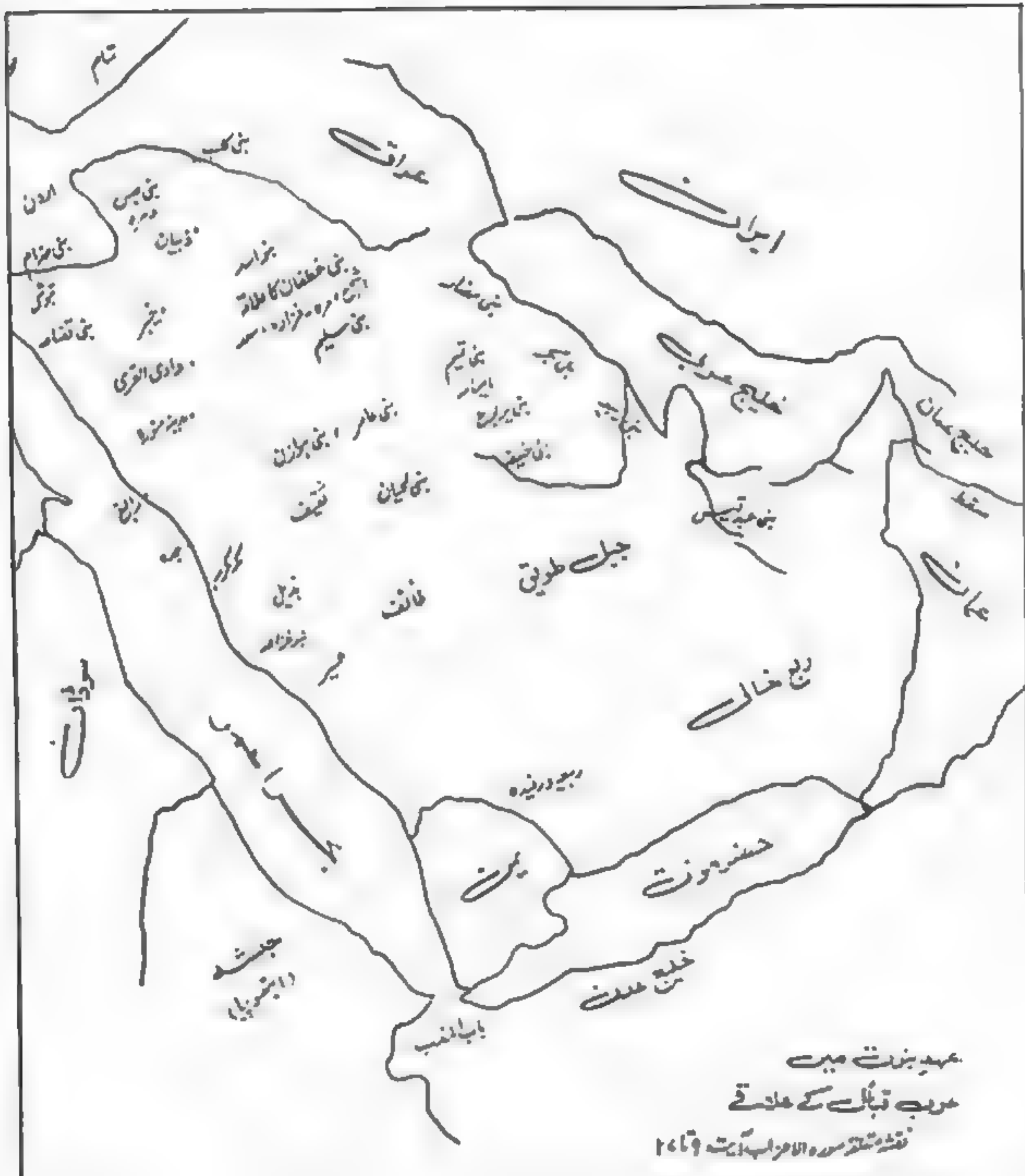
تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے دردناک عذاب۔ اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جس نے

تہ ان آیات میں اس تائید اور حمایت کی طرف اشارہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے غزوہ خندق میں مسلمانوں کو محفوظ فرمایا تھا۔ ان آیات کے منہم کو سمجھنے کے لیے ان نازک حالات کا جائزہ لینا ازمدام بہت جن سے مسلمانوں کو واسطہ پڑا تھا، اس لیے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا پس منظر پیش خدمت ہے۔

مدینہ طیبہ میں یہود کے دو مشہور قبیلے آباد تھے بنی نضیر اور بنی قریظہ۔ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ میں پہنچتے ہی ان سے دوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا، لیکن ان کے دلوں میں اسلام سے عداوت کے شعلے بجھ کر تھے رہتے تھے۔ وہ ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہتے جب کہ وہ اپنی اس باطنی خواہش کا مظاہرہ کر سکیں۔ غزوہ اُحد میں جب گھائی پر متعین تیر اندازوں کی محبت اور غلطی کے باعث اسلامی لشکر کو سخت جانی نقصان ہوا تو یہود کے حوصلے بڑھ گئے۔ دوستی کے معاہدہ کے باوجود بنی نضیر نے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی جس میں وہ بری طرح ناکام ہوئے۔ اس حملہ شکنی اور فداکاری کے باعث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ عبد اللہ بن ابی نے انہیں ہمارے ساتھ دی کہ وہ اپنے گھروں میں ڈٹے رہیں۔ اگر لڑائی کی فوج آئی تو وہ اپنی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے گا اور اس نے یقین دلایا کہ دوسرے کئی بد وقتوں میں بھی ان کی امداد کے لیے مدینہ پر دھوا دھول دیں گے، اس لیے بنی نضیر نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور صاف صاف کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھروں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ آپؐ جو کچھ ہو سکتا ہے کر لیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلسط کی مدت ختم ہوتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا۔ عبد اللہ بن ابی دیکھ کر اپنے گھر میں بیٹھا رہا کسی کوشش نہ پہنچی کہ ان کے دوش بدوش کھڑا ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ جب بنی نضیر نے حالات کو اپنی توقع کے خلاف پایا تو انہوں نے مدینہ طیبہ چھوڑنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ تین آدمیوں کو ایک اونٹ پر بٹنا سار، ان وہ لاد سکتے تھے لاد کر لے جانے کی حضورؐ نے اجازت دے دی۔ بنی نضیر حلا وطنی کے بعد کچھ خیبر میں آکر آباد ہو گئے اور بعض داوی انقریٰ میں فروکش ہو گئے۔ لیکن انہوں نے یہاں آکر بھی اسلام کے خلاف سازش کرنی شروع کر دی۔ ان کا ایک وفد جس میں سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق، سلام بن مشکم اور عیسیٰ بن اخطب، قبیلہ بن نضیر سے اور عیسیٰ وائل سے ابو تمارہ شریک تھے، مکہ پہنچا اور قریش کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف جنگ پر ابھارنا شروع کیا اور انہیں یقین دلایا کہ وہ اس جنگ میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اسلام اور باقی اسلام کو ختم کر کے دم لیں گے۔ قریش نے ان سے پوچھا کہ اے علماء یہود! تم صاحب کتاب ہو اور علم و فضل

۱۷





ہیں، تھکاوٹ سے پھر ہیں، لیکن اپنے محبوب قائد کے ارشاد کی تعمیل میں سرگرم عمل ہیں۔ شیعہ توحید کے ان پیدائش کو اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب نے جابجا زمی اور فدائیت کا یوں منہ پر کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ فَأَغْفِرِ الْفُسَّارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

یعنی زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے۔ میرے پروردگار انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

اپنے حق میں یہ دُعاؤں کو صحابہ کرام پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، کیف و سرور سے بے خود ہو کر یہ گانے لگے:

تَحْمَنُ الَّذِينَ يَأْتِيَهُمُ الْحَمْدُ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَا يَتَّبِعُنَا أَبَدًا

یعنی ہم منزلِ عشق و محبت کے وہ مسافر ہیں جنہوں نے اپنے ہادی و مرشد کے دستِ مبارک پر اس بات پر بیت کی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے کل حق کو بلند کرنے کیلئے مصروفِ جہاد رہیں گے۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی کسی اپنے شیریں اور نواز لہجہ سے اپنے ایک غلام حضرت عبداللہ بن رواحہ کے یہ

شعر بھی پڑھتے تھے۔ لا تَقْدُمُوا عَلَى اللَّهِ سَبْعًا وَلَا تَقْدُمُوا عَلَى اللَّهِ سَبْعًا وَلَا تَقْدُمُوا عَلَى اللَّهِ سَبْعًا

فَا تَزِلُّوا سَكِينَةً عَلَيْنَا وَتُثْبِتُ الْأَقْدَامُ أَنْ لَا تَقِينَا

یعنی اے میرے مولا کریم! اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ہم راہِ ہدایت پر گامزن نہ ہوتے، نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہمیں نماز کی ترفیق ملتی۔ اے اللہ! ہم پر اطمینان و سکون نازل فرما اور اگر ہمارا متاعِ بلند دشمنوں سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

عروینِ موت کہتے ہیں کہ میں، سلمان، صدیق، نعمان بن مقرن، لہزن اور مجاہد انصاری اپنے جنت کی پالیس گز خندق کھود رہے تھے، تو

اتفاق سے ایک چٹان آگئی۔ ہم نے سارا زور لگایا، بٹے بٹن کیے لیکن وہ نہ ٹوٹی۔ میں نے حضرت سلمان سے کہا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تاکہ جو ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے۔ حضرت سلمان نہایت اقدس میں حاضر ہوئے

اور چٹان کے متعلق گزارش کی کہ ہمارے بازو بدل ہو گئے ہیں۔ ہماری کدالیں گند ہو گئی ہیں لیکن وہ ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی۔ یہ سن کر حضور خدا

آٹھنے اور اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر حضرت سلمان کے ہاتھ سے گینتی پکڑی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ضرب لگائی۔ اس سے

اتنی زحمتی پیدا ہوئی جیسے کسی نے گھسپ اندھیرے میں اچانک چراغ جلا دیا ہو۔ اور اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر الگ جاگرا۔ حضور نے

فرمایا اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام۔ مجھے ملکِ شام کی کنجیاں دے دی گئیں۔ دوسری مرتبہ حضور نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ضرب

لگائی۔ پھر اسی طرح روشنی نمودار ہوئی اور تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور نے فرمایا: اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس۔ مجھے ملکِ ایران کی کنجیاں

بخش دی گئیں۔ تیسری مرتبہ چٹ لگائی، باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہو گئی اور حضور نے فرمایا اللہ اکبر اعطیت مفاتیح اليمن۔ مجھے یمن

کی کنجیاں مرحمت کر دی گئیں۔ اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ضرورتوں سے نہ صرف اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا، بلکہ

دنیا کی دو بڑی مالی طاقتوں روم اور ایران کے سنگین قلعوں کو بھی ہلکا کر رکھ دیا اور ان ممالک کی فتح کی فوج بھی اپنے غلاموں کو سناوی قباہی

حالات کی نزاکت کسی سے مخفی نہیں۔ سارا عرب اُٹھ کر آ رہا ہے۔ مدینہ کا ماحول بھی ساگرا نہیں۔ یہاں بھی یہودیوں اور منافقوں کی یکجہائی

محبت موجود ہے۔ فوج کے لیے نہ ساز و سامان ہے اور نہ خوراک کا معقول انتظام ہے۔ ان حالات میں جب بظاہر دشمن کے اس پرورد



سبب را چنین گفت روح الامین کہ بعد از من اعران و انصار دین
جبرئیل علیہ السلام نے اس کا سبب یہ بیان کیا کہ میرے بعد دین اسلام کے مددگار اور جان نثار
بریں فکرت با مسئلہ شوند بآئین من اصل آں بگردند
ان ملکوں پر قابض ہوں گے اور وہاں میری شریعت کا قانون نافذ کریں گے۔
بریں مژدہ و شکر و لطف خدا بہر بار بحسب کردم ادا
اس بشارت اور اللہ تعالیٰ کے لطف پر میں نے ہر بار بحسب کی۔
مشغیہ نہ آں مژدہ ہوں مومنان کشیدہ تکبیر شادی کنان
مومنوں نے جب یہ مژدہ سنا تو سب نے خوش ہو کر نعرہ بحسب بلند کیا۔

اسی طرح دیگر کتابوں میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

شب و روز کی محنت شاد سے کنار کے شکر کے آنے سے پہلے خندق تیار کر لی گئی۔ مدینہ طیبہ کے تین اطراف ایسے تھے،
جہاں سے عمومی حملہ کی توقع نہ تھی۔ جنوب کی طرف گھنے باغات تھے۔ مشرق اور مغرب کی طرف پتھر والا علاقہ اور سمت چٹانیں تھیں۔
جہاں جگہ گہری اور چوڑی دراڑیں تھیں۔ صرف شمال کی سمت ہی کھلی اور غیر محفوظ تھی اور حملہ کا اسی جانب سے خطر تھا، چنانچہ کرہ
سلیح کو پشت کی طرف رکھ کر شرکی شمالی جانب پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھود کر متصل کر لی گئی۔ دشمن کے وہاں پہنچنے سے پہلے
حضور تین ہزار جان نثاروں کو لے کر موزوں مقامات پر طیارہ زن ہو گئے۔ کفار کا لشکر جو ایک طوفان کی صورت میں آگے بڑھا چلا آ رہا تھا
اسے یہ خیال تھا کہ وہ مدینہ کی بستی کو پہلے ہڈ میں ہی نیست بناد کر کے رکھ دے گا۔ انہوں نے جب اپنے سامنے اتنی چوڑی اور گہری خندق
دیکھی تو حیرت زدہ ہو کر رہ گئے ان کی جنگی منصوبہ بندی میں ایسی تدبیر کا سان گمان بھی نہ تھا۔ مہمور خندق کی دوسری طرف ہی انہوں نے
اپنے غیپے نصب کر لیے اور مسلمانوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور حملہ کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔

ایک روز ابو جہل کا بیٹا مکرم، عمرو بن عبدود و حرب کا مشورہ سوار اور جنگجو اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر
خندق کا چکر کاٹنے لگے ایک جگہ خندق نسبتاً تنگ تھی اس نے گھوڑے کو ڈیر لگائی۔ گھوڑا بھلی کی سرعت کے ساتھ گود کر خندق کے
دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بلند آواز سے لکھارا: هل من مبارز۔ ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا
کافر کی یہ لٹکار سن کر اللہ اور اس کے رسول کا شیر مل المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اہنی تلوار ہوا میں لہرتے ہوئے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا:
”اے عبدود کے بیٹے! میں نے سنا ہے کہ تو نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو تو ان دونوں
سے ایک ضرور دے گا۔ اس نے بڑی عزت سے کہا ہاں میں نے ایسا عہد کیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا، میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں
کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر لے۔ ادعوا الی اللہ والی رسولہ والی الاسلام۔

اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ شیر خدا نے فرمایا: پھر میری دوسری درخواست یہ ہے کہ آ اور میرے ساتھ مقابلہ کر۔ وہ کہنے لگا:
میرے آپ کے والد ابو طالب کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم تھے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ میری تلوار سے قتل ہوں۔ اسلام کے



۴۱

سموہ احمد

بنی قطنان اور دیگر قبائل کے
شکروں کا پڑاؤ

جانب مشرق پھرتی چٹانیں

خندق

خندق

مسجد ذباب

بکری

حرم نبوی

میدان نبوی

جنت البقیع

باغات، نخلستان

نقشہ جنگ خندق

مقطعہ سورۃ الاحزاب آیات ۱۰ تا ۲۵

جنوب

جانب
مغربی

دادی

غار الحنظلہ

کرومیر

نہیں لائے بلکہ جہان بھر کی ذلت اور سوائی لے کر آئے ہو۔ اور جو لشکر تمہارے ساتھ ہے یہ ایسا بادل ہے جو صرف گر جانا اور کوئی جانتا ہے اس میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ پیغمبر اسلام سے ہمارا دوستی کا معاہدہ ہے اور آج تک ان کی طرف سے اس کی معمولی خلاف ورزی بھی نہیں ہوئی۔ میں اس معاہدہ کو توڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن تمہی اس کو جھٹکنی پر براہ کشت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کامیاب ہو گیا اور کعب نے آفرکار مسلمانوں سے دوستی کے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ دیا اور تمہی اور لشکر کعبہ کے ساتھ اپنی قسمت و رابت کر دی۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو اس کی تصدیق کے لیے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور غزوہ کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ کو چند خاص آدمیوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اگر یہ اطلاق غلط ہو تو مجھ سے جمع میں آکر بتا دینا۔ لیکن اگر درست ہو تو گناہ بتانا۔ ایسا نہ ہو کہ اس حادثہ سے مسلمانوں کے حوصلے ہست ہو جائیں۔ یہ حضرات جب بنی قریظہ کی گلاہی میں پہنچے تو وہاں کا سماں ہی بالکل مزلہ تھا۔ جنگ کی تیاریاں زور سے ہو رہی تھیں۔ تلواریں، بھالے، تیرکھنیں اسلحہ خانے سے نکال کر تقسیم کی جا رہی تھیں۔ انہوں نے کعب سے گفتگو کرنا چاہی اور اسے سمجھانا چاہا، لیکن وہاں تو نیکٹوں میں فتور پیدا ہو چکا تھا، وہ کوئی معقول بات سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ ٹوٹاؤ میں ہیں تک فزیت پہنچی۔ بنی قریظہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارے درمیان اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان قطعاً کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ حضرت سعد بن معاذ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے ساتھ اُلجھنے سے روکا اور فرمایا اب یہ معاملہ گالی گھوڑی سے طے نہیں ہو گا۔ اب معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ واپس آکر انہوں نے اس حد شکنی کی اطلاع حضور کی خدمت میں اشارتاً کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ بات عام ہو گئی مسلمانوں کی پریشانی کی حد ہو گئی پہلے تو صرف بیرونی حملہ آور سے مقابلہ تھا اب گھر بھی محفوظ نہ رہا۔ بنی قریظہ کے فوجان کسی وقت بھی کعب سے حملہ کر کے ملامت کر سکیں نہ سکتے تھے۔ منافقین جو اب تک مصیبت جینی کے پیش نظر بادلِ غمِ اسلامی لشکر میں شامل تھے انہوں نے بڑا کھسکا شروع کر دیا وہ طعنے طعنے کی بھانہ سازیاں کرنے لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب کے سچے خادم ان حالات میں بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کی ہجیت اور طاقت کو منتشر کرنے کے لیے بنی قریظہ کے سرداروں، عیسٰی اور ابو العاص بن عروہ سے چار ہتھیار شروع کی۔ اگر تم محاصرہ کرنا چاہو تو مدینہ کی کھجوروں کا تیرا حصہ تمہیں دے دیا جائے گا انہوں نے آملاگ کا ٹھہر کیا۔ ابھی یہ بات تک نہیں ہوئی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے تو انہیں ساری گفتگو سے خبردار کر دیا گیا۔ انہوں نے عرض کی: اے ہمارے آقا! اگر یہ معاہدہ حضور کو پسند ہے اور خوشی کا باعث ہے تو ہمیں منظور ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو بھی ہمیں اٹکار نہیں۔ اگر حضور محض ہماری سلامتی کے پیش نظر معاہدہ کر رہے ہیں، تو پھر ہم یہ معاہدہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جب ہم کافر اور مشرک تھے اس وقت بھی ہم ان قبائل کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ بطور مہمان یا غریب کر تو یہ مدینہ کی کھجوریں کھا سکتے تھے اویسہ زبردستی کسی کھجور کا ایک دانہ لینے کی بھی جرات نہیں تھی۔ اب تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرابتِ بنیم سے مشرف کیا ہے۔ ہماری غیرتِ ایمانی اور حمیتِ اسلامی کب گرا کر سکتی ہے کہ وہ یونہی ہماری کھجوروں میں جھٹہ دار بن جائیں۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے محض تمہاری سلامتی کے پیش نظر ان سے یہ بات چیت شروع کی ہے اس تاریک ماحول میں، ان صبر آنا مشکلات میں غیرت و جرات کا یہ مظاہرہ دیکھ کر حضور کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے عرض کی: واللہ لا نعطيہم ولا السیف

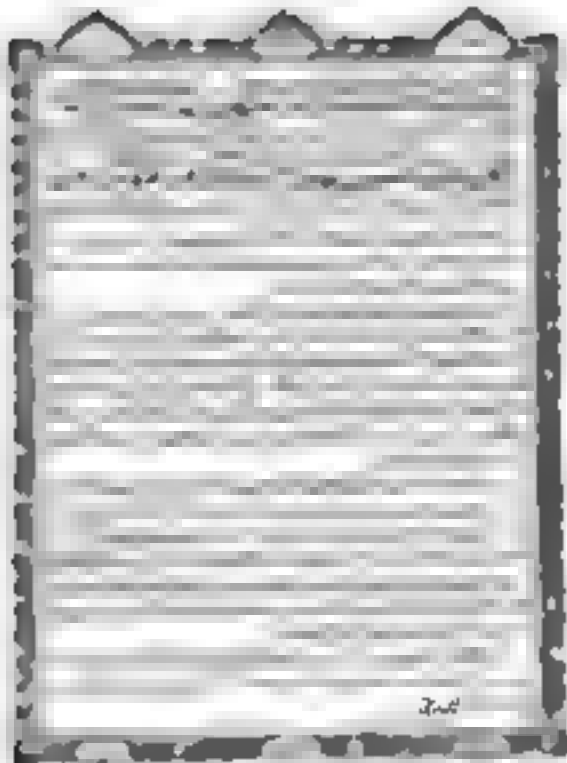


کے پاس سدا کیا۔ اور انہیں کھلا بھیجا کہ ہم یہیں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ حالت سفر میں ہمارے جانور بک ہو رہے ہیں خود بھی ہم طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ محاصرہ کراہ مزید طویل دینا ہمارے لیے ممکن نہیں، اس لیے اب مزید تاخیر کیے بغیر ہمیں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہیے۔ کل ہم سامنے سے مسلانوں پر حملہ کریں گے اور تم پیچھے سے بڑبڑاؤ تاکہ اس منحصر سے جان بچو گے اور ہم فاسخ ہو کر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ یہود نے جواب دیا کہ کل یوم السبت دہشتہ ہے اور ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے۔ دوسرا ہم مشلزن سے دشمنی کا خطرہ مول لینے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم کسی وقت بھی بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے نہیں جاؤ گے اور ہمیں تب یقین آئے گا جب چند معزز آدمی تم ہمارے پاس بطور رہن بھیج دو۔ اگر تمہیں یہ شرط منکر نہیں تو پھر ہم فائدہ الہی دہی کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ تم تو کل گھروں کو چلے جاؤ گے۔ ہم یہاں سے مہاج کر کہاں سر چھپائیں گے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ابروسفیان وغیرہ کو جا کر بتائی تو وہ کہنے لگے کہ بعد انہیں نے جو اصلاح بھی دی تھی وہ درست ہے۔ ابروسفیان نے ان کی یہ شرط ماننے سے صاف صاف انکار کر دیا۔ اس طرح بنی قریظہ کو یقین ہو گیا کہ نسیم نے جو مشورہ دیا تھا وہ صحیح تھا۔ انہوں نے حملہ آور لشکر کو کھلا بھیجا کہ جب تک تم اپنے آدمی بطور یہ فعال ہمارے پاس نہیں بھیجو گے ہم تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ وہ ایک دوسرے سے ہڈیاں بھر گئے اور اسلام کے خوف ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

جائے کاموں تھا۔ ہلاک سرودی پڑی تھی سامان رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔ یہود کے ساتھ تعلقات بھی ٹوٹ چکے تھے۔ جو صلہ بہت اور محبت ٹوٹ چکی تھی۔ ایک رات کو سنت آمدی آئی سامان کے خیموں کی ٹنابیں ٹوٹ گئیں۔ ہانڈیاں الٹ گئیں۔ گھوڑے رستے تڑا کر مہاجر ہو گئے۔ سارے لشکر میں سرسبکی پھیل گئی۔ وہ سمجھے کہ یہ شدید آندھی انہیں تباہ کر کے رکھ دے گی۔ ابروسفیان جو اس ساری شہرت کا سرفراز تھا، اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا یا رب! میں تو بار بار بھوں تم بھی کونج کرو۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ جھکڑ کیا قیامت ڈھا رہا ہے۔ ابروسفیان پر ایسی بدحواسی طاری تھی کہ اونٹ پر سوار ہونے سے پہلے اس کا عقل درستی کھو گیا یا نہ رہا۔ جب اس نے اسے بڑھاکر اٹھانا چاہا تب اسے پتہ چلا کہ اس کا پاؤں رستہ سے بندھا ہوا ہے۔ اسی حالت میں اس نے قتال کو توار سے کاٹا اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے مہاجر ہوا۔ قریظہ اور غطفان نے جب اپنے کانٹا بچھین کر یوں بڑبڑاؤ کا مظاہرہ کرتے اور فرار ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی مہاج جانے میں عافیت سمجھی۔

حضرت حذیفہ نے ابروسفیان اور اس کے لشکر کے فرار کا آنکھوں دیکھا حال بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو رحمت مجسم علیہ صلوٰۃ والسلام خوشی سے ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ حضور کے دندان مبارک کی پسیدی ظاہر ہو گئی۔ مسلمان جب صبح بیدار ہوئے اور لشکر کفار کے پڑاؤ کی طرف دیکھا تو وہاں ٹوٹی ہوئی ٹنابوں، الٹی ہوئی ہانڈیوں، بھگی ہوئی آگ اور پھوٹے ہوئے سامان کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئی۔ کھنکھالیٹا پید ہو چکی تھی۔ شربہ نجر کا مطلع صاف ہو چکا تھا۔ جہاں سورج کی سنہری کرنیں شربت اکامیابی اور اطمینان کی زبردستاری تھیں۔ یہ ان حالات کا اجمالی خاکہ ہے جن میں یہ آیات نازل ہوئیں اس کی مدد میں اگر آپ ان آیات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو ان کا مفہوم سمجھنے میں بڑی آسانی ہوگی۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر حضور کو رحمت للعالمین بنا کر نہ بھیجا ہوتا تو یہ آندھی لشکر کفار کے ہر سپاہی کو ہلاک



أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَ

تہاں بچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آغوش پنہاں ہیں اور کبھی مذکور آگنے کی اور

تُظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا ۚ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا

اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان گھڑنے لگ گئے تھے اس محبت پر خوب آزمایا گیا ایمان والوں کو اور وہ خوب سختی سے مجھبوسے

شَدِيدًا ۝ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

۳۱۔ اور اس وقت کہنے لگے تھے مبالغہ اور جن کے دلوں میں رندگیت ہے کہ

مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۖ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ

نہیں و مدد کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اس کے رسول نے مکرر نکتہ کر دینے کیلئے اور یاد کرو جب کہ اس پھر بھی آئیں یہ بات

۱۹۔ یعنی دشمن نے ہر طرف سے تمہیں گھیر لیا تھا۔ ضرورت حال اتنی مبہم تک تھی کہ دہشت کے مارے آنکھیں میٹھی کی میٹھی لگی تھیں۔ خوف و ہیبت سے کلیجے منہ کو آ رہے تھے۔ حنا جرمع ہے۔ اس کا واحد ترجمہ، حمت کی پختہ فروغ کہتے ہیں۔ جب انسان مدور مجرور ہو جاتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ دل اچھل کر باہر نکل رہا ہے۔ واشارۃ الی ما یداخلکم من الحزن حتی اظلمت ابصارہم (مفردات) یعنی خوف کی وجہ سے آنکھوں کا پتھرا ہونا۔

نہ ان کلمات سے پتہ چلتا ہے کہ سب لوگوں کی سوچ اور اندیشہ یکساں نہ تھے۔ منافق تو یہ خیال کر رہے تھے کہ اب اسلام کا دھت
ہزوں سے اکٹرا جائے گا۔ یہ آندھی اس چراغ کو بجھا دے گی۔ بزدل لوگ میدانِ جنگ سے ہٹا گئے کی تدبیریں کرنے لگے تھے۔ طرح طرح کے
جیلے جانے کر کے واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرنے لگے تھے۔ بعض نے تو امانت مانگنے کو بے ہمتی سے ٹھکرا دیا۔ جو نبی مقرر ملا
کو خالی چھوڑ کر چپے سے کھسک گئے۔ لیکن مردانِ پاک باز کا ایک ایسا گروہ بھی تھا جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدوں پر پکا
یقین تھا۔ حالات بیشک حوصلہ شکن تھے۔ فضا خطرات کے مہیب بادلوں سے اُٹی ہوئی تھی، لیکن ان وفاداروں کے حزم و ثبات
میں فراقِ نہ آیا۔ ان اندھیروں میں اُن کے نورِ یقین کی تابندگی دید کے قابل تھی۔

۱۷۔ آزمائش بڑی سخت تھی ایک مجددِ نپال تھا۔ ہر چیز تھوڑا سا بڑی تھی! امتحان کی اس نمیٹی سے مسلمان گندہ بن کر نکلے تھے جن لوگوں نے نفاق کا لباس پہنا ہوا تھا، وہ ننگے ہو کر سامنے آ رہے تھے۔

۲۲۔ منافق دل میں تو خوش تھے کہ اچھا ہوا مسلمانوں کی بربادی کی گھڑی آگئی جس کا وہ بڑی بیتیال سے انتظار کر رہے تھے انہوں نے پہلے سرگوشییں کیں اور پھر لوگوں کے سامنے بر ملا یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ فتح اور کلمیائی کا وعاہہ کر لیا گیا، اگلے روز تو رنج و خزاں پائی ہماری قمیص کو تم قہر و



عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلِ لَا يُولُونَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ

اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیری گئے تھے اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے

مَسْئُولًا ۵ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوْ

انکے مستحق فوج باز پرس کیا جاتی ہے ۵ اے فریاد کیجئے دل سے بھگوتوں، تمہیں فتح نہیں دے گا بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہتے ہو موت سے یا

الْقَتْلِ وَاِذَا لَا تُمْتَعُونَ اِلَّا قَلِيلًا ۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمُ

قتل سے اور اگر بھاگ کر تمہارے جان بچا بھی لے، تو تم کھلف اندازہ ہو سکو گے مگر تمہاری مدت نہ گزراوے کون بچا سکتا ہے تمہیں

اپنے ہال بچکے کا خیال ستانے کا اور نہ اپنے گھروں کی حفاظت کا فرض یا دوسرے کا۔ تمام چیزوں کو غراندہ کرتے ہوئے اسلام کو ٹٹلنے کے جوش میں کفار کے لشکر میں شریک ہو جائیں گے۔

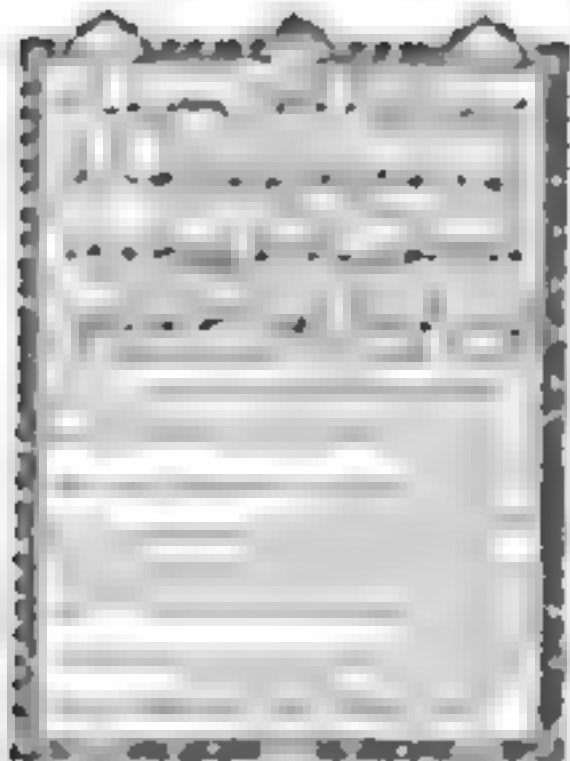
ان آیات میں کفار و منافقین کی ذہنیت کا کتنا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جا رہا ہے اور ان کے اندازہ فکر اور طبعی کا کد کبھی صحیح تصویر کشی نہیں جا رہی ہے۔

۵ اے کفار کی دعوت پر لبیک کہنے میں وہ مصرت اتنی فہمت مانگیں گے کہ گھروں میں رکھنے ہوئے ہتھیار لے آئیں اور پوری طرح مسلح ہو کر اسلام کو نشانے کے لیے ان کے لشکر میں شریک ہو جائیں۔

۶ اے آج تو ان کا یہ عالم ہے کہ بھاگ جانے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں لیکن پہلے تو بڑے سہلے چوڑے دھوے کیا کرتے تھے اور خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم اسلام کے لیے جان دے دیں گے، ثواب کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ سرکنا دیں گے مگر نیچے بیٹنے کا نام نہیں لیں گے۔ کہاں گئے ان کے وعدے اور کہاں گئے ان کے دھوے بنا نقول کا ہمیشہ سی شہار ہوتا ہے کہ جب باتیں بنائے کا وقت ہو، تو زمین و آسمان کے قلابے بد کر رکھ دیتے ہیں اور اپنے غلاموں اور بہادری کے بارے میں ایسی ڈینگیں مارتے ہیں کہ سُسنے والا حیران ہو جاتا ہے لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو ان کی قلی کھل جاتی ہے اور ان کا غلیظ باطن آشکارا ہو جاتا ہے۔

۷ اے وہ یہی گن نہ کریں کہ جو وعدے انہوں نے خداوند عالم سے کیے تھے انہیں نبھایا دیا جائے گا۔ اور ان سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوگی ان کا یہ خیال غلط ہے اللہ تعالیٰ ان سے ہر بات کے مستحق باز پرس کرے گا۔

۸ اے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محبوب! انہیں کہیے کہ اگر تم موت اور قتل سے بچنے کے لیے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہتے ہو تو تمہارے جیسا نادان اور کون ہوگا۔ یاد رکھو! موت سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں میدان جنگ میں قتل ہونے سے اگر آج تم بچ بھی گئے تو کیا پھر ہمیشہ کے لیے زندہ رہو گے؟ آج نہیں تو کل بہر حال تم نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس لیے چند روزہ زندگی کے لیے اپنے نام پر بزدلی اور نامردی کی شہمت نہ لگنے دو۔



جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي

جب خوف اور دہشت، چھا جائے تو آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چمک رہی

يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِالنِّسَةِ

مہر تہی اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہوئے۔ پھر جب موت دور ہو جائے تو ہمیں سخت اذیت پہنچائے۔ اسی تیز زوال کے

حَدَادِ أَشْجَةٍ عَلَى الْخَيْرِ أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَجْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ

بڑے عریض ہیں ماںِ نیت کے حصول ہیں شے (درحقیقت) یہ لوگ ایمان ہی نہیں لے سکتے ہیں اللہ نے سن کر دینے میں ان کے وارث

البخل اور بعض علماء لغت نے شیعہ اور سنی کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مال خرچ کرنے میں کجغری کرنے میں کجغری کو تو بخل کہتے ہیں لیکن مال خرچ کرنے اور کسی کے ساتھ مصالحت کرنے میں کجغری کو شیعہ کہتے ہیں۔ البخل بالمال والشیء بالمال والمنعروف یعنی غریب اور مسکین مثل ان کی امداد کے لیے یا جہاد کی تیاری کے لیے انہیں مل دینے کی دعوت دی جاتی ہے تو ایک دوسری خرچ کرنا بھی ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے یہ لے دینے کی کجغری کا مفہوم ہوتا ہے۔

۱۳۰ اور حبیب خوف طاری ہوتا ہے تو پھر ان کی حالت دیدنی ہوتی ہے۔ آنکھیں گھومنے لگتی ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ موت کے فرشتے اپنا ہاتھ ان کی شرگ پر رکھ دیا ہے اور وہ ذبور رہا ہے مرنے والے کی جو حالت ہوتی ہے وہی ان بُزدلوں کا حال ہوتا ہے۔ کچھ سوں کی بُزدلی کی کتنی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے۔

اپنے ہاں کے دولت مندوں کو دیکھیے کہ انہیں اپنے پردوس میں بسنے والے مسکینوں اور اپنے خاندان کے خستہ حال بھتیگوں اور بیواؤں پر کبھی ترس نہیں آتا۔ ان کے لیے ایک کوڑی خرچ کرنا بھی انہیں مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن جب اشتراکیت کے طریقہ کار ان کی ٹیکڑوں پر دھاوا بول دیتے ہیں اور ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اس وقت ان کا حال بھینہ وہی ہوتا ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ کاش اُمت کے اغنیاء اپنے فریب اور محتاج بھائیوں کی امداد فیاضی سے کریں اور یتیم بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کریں تو قطعاً انہیں ان نوح فرسا حالات سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

تھے جب جانناز مجاہدین کی کوششوں سے دشمن پسپا ہو جاتا ہے تو ان کے ہرش ٹھکانے لگتے ہیں۔ اس وقت ان کی خیس فطرت اور سر سے روپ میں ظاہر ہوتی ہے۔ مالِ غنیمت میں سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لیے جھپٹنے لگتے ہیں۔ ان کی بھوک لالچی بھڑکی نظریں ہر چیز کو ہڑپ کرنے کے لیے بے چین ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ جانناز مجاہدوں پر طعن و تشنیع کے تیر بھرانے لگتے ہیں۔ یوں پتہ چلتا ہے کہ اس فتح و کامیابی کا سہرا صرف ان باترئی لوگوں کے سر ہے۔ وہ مجاہدین جو دلاوی چٹان بن کر دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑے رہے اور دشمن کے ہر بند کو پسپا کرتے رہے ان کا اس فتح میں کوئی حصہ ہی نہیں کہیں کہتے ہیں کہ تمہارا جنگی منصوبہ ناقص تھا، تم نے ایسا فرض



إِلَّا قَلِيلًا ۖ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن

کرتے مگر برائے نام - بیشک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے جسے تم اس کے لیے ہے

مکانات اور ان میں آرام و مہلت کے بھانے وہ کسی صحرا میں بدوؤں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہوتے۔ جہاں دشمن کے حمل کا ہر وقت ڈھکا ٹھکانہ ہوتا۔ آہستہ میں باد و فتنہ سے ہے۔ اس کا معنی جنگل میں نکل جانا اور وہاں آباد ہو جانا ہے۔ یقل بدایب و بدو بادو اذا خرج الی البادية ۚ الاعراب ۚ سطحان البادية حنافة والواحد منهم الاعرابی نسبة الی الاعراب۔ (المفہم) معنی جنگل میں رہنے والوں کو اعراب کہتے ہیں اس کا دامن اعراب ہے۔

۱۲؎ نظریات جب تک صحت نظریات ہوں نہ ان کے حسن و قبح کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے نہ ان میں کشش اور جاذبیت پائی جاسکتی ہے کہ وہ کسی کو عمل پر ابھار سکیں۔ دلائل کے آپ انبار لگا دیجیے فصاحت و بلاغت کے دریا بادیجیے لوگ تحقیر و آفون منور کریں گے، لیکن ان نظریات کو اپنانے اور اس اپنانے کی جو ذمہ داریاں ہیں اور ان ذمہ داریوں کو نبھانے کی راہ میں جو خطرات ہیں ان کو وہ اٹھانے کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے۔ اسلام فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ نہیں کہ آپ اپنے ذرا ٹنگ دھم میں آرام و سولوں پر بیٹھ کر انہیں موضوع بحث بنائیں۔ اپنے ذہن رسالت سے طرح طرح کی ترمیمیں پیش کریں۔ مجلس مذکرہ منعقد کر کے مقالے پڑھیں اور پھر یہ سمجھ لیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا، بلکہ یہ تو ایک نظام حیات ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے اور ہر مرحلہ پر پیغام دیتا ہے اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیمات پر کار بند ہونا اس وقت تک آسان نہیں جب تک ایک عمل نمونہ ہمارے پاس نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے صرف قرآن نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کی تبلیغ کرنے کے لیے اپنے محبوب کو منتخب فرمایا جو وہ ارشاد خداوندی پر عمل کر کے دکھانے اور ان پر عمل کرنے سے زندگی میں جو زیبائی اور نکھار پیدا ہوتا ہے اس کا عمل نمونہ پیش کرے تاکہ جو حق کے متلاشی ہیں وہ قرآنی تعلیمات کی عملی تصویر دیکھ کر اس کو اپنے سینہ سے لگالیں۔

یہ آیت اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے اسے زندگی کے کسی ایک شعبہ کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جس موقع پر اس کا نزول ہوا اس نے اس کی اہمیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ آیت طرہ خندق کے ایام میں نازل ہوئی جب کہ دعوت حق پیش کرنے والوں کے راستے میں پیش آنے والی مادی مشکلات اور ملامت و مصائب پوری شدت سے نمودار ہو گئے۔ دشمن سارے عرب کو ساتھ لے کر آدھکا ہے۔ یہ حملہ اتنا چالاک ہے کہ اس کو پسپا کرنے کے لیے جس تیاری کی ضرورت ہے اس کے لیے خاطر خواہ وقت نہیں۔ تعداد کم ہے۔ سلاہ رسد کی اتنی قلت ہے کہ کئی وقت فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ مدینہ کے یہودیوں نے مین وقت پر دوستی کا معاہدہ توڑ دیا ہے۔ ان کی فداہی کے باعث حالات مزید پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ دشمن سیلاب کی طرح بڑھا چلا آ رہا ہے اس کے پہنچنے سے قبل مدینہ طیبہ کی مغربی سمت کو خندق کھد کر محفوظ بنادینا از حد ضروری ہے۔

ان حالات میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے دوش بدوش موجود ہیں۔ خندق کھودنے کا موقع آتا ہے تو ایک عام سپاہی کی طرح خندق کھودنے لگتے ہیں میٹھا ٹھاکر باہر پھینک دیتے ہیں۔ دوسرے مجاہدین کی طرح فاقہ کشی کی تکلیف بھی



الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَ

اوتیب ایمان والوں نے کہا اس کے لشکروں کو دیکھا تو فرط جوش سے بھٹک اٹھے یہ ہے وہ لشکر جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا

صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۚ

تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ اور اس کے رسول نے۔ اور دشمن کے لشکر جڑا نے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اور اضافہ کر دیا تھا

الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ

ایمان میں ایسے جو ائمہ ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا مثلاً ان جو افرادوں سے کچھ

قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ ۚ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۚ لِيَجْزِيَ

تو اپنی تندرستی کر چکے تھے اور بعض اس سعادت سعید کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ جتنے مسبب خطر کے باوجود ان کے لیے میں در تہ بل نہیں کی

۳۳ ان خوفناک حالات میں منافقین کی بدولت اور بد بطنی کا ذکر ہوا۔ اب اہل ایمان کے ایمان افزہ عزائم اور جذبات کا بیان شروع ہوا
۱۔ اہل جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کے قدموں میں اپنی جان اور اپنا دل شاکر کر دیا تھا ارشاد فرمایا کہ کفار کا لشکر قرار دیکھ کر اپنے آپ کو
مسبب خطرات میں گمراہ دیکھ کر مسلمانوں کے یقین اور ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ کور ایمان میں اور جہاد پیدا ہو گئی تھا اس لیے کہ اللہ کے سامنے
تسلیم و رضا کا جو دہس انہیں دیا گیا تھا وہ پھر تازہ ہو گیا اور کہنے لگے یہ تو عین وہی چیز ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے
فرمایا۔ پس طرح اس عمل کا وعدہ پورا ہوا اسی طرح غلبہ اسلام کا وعدہ بھی یقیناً پورا ہو گا جس وعدہ کا یہاں ذکر ہے۔ گزشتہ صفحات میں آپ نے
چکے ہیں کہ جب خندق کھودتے ہوئے چٹان نمودار ہوئی تو حضور نے تین صفیں نکال کر اسے پارہ پارہ کر دیا نیز شام ایران اور یمن کی فتح کی
خوش خبری بھی دے دی۔

۳۴ رِجَالٌ پر تنوین تسلیم کی ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوت و مردانگی میں بے نظیر تھے۔ یہاں فلاں رجل نے رجال ای
مخامل الرجال یعنی اہل ایمان میں ایسے جو اہل مواد پر پاکباز مشتاق بھی ہیں جنہوں نے اپنے رب کریم سے جو وعدہ
کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ خندق کھودتے ہوئے مل کر وہ آفریں لہو میں وہ یہ شور مچا کرتے تھے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هُمْ يَأْتِيَانَا فِي نَحْبِنَا ۚ

وہ صرف لاف زنی نہ تھے بلکہ جب وقت آیا تو انہوں نے سر کٹ کر جان دے کر اپنے دعویٰ محبت کی لاج رکھ لی اور قیامت
تک آئینہء عاشقان با صفا کے لیے ایک زندہ مثال قائم کر دی کسی قیمت پر انہوں نے اپنے ایمان پر حرج نہیں آنے دیا۔

۳۵ نَحْبٌ کہتے ہیں تندر اور جہاد کہ بید کا شری ہے !

مجلس
العلماء

اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ

اولیٰ جن میں ایک حمت یہ کہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے خیر سے اپنا وعدہ سچا کرے وہاں کون کے سچ کے باعث اللہ اور اللہ کے منافقوں کو اگر اس کی

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ

مرضی جو یا ان کی توبہ قبول فرمائے اللہ بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور ان کا کام، فرما دیا اللہ تعالیٰ نے

وہ بچا تھا کہ ان کی پہچان ہو سکے۔ ان کی ہمیشہ زندگی ان کی انہیں کے پورے دیکھ کر انہیں پہچانا۔

تپید یک دم و گردن ذریعہ فراقش

خوش نصیب خزانے کو زخم اودکار سیت

۳۷ اور جو لوگ میدان جہاد سے سلامت واپس آئے انہیں اپنے صحیح و سلامت واپس آنے پر خوشی نہیں ہے بلکہ وہ شادی کی
خوشی کے باعث بڑے غمزدہ اور دل گرفتہ ہیں اور وہ اس سانی گھڑی کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں جب وہ خون شادی سے
سرفرو ہو کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوں گے۔

انہی جانثاروں کی بے لوث اور بے دریغ قربانیوں کے باعث اسلام کو یہ عزت و شوکت نصیب ہوئی انہوں نے اپنے
خون ناس سے آبیاری کر کے شجر اسلام کو سدھار بنایا، انہی کی کوششوں کی برکت سے آج ہمیں ایمان کی نعمت نصیب ہے لیکن آنت
میں ایک ایسا بد قسمت فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو خود تو اسلام کے لیے کچھ کر نہیں سکتے، اُلٹا اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اسلام کے لیے ہمت
ننگ و عار ہیں، ہر قدم خلاف شریعت اٹھاتے ہیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تارک ہیں شکل، عمل، سیرت اور کردار سے
اسلام کا منہ چڑا رہے ہیں، لیکن ان وفا شعار مخلصانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم والہانہ اور دین کے جو امر و نہی پر زبان طعن دراز کرنا کمال
ایمان خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان اولیاء المعزم ہستیوں کو جتنا برا کہیں گے اتنا ہی ان کے گناہ جھڑیں گے اور ان کے نسبتے بلند
ہوں گے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ زبان قدرت تو ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے قرآن کے صفحات تو ان کی پاک باطنی کی
شادست دے رہے ہیں فرشتے ان کی شجاعت، بسالت، سخاوت اور عدالت کی قمیص کھا رہے ہیں خوریانِ فردوس ان کی راہیں اپنی
آنکھیں سمجھانے کے لیے بے بیابان ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا بے عمل انسان ان کو کچھ اچھا لگنے سے باز نہیں آتا۔

۳۸ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اپنی شانِ کریم کے مطابق انہیں جزا دے گا۔

۳۹ باقی رہے منافقین تو ان کے متعلق جیسی اس کی مرضی ہوگی ایسا کرے گا، چاہے تو ان کی بد اعمالیوں کے باعث انہیں
قبر ضلالت میں گرا ہوا چھوڑ دے ساری حالت میں انہیں موت آجائے اور مہیڈ کے لیے دفن میں پھینک دیئے جائیں۔ اور چاہے
تر اپنی رحمت اور مہربانی سے انہیں خواب غفلت سے بیدار کر دے اور راہِ حق پر چلنے کی توفیق مرحمت فرما دے۔ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔
اس کی شانِ بلند نشی پیری اور اس کی صفتِ رحمت سے یہ چنداں بید بھی نہیں کہ وہ ایسا کرم فرما دے اور ڈوبتے ہوؤں کا باند پکڑ کر

1870

1871

1872

1873

1874

1875

1876

1877

1878

1879

1880

1881

1882

1883

1884

1885

1886

1887

1888

1889

1890

1891

1892

1893

1894

1895

1896

1897

1898

1899

1900

Archives 34

بچنے لگے۔ حضور گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام "لیف" تھا۔ تو اسباب کے ایک دستے نے گھوڑوں پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد حلقہ بنایا جن کے پاس سواری کا انتظام نہ تھا وہ پیادہ چل پڑے۔ اس روز لشکر اسلام کا پرچم بیتنا علی المرتضیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ وجہ تکویم کو عطا فرمایا گیا یہ لشکر علیہ السلام بنو قریظہ کی غزوی کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت علی نے قلعہ کی دیوار کے نزدیک پرچم گاڑ دیا۔ یہودیوں نے جب مسلمانوں کو آتے ہوئے دیکھا تو روانہ سے بند کر دیئے اور دونوں چست چڑھ گئے اور مسلمانوں پر گالیوں کی بوجھاڑ کرنے لگے۔ حضرت امیر بن حنیف نے ان کی اس حرکت پر غضبناک ہو کر فرمایا: **يَا اَعْدَاءَ اللّٰهِ وَنَبِيِّهِ عَزَّ وَجَلَّ حُصُونَكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا جُوعًا**۔ کہنے لگے دشمنو! تم ہمارے قلعوں کا ایسا محاصرہ کریں گے کہ تم مجھوں کے مری جاؤ گے۔ انہوں نے اپنی دیرینہ دوستی کا واسطہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان سب تعلقات منقطع ہو گئے ہیں۔ حضور نے رات وہاں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی ان کے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مختلف مقامات پر پتھر بٹھا دیئے۔ یہودی بھی پتھر اور تیر بڑھاتے رہے۔ مسلمان بھی ان کا ٹھکانہ ابھیتے رہے۔ جب ان کی ضرورت شدت اختیار کرنے لگی تو حضور کے ارشاد سے مسلمانوں نے انہیں باقاعدہ اپنی زمین لے لیا۔ انہوں نے پتھر بڑھانے بند کر دیئے اور گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی جو انہیں بخشی گئی۔

یہود نے بنی اسرائیل بن تمیم کو اپنا خاندانہ بنا کر بارگاہ رسالت میں بھیجا۔ اس نے آکر کہا کہ جن شرائط پر آپ نے بنو نضیر کو یہاں سے بچنے کی اجازت دی تھی، انہی شرائط پر میں بھی یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دیجیے۔ ہم اپنی عورتوں، بچوں اور بارہ شرک کے ساتھ مدینہ چھوڑ جاتے ہیں باقی ہر چیز آپ سنبھالیے۔ حضور نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے کہا ہم سارا اہل و عیال یہاں چھوڑ جاتے ہیں صرف ہماری جان بخشی کی جائے۔ یہ تجویز بھی مسترد کر دی گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اپنے متعلق میرا فیصلہ کرنا منہ کے لیے تیار ہو تو تمہارے ساتھ منافقت کی بات چیت کی جاسکتی ہے۔ وہ مشورہ کرنے کے لیے قلعہ میں واپس گیا اور سارا ماجرا انہیں کہہ دیا۔ ان کے سردار کعب بن اسد نے کہا: اے میری قوم! تین تجویزیں ہیں ان میں سے کوئی ایک پسند کر لو۔ انہوں نے پوچھا بتائیے۔ اس نے کہا سب سے بہتر تو یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اسباب امر میں ذرا شبہ نہیں رہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہی رسول مکرّم ہے جس کی بشارت اور ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ آج تک محض حمد کے باعث ہم ان کی مخالفت کرتے رہے۔ اب وقت ہے ایمان لے آؤ۔ تم کہنا کہ تمہارے اہل و عیال و متاع سب بچ جائیگا اور نعمتِ ہدایت سے بھی بالامال ہو جاؤ گے۔ پس تو مسلمانوں سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس بد بخت دخی بن اخطب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، کی غرست نے جہیں اس مصیبت میں مبتلا کیا۔ قوم نے کہا کہ ہم ایمان تو کسی قیمت پر لانے کے لیے تیار نہیں۔ اس نے کہا وہ دوسری تجویز یہ ہے کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنی عمارتوں سے کاٹ ڈالو اور ہم مسلمانوں پر نوٹ پڑو۔ قیصر دیکھا جائے گا۔ قوم نے کہا ان معصوم بچوں اور عورتوں کو بلا گناہ قہراً کو دنیا کہاں کی انسانیت ہے ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اس نے کہا میری تجویز یہ ہے کہ آج سبت کی رات سب مسلمانوں کو ملے کہ یہودی آج مہمان نہیں کریں گے وہ بالکل مطمئن اور بے خوف و خطر بیٹھے ہوں گے۔ آؤ ان کی اس بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کہہ ان پر ہلہ بول دیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں شکست دے دیں۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تو ہمیں سبت کی بے حرمتی کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ پہلے جن لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی تھی انہیں اس کی عبرتنگ سزا ملے۔ ان کے سردار کعب نے کہا: **فَاَبَاتٍ مِّنْكُمْ مِّنْذُ وَلَدْتُهُ اَمْ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْتُمْ جَاهِلُونَ**۔ تم سب ہمیشہ سے گمراہ کا شکار رہتے

1870

1871

1872

1873

1874

1875

1876

1877

1878

1879

1880

1881

1882

1883

1884

1885

1886

1887

1888

1889

1890

1891

1892

1893

1894

1895

1896

1897

1898

أَمْوَالُهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَّوُّهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا

ان کے مال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیئے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے تھے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا

لے نہی مکرزم: آپ فرما دیجیے اپنی بیویوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش اور سازش کی خواہاں ہو

تم نے وہ فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے چنانچہ ان کی فداکاری، محنت کشی اور دشمن سے ساز باز کرنے کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ ظاہر عاوان امد کرنا۔ حیا حیدر جمع ہے اس کا امدد صیغہ ہے اس کا معنی قتل اور گزرمی ہے۔
۲۷ تمہیں ان کی زمینوں اور مکازں اور مال و متاع کا وارث بنادیا اور ایسی زمین کی فتح بھی تمہارے مقدر میں لکھ دی جہاں تک ابھی تم نہیں پہنچے۔

۳۸؎ فز کائنات باعث ایجاد عالم سلطان دنیا و دین علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عالمی زندگی صرف آرام و آسائش کے اسباب سے نہ مل سکتی بلکہ ضروریات زندگی بھی اکثر فراہم نہ ہوتی تھیں مسلسل کئی کئی دنوں تک چولہے میں آگ نہیں جلاتی جاتی تھی اور کھجور وغیرہ پر بسر اوقات کی جاتی تھیں جو کہ روٹی یا اندم کے ان چھتے آنے کی روٹی و ستر خون کی زینت ہوتی۔ لباس کا معاملہ بھی خود اک سے مختلف نہ تھا۔ ہر ماہ جو ماہ جیسا مینا یا خود بھی سین لیا اور اہمات المؤمنین کو بھی دے دیا۔ مسلمانوں کے مالی حالات حسب تک ناسازگار تھے۔ اہمات المؤمنین بڑے صبر و شکر سے یہ سب کچھ برداشت کرتی رہیں، کوئی مطالبہ نہیں کرتی فرمائش نہیں کسی چیز کے نہ ملنے کا شکوہ نہیں۔ شکایت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ذیقہ حیات بننے کی سعادت پر زندگی کی ساری مستحق اور احسب انہوں نے قربان کر دی تھیں مگر چودہ سبب کی سبب امیر والدین کی بیٹیوں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ حضرت جوہر صدیقہ کی کورائیں تھیں جو ملک کے خوشحال اور کامیاب تاجر تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت فاروق اعظم کی محنت جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ اسی طرح دیگر انواع و اقسام کے بھی مال تھا۔ ماں باپ نے انہیں بچے ناز و نعم سے پال دیا تھا۔ اس وقت وہاں کے معاشرہ میں جن آسودگیوں کا تصور کیا جاسکتا تھا وہ سب انہیں میسر تھیں اور ان کی پہلی ازواجی زندگی بھی میرا نہ بلکہ شاہانہ ماحول میں بسر ہوتی تھی یکایک اس فرحت انجیز اور آرام بخش زندگی کو ترک کر کے اہمات المؤمنین نے دردِ دنیاہ زندگی کو جس خوشی سے اپنایا اور جس غرض رتی سے اُسے نبھایا وہ انہی کا حصہ تھا۔ وہ اس فقر و دوشی کی زندگی پر ناز کرتیں اور ان ساری کھنتوں کو اپنے لیے دارین کی ساداتوں کا باعث سمجھتیں۔

لیکن جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور مالی غنیمت کثرت سے تقسیم ہونے لگا۔ عام مسلمانوں کی معاشی حالت تیزی سے بدلنے لگی۔ خصوصاً مدینہ کے یہودی قبائل بنی نضیر، قینقاع اور قریظہ کامل و متاع ان کی زندگی میں نہیں، باغات اور رہائشی مکانات مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم کیے گئے، تو مسلمانوں کی سابقہ محرومیاں اور تنگ دستیوں قصہ ماضی بن گئیں۔ مسلمان خواتین کی بؤد و باش اور لباس و خوراک میں بھی خوش آمد تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ اس وقت اہمات المؤمنین نے عظیم فقر و غنا کے تاباں رستہ کو طے کیا یا۔ غلام راہو حیاں نکلتے



فَتَعَالَيْنِ أُمَتِّعْكُنَّ وَأَسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ

تو آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور پھر تمہیں نصیب کر دوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ۴۳ اور اگر تم چاہتی ہو

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالذَّارِ الْآخِرَةُ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا

اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دیر آخرت کو تو بیشک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے جو تمہیں بخیر کاری

عَظِيمًا ۝ يَنْسَاءُ النَّبِيُّ مَنْ يَأْتِيهِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ

اجر عظیم ۴۴ اسے نبی کریم کی بیہوشی جس کسی نے تم میں سے مکمل ہوئی ہیروئگی تو اس کے لیے

يُضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

عذاب کو دو چندان کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے ۴۵

۴۳ یعنی اگر تم دنیا اور متاع دنیا کو پسند کرو گی تو پھر کاشا نہ نبوت کی زینت نہیں بن سکتیں۔ تمہیں ملے وہ کردوں گا، لیکن عظیمہ گ بڑی خوبصورتی سے اور آبرو مندانہ طریقے سے ہوگی۔ یہاں سے یہ سب بھی دیا گیا کہ اگر تعلقات منقطع کرنے کا موقع آجائے تو اس وقت بھی تمہارے ہاتھوں سے شانسی کا دامن پھوٹنے نہ پائے۔

۴۴ تمام ازواج مطہرات نے بعد مسرت اپنے مطالبات ترک کر دیئے اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیر آخرت کو پسند فرمایا اور وہ اس بشارت کی مستحق ہو گئیں جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ حدیث میں ان کم فہموں اور بد بختوں پر جو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پڑھا کہ بھی ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی اور ہرزہ مرائی سے باز نہیں آتے۔

۴۵ تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں ہو۔ ساری اُمت کی بہیوں اور خواتین کے لیے تمہاری زندگی ایک نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا بڑا اور نچا مقام ہے، لیکن اس رفعت شان اور عظمت مقام کے تقاضے پورا کرنا بھی تم پر لازم ہے۔ خیر خواہ تمہارے اچلے دامن پر کوئی داغ لگنے نہ پائے۔ اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو یاد رکھو تمہیں اس کی سزا بھی دینی دی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ پر ایسا کرنا کوئی مشکل نہیں۔



بُيُوتِكُمْ وَلَا تَبْرَحْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ

گھروں میں اور اپنی آرائش کی نشاں نہ کرو جیسے سابق دور جاہلیت میں رواج تھا ۱۳ اور نماز قائم

۱۳ آیت میں جواہم الفاظ ہیں پہلے ان کا مفہوم ذہن نشین کر لیجیے۔ اس کے بعد اس آیت کا مقصد اور مفہوم سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔ وَقُرْنَ : یہ لفظ یا قرار سے یا غرض سے یا وقار سے دونوں سے مقصد یہ ہے کہ اہمات المؤمنین کو اپنے گھروں میں سکون و قنوت سے محسوس کا حکم دیا جا رہا ہے اور بلا ضرورت گھروں سے نکلنے کی ممانعت فرمائی جا رہی ہے اور زمانہ جاہلیت میں عورتیں جس طرح بن عثمٰں کو بازوؤں میں بے محاب پھرا کرتی تھیں اور اپنے حسن و جمال کی نشاں کیا کرتی تھیں اس سے سختی سے روکا جا رہا ہے اگرچہ یہاں خطاب صرف اندام الرسول سے ہے لیکن امت کی ساری خواتین کے لیے یہی حکم ہے۔ تَبَرُّج : اظہار اپنی منظر اور اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر اونچی چیز جو دوسرے نمایاں ہو، اس کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وحمل ظاہر مرتفع و قد برج۔ (لسان العرب) برج کو بھی برج اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دوسرے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی سے تبرج ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے عورت کا اپنے حسن و جمال اور آرائش کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنا۔ التبرج اظہار المرأة زينتها ومحاسنها للرجال۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں تازو واداسے مسکتی اور ٹھکتی ہوئی سر باز اڑھلا کرتی تھیں۔ اس سے باز رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اسلام کے نزدیک محنت و وصیت کی جو قدر و منزلت ہے۔ اس کے پیش نظر یہ احکام صادر فرمائے جا رہے ہیں۔ ان راستوں کو ہی بند کیا جا رہا ہے۔ ان اسباب کا ہی قطع کیا جا رہا ہے جن کے ذریعہ اس متاعِ کرانیہ کے نئے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کوئی نیک قیمتی جواہرات رکھ کر اپنے گھر کے دروازے پر دلوں کے لیے نہیں کھولتا جو لوگ اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے گھروں کی خواتین ان کی پتھیاں، بنیں پختہ کروارک مالک ہیں وہ اگرچہ قیمتی اور مہر کیلے بیسواسات ہیں کہ بے پردہ گھومتی ہیں قرآن کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ انہیں ہم نرم سے نرم الفاظ میں مہولہ نہ کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کا یہ معمول اپن انہیں ایک رفتاریہ گڑھے میں پھینک دے گا جس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ فطرتِ انسانی کے میرانی تقاضوں کی شدت سے ان کی دانستہ چٹم پوشی انہیں ایسے بھیاںک نتائج سے دوچار کر دے گی کہ ان کا قلبی سکون بہا واد و ذہنی توازن بگڑ کر رہ جائے گا اس وقت وہ پھپھائییں گے جب چڑیاں کہتے پگ گئی ہوں گی۔ اس وقت وہ زار زار رنیں گے لیکن ان کو اپنے درد کا دوا نہیں ملے گا۔

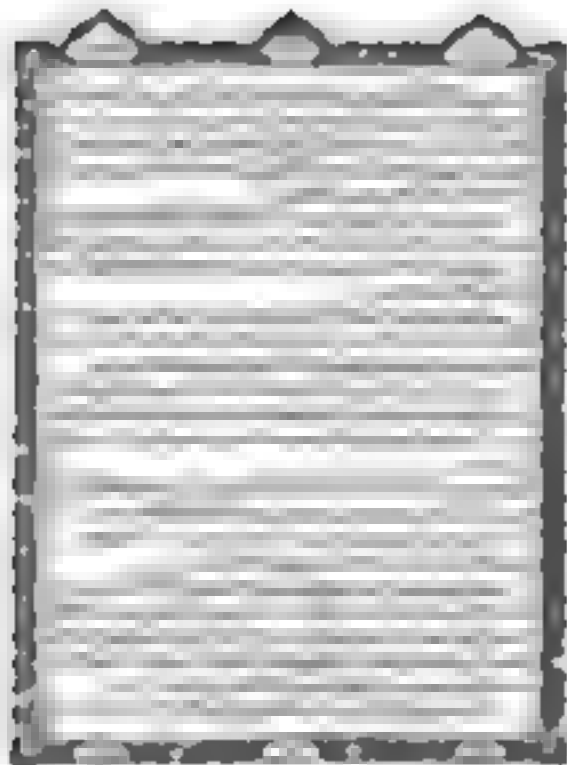
اسلام نے مسلمانوں کو جو ثقافت اور تہذیب عطا کی ہے وہ قرآن آیات میں مندر ہے۔ اب اگر ہمارے قائدین اپنی ملت کی بچیوں کو کوئی دوسری ثقافت سکھانا چاہیں اور مغربی تمدن و معاشرت کے آداب کی تعلیم دینا چاہیں قرآن کی مرضی۔ اسلام نے قرآن نے اور حامل قرآن نے تو مسلمان عورتوں کے لیے اس حیا سوز اور غیرت باختم طرز معاشرت سے سختی سے روکا ہے۔ بڑا نامہ حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ عورتیں بارگاہِ نبوت میں حاضر ہونیں اور عرض کی:

یا رسول اللہ! مرد ساری نفیستیں لے گئے۔ جماد میں شرکت کا شرف بھی صرف انہیں نصیب ہوتا ہے۔ کیا کوئی عمل ایسا ہے



مجرہ رضی اللہ عنہم کئی دوسرے صحابہ کے ساتھ مدینہ سے کھانے اور کرباجا کہ حضرت عثمان کو شہید کر دینے کے بعد باغیوں نے بڑی ڈیگیں لائی شروع کر دیں اور غلیظ شہید کر گالیاں بکنے لگے جس سے یہ لوگ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور ان ظالموں کو حق کی قیام اور مذہب و مکتب پر سرزنش کی دو جہلی اپنی طاقت کے نشہ میں اس قدر غمور تھے کہ انہوں نے ان حضرات کا معنیاً کرنے کا بھی منصوبہ بنانا شروع کر دیا انہیں اس امر کا بھی احساس ہوا کہ اگر وہ باغی انہیں قتل کرنا چاہیں گے تو حق کو کوئی مدد نہیں سکے گا اس لیے وہ کھڑے آئے حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ جب تک حالات پر سکون نہ ہو جائیں اور حضرت علی ان ظالموں کو اپنے ہاں سے دور نہ بھاگیں اس وقت تک ہمیں واپس نہیں جانا چاہیے فی الحال کسی محفوظ مقام پر پناہ کر حالات کے زور و اصلاح ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے ماضی قیام کے لیے بصرہ کو منتخب کیا۔ کیونکہ یہاں مسلمانوں کے لشکر موجود تھے۔ ان حضرات نے حضرت ام المومنین کو بھی بصرہ جانے پر مجبور کیا تاکہ انکی میت سے حالات کو معمول پر لانے میں مدد ملے کیونکہ ہر دل میں ان کی عظمت اور ان کا احترام موجود ہے آپ بھی صرف اس خیال سے ان کے ساتھ بصرہ جانے پر آمادہ ہوئیں کہ ان کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی جلیل القاد صحابہ باغیوں کی دست درازی سے محفوظ ہو جائیں گے۔ ان باغیوں کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے بڑے غلط رنگ میں یہ خبر امیر المومنین کی خدمت میں پیش کی اور آپ کو چڑھائی کرنے پر برا بھلا کہنے لگے۔ وحملہ علیہ ان یخرج الیہم و یقاتلہم۔ حضرت امام حسن، امام حسین، عبد اللہ بن جعفر، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہنوز یہ اقدام مصلحت کے خلاف ہے اور ہمیں انتظار کرنا چاہیے تاکہ صحیح حالات معلوم ہو سکیں لیکن تقدیر الہی میں کچھ اور تھا حضرت علی نے اپنے فرزندوں اور غلاموں کے اس مشورہ کو قبول نہ فرمایا اور بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے جب بصرہ کے قریب پہنچے تو امیر المومنین نے ققاع کو ام المومنین کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کی: یا اُمّا ہا اشخصک و اقد ملک هذه البلدہ۔ اے مادر محترم! آپ کا اس شہر میں آنے کا مقصد کیا ہے یعنی کیا آپ اس پر قبضہ کرنے کی نیت سے آئی ہیں۔ فقالت ای بنی الاصلاح بین الناس۔ میرے فرزند! میرے یہاں آنے کا مقصد تو اس آتش فساد کو بجھانا اور لوگوں کے درمیان صلح کرانا ہے۔ آپ نے وہی حضرت طلحہ اور زبیر کو بھی بلایا۔ ققاع نے ان حضرات سے پوچھا علیکم کی پھر کیا صورت ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ اقامۃ الحد علی قتلة عثمان و تطیب قلوب اولیائہ۔ قاتلان عثمان سے قصاص اور آپ کے وارثوں کے دلوں کو خوش کرنا۔ ققاع نے کہا یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک باغی انتشار ختم نہیں ہو جائیں سب متحد ہو جائیں، فتنہ و فساد کی آگ بجھ جائے معاملات معمول پر آجائیں تو پھر میں باغیوں سے انتقام لیا جائے گا۔ اس لیے پہلے آپ لوگ صلح کے لیے اپنی آمادگی کا اظہار کریں۔ قلا اصبنت و احسنت۔ طلحہ و زبیر نے کہا اے ققاع تم نے بھلا کیا ہے اور نہایت عمدہ بات کی ہے۔ ہم صلح کے لیے کلیتہً آمادہ ہیں۔ ققاع نے واپس جا کر حضرت امیر المومنین کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا اور ان حضرات کے صلح کرنے کی خواہش سے حضرت امیر المومنین بڑے خوش ہوئے۔ فسرتبہ و استبشر۔ صلح ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہ رہا۔ اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

تین راتیں گزر گئیں۔ اگلے روز صلح کا اعلان ہونے والا تھا اور صبح سویرے حضرت امیر المومنین اور حضرات زبیر و طلحہ کی ملاقات کا پروگرام بن چکا تھا۔ جب قاتلان عثمان کو ان حالات کا علم ہوا تو ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی سلامتی مسلمانوں کے



سے جنگ جاتا۔

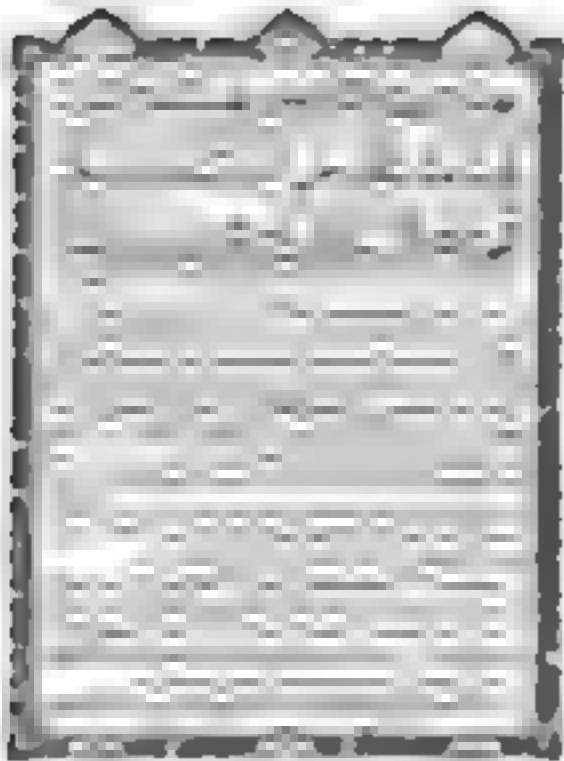
حضرت امیر المومنین کو بھی اس اچانک لڑائی پر از حد افسوس تھا۔ اس موقع میں اپنے لشکر کی فتح پر آپ کو قطعاً کوئی خوشی نہ تھی۔ جنگ ختم ہوئی۔ آپ میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔ قدم قدم پر بہادر اور غیر جوازیوں کی لاشوں کے ڈھیر دیکھے تو فرط غم سے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ یا لیتن میت قبل هذا و کنت نسیاً منسیاً۔ کاش! اس سے پہلے میری زندگی کا چارچ بجھ گیا ہوتا اور میں مجاہد و یا گیا ہوتا۔ دشمنان اہل بیت کی طرف سے حضرت صدیقہ پر یہ الزام بھی بڑی شد و مد سے لگایا جاتا ہے کہ پہلے آپ نے گول کر کے حضرت عثمان کے قتل پر انبار لگائی تھیں اور آپ کو ایک یہودی نعل کے نام سے بھارا کرتی تھیں۔ اقتلوا عثماناً فقد فجر نعلی کو قتل کرو وہ ناسق ہو گیا ہے اور جب ان کے اکسائے پر لوگوں نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کا مقرب کر دیا تو آپ قصاص کا مطالبہ کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ امیر المومنین سے جنگ شروع کر دی۔ اس اعتراض کو دہر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس روایت کی تحقیق کی جائے۔

حضرت علامہ محمد بن سعدی الکوفی اپنی شہرہ آفاق تفسیر سورۃ النساء میں لکھتے ہیں کہ کذب لا اصل له وهو منہیات ابن قتیبہ وابن اعثم الکوفی والسماعی وکانوا مشہورین بالکذب والافتراء۔ یعنی یہ روایت سراپا کذب و افتراء ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن قتیبہ، ابن اعثم الکوفی اور سماعی کی گھڑی ہوئی روایتوں میں سے ہے اور یہ لوگ مجھوٹ اور افتراء پر داری میں مشہور تھے ایک مجھوٹی روایت کو سند بنا کر حضرت ام المومنین پر اعتراض کرنا مددِ دجیہ کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اسی طرح یہ الزام بھی اصلاً بے بنیاد ہے کہ حضرت صدیقہ کے دل میں امیر المومنین سے بغض و عناد تھا اسی وجہ سے آپ نے ان سے جنگ کی بیکر نکد کر دیا ہوتا تو حضرت صدیقہ کبھی حضرت امیر المومنین کے مناقب اور اوصافِ حمیدہ بیان نہ کرتیں۔ ملائکہ آفر دم تک حضرت سیدنا علی کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتی رہیں۔

دلیلی نے یہ حدیث حضرت ام المومنین سے ہی روایت کی ہے۔ انھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم حب علی عبادۃ کہ حضرت علی سے محبت عبادت ہے۔ اس واقعہ کے بعد بھی آپ مخلصہ بیان فرمایا کرتیں۔ واللہ لا یکن بینی و بین علی الا ما یكون بین المرءۃ و احماہا۔ یعنی خدا کی قسم میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان قطعاً کوئی ناراضگی یا دشمنی نہ تھی بجز اس کے کہ جو عورت اللہ سے سر مل و مل کے درمیان جو کرتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اس جنگ کا اختتام کے بعد حضرت ام المومنین کو بڑی عزت و تحکیم اور ادب و احترام کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کیا۔ اس بات کا پورا اختتام کیا کہ راستے میں مائیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ بصرہ کی معزز و محترم خواتین کو آپ کے ہمراہ روانہ کیا۔ آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھی ساتھ بھیجا اور سب کو تاکید فرمائی کہ اُم المومنین کو راستے میں کسی طرح کی بھی تکلیف نہ پہنچے۔ اس برتاؤ سے پتہ چلتا ہے کہ امیر المومنین کے دل میں حضرت صدیقہ کا کتنا احترام تھا۔

جنگ جمل کا واقعہ جسٹیک تاریخ اسلام کے ان المناک واقعات میں سے ایک ہے جس پر قلب سلیم آج بھی گریاں اور سُرگور ہے۔ لیکن ان انسانی ناخوشگوار حالات میں بھی ان حضرات کے باہمی عزت و احترام کا یہ حال تھا۔



قصا خوشگوار معلوم نہیں ہوتی، لیکن تمہارے انہی سادہ سادہ مجروحوں کو اللہ تعالیٰ نے نزدیک دہی کے لیے بن لیا ہے اور یہ وہ اعزاز ہے جس سے شاہی خلعات محروم ہیں، اس لیے اس نعمت کی قدر کرو اور جو وہی نازل ہوتی ہے اور حضور کی علی زندگی کے جو حسین مناظر تھے دیکھنے نصیب ہونے ہیں ان کو روحِ دل پر نقش کرو اور اللہ تعالیٰ کی بندہوں کو سیرتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگاہ کرتی رہو۔

یہ ہے اس آیت کا سیاق و سباق۔ اسے دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ آیت کے اس مجملہ دا تھا یومید اللہ ہیں بھی وہی مخاطب ہیں جن سے پہلے اور بعد میں خطاب ہو رہا ہے اور وہ اندراجِ مطہرات ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور اہل بیت سے بھی ازواجِ مطہرات مراد ہیں۔

فرقہ دارانہ تعصب سے بلند اور خالی اللہ من ہو کر اگر ان آیات کا مطالعہ کیا جائے تو ان آیات کا یہی مفہوم ہے جو بلا تکلف مجملہ آملہ خدا نے مجملہ کر کے فرقہ دارانہ تنسبات کا کہ وہ حق فہمی کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

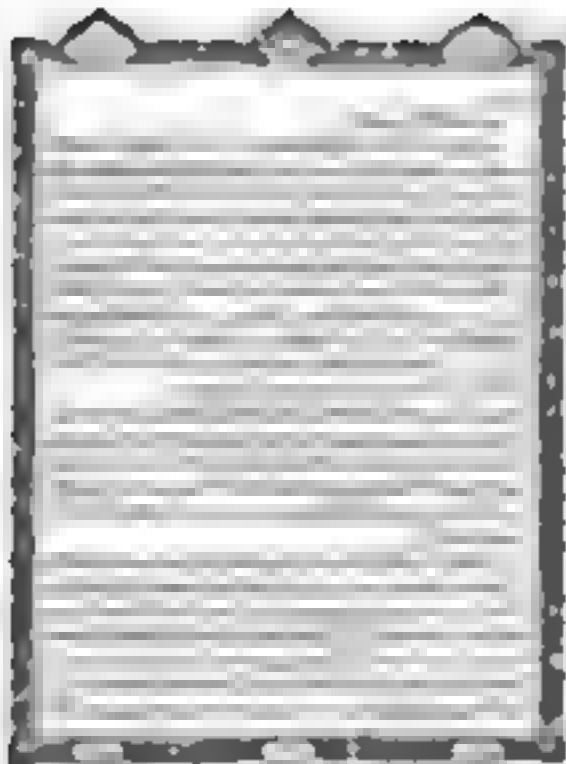
شیعہ حضرات کو اس بات پر اصرار ہے کہ اہل بیت میں اندراجِ مطہرات داخل نہیں اس سے مراد فقط حضراتِ غصب میں یعنی اہم اہل بیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ طاہرہ اور حسین کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ لہٰذا اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل انہوں نے پیش کیے ہیں وہ پیشِ خدمت ہیں۔ انہیں پڑھیے سفیدگی سے ان میں غور کیجیے اور از روئے انصاف یہ فیصلہ کیجیے کہ راہِ حق سے کون بہک گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

۱) آیت کے اس مجملہ میں ضمیر مذکر ذکر کی گئی ہیں۔ (عنکم اور یطہرکم) اگر ان کا مرجع اندراجِ مطہرات ہوتی تو مؤنث کی ضمیریں ذکر کی جاتیں۔ عنکم کی بجائے عنکن اور یطہرکم کی بجائے یطہرکن ہوتا۔

۲) آیت کے اس حصہ میں بیت "واحد ذکر ہے۔ یہ چیز اندراج کی نفی کرتی ہے کیونکہ جہاں ان کے گھروں کا ذکر ہے وہاں بیت کی جمع بیوت مذکور ہے۔ جیسے وَفَرَزْنَ فی بیوتکن اور وَاذْکُرْنَ مَا یَلِیْ فی بیوتکن

۳) اس سلسلہ میں جو بڑی ذلتی بات انہوں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ انما حصر کے لیے آتا ہے یعنی جو چیز اس کے بعد ذکر ہے اس کے لیے یہ کمال ثابت ہے اور جو مذکور نہیں اس سے یہ فعل شنی ہے۔ نیز ارادہ کی دو قسمیں ہیں ارادہ محض یعنی وہ ارادہ جس کو مراد کا پایا جانا یا نہ پایا جانا مستلزم نہیں، دوسرا وہ ارادہ جس کے ساتھ مراد کا پایا جانا ضروری ہے یعنی ایسا ارادہ جس پر تطہیر اور اذحاب جس ضرور مرتب ہوگا۔ اس مقام پر ارادہ محض نہیں ہے کیونکہ ایسا ارادہ تو ہر مومن کے لیے ہے کہ وہ ہر ناپاک سے منزہ ہو، ظاہری اور باطنی خباثتوں سے اس کی دین حیات پاک ہو۔ اہل بیت کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں حالانکہ یہ مقام اہل بیت کا ہے۔ یہاں تو کسی ایسی چیز کا ذکر ہونا چاہیے جو ان کے ساتھ مخصوص ہو اور وہ ارادہ کا دوسرا معنی ہے جس سے ان حضرات کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ازواج کی عصمت کا کوئی بھی قائل نہیں، یہاں وہی لوگ مراد ہوں گے جن کی عصمت ثابت ہے اور وہ یہ حضرات مسلمہ ہی ہیں۔ اس لیے ثابت ہوا کہ یہاں اہل بیت سے مراد ازواج نہیں ہیں۔ امید ہے یہ بھی درجی دلیل آپ نے سمجھ لی ہوگی۔

۴) کتبِ اہلسنت میں بھی ایسی احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج نہیں بلکہ حضراتِ غصب ہیں۔ شیخ الطائفہ طوسی نے التبیان میں اور شیخ طبرسی نے مجمع البیان میں اور اسی فرقہ کے دوسرے مفسرین نے اپنی تفاسیر میں یہی دلائل



جانتے ہیں کہ آیت اس طرح نہیں ہے۔

ان صاحبان نے جو حقیقی دلیل یہ پیش کی ہے کہ اہلسنت کی کتب میں بھی کثرت ایسی احادیث ہیں جو اکابر صحابہ اہل سعید فہری، انس بن مالک، واثق بن اسقع، اُمّ المؤمنین عائشہ، اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرات خمسہ ہی ہیں اور ازواج اہل بیت میں داخل نہیں۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ وہ احادیث جن میں یہ مذکور ہے کہ یہ آیت فقط ان حضرات خمسہ کی صفات کے حق میں نازل ہوئی ان کے راوی مجروح اور ساقط الاعتبار ہیں جن کی تفصیل ذیل میں پیش کی جا رہی ہے اور جن کے راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں ان میں کوئی تخصیص مذکور نہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت اہل بیت ہیں اور یہ حضرات سب اہل بیت ہیں۔ یہی حق ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔

پہلی حدیث: حضرت انس سے مروی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح کے لیے تشریف لائے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس سے گزرتے اور فرماتے العلوۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ منکم الرحمۃ اہل البیت ویلکم حکم تطہیرا۔ چھ ماہ تک حضور کا یہ معمول رہا۔

گزارش ہے کہ حضرت انس سے روایت کرنے والے کا نام علی بن یزید ہے۔ اس کے بارے میں طحاوی جرح و تعدیل کی رائے ملاحظہ فرمائیے: لیس بالقوی۔ منکر الحدیث عن الثقات وقال ابن عدی احادیثہ لا تشبہ احادیث الثقات (تہذیب التہذیب) یعنی یہ قوی نہیں ہے۔ ثقات سے منکر حدیثیں روایت کرتا ہے ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی روایات ثقات کی احادیث سے کوئی مشابہت نہیں رکھتیں۔

اسی مضمون کی ایک حدیث اور مروی ہے جس کے راویوں میں ابو داؤد ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس کے بارے میں لکھا ہے ابو داؤد ادعی ہونے لگے بن حارث کذاب۔ اندھے ابو داؤد کا نام یحییٰ بن عمارت ہے وہ کذاب ہے بہت بڑا جھوٹا ہے۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں: متروک الحدیث ضعیف یضع الحدیث لیس بشی حکان یقول فی الرقص یعنی محدثین نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے یہ ضعیف ہے اپنی طرف سے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ یہ کوئی چیز نہیں ہے رقص میں بڑا غالی تھا۔ تہذیب التہذیب تیسری حدیث واثق بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ان سے یہ منقول ہے وہ کہتے ہیں میں حضرت سیدہ کے ہاں گیا۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ سیدہ نے بتایا کہ بارگاہ رسالت میں گئے ہیں۔ میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اسی دن میں حضور تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علیؓ اور دو زین شہزادے بھی تھے۔ حضور نے دونوں کو اپنے ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ گھر تشریف لائے۔ پس شہزادوں کو اپنی راز پر بٹھایا اور سیدنا علیؓ اور حضرت سیدہ کو اپنے قریب کیا۔ پھر ان پر اپنی چادر ڈالی پھر یہ آیت پڑھی: انما یرید اللہ فیہ پھر فرمایا: اللہم ھولاء اہل بیعتی و اہل بیعتی احق۔ یا اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں اور میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں۔ واثق نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی آپ کی اہل بیت میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: "وانت من اہل: تو بھی میری اہل سے ہے۔ واثق کما کرتے: "انما من ادبنا ما ادبنا" یعنی حضور کا یہ بتاؤ و انت من اہل: میرے لیے سب سے بڑی امید ہے۔



قرآن کریم کی اسی نفس کا انکار کر دیا جائے اور سیاق و سباق سے جو سنی سمجھا جاتا ہے اس کی نفی کر دی جائے۔ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو وہ قرآن کریم کے مفہوم کی ناسخ نہیں ہو سکتیں۔ نہ ان کی وجہ سے قرآن کریم کی نصوح میں تیز و تبدل کیا جاسکتا ہے نہ چاہا جاسکتا ہے۔
ایسے راویوں سے مروی ہوں جو پائے اعتبار سے ساقط ہیں۔

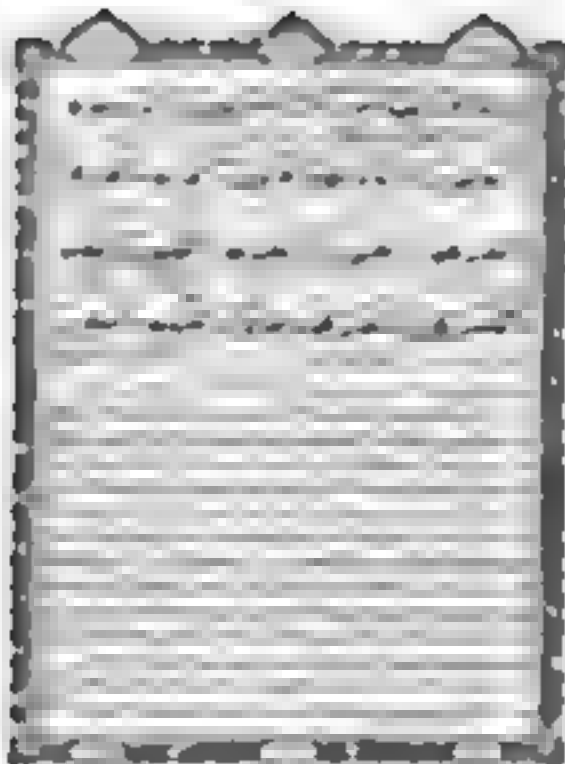
اب آئیے ذرا یہ دیکھیں کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں اہل کے لفظ کا اطلاق یہی پر ہوتا ہے یا نہیں۔
ایک آیت تو آپ پہلے پڑھ چکے ہیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارا کا ذکر ہے۔ مگر میں کوئی بچہ نہ بتا۔
صرف حضرت سارا زوجہ فلیلہ ہیں۔ ان کے بارے میں ارشاد ہے: وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ عَلَيْكَ اَهْلُ الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔
(ہود) کوئی آدمی بھی یہ جرات نہیں کر سکتا کہ یہاں اہلبیت کے لفظ سے حضرت سارا کو نکال سکے۔ اسی طرح حضرت کلیم علیہ السلام دین سے اپنی اہلیہ محترمہ اور اپنے بچوں کے ہمراہ مصر واپس جا رہے ہیں۔ ان کا گزر دادنی سینہ سے ہوتا ہے۔ رات کی تاریکی ہے۔ جائے کا موسم ہے، ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ دُور سے ایک آگ جلتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس منظر کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: "فَسَاقِطَىٰ مُّوسَىٰ الرَّجُلِ وَمَا رَآهُ لَهْلَهَ آتِسَٰ مِنْ جَانِبِ الْمَطْرِ تَارًا۔ قَالَ لَاهْلَهُ امْكُثُوا اِنِّي اَنْتُمْ تَارًا۔" یعنی جب مُوسٰی علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ مقرر کی ہوئی مدت پوری کر لی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ روانہ ہوئے تو کوہِ طور کی ایک سمت میں اُنہوں نے آگ دیکھی اور اپنے اہل کو کہا کہ تم ذرا یہاں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے۔ یہاں بھی اہل سے بیوی و بچے سب مراد ہیں۔

سورہ طہ میں ہے وَقَالَ لَاهْلَهُ امْكُثُوا اِنِّي اَنْتُمْ تَارًا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سفر میں آپ کی زوجہ آپ کے ہمراہ نہ تھیں۔ قرآن کریم کی ان متعدد آیات کے بعد بھی اگر کوئی شخص اہلبیت سے ازدواجِ مطہرات کو خارج کرنے پر مصر ہو تو اس کی ہٹ دھرمی کی داد دینی چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَى الْاَهْلَ حَظِّينَ وَالْعَزَبَ حَظَّهُ الْاَهْلُ الَّذِي لَهُ زَوْجَةٌ وَعِيَالٌ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل کو دلِ غنیمت میں دو حصے دیئے اور اکیلے آدمی کو ایک حصہ دیا۔ اہل کا معنی بتایا گیا ہے کہ جس کی بیوی بھی ہو اور بچے بھی ہوں۔

آخر میں اہلِ نعمت کی توضیح بھی ملاحظہ فرمائیے۔ علامہ جوہری لکھتے ہیں: اهل الرجل: اهل الدار..... وقد اهل فلان یا اهل دیا اهل اهل فلان ای تزوج و حمل فلان قال ابو زيد اهلك الله في الجنة ای ادخلکما و زوجک فیما مصلح ہم اپنے محاورہ میں بھی بیوی کو اہلِ خانہ یا گھر والی کہتے ہیں۔ یہ حضرات فرمائیں کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کی زوجہ محترمہ آپ کی اہلبیت سے تھیں یا نہیں؟ حضرت شہربانو حضرت سید الشہداء کے اہلِ خانہ میں سے تھیں یا نہیں؟

آپ کی اپنی بیوی صاحبہ آپ کے اہلِ خانہ میں سے ہے: ذرا آپ اپنی بیگم صاحبہ کو یہ کہہ کر تو دیکھیں کہ وہ آپ کی اہلِ خانہ یا گھر والی نہیں ہے تو آپ کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کی بیگم صاحبہ تو آپ کی اہلِ خانہ ہوں۔ ائمہ کبار کی ازدواجِ طاہرات تو ان کے اہل میں شمار ہوں۔ کیا آپ کو صرف حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازدواجِ مطہرات



فُرُوجُهُمْ وَالْحَفِظَتِ وَالَّذَاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَالذِّكْرُ اَعَدَّ

کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں اور کثرت اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں تیار کر رکھا

اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاجْرٌ اَعْظِيْمًا وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا

ہے اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ۳۴ نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچا ہے اور نہ کسی

۳۴ یہ اُمت جسے خیر الالم کے لقب سے نوازا گیا ہے اس کے انکار اور اس کا کردار و نظریات اور اعمال کیسے ہونے چاہئیں۔ اس آیت میں انہیں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ بتا دیا کہ یہاں مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اُمت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و اہل التہدیت کے ہر مرد اور ہر عورت کو ان صفات عالیہ سے متصف اور اخلاق اور عمل لحاظ سے اس مقام رفیع پر فائز دیکھنا چاہتا ہے۔ یہاں حکم کی صورت میں ان صفات کو ذکر نہیں کیا کہ ٹیڈ کرو اور ایسے بنو، بلکہ حکایت بتایا گیا کہ اسلام کو قبول کرنے والے مرد اور عورتیں ایسی ہوا کرتی ہیں ① مسلمین اور مسلمات، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ سے سرعہ کا دینے والے اپنے ہر کام کو اپنے رب کریم کے سپرد کر دینے والے سراپا اطاعت و انقیاد، پیکر ان تسلیم و رضا۔

② مومنین اور مومنات = یعنی اس دین قیم کے ہر حکم کی صداقت اور سچائی کو دل سے ماننے والے، ان کے عمل اور اعتقاد میں تضاد کی ٹھیک نہیں جس منابطہ حیات کے مطابق وہ زندگی بسر کر رہے ہیں، دل کی گہرائی سے وہ اس کی عظمت اور افادیت کے قائل ہیں، ان کے ہاں کسی ذہنی کشمکش کا نام و نشان تک نہیں۔ اس اُمت کے مرد ہوں یا عورتیں۔ ان کا عقیدہ بھی ایک ہے اور ان کا عمل بھی یکساں ③ قاتین اور قاتنات = وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ جی میں آیا تو دست بستہ حاضر ہو گئے اور جی نہ چاہا تو ہفتوں غیر حاضر رہے۔ قنوت ایسی اطاعت کہتے ہیں جس میں نافرمانی کی آمیزش نہ ہو۔

القنوت، اقامت بالطاعة الخ۔ لیس معصیۃ (لسان العرب) ④ صادقین اور صادقات، وہ قول میں بھی سچے ہیں اور عمل میں بھی کھڑے ہیں۔ نہ ان کی زبان پر ایسی بات آتی ہے جس میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہو اور نہ ان کے عمل میں کھوٹ یا کی طوالت پائی جاتی ہے ⑤ صابریں اور صابرات، جس راہ کو انہوں نے حق یقین کر لیا ہے اور جو منزل انہوں نے اپنے لیے مقرر کی ہے اس کی طرف ثابت قدمی سے بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ راہ میں پیش آنے والی مشکلات نہ انہیں ہراساں کر سکتی ہیں اور نہ منزل سے رخ مڑنے پر مجبور کر سکتی ہیں۔ نہ وہ نیک اعمال میں شستگی کرتے ہیں اور نہ اپنا دامن گناہوں سے آلودہ ہونے دیتے ہیں۔ وہ بڑی سختی سے اپنے طے کیے ہوئے لائحہ عمل پر کاربند ہیں اور بڑے ذوق شوق سے اپنی منزل کی طرف چلتے ہیں ⑥ غاشیہ

اور غاشیات = اس کے باوجود غرور و نخوت کی انہیں ہر ایک نہیں ملے۔ مجبوراً انکسار ان کا شیوہ ہے۔ جلوت و خلوت میں یہی ان کا شعار ⑦ متصدقین اور متصدقات = اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرنے اور صدقات دینے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے اس کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لیے باعث سعادت تصور کرتے ہیں۔



مُبِينًا ۞ وَاِذْ تَقُولُ لِلَّذِي اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

ہو گیا ہے اور یاد کیجیے جب آپ نے فرمایا اس شخص کو جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ نے بھی

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ

احسان فرمایا اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہتے دے اور اللہ سے ڈر اور آپ مخفی رکھے ہوئے تھے اپنے ہی میں وہ

مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ فَاَقْضِيْ

جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں کے طعن و تشنیع کا حال اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس

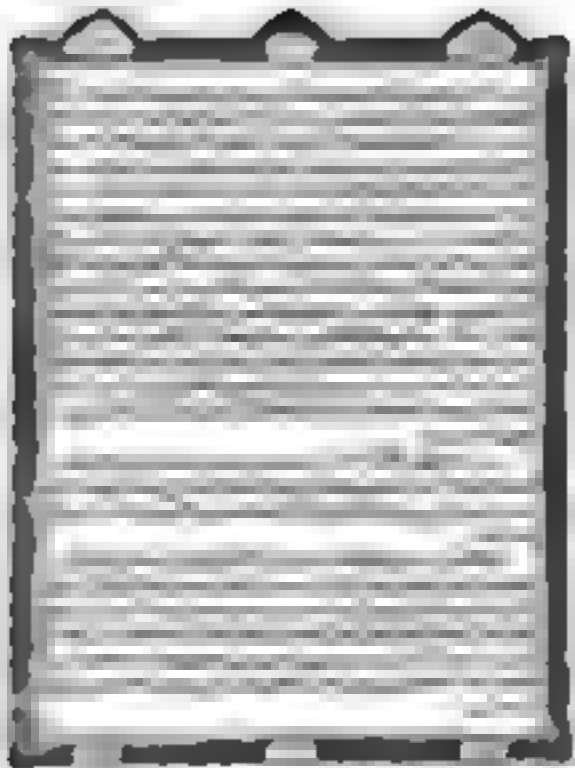
زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكِيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ

ڈیریں تھے پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اسکا آپ سے نکاح کر دیا تاکہ (اس میں سختی بعد ایمان لڑنا

حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ نے سنا تو فوراً زید سے نکاح کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ان کا نکاح حضرت زید سے پڑھا جس پر عہد میں دینار ہمارا کیا کچھ پارچہ بات اگر طے ضرورت کا سامان اور غور و توش کی چیزیں ان کے ہاں بھیج دیں۔

اگرچہ یہ آیت اس خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے یہ عام ہے کسی مسلمان فرد یا قوم، حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کیے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مكرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لیے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ایک طرف ہم سب مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لیے ہم احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغل زوش کے باعث اسلام زسوا ہو رہا ہے اور ہم اس چشمہ فیض سے فیضیاب نہیں ہو رہے بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں۔

۱۱۔ یہاں صاف فرمادیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کے رسول مكرم کے حکم سے سر تابی کی وہ کان کھول کر سن لے کہ وہ راہ راست سے ہٹ گیا۔ ارشد ہدایت کے اُجاسے سے نکل کر گزریں گے اندھیروں میں بلکہ رہا ہے اللہ تعالیٰ اس محرومی سے بچا آمین ۱۲۔ جو رسمیں کسی معاشرہ میں جڑ بکڑ جاتی ہیں لوگ ان کے اتنے گرویدہ ہو جاتے ہیں کہ ان سے دست کش ہونا پسند نہیں کرتے۔ خواہ وہ رسمیں لغو اور بیہودہ کیوں نہ ہوں۔ عوام الناس تو محض قدامت پسندی اور کرانہ تقلید کے باعث ان رسوم کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور اہل دانش و فہم اس خوف سے ایسا کرنے کی جرات نہیں کرتے کہ اس طرح ان کا معاشرتی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

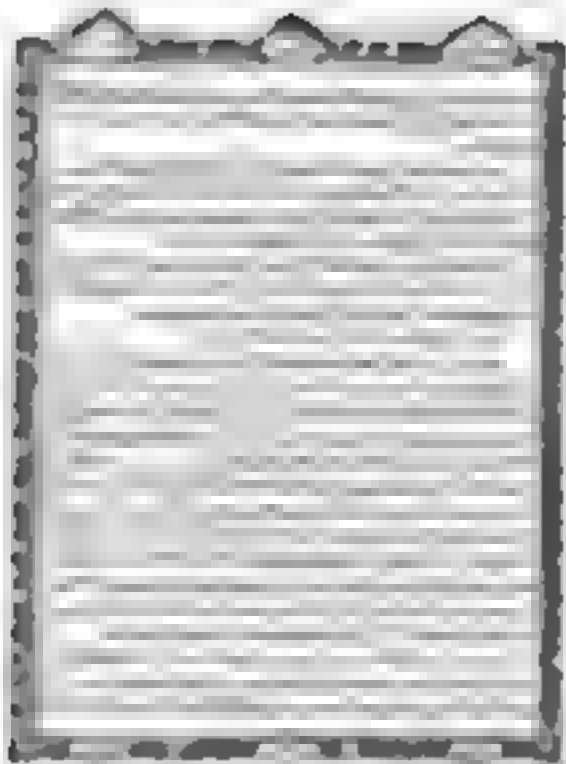


واقعہ کی صحیح صورت تو یہ ہے جو آپ کے سامنے ہلکا دم و کاست پیش کر دی گئی۔ لیکن یورپ کے مستعجب اور تنگ نظر پادریوں نے جنہوں نے دنیا کو دھوکا دینے کے لیے ٹورنٹ، محقق اور مشرق کا لباس اوڑھ رکھا ہے تاریخ اسلام کے اس سادہ سے واقعہ کو یوں اچھالا اور بے ایسائنگ دیا کہ اچھے اچھے سمجھ داران کے دامن فریب میں پھنس گئے اور دولت ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آئیے! قرآن کریم کے کلمات طہیات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور جہاں جہاں انہوں نے ٹھوکر کھائی یا دانت اپنی بد باطنی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی نشاندہی کریں تاکہ حقیقت اپنی رعنائیوں کے ساتھ آشکارا ہو جائے۔

بعض غلط اور باطل روایات کا سہارا لے کر یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے ہو گیا۔ تو ایک روز اچانک حضور ان کے گھر تشریف لے گئے وہ گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت زینب بے دھیانی کے عالم میں بیٹھی تھیں۔ اچانک تب ان پر نظر پڑی تو حضور ان پر فریفتہ ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے: سُبْحَانَ اللَّهِ مَقْلَبُ الْقُلُوبِ۔ پاک ہے دلوں کو بدلنے والا۔ یہ آواز حضرت زینب نے سن لی۔ زید آئے ساری بات کہ سنائی۔ حضرت زید نے یوں ہی مناسب سمجھا کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے دیں تاکہ حضور ان سے نکاح کر سکیں۔ انہوں نے حضور صل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ حضور نے زبان سے قریہ فرمایا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے اور اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ لیکن حضور کی لی خواہش یہی تھی کہ زید طلاق دے دیے تو حضور ان سے نکاح کریں۔ محض ظاہر داری کے طور پر نبی کریم نے انہیں طلاق دینے سے منع فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر عتاب فرمایا اور کہا کہ تم زبان سے کچھ کہہ رہے ہو اور دل میں کچھ چھپاتے ہو۔ میں تمہارے دل کے پوشیدہ رازوں کو ظاہر کر دوں گا۔ چنانچہ ان بد باطنوں نے اس آیت کے ان جملوں: اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ: کا یہی معنی لیا ہے اور اپنی خبیث باطنی کے باعث بارگاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گستاخی کی جو اس کی دل ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ ان کی اس یادہ گونی کو کھینے کی جرأت کرے لیکن جب تک اسے نکھانہ جاتا اس کا زہن ممکن نہ تھا۔ نہیں آپ کو ایک عقیدہ مند کی حیثیت سے نہیں ایک حقیقت پسند کی حیثیت سے ان کی اس ہرزہ سرائی میں غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں، صداقت خود بخود نکھر کر سامنے آجائے گی۔

اگر حضرت زینب ایک اچھی خاتون ہوتیں کسی غیر قبیلہ کی فرد ہوتیں جنہیں حضور نے کسی نہ دیکھا ہوتا تو پھر ان کی اس بے سواد حکایت کو ماننے کی وجہ بھی ہوتی کہ اچانک دیکھا اور دل میں ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر جذبۂ الفت پیدا ہوا۔ حالانکہ واقعہ ایسا نہیں آپ حضور کی چھوٹی زادہ ہیں، حضرت عبد المطلب کی نواسی ہیں، حضور کے سامنے ولادت ہوئی، حضور کے گھر کے صحن میں ان کا بچپن گزرا۔ حضور کی آنکھوں کے سامنے وہ جوان ہوئیں۔ صبح و شام اپنی چھوٹی کے ہاں آمد و رفت رہتی۔ کوئی ایسی بات تھی جس کا حضور کو علم نہ تھا۔ ان کی زندگی کا کونسا ایسا پہلو تھا جو حضور پر مخفی تھا اور اس روز اچانک آشکارا ہوا اور محبت کا طوفان مڈ آیا۔ نوزائیدہ اور نئے۔ حضرت زینب ان سعادتمند خواتین میں سے تھیں جو اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان سے مشرف ہوئیں پھر حضور کی ہجرت کے بعد مکہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں آگئیں۔

مزید غور فرمائیے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں حضرت زید کے لیے شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے اور



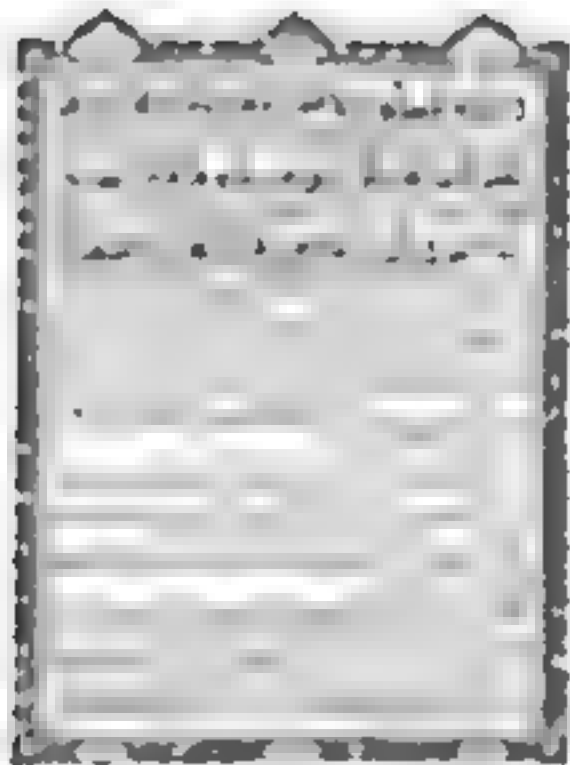
باطل کر دیتا ہے۔ ارشاد ہے: ما الله مبدا یہ۔ یعنی آپ وہ چیز دل میں چھپا رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے۔ معلوم ہوا جسے حضور چھپا رہے تھے وہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو ظاہر فرمایا ہے تو جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا وہی وہ چیز ہے جس کو حضور چھپا رہے تھے۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا تصور کرنا باطل، کذب اور محض افتراء ہے۔ خود بتائیے کسی مجاہد اللہ تعالیٰ نے اس عشق و محبت کو ظاہر کیا صراحتاً نہ کسی کنایتاً، لفظاً نہ کسی اشارتاً اگر ایسی کسی بات کا نام و نشان نہیں تو پھر تعنی فی نفسک کا یہ معنی بیان کرنا جو ان لوگوں نے کیا ہے کتنی بڑی گستاخی ہے۔

وہ بات جسے حضور چھپا رہے تھے اور جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا وہ کیا تھی اس کے متعلق وضاحت میدنا امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے اس بیان سے ہوتی ہے۔ اوصی اللہ تعالیٰ ما اوصی اللہ تعالیٰ به ان زینب سبطۃ زید و تخرجہا بعد علیہ الصلوٰۃ والسلام الی هذا ذہب اهل التحقيق من المفسرين كالزهری و بکر بن غلام و التیسری و القاضی ابوبکر بن العربی و غیرہم روح المعانی تقریبی، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر یہ وحی فرمائی تھی کہ زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور آپ ان سے نکاح فرمائیں گے۔ مفسرین میں سے اہل تحقیق کا یہی قول ہے۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زیدؓ کا کہا سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی حکمت بھی خود ہی بیان فرمادی کہ پہلے جو رسم چلی آرہی ہے کہ اپنے جتنی کن زیدؓ سے نکاح حرام ہے اس کا غاتمہ کر دیا جائے تاکہ لوگ اس رسم قبیح کے باعث جن پریشانیاں سے دوچار ہیں ان کا انالہ ہو سکے۔

ایک بار پھر و تعنی اس کے کلمات پر بھی غور کیجیے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بتا دیا کہ اس رسم بد کو ختم کر کے کیلئے اس کا فیصلہ یہ ہے کہ زید طلاق دے گا اور آپ ان سے نکاح کریں گے۔ حضورؐ جانتے تھے کہ کفار و منافقین اس پر بہتان طرزی کا طعن برپا کر دیں گے۔ حقیقت کو سچ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کریں گے اور پراپیگنڈہ کا جو موثر موقع انہیں ملا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ ان کی زبان درازیوں کے باعث ہو سکتا تھا کہ بعض کمزور ایمان والے پھسل جائیں۔ یہ اندیشہ تھا جو حضورؐ دل ہی دل میں محسوس فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہیں کہ ایسے اندیشوں کو اس کا مجرب رسولؐ پر گاہ کی بھی وقعت دے۔ یحیوٹ کے طوفان جہنم والے باندھا کریں۔ دین اسلام کا پرچم رنگوں میں ہو گا۔ حضورؐ کی عزت و عظمت میں کوئی فرق نہیں آنے گا۔ اگر کوئی بد بخت ان کی ہرزہ سرائی سے متاثر ہو کر اسلام سے اپنا رشتہ توڑتا ہے تو آپ کو میرے محبوب! کیا پروا ایک بار نہیں سو بار! انہیں دھتھنے دو۔ اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

فلما قضی زید منها وطراً کا مطلب یہ ہے کہ جب زید طلاق دے دے اور وہ عدت گزار لیں اور زید کا ان کے ساتھ رابطہ کلی طور پر منقطع ہو جائے اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ زید حضرت زینب کو طلاق دینے کے لیے بڑے بے ہین ہیں وہ اپنی اس خواہش کو پورا کر لیں۔ قضاء الوطرحکایۃ عن الطلاق۔

آخر میں ایک چیز کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم خواہ مخواہ یورپ کے مستشرقین اور مورخین پر برس رہے ہو یہ باتیں انہوں نے اپنے پاس سے قرینیں گھڑیں تفسیر کی کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں اس میں ان کا کیا تصور؟ جو باگڑا



مَقْدُورًا ۱۱۱ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَ وَلَا يَخْشَوْنَ

ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں وہ نہیں ڈرتے کسی

أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۱۱۲ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ

سے اللہ تعالیٰ کے سوا شے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ حساب لینے والا نہیں ہیں محمدؐ افرادِ رومی کسی کے باپ تمام

رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ ۖ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

مردوں میں سے لے بلکہ وہ اللہ کے رسولؐ شے اور خاتم النبیین ہیں لے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو

مطلال کی ہیں کسی کو حق گیری کا حق نہیں پہنچتا حضورؐ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو خصوصی رخصت عطا فرمائی تھی۔

لے جن اولوالعزم بستیوں کو اللہ تعالیٰ منسب رسالت پر فائز کرتا ہے اور اپنے پیغامات پہنچانے کی ذمہ داری سونپتا ہے

وہ حضرات صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور کسی سے ان کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ اپنے

فرائض منجسی ادا کرنے میں لوگوں سے غورزدہ ہونے لگیں تو وہ رسالت و نبوت کی ذمہ داریوں سے عمدہ برائتیں ہو سکتے۔ اگر

وہ کسی کی خاطر احکام الہی کی تبلیغ میں کوتاہی کریں، تو ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کون بچا سکتا ہے۔

لے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب حرمِ نبوت میں رونق افروز ہوئیں تو بہتان تراشی کے جس طوفان کا نڈیٹ

مٹا وہ امٹ کر آگیا اور جہاں یسویروں اور منافقین نے کتنا شروع کر دیا کہ دیکھو اپنے بیٹے کی بہو کو اپنی زوجہ بنایا۔ کبھی ایسا اندیہ

بہو ہوتا جیسے انہوں نے کر دکھایا۔ چل رہا ہے رسم و رواج کو تو رہنے دو وہ خود بھی آج تک یہی بتاتے رہے کہ بیٹے کی بیوی سے

باپ نکاح نہیں کر سکتا۔ اب پھر خود اپنے بیٹے زید کی مطلقہ اہلیہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

ان کی اس ہرزہ سرائی کو قرآن حکیم نے اس ایک جملہ سے ختم کر کے رکھ دیا کہ تم میں سے حضورؐ کسی مرد کے باپ نہیں۔ جب

باپ نہیں ہیں تو زید بیٹا کیسے بن گیا۔ وہ تو اپنے باپ مارٹ کا بیٹا ہے۔ تمہارا یہ اعتراض محض تمہارے خبیث باطن کی پیداوار ہے

حقیقت سے اس کا دودھ کا بھی واسطہ نہیں۔

لے باپ ہونے کی نفی کی اور اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کا اعلان فرما دیا۔ بیشک باپ اپنی اولاد پر بڑا مہربان اور شفیع ہوتا

ہے لیکن رسولؐ کو جو قلبی تعلق اپنی اُمت کے ہر فرد سے ہوتا ہے اور جو لطف و کرم وہ فرماتا ہے اس کے مقابلہ میں باپ کی ساری

شفقتیں بیچ ہیں۔ باپ کی مہربانیاں اولاد کی جسمانی اور مادی دنیا تک محدود ہوتی ہیں۔ رسولؐ کی نگاہ و کرم سے اُمتی کا جسم اور

روح، ظاہر اور باطن، دل اور عقل سب فیض یاب ہوتے ہیں۔ باپ کی شفقتیں روزِ حشر کسی کام نہیں آئیں گی بلکہ سارے دنیاوی

رشتے اس دن ٹوٹ جائیں گے۔ یوم یفزا السرد من اخیہ و ائمہ و ابیہ و صاحبہ و بنیہ لیکن رسولؐ کے لطف

എല്ലാവിധത്തിലും

کر کے آرام کا سانس لیا۔

اسلام کی تیرہ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سرچھڑے طالع آزمایا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرات کی اس کو قتل کر دیا گیا۔

انگریز کی غلامی کے دور میں بقت اسلام کو جس طرح دوسرے کئی معائنات سے دوچار ہونا پڑا، اسی طرح ایک مجبوری نبوت قائم کر کے اُمت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مذہبی نبوت بظاہر میسائیت کا رنگ کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا۔ اس کے باوجود انگریز کا پرے درجے کا وفادار تھا۔ مگر انگلستان کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پہلوں کو کوئی باخیرت مسلمان ان کو پڑھ بھی گرایا نہیں کرتا۔ انگریز کی اسلام دشمنی انہوں نے شمس ہے جنہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی محرومت کا تختہ الٹا۔ سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے۔ انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سایہ میں پردان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کے لیے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دیئے۔ ہر مرزائی کے لیے کسی استحقاق کے بغیر بھی سے اچھی ملازمتیں مختص کر دی گئیں۔ سیاسی میدان میں بھی ان کو آگے بڑھنے کی کوشش کی گئی۔ ہیکل و شخص میسائیت کے خلاف نکستا اور بولتا تھا۔ لیکن انگریز نے اس کے ذریعہ اُمت مسلمہ میں ایک نئی اُمت پیدا کر کے اور ان کے متفقہ ملیہ بنیادی عقیدہ میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور اپنے دور رس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ اگر ایسا شخص میسائیت کے خلاف کچھ بولتا ہے تو بولا کرے۔ اس سے انگریزی سیاست کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ میسائیوں کی مخالفت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دل چسپی سے انجام دے سکتا تھا، اگر وہ میسائیوں کے خلاف کچھ نہ کرتا تو اس کی بات کوئی آدمی سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

مرزا غلام احمد کی نبوت کا پیغام لے کر جب مرزائی مبلغ اسلامی ممالک میں گئے تو وہاں ان کا جو حشر جبرادہ کسی سے مخفی نہیں۔ ممالک میں تو انہیں مرتد قرار دے کر توپ سے اڑا دیا گیا۔ عالم اسلام کے تمام علمائے بالاتفاق اس مذہبی نبوت کو مرتد اور فاسق اور اسلام قرار دیا۔

یہ عرض کرنے کا مقصد صرف اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ان بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر گونا گوں اختلافات کے باوجود تیرہ صدیوں تک اُمت کا کلی اتفاق اور قطعی اجماع رہا ہے جس طرح ایک مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید، قیامت، حضور کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کسی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کے لیے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث و تمحیص کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھایا جس کی جرات آج تک شیطان کو بھی نہیں ہوئی تھی، اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر شرح و بسط سے لکھا جائے تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی کسی غلط فہمی کے باعث اپنے آقا سے کریم سے کٹ کر نہ رہ جائے۔ رہے وہ لوگ جو شک کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور مال و دولت کے حصول کی خاطر اپنا دین بدلنے میں بھی کوئی قباحات محسوس نہیں کرتے بلکہ اسے کمال ہوشمندی سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ ہمیں ان کے لیے طول نہیں ہونا چاہیے۔ نہ لیے ابن التوتوں کی خدا کو ضرورت ہے اور نہ اس

1. The first part of the document is a letter from the President of the United States to the Congress, dated January 1, 1801. It is a very important document, as it is the first official communication of the new administration.

2. The second part of the document is a report from the Secretary of the Treasury, dated January 1, 1801. It provides a detailed account of the financial state of the nation at the time.

3. The third part of the document is a report from the Secretary of the Navy, dated January 1, 1801. It provides a detailed account of the naval operations of the United States at the time.

4. The fourth part of the document is a report from the Secretary of the War, dated January 1, 1801. It provides a detailed account of the military operations of the United States at the time.

5. The fifth part of the document is a report from the Secretary of the Interior, dated January 1, 1801. It provides a detailed account of the land and natural resources of the United States at the time.

6. The sixth part of the document is a report from the Secretary of the State, dated January 1, 1801. It provides a detailed account of the foreign relations of the United States at the time.

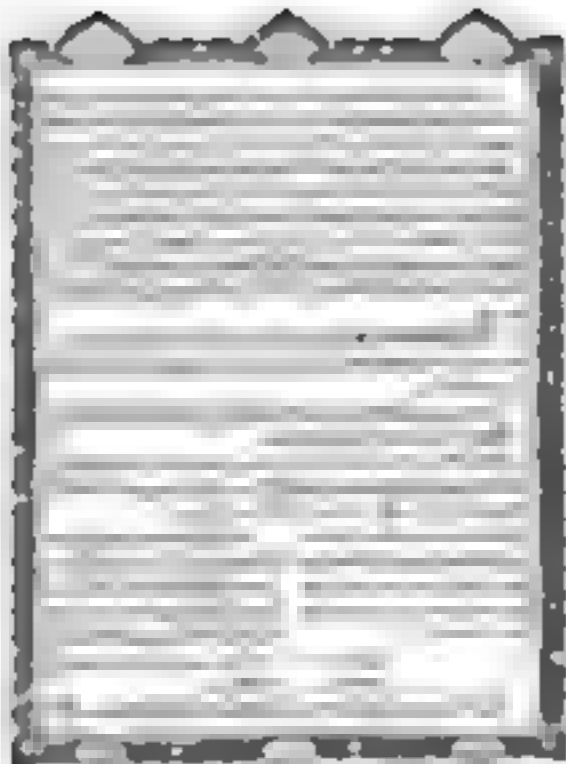
7. The seventh part of the document is a report from the Secretary of the War, dated January 1, 1801. It provides a detailed account of the military operations of the United States at the time.

آخرہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء علیہ وسلم الصلوٰۃ والسلام۔ راوی کے آخری کلمہ کو خاتم راوی کہتے ہیں۔ رقم کے آخری فرد کو خاتم خاتم اور خاتم کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم انبیاء فرمایا گیا ہے۔ لسان العرب میں التذیب کے حوالہ سے لکھا ہے: والخاتم والخاتم من اسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفي التنزيل العزيز ولكن رسول الله وخاتم النبيين ای آخرہم ومن اسماء العاقب ایضا ومعناه آخر الانبياء یعنی خاتم اور خاتم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں سے ہیں قرآن مجید میں ہے ولكن رسول الله وخاتم النبيين یعنی سب نبیوں سے پیچھے آنے والا۔ اور حضور کے اسماء میں سے العاقب بھی ہے اس کا معنی آخر انبیاء۔ اہل لغت کی ان تصریحات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خاتم کی تائید پر مزید ہرگز اس کا معنی آخری ہے اس معنی کی تائید کے لیے اہل لغت نے ایک دوسری آیت سے بھی استدلال کیا ہے وخاتمہ منک ای آخرہ منک یعنی اہل جنت کو جو مشروب پلایا جائے گا اس کے آخر میں انہیں کتیری کی خوشبو آئے گی۔

نعم نبوت کے مکرر اس مکرر پر یہ کہتے ہوئے متالی دیتے ہیں کہ خاتم کا جو معنی آپ نے بیان کیا ہے (آخری) وہ یہاں مراد نہیں بلکہ اس کا دوسرا معنی مراد ہے اور یہ معنی بھی ان لغت کی کتابوں میں موجود ہے جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے۔ جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں تو وہاں ایک معنی مراد لینے پر اصرار ہونا اور دوسرے معنی کو ترک کر دینا تحقیق حق کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم بھی اس آیت کو ملتے ہیں اور اس کے معنی اپنی طرف سے نہیں گھڑتے تاکہ ہم پر تحریر قرآن کا الزام لگایا جائے بلکہ لغت عرب کے مطابق ہی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں کسی کو ہم پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔

صراح اور لسان العرب دونوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مذکور ہے۔ آیت کا یہی معنی ابلغ اور شان رسالت کے نشایان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انبیاء پر مہر لگانے والے ہیں جس پر حضور نے مہر لگادی وہ نبوت کے شرف سے مشرف ہوگا اور جس پر مہر نہ لگائی وہ نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ بیشک لغت کی کتابوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مرقوم ہے لیکن انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ مذکورہ آیت میں خاتم انبیاء کا معنی آخر انبیاء ہے یہاں فقط یہی معنی مراد ہے اور یہ لوگ اگر مصرعوں کی یہاں خاتم کا دوسرا معنی مراد ہے تو اس سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مطالعہ کرتے ہوئے غور و تدبر سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے مہر سے مراد ڈاکخانہ کی مہر یا کسی اشرف کی مہر بھی ہے کہ لٹاؤ یا کارڈ پر مہر چھپ لگایا اور اسے آگے بھیج دیا یا کسی کی درخواست پر اپنی مہر ثبت کی اور اسے مناسب کارروائی کے لیے متعلقہ دفتر روانہ کر دیا۔ حالانکہ مہر کا مفہوم اہل لغت نے لیا ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔ کاش انہیں بے جا منصب اس امر کی اجازت دیتا کہ وہ ائمہ لغت کی عبارتوں میں غور کرتے۔ آئیے! ہم آپ کی خدمت میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ سکیں۔ لسان العرب میں ہے: ختمہ یختمہ ختمًا وختمًا ما طبعہ فهو مختم ومختمٌ مشدود للمبالغة یعنی ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگادی جائے اس کو مختم اور مبالغہ کے طور پر مختم کہتے ہیں۔



جاتی ہے اور اس میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کی ایک ہی ضرورت ہے کہ پہلی اینٹوں میں سے کوئی اینٹ ترڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی کرائی ہوئی جگہ پر کوئی نئی اینٹ لگا دی جائے۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تعصبات کا محل ہو گیا۔ اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں۔ بجز ان کے کہ سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی کو وہاں سے نکال جائے اور مرزا غلام احمد کے لیے جگہ بنائی جائے۔ کیا کوئی عقل سلیم اس کو گول کرے گی۔

تعصبات کی اس ترڑ پھوڑ کو کیا اللہ تعالیٰ کی غیرت برداشت کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم نے کتاب الفضائل باب خاتم النبیین میں اور امام ترمذی نے کتاب المناقب اور ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔

۲۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فضلت على الانبياء بستان اعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحللت لي الفنائم وجعلت لي الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الى المخلوق كافة وختمت بي النبيون۔ (مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی۔ (۱) مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا۔ یعنی الفاظ مختصر اور معانی کا بحر بے پیدائش (۲) رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی (۳) میرے لیے فنائم کا مل حاصل کیا گیا۔ (۴) میرے لیے ساری زمین کو مسجد بنادیا گیا اور اس سے تمیم کی اجازت دی گئی۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنایا گیا اور میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

۳۔ حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوۃ قد انقطعت ولا رسول بعدى ولا نبي۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

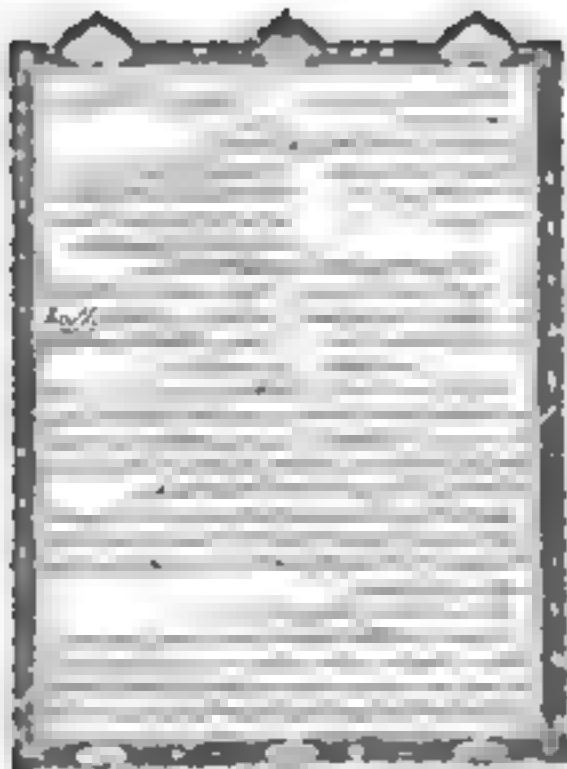
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی کا نبوت کا دعویٰ کرنا اور کسی کا اس باطل دعوے کو تسلیم کرنا سراسر کفر اور افادہ ہے۔

۴۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لم يبعث نبيا الا حذرا متعالمه جال وانا آخر الانبياء وانا آخر الامم فيكم ولا محالة۔ (ابن ماجہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ وہ حضور تبارک و تعالیٰ ہی تھے گا۔

اس حدیث سے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخر الانبیاء ہونا ثابت ہو رہا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا آخر الامم ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

۵۔ امام ترمذی نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی ہے :



ہے آج تک جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا۔ ہمارے زمانے میں بھی فقراء میں سے ایک شخص نے شہر
ماتر میں نبوت کا دعویٰ کیا تو اندلس کے بادشاہ نے غرناطہ میں اس کا سر قلم کر دیا اور اس کی لاش کو سولی چڑھا دیا اور اسی حالت میں
طکار ہا یہاں تک کہ اس کا گوشت محل کر گر پڑا۔

ان مذکورہ بالا اقتباسات سے اُمت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع ثابت ہو گیا اور ہر زمانے کے علماء نے مذہبی نبوت کو
گردن زدنی قرار دیا۔ آفریں ہم ختم نبوت پر عقل و دلیل پیش کرتے ہیں۔

ختم نبوت کے عقلی دلائل (قُدرت کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے)

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے، جب حضور پر نازل شدہ
کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے، جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ
اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح و توضیح کر رہی ہے، جب کہ شریعت اسلامیہ روز ازل کی طرح آج بھی انسانی زندگی
کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کر رہی ہے، جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے: **الیوم اَحْسَنُ نَصَرْتُكُمْ**
وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ تو پھر کسی ادنیٰ نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس
مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔ آفتاب محمدی طلوع ہو چکا، عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کمرزوں سے روشن ہو رہا ہے۔ تو پھر دن کے اجالے میں
کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرین دانشمندی نہیں ہے۔

مزید ضرور فرمائیے۔ نبی کی آمد کو معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا۔ جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات
ختم ہو گئی بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے۔ کوئی کٹنا نیک، پاک باز، پارسا اور عالم باطل
ہر اگر وہ کسی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔ اور کفار و مکرمین کے زمرہ
میں اس کا نام درج کر دیا جائے گا اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔

اب ذرا اعلیٰ دنیا میں مرزا صاحب کی آمد کا جائزہ لیجیے:

مسلمانوں کی تعداد کم سے کم امداد و شمار کے مطابق پچاس کروڑ سے زائد ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔
قرآن کریم کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں۔ تمام انبیاء جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے۔ ان کی نبوت اور صداقت کا اقرار کرتے
ہیں۔ قیامت کی آمد کے قائل ہیں۔ عمل طہر پر غافل و کامل سی، لیکن احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کے برحق ہونے پر یقین رکھتے
ہیں۔ ضروریات دین میں سے ہر چیز پر ان کا ایمان ہے اور اس اُمت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بندگان خدا
میں ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو شریعت پر پوری طرح کار بند، عبادات کے سختی سے پابند، سچے ہیں انکے اخلاص و ولایت پر فرشتے
رکش کرتے ہیں اور ان کے کارہائے نمایاں پر خود ان کے خالق کو ناز ہے۔

اسی پاک اُمت میں اگر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، مان کی آمد سے پہلے تو یہ سارے کے سارے مسلمان تھے۔ چلو بعض



نزل فرمائیں گے جن احادیث میں نزولِ مس کے ساتھ شریک کی گئی ہے وہ اس کثرت سے مروی ہیں کہ معنوی طور پر وہ درجہ توڑ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ آئیے آپ بھی ان احادیث کی محکمہ ملاحظہ کیجیے۔ آپ کو پہلے چل جائے گا کہ نبی برحق نے کوئی مہم پیش کوئی نہیں کی۔ کسی ایسے مس کے آمد کی اطلاع نہیں دی جس کی پہچان نہ ہو سکے اور جس شاعر کا جی چاہے وہ آسنے والا مس بن بیٹھے۔ بلکہ نبی کریم نے اپنی اُمت کو اس کا نام بتایا، اس کی والدہ کا نام بتایا، اس کے لقب سے خبردار کیا، اس وقت اور مقام کی نشاندہی کی جس وقت اور جس مقام پر وہ نزول فرمائے گا۔ جو کاربائے نمایاں وہ انجام دے گا اس کی تفصیل بیان فرمادی اور اس کے مدفن کا بھی تعین فرما دیا اور اس کا علیہ بھی بیان کر دیا۔ اب اگر وہ احادیث صحیح ہیں جن میں حضرت عیسیٰ کی آمد کی خبر دی گئی ہے تو ان تفصیلات کو بھی من و عن صحیح اور صحیح تسلیم کرنا پڑے گا جو ان کے متعلق بتائی گئی ہیں اور اگر کوئی شخص ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کر دے گا تو پھر اسے ان تمام احادیث کو بھی ساقط الہ اعتبار قرار دینا پڑے گا جن میں ان کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ تحقیق اور انصاف کا یہ کیسا معیار ہے کہ ایک روایت کی مفید مطلب آدمی بات قرمان لی اور اسی روایت کی دیگر تفصیلات کو نظر انداز کر دیا۔

ان کثیر التعداد احادیث میں سے چند احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے۔

پہلی حدیث جسے امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب حدیث میں روایت کیا ہے:

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واندی نفسی بیدہ یوشکون ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی ینکون السجدة الوحيدة خیر من الدنیا وما فیہا۔ (بخاری کتاب احادیث نبویا، باب نزول عیسیٰ بن مریم، مسئلہ باب بیان نزول عیسیٰ۔ ترمذی، ابواب الفتن باب فی نزول عیسیٰ۔ مسند احمد روایات ابی ہریرہ)

۲۔ امام بخاری نے کتاب المطالم باب کسر الصلیب میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

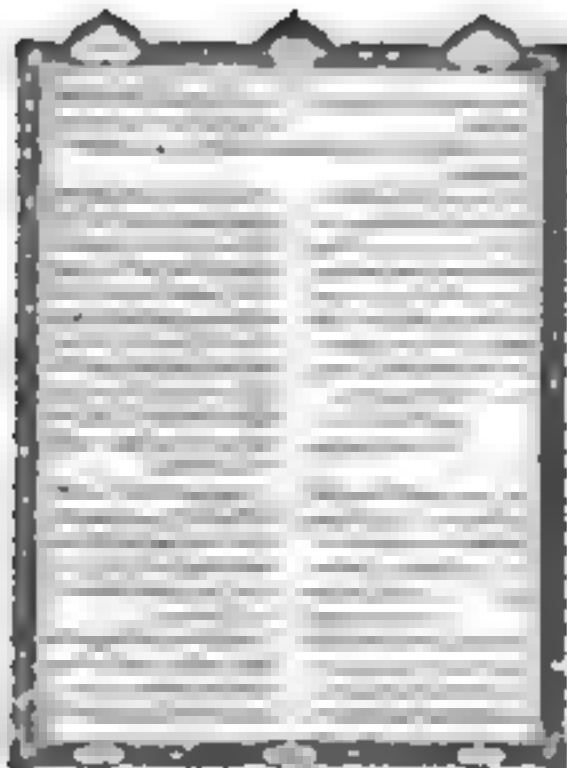
لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسیٰ اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک عیسیٰ بن مریم کا نزول نہ ہو۔

بن مریم۔

۳۔ مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ابی ہریرہ سے منقول ہے:

فینا ہم یمدون لقتال لیسودن المصروف اذا قیمت الصلوة فینزل عیسیٰ بن مریم فامحسود ذارہ عدو اللہ یندوب حکما یدوب الملعون الماد فلترکھ انذاب حتی

حضرت علیہ السلام نے خروج و جہاں کے ذکر کے بعد فرمایا۔ اس اثنا میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے صفیں درست کر رہے ہوں گے اور نماز کے لیے اقامت کسی جاہلی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی اقامت



شَيْءٌ عَلَيْهِمْ يَأْتِيهِمُ الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝

غرب جانے والا ہے کچھ اسے ایساں والو! یاد کیا کرو اللہ تمہارے کرمشمت سے کثرت اور

واذا رفته بخود منہ جہان کا لڑو فلا یحل لعافو
یحدو مع نفسه الامات ونفسه ینتمی الی حیث
ینتمی طرفہ فیطلبہ حتی یدرککہ بیاب لہ فیقتلہ
(مسلم، ذکر الدجال - ابو داؤد، کتاب الامم
ترمذی، ابواب الفتن)

آخر میں ایک اور حدیث سماعت فرمائیے:

عن ثوبان مول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عصا ہتان من امتی احرزما
اللہ تعالیٰ من اثار عصاۃ تغزو المہند وعصاۃ تکوت
مع عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ (مسائل، کتاب الجہاد
مسند احمد، مرویات ثوبان)

ہوئے آریں گے جبکہ ہر جگہائیں گے توڑیں محسوس ہوگا کہ ذکر
نیک ہے میں اور جب سرٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے ڈھکے
نظر آئیں گے ان کے سانس کی ہوا جس کا فریکس پیچے گی اور وہ ان
کی تیز حرکت ہائے گی وہ زندہ نہ رہے گا۔ پھر ابن مریم و ثوبان کا بیجا
کریں گے اور اللہ کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ثوبان سے ملتی
ہے کہ حضور نے فرمایا میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ
نے دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان
پر حملہ کرے گا، دوسرا وہ جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا۔

آپ نے ان احادیث کا مطالعہ فرمایا۔ ان میں مسیح موعود کا علیہ نام، والدہ کا نام، مقام اور وقت نزول، آپ کے کارنامے
سب کے سب مذکور ہیں۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا نام بھی عیسیٰ نہیں، حالانکہ ہزاروں
مسلمان اس نام کے موجود ہیں۔ اس کی والدہ کا نام بھی مریم نہیں، حالانکہ ہزاروں مسلمان مریم اس نام کی اب بھی ہیں اور خود قادیان میں
اس نام کی کئی درگیاں ہیں۔ صلیب کو توڑنا، خنزیر کو قتل کر کے عیسائیت کو نیست و نابود کرنا تو کہاں کیاں ہی ساری عیسائی حکومت
کے جمہولی پیک بنے رہے اور اس کی خیرات پر پتے رہے اور اس کی اسلام کش سرگرمیوں پر تعریف و توصیف کے قصیدے لکھتے رہے
ساری دنیا کو دارالاسلام بنا کر جزیرہ ختم کرنا تو بڑی دودھ کی بات خدا نے مصطفیٰ نے یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ قادیان کا خط پاکستان کا جتن ہے۔
اب بھی جو لوگ انہیں مسیح موعود مانتے ہیں، ان کی نادانی قابلِ صد افسوس ہے۔

۴۷۱ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے محبوب کو اپنا رسول بنایا اور پھر اس کی ذات پاک پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا وہ ہر چیز کو اچھی
طرح جانتا ہے۔ دنیا کے حالات ہزاروں پہلے کھائیں، معاشی اور سیاسی میدان میں کتنے ہی انقلاب کیوں نہ برپا ہوں ہر
قوم کے لیے ہر زمانہ میں ظاہر و باطن کا راستہ دکھانے کے لیے اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں، یوں نہیں ہے کہ سلسلہ نبوت بند
کرنے کا فیصلہ کسی ایسی ہستی نے کیا ہو جو اسے دے دے حالات سے بے خبر ہے۔ مختلف قوموں اور ملکوں کی ضرورتوں سے واقف ہے
بلکہ یہ فیصلہ اس ذات والا صفات کا ہے جو کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے اور ان تمام امور سے بھی باخبر ہے جن پر عالم انسانیت



النَّبِيُّ إِنْكَارُ سَلْتِكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۖ وَدَاعِيًا إِلَى

ہر لے نبی دکریم: ہر لے نبی ہا ہے آپ کو رسب سچائیوں کا گراہ بنا کر تے اور خوشخبری سنے والے اور بد وقت ڈرانے والا اور دکر دینے

حسن نے گفت کہ سنا ہے نہ پذیر دکریم
عشق نے گفت تب و تاب دو لے دارم
کرن کتا ہے حسن کہ عشق عزیز نہیں یا محبوب کو اپنے ماشت و گفتار کی پردائیں۔ یہاں جہاں مطلق اور حسن کامل دمانیں دے رہے
کہ لے عشق کی بے چینی: اور بے تاب: تم سومت رہو: لے چشم شوق تو سدا جیا ہے: لے دل درد مند تیرے ارازیں کی خیر تیرے
حسرتوں کی خیر!

عشق کو یہ پذیرائی حاصل تو ہوتی ہے لیکن امتحانوں کے کئی مرحلے ذوق و یقین سے طے کرنے کے بعد جبکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ
حسن بے نقاب کی ہر ملا دمانیں۔ تو اسی وقت سامع نواز ہوتی ہیں لیکن جب کرنی نیاز مند درد و سوز سے بے چین ہو کر سوسے منزل چل
پڑتا ہے تو اسی وقت سے حسن کی نازشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اسے بڑا خیال رہتا ہے کہ ماشت زار دل شکستہ ہو جائے۔ لہذا ہر قافل
ہوتا ہے حقیقت میں اس قافل میں بھی توجہ کی کشش صاف معلوم ہوتی ہے جو مایوس نہیں ہونے دیتی۔ ہر لمحہ قدم قدم پر راہ درد عشق کی
خبر گیری کی جاتی ہے کہ کرنی راہ زن اس کی متاع شوق کو ٹوٹ نہ دے۔ یہ نازشیں ہوتی ہیں تب ہی کوئی مسکین بے ذرا بھر کی طویل
رازیں کو کاتا ہوا جذباتی کے عریض صحرانوں کے طے کرتا ہوا سر نیاز قہر یار پردکھنے کے قائل ہوتا ہے۔ والذین جاہدوا فینا لنمجدینہم
نسبنا وان الله لمع المحسنین میں اسی طرف اشارہ ہے۔

سچ تو یہ ہے عشق بھی حسن کا فیض ہے۔ عشق کی بے تابیاں بھی حسن کی عطا ہیں۔ ماشت کے صبر و استقامت میں بھی ایک دستگیری
اور اس کی گرم فرمائی شامل ہوتی ہے۔ حریم ناز کے دروازے عشق نہیں کھولتا اور نہ کھول سکتا ہے بلکہ حسن کی دلتوازیوں آگے بڑھ کر اپنے
آبلہ پامانوں کا استقبال کرتی ہیں اور خود ہی اندر او بندہ پردہ لپٹنے رخ سے نقاب الٹ دیتی ہیں۔ تب ہی وہ گہری آتی ہے جب
کوئی خسرو یوں زمرہ منہ سنج ہوتا ہے۔

نخفت خسرو مسکین ازیں ہر سس شبہا
کہ بوسہ برکت پائنت ہند پنجاب رود
۱۱ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے محبت بھرے انداز سے خطاب فرماتا ہے اور اس کے
بدان جلیل القدر خطابات کا ذکر کرتا ہے جن سے اس نے اپنے محبوب کو سرفراز فرمایا ان کے ذکر سے اگر ایک طرف اپنے پیارے
رسول کی عزت افزائی مقصود ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ تم ان طوفانوں سے نہ گھبراؤ۔ ان تند و تیز لہروں سے
پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ نہ کہو لے جوئے گرداب تھار کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس قمت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے طامح کے
سپر د نہیں کیا جو کم بہت، دوں حوصلہ، نا اہل اور ناتجربہ کار ہو۔ بلکہ اس کشش کا مضافہ نئی برحق ہے جس کو ہم نے ان صفات جلیلہ
سے متصف کیا ہے تم صبر و استقامت سے اس کا دامن اطاعت مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یقیناً تمہیں ساحل برادیکم رسائی نصیب
ہوگی۔ ساتھ ہی دشمنان اسلام کی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملا دیا جو اپنی سازشوں اور حیلہ سازوں سے حق کی اس شمع فردوزاں

کو بھانا چاہتے تھے۔

ارشاد فرمایا ہے میرے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد کا معنی گواہ ہے اور گواہ کے لیے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ چنانچہ ملائکہ راعب اصفہانی نے مفزوات میں لکھا ہے:

الشهادة والشهود الحضور مع المشاهدة اذنا بالبصر او البصيرة یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے ذریعے۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادت نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہی اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے۔ یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تمام صفات کمال پر کیونکہ جب ایسی بالکل ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ لا الہ الا اللہ، تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا۔ دولت، حکومت، شخص و جاہت، علم و فضل و کمال یہ ایسے مجاہدات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں حضور کی اس شہادت سے وہ سارے مجاہدات تار مار ہو گئے اور اس جلیل المرتبت نبی کی شہادت توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع آدمی اس کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنے لگے گا۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام، اس کے عقائد، اس کے نظام عبادات و اخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں۔ اسی کے اتباع میں فلاح دارين کا راز منظر ہے۔ اسی آئین کے نفاذ سے اس مٹش ہستی میں بار بار وادآن مکتی ہے اور جب قیامت کے روز سابقہ امتیں اپنے انبیاء کی دعوت کا انکار کر دیں گی کہ ان کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ کسی نے ان کو دعوت توحید دی اور نہ کسی نے انہیں گناہوں سے روکا۔ اس وقت پھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول انبیاء کی صداقت کی گواہی دے گا کہ لا الہ الا العالمین! تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچائے اور تیری طرف بلائے میں انہوں نے کسی کو تابہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا ہرے سے انکار کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے۔ ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ انہیں مہملایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں کو شتمہ دار پر بھیج دیا۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے اعمال پر گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔ چنانچہ ملائکہ ثناء اللہ پانی تہی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شاهدنا علی امتك" یعنی حضور اپنی اُمت پر گواہی دینگے اپنی اس تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے: اخرج ابن المبارک عن سعید بن المسیب قال لیس من يوم الا و یغیر من علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امتہ غدوة و عشية فیرفعہم بیما هم و لذلک یشہد علیہم (مظہری) یعنی حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح شام حضور کی اُمت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں اسی لیے حضور ان پر گواہی دیں گے۔

ملائکہ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فقوله تعالیٰ: شاهدنا علی اللہ بالوحدانية و انه لا اله غيره و علی الناس باعمالهم يوم القيامة.

یعنی حضور اللہ تعالیٰ کی ترجیح کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔
مذمرہ اسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شاهد اھل من نبشت الیہم تراقب احوالہم و
تشاہد اعمالہم و..... وتزود بہا یوم القیامۃ اداء مقبولاً فی مالہم وما علیہم (روح المعانی) یعنی
حضور گواہی دیں گے اپنی اُمت پر کیونکہ حضور ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت
ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

آجے چل کر ملازم موصوف کہتے ہیں کہ موصیاء کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان سے تعالیٰ قد اطمعہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علی احوال العباد فنظر الیہا لذلک اطمع علیہ شاہدا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو بندوں
کے اعمال پر نگاہ فرما دیا ہے اور حضور نے انہیں دیکھا ہے اس لیے حضور کو شاہد کہا گیا۔

اس قول کی تائید میں ملازم اسی نے مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کا یہ شعر نقل کیا ہے:
در نظر بدشش مقامات العباد زہں سبب نامش خدا شاہد نہاد

کہ بندوں کے مقامات حضور کی نگاہ میں تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم پاک شاہد رکھا ہے۔
یہ لکھنے کے بعد ملازم موصوف فرماتے ہیں فتا مل ولا تغفل کہ اس بیان کردہ حقیقت میں غور و فکر کرو اور غفلت سے کام نہ لؤ
مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لکھتے ہیں: اور محشر میں بھی اُمت کی
نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ الغرض وہ تمام اہل مد اقیس جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے عالم غیب
کی وہ حقیقتیں جو عقل و خرد کی رسائی سے ماوراء ہیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔

نہ آنحضرت کا دوسرا لقب مبشر ہے۔ یعنی خوشخبری دینے والے۔ جو اس دین پر ایمان لانے والا اس کے ارشادات پر عمل
کرے گا وہ دو دن جہنم میں کامیاب و کامران ہوگا۔

ملازم اسماعیل حق فرماتے ہیں: مبشراً لاهل الایمان والطاعة بالجنة ولا لاهل المحبة بالرزقۃ کہ اہل ایمان اور
اہل طاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہل محبت کو دینار محبوب کی۔

تیسرا لقب تذیر ہے۔ تذیر کا معنی ہے کسی شخص کو نافرمانی کے نتائج سے برداشت آگاہ کر دینا یہ بھی حضور کی شان ہے۔
وداعی اللف۔ اللہ باذنہ: یہ حضور کا چوتھا لقب ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں
اور یہ کام کیونکہ بہت ہی کشن اور دشوار ہے۔ کوئی آدمی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کے لیے باسانی تیار نہیں ہوتا۔ خصوصاً مکتہ کے
مشرک جو کورانہ تقلید اور آباء پرستی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے جنہوں نے غور و فکر کے سارے دیے نکل کر دینے تھے ان کو غور و فکر
کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لے آنا از حد دشوار تھا۔ یہی حالت یسوع اور دوسرے اہل کتاب کی تھی اس لیے ساتھ ہی
”باذنہ“ کا کلمہ پڑھا دیا۔ یعنی اے محبوب! ہم نے اس دشوار کام کو آپ کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ باذنہ ای بتسہیلہ وتیسیرہ
تعالیٰ (روح المعانی) اور اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان گناہوں وغیرہ

اللہ یا ذنہ ویراجا ہنیرا ۱۵ ویکٹر المؤمنین بان لہم من

وال اللہ کی طرف، کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینا لائے اور آپ مژدہ سادیں مومنوں کو کہ ان کے لیے اللہ کی

اللہ فضل کبیرا ۱۶ ولا تطع الکفرین والمنفیین ودع

جناب سے بڑا ہی فضل ہے اے اللہ نہ کنا مانز کافروں اور منافقوں کا اور پروا نہ کرو ان کی

اور دلفریبیوں سے متنازع فرمایا تھا کہ دل خود بخود اس طلعتِ زیبا کی طرف کچے چلے جاتے تھے۔ وہ رنگ جن میں حق پذیری کا ادنیٰ سا بھی
ملکہ موجود تھا وہ اس شمعِ جمال پر پروانہ وار نشان ہوتے تھے اور دنیا نے دیکھا کہ عرب کے اجداد سخت مزاج رنگ کس طرح اپنے بچوں
اپنے آباد گھروں، قیمتی مال و متاع اور وطن عزیز کو چھوڑ کر درمصلطف علیہ المہیب العتبت والثناء کی طرٹ کشاں کشاں جا رہے ہیں۔ ابھی چند
سفر پہلے خالد بن ولید نے میدانِ احد میں مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا لیکن وہی فاتح خالد مکہ کو الوداع کہہ رہا ہے اور
اپنے گلے میں ندی کا تلاءہ ڈال کر سرکارِ مدینہ کی محاسنی کے لیے کرہ و دمن، دشت و صحرا کو چھوڑ کر تاجدارِ جاہلہ جا رہا ہے۔ یہی
داعیاء الی اللہ یا ذنہ کی شان کا ایک ظہور ہے۔

اے فرمایا، اے محبوب! میں نے تجھے سراجِ مزین بنا کر بھیجا ہے۔ ان دو لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جن انعامات
لطائف کی بارش فرمائی ہے اس کی بیکرا نیوں کا کرن اندازہ لگا سکتا ہے۔ آفتاب اور آفتاب بھی عالمِ تاب، روشن اور اتنا روشن کہ
دوسروں کو بھی نورِ ضیا، کاشف و مصدر بنا دینے والا۔ اہل دل نے یہاں بہت کچھ لکھا ہے میں فقط حضرت مارت ہاڈ موناٹا، اللہ
پال تپی کا ایک جملہ کہنے پرکتفا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں: انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکان بسانہ داعیاء الی اللہ تعالیٰ
و یقلبه و قالہ مکان مثل السراج یتوزن المؤمنون بالوانہ و یتوزنون بالانوارہ یعنی حضور زبان فیضِ ترجمان سے تو دوائی
تھے اور اپنے قلبِ مبارک اور قالبِ منور کی وجہ سے سراجِ مزین تھے۔ اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہیں اور اس کے
انوار سے درخشاں و تاباں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نورِ مجتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار سے درخشاں راہِ حق پر چلنے کی
توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۵ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے جو لطف و کرم اپنے حبیبِ کریم اور محبوب و نواز صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرمایا اس کا ذکر ہوا۔ اب
اس ابرِ رحمت کا بیان ہو رہا ہے جو امتِ مسلمہ پر سایا جانے والا ہے۔ ارشاد ہے اے میرے نبی! اپنے غلاموں کو بھی یہ بشارت
دے دو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ان پر بھی ہوگا اور وہ فضل و کرم قلیل اور محدود نہیں ہوگا بلکہ فضلا کبیرا ہوگا۔ آپ خود ہی نورِ فریانی
کو وہ رب العزت جس کے سامنے ساری دنیا متاعِ قلیل ہے یعنی حقیرا سا سامان، تو جس فضل کو وہ کبیر فرما رہا ہے اس کی دستوں کا اندازہ
کون کر سکتا ہے۔ یہ سب صدقہ ہے محبوبِ کریم بذوقِ رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جن کی غلامی کے باعث ہمیں یہ شرف حاصل ہے
کاش! ہم اس غلامی کی قدر کو پہچانتے اور اس جمالِ جہاں افزہ پر اپنی جان، اپنا دل اور ہوش و غور قربان کرتے جو مہاجرِ کرام کا طریقہ

أَذِیْهِمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِیْلًا ﴿۸۳﴾ یَا أَيُّهَا الذِّیْنَ

اذیت رسائی کی اور بھروسہ رکھو اللہ سے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ آپ کا کارساز اسے ایمان والو!

أَمْنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ

جب تم نکاح کرو مومن عورتوں سے پھر تم انہیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم انہیں

تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عَدْلَةٍ تَعْتَدُونَ ﴿۸۴﴾ فَمَتَّعُوهُنَّ

ہاتھ لگاؤ پس تمہارے لیے ان پر عدت گزارنا ضروری نہیں جسے تم شمار کرو لہذا انہیں کچھ مال

وَسَرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۸۵﴾ یَا أَيُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَهْلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ

لے دو اور انہیں رخصت کر دو خوبصورتی سے لکھ لے نبی (مکرم)! ہم نے طلال کر دی ہیں آپ کے لیے آپ کی زوجہ

الَّتِیْ أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِیْنُكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ

جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور آپ کی کیزوں جو اللہ نے بطور نصیبت آپ کو عطا کی ہیں

مِمَّا تَبَّحَتْ بِهِنَّ أَسْوَاقُ الْبَیِّنَاتِ وَتَحْتُ وَرُءُوسُ الشُّجَرِ الَّتِیْ یُفْتَنُ

میں سے جو انہیں بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں

بِهَا النَّاسُ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ

انہیں بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں

وَالنَّبِیُّ یُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ

اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں

وَالنَّبِیُّ یُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ

اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں

وَالنَّبِیُّ یُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ

اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں

وَالنَّبِیُّ یُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ

اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں

وَالنَّبِیُّ یُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ

اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں اور جو بکھیرنے والی ہیں

وَالنَّبِیُّ یُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفْتَنُ بِهِ النَّبِیُّ

وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ خَلَّتِكَ

اور آپ کے بچا کی بیٹیاں اور آپ کی بھوپیسوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالوں کی

الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ

بیٹیاں جنہوں نے ہجرت کی آپ کے ساتھ اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کر دے۔

إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ اجازت صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا نَكَحَتْ إِيمَانُهُمْ

ہمیں خوب علم ہے جو ہم نے مقرر کیا ہے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں

فرمان۔ دشمنان اسلام نے اس بات کو بھی ہدف تنقید بنایا خصوصاً عیسائی پادریوں نے لیکن اگر انکرا نصاحت دیکھا جائے تو یہ اجازت امر حکمت نظر آتی ہے تاریخ شاہد ہے کہ سب سے پہلے جس خاتون کو حضور نے شرف زوجیت بخشا ان کا اسم گرامی حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ اس وقت حضور کا حضور انبیا شباب تھا۔ عمر مبارک پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ دوبار بیوہ ہونے کے بعد اپنے چالیسویں سال میں عقیق لیکن ان کے ساتھ زوجیت کے تعلقات اتنے خوشوار تھے کہ ان کے وصال تک حضور نے کسی دوسری کا کبھی خیال بھی نہیں فرمایا اور ان کے وصال کے بعد بھی اکثر ان کا ذکر خیر فرمایا کرتے یہاں تک کہ حضرت عائشہ بھی رشک کرنے لگیں۔ حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد ایک سن رسیدہ خاتون حضرت سودہ بنت زحہ سے نکاح فرمایا۔ حضرت عائشہ سے عقد اگرچہ ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا۔ لیکن رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت فاروق اعظم کی صاحبزادی تھیں جن کی شادی خنیس بن حذافہ سے ہوئی تھی وہ اُحد میں شدید زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ حضرت عمر اپنی اس صاحبزادی کے مستقبل کے متعلق بڑے پریشان تھے۔ حضور کا انہیں شرف زوجیت بخشا نہ صرف ان کی دلجوئی کا باعث ہوا بلکہ اس سے حضرت فاروق اعظم کی بہت بڑی پریشانی دور ہوئی۔ حضور کی عقیق شادیاں ہوئیں ان سے دین کی تبلیغ اور اس کی اشاعت میں بڑا فائدہ ہوا۔ ان سے متفرد یا تو اپنے غلاموں کی دلجوئی تھی اور یا دشمن قبائل کے ساتھ محبت اور مروت کے تعلقات قائم کرنے تھے۔ ان شادیوں میں سے کسی شادی کو وحشت کوئی کی علامت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۱۷۷ اس کا تعلق یا تو ان و ہبت کے ساتھ عینی کوئی مومن عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے پیش خدمت کرے اور حضور اسے قبول فرمائیں تو اس کا مہر ادا کرنا ضروری نہیں یہ حکم صرف حضور کے ساتھ مخصوص ہے۔ عام مسلمانوں کے لیے بغیر مہر کے نکاح مجاز

لَا يَكُنْ لَكَ حَرْجٌ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ تَرْجِي

تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ (آج امتیاز ہے) اور

مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُؤَيِّ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ۚ وَمَنْ ابْتَغَيْتْ

کردیں جس کو چاہیں اپنی ازدواج سے اور اپنے پاس رکھیں جس کو آپ چاہیں۔ اور اگر آپ (دوبارہ) طلب کریں جو

مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ ۚ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَ أَعْيُنُهُنَّ

آپ نے میلندہ کر دیا محتاسب بھی آپ پر کوئی معافہ نہیں اس (رخصت) سے بڑی ترجیح ہے کہ ان آنکھیں بند نہ ہوں

وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

اور وہ آندہ خاطر نہ ہوں گی اور سب کی سب خوش رہیں گی جو کچھ آپ انہیں عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ

مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۝ لَا يَحِلُّ لَكَ

جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بڑا ہے۔ حلال نہیں آپ کے لیے

النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ ۚ وَلَا أَنْ تَبَدِّلَ رِبْعًا ۚ وَأَزْوَاجٌ

دوسری عورتیں اس کے بعد اور نہ اس کی اجازت ہے کہ آپ تبدیل کر لیں ان ازدواج سے دوسری بیویاں

نہیں لیکن اس رخصت کے باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک کا امر ادا کیا اور یا اس لفظ کا تعلق چارے نیوہ شادیوں کر لے کر رخصت ہے یعنی یہ اجازت صرف حضور کو ہے اور کسی کو نہیں۔

بے اللہ تعالیٰ نے مسالزل کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تمام بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک کریں لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس حکم سے بھی مستثنیٰ قرار دیا کہ آپ پر کوئی پابندی نہیں لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہر بیوی کے ساتھ مساویانہ اور عادلانہ سلوک فرماتے۔ اس رخصت کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضور کی طبیعت مبارک اتنی عادل اور انصاف پسند تھی کہ حکم نہ ہونے کی صورت میں بھی بے انصافی ممکن نہ تھی۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ ازدواج طہارت میں باہمی نزاع پیدا نہ ہو۔ تھوڑی تھوڑی بات کو بڑا کر گھر کے سکون کو متاثر نہ کریں۔ اب جب حضور پر پابندی نہ رہی تو جس کو بھی حضور شرف بخشیں اور جتنا وقت شرف بخشیں اسی کو وہ غنیمت سمجھے گی اور کسی قسم کا معالہ کر کے یا شکوہ کر کے خاطر خاطر کر مشغول نہ کرے گی۔ اسی چیز کی طرف اللہ تعالیٰ نے آیت کے ان کلمات میں

أَعَجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ

اگر آپ کو پسند آئے ان کا حسن۔ بجز کینزوں کے شے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ۚ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ

پر نگران ہے۔ اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو نبی کریم کے گھروں میں شے بجز اس

النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِنِ إِنَّهُ وَلَكِن

(مہمان) کے کمرہ کو کھانے کے لیے آنے کی اجازت دی جائے (اور) نہ کھانا کھانے کا نظیر کیا کرو

إِذَا دُعِيتُمْ فَأَدْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ

لیکن جب تمہیں بلایا جائے، تو اندر چلے آؤ پس جب کھانا کھا چکو، تو فوراً منتشر ہو جاؤ اور نہ وہاں جا کر دل بہلاؤ

بِحَدِيثٍ إِنْ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ وَاللَّهُ

کیلئے باتیں شروع کر دیا کرو۔ تمہاری ہر حرکتیں (کلمے) نبی کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہیں پس وہ تم سے حیا کرتے ہیں (اور حیا بہت ہی بڑا

تصريح فرمادی: ذلک ادنیٰ ان تقرأ عینہن۔

شے جب اللہ تعالیٰ نے انہماک المؤمنین کو اجازت دیدی کہ چاہے تو وہ اس فقر وفاقہ کے ساتھ اس کے رسول کی خدمت

میں رہیں، چاہیں تو تنگ ہو جائیں۔ ان سب نے دنیا اور آسائش دنیا کو ٹھکر کر کاشائے نہت میں عسرت اور تنگی کی زندگی کو خوشی سے قبول کیا۔

اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ ایثار بہت پسند آیا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ اب کسی اللہ کو شرف نہ دہیت نہ بختا ہلائے۔

چنانچہ اس کے بعد حضور نے کسی دوسری آزاد عورت کے ساتھ نکاح نہیں فرمایا، البتہ کینزوں کے متعلق رخصت بہ دستور باقی رکھی گئی۔

۸۹ بیان مسلمانوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجروروں میں داخل ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ہدایات دی جا رہی ہیں فرمایا

جب تک حضور اجازت نہ دیں تمہارا داخل ہونا قطعاً ممنوع ہے اور جب اجازت ملے تو داخل ہو سکتے ہو اور وہ بھی اتنے وقت کے لیے

کہ کھانا کھاؤ اور اس کے بعد فوراً اٹھ کر چلے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگو اور حضور کو اس طرح تمہارے دیر تک بیٹھنے سے

تکلیف پہنچے۔ حضور تراپنے شرم کی وجہ سے تمہیں اٹھ کر چلے جانے کا حکم نہیں فرمائیں گے اور خاموش رہیں گے لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی

باتوں پر خبردار کرنے سے حیا نہیں کرتا جن کا جاننا تمہارے لیے ضروری ہے۔ آیت میں غیبی ناظرین اللہ کا فقرہ ترجمہ طلب ہے۔ ان کی

تحتی کرتے ہوئے صاحب قلم کیسے ہیں، انی الشی یا انی انا وانا وانا فہو انی کعبی حان وادول یعنی بلوغ غایتہ او

لَا يَسْتَحْيٰ مِنْ الْحَقِّ ۚ وَاِذَا سَأَلَ تُبَوِّهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُوهُنَّ مِنْ

اللہ تعالیٰ کسی کا شرم نہیں کرتا حق بیان کرنے میں۔ اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز تو مانگو

وَرَاۤءَ حِجَابٍ ۚ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ

پس پردہ ہو کر نہ۔ یہ طریقہ پاکیزہ تر ہے تمہارے دلوں کے لیے نیز ان کے دلوں کے لیے ہے اور تمہیں یہ

اَنْ تُوْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهُنَّ مِنْۢ بَعْدِ اَبْدَانِ

زیب نہیں دیتا کہ اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو نہ اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کسی نہ

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۚ اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تَخْفُوْهُ

بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔ چاہے تم کسی بات کو ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۚ لَا جُنَاحَ عَلَيْنَ فِیْ اَبْرَءٍ

یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے۔ کوئی عوج نہیں ان پر اگر ان کے ہاں آئیں ان کے باپ

نصفہ یعنی کھانے کے پک کر تیار ہو جانے کو ان کہتے ہیں بعض لوگوں کا دستور تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی مجرمہ شریفہ سے لمحوں امت دیکھتے تو باہر آکر اس انتظار میں بیٹھ جاتے کہ ابھی کھانا تیار ہو گا اور ہمیں بھی کھانے کی دعوت دی جائیگی۔ جن بڑے مہمان بننے کی ہمانت کیا جاتی تھی یہاں دوسرا ادب سکھایا جا رہا ہے کہ تمہیں حضور کے اہل خانہ سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر مانگو اندر گھس آنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ ۱۱۰ یہ طریقہ کار تمہارے لیے اور اقامت المؤمنین کے لیے قلب کی پاکیزگی کا باعث ہے۔

یہاں اس سوال کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ جو کسی اہل خانہ اپنے شاگردوں سے پردہ کرنا ضروری نہیں سمجھتیں اس آیت تبصرہ فرمادی کہ جب مسلمانوں کو ازدواج طہرات کے ہاں گھس آنے کی اجازت نہیں تو اور کون ہے جو اس رخصت کا مستحق ہو شیطان کسی وقت بھی دل میں فاسد خیال پیدا کر سکتا ہے۔ پردے کا حکم جو تمہیں دیا گیا ہے اس میں ہرگز تساہل نہ کرو بلکہ سختی سے اس پر عمل کرو۔

۱۱۱ ارشاد فرمایا کہ تمہیں کسی ایسے کام کے کرنے کی اجازت نہیں جس سے میرے رسول کو تکلیف پہنچے تمہارا فرض ہے کہ میرے کام سے اجتناب کرو جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گرانی طبع کا سبب بن سکتا ہو۔

۱۱۲ یہاں ایک اور حکم بیان فرمایا کہ حضور کے وصال کے بعد حضور کی ازدواج مطہرات سے کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ وہ تمہاری مائیں ہیں اور تم پہ قطعاً حرام ہیں۔ تم اس چیز کو معمول بات مت خیال کرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی بڑا جرم ہے کہ جو گناہ

وَلَا ابْنَاءُ يَهُودٍ وَلَا اخْوَانُهُمْ وَلَا ابْنَاءُ نَحَارٍ وَلَا ابْنَاءُ

ان کے بیٹے ان کے بھائی ان کے بھتیجے اور ان کے

اخواتهم وَلَا نِسَاءُ يَهُودٍ وَلَا مَمْلُوكَاتُ اِيْمَانُهُمْ وَاتَّقِيَنَّ اللّٰهُ

مہاجرت اسی طرح مسلمان عورتوں اور لونڈیوں کی آمد و رفت پر بھی کوئی پابندی نہیں۔ دسے عورتوں، ذکر کردہ اللہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۹۴ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهٗ

اک نامزدانی سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ ۹۴۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا

سود۔ بھتیجے ہیں اس نبی مکرّم پر ۹۵۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور اچھے دُوب و محبت، سلام عرض کیا

۹۴۔ اس آیت میں ان مردوں کا ذکر کیا گیا جو محرم ہیں اور جن سے پردہ کی ضرورت نہیں۔
۹۵۔ اسلام کو نشانے کے لیے کفر کے سارے حربے ناکام ہو چکے تھے۔ کلمہ کے بے بس مسلمانوں پر انہوں نے مظالم کے پہاڑ توڑ دیے۔ لیکن ان کے مذہب ایمان کو کم نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے وطن، گھر، بار، اہل و عیال کو خوشی سے چھوڑنا گوارا کیا، لیکن دامن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و اللہ کے مضبوط سے پھٹے رہے۔ کلمہ نے بڑے کروڑوں دشمنوں کو طغیانی کے ساتھ مدینہ طیبہ پر بار بار یورش کی لیکن انہیں بار بار نفعی مہربان ایمان سے شکست کھا کر واپس آنا پڑا۔ اب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس و اطہر پر طرح طرح کے بیجا الزامات تراشتے شروع کر دیے تاکہ لوگ رشد و ہدایت کی اس نورانی شمع سے نفرت کرنے لگیں اور یوں اسلام کی ترقی رک جائے۔ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان کی اُمیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ بتایا کہ یہ میرا حبیب اور میرا پیارا رسول وہ ہے جس کی وصف و ثناء میں اپنی زبان قدرت سے کتابوں اور میرے سارے اُن گنت فرشتے اپنی فداانی اور پاکیزہ زبانوں سے اس کی جناب میں ہدیہ حقیت پیش کرتے ہیں۔ تم چند لوگ اگر اس کی شانِ عالی میں ہرزہ مرائی کرتے ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جس طرح تمہارے پہلے منظر بے خاک میں مل گئے اور تمہاری کوششیں ناکام ہو گئیں اسی طرح اس ناپاک مہم میں بھی تم ناکام و خاسر ہو گے۔
اس آیت کی مراد جلالتِ شان کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کے لیے پہلے اس کے کلمات طینبات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آیت کریمہ میں فعل صلوٰۃ (د) کے تین فاعل ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ (۲) فرشتے (۳) اہل اسلام۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی عزت ہو تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی عہدِ مغل میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہے۔ فہی منہ عز وجل شادہ علیہ عند اغلا حکة و تعظیہ۔ رواہ البخاری من الہ الدالیہ۔

ملازمہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وتعلیمہ تعالیٰ ایاہ فی الدنیا باعلاء ذکریہ واطہار دینہ و
ابقاء العمل بشریۃہ و فی الآخرة بتشیعہ فی اہلہ واجزال اجرہ و مثوبہ و ابداء فضلہ للاقابین و الآخرین بالمقام المحمود
و تقدیمہ علی حاکمۃ المقربین بالشہود و ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے درو و بھیجے گا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے ذکر و زند
گیاں کے اس کے دین کو غلبہ دے گا اور اس کی شریعت پر عمل پر قرار رکھے گا اس دنیا میں حضور کی حرمت و شان بڑھاتا ہے اور روز محشر
کے لیے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقام محمود پر نازل کرنے کے بعد اولین اور آخرین کے لیے
حضور کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر حضور کی سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا ہے۔

اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہر تہ صلوٰۃ کا معنی دیا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے درجات
کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لیے دست دعا ہیں۔ اس جملہ میں ان اللہ و ملائکہ الخ میں اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کو معلوم
ہوگا کہ یہ جملہ ہمیشہ لیکن اس کی غیر جملہ فعلیہ ہے۔ تو یہاں دونوں جملے جمع کر دیئے گئے ہیں اس میں راز یہ ہے کہ جملہ ہمیشہ تکرار و دوام
پر دلالت کرتا ہے اور فعلیہ تہجد و صلوٰۃ کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر دم ہر غری اپنے نبی کرم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے
اور آپ کی شان بیان فرماتا ہے اسی طرح اس کے فرشتے بھی اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ عراق نے جب
غوب لکھا ہے: سے شائے زلف در خسار تو لے ماہ ملائکہ در صبح و شام کردند

جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندے پر ہمیشہ اپنی برکتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے اس کی شائستگی میں زمر میں
رہتے ہیں اور اس کی رفعت شان کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں تو اسے اہل ایمان تم بھی میرے محبوب کی رفعت شان کے لیے
دعا مانگا کرو۔ علامہ ابن منظور صلوٰۃ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب مومن بارگاہ الہی میں عرض کرتا ہے: اللہم صل
علی سیدنا محمد وعلیٰ عظمہ فی الدنیا باعلاء ذکریہ واطہار دینہ وابقاء شریعتہ و فی الآخرة بتشیعہ فی المقربین
اجرہ و مثوبہ یعنی اے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذکر کو بلند فرما۔ اس کے دین کو غلبہ دے اور اس کی شریعت کو باقی رکھ کر اس دنیا
میں ان کی شان بلند فرما اور روز محشر ان کی شفاعت قبول فرما۔ اجر اور ثواب کو کئی گنا کر دے۔

اگرچہ صلوٰۃ بھیجے گا ہمیں نیکم دیا بارگاہ ہے لیکن ہم نہ شان رسالت کو کاٹنا جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اس لیے
اعتراف مجر کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں اللہم صل الخ یعنی مولا کریم تو ہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر و منزلت کو صحیح طور
پر جانتا ہے اس لیے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کی شان کے شایاں ہے۔ وقیل المصلیٰ لما امرنا
اللہ تعالیٰ مکہانہ بالصلوٰۃ علیہ ولم یبلغ قدر الواجب من ذلک احدا علی اللہ وقلنا اللہم صل انت علی محمد وعلیٰ
اھلہ با یلیق بہ (سان العرب)

اس آیت میں ہمیں بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور احادیث کثیرہ صحیحہ میں بھی درود شریف کی
شان بیان فرمائی گئی ہے۔ چند احادیث تبرکاً ذکر کرتا ہوں تاکہ آپ کے دل میں بھی اپنے رسول مکرم، ہادی اعظم، مرشد اکمل صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجے کا شوق پیدا ہو۔

① عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لحاجة فلم یجد احداً یقتبعہ ففرغ عمر واتاہ بمطهرة من خلفہ فوجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساجداً فی مشربة فنحی عنہ من خلفہ حتی رفع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأسہ فقال احسنت یا عمر حین وجدتنی ساجداً تخشیت عن ان جبرئیل لانی فقال من صلی علیک من امتک واحدة صلی اللہ تعالیٰ علیہ عشر صلوات ورفعه عشر درجات .

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قناتے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ حضرت عمر نے پانی سے جہرا ہوا لیا اور پیچھے مل دینے۔ جب آپ باہر آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک وادی میں سرسبز دریا پایا اور پیچھے سے ایک طرف ہٹ کر پیچھے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ حضور نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اسے عمر! کس نے بہت اچھا کیا کہ جب مجھے سرسبز دریا تو ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے آکر یہ بتایا کہ جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور اس کے دس درجے بلند کر دے گا۔

② عن عبد اللہ بن ابی طلحة عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاء ذات یوم والسرور یرئی فی وجہہ وقالوا یا رسول اللہ! اتألمزی السرور فی وجہک وقال انه اتانی الملك فقال یا محمد اما یرمیک ان ربک عز وجل یقول انہ لا یصل علیک احد من امتک الا صلیت علیہ حشرأ ولا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ حشرأ قلت بن۔ (ترجمہ) ایک دن حضور سرور کا ثبات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ رخ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج تو چہرہ مبارک خوشی سے کاباں ہے۔ فرمایا میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور اس نے آکر کہا کہ اے سراپا حسن و خوبی! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ آپ جو امتی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور آپ جو امتی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار سلام پڑھے گا۔ میں نے جواب دیا ہے کہ میں اپنے مولاکریم کی اس نوازش پر از حد خوش ہوں۔

③ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ذکرک عندہ فلیصل علی من صلی علیہ مرة واحدة صلی اللہ تعالیٰ علیہ عشرأ۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے اور جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا۔

④ عن عبد اللہ بن علی بن الحسین عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال البخیل من ذکرک عندہ ثم لم یصل علی۔ حضرت عبد اللہ حضرت زین العابدین کے فرزند نے اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی سیدنا امام حسین سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

⑤ عن طفیل بن ابی بن کعب عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا ذهب ثلثتہ اھیل قام وقیل یا ایھا الناس اذکروا اللہ۔ اذکروا اللہ۔ جاءت الراحلة۔ تتبعھا الراحلة۔ جاء الموت بما فیہ۔ جاء الموت بما فیہ۔ قال بن کعب

دہراؤ جودہ کہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اذا سمعت
المؤذن فتقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلی اللہ علیہ بہا عشرۃ۔ الخ

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلنے وقت حضرت عبداللہ بن حسن اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا اپنی
دادی صاحبہ حضرت فاطمہ بنت جنت سے روایت کرتے ہیں: قالت قال رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل المسجد صلی علی محمد وسلم ثم قال اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک
واذا خرج صلی علی محمد وسلم ثم قال اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك۔

دُعا کرتے وقت: حضرت فاروق اعظم سے مروی ہے کہ دُعا میں جب تک درود پاک نہ پڑھا جائے وہ قبول نہیں ہوتی اور
زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔

نماز کے بعد دُعا سے پہلے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں ناز پڑھ رہا تھا۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صبیح
اور حضرت فاروق اعظم تشریف فرما تھے جب میں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ تعالیٰ
کی ثنا کی پھر میں نے درود پاک پڑھا پھر اپنے لیے دُعا مانگنے لگا، تو حضور نے فرمایا: اب مانگ! تجھے دیا جائے گا۔

عن عبد اللہ قال كنت اصل والنبي صلي الله تعالى عليه وسلم والبربر وعمره مائة فلما جلست بدأت بالشدة على
الله تعالى ثم بالسنّة على النبي صلي الله تعالى عليه وسلم ثم دعوت نفسي فقال النبي صلي الله تعالى عليه وسلم سلم تسلم
ام ترمذي اپنی سنن میں نقل کرتے ہیں:

بينما رسول الله صلي الله عليه وسلم قاعد اذ دخل رجل فسلم فقال اللهم اغفر لي وارحمني فقال رسول الله
صلي الله عليه وسلم عجلت ايها المصل اذا صليت فتعدت فاحمد الله بما عوا هله وصل على ثمر ادعه قال ثم صل
رجل آخر بعد ذلك فحمد الله وصلى على النبي صلي الله عليه وسلم فقل له النبي صلي الله عليه وسلم ايها المصل
ادع تجيب (ترمذی سے) البرد او د

ترجمہ: ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آیا اس نے ناز پڑھی اور دُعا مانگی یا اللہ مجھے بخش دے
مجھ پر رحم فرما حضور نے ارشاد فرمایا: اے نازی تو نے بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے جب ناز پڑھ چکو تو بیٹھو اللہ کی حمد و شکر ادا
مجھ پر درود پڑھو پھر دُعا مانگو۔ پھر دوسرا آدمی آیا اس نے ناز پڑھی اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر حضور پر درود پڑھا۔ حضور نے فرمایا اے
نازی اب دُعا مانگ قبول ہوگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہم اہل سنت ناسک کے بعد جو ذکر اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہ سنت ہے اور
قبولیت دُعا کا باعث ہے۔ نیز اس سے باور بخند ذکر اور درود شریف پڑھنا ثابت ہوا۔ ۱۲

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک لیا جائے تو درود شریف پڑھے۔ جب نام گرامی کہتے تو ساتھ درود
پاک لکھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ خلف نے بیان کیا کہ ان کا ایک دوست حدیث کا طالب علم تھا وہ فوت ہو گیا میں
نے اسے خواب میں دیکھا کہ سبز پوشاک پہنے خوش و غرم گھوم رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تم تو وہی میرے ہم مکتب نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں

تَسْلِيْمًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي

کرو جیکے جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِيْنَ

جہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب لٹ اور جو لوگ دل

يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا

دکھاتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی ذمہ داری سمجھ کر کیا ہو تو انہیں سخت آزمائش

بُھْتَانًا ۚ وَاِنَّمَا مُّحِبِّنًا ۚ يَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلٌّ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ

اپنے سر پر بہتان باندھنے اور کھلے گناہ کا بوجھ لٹ اسے نبی مکتوم آپ فرمائیے اپنی ازواج مطہرات کو اپنی صاحبزادیوں کو

میں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال بنا رکھا ہے اس نے کہا میری یہ عادت تھی کہ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لکھا وہاں درود شریف بھی لکھتا۔ فلکافانی ربنی هذا الذی تری عنی۔ یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے میرے رب مجھے اس میں ہر دینے حضرت عبداللہ بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت امام شافعی کو دیکھا پوچھا فرمائیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا آپ نے فرمایا: رحمۃ وغفرلی رزقنی الی الجنت حکمائتہ العروس ونثر عنی حکمائتہ العروس میرے رب نے مجھ پر رحم فرمایا۔ مجھے بخش دیا۔ مجھے دوسن کی طرح آرامتہ کے جنت میں بھیجا گیا اور مجھ پر جنت کے پھول پھلادیے گئے جس طرح دوسن پر دینے دینا رکھا اور کیے جاتے ہیں۔ میں نے اس عورت فزائی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اپنی کتاب الرسالہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے جو درود لکھا ہے اس کا یہ اجر ہے۔ عبداللہ بن حکم کہتے ہیں میں نے امام سے پوچھا۔ وہ خاص درود شریف کیا ہے؟ آپ نے بتایا کہ میں نے وہاں یہ درود شریف لکھا ہے: وصلی اللہ علی محمد عدد ما ذکرہ الذاکرون وعدد ما عفل من ذکرہ۔ ہذا فہو۔ میں بیدار ہوا اور کتاب الرسالہ کو کھولا تو وہاں بعید اسی طرح درود شریف لکھا ہوا تھا۔

۹۲۔ سابقہ آیت میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جو عظیم رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہا ہے اس کا ذکر فرمایا۔ اس آیت میں ان لوگوں کی پرکھتی اور بد نصیبی کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکتوم کو اپنی بد اعمالیوں یا نازیبا اقوال سے اذیت پہنچاتے ہیں۔

۹۳۔ ساتھ ہی ان لوگوں کو سزا سنائی کہ وہ جو اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی قصور کے ستایا کرتے ہیں کبھی ان پر بخوبی قسمیں کھاتے ہیں کبھی راہ چلتے ان کی سبے عزت کر دیتے ہیں کبھی انہیں زندہ کو بکھڑے کرتے ہیں۔ وہ سن لیں کہ وہ بہتان تراشی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اوپر

وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ

اور عجلہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اوپر اپنی پادریوں کے پٹے اس طرح

لا دے ہیں جب نام مسلمانوں کی دلآزادی کا یہ حکم ہے تو جو بد نصیب ازواج مطہرات اہل پاک اور صحابہ کرام علیہم السلام کی جناب میں گستاخیاں کرتا ہے اور ان کے دلوں کو دکھاتا ہے اس کا انجام کیا ہوگا یہاں ایک حدیث پاک سماعت فرمائیے:

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله في احوال الله في احوال لا تتخذوهم غرضا من بعدى فمن احبهم فحبس احبهم ومن ابغضهم فبغض ابغضهم ومن اذام فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله ومن اذى الله فيوشك ان ياخذوه۔

ترجمہ: اللہ کے رسول نے فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنالینا۔ پس جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جو ایسا کرتا ہے اسے پکڑ لیا جاتا ہے۔ (مظہری)

۵۵۔ تمام باطنی تہذیبوں میں خواہ شرقی ہوں یا غربی، قدیم ہوں یا جدید عورت کو ایک گھلوٹا ہی سمجھا جاتا رہا اور سمجھا جاتا ہے ہوسٹال کا ہیں اس کا تعاقب کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کرتیں جب تک عورت اپنے حقوق سے بے خبر اور محروم تھی اس وقت تک کھانا اسے کھلے پیس و مرد کی زیر نیت بننے پر مجبور کیا جاتا رہا۔ اور جب اسے اپنے حقوق سے آگاہی ہوئی تو پڑانے شکاریوں نے اس کو بچانے کے لیے نیا بال بچھا دیا۔ انہوں نے اپنا سارا فلسفہ اور زور قلم اس کو یہ باور دلانے میں صرف کر دیا کہ اب تو آزاد ہے۔ تجھے یہ حق پہنچا ہے کہ تو ان ستمگر سات سنگھار کر کے گھر سے نکلے۔ اس کے بعد تیرا ہی چاہے تو بازاروں اور شاہراہوں پر بھر خرام رہے چاہے کسی قومہ خانے کی آرائش میں نافذ کرے چاہے کسی شبیہ کلب میں یا بزم عیش و طرب میں اپنے حسن کی نمائش کرے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ تیری اس آزادی میں رازا اٹھانے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح مردوں کا خالق ہے اسی طرح عورتیں بھی اس کی مخلوق ہیں وہ دونوں سے پیار کرتا ہے اور اسے دونوں کی غیر خواہی مطلوب ہے۔ وہ جس طرح مردوں کو آبدار زندانہ اور بادقار زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے اسی طرح وہ عورت کو بھی مذمت عصمت اور شرم و حیا کا پیکر بن کر رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

مدینہ طیبہ میں یہود و مشرکین کی کافی تعداد تھی جن کے اور باش زوہان شرم و حیا کی قدروں سے ناواقف اور فسق و فجور کے دلدل تھے۔ ان کی دوسری کمینہ حرکات کے علاوہ ایک رذیل عادت یہ بھی تھی کہ جب عورتیں اپنے گھروں سے کسی ضروری کام کے لیے نکلتیں تو وہ ان کا دوزخ تک تعاقب کرتے خصوصاً شام کے وقت تک میں سب مستورات قفائے حاجت کے لیے باہر جاتیں تو راستوں پر نشیبی جگہوں پر وہ ختموں کی اوٹ میں کھڑے ہو جاتے اور جب کوئی حریت اور حرکت تھی تو اس کو بچانے کی کوشش کرتے یہ ان کے ہاں عام دستور تھا اسکو زیادہ عجیب بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ان کے بڑے بڑے بھی ایسی حرکتیں کر جاتی تھیں کہ کوئی ان کو روک نہ سکتا تھا۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یثرب کی سرزمین کو اپنے قدم میںست لزوم سے مشرف کیا اور مسلمان خواتین کو بھی ضروری کاموں کے لیے گھر سے نکلا پڑتا تو وہ او بایش یسی رذیل حرکتیں کرتے۔ اگر انہیں ڈر کا جاتا تو وہ کہتے ہم یہاں نہیں سکے کہ یہ مسلم خاتون ہے ورنہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم ایسا کرتے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی اس تکلیف کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں کیا تو یہ آیت نازل ہوئی ہے۔
 نبی مکرم! آپ اپنی انواع مطہرات، اپنی دخترین پاک نسا اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر
 نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں پھر اس کا ایک پتہ اپنے پیروں پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو
 پتہ چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بد باطن کو تمہیں سستا نہ کی جرات نہ ہوگی۔

جلبابیب جمع ہے اس کا واحد جلباب ہے اور جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو سارے جسم کو ڈھانپ لے۔ انشاء اللہ
 الذی یستر جمیع البدن۔ علامہ رحمہ اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یُرْعٰیہَا عَلَیْہَا وَیُعْطِیْنِ بِہَا وَجْہَہُمْ وَ
 اَعْمَاقَہُمْ۔ یعنی اپنی چادروں کو اپنے اوپر ڈال کر اپنے چہروں اور کندھوں کو چادر سے چھپا کر۔ علامہ رحمہ اللہ کی تفسیر کے اس قول سے معلوم ہو
 گیا کہ لغوی طور پر بھی یہ نین طہین کا یہ مفہوم ہے کہ چادر کو اپنے اوپر اس طرح ڈالا جائے کہ سارا جسم ڈھک جائے۔ کندھے اور چہرہ بھی
 برہنہ نہ رہے۔ علامہ ابرو حیان لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں اندلس میں مسلمان خواتین اس طرح پردہ کرتی ہیں کہ سارا چہرہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔
 صرف ایک آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ وکذا عادة بلاد الاندلس لا ینظرون من المرأة الا عینہا الواحدة (بمجر)

پردہ کے احکام بالتفصیل آپ سورہ نور میں پڑھ چکے ہیں۔ یہاں بھی واضح طور پر اثبات الزین اور دختران رسالت کے خصوصاً
 تمام مسلمان عورتوں کو ہونا حکم دے دیا گیا کہ وہ باہر نکلیں تو بڑے وقار اور آبرو مندانہ طریقہ سے نکلیں۔ ایک بڑی چادر سے اپنے سارے جسم
 اور اکثر چہرہ کو ڈھانکا ہوا ہو۔ آج ہمارے معاشرے کا جو حال ہے اور فوجوں عورتوں نے جس طرح شرم و حیا کی چادر کو اتار کر مچھک دیا
 ہے۔ سنئے سرزیم غریباں لباس میں جن طرح وہ بن سرفکر بازاروں میں پھرتی اور عام محفلوں میں شرکت کرتی ہیں انہیں دیکھ کر کون یہ کچھ کہتا ہے
 کہ یہ دختران اسلام ہیں۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں بنو تمیم قبیلہ کی چند عورتیں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے باریک
 لباس پہنا ہوا تھا۔ انہیں دیکھ کر ام المومنین نے فرمایا: ان کنتن مومنات فلیس ہذا لباس المومنات وان کنتن غیر
 مومنات فمتعن وقرطیں، یعنی اگر تم مومن عورتیں ہو تو سن لو کہ یہ لباس مومن عورتیں کا نہیں ہوتا اور اگر تم مومن نہیں ہو تو پھر چوچا ہو کہو۔
 آخر میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی نہ بھولیے: نساء کاسیات عاریات مائلات مہملات و ذہن مثل
 اسنتہ الجنۃ لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن دیکھا یعنی کئی عورتیں جنہوں کا لباس پہنا ہوا ہے لیکن وہ ننگی ہوتی ہیں تاہم وہ اسے چھپتی ہیں اور
 جھکاتی ہیں اُنکے نرس طرح ہیں جس طرح بخت نسل کے اڈٹوں کی کو بان۔ یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ انہیں اس کی ہوا لگے گی۔

اب آپ دیکھیے کہ ہماری فیشن پرست لڑکیاں جو لباس پہنتی ہیں کیا وہ اس لباس کے باوجود ننگی نہیں ہوتیں۔ کس طرح
 مشک مشک کر چلتی ہیں اور مردوں پر جہانوں نے مصنوعی جوڑے، wia رکھے ہوتے ہیں کیا وہ اونٹ کی کو بان کی طرح نظر
 نہیں آتے۔ وہ اپنا انجام دیکھ لیں۔ حضور نے اپنے نزدیک سے چوہ سوسال پہلے ہی آج کی مغربی تہذیب کی دلدادہ عورت کی
 کس طرح تشابہی فرمادی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرم و حیا عطا فرمائے۔

اَدْنٰی اَنْ یُّعْرِفَنَّ فَلَا یُؤْذِیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

وہ آسانی پہچان لی جائے گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا ۹۶ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہر دم رحم کرنے والا ہے نہ

یہاں حضور کی صاحبزادیوں کا جب ذکر آیا تو قرآن نے بہت ایک صاحبزادی نہیں کہا بلکہ جمع کا لفظ بنات استعمال کیا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور کی ایک صاحبزادی نہ تھی بلکہ متعدد صاحبزادیاں تھیں اور شیعوں کی معتبر کتابوں میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت خدیجہ کے لہجے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں یہاں فقط دو حوالے پیش کرتا ہوں۔ انمول کافی جو اس فرقہ کی معتبر ترین کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں :

وتزوج خدیجہ و هو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبثہ علیہ السلام ورقیہ وزینب و ام کلثوم و ولد له بعد المبعث الطیب والفاہر و فاطمہ حلیمہ السلام۔

ترجمہ : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ سے شادی کی جب کہ حضور کی عمر مبارک پچیس سال کے قریب تھی اور حضرت خدیجہ کے لہجے سے حضور کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ بہشت سے پہلے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم اور بہشت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ علیہم السلام پیدا ہوئیں۔ (المنزل کافی ج ۱، ص ۳۹ م : طبرہ تہران)

ان کی دوسری کتاب حیزۃ القلوب میں علامہ مجلسی رقمطراز ہیں :

”در قرب الاسناد لابن قتیبہ از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ تولد شدہ طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ (حیزۃ القلوب ص ۸۲۳)

ترجمہ : قرب الاسناد میں معتبر سند سے حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے لہجے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ اولاد پیدا ہوئی : طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ان روایتیں تصریحات کے باوجود جو لوگ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں خاندان نبوت کے ان کی بے مہر اور بے موقی محتاج بیان نہیں۔

۹۷ یعنی اگر وہ اس طرح چادر اوڑھ کر چہرہ ڈھانک کر باہر نکلیں گی، تو انہیں دُور سے پہچان لیا جائے گا کہ یہ عفت مآب

اور عصمت شمار ہوتی ہے کسی کو جرات نہیں ہوگی کہ اس کی طرف بُری نظر اٹھا کر دیکھ سکے نیز اگر عورت شرم و حیا کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے

اور ہن ستر کر باہر نہ نکلے اپنے لباس اپنی پال سے کسی کو دعوتِ نظار نہ دے تو کسی کی محفل نہیں ہوتی کہ وہ اس کی طرف ہوساک لگا ہو سکے

دیکھے اس جملہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر تم اس طرح چادر اوڑھ کر نکلو گی تو تمہارے ساتھ کوئی چمڑ چھاڑ نہیں کرے گا اور

تم ہر قسم کی اذیت سے نیک جاؤ گی۔ اسلام نے پردہ اور شرم و حیا کے جو اصول تمہیں بتائے ہیں ان پر عمل کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہوگا۔

تو یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے جو غلطیاں تم سے سرزد ہوئیں یا اب نادانستہ کوئی لغزش ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

تم توبہ کر دو گے وہ توبہ قبول فرمائے گا تم ان گناہِ مذمت کرتے ہوئے حاضر ہو گے تو تمہاری خطائیں بخش دی جائیں گی۔

لَیِّن لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِیْنَ فِی قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ

اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور شریں مجھوں انہیں

فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیْكَ بِهَمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُونَكَ فِیْهَا اِلَّا

اڑانے والے تو ہم آپ کو مسلط کر دیں گے ان پر پھر وہ نہ ٹھہر سکیں گے آپ کے پاس مدینہ طیبہ میں نہ

قَلِیْلًا ۝ مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا تَقِفُوْا اُخِذُوْا وَقَتْلُوْا تَقْتِیْلًا ۝

چند روز کے بعد وہ بھی اس حال میں کہ ان پر لعنت برس رہی ہوگی جہاں پائے جائیں گے یا چاہیں اور جہاں سے اڑنے لگیں

سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلٰكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ

اللہ کی سنت ان و بدعاتوں کے متعلق بھی یہی سچی جو پہلے گزر چکے اور آپ سنت اسی میں ہرگز کوئی تفریق و تبدل

تَبْدِیْلًا ۝ یَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۚ قُلْ اِنَّمَا عَلِمْتُ عِنْدَ

دہانیں گے سے رگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں۔ فرمائیے اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ

۱۱۱ اگر منافقین مسلمان خواتین کو سنگ کرنے سے باز نہ آئے اور مسلمانوں کے خلاف مجھوں انہیں اڑانے والوں نے اپنی زبانیں بند نہ کیں تو وہ یاد رکھیں انہیں من مانی کرنے کے لیے آزاد نہیں چھوڑا جائے گا۔ بلکہ ہم آپ کو ان پر غلبہ اور تسلط عطا فرمائیں گے اور وہ آپ کے فیصلہ کے آگے تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

۱۱۲ مرجفون: ارباب سے ہے۔ اس کا معنی ہے مجھوں اور غلط افراہیں پھیلانا۔ الاحزاب اشاعة: کذب و الباطل نغریک: اسی نسلکک عیہم فتا اصل بالقتل (قرہیں) یعنی ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے اور آپ ان کے قتل کا حکم دے کر انہیں نیست و نابود کر دیں گے۔ قلیلاً ترکیب میں کیا ہے۔ اس کے متعلق دو قول ہیں: پہلا یہ کہ مجاوروں میں ہند ضمیر کا مال ہے۔ اس صورت میں معنی ہوگا کہ وہ نہایت قلیل تعداد میں کچھ عرصہ یہاں رہیں گے۔ پھر انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ ۱۱۳ لا یجاورونک الا فی حال قلة۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قلیلاً وقت محذوف کی صفت ہے۔ ان یكون المعنى الا وقت قلیلاً یعنی وہ بہت قلیل عرصہ مدینہ طیبہ میں رہیں گے۔ اس کے بعد انہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

۱۱۴ منافقوں اور بد باطن لوگوں کے لیے اسے حبیب! تیرے پڑوس میں کوئی جگہ نہیں۔ یہ چند روز یہاں رہیں گے۔ اس کے بعد انہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ جہاں جائیں گے ان پر لعنت اور پھینکا رہوگی۔ جہاں بھی وہ پائے جائیں گے اپنی بد اعمالیوں

اللَّهُ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝ إِنَّ اللَّهَ

کے پاس ہے سب کچھ اور (اے سائل!) تو کیا جانے شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو

لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ۝ خُلِدُوا فِيهَا أَبَدًا

نے اپنی رحمت سے محروم کر دیا کفار کو اور تیار کر رکھی ہے اس کے لئے بھڑکتی آگ۔ وہ ہمیشہ رہیں گے اس میں تا ابد۔

لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي

نہ پائیں گے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ جس روز وہ منہ کے بل

النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتُنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ ۝ وَقَالُوا

آگ میں پھینکے جانے لگے تھے تو بھدیاں کس گئے کاش! ہم نے اطاعت کی ہوئی اللہ تعالیٰ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوئی رسول

کی پاداش میں انہیں گرفتار کر لیا جائے گا اور انہیں بڑی رسوائی اور ذلت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

سئلے یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ جو لوگ اس کے رسول کے ساتھ منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور ایمان والوں کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

حضرت نینا ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم کے ایمان کی یہ بھی ایک قطعی دلیل ہے کہ اگر ان کے دل میں نفاق ہوتا، یا وہ اسلام کے بدخواہ

ہوتے، جس طرح کئی بد باطن کہتے ہیں، تو اس ارشادِ ربانی کے مطابق وہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکتے اور ان کے ساتھ وہ سلوک روا رکھا جاتا جو

پہلی آیتوں میں مذکور ہے اور ملل یہ ہے کہ وہ آج بھی صرف مدینہ طیبہ میں نہیں، بلکہ عرشِ بریں سے بھی نیا وہ تبرک اور تحفہ من گنبدِ خضرا

میں اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں اور دامنِ کرم میں تشریف فرما ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ان گنت اور بیشمار

رحمتیں اور برکتیں جو اس کے حبیب پر نازل ہو رہی ہیں۔ اس سے وہ بھی محظوظ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کو یوں آشکارا کرتا ہے لیکن دل

کے اندر سے فریق کر پھر بھی نہیں دیکھ سکتے۔

سئلے جب انہیں مذابِ جہنم سے ڈرایا جاتا تو وہ ازراہ مذاق پوچھتے: جنابِ ذاریہ تو فرمائیے وہ قیامت آئے گی کب؟ جس سے آپ

ہیں ڈراتے رہتے ہیں۔ وہ اس لیے نہیں پوچھتے تھے تاکہ وہ تو بکر یں اور اپنے گورتوں سے باز آجائیں، اس لیے ان کے حسبِ حال

جواب دیا گیا۔ (علم قیامت کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔)

سئلے جب انہیں آتشِ جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور آگ میں جلنے کے باعث ان کے پیسے کی بگمت ہر خطہ بدلتی رہے گی کبھی زیادہ

کبھی کم ہو جائے گی۔ ہذا القلب تبیہ اور انہر مبلغ النار فتسود مرة وتحضر أخرى (قرض، دیگر حضرات مناس کامنی لیا ہے)

رَبَّنَا آتِنَا سَادَتَنَا وَكِبْرَاءَنَا فَأَصْلَحْنَا السَّبِيلَ ۝ رَبَّنَا

اے ہمارے رب! ہم نے میری کاپنے سزاؤں کی اور اپنے بچے لوگوں کی ہیں ان دعاؤں میں بکا دیا یہ کہ اسے لے آجائے

أَتَوْهُمْ ضَعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنُومُ لَعْنًا كَبِيرًا ۝ يَأَيُّهَا

ان کو دو گنا عذاب دے اور لعنت بھیج ان پر بہت بڑی لعنت ۝ اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أَذَوْا مُوسَى فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِنْهَا

ایمان والو! نہ بن جانا ان دبدبہوں کی طرح جنہوں نے موسیٰ کو ستایا۔ پس بری کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے جو انہوں

قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا

نے کہا ۝ اور آپ اللہ کے نزدیک بڑے شان والے تھے ۝ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو

یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاهُ اللّٰهُ مِنْهَا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝

اے مومن! نہ بنو جیسے انہوں نے موسیٰ کو ستایا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سے انہیں بے جا کر دیا۔ اور وہ اللہ کے پاس بڑے شان والے تھے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ ہم بے قصور ہیں یہی معافی ملنی چاہیے لیکن اگر میں معافی نہیں ملتی تو ہماری یہ درخواست ضرور قبول ہو کہ ان سزاؤں اور سزائوں کو دو گنا عذاب دیا جائے۔ ان ظالموں نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کیا اور ہمارا بیڑا بھی فرق کر دیا ان کا وہ ہر جرم ہے، انہیں سزا بھی دینی چاہیے۔

۝ بنی اسرائیل اپنے پیغمبر اور اپنے نجات دہندہ موسیٰ علیہ السلام کو بات بات پر دکھ دیتے تھے، قدم قدم پر مخالفت کرتے تھے اور جو اس کے کہ انہیں اپنا رسول مانتے تھے، لیکن ان کے ہر حکم سے سرکشی کرنا ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ قرأت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے اس جلیل القدر پیغمبر کی دلائل کی کاکڑی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ یہ داستان بڑی طویل ہے لیکن چند جملے آپ ہی پڑھ لیں۔

بنی اسرائیل مصر میں غلامی اور ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم ربانی کے مطابق مصر سے ہجرت کا حکم دیا۔ چند قدم چلے تو پھپھانے لگے اور اپنے نجات دہندہ اور اللہ تعالیٰ کے حکیم سے یوں گویا ہوئے:

”تب انہوں نے اُن سے کہا کہ خداوند ہی دیکھے اور تمہارا انصاف کرے کیونکہ تم نے ہم کو فرعون اور اس کے خادموں کی نگاہ میں ایسا گھناؤنا کیا ہے کہ ہمارے نکل کے لیے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی ہے۔“

(خروج باب ۵، آیات ۲۱، ۲۲)

انہوں نے سمندر کے بچیز و خوبی عبور کر لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ضرب سے اس کی بھجری ہوئی تو میں برست گئیں۔ ان کے لیے راستے بن گئے۔ یہ ساحل پر بلا موت پہنچ گئے۔ فرعون اور اس کا لشکر ان کی آنکھوں کے سامنے تباہ ہوا۔ ان معجزات کے دیکھنے کے بعد تب سینا میں وہ پہنچے تو اپنے رسول سے یوں خطاب کیا۔

”اور موسیٰ سے کہنے لگے کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تو ہم کو وہاں سے مرنے کے لیے بیابان میں لایا۔ تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا۔ کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر ہوتا۔ (خروج - ب ۴ : ۱۶۰)“

دشت سینا میں جب دھوپ لگی اور پیاس نے تنگ کیا تو یوں گفتگو کرنی لگے:

”اور اس بیابان میں بنی اسرائیل کی ساری جماعت موسیٰ اور ہارون پر بڑبڑانے لگی اور بنی اسرائیل کہنے لگے کاش کہ ہم خداوند کے ہاتھ سے ملک مصر میں جب ہی مار دیئے جاتے جب ہم کرشت کی بانڈیوں کے پاس بیٹھ کر دل بھر کر روٹی کھاتے تھے کیونکہ تم تو ہم کو اس بیابان میں اسی لیے آئے ہو کہ سارے مجمع کو بھوکا مارو (خروج تب ۳۰ : ۱۶)“

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو:

کتاب الخروج ۵۱ : ۱۰

کتاب گنتی ۱۱ : ۱۵ - ۱۳ : ۱۰ - ۱۶ : ۱۰ مکمل - ۵۱ : ۲۰

اسے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! تم بنی اسرائیل کی مدد اختیار کر کے میرے محبوب کی دلہن زاری نہ کرنا ورنہ تم کو اس گستاخی کی یہی سزا ملے گی جس سے نجات کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے اس سے ثابت ہوا کہ ہر وہ چیز جس سے بنی کریم کو تکلیف پہنچے، وہ قطعاً ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اس کی صفات کامل کا انکار کرنا، حضور کی ذات اقدس و اظہر پر بتان بانڈنا اللہ تعالیٰ نے حضور کو جن کمالات سے سرفراز فرمایا ہے ان کا انکار کرنا، حضور کے دین اور شریعت کے قوانین کو ناقابل عمل کہنا، حضور کی آل اطہار پر معترض ہونا، حضور کے صحابہ پر زبان طعن و راز کرنا، یہ سب ایسے امور ہیں جن سے حضور کے قلب مبارک کو تکلیف پہنچتی ہے۔ ان تمام امور سے اجتناب ضروری ہے۔

۱۹۔ بنی اسرائیل کے اوباش موسیٰ علیہ السلام پر اقراض کیا کرتے تھے اور ان کی عیب نی گئی ان کا دل دکھتے تھے حالانکہ اللہ رب العالمین کے نزدیک ان کا مقام بہت اونچا اور مرتبہ بہت ہی بلند تھا۔ وجہ یہ کہتے ہیں بلند مرتبہ۔ الوجیہ ذوجاہ و منزلة و کثاف، الوجیہ عند العرب العظیم القدر والرفیع المنزلة۔ جس کی شان بہت بڑی ہو جس کا رتبہ بہت بلند ہو عربی میں اس کو وجیہ کہتے ہیں۔

اللہ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اور ہمیشہ سچی (اور درست) بات کہا کرو۔ ۝ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اللہ اور تمہارے

ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

گناہوں کو بھی بخش دے گا اللہ اور جو شخص حکم مانے ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تو وہی شخص حاصل کرتا ہے بہت بڑی کامیابی

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ

ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے (کہ وہ اس کی ذمہ داری اٹھائیں، تو انہوں نے

أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ

انکار کر دیا، اس کے اٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے، بے شک یہ

اللہ اسے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کا دل دکھانا اور اس کی شان کا انکار کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے تیس تو تعویٰ اور پارسائی کا شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور جب بات کرو تو سچی اور درست بات کرو، کوئی جھوٹی بات تمہارے منہ سے نہ نکلے۔

اللہ یعنی اگر تم اپنے عمل میں تعویٰ اور راست روی کو اپنے دل میں حق و صداقت کو اپنا شمار بنا لو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو ہر گز سے پاک فرما دے گا اور انہیں شرف قبول بخشنے کا بعض نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید عمل

سالح کی توفیق عطا فرمائے گا۔

۱۱۲ اور اس سے پہلے جو فرائض تم سے سرزد ہوتے تھے، وہ سب معاف کر دی جائیں گی۔ وہ لوگ جن کے سامنے تم سے گناہ سرزد ہوئے تھے ان کے حلقے سے بھی انکی یاد مٹ جائے گی، بلکہ فرشتوں نے جو دفتر عمل تمہارا تیار کر رکھا ہے وہاں سے بھی تمہارے گناہوں

کی تحریر محو کر دی جائے گی۔ انس و ملک کی آنکھوں میں تم محترم و محترم بنا دیئے جاؤ گے۔ واقعی اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے پر نظر ملاحظہ کر رہا ہے اور اس کے دل کو اپنی یاد اور ذکر کی لذت سے آشکارہ دیتا ہے تو اس کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے اور اس کے چہرہ پر ایک

نور برستا ہوا نظر آتا ہے۔ بے ساختہ لوگوں کے دل اس کی طرف کچھ چلے جاتے ہیں۔

۱۱۳ فوز عظیم اور فلاح دارین کا تاج صرف اس کے سر پر رکھا جاتا ہے جو پیکر تسلیم و رضا بن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقیم کے برابر شاد کے سامنے بعد شوق اور بہرہ مستر اپنا سر نیاز مجاہد دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہیں بھی اپنی بندگی کی اور اپنے پیار

حبیب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فداۃ الی وای کی غلامی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ظَلُمًا جَهُولًا ۞ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ

ظلم بھی ہے (اور) جہول بھی ۱۱۳ تاکہ عذاب دے اللہ تعالیٰ نفاق کرنے والوں اور نفاق کرنے والیوں کو

۱۱۳ اے ارباب نفعت، علماء شریعت اور عارفین نے اپنی اپنی مدغم اور ذوق کے مطابق اس کی وضاحت کی ہے۔ قرآن کریم کے اسرار و معارف کو آشکار کرنے میں ان حضرات نے جو محاسن و کششیں کی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے اور ہمیں ان کے ذریعے سے حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نہیں یہاں برکتِ فکر کا نقطہ نظر پیش کرتا ہوں۔ اہل نفعت نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص امانت کو واپس کرنے سے انکار کر دے اور اس میں خیانت کرے تو عرب کہتے ہیں: حمل الامانة یعنی اس نے امانت واپس کرنے سے انکار کیا اور اس کا بوجھ اٹھایا۔ اس آیت طیبہ میں حمل اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لغوی تحقیق کے پیش نظر آیت کا معنی ہو گا: ہم نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر اس امانت کو پیش فرمایا۔ فَأَيُّ بَيْنٍ أَنْ يَحْمِلْنَهَا۔ تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا۔ جو حکم ربانی ملا ہے چوں و چرا اس کی تعمیل میں لگ گئے، مگر وہ انحراف اور سستی نہیں کی۔ وَاشْفَقْنَ مِنْهَا۔ وہ اس بات سے ڈرے کہ کہیں امانت میں خیانت کرنے سے وہ غضب الہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ فحملها الانسان لیکن انسان نے اس امانت میں خیانت کی اور اس کا بوجھ گردن پر اٹھایا۔ اِنَّ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ بیشک انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔

لسان العرب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے: وَكُلُّ مَنْ خَانَ الْاِمَانَةَ فَقَدْ حَمَلَهَا وَكَذَلِكَ كُلُّ مَنْ اَتَى فَقْدَ حَمَلِ الْاِثْمِ وَالسُّمُوتِ وَالْاَرْضِ اَبَيْنَ اَنْ يَحْمِلْنَهَا يَعْنِي الْاِمَانَةَ وَادَانَهَا طَاعَةُ اللَّهِ تَعَالَى فِيهَا اَصْرُهَا بِهِ - وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ قَالَ الْحَسَنُ: ارَادَ الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ اَيَّ حَمَلِ الْاِمَانَةِ اَيَّ خَانَ: وَلَمْ يَطِيعَا: قَالَ هَذَا الْمَعْنَى وَاللَّهُ اعْلَمُ صَحِيحٌ. وَمَنْ اطَاعَهُ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْعَدِيقِينَ فَلَا يُقَالُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔

اہل نفعت کی بیان کردہ تفسیر کے بعد اربابِ کرام کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے۔ ان کے نزدیک امانت سے مراد تعلیمات شریعہ ہیں جن میں عبادات، اخلاقیات اور برہنہ قسم کے قوانین داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو فرمایا کہ ہم تمہیں اختیار اور ارادہ کی آزادی دیتے ہیں کیا تم اس اختیار و آزادی کے ساتھ اس امانت کا بار اٹھانے کے لیے تیار ہو۔ انہوں نے اعتراف عجز کرتے ہوئے معذرت خواہی کر دی اور اپنی بے بسی کا اقرار کیا۔ یہ بوجھ بہت گراں ہے، ہم اسے اٹھانے سے قاصر ہیں، ہمیں طاقتِ ثواب کی امید سے حسیان و مافزانی کے مذاہب کا اندیشہ زیادہ ہے۔ ہم تیرے مستزاد و پابندِ مکرمہ کو تیرے ہر ارشاد کی تعمیل کریں گے! اختیار و ارادہ کی آزادی میں جو خطرات پنہاں ہیں، ان کو برداشت کرنے کی طاقت ہم اپنے اندر نہیں پاتے۔ اب یہی چیز جب ان کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے اپنی تاثرانیوں اور سکڑیوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس امانت کو اٹھانے کی حامی بھری اور اس بارگاہ کو اٹھا کر اپنے آپ کو ابتلا و آزمائش میں مبتلا کر دیا اور اس نے کسی عقلمدی کا ثبوت نہیں دیا۔ اس سے انسان کی مذمت مقصود نہیں، بلکہ بیان واقع کے طور پر امانہ کا ظلم و جہول فرمایا۔ حضرت بنیہ بغدادی قدس سرہ نے بڑی پیاری بات فرمائی:

”شیخ جنید فرمود کہ نظر آدم بر عرض حق بردہ بر امانت الذت عرض، ثقل امانت را بر فراشش گردانید لا جرم لطف بانی بزبان عنایت فرمود کہ برداشتن از تو، و نگاہ داشتن از من“ (دروع البیان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حبیب یہ امانت حضرت آدم پر پیش کی تو آپ کی نظر اس وقت امانت اور ثقل پر نہ تھی، بلکہ امانت پیش کرنے والے پر تھی۔ اور اس کے پیش فرلٹنے میں جو لذت و سرور تھا، اُس نے امانت کی گرائی کو نظروں سے اوجھل کر دیا نیز فرماتے ہیں یقیناً لطف ربانی نے آدم کی اس نیاز مندی اور ہمت سے خوش ہو کر فرمایا کہ اے آدم! اٹھانا تیرا کام ہے اور اٹھانے کی تفریق دینا اور تیری حفاظت کرنا میرا کام ہے۔

اب موفیائے کرام کا مسلک ملاحظہ فرمائیے اس کی ترجمانی کا حق حضرت علامہ پانی پتی نے ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ آیت کا سیاق اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں جو امانت مذکور ہے۔ اس سے وہ امانت مراد ہے جسے صرف انسان اٹھا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اگر اس امانت سے مراد احکام شرعیہ ہوں تو انسان کی خصوصیت نہیں بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں اس طرح ملائکہ کی افضلیت انسان پر لازم آئے گی، کہہ نگاہ ان کی شان تو یہ ہے: یسبحون اللیل والنہار ولا یفترون۔ وہ دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور ذرا نہیں ٹھکتے اور انسان کی یہ حالت نہیں اس لیے موفیاء کرام نے امانت کی تفسیر نور العقل اور نار العشق سے کی ہے۔ یعنی نور عقل استدلال کے ذریعہ معرفت الہی حاصل کرتا ہے اور عشق کی آگ مجاہدات کو بلا کر معرفت الہی تک پہنچاتی ہے۔ ومن ثلعت الصوفیۃ علیہ المراد بالامانۃ نور العقل و نار العشق و نور العقل یحصل بہ معرفۃ اللہ تعالیٰ بالمتل لیل و نار العشق یحصل بہ معرفۃ اللہ تعالیٰ سبحانہ بحرق المحب بلیک فرشتے بھی اس کے کرم بندے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک مخصوص مقام ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر سکتا اور سوز عشق کے باعث غیر فنا ہی درجات تک ترقی کرتے جانا یہ حضرت انسان کی خصوصیت ہے۔ فالترقی الی المراتب الغیر المتماہیۃ بنار العشق انما ہوں من خصائص الانسان۔

اس کے بعد علامہ مصروف لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے جو نتیجہ میں نے اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ امانت سے مراد وہ استعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ماہیت انسانیہ میں ودیعت کی ہے جو تجلیات ذاتیہ دائرہ قبول کرتی رہتی ہے۔ صالح جن بھی عبادت و ریاضت سے ملائکہ کی صفت میں شامل ہو جاتے ہیں، پھر بھی ان کے ہمتہ میں تجلیات صفائی آتی ہیں تجلیات ذاتیہ کی اہلیت نہیں ہوتی۔

آخر میں علامہ مصروف ”خلو منا جھوذا“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان میں دو قوتیں ہیں۔ ایک سبیلہ و سری سبیلہ سبیل قوتوں سے اس کے دل میں تغویٰ اور برتری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس سے وہ معرفت کی اونچی سے اونچی چوٹیوں کو سر کرنا ہے اور سبیل طاقتوں کے باعث اس میں جنکشی اور مشقت جھیلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کے باعث وہ طویل ریاضتوں اور مشکل عبادتوں کا جھ صبر و تحمل سے برداشت کرتا ہوا منزل محبوب کی طرف بڑھا چلا جاتا ہے۔ اگر یہ دو قوتیں انسان میں نہ ہوتیں تو وہ بھی ساحل مافیت پر خمدن رہتا اور کبھی آزمائش کے تند و تیز طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار نہ ہوتا۔

وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَةِ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

شُرک کرنے والوں اور شرک کرنے والیوں کو اور نیکو و کرم فرمائے اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور ایمان والیوں پر

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، ہر دم رحم فرمانے والا ہے

مرانا جائی نے بھی ظلوں کا جہولہ کا معنی خوب کیا ہے۔

غیر انسان کشش بخود قبول

زائد انسان ظلم و جہول

انسان کے بغیر اس امانت کو کسی نے قبول نہ کیا کیونکہ انسان ظلم اور جہول تھا۔

ظلم اور آں کو ہستی خود را

ساخت فانی بقائے سرمد را

اس کا ظلم یہ تھا کہ اس نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا تاکہ بقائے سرمدی حاصل کرے،

جہول اور آں کو ہرچ جز حق بود

صورت آں زلوع دل نزد بود

اور اس کی بہالت یہ ہے کہ حق کے بغیر جو کچھ تھا اس نے اپنے دل کی طرح سے مٹا دیا۔

ایک ظلمیہ کہ میں مدلت است

نفس جلتی کہ مغنیہ معرفت است

وہ ظلم بہت اچھا ہے جو میں مدلت ہے اور وہ جہالت بہت عمدہ ہے جو معرفت کا مغنیہ ہے۔

یہاں ان صفات ظلم و جہول کے ذکر کرنے سے دو فائدے حاصل ہوئے، ایک تو اس قلت کا پتہ چل گیا جس کی وجہ سے

انسان اس بار امانت کو اٹھانے کے لیے آمادہ ہوا، اور دوسرا اس پیکر خاکی کی منقبت اور توصیف کر دی گئی کہ یہ ان صفات عالیہ سے

متصف ہے۔ فقہر قلیل و منقبة له۔ اللہ تعالیٰ و رسوله اکرم اعطیہا سرار القرآن، مکریم۔

۱۱۵ یہ لام ماقبت ہے یعنی اس امانت کو اٹھانے کا انجام یہ ہوا کہ جن مردوں اور عورتوں نے منافقانہ روش اختیار کی یا جن مردوں

اور عورتوں نے کلمہ کلا شریک کیا وہ تو عذاب عظیم کے سختی ٹھہرے اور جن مردوں اور عورتوں نے ایمان قبول کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے

لطف و کرم کی نگاہ فرمائی اور اس مشکل مرحلہ کو ان کے لیے آسان کر دیا۔ یہاں نیز توبہ اللہ کا معنی توبہ قبول کرنا نہیں بلکہ لطف و کرم سے متوجہ

ہونا ہے۔ ای یروح بالرحمة والمغفرة والجذب والاجتناب واعطاء مراتب القرب یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت، مغفرت، کشش، اقبال

اور قرب کے مراتب عالیہ عطا کر کے ان پر نگاہ کرم فرماتا ہے۔ (مظہری)

آیت میں مؤمنین اور مومنات سے مراد وہ لوگ ہیں جو امانت کو ادا کرتے ہیں اور تعجلیات میں مستغرق رہتے ہیں المذیت

بوصفات المستغرقین فی التعجلیات۔ (مظہری)

۱۱۶ اس کے بندوں سے جو لغزشیں صادر ہوتی ہیں ان کو وہ معاف فرمادیتا ہے اور جو نیکی کا کام ان سے سرزد ہوتا ہے،

اس کو ہمیں اپنی رحمت کے طفیل منزل تک رسائی کا ذریعہ بنادیتا ہے اور نہ کہاں وہ بارگاہِ ناز اور کہاں یہ پیکرِ عجز و نیاز۔
 ربِّ کریم کی انی دو مشتوں غفور اور رحیم کے صدقے ساکب راو محبتِ مشکوٰۃیں کھاتا افاق و خیزاں آگے بڑھتا چلا جاتا ہے
 اور آخر کار وصلِ حبیب سے شاد کام ہوتا ہے۔

فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفی صلواتا بالمحقق بالعالملین . اللہ وصل علی سیدنا محمد
 رسولہ الخرقنی و عبدک المصطفیٰ من الصلوٰت الطیبہ وار من التسلیمات ازکھا وار من الصیات اُسنا وار علی آلہ
 وصحبہ وار اولیاء ائمہ و علماء علیہم السلام فی یرم الدین ۔

محمد حکرم شاہ

۶ رجب ۱۳۹۱ھ ۲۹ اگست ۱۹۷۱ء

تعارف

سورہ سبأ

نام : اس سورہ پاک کا نام سبأ ہے۔ یہ لفظ آیت نمبر ۵ میں مذکور ہے اس کی آیتوں کی تعداد چھن ہے آٹھ صد تینتیس آیتیں
اور ایک ہزار پانچ سو بارہ حروف ہیں۔

زمانہ نزول : یہ سورت مکی ہے جمعی طور پر اس کی تاریخ نزول کا تعین نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کے مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ
جاسکتا ہے کہ یہ سورت مکی فصد کے وسط میں نازل ہوئی جب کہ اسلام کی دعوت نے اہل مکہ کو جو کھادیا تھا اور وہ محض طعن تشنیع اور استہزاء و تحقیر
سے ہی اس دعوت کو ناکام بنا دینا چاہتے تھے ابھی انہیں اس حقیقت کا پوری طرح احساس نہیں ہوا تھا کہ یہ دعوت ایک ایسے ہمگیر
انقلاب کی دعوت ہے جو ان کے ظاہری ماحول، معاشرتی رسم و رواج اور ماحولی نظام کو ہی دہم برہم نہ کر دے گی بلکہ اس سے ان کے بڑے
کوران کے دلوں اور ذہنوں کی دنیا کو بھی بدل دے گی۔

مضامین : سورت کی ابتدا حمد باری تعالیٰ سے کی جا رہی ہے اور اس کی کبریائی اور عظمت کا اعلان کیا جا رہا ہے اس کے بعد وقوع
قیامت پر کفار کو جو اعتراض تھا اس کا جواب بتلی و ربی لتاتینکم عالم الغیب کے زوردار الفاظ سے دیا جا رہا ہے کہ اس
رب کی قسم جو عالم الغیب ہے قیامت ضرور آئے گی۔ ساتھ ہی ”لیہنجزی“ سے وقوع قیامت کی حکمت بھی بیان کر دی کہ اس کے
بیز فدل و انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے نیک و گنہگاروں کے اعمال خیر و شر اور بدکاروں و گنہگاروں کی سیاہ کاریوں کی سزا و جزا
کے روز ہی پوری طرح مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور مقبول بندوں کو اس دنیا میں جن انعامات و احسانات سے سرفراز کرتا ہے اور جو عزت و شرف بخشتا ہے
حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ذکر سے اس کا اظہار فرما دیا اس ہیبت و جلال کے باوجود جس طرح وہ اپنا حق بندوں پر
کرتے رہے اور اپنے منعم حقیقی کے شکر گزار بنے رہے۔ اس کا بیان کر کے ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دلائی اور یہ سکھا دیا کہ اللہ
تعالیٰ کے بندے نعمتوں اور آسائشوں کے باوجود اطاعت و انقیاد کا طریقہ اپنائے رکھتے ہیں۔ بارگاہ الہی میں ان کی یہ سرافرازی ان کی
عظمت کو کم نہیں کرتی بلکہ اسے چار چاند لگا دیتی ہے۔

ان کے ذکر کے معا بعد ایک ایسی بستی کا حال بیان کیا جو شمال کی زندگی بسر کر رہی تھی جن کا آبپاشی کا نفع بڑا تھا۔ یہ تھا ان کا
ملک سرسبز و شاداب باغات اور مسلاتے ہوئے کھیتوں اور ان میں رواں نہروں کے باعث رنگ و بو کا فردوس بنا ہوا تھا لیکن جب وہ

اپنے رب غفور مجبور گئے۔ نفس پروری اور شیطان کی پیروی اختیار کی تو ہر چیز مایوس کر دی گئی۔ ان کا وہ مضبوط ڈیم جو ان کی خوشحالی کا ضامن تھا وہی ان کی تباہی و بربادی کا سبب بن گیا جس کی تفصیل آپ آیات کے ضمن میں ملاحظہ کریں گے اس واقعہ کا بڑا دلنشین پیرایہ میں ذکر کر کے نافرمانی اور سرکشی کرنے والوں کو یہ سمجھا دیا کہ ان کا انجام بڑا حسرتناک ہو گا۔

اس سورت کی یہ آیت "ولقد صدق علیہم اہلبیس ظنہ" "الابیہ بڑی غریب طلب اور حیرت انگیز ہے۔ ابلیس کو مکم ہوا کہ ابراہیم کو سجدہ کر دجے میں نے علوم لدنیہ اور معارف حقانیہ سے بہرہ ور فرما کر اپنی خلافت کا منصب بخشا ہے اس نے ازراہ کبر تعیل حکم سے انکار کیا۔ جس کی پاداش میں اسے رائدہ درگاہ بنا دیا گیا۔ اس نے چیلنج دیا کہ میں آدم کی اولاد کو تیرا فرمان اور ناکھڑا بنا کر چھوڑ دوں گا۔ دانشمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اولاد آدم اپنے اس اہل دشمن کے مکرو فریب سے بچتی رہتی اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری میں سرگرم عمل رہتی لیکن حدیف کہ انسان کو تباہ اندیش ثابت ہوا اس نے اپنے بدائیش دشمن کے درغلانے سے اپنے رب کریم کی امانت سے منہ موڑ لیا۔ اس طرح شیطان کو عزائے کا موقع دیا۔ ہر مومن کو یہ آیت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ شیطان تو صرف دلوں میں دوسراندازی کر سکتا ہے۔ اس کو کسی پر ایسا تاؤ ہرگز نہیں جو اس کو مجبور محض بنا دے۔ اس لیے جو حماقت اہل سب سے سرزد ہوتی اور شیطان کو اپنی کامیابی پر بھلیں بھانے کا موقع مل گیا۔ جو ایسی حماقت سے باز رہیں اور اپنے دشمن کو خوش ہونے کا موقع نہ دیں۔ نیز بتا دیا کہ حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت تمام نوع انسانی کے لیے ہے تا قیام قیامت حضور انہما بن کر تشریف لے آئے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نہ کسی نے نبی کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی نیا نبی مبعوث ہو گا۔ اکثر اہل ثروت اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں وہی درست ہے۔ جو وہ سوچتے ہیں وہی حق ہے۔ ویدوں پر لہنم ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلتے رہیں۔ انلا اس و احتیاج بھی اکثر لوگوں کو برہنہ و خود سے محروم کر دیتا ہے اور انجام سے بے نیاز ہو کر یہ لوگ اہل ثروت کے پیچھے چلنے لگتے ہیں اور ان کے اشاروں پر ایسی ایسی فرستیاں کرتے ہیں کہ آنکھیں ناک ہو جاتی ہیں۔ غلط راہ پر جو بھی چلے امیر ہو یا غریب راہی ہو یا رعایا الناک ناک سے لامحالہ اسے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ زبردست لوگ جن کی دنیوی زندگیاں محرومیوں کا شکار ہیں و ذل و مشرب و ذل کے شعلوں کو اپنی طرف پکے ہوئے دیکھیں گے تو اپنی بیڈوں اور اپنے زعماء کو بے نقط سٹائیں گے اور ان کے لیڈر جو جواب انہیں دیں گے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں دیگر مقامات کے علاوہ یہاں بھی بڑے مؤثر انداز میں کر دیا گیا ہے تاکہ لوگ کسی کی دنیا کے لیے اپنی آخرت برباد نہ کرتے رہیں۔

ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ شرف انسانی کا انحصار کثرت مال و باہ پر نہیں اور نہ محض مال و اولاد کی وجہ سے کسی کو قرب الہی نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو صرف ایمان اور عمل صالح و ہر شرف اور باعث قرب ہے جو خدا کی رضا کا طبع کا وہ ایمان کی شمع کو فروزاں کر کے اعمال حسنہ کے پھول کھلاتا جو آگے بڑھتا آئے۔ حریم کبریائی کے دروازے وہ اپنے لیے کھلے ہوئے پائے گا۔

ان مضامین کے علاوہ دوسرے کئی حقائق ہیں جو آپ سورہ طہ کے مطالعے کے دوران میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

سُوْرَةُ السَّبْحِ بِرُوْحِیْ اَنْصَحُ خَمْسُوْنَ اَیَاتٍ اَنْتَ رُوْحُکَ وَیَسَّیْ

سورت سباحت ہے اس کی چوں آیات ہیں اور پچھ سکوچ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهٗ

سب تعریفیں اللہ کے لیے جو مالک ہے ہر اس چیز کا جو آسمانوں میں ہے اور ہر اس چیز کا جو زمین میں ہے اور اسی

الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۙ یَعْلَمُ مَا یَلْبِیْ فِی

کے لیے ساری تعریفیں ہیں آخرت میں ہے اور وہی بڑا دانہا ہر بات سے باخبر ہے ہے وہ جانتا ہے جو زمین میں

الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُبُ

داخل ہوتا ہے۔ اور جو اس سے نکلتا ہے۔ نیرودہ جانتا ہے جو آسمان سے نازل ہوتا اور جو آسمان کی طرف جرج

ہے یعنی کائنات کی بندیوں اور پستیوں میں ہر چھوٹ اور بڑی چیز کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ مالک بھی وہی ہے اور ہر چیز اسی کے
فروں کے سامنے سر ٹکندہ ہے۔ جو زیبائی جو خوبی کہیں نظر آتی ہے اسی کے لطف و کرم کا پرت ہے۔ جو جمال و کمال کسی میں پایا جاتا ہے
اسی کے حسن ازل کی جلوہ نمائی ہے۔ اس لیے ہر قسم کی حمد و ثنا کا وہی مستحق ہے۔

اللّٰہِ اَعْلٰی) یا تو بقدر کی عظمت اور مجور ہے یا مبتدا معذرت کی خبر ہے اور مرفوع ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَعْلٰی یعنی نفل
میں مقدور ہے اور صلہ اس کا منقول ہے اس لیے منصوب ہے۔

ہے اس سے یہ بتایا کہ صرف اس جہان فانی کی ہر چیز اس کی نہیں بلکہ عالم آخرت کی ہر شے کا خالق و مالک بھی وہی ہے۔ وہاں بھی
اس کی حکمرانی ہوگی۔ جو نعمت کسی کو ملے گی اسی کی جو د و عطیہ کا کرشمہ ہوگا۔ اس لیے وہاں بھی ہر قسم کی حمد و توصیف کا سزاوار صرف اللہ تعالیٰ
ہے۔ نہ "نمبر کو یہاں مقدم ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس دنیا میں تو کئی غلط اندیشیں اس کو چھوڑ کر خیروں کی حمد کرتے بہتے
ہیں۔ لیکن قیامت کے دن سارے عجائب اُٹھ جائیں گے حقیقت اپنی تمام رخصتوں کے ساتھ عیاں ہو جائے گی وہاں حمد ہوگی۔ تو
صرف اس مالک یوم الدین کی۔

ہے اللہ تعالیٰ کا ہر ارشاد، ہر کام اور اس کی شریعت کا ہر قانون بلکہ قصا و قدم کے سارے فیصلے اس کی حکمت و دانائی کے آئینہ نظر

فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

فَتَا هے گے اور وہی ہمیشہ رحم فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے ۛ اور کفار کہتے ہیں

لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ لَا غِلْمُ الْغَيْبِ

ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ فرمائیے ضرور آئے گی۔ مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے تم پر قیامت ضرور آئے گی۔

لَا يَعْزِبُ عَنْهُ مُثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَ

نہیں چھپی ہوئی اس سے ذرہ برابر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور

لَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۚ لِيَجْزِيَ

نہ کوئی چھوٹی چیز ذرہ سے اور نہ کوئی بڑی چیز مگر وہ کتاب مبین میں (درج ہے) قیامت آئنگے تاکہ

ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کے حالات اور ضروریات سے ہر ذریعہ طرح باخبر ہے۔

ۛ اللہ کی حمد و ثناء کا بیان ہر لمحہ زمین میں جو چیز داخل ہوتی ہے۔ بارش کے قطرے، اینج، پانی، معدنیات وغیرہ اور جو چیز
بھتی ہے نیز آسمانوں سے جو چیز اترتی ہے اور جو نیچے سے اُپر جاتی ہے۔ وہ ہر چیز کی تفصیل سے جانتا ہے۔

ۛ وہ تجویزوں اور نافرمانیوں کو نواہز نہیں دیتا۔ وہ سالہا سال علم نبوات بلند رکھتے ہیں اور دندنامے پھرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ
نہیں کہ وہ انہیں سزا نہیں دے سکتا یا یہ لوگ زیادہ طاقتور ہیں اور اس کے قابو سے باہر ہیں، بلکہ یہ اس کی شانِ ربوبی ہے کہ وہ قادرِ مطلق
ہونے کے باوجود انہیں مُسلّت سے رہا ہے اور جب بھی کوئی اپنے لیے پریشوار ہوتا ہے تو وہ اپنی مغفرت اور بخشش کے دامن میں اسے
پناہ دے دیتا ہے۔

ۛ کفار و قورع قیامت کے منکر تھے اور اس انکار میں بڑے متشدد اور متعلّب تھے، وہ بڑے وثوق سے کہا کرتے کہ قیامت
نہیں آئے گی، اس لیے ان کا رد بھی بڑے زوردار اور مؤثر طریقہ سے فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کو ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ قسم اٹھا کر فرمائیے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ قسم کے الفاظ بھی بڑے مؤثر اور پُر جلال ہیں۔ فرمایا مجھے اپنے پروردگار
کی قسم: جو عالم الغیب ہے۔ قیامت ضرور آئے گی۔ "عالم الغیب" ربی کی صفت، عطف بیان اور بدل سبب بن سکتے ہیں۔ یہاں "عالم الغیب"
کی صفت ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ قیامت کا انکار اس وجہ سے کیا کرتے تھے کہ جب وہ مرجائیں گے اور انہیں مہرے ہوئے
خندیاں بہت جائیں گی۔ اس طرحی مذمت میں ان کی بڑیاں، ان کا گوشت پوست مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا۔ نبوا کے جموع کے ذریعہ
کہ کہاں سے کہاں پھینک دیں گے۔ ان منتشر ذروں کو جمع کرنا اور پھر ہمیں اسی وجود کے ساتھ زندہ کرنا کسی طرح ممکن نہیں عالم الغیب

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

اللہ تعالیٰ ہر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہیں وہ (نیک بخت) لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور رزق

كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُجْرِمِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

کریم ہے اور جو (بد بخت) کوشش کرتے رہے ہیں کہ ہماری آیتوں کو ٹھٹھلا کر ہمیں ہرادیں یہی ہیں جیسے

مِنْ رَّحْمَةِ الْيَوْمِ ۝ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ

بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے وہ اور جانتے ہیں وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا کہ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا

ذرا کہ یہ شبہ زائل کر دیا کہ ان پھر سے ہونے والوں کو جمع کرنا تمہارے لیے ناممکن ضرور ہے جن کا علم محدود اور قدرت ناقص ہے لیکن قیامت برپا کرنے والا وہ خداوندی عالم ہے جو ہر غیب کو جاننے والا ہے اور زمین و آسمان کی بیکراں دستوں میں کوئی ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں۔ لہذا اس کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا ذرا مشکل نہیں کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔

۱۔ قیامت برپا کرنے کی حکمت بیان کی جا رہی ہے۔

۲۔ یعنی جو لوگ ہماری آیتوں کو غلط ثابت کرنے اور ٹھٹھلانے میں شب و روز کوشاں رہتے ہیں اور اس طرح وہ ہمیں مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ اِی فی ابطل اَدَلَّتْنا وَالتَّكْذِیْبُ بآیاتِنَا۔

۳۔ معجزین کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کو مغلوب کر دے اور اس سے آگے بڑھ جائے تو عربی میں کہا جاتا ہے عاجزہ واعجزہ اذا غلبہ وسبقہ (قرطبی)

علامہ راعب اس کے معنی میں لکھتے ہیں ۱۱ عجزت قدنا و عجزتہ و عاجزتہ جعلتہ عاجزا۔ یعنی کسی کو عاجز کر دینا۔

علامہ ابن حبان فرماتے ہیں ۱۱ ای معجزین قدرة الله تعالى في زعمهم۔ یعنی اپنے گمان کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو عاجز کر دینا چاہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے میں نے اس کا ترجمہ ہرادینا کیا ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم تو بار بار اس امر کا اعلان کر رہے ہیں کہ قیامت آئے گی۔ انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں ان سے باز پرس ہوگی۔ لیکن یہ لوگ ان آیتوں کو ٹھٹھلانے میں کوشاں ہیں اور اس پر طرح طرح کی بے معنی حجت بنایاں کرتے ہیں اور اپنی طرف سے عقل و نقل و دلیل کا انبار ٹھکانے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اپنا ارادہ بدل دیں گے اور قیامت برپا کرنے کا فیصلہ منسوخ کر دیں گے۔ یہ محض ان کی غلط تسمیاء ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہمارا یہ فیصلہ قطعی ہے اور ہماری حکمت بالغہ کا یہ امتناض ہے کہ قیامت قائم ہو۔ نیکیوں کو ان کی نیکیوں کا اجر ملے۔ بدکار اور سرکش اپنے گمراہیوں کی سزا پائیں۔ اس فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور نہ ہمیں اس کو عملی جامہ پہنانے سے کوئی باز رکھ سکتا ہے۔

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ وَيَعْدِي إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ⑥

ہے آپے رب کی طرف سے وہی (میں) حق ہے۔ اور وعدت والے سب غمیں سراسر ہے (خدا) کا راستہ دکھاتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُوكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يَنْبِئُكُمْ إِذَا

اور منکرین (قیامت) کہتے ہیں (اے یارو!) کیا ہم پتہ بتائیں تمہیں اس شخص کا جو تمہیں خبردار کرتا ہے کہ جب تم (مرنے کے بعد)

مُرِّقَتُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ ۚ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ⑦ أَفَتَرَىٰ عَلَىٰ

ریزہ ریزہ کر دینے جاؤ گے تو تم از سر نو پیدا کیے جاؤ گے؟

اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي

اللہ پر مبنی مبالغہ کیا ہے یا یہ دیوانہ ہے، (میرا جیب نہ مٹتی ہے نہ دیوانہ) بکروہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ (دل)

الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ⑧ أَفَلَمْ يَدْرُوا إِلَىٰ مَا يَنْدِيهِمْ

عذاب میں اور (آج) دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں

”وجز البعد“ رجز بہترین اور شدید ترین مذاب کو کہتے ہیں۔ ”من“ بیان یہ ہے یعنی انہیں جو عذاب دیا جائے گا وہ معمول قسم کا نہیں بلکہ
بہتر شیعہ اور المناک ہوگا۔ علامہ زبیدی رجز کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”قال ابن اسحق هو العذاب المقتل لشدة وله فتنة
شديدة متتابعة فتاح العروس“ یعنی اپنی شدت کے باعث لڑاؤ سینہ والا عذاب۔ پے درپے جھٹکے

۹۔ یہاں ”یروی“ یعنی ”یعلم“ مستقل ہے۔ ”اولوا العلم“ سے مراد صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے ایماندار لوگ یا اہل کتاب کے وہ علماء
جو قرآن پر ایمان لے آئے۔ ”جہنم“ کا معنی مذہم آدمی سے کیا ہے: ”الحمد فی جمع مشونہ جو اپنی تمام شرفوں میں تعریف دست کش
لاستحق ہو۔ (رفع المانی)

۱۰۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نئے پیغم انکار کے باوجود قیامت سے ڈراتے تو وہ ازراہ تعجب اپنے دوستوں سے یہ
باتیں کرتے اور وقوع قیامت کو محال ثابت کرنے کے لیے بڑی عبارت آرائی سے کام لیتے۔ ”مہر قی“ اس کا وزن اہم مفعول کا ہے،
لیکن یہ مصدر ہے۔ تفریق کہتے ہیں کسی چیز کو بچاؤ کر پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کر دینا۔ تفریق الشیء تخزیقہ وجعلہ قطعاً قطعاً۔

۱۱۔ کفار یہ الزام ٹھیک کرتے کہ یا تو یہ بیان برحق ہے کہ جھوٹا برحق ہے اور کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں حالانکہ یہ خود بھی جانتے ہیں کہ
قیامت کا ہر پاسہ محال ہے اور یہ بات ہے کہ ان کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے اور یہ مرض جنون میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس لیے یہ قیامت

وَمَا خَلَقَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ نَشَأَ نُخِيفُ بِهِمْ

اور جیتھے سے آسمان اور زمین نے گھیر رکھا ہے ۱۱؎ اگر ہم چاہیں تو وحشادیں انہیں

الْأَرْضِ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ

زمین میں یا گرا دیں۔ ان پر چند ٹکڑے آسمان سے ۱۲؎ درحقیقت اس میں دھنیں، ثواب

لَايَةٍ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۚ ۱۳؎ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا

ہر اس بندے کے لیے جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہے ۱۳؎ ہے شک جو نے داؤد کو اپنی جناب سے بڑی نصیحت بخشی ۱۴؎

مقل باتیں کرتے ہیں اور جنوں کے مریض کی طرح اس پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ ملازم بھی کہتے ہیں، والجنۃ : الجنون ومنہ قولہ تعالیٰ ام بہ چنۃ (الصالح) یہی معنی لسان العرب اور مفردات میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے الزامات کا رد فرماتا ہے کہ میرا رسول نہ تو مجھ پر بہتان باندھتا ہے اور نہ وہ دیرا نسب ہے۔ وہ تو حق اور سچ فرما رہا ہے۔ لیکن تم لوگ اپنے کفر کے باعث اس مذہب میں مبتلا کر دیئے گئے ہو کہ تم میں عقل و فہم کی قوت گر گئی ہے اور راہ ہدایت سے بہت دُور ہو کر یں کھاتے پھرتے ہو۔ ملازم قرطبی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس انکار کے باعث کل وہ مذہب میں مبتلا ہو گئے اور آج کل گمراہی میں ہیں۔ خدا فی العذاب والیوم فی الضلال (قرطبی)

۱۱؎ چاروں طرف سے تم نرغے میں ہو۔ نیچے زمین ہے اور پر آسمان۔ مہاگ نکلنے کا کوئی رستہ نہیں۔ تمہاری کارستانیوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ تمہیں زمین محل جائے یا آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر کرتی ہو نیست و نابود ہو دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہے۔ وہ مذہب کے میں غفلت نہیں کرتا۔ وہ عظیم و حکیم ہے اس کے سارے کام پُر حکمت ہوتے ہیں۔ اس لیے اس شخص میں غفلت سے رکھی ہے۔ اسی صابین ایدیدہ و ما خلدہم (۱) فی ما احاط بجزئہم۔ (مفردات)

۱۲؎ یعنی ہم اپنی مختلف صفات جلیلہ کا جس طرح مظاہرہ فرماتے ہیں اس میں ایک عبد منیب کے لیے ہماری غفلت و کبریا کی بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ منیب : راجع الی اللہ بقلبہ و مقہور، یعنی اللہ کے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا۔

۱۳؎ اب چند بن برگزیدہ بندوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو انابت کی صفت سے متصف ہیں۔ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام پر اپنی نازشات اور عنایات کا ذکر فرمایا یعنی ہم نے داؤد پر جو اپنا خصوصی فضل فرمایا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ گناہی سے نکال کر تاج و تخت کا مالک بنادیا۔ عوام کی مغفوں سے چنا اور خواص کا سردار بنادیا اور ایسی ایسی خصوصیتوں اور کمالات سے نوازا کہ سب قوم کو ان کی عظمت کے سامنے سر جھکا دینا پڑا۔ فضل و مغفول ہے آئینہ کا اور جیسا اس کا حال ہے اور اسی حال نے فضل کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ فضل الہی کا حشر شکل ہے۔ وہ کریم حبیب اپنا دستِ کرم کشادہ کرتا ہے تو کون ہے جو اس کی کرم بخششوں کی مدد متین کرے۔ نبوت، حکمت، حکومت،

يُجَالُ أَوْي مَعَهُ وَالطَّيْرُ وَالنَّكَّالَةُ الْحَدِيدُ ۖ إِنَّ أَعْمَلَ

ہم نے مکدیا اسے پہاڑ، صبیح کھواسے ساتھ مل کر اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا ہے نیز ہم نے رہے کہ اس کیلئے نرم کر دیا اور مکدیا کو کشتہ

سَيِّغَتْ وَقَدَّرُ فِي السَّرْدِ وَأَعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ

نہیں بناؤ اور اس کے ساتھ جوڑنے میں اندازے کا خیال رکھو۔ اور اے آل داؤد! نیک کام کیا کرو۔ بلاشبہ جو کچھ تم کرتے ہو میں

کتاب حسن صورت، بندنی قوت، بھی تو اس کے فضل کے مظاہر ہیں۔ ان میں سے چند کو یہاں خصوصی طور پر بیان فرمادیا۔
 پہاڑوں کو تکمیل تک جب میرا یہ عہد منیب میری صبح میں مشغول ہو تو تم بھی صرف زبانِ مال سے نہیں بلکہ زبانِ قاتل سے بھی اس کے
 ساتھ مل کر میری پاکی بیان کرو۔ اور اے پرندو! تم بھی میرے اس بندے کے ساتھ مل کر صبح و شام میں نغمہ سرا ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو خوش آوازی کی صفت سے متصف فرمایا تھا۔ دل میں محبت الہی کے چٹھے اُبلتے تھے اور شوق کی چٹکائیاں دھکتی تھیں جب آپ
 سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی تھیں اور طبعی آواز سے ذکر الہی میں مصروف ہوتے تو سارے ماحول پر وہ کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ پہاڑوں
 کے پتھر چٹانیں اور سنگریزے سب صبح و شام میں مصروف ہو جاتے۔ پرندے بھی اڑنا بند کر دیتے اور آپ کے ابد گردِ حلقہ باندھ کر
 جمع ہو جاتے اور آپ کے ساتھ مل کر اپنے رب کی حمد و ثنا کے گیت گاتے۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ صرف پہاڑوں اور پرندوں پر ہی یہ
 کیا موقوف تھا۔ ہر چیز پر یہی کیفیت طاری ہو جاتی۔ لہٰذا یکن الموافق له فی التذویب مضمصرات الجبال و الخیر۔ (حکیمیں)
 "آؤت کا معنی ہے سنتی۔"

۱۱۔ دوسرا کرم یہ فرمایا کہ ان کے لیے وہاں پر کر دیا کہتے ہیں کہ وہاں کا ہاتھ مجھے سے موم اور آٹے کی طرح نرم ہو جاتا اور جس طرح چاہتے
 اس کو اس شکل میں ڈھال دیتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو وہاں پچھلے کافن سکھا دیا گیا ہو جس سے آپ بڑی آسانی سے اسے پھیل کر
 مختلف قابلوں میں ڈھال لیتے۔ ساتھ ہی زرہ سازی کا ہنر بھی سکھا دیا اور اس ہنر کی باریکیوں سے بھی باخبر کر دیا بتایا کہ زرہ میں تنگ و پھول نہ
 بنائیں اور نہ پسینے والے کی تکلیف کا باعث بھی ہوں گی اور اس کی پوری حفاظت بھی نہ ہو سکے گی نیز فرمایا کہ جب اس کے معقول کو پرستے ہو تو
 قدر اور اندازے کا پورا پورا خیال رہے۔ جو حلقہ چھوٹا یا بڑا، موٹا یا پتلا جیسے مناسب ہو بڑے سلیقہ اور مہارت سے اُسے وہاں بڑھو
 ایسا نہ ہو کہ جوڑنے میں غلطی ہو جائے اور معمولی سی بے پڑائی کی وجہ سے زرہ ناکارہ ہو جائے۔

ان آیات میں ہمارے لیے بھی دو سبق ہیں۔ ۱۔ دستکاری میں قطعاً کوئی عیب نہیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے زرہی کمانا پیغیزوں
 کا شیوہ ہے۔ ۲۔ جو کام کرو بڑے سلیقہ اور ہنرمندی سے کرو جو چیز بناؤ اس میں کچھ اور نفاست و دل کا پورا پورا خیال رکھو بے دلی
 اور بے احتیاطی سے کوئی کام کرنا مشکل کر دیتا ہے۔ کاش ہم قرآن کریم کی بتائی ہوئی ہدایات پر چلیں۔ ہماری صنعت و حرفت کو چار چاند
 لگ جائیں۔ ہنرمندی میں ہماری مصنوعات کی مانگ بڑھ جائے۔ ہماری ہنرمندی اور فنی مہارت کی دھاک بیٹھ جائے اور ساتھ ہی ساتھ
 ہماری معاشی حالت بھی قابل رشک ہو جائے۔ آج ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے ان ہدایات پر عمل کرنے کی کبھی کوشش کی ہو۔

بَصِيرٌ ۝ وَلَسْلَيْمٌ الرِّيمُ غَدٌ وَهَاشْهُرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۝

انہیں خوب دیکھ رہا ہوں شام اور ہم نے سحر کردی سلیمان کے لیے ہوا۔ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی اور شام کی منزل ایک ماہ کی ہوتی۔

وَأَسْلُنَا لَهُ عَيْنَ الْقَظْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ

اور ہم نے جاری کر دیا ان کیلئے پیچھے ہوئے تانبے کا چھترہ شام اور کئی جن انکے تابع کر دیئے، جو کام میں جتے رہتے انکے سامنے نہ گئے۔

بِإِذْنِ رَبِّهِ ۝ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نَذْرُهُ مِنْ عَذَابٍ

اذن سے اور جو مرتبائی کرتا ان میں سے ہم اسے حکم کی تعمیل سے توجہ اسے چھاتے بھڑکتی ہوئی آگ کا

السَّعِيرُ ۝ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ وَتَمَائِيلٍ وَجِفَانٍ

عذاب شام وہ بناتے آپ کے لیے جو آپ چاہتے پختہ محاربیں۔ مجھے ایسے بڑے بڑے گھن جیسے

كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَتٍ ۝ اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ

عرض ہوں اور بھاری دھنیں جو چوہوں پر بھی تھیں شام داؤد کے خاندان دلو! ان نعمتوں پر شکر ادا کرو شام اور بہت کم ہیں

شام اسے آل داؤد! دنیا داری کے کاموں میں ہی مشغول ہو کر نہ رہا، بلکہ نیک کاموں کے لیے بھی وقت نکال کر ایسے کام جن لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے اور تزکیہ نفس کا اہتمام بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے تمہارا کوئی کام مفق نہیں۔ اگر نیک کام کرو گے تو اس کے اجر عظیم کے مستحق قرار پائے گے۔
شام جس طرح ہم نے حضرت داؤد پر اپنا خصوصی فضل فرمایا اسی طرح ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہما السلام پر بھی اپنی خصوصی عنایات فرمائیں۔ ہم نے آپ کے لیے ہوا کو مستحضر کر دیا۔ جب آپ اپنی وسیع و عریض مملکت کے دوسرے پر عبادت تو آپ کے تخت کو ہوا اپنے کندھوں پر اٹھا کر بڑی سرعت سے روانہ ہو جاتی اور وہ بڑی تیز رفتاری سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے۔ صبح کے وقت وہ اتنا سفر کر لیتے جتنا ایک سواری سیر کرے گھر سے پر ایک ماہ میں طے کرتا، اسی طرح شام کے وقت بھی۔ نیز ہم نے آپ کے لیے گھیلے ہوئے تانبے کا ایک چھترہ جاری کر دیا تاکہ وہ حسب منشا اس کو اپنے تصرف میں لائیں۔ القطار، الخناس الذائب یعنی پگھلا ہوا تانبا۔

شام ہوا کے ملا وہ ہم نے جنات کو بھی حضرت سلیمان کا تابع فرمان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ جن پر وقت ان کی خدمت بجا لائے میں مصروف رہتے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اپنی ڈیوٹی میں ذرا غفلت یا سہولتی کیسے مرتبائی کرنے والوں کو آگ سے دانا جاتا۔

شام حضرت سلیمان کے حکم کی تعمیل میں جو خدمات وہ انجام دیا کرتے تھے یہاں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ محاریب: اس کا واحد محارب ہے۔ اس سے مراد قلعے اور کچی اُدچی عبادت گاہیں اور رہنے کے لیے بہترین اور خوشا محلات: ان کو محاریب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر

عِبَادِي الشُّكُورُ ۱۰ فَلَمَّا قُضِيَنا عَلَيْهِ الْهَوْتُ مَا دَلَّهُمْ عَلَى

میرے بندوں سے جو شکر گزار ہیں ۱۰ ۲۲۔ پس جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا نہ پستہ بتایا جنات کو آپ کی

مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَاتِهِ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتْ

موت کا، مگر زمین کے دیک کے جو کھاتا رہا آپ کے عصا کو ۲۳۔ پس جب آپ زمین پر آ رہے، تو

کوئی قبضہ کرنا چاہتے تو انہیں بے وقعت جان کر بغیر ٹپسے دشمن کے حملے نہیں کر دیا جاتا بلکہ لوگ ان کے لیے زمین پر تیار ہو جاتے ہیں۔
 اقصوراً حصينة ومساجد رقيقة ومساکن شريفة سميت بها لانها يذبح عندها ويحارب عليها مظهری
 تماثل: اس کا واحد مثال ہے یعنی جنات ان کے لیے بڑے بڑے پتھر و فیروزہ کے مجھے تراشتے یا ڈھالتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس
 آیت سے مجسموں کا جواز ثابت کیا ہے حالانکہ احادیث پاک میں ان کے متعلق سخت وعید ہے اللہ تعالیٰ ہوائے نفس کے اتباع سے غور و
 رجحان: اس کا واحد رجفان ہے وہ بڑے بڑے گن جن میں کھانا ڈالا جاتا ہے اور لوگ اس کے ارد گرد بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ بتایا کہ
 جو گن جنات آپ کے لیے تیار کرتے تھے وہ عام قسم کے گن نہیں ہوتے تھے بلکہ اتنے بڑے اور چوڑے ہوتے جیسے پانی کے حوض اور
 تالاب ہو کرتے ہیں۔ قدور: راسیات۔ یعنی ایسی بڑی بڑی بجاری بھر کم دیگیں بناتے جو اپنی جسامت اور بوجھ کے باعث سانی
 سے ابھر اُدھر نہیں کی جاسکتی تھیں بلکہ چوڑوں پر غصیل سے جادی جاتی تھیں۔

۲۲۔ یعنی جب ہم نے داؤد اور آل داؤد علیہ السلام پر اتنا احسان فرمایا ہے اور ایسے ایسے انعامات سے ممتا رکھا ہے تو اب آل داؤد
 پر واجب ہے کہ وہ شکر گزار ہی میں سرگرم رہے حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے خاندان والوں کے لیے اس طرح اوقات تقسیم کر
 دیے تھے کہ آٹھ پہر میں کوئی ایسا لمحہ نہ ہوتا تھا جب کہ آپ کے خاندان کا کوئی نہ کوئی فرد شکر الہی میں مصروف نہ ہو۔
 ۲۳۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و احسان کی باش تو ہر شخص پر ہر لمحہ برس رہی ہے لیکن بہت کم ایسے بندے ہیں جو شکر کا حق ادا کرے
 ہوں شکر کی حقیقت اور شکر کا طریقہ اس کے متعلق تفصیل بحث سپرے گزر چکی ہے۔

۲۴۔ جنات فیل دان کی دھڑکیا کرتے تھے اور اس وجہ سے وہ انسانوں پر اپنا رعب بھاتے اور انہیں طرح طرح کی ایسی
 باتیں بتاتے جن کا تعلق امور فیزیہ سے ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے ان کا بھانڈا پر رابہ میں پھوٹ دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس
 وقت موت سے بھنکار کیا جب وہ عصا پر ٹیک لگائے مصروف عبادت تھے آپ کی روح پرواز کر گئی لیکن آپ کا جسم مبارک
 عصا کے سارے حوں کا توں کھڑا رہا۔ جنات جو آپ کے حکم سے بڑے کٹھن اور مشقت طلب کاموں میں جتے ہوئے تھے اور آپ کے
 خون سے شستی نہ کر سکتے تھے وہ آپ کو کھڑا ہوا دیکھتے تو سمجھتے کہ آپ زندہ و سلامت ہیں ذرا غفلت برتی تو کمال اُدھیر لیں گے۔
 اسی طرح پُر سال گزر گیا حکم الہی سے دیک نے عصا کو چائنا شروع کر دیا۔ نیچے سے اوپر تک اسے کھوکھلا کرنے میں ایک سال کا عرصہ
 بیت گیا۔ جب وہ بالکل کھوکھلا ہو گیا اور آپ کا ہوجو نہ سار کا توڑ ٹ گیا اور آپ نیچے زمین پر آ رہے تب جنات کو پتہ چلا کہ جس کے

الْجِنَّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ

جنوں پر بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو (اتنا عرصہ) نہ رہتے اس عذاب میں

الْمُهَيْنِ ۚ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتِ عَنْ

مذاب میں قوم سبا کے لیے ان کے مسکن میں ہی نشانی موجود تھی (وہاں) دو باغ تھے ایک دائیں

يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ

طرف اور دوسرا بائیں طرف ملے کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور اس کا شکر ادا کرو ملے اتنا پاکیزہ

خوف سے انہوں نے اپنے آپ کو معیبت میں مبتلا رکھا وہ ترہست وفات پانچکست قراب ن کے ذریعہ کی حقیقت ناش بر گئی نیز وہ لوگ
مذہب جنات کے غیب دان کے دعویٰ کو سنا کچھ رہتے تھے انہیں بھی پتہ چل گیا کہ یہ اپنے دعویٰ میں سراسر جھوٹے ہیں۔ دابة الارض: دیکھ
منساة: عصا۔ یہ لفظ نساء، النساء سے ماخوذ ہے جس کا معنی ستہ ہیں نے ریزہ کو ہانک دیا۔ اسی سے منساة یعنی ہانکنے کا آلہ۔
تبیخت کا نامل یا ترجمہ ہیں۔ یعنی تمام جنوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ان کے سردار جو غیب دان کی لائیں مارا کرتے تھے وہ بالکل جھوٹے
تھے اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو وہ سال بھر اپنی جان کو اس معیبت میں نہ ڈالے رکھتے یا اسس کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں پر یہ حقیقت کھل
گئی کہ جنات کو غیب کا کوئی علم نہیں۔

جنات کے سرخوردہ کو ناک میں ملانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے شان نبوت کا مشاہدہ بھی کر دیا عام انسان اگر عصا پر ٹیک لگا
کر کھڑا ہو اور وہ اونگھ جائے تو اس کا توڑن بڑا مشکل رہتا۔ اور غریزہ زمین پر گر پڑتا ہے۔ پھر موت کے بعد چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے
جسم میں طرح طرح کے تیزات رونما ہونے لگتے ہیں لیکن یہاں آپ سال بھر ٹیک لگاتے کھڑے رہے اچھرو اسی طرح پھول کی طرح
لگتے رہا۔ بہت باکس تو تازہ رہا تعفن اور بوسیدگی تو کجا لباس بھی ویسے ہی پاک صاف رہا۔ نہ موسم گرمی کی حدت۔ نہ اور جس نے جلد ظہر
کو متاثر کیا اور نہ موسم سرما کا کوئی اثر ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بے بصیرت لوگوں کو غلابری آئینوں سے مشاہدہ کر دیا کہ نبی کی نبی ہری رنگ
کا باہ و جلال تو دیکھتے رہتے۔ اب اس کے امتعال کے بعد بھی اس کی شان بیت کو دیکھیں

۲۳ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کسی صحابی نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! سبا کسی مرد کا نام ہے، کسی عورت کا
نام ہے یا کسی راوی کا حضور نے فرمایا: بل هو رجل ولد له عشرة فمکن الیمن منهم ستة واثار منهم اربعة
یہ ایک آدمی کا نام ہے۔ اس کے دس بیٹے تھے چھ یمن میں سکونت پذیر ہوئے اور چار شام میں آکر آباد ہوئے۔ صاحبان العرب
نے اس کا نسب نامہ یمن کنعانت: هو سبأ بن یثجب بن یغزب بن قحطان۔ علماء بن کثیر نے علماء نسب کے حوالے سے اس
کی توثیق کی ہے۔ حیرت اتنا اضافہ کیا ہے کہ اس کا نام عبد الشمس تھا اور سبا اس کا لقب تھا کیونکہ اس نے جنگ میں سب سے پہلے قیدی بنا

طِبَّةٌ وَرَبُّكَ غَفُورٌ ۝ فَأَعْرِضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

شہر اور ایسا رب غفور! (اہل سبا) تمہاری خوش بختی کا کیا کتنا اٹلہ پھرا انہوں نے منہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا

لَمَّةٌ أَوَّلُ مِنْ سَبَأٍ فِي الْعَرَبِ۔

ان کا واقعہ یہ ہے کہ یمن کا اکثر حصہ کوہستانی ہے۔ یہاں کوئی دریا نہیں بہتا۔ برسات کے موسم میں بارش کا پانی برساتی ناووں کے ذریعے آتا اور اس سے کہیں کہیں کھیتی باڑی کی باقی سابی یمن نے مارب کے قریب ایک وادی میں بڑا زبردست بند (DAM) تعمیر کیا۔ کہتے ہیں یہ بند مکہ و ملبیس کے زمانہ میں سنگھار چٹانوں سے تعمیر کیا گیا تھا اور پہنچے اس کے تین دروازے تھے۔ اس سے نیچے ایک بہت بڑا وسیع تالاب تھا جس سے بارہ شہری نکالی گئی تھیں جو ملک کے ہر حصہ کو آبپاش کرتیں۔ جب ڈیم بھرا ہوتا تو سب کے اُونچا دروازہ کھولا جاتا اس سے پانی نکل کر نیچے وغیرہ میں آتا اور وہاں سے حسب ضرورت مختلف نہروں میں چھوڑ دیا جاتا۔ پانی کی سطح کم ہوتی تو درمیانی دروازہ کھولا جاتا اور جب بائیں پانی کم ہوتا تو نیچے والا دروازہ کھول دیا جاتا۔ یہ ڈیم اتنا بڑا تھا کہ موسم برسات میں وغیرہ کیا ہوا پانی ان کی سال بھر کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو جاتا۔

آبپاشی کا یہ اتنا اعلیٰ نظام تھا کہ اس زمانہ میں بابل کے علاوہ کہیں اس کی نظیر نہ تھی۔ جب یمن کی زمین کو بروقت پانی دینا ہونے لگا تو ہر طرف سرسبز و شاداب کھیت لہلہانے لگے۔ وادی کے دونوں طرف دائیں بائیں دور دور تک باغات کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ امام قشیری کہتے ہیں جنتین کا یہ مطلب نہیں کہ ملک بھر میں صرف دو باغ تھے۔ ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ بلکہ مقصد یہ ہے دائیں بائیں ہر طرف باغات ہی باغات تھے۔ ہر شکار گاہ اُشتی پھلوں سے لیسے ہوئے سرسبز درختوں پر ہی پڑتی۔ (دقربی)، خود سوچئے جہاں آب رسانی کا اتنا بہترین نظام ہو۔ ہر طرف پھل دار درخت معمول رہے ہوں۔ باغات سے سارا ملک جنتِ تعمیر بنا ہو۔ زمین سونا اُگل رہی ہو۔ وہاں کے باشندوں کی خوشحالی کا کیا عالم ہو گا۔ شرق و غرب میں ان کی دولت و ثروت کے چرچے تھے اس وقت کے تیاہوں نے ان کے مکانات کی تزئین اور آرائش کے جو چشم دید حالات لکھے ہیں انہیں پڑھ کر انسان دنگ و جاتا ہے۔

۲۵ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنے رب کریم کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ۔ رنگارنگ خوشنما پھلوں سے لطف اٹھاؤ۔ لیکن خیال رہے جس کے خوابِ کرم سے تکیں یوں اعلیٰ اور بے حساب نعمتیں عطا کی جا رہی ہیں اس کی شکر گزاری میں سستی نہ کرنا۔ جتنا تم شکر ادا کرو گے وہ کریم اتنا ہی مزید لطف و کرم تم پر کرے گا۔

۲۶ تم نے کتنے خوش نصیب ہوتے ہوئے ملک عطا ہوا تو ایسا جو آب و ہوا کے لحاظ سے بڑا پاکیزہ ہے، زمین نہ خیر ہے، پانی وافر ہے، باغ خوب پھلتے ہیں۔ ہوا اتنی لطیف ہے کہ اس کا ہر جھونکا نیم سار کی طرح غنچہ دل کو شکستہ کر دیتا ہے۔ پھر کھج و غیرہ کا یہاں نام تک نہیں۔ مزید بڑا تو تمہارا رب بہت بڑی بخشش کرنے والا ہے اگر مجھ سے کوئی گناہ سرزد بھی ہو جائے تو فوراً پکڑا نہیں لیتا۔ تم تو بچنے والے دروازہ کشکشاؤ۔ وہ تمہارے گناہ بخش دیتا ہے۔

۲۷ کچھ عرصہ تو وہ عنایاتِ ربانی سے لطف اندوز ہوتے رہے اور شکر بجالاتے رہے۔ لیکن جب عرصہ دراز اس لطف و نعم میں

وَبَكَ لَهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ ذَوَاتِي أُكُلِ خُمٍ وَأَثَلٍ وَشَىٰ

اور ہم نے بدل دیا ان کے دو باغوں کو ایسے دو باغوں سے جن کے پھل ترش اور کڑوے تھے اور انہیں مجاذ کے بونے اور

مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجْزِي

چند پیری کے درخت تھے ۛ یہ بدلہ دیا ہم نے انہیں برہنہ کی احسان فراموشی کے لئے اور مجزا احسان فراموشی کے

گزارا تو ان میں سرکشی اور بے راہروی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے نبی مبعوث فرمائے مٰنہوں نے انہیں بہتر سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان نہ بنو۔ یہ پیش و خطا، یہ دولت کی فراوانی اور غلوں اور پھلوں کی بہتات تمہاری کسی ذاتی نعمت کا نتیجہ نہیں بلکہ تمہارے پروردگار کی دین ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم گناہ گناہ کرتے ہو اور ناشکر گزار بنے رہو اور وہ تمہیں ان نعمتوں سے محروم کر دے لیکن شیطان نے ان کو ایسا درغلایا تھا کہ انہوں نے اپنے فحش نامہمین کے مدغظ و نصیحت کو سننے سے انکار کر دیا اور بڑا کشتا کر دیا: مَا نَعْرِفُ لَكَ عَلَيْنَا نِعْمَةً قَوْلُوا رَبِّكُمْ فَلْيَبْسُ هَذِهِ النِّعْمَةُ عَنَّا ان استطاع۔ یعنی ہمیں تو کوئی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کوئی احسان کیا ہے تم جیٹک اپنے رب کو کہو کہ اگر اس میں طاقت ہے تو جو انعام اس نے ہم پر کیا ہے وہ آئندہ نہ کہے جب ان کے فسق و فجور کی حد ہو گئی تو مکانات محل کا تازن حرکت میں آیا۔ غضب الہی موسلا دھار بارشوں کی شکل میں ظاہر ہوا اس نے اتنے خوفناک سیلاب کی صورت اختیار کر لی کہ جب اس کی موجیں اس چٹانوں سے بے ہوئے بند سے جا ٹکرائیں تو ان کو لڑا کر رکھ دیا چند مجسکوں کے بعد وہ بند جس کی پٹی پر انہیں بڑا ناز تھا اس میں دراڑیں نمودار ہوئے تھیں کچھ لمحوں کے بعد پانی کا شہر سیلاب اس کے بھاری بھر کم پتھروں کو تنکوں کی طرح ہلے گیا۔ کئی روز سے موسلا دھار بارش کے باعث سارے علاقے میں بھڑپ پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ اوپر سے بند ٹوٹنے سے اس کا پانی بھی آگیا۔ جب یہ سارا پانی بلندی سے پستی کی طرف بھگی کی تیزی سے روانہ ہوا تو راستے میں جتنے شہر تھے مٹا دیے ہوئے۔ باغات ہجر گئے۔ درخت اکھڑ گئے اور لسلاتے ہوئے کھیتوں کا تو نام و نشان تک کہیں باقی نہ رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان ناشکروں اور ان فاسقوں کو تباہی اور بربادی کی ہلکی میں پس ڈالا۔

عمرم کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں (۵) سَدَّ يُعْتَرَضُ بِهِ الْوَادِي وَهُوَ جَرْدَادِي کے سامنے تھیں کیا گیا ہو (۲۱) العمرم الاحباس یعنی فی اواسط الوادی: پانی کے وہ ذخیرے جردادی کے وسط میں جگہ جگہ بنائے گئے ہوں۔ (۳) العمرم السیل الذی لا یطاع: ایسا سیلاب جس کو روکنے کی کسی میں طاقت نہ ہو۔ وقیل المطر انشدید اسمنت بارش، یہاں یہ سامنے معانی چہاں ہو سکتے ہیں

ۛ کچھ عرصہ پہلے جہاں جنت نظیر وادیاں و محرت نظارہ سے رہی تھیں جس ملک کا ہر گوشہ فردوس بر روضے زمین ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا وہاں اُترنے لگے وہاں تباہی و بربادی نے اپنے پنہ گار دیئے۔ ہر طرف ہموکا عالم تھا۔ انسان دیرانے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے، پھل دار درختوں کا نشان تک نہ رہا تھا۔ وہ شہر اور گاؤں جہاں زندگی اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ موزوں تھی

إِلَّا الْكُفُورَ ۚ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمُ الْبَيْنَ الْفُرْقَى الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا

ہم کے ایسی سزا دیتے ہیں جس سے اور ہم نے بادی تھیں ان کے درمیان اور ان شہروں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی اور

قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لِيَالِي وَإِنَّمَا

کئی بستیاں سربراہ اسے اور ہم نے منزلیں مقرر کر دی تھیں ان میں آنے جانے کی سب سے سیاحت کرو ان میں حسب ماہرہ اسات یا دن

وہاں خاک اڑنے لگی یوں دکھائی دیتا جیسے یہاں کبھی کوئی آبادی تھی ہی نہیں۔ وہ مہین بندیاں، وہ روشیں، وہ خیاباں اور چوڑوں سے لدی ہوئی کھیا ریاں سب قطعہ ماضی بن چکی تھیں، اب خود روہنے، خاردار تجارتیاں اور کہیں کہیں جنگل گھاس اُگی ہوئی نظر آتی تھی، جہاں سیب، انار اور انگور تھے وہاں کڑوے اور ترش پھل۔ جھاڑ کے درخت اور چند پھری کے بے رونق پودے نظر آتے تھے۔

اُٹکل، پھل، خبط، وہ پھل جو ترش یا کڑوا ہو۔ اٹکل : جھاڑ کا درخت۔ صدور : پھری۔

۲۱۔ یہ تو ان کے باغات کا حال ہوا۔ اور ان ناشکروں اور نے پندار سے شرار مغزوں پر کیا جتی۔ اس کا کیا پوچھنا۔ ایک کثیر تعداد تریلوپ میں بدگنی جو بکے گئے وہ اپنے ملک کو پھوڑ کر دوسرے علاقوں میں تشریف بول گئے، ان کا شیرازہ بکھر گیا، جہاں گئے وہاں کی آبادی میں مذہب بھر کر رہ گئے۔ نہ وطن رہا نہ وقار رہا۔ باقی مقام کا نام، وہ بھی مٹ کر رہ گیا۔

۲۲۔ یہ سزا ان کی نافرمانی اور ناشکری کے باعث انہیں دی گئی۔ ہم یہاں ہی قوموں کو بلا وجہ تباہ و برباد نہیں کر دیتے، بلکہ یہ ان کے اعمال بد ہیں جو انہیں اس بولناک انجام سے دوچار کر دیتے ہیں۔

۲۳۔ جب وہ خوش حالی اور آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے اس وقت اس علاقہ کی چل پھل کا یہ حال تھا کہ یمن سے لے کر شام فلسطین تک سارا راستہ آباد تھا۔ جگہ جگہ پر رونق بستیاں تھیں ایک شہر سے نکلے تو دوسرے شہر کے اُونچے اُونچے مکاؤں کی منڈیریں دکھائی دینے لگیں۔ ابھی ایک شہر کی چل پھل ختم ہوئی تو دوسری بستی کی دلچسپیاں مسافروں کی توجہ کو جذب کرنے لگتیں۔

”بینہم سے مراد سب کا ملاقات ہے۔“ القرۃ الی بارکنا سے مراد شام و فلسطین کے قصبے اور شہر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نافر کیا تھا۔ ”قرۃ ظاہرۃ“ سے مراد وہ گاؤں اور بستیاں ہیں جو کسی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مسافروں کو دور سے نظر آنے لگتی ہیں۔ یا وہ شہر جن میں اُونچے اُونچے محلات اور اراہن راہگیروں کو دعوتِ افکار دیتے ہیں۔ ”ظاہرۃ“ کا ایک معنی عامرہ بھی ہے یعنی آباد۔ قیل ظاہرۃ ای۔ عاہرۃ۔ (بحر محیط)

۲۴۔ یعنی ہم نے سفر کی منزلیں ان میں مقرر کر دی تھیں کوئی شب ہاشی کے لیے کوئی دوپہر کا قیلہ کرنے کے لیے۔ ہر جگہ ہر طرح کا سامان راحت میں آرام دہ سرانیں اور شاندار ہوٹل اپنے مہمانوں کے لیے چشم براہ

۲۵۔ یہاں سفر کے لیے ضروری نہیں تھا کہ دن کے اجالے میں ہی جو رات جو یادوں بر مسافرا امن وامان سے اپنا سفر جاری کر سکتا تھا۔ دن کو کسی قزاق کاغذ شہر رات کو ٹٹ جانے کا خوف۔

اٰمِنِیْنَ ۝ فَقَالُوْا رَبَّنَا بَعْدَ بَیْنِ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ

کے وقت امن و امان سے پھر وہ بولے اے ہمارے رب! دور دراز کر دے ہماری مسافتوں کو کہتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنی ہاڑوں پر ظلم

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَمَرْقُتُهُمْ كُلَّ مُرْقٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

کیا۔ پس ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور ہم نے ان کی جمیعت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اے سب! اس داستان میں عبرت کی

لِکُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهُ

نشانیاں ہیں ہر بہت صبر بہت شکر کرنے والے کے لیے اے اور بیشک سچ کر دکھایا ان دشمنوں پر شیطان نے اپنا ٹھکانا ہے

۳۴ لیکن اس آرام و زندگی سے کچھ مدت کے بعد وہ اکتا گئے۔ وہ خدا سے دعا کرنے لگے کہ ہماری مسافتوں کو طویل کر دے۔

ایک پڑاؤ دوسرے پڑاؤ سے کافی دور ہوا۔ ان کے درمیان وسیع و عریض سنان صحرا ہوں۔ غیر آباد ویرانے ہوں۔ انہیں چلپاتی دھوپ جلائے، گرم و مجلس ڈالے، پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک ہوں، سفر کا مزہ تو تب ہے چنانچہ علامہ ابن حیان لکھتے ہیں:

لَمَّا طَالَتْ بِمَعْمَدَةِ النِّعَةِ لَطَرُوا وَمَثَرَا الْعَافِیَةَ وَطَبَرُوا اسْتِیْدَالَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بَآئِدِیْ هُوَ خَیْرٌ... فَخَمِنُوا اَنْ

یَجْعَلَ اللّٰهُ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الشَّامِ الْمَعَاوِذَ۔ (دبیر)

۳۵ ان نعمتوں پر شکر کرنے کے بجائے انہوں نے نافرمانی کو اپنا وسیلہ بنالیا۔ وہ قوم جو فارغ البالی اور خوشحالی کے باعث

آفاق عالم میں رشک و حسد کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھی، جس کا آفتاب اقبال بڑی بلندی پر چمک رہا تھا جب ہمنے کے پڑاؤ

قرآن سے داستان پارینہ بنا کر رکھ دیا۔ اب محض ان کی کہانیاں باقی رہ گئی ہیں۔ اس قوم کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ ان کی جمیعت کو ہم

نہ اس طرح منتشر اور تشریش کر دیا کہ جب کوئی جماعت یا قبیلہ منتشر ہوتا ہے تو اہل عرب بطور مثال کہتے ہیں: ذہبوا ایدی سبا۔

کہ اس قبیلہ کے لوگ یوں بکھر گئے جس طرح سبا کی قوم کو مختلف راستوں نے ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا۔

وقیل للقوم اذا تفرقوا فی جماعات مختلف ذہبوا ایدی سبا ای فرقتہم طرقہم التي سکوها: والیہ: الطريق (سین)

۳۶ ان کی تباہی کی درد بھری داستان سے وہی لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں جو صبر و شکر کی صفات سے پوری طرح متصف ہوں

۳۷ جب شیطان نے ٹہلت طے کے بعد خاقی کائنات کے حضور میں یہ لاف زنی کی تھی۔ فبعضتک لا غوینہم اجمعین

ولا تجدد اکتڑھدا شاکرین: یعنی مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس وقت اُسے یہ

یقین نہ تھا کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں پڑاؤ اترے گا لیکن جب اہل سبا نے اس کی انجمن پر غرارت و مصلحت کی راہ پر چلنا شروع

کر دیا اور ناشکری کی استہکاردی، تو اب اس کا وہ گمان درست ثابت ہو گیا۔

فَاتَّبِعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ

سورہ اس کی تابعداری کرنے لگے، بجز مومنوں کے ایک گروہ کے، جو حق پر ڈٹا رہا، اور نہیں حاصل تھا شیطان کو ان پر ایسا قابو

مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ ۚ مِمَّنْ هُوَ مِنَّا

دکروہ ہے بس ہوں، ایشہ مگر یہ سب کچھ اس لیے جو کہ ہم دکھانا چاہتے تھے کہ کون آفت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے

فِي شَكِّكَ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝ قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ

متعلق شک میں مبتلا ہے اور (اے حبیب) آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ایشہ آپ فرمائیے (اے مشرکین تم پکارو کیونکہ

اِنَّا قَالَهُ خَلَفْنَا بِمَأْبِتٍ وَّاٰطَاعُوْهُ ۚ عَلٰی مَا ظَنَّمْهُمْ فِیْهِمْ ۚ مِّنْ مَّظْهَرٍ ۚ اٰیْنِیْۤ اِیَّیْهِمْ تَرٰ اِسْ کَایْہ فَاٰلَہٗ کَمَا نَ تَحَ

کہ وہ انہیں گمراہ کر دے گا لیکن جب اہل سبائے اس کے اشارہ پر اپنا شروع کر دیا اور اس کی پیروی اختیار کر لی تو اب کے گمان کی

تصدیق ہو گئی۔ وقال مجاہد: ظن خلف فکان حکما ظن تصدیق خلفه (قرطبی) کہ اس نے ایک گمان کیا تھا اور وہ گمان پورا

ہو گیا، تو اب گویا اس کے ظن کی تصدیق ہو گئی۔

۳۸ یعنی شیطان کے پاس ایسی کوئی قوت نہ تھی جس کے زور سے وہ انہیں جبراً اپنا پیروکار بنا لیتا اور وہ اپنی مرضی اور ارادہ

کے ملے انہیں اس کے پیچھے چلنے پر مجبور ہوتے۔ اس کا کام تو صرف دوسرا انداز کرنا اور لطائف الحیل سے وہ فرانا اور پھانسا تھا اس

نے صرف گمراہ کیا اور یہ صاحبان وقار و متانت کو بلائے طاق کہ کھل کھلانے لگ گئے۔ اس نے صرف تار پھلایا اور یہ تھیں کرنے لگے۔

اس کی چکنی چٹری باتوں پر یوں فریفتہ ہو گئے کہ اپنے خالق کو بھی نبھال دیا اور اپنے مخلص راہنما دل کی پند و موعظت کو بھی ٹھکرا دیا۔

۳۹ یہ استثنا منقطع ہے اور الا۔ لیکن کے معنی میں استعمال ہوا ہے (قرطبی) فعلہ کے معنی کی تحقیق کئی مقامات پر گزر چکی ہے

مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ فعلہ نظر ظاہر کرنا، تمیز (تمیز کرنا)، اور مٹنی (دیکھنا) کے معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ یہاں یہ سارے

معانی چپاں ہو سکتے ہیں اور اگر فعلہ جاننے کے معنی میں ہی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک علم تو وہ ہے جو کسی چیز کے

ظہور پذیر ہونے سے پہلے اُسے حاصل ہے لیکن اس علم پر جزا و سزا مقرر نہیں ہو سکتی۔ جب کوئی عمل عالم واقع میں ظہور پذیر ہوتا ہے

تب نیکو کار کو جزا کا اور بدکار کو سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں علم سے مراد یہی علم ہے۔ میرید علمہ شہادۃ الذی یقع بہ اثواب

والعقاب (قرطبی)

لیکن علم الہی کے بارے میں جو تحقیق علامہ پانی پتی نے کی ہے۔ اہل حق کے نزدیک وہی اولیٰ بالقبول ہے جس کا خلاصہ چند

سطور میں پیش خدمت ہے :

فرماتے ہیں : زمانہ اور زمانیات اسی طرح مکان اور مکانیات سب حادث ہیں اور ان تمام امور کے

زَعِمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ

جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود خیال کرتے ہو۔ یہ تو ذرہ برابر کے بھی مالک نہیں ہیں نہ آسمانوں میں

وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍَ وَمَا لَهُمْ مِنْهُمْ

اور نہ زمین میں اور نہ ان کا زمین و آسمان میں کچھ حصہ ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا ان میں سے

مِّنْ ظَهِيرٍ ۚ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ

کوئی مددگار ہے نہ شے اور نہ نفع دے گی سفارش اس کے ہاں مگر جس کے لیے اس نے اجازت دی ہو اسے یہاں تک

مستقل اللہ تعالیٰ کا علم قدیم، ازل، سرمدی ہے۔ تقدیم و تاخیر جس کا تعلق زمانہ سے ہے اور تحت و فوق جس کا تعلق مکان سے ہے یہ حادث ہے اور اللہ تعالیٰ تو زمان و مکان کا خالق ہے وہ زمانی تقدیم و تاخیر اور مکانی فوق و تحت سے مبرا اور منزہ ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو منہجی سورہ سبأ کی آیت ص ۱ اور ص ۲)

نیکے زعم کا مفعول ثانی اللہ مقدر ہے۔ اے زعمتوہم الالہۃ عبارت یوں ہے کہ اے زعمتوہم الالہۃ۔ مقلدی، یعنی جن کو تم اپنا خدا یقین کرتے ہو انہیں پکارو۔ دیکھیں وہ تمہاری کیا مدد کرتے ہیں۔ وہ یہاں سے قریبے بس اور بے ذرا ہیں، وہ تو زمین و آسمان میں سے کسی ذرہ کے بھی مالک نہیں۔ جن شرک میں جن "زائدہ ہے اور شرک یعنی شرکت یعنی جس سے ہے یعنی ان کا زمین و آسمان میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اے ادعو الذین زعمتم الالہۃ (قرطبی)، یعنی انہیں پکارو جنہیں تم خدا خیال کرتے ہو۔ ملاحظہ فرمائیے بیان لکھتے ہیں: زعمتوہم الالہۃ من دونہ (بجہ) یعنی جنہیں تم اللہ کے سوا خدا سمجھتے ہو۔ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خدا اور معبود بنائے ہوئے تھے۔ تقریباً سب مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

۳۱۔ کنا ملے بسیل التزل کہتے تھے کہ پلو ہم مان لیتے ہیں کہ ہمارے ان تہوں کو زمین و آسمان کی کسی چیز پر اختیار نہیں اور نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ حصہ دار لیکن قیامت کے روز یہ ہماری شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت کے باعث ہم نجات پا جائیں گے۔ ان کے اس گمان کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ ان کا یہ خیال بھی مراسر بنیان ہے۔ قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا کہ جس کا جی چاہے گا شفاعت کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے گا بلکہ شفاعت کے لیے صرف وہ آدمی سب کثانی کھڑے گا جس کو بارگاہ الہی سے شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی اور فقط ان لوگوں کے لیے وہ شفاعت کرے گا جن کی شفاعت کرنے کا اسے اذن ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کو شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی۔ وہ تو انبیاء و اولیاء ہوں گے اور انہیں صرف ان گناہگاروں کے لیے سفارش کرنے کا اذن ملے گا جو ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ یہ ہمارے یہ بت تو انہیں مرے سے سفارش کرنے کی اللہ تعالیٰ

لَا فَرْعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ

کہ جب دود کردی جاتی ہے گھبراہٹ ان کے دلوں سے تو پڑھتے ہیں کیا ارشاد فرمایا تمہارے رب نے۔ وہ کہتے ہیں حق فرمایا ہے اور

الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝ قُلْ مَنْ يَدْرُقُكُمْ مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ قُلْ

وہی بڑی شان والا سب سے بڑا ہے۔ آپ فرمائیے کون درزی دیتا ہے تمہیں آسمانوں اور زمین سے خود ہی فرمائیے

اللَّهُ ۝ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ قُلْ

اللہ ہے اور ہم یا تم (دونوں میں سے ایک) ہدایت پر ہے اور (دوسرا) گمراہی میں ہے۔ تمہارے فرمائیے

نے اجازت ہی نہیں دی، ان کی کیا کھال ہے کہ وہ شفاعت کر سکیں اور وہ بھی ان بد نصیبوں کی جنہوں نے ساری عمر کفر و شرک میں بسر کردی اور آفرودم تکسایان نہ لائے۔

۱۲۲۔ فَرْعَ کا معنی ہے جب دل سے گھبراہٹ اور ہراس مچے۔ قال ابن عباس خُلِّيَ عَنْ قُلُوبِهِم الْفَرْعُ قَطْرِبُ، اُخْرِجَ مَا فِيهَا مِنَ الْخَوْفِ۔ یعنی قیامت کے دن جنہیں اذن شفاعت ملے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈر رہے ہوں گے ان کے دل گھبرا رہے ہوں گے کہ دیکھیے ان کے ساتھ آج کیا سلوک کیا جاتا ہے اور جب مولیٰ کریم اپنے فضل و کرم سے انہیں اذن شفاعت بخشے گا اور یہ خوف و ہراس دور ہوگا۔ اس وقت وہ ایک دوسرے سے اطمینان کے لیے پوچھیں گے کہ پروردگار نے کیا فرمایا۔ دوسرا انہیں بتائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ بات فرمائی ہے جو عین حق ہے۔ یعنی اس نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اہل ایمان گناہوں کی شفاعت کرو۔ واقعی اس کی شان سب سے اعلیٰ و ارفع ہے اور وہ بہت بڑا ہے۔

۱۲۳۔ کفار کو جواب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان سے پوچھیے کہ تمہارے رزق کا ہم پہنچانے والا کون ہے۔ کون بلالوں کے مشکیزے میٹھے پانی سے بھر کر ہوائی کے کندھوں پر لٹا کر لاتا ہے اور تمہارے کھیتوں پر آکر برساتا ہے یہ سورج کی کرنیں اور چاند کی شامیں کس کے حکم سے ہر چیز کی مناسب نشوونما کر رہی ہیں اور ان کو رنگ اور ذائقہ سے مسخر کر رہی ہیں۔ کون ہے جو یہ تمام انتظامات حسن و خوبی سے انجام دے رہا ہے۔ تمہارے کھانے کے لیے ہر طرح کی اجناس، سبزیاں اور پھل تیار کر رہا ہے۔ کفار کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا، وہ اگر یہ کہتے کہ ان کے رب سے سب کچھ کر رہے ہیں تو یہ سفید مٹی کا تھوڑا سا ٹکڑا کا نام لیتے تو پھر شرک سے چھٹے رہنے کے لیے ان کے پاس کوئی وجہ جواز باقی نہ رہتی۔ اس لیے خود ہی حکم دیا۔ قُلْ اللَّهُ : اے محبوب! یہ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ آپ فرمادے تھیں اللہ تعالیٰ۔

۱۲۴۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہیں اور تم شرک میں مبتلا ہو۔ ہم دونوں تو راہِ راست پر ہو نہیں سکتے۔ لہذا اگر ہم راہِ راست پر ہیں تو تم گمراہ ہو۔ اور اگر تم راہِ راست پر گامزن ہو تو ہم جھٹکے ہوئے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ توحید کے ماننے والے اور شرک کرنے والے

لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ

تم سے باز پرس نہیں ہوگی ان جرموں کی جو ہم نے کیے اور نہ ہم سے باز پرس ہوگی تمہارے کرتوتوں کی جس کو فرمائیے ہزار بے حساب

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَنُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَا الْعَلِيمُ ﴿۱۶﴾ قُلْ

کو جمع کرے گا پھر وہ فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان حق (و انصاف) کے ساتھ۔ وہی بہترین فیصلہ کرنے والا سب کو جاننے والا ہے جس کو فرمائیے

أُرُوْنِي الَّذِينَ ادَّعٰهُمُ بِهِ شُرَكَاءُ ۚ كَلَّا بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۷﴾

مجھے بھی دکھاؤ تودہ شریک جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں۔ بلکہ فقط وہی اللہ ہے جو زبردست و قادر مطلق ہے جس کو

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر شکہ لیکن اس حقیقت کو کہ کثیر لوگ

دوڑوں راہ حق پر چل رہے ہوں۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ حق پر کون ہے۔ ہم یا تم۔ دلائل کس کی تائید کرتے ہیں۔ جملہ سلیم کا فیصلہ کس کے حق میں ہے اور خود تمہارے دل کیا کہہ رہے ہیں۔ قیاس امتحانی کی یہ بہترین مثال ہے۔

۱۵۔ ہر شخص اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائے گا۔ اب وقت ہے کہ جس کی کوشش کرو اور اگر اس حقیقت کو جو سچ ہے میں مدین تری ہے، سمجھ چکے ہو تو نادان بچوں کی طرح بے جا ہٹ اور مزید نہ کرو اور نہ پھپھانا پڑے گا۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو میدانِ حشر میں جمع کرے گا اور ہمارے ٹکڑے کا خود فیصلہ فرمائے گا۔ اس سے بہتر اور کون فیصلہ کر سکتا ہے۔ کون سی بات ہے جس کا اسے علم نہ ہو۔ یفتح ای یحکمہ و یفصل (مظہری)

۱۷۔ مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شریک جنتے ہیں یا جنہیں بنایا جاتا ہے۔ "أُرُوْنِي" کا پہلا مفعول ضمیر منکر منصوب متصل، و درسا مفعول "انذین الحقتم به" اور ضمیر مفعول "شُرَكَاءُ" ہے۔

۱۸۔ اس آیت کی تفسیر اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔

"عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فُتِلْتُ عَلَى

الانبیاء بہت۔ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْحُكْمِ۔ وَ نُفِزْتُ بِالرَّعْبِ۔ وَ أُجِذْتُ لِي الْعَنَانُ وَ جُعِلْتُ لِي

اَرْضٌ مَّسْجِدًا وَ طَهْرًا۔ وَ أُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔ وَ خُفِّرَ لِي الْبُيُوتُ۔"

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی ہے۔ مجھے اس نے

جوامع الحکم عطا فرمائے۔ زمینیں قلیل الفاظ میں کثیر معانی کر دیاں۔ اس نے رعب سے میری مدد کی۔ میرے لیے غیبت حلال کی

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ

نہیں جانتے۔ اور وہ کہتے ہیں کب پورا ہو گا یہ وعدہ (تھاؤ) اگر تم

صَادِقِينَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً

سنجے ہو (اے مکرر!) تمہارے لیے وعدہ کا دن مقرر ہے۔ نہ تم اس سے ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکو گے اور

وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ

نہ ایک لمحہ آگے بڑھ سکو گے۔ کفار (اب تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اس قرآن پر جسے

وَلَا يَأْتِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ

اور نہ ان کتابوں پر جو اس پہلے نازل ہوئیں۔ کاش! تم (وہ منکر) دیکھو جب یہ ظالم کھڑے کیے جائیں گے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ

اپنے رب کے رو برو اس وقت یہ ایک دوسرے پر الزام دہریں گے۔ کہیں گے وہ دُکھ ہو (دُنیا میں)

گئی۔ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد قرار دی گئی اور طہارت کا ذریعہ بنایا اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور
مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر سلسلہ نبوت ختم کیا۔

”حَافَةَ“ کے مفہوم اور ترکیب کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ زجاج کے نزدیک کاؤ کا معنی جامع ہے، قال زجاج
ای وما ارسلناك الا جامعاً للناس بانذار اوله لا بلاغ۔ بعض کے نزدیک یہ کٹ کا اسم قائل ہے جس کا معنی روکنا ہے اور
”حَا“ مبالغہ کے لیے ہے یعنی جم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ سب لوگوں کو کفر و عصیان سے روکیں۔ معناه حفاة للناس
لئلا يضلوا من ما هم فيه من الكفر۔ اور آخرت میں آپ انہیں دوزخ میں گرنے سے روکیں گے۔ اس کی ترکیب میں بھی مستد قول
ہیں۔ بعض نے اسے مصدر مضاف کی صفت بنایا ہے۔ اس تقدیر پر عبارت یوں ہوگی۔ وما ارسلناك الا رسالة كافحة یعنی
جامعہ شاملہ... اور بعض نے اسے ارسلناک کی منیر خطاب کا مال بنایا ہے اور للناس جار مجرور اس کے ساتھ متعلق ہے اور
بعض نے اسے للناس کا مال بنایا ہے۔ اگرچہ اکثر غری مجرور پر حال کو مقدم کرنا درست نہیں سمجھتے لیکن یہاں اتہام کی وجہ سے تقدیم جائز
ہے۔ وكافة حال من الناس قديم عليه لانهتم معنى ارسلناك لاجل ارشاد الناس كافة حامة احمر حمر وسود حمر ومظري،
”اے آج تو کفار بڑے کبر و غور سے قرآن پر ایمان لانے سے انکار کر رہے ہیں اور اپنی اس امتیاز مند خود دشمنی قرار دے رہے ہیں لیکن

الناس

اسْتَضِعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا وَالْوَلَا أَنْتُمْ لَكُمْ مُؤْمِنِينَ ۖ قَالَ

کمزور سمجھے جاتے تھے ان سے جو بڑے بنا کھڑے تھے اگر تم نہ ہوتے تو ہم مغرور یا نڈار ہوتے۔ جواب دیجئے

الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضِعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدُكُمْ عَنِ

حجرت ان کمزوروں کو کیا ہم نے تمہیں روکا تھا

الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بِكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ

ہدایت قبول کر رہے تھے جب انہیں ہدایت تمہارے پاس آئی تھا تو حقیقت تم خود مجرم تھے۔ کہیں گے وہ

اسْتَضِعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكَرُ اللَّيْلِ وَالنَّارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا

کمزور لوگ ان مغروروں سے ایوں نہیں بلکہ تمہارے شبِ روز کے مکر و فریب ہیں بدیہتے باز رہنا جب تمہیں ہم

أَنْ تَكْفُرَ بِاللَّهِ وَتَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۖ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا

جیتے تھے کہ ہم اللہ کو ٹھننے سے انکار کر دیں اور دہنوں کو اس کا ہمسر بنائیں تھے اور دل ہی دل میں ہنپتائیں گے جب یحییٰ

جب قیامت کے دن انہیں قبروں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے دربر و پیش کیا جائے گا اس وقت ان کی حالت دیدنی ہوگی۔ سارا شمار اتر چکا ہوگا، مگر یہ مسکین بنے فرطِ مذمت سے ہونٹ کاٹ رہے ہوں گے۔ جب غضب الہی کے مہر لگے ہونے شعلے دیکھیں گے تو آپس میں اُلجھنا شروع کر دیں گے۔ ان آیات کا مفہوم واضح ہے۔

شعہ اس کی ترکیب غریب ہے۔ کمزور اور ضعیف لوگ کہیں گے کہ اسے سردارو! تم رات دن اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے کہیں قرآن کی کسی آیت پر اعتراض کرتے کہیں حاطی قرآن پر پھبتیاں کتے کہیں مسلمانوں کی خستہ حالی کا مذاق اڑاتے اور ہمیں بار بار اس امر کی تلقین دہاتی کہتے تھے کہ جس راہ پر تم چل رہے ہو یہی سیدھی راہ ہے۔ مبادا کسی کے کہنے سے اس سے ہٹک جاؤ۔ وائیں بایں دیکھنے کی ضرورت نہیں آنکھیں بند کیے ہمارے پیچھے چلے آؤ۔ تم خود سوچو اگر مسلمانوں کا مذہب سچا ہوتا تو ہم جو اتنے زیرک اور قوم کے راہنما اور اپنے ملک کے لیے وجہ افتخار ہیں اسے قبول نہ کرتے ہم نے اس مسئلہ پر بڑی سنجیدگی سے غور کیا ہے۔ ہم نے اس کی پوری پوری تحقیق کی ہے۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمان اپنا آبائی دین چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔ اے ہمارے سردارو! ہمیں یوں حق سے روکنے کے لیے تم شب و روز اسی قسم کے مکر و فریب کرتے رہتے تھے۔ کیا تمہاری جیشوں پر ہر وقت اسی قسم کی گفتگو نہیں ہوا کرتی تھی۔ تم لوگوں کو کفر پر اٹھائے رہنے کی ہر وقت ترغیب نہیں دیا کرتے تھے؟ ہمیں تو تمہاری یہ منکاریاں لے ڈوبیں اور نہ ہمیں

الْعَذَابُ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالِ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ

مذابک اور ہم ڈال دیں گے طوق ان لوگوں کی گردنوں میں جنہوں نے کفر کیا خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے کیا نہیں

إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۰﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا

جسے دیا جائیگا بجز اسے جو وہ کیا کرتے تھے اے اللہ اور ہمیں بھیجا ہم نے کسی مہتی میں کوئی ڈرانے والا مگر یہ کہ پہلا

قَالَ مُتَرَفُّوهُمْ إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۲۱﴾ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ

کہہ دیا وہاں کے آسودہ مال لوگوں نے ہم اس دین کا جو دیکر تم بھیجے گئے ہو انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے دم کرن ہو میں ڈرانے والے ہمارے

أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِبُعْدَ بَيْنٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ إِن رَّبِّي يَبْسُطُ

مال میں تم سے زیادہ ہے اور اولاد بھی اے اللہ اور ہمیں مذاب نہیں دیا جاسکتا ہے آپ فرمائیے بلیک میرا رب کشادہ کرتا ہے

اپنی طاقت برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی بیل اور سارے کھانکے ان منکایوں اور حیلہ سازوں کے لیے عرف زمان ہیں اس لیے کہ نسبت بطور مہازان کی طرف کر دی گئی۔ "الغلال" اس کا دامنہ نقل ہے وہ زنجیر جو گلے میں ڈالی جاتی ہے۔

اے آخر میں یہ بات واضح کر دی کہ شخص کو ارادہ اور اختیار کی آزادی دی گئی ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے ارادہ اور اختیار کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں صرف کرے مگر کوئی نادان کسی کی خوشنودی کے لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور کسی کی کردار تقلید کے وجہ سے گمراہی کے راستہ پر گامزن رہتا ہے تو وہ سن سنے کے قیامت کے دن اس کا یہ مذہب برگز مقبول نہ ہوگا کہ اس نے فلاں شخص کے مجبور کرنے سے ایسی حرکت کی۔ اگر وہ اس کو مجبور نہ کرتا یا اسے اپنے فریب میں مبتلا نہ کرتا تو وہ برگز یہ فعلی نہ کرتا۔ فرما دیا جیسا کرو گے ویسا مجھو گے جو جنس کاشت کرو گے وہی کاٹو گے۔ اب بھی طرح سوچی رہتیں کیا کرنا چاہیے۔ طبقہ امرا کا ہمیشہ سے یہی رویہ رہا ہے انہیں زندگی کے سارے عیش و آرام نصیب ہوتے ہیں۔ روپے پیسے کی ریل پیل ہوتی ہے جس طرف سے گزرتے ہیں لوگ تنظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ انہیں اور کیا چاہیے۔ اگر فریبوں پر ظلم ہوتا تو ہمارے اگر کسی کی آبروریزی سے تو قہری رہے مگر اقتدار عالیہ کا ان کے معاشرہ میں مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کی ہلاکت ہے۔

ان حالات میں جب کسی اقتدار کا کوئی دائمی اٹھتا ہے تو سب سے زیادہ پریشانی انہیں لاحق ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ اقتدار برپا ہو گیا تو ان کی عیش و نشاط کی بساط الٹ دی جائے گی۔ اس لیے جب کسی عقائد کی اصلاح اور معاشرے کی فزایوں کو دور کرنے کے لیے کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ تشریف لے آیا تو اس طبقہ امرا نے اس کی دعوت کو قبول کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا۔

اے اللہ اور کما تم کرن ہو ہماری اصلاح کرنے والے یہ مالیشان حویلیاں تمہاری ہیں یا ہماری۔ یہ باغات اور مہر نظر ملک لہلاتے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

رزق کر جس کے لیے چاہتا ہے اور تدبیر کر دیتا ہے (جس کیلئے چاہتا ہے) لیکن اکثر لوگ ان حکمتوں کو نہیں جانتے ۵۲

مَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى إِلَّا مَنْ

دیا درگفتوں نہ تمہارے اموال اور نہ ہی تمہاری اولاد ایسی چیزیں ہیں جو تمہیں ہمارا قریب بخشدیں، مگر جو ایمان لایا اور

أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَ

نیک عمل کرتا رہا اسے ہمارا قریب نصیب ہوتا ہے پس یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے ان کے عملوں کا اور

هُمْ فِي الْغُرُفِ آمِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ

وہ بالا خانوں میں امن و امان سے رہیں گے ۵۳ اور جو لوگ کوشاں ہیں ہماری آیتوں کی تکذیب میں تاکہ ہمیں ہراویں ۵۴

ہونے کھیت کس کے ہیں۔ یہ دونوں پہنچے جن کی جوانی اور طاقت کی بلانیں زمانہ ملے رہا ہے۔ ان کا باپ کون ہے اگر ہم گمراہ ہوتے تو ہمارے ہاں دولت کی یوں فراوانی ہوتی، سالانہ پیش و عشرت کی یوں کثرت ہوتی، گم کردہ راہ تو تم ہو، اسی وجہ سے نہ تمہیں کمانے کو روٹی ملتی ہے اور نہ پہنے کو کپڑا، جاؤ اپنا کام کرو۔ ہماری یہ سکون زندگی میں بے الطیفانی کا زہرست نمودار۔

۵۳ پہلے ترقیامت کا تصور ہی غلافِ عمل ہے۔ اگر بغیر منیٰ محال تمہارے کمنے کے مطابق قیامت آجی گئی تو کس کی مجال ہے کہ ہم جیسے اکابر ملت اور ممالک و قوم کی طرف کوئی میلی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

۵۴ یہ غلط فہمی صرف دورِ قدیم کے انبیاء و ائمہ کو نہ تھی، بلکہ اس روشن زمانہ کے اکثر متمول اور خدا فراموش لوگوں کا یہی حال ہے اس لیے اس آیت میں اس کا انکار کر دیا کہ رزق کی کمی بیشی کسی کے گمراہ یا ہدایت یافتہ ہونے کی کوئی کسوٹی نہیں۔ رزق کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ اپنی حکمت کے پیش نظر کسی کو رزق زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم۔ ہدایت پہنچ رہی الگ ہے۔ یہ نسبت انہیں بخشی جاتی ہے جن کے دل میں اس کی طلب ہو اور اس کو قبول کرنے کی صلاحیت ہو۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے وہ رزق کے پانے سے ہدایت کو ملہتے رہتے ہیں۔

۵۵ یہ نہ سمجھو کہ اگر تمہارے پاس مل بکثرت ہو گا اور بچوں کی تعداد زیادہ ہوگی تو تم خدا کے مقرب بن جاؤ گے۔ یہاں تو شرف پذیرائی اسے بخشا جاتا ہے جس کے دل میں ایمان کا چراغ روشن ہو اور جو اپنے حسنِ عمل سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی فلاح و بہبود میں لگا ہوا ہو۔

۵۶ ایسے نیک نیتوں کو ان کے اعمال حسنہ کا کئی گنا اجر ملے گا۔ فردوسِ بریں کے بالا خانوں میں وہ قیام کریں گے کسی قسم کا غم و اندیشہ ان کی راحتوں میں خلل انداز نہیں ہوگا۔ ۵۷ اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو اسی سورت کی آیت ۵۷

أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُخَضَّرُونَ ﴿۱۳۰﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ

وہی رزق مذاب میں ہمیشہ کرتا رہیں گے ﴿۱۳۰﴾ آپ فرمائیے بے شک میرا پروردگار کشادہ کردینا رزق

لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ

کے جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ

فَهُوَ يَخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۱۳۱﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ

اور دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ اور جس روز وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر

يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۱۳۲﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ

فرشتوں سے پوچھو گا کیا یہ رزق تمہاری بڑبا کیا کرتے تھے۔ اے فرشتے عرض کریں گے تو پاک ہے ہر

أَنْتَ وَلِيْنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ

شک سے ہمارا مالک تو ہے ہمارا ان سے کیا واسطہ بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر

بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿۱۳۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفَعًا وَلَا

ان پر ایمان رکھتے تھے۔ پس آج تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو نہ نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ

﴿۱۳۰﴾ ان بد بختوں کو بخیر کر مذاب الہی میں جھونک دیا جائے گا۔ وہ ادھر ادھر نہیں جھک سکیں گے
﴿۱۳۱﴾ بعض مشرک قائل فرشتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ فرشتے (نور و باندہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ عیسا
کے دن انہیں شرمندہ کرنے کے لیے فرشتوں سے پوچھا جائے گا (ای تہکیتا لہما) اے ملائکہ! یہ ہیں تمہارے بچاری
تم تو انہیں خوب پہچانتے ہو گے اور ان سے تمہارے بڑے گھرے مراسم ہوں گے۔ فرشتے کہیں گے اے ہمارے مالک! اے
معبود برحق! تو ہر قسم کے شرک سے منزہ ہے۔ ہماری بندگی بھی تیرے لیے، ہماری دوستی بھی تیرے ساتھ۔ تو ہی ہمارا آقا اور تو ہی
ہمارا مالک۔ ان سے تو ہمارا انعام کوئی تعلق نہیں۔ اے انت ربنا الذی نتولاه ونطیعه ونعبده ونخلص فی العبادۃ
(قرطبی) ملائکہ لڑکی کہتے ہیں (ای انت الذی فرالیہ من دونہم لاموالاہ بیننا و بینہم روح المعانی)۔ یہ تو شیطان اور
اس کے حواریوں کی بڑبا کرتے تھے اور انہیں فرشتہ کہتے تھے۔

خَرَّاءُ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا

نقصان کی۔ اور ہم کہیں گے جنہوں نے ظلم کیا تھا کہ چھو آتشیں جہنم، کا مذاق جس کو تم

تُكَذِّبُونَ ﴿۱۵۸﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا

جھٹلایا کرتے تھے لے اور حیب پڑ کر سنائی جاتی ہیں انہیں ہماری آیتیں دیکھنا ایک وہ بالکل واضح ہیں کہتے ہیں نہیں یہ

رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَنْ مَا كَانُوا يَعْبُدُ آبَاءَكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا

ایسا شخص جس نے ارادہ کر لیا ہے کہ روک دے تمہیں ان دھرموں، سے جس کی تمہارے باپ دلوں پر کیا کرتے تھے۔ نیز کہتے ہیں نہیں یہ

إِلَّا أَفْكٌ مُّفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنَّ

یہ قرآن مگر جھوٹ بھڑا ہوا۔ اور کفار کہتے ہیں حق کے بارے میں جب وہ ان کے پاس آیا کہ نہیں یہ

هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵۹﴾ وَمَا اتَيْنَهُمْ مِنْ كِتَابٍ يَذُرُّونَهَا وَمَا

یہ مگر جادو کھلا کھلا ہے اور نہ ہی ہم نے انہیں کوئی کتاب دیں جھٹکایہ مطالعہ کرتے ہوں اور نہ

أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿۱۶۰﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ہم نے بھیجا ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا ہے اور انبیاء کی، تکذیب کی جو ان سے پہلے گزرے ہے

۱۵۸ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی عبادت کرتے تھے اور ان کو اپنا معبود یقین کرتے تھے۔ قیامت کے دن وہ ایک دم سے

کوئی لٹیر یا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ بلکہ ہم خداوندی کے مطابق انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ تاکہ وہ اپنے کرتوتوں کی سزا چکیں۔

۱۵۹ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے بارے میں ان کے بے سوچاؤ الزامات کا ذکر ہو رہا ہے۔ میرا نبی قرآن کی بہتری

کے لیے کر شاں ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں راہ حق سے جھٹکانا چاہتا ہے۔ قرآن کریم کا نور تو ظلمت کفر عالم کو شکسب طور بنا رہا ہے۔

اور یہ کہتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ انہیں معجزات دکھانے جاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں یہ تو سحر مبین ہے۔ ایسے اٹنی کھوپڑی کے لوگ

کیسے فلاح پا سکتے ہیں۔

۱۶۰ ان کی جماعت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۶۱ ان سے پہلے بھی میرے انبیاء تشریف لائے اور ان کی قوموں نے انہیں جھٹلایا، ان کو طرح طرح سے ستایا۔ آخر کار ہم

وَمَا بَلَغُوا مِئْثَارَ مَا آتَيْنَهُمْ فَكَذَّبُوا أَرْسِلْنَا فَلَئِمَّا كَانَ نَكِيرٌ ۝

اکیہ دکانرکت نہیں پہنچے دسویں حصہ کو بھی جو وقت دیر ہو، ہم نے ان کو دیا تھا جس حسبہ ملک جھوٹا پیڑ رسولوں کو توکن ہونک تھا ایہ مذاب۔

قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلِي وَفَرَادَى ثُمَّ

اے حبیب! آپ! انہیں (ذاتیہ میں میں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں (۷۷) تو مان لو تم اللہ کیلئے کھڑے ہو باور دو دیا کیلئے کیلئے

تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ

پھر خوب سوچو! تمہیں ماننا پڑے گا، تمہارے اس لائق میں جنوں کا شاہد کہ نہیں ہے کہ نہیں ہے وہ مگر بد وقت خبردار کرنے والے تمہیں

نے ان کو برباد کر دیا۔ قریش کہہ جرات میرے حبیب کرم سے اڑا کر کہ باتیں کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے ان کے پاس تو اس کا درجہ
جنت میں نہیں جو ہم نے پہلے توہوں کو دیا تھا ان کا ملک بھی زیادہ وسیع تھا، ان کی زمین بھی بڑی نہ خیز تھی۔ ان کی حکومت بھی بڑی مستحکم تھی۔
لیکن جب انہوں نے نافرمانی کی مدد میں اختیار کر لیا تو ہم نے ان پر اپنا مذاب نازل کیا جس نے انہیں باہر جاہ و شہرت خاک سیاہ کر کے
رکھ دیا۔ یہ بیمار سے کس باغ کی مول ہیں اور اپنے آپ کو کیا سمجھ رہے ہیں۔ مِئْثَارُ اور عِشْرُ ہم معنی ہیں یعنی دسویں حصہ یعنی
اہل لغت نے کہا ہے کہ عِشْرُ دسویں حصہ کو کہتے ہیں اور مِئْثَارُ دسویں حصہ کو کہتا ہے۔ المِئْثَارُ وَالْعِشْرُ
سواء لَعَنَانٍ، وقیل المِئْثَارُ عِشْرُ الْعِشْرِ، قال الجوهري مِئْثَارُ الْعِشْرِ عِشْرَةٌ، نكير: اهل میں نگیری۔ مثلاً۔
وقیل المِئْثَارُ عِشْرُ الْعِشْرِ والعِشْرُ هو عِشْرُ الْعِشْرِ فيكون جزءاً من الف جزء، قال الماوردي هو الاظهر: ان
المراد به المبالغة في التقليل يعني بعض نے کہا ہے کہ مِئْثَارُ عِشْرُ کے دسویں حصہ کو کہتے ہیں اور عِشْرُ عِشْرُ کا دسواں حصہ ہوتا ہے۔
تو اس طرح مِئْثَارُ ہزارویں حصہ کو کہیں گے۔ ماوروی کہتے ہیں: یہ معنی بہت مناسب ہے کیونکہ یہاں مقصد اٹھے مل کی لغت بتاتا ہے۔
۳۳ حضور فرمایا مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف جو لوگ طوفان بد قیزی برپا کیا کرتے تھے اور تاروا الزامات لگا کر سادہ لوح لوگوں کو
کو تنفر کیا کرتے تھے انہیں کہا بار بار ہے کہ ہم اس تنازعہ کا فیصلہ تم پر چھوڑتے ہیں۔ کسی غیہ کو یہاں حکم بنانے کی ضرورت نہیں۔ تم
میری صرف ایک نصیحت مان لو وہ یہ ہے کہ تم دو دو مل کر یا اکیلے تنہائی میں بیٹھ کر اس امر پر غور کرو کہ تم جو اپنے رفیق اور بھائی کے
ساتھی کو مجنون کہتے ہو۔ اس کی تباہی سے پاس کوئی معقول وجہ بھی ہے۔ کیا تم نے انہیں مجنوں کی طرح بے سرو پا باتیں کرتے کسی سنا
ہے؟ دیوانوں کی طرح شور مچاتے؟ شام سارا لے کہتے کسی دیکھا ہے؟ تم انہیں کہنا دق کہتے ہو، کتنی اذیت پہنچاتے ہو۔ اس کے باوجود
کبھی یہ آپس سے باہر ہو کر تم سے دُور ہو جاتے ہیں کبھی انہوں نے ناشائستہ بات تک بھی کی ہے۔ ان کا ہر کام مقصدیت اور مسنویت کا
لا جواب نمونہ ہوتا ہے۔ ان کا ہر فعل اتنا دلربا اور رُوح افزا ہوتا ہے کہ قربان ہونے کو بھی چاہتا ہے۔ گفتگو کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا
ہے کہ حکمت کے موتی بکھیر رہے ہیں۔ متانت، وقار، سچائی اور برابری میں ان کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ کل تک تم بھی انہیں

۵۱۲

يَدِي عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ

سنت عذاب کے آنے سے پہلے (ترجمہ) جو معاوضہ میں نے تم سے مانگا ہے وہ تم اپنے پاس

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ قُلْ

رکھو میری (اجرت) بس اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے (ترجمہ)

إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَآمُ الْغُيُوبِ ۝ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا

بیک میرا (باطل پر حق سے ضرب لگاتا ہے وہ سب غیبوں کو جاننے والا ہے (ترجمہ) اسے محبوب! اعلان کر دیجئے حق آگیا

يُبْدِي الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝ قُلْ إِنْ ضَلَّكُ فَاثْمًا أَضَلُّ

اور باطل کی تڑت کا غم نہ ہو گیا (ترجمہ) (تو اسے گمان کے مطابق) اگر میں بہک گیا ہوں تو اس کا دل

صادق اور امین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ان میں کیا ایک کون سی تبدیلی آگئی ہے کہ تم نے ان کے بارے میں اپنی رائے بدل لی ہے۔ ان امور میں اکیلے بیٹھ کر غور کرو یا اپنوں میں سے جن کو تم باخبر اور زیرک سمجھتے ہو انہیں بلا کر ان سے تبادلاً خیال کرو۔ لیکن خدا را تعصب اور منہ کو ایک طرف رکھ دو۔ محض حق سمجھنے کے لیے اگر ایسا کرو گے تو یقیناً تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ اللہ کا محبوب نہ مجنون ہے نہ اس پر آسیب کا اثر ہے۔ نہ یہ فطری ہے اور نہ اس کے پیش نظر کوئی سیاسی مفاد ہے۔ یہ جو کچھ کر رہا ہے محض تمہاری خیر خواہی کے لیے کر رہا ہے۔ وہ تمہیں مذہب الہی سے پہچانا چاہتا ہے۔ وہ تمہیں بروقت خواب غفلت سے بیدار کرنا چاہتا ہے۔ دل کی آنکھوں سے انہیں دیکھو انہیں پہچانو ان کی قدر کرو ان کے بروقت امتباہ سے نائدہ امثالہ تم تو بڑے دواندیش اور معاملہ فہم لوگ ہو ایسی ناشائستہ حرکتیں تمہیں تو زیب نہیں دیتیں۔

۳۴ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرّم کو حکم دیتے ہیں کہ آپ انہیں فرمائیے کہ اگر میں نے کسی تم سے کوئی معاوضہ طلب کیا ہو، اپنے لیے چند فراہم کیا ہو، تو وہ تم مجھ سے واپس لے لو۔ میں اس خیر خواہی کا اجر تم سے آخر کیوں مانگوں۔ تم مجھے دے کیا سکتے ہو۔ زیادہ دریا دل دکھاؤ تو چند درہم اور چند دینار ہی مجھے دے دو گے۔ میری نگاہ میں تو دنیا بھر کے سیم و زر کی قدر مجھ کے پر کے برابر بھی نہیں۔ میرا اجر دینے والا میرا رب کریم ہے جو غنی بھی ہے اور سخی بھی! اس کے خزانے ختم ہوتے ہیں اور نہ دیتے ہوئے اس کے ہاتھ ٹھکتے ہیں۔ اور اس نے مجھے اتنا دیا ہے کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میرا رب وہ ہے جو میرے اور ہر شخص کے ظاہری اور باطنی احوال کا مشاہدہ کر رہا ہے اس علیم وخبیر رب پر ایمان رکھتے ہوئے میں یہ جرات کیسے کر سکتا ہوں کہ ناحق نبوت کا دعویٰ کر بیٹھوں۔

۳۵ آپ فرمائیے میرا رب وہ جبار و قہار ہے کہ باطل کی طاغوتی قوتوں پر حق کا دلا کر رہا ہے اور انہیں ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیتا

عَلَى نَفْسِي وَإِنْ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي إِنَّهُ لَشَمِيرٌ

میری جان پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو (شکل) اس دی کے باعث ہرگز اب میری طرف ہوتا ہے بیشک سب کو سننے

قَرِيبٌ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فِرْعَوْنُ أَفْلَا فُوتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ

والا، بالکل نزدیک کاسٹل: تم دیکھو جب یہ گھبرائے ہونگے، بچے بچے کی کرنی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی سے پکڑ لیے

قَرِيبٌ ۝ وَقَالُوا امْكُتَابِهِ ۚ وَآتَىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ

بالیں گے ۛ اس وقت کہیں گے ہم ایمان لے آئے ان پر شک لیکن اب کیوں کروہ پا سکتے ہیں ایمان کو اتنی

بَعِيدٌ ۝ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ

دور جگہ سے ۛ حالانکہ وہ کفر کرتے رہے ان سے اس سے پہلے ۛ اور دور سے بن دیکھے یا وہ گزشتہ

سہ۔ یومی بہ الباطل فید منہ۔ (مظہری)

ۛ آپ اعلان کر دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا باطل کے بٹنے کو ماییدی و مایعید سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عربی محاورہ میں جب کسی چیز کی ہلاکت اور بربادی کا ذکر کرنا ہو تو انہی الفاظ سے کرتے ہیں۔ لاییدی و لایعید: ضار قولہم لاییدی و لایعید مثلاً فی الملک: کہہ کہ جو ہلاک اور فنا ہو جائے نہ وہ کوئی نیا کام شروع کر سکتا ہے اور نہ کسی کام کا اعادہ کر سکتا ہے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص بے بس اور کمزور ہو جائے اس وقت کہتے ہیں فلان مایعید و ماییدی اذلم لیکن نہ حیلۃ۔ میں نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے یعنی اسلام کو ذلت و ظلم نصیب ہو گیا۔ اور باطل کے مقدم میں ذلت و سوائی لکھ دی گئی۔ اب یہ اسلام کو مٹا سکتا ہے اور نہ مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

ۛ اب تو بڑی ڈینگیں مار رہے ہیں۔ ذرا اس منظر کا تصور کیجئے جب روزِ محشر انہیں ہانک کر اللہ تعالیٰ کی مدلت میں پیش کیا جائے گا، اوسانِ خطا ہوش اڑی ہوئی، آنکھیں میٹھی میٹھی، گوشش کریں گے کوئی راہ مل جائے تو فرار ہو جائیں لیکن وہاں بھلا کر انہیں بھاگنے دے گا۔ اسی وقت فرشتے، مشکریاں ڈال کر آگے دھکیں گے۔ اُخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ میں ایک خاص لطف ہے۔ وہ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ابھی انہیں کسی نے نہیں دیکھا اب وقت ہے، روپوش ہونے کا، کاذب کان کسی کو خبر ہی نہیں ہوگی کہ کہاں تھے اور کدھر غائب ہو گئے۔ میں اس وقت ان کے بالکل قریب انہیں پکڑنے والے اہانک نمودار ہو جائیں گے اور بھاگ جانے کی جوتد ہیریں وہ کر رہے تھے وہ یکایک خاک میں مل جائیں گی۔

ۛ اُس وقت بھانسنے لگیں گے کہ ہم تو اس نبیِ مکرم پر دل و جان سے ایمان لے آئے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور

مَكَانٍ بَعِيدٍ ۝ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ

کرتے رہے اُن کے اور رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جسے چاہتے

ہادی برحق ہیں۔

۱۹۔ کفار اب ایمان لانا چاہتے ہیں اور توبہ کرنا چاہتے ہیں۔ اب وہ وقت بیت گیا۔ اب وہ گھڑیاں دُور بہت دُور ماضی میں کھو گئیں۔ وہ روزِ شنب کچنے قیمتی تھے جب انہیں حق کی طرف بلانے والا اُن کے پاس آکر دعوت دیتا تھا۔ جب سعادت دارین بانٹنے والا اُن کے دروازوں پر آکر دستک دیا کرتا تھا۔ افسوس اُنہوں نے اس وقت اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا آج قیامت کے روز وہ چاہتے ہیں کہ ہدایت کا دُور انہیں مل جائے۔ ان کی توبہ قبول ہو جائے۔ ناممکن از میں مہل؟

تبادلہ کا معنی جلتے ہوئے ملازم ہر ہر لکھتے ہیں۔ والتناوین والتناول، قوله تعالى وان لهم التناوش من مكان بعيد يقول ان لهم تناول الايمان في الآخرة وقد كفروا به في الدنيا، یعنی تبادلہ کا معنی کسی چیز کو پالنا یا لٹکانا کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ آج قیامت کے دن وہ ایمان کو کس طرح پا سکتے ہیں جب کہ دُنیا میں وہ اس کا انکار کرتے رہے۔ قرآن کریم ہمیں ان حقائق سے اس لیے آگاہ نہیں کرتا کہ ہم دُوسروں کی نادانیاں کے قید خزان بنے رہیں۔ متحدہ تو ہمیں بشار کرنا اور ہمیں تنبیہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں چٹم مینا عطا فرمائے۔

۲۰۔ یعنی آج ایمان لانے کا کیا فائدہ۔ دُنیا میں تو وہ ہمارے رسول کے ساتھ کفر ہی کرتے رہے اور ان کی دل آزاری میں مشغول رہے۔ میرے نبی مکرّم کے کلمات کا انکار کرنے کے سوا ان کا کوئی مشغولہ ہی نہ تھا۔

۲۱۔ جب کوئی شخص ایمانی باتیں کرتا ہے اور ہرزہ سرائی کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں۔ يعقظ بالغيب العرب تقول نكل من نكله بلا يعقظ : هو يعقظ ويرجع بالغيب۔ (قرطبی)

کفار کا بھی یہی حال ہے۔ بغیر کسی عقلی دلیل کے اپنے کفر پر عقائد پر اڑے ہوئے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی ترمیم کا انکار کرتے ہیں۔ کبھی قرآن کو من گھڑت افسانہ کہتے ہیں۔ کبھی قیامت کے عقیدہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ "من مكان بعيد" کہہ کر ان کی بیوقوفی کو مزید بڑھ کر دی۔ کہ ایک ترائی میرے میں تیرا رہے ہیں دوسرا خاندان سے بہت دُور کھڑے ہو کر۔ کیا ایسے تیرا دُور کا تیر بھی خاندان پر لگ سکتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ اس آیت میں بھی روزِ محشر کو ان کا جو حال ہو گا، اس کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۲۔ اس آیت میں بھی قیامت کے دن ان پر جو گزروے گی، اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔

یعنی اس وقت ان کی بڑی خواہش ہو گی کہ ان کا ایمان قبول کر لیا جائے اور انہیں مذاہب سے نہات مل جائے، لیکن آج وہ اپنی اس آند کو نہیں پا سکتے۔ ان کے درمیان اور ان کی آرزو کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی گئی ہے جس کو بھانڈا ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ آج یوں ہی کعبِ افسوس ملتے، اشکِ مذمت بہاتے اور اپنی قسمت کو کرتے دوزخ میں پھینک دینے جا رہے ہیں۔

بِأَشْيَاءِهِمْ مِنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ ۝

دل سے پابستے ہوں گے بیٹے اتنے ہم شرب لگوں کیا تھپے کیا تھپے وہ ایسے شک میں مبتلا تھے جو دوسروں کو بھی شک میں ڈالنے والے تھے

۱۔ اشیا جمع ہے شے کی، اور شیع جمع ہے شیعوں کی۔ یعنی ان کے ہم عقیدہ دوسرے کفار کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا۔
۲۔ مُرِيب باسب افعال کا اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے دوسرے کو شک میں ڈالنا۔
آرَبَتْ الرجل جعلت فيه ريباً، ورِبته، اوصلت اليه الريبة (لسان العرب)۔
یعنی وہ کم بخت شک میں یوں مبتلا ہوئے کہ دوسرے لوگ بھی ان کے باعث شک میں مبتلا ہوتے چلے گئے، یعنی بن کا شک اتنا سنگین قسم کا تھا کہ وہ دوسروں کو بھی لے ڈوبا اور ان کے یقین کا چراغ بھی گل کر گیا۔

ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اهدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم ورسولہ الرؤف الرحیم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔
قد فرغت بتوفیقہ تعالیٰ من هذه التعليقات وقد اخذ المودن یعلن بصوتہ الرحیم شہدین لا الہ
الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ

لا زالت حکمة اللہ فی العلیاء

وحکمة الذیما کفروا السفلی

انہم ارفع ذکرہ وعظم شانہ وبین برہانہ وامتنا علی دینہ وعلی حبہ واحترنا یوم القیامہ تحت
لواءہ انت یا رب کریم جواد وہاب۔

محمد حکرم شاہ

نظر ثانی

وقت الغنی۔ یوم السبت

۱۵۔ رجب ۹۲ھ۔ ۲۶۔ اگست ۱۹۷۳ء

برد و سردی

وقت العصر

یوم الثلاثاء۔ رجب ۹۱ھ

۳۱۔ اگست ۱۹۷۱ء

مگھال

تعارف

سُورَةُ فَاطِر

نام : یہ سورت دو ناموں سے مشہور ہے۔ فاطر اور مائلکہ۔ یہ دونوں لفظ پہلی آیت میں مذکور ہیں۔ اس کی آیتوں کی تعداد پینتالیس ہے اس میں نو سو شریکات اور تین ہزار ایک سو تیس حروف ہیں۔
زمانہ نزول : یہ سورت مکی عہد میں نازل ہوئی یہ ضامن میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سورۃ سبا اور فاطر کا زمانہ نزول قریب قریب ہے۔

مضامین : کفر و شرک، فسق و فجور کے گھسپ اندھیروں میں انسانیت کا کارواں عرصہ سے ٹھوکریں کھا رہا تھا وہ ان اندھیروں سے اب اتنا مایوس ہو گیا تھا کہ اُسے ٹھوکر پر ٹھوکر کھانے سے گھبراہٹ یا ذمات تک محسوس نہ ہوا کرتی۔ ایسے لوگوں کو ان تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی نیکی و مسکنی شاہراہ پر گامزن کرنے کا فریضہ اس سورت میں بھی انجام دیا جا رہا ہے۔ اس میں افہام و تفہیم بھی ہے اور زبرد و قریح بھی، اس میں دلجوئی اور دلہناری بھی ہے اور سرزنش اور چھڑک بھی، انتہائی صراحت اور بڑی وضاحت سے اپنے قارئین کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کے اعمال نیک و بد پر کیا نتائج مرتب ہونے والے ہیں۔ ویسے تو سورۃ پاک کی ہر آیت گہنیزہ معرفت اور محزون ہدایت ہے لیکن چند مضامین خصوصاً توحید کے متعلق ہیں۔

۱۔ عقیدہ توحید کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور اس کی شان کبریائی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو وہ مہبودان باطل جن کی پرستش مشرکین مکہ جگہ دنیا بھر کے مشرک کیا کرتے تھے ان کی بے بسی کا بڑے عزم و ہمت پر ایسے میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر انسانیت دم نہ نہڑے بلکہ جو قرآن کی آنکھیں منور و مکمل جاتی ہیں اور اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا قطعاً مشکل نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے بغیر کسی کی عبادت عقل و غور کی رسوائی اور انسانیت کی انتہائی تذلیل ہے جو ذات یا اختیار رکھتی ہو کہ جس کو جیسے چاہے پیدا کر دے جو چاہے جتنا چاہے دے دے اور جس وقت چاہے اپنی نعمتیں واپس لے لے اور زمین و آسمان میں کوئی ایسی قوت نہ ہو جو اس کے فیصلے کو بدل دے تو وہی قوی اور عزیز ساری کائنات کا مہبود اور پروردگار ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی ایسا نہیں جسے خدا سمجھا جائے یا اس کی پرستش کی جائے۔ اس مضمون کو مختلف انداز سے کئی بار اس سورت میں دہرایا گیا ہے تاکہ قاری کے ذہن میں توحید کا سبق پوری طرح نقش ہو جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب نبی اور برگزیدہ بندہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو سراپا رافت و رحمت بن کر تشریف لایا تھا جس کے پاک دل

میں شفقت و خلوص کا سمندر موجزن تھا جس کی اولوالعزمی کا یہ تقاضا تھا کہ انسانیت کے دامن پر کفر و فسق کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہے۔ مہولاً ہوا انسان۔ بھٹکا ہوا انسان۔ منزل سے دور بہت دور و اماخذ راہ انسان پھر اپنے آپ کو پہچان لے اس کا سینہ موم نہ تھی کا عزان بن جہنم۔ اس کی پیشانی انسانی سلامت کا عزان بن جائے تاکہ فرشتے پھر اس کے سامنے سر جھکانے لگیں وہ رؤف و رحیم مرشد اور اللہ ہم ہادی کفار کے غنا و اور بے جا تعصب کو دیکھتا تو اسے بڑا ہی دکھ ہوتا تھا۔ تعالیٰ اپنے رسول کو بار بار قتل دے رہے ہیں کہ لے جمیب! آپ نے تو اپنا فرض جس طریق اور کردیا اگر یہ ہدایت قبول نہیں کرتے تو ان کی قسمت۔ آپ افسردہ نہ ہوں، آپ غمزدہ نہ ہوں آپ سے پہلے بھی جو انبیاء تشریف لائے ان کی قوموں نے بھی ان کے ساتھ اسی قبہ کا سوک کیا۔

۳۔ جو لوگ راہ راست کو چھوڑ کر کج روی اختیار کرتے ہیں، صاف ستھری پاکیزہ زندگی کے بجائے فسق و فجور سے آلودہ غلیظ زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں۔ اس کے اسباب کا ذکر فرمادیا۔ پہلا سبب تو یہ بتایا کہ دنیوی زندگی کی چمک و گمان کی آنکھوں کو خیر و کرہ دیتی ہے! اہل دنیا جس سرور و پیش اور جاہ و جلال سے اپنا وقت بسر کرتے ہیں، انہیں دیکھ کر دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی ریس پیدا ہوتی ہے وہ بھی چاہتے ہیں کہ انہیں بھی یہ پیش و نشاط میسر ہو اور وہ بھی جس راہ سے گزریں زمین ان کی بیہیت سے کانپنے لگے، وہ اس ظاہری پمپکٹ مک کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتے۔ ورنہ اس کی تہ میں جتنے خوفناک اندھے بے ہیں وہ انہیں نظر آجاتے اور وہ یوں اس پر غور نہ ہو جاتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ فطرت انسانی طبعی طور پر گناہوں سے متنفر ہوتی ہے لیکن شیطان ان گناہوں کو اس طرح آراستہ پیراستہ کر کے ان کے سامنے پیش کرتا ہے کہ وہ اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور فطرتِ سلیمہ کے پر زور احتجاج کے باوجود وہ گناہوں کی لالچ میں پھنسنے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنا نقد دین و ایمان بلکہ ناموس و عزت کو بھی بے دریغ اس لالچ میں ڈال دیتے ہیں۔ آیتِ نبرہ اور نبرہ میں بڑی واضح تنبیہ فرمادی کہ لے لوگ! کان کھول کر سن لو تمہیں دنیا کی زندگی کے یہ ٹھاٹھ باطلہ راہ حق سے برگشتہ نہ کر دیں یہ سراسر ہے چمکتا ہوا سراسر، جو تمہیں دکھائی دے رہا ہے۔ ابلیس اور اس کے پیار گماشتے اپنی چکنی چٹری باتوں سے تمہیں بدکاریوں کا خوگر نہ بنا دیں۔ یاد رکھو شیطان تمہارا ازل دشمن ہے اپنی سلامتی چاہتے ہو تو اس کو اپنا دشمن ہی سمجھا کرو، ورنہ وہ تمہیں ایسی لڑائیاں دے گا کہ قعر جہنم میں جا کر لو گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس محنت و شفقت سے اپنے ازل دشمن کی فریب کاریوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔
۴۔ پہلے اپنی ثنوت و حکمت اور کبریائی کی تحریرنی دلیلیں پیش فرمائیں، ان میں بکثرت برکی و عزت دی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ اس طرح اہل علم کی عزت افزائی بھی فرمادی اور یہ بھی بتادیا کہ اہل علم وہ ہیں، جو آیاتِ ربانی میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان اسرار و رموز کا سراغ نکالتے ہیں جو کائنات کے مختلف ردپوں میں جلوہ نما ہیں۔ آخر میں بتادیا کہ اگر اللہ تعالیٰ علیم اور کریم نہ ہو تو ہر بدکار کو جہنم نندن میں نیست و نابود کر دے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کو بار بار سنبھلنے کی مہلت دی جائے اور ان پر قبل ہدایت کا دوازا کھلا رکھا جائے، مقررہ گھڑی سے پہلے جو چاہے آنے اور رحمتِ خداوندی سے اپنے دامنِ حیات کو معمور کر لے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَابْعَثْنَا فِي خِزْيُونَا

سورۃ فاطر کی ہے اس کی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ ۴۵ آیتیں اور ۵ رکوع ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلِكَةِ رُسُلًا

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ جو پیدا کرنے والا ہے سماء اور زمین کا سب جس نے بنایا ہے فرشتوں کو پیغام رساں کے

أُولَىٰ أَجْنَعَةٍ مَّمْنَىٰ وَثُلُثَ وَرُبْعَ يُزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ

جو پروردگار بارخود دلے میں کسی کے دو کسی کے تین اور کسی کے چار تک وہ زیادہ کرتا ہے بناوٹ میں جو چاہتا ہے

سے حمد کہتے ہیں کسی کے کمالات اختیار پر اس کی توصیف اور شہ کرنا۔ کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تمام کمالات اختیار سے موصوف ہے اس لیے حقیقی حمد و ثنا اس کے لیے سزاوار اور اسی کے لیے مخصوص ہے۔ باقی جہاں کہیں کوئی غری اور کمال پایا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین ہے۔ اس لیے جس چیز کی بھی ثنا کی جائے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی ہی ثنا ہوگی جس نے اس شخص یا چیز کو اس کمال و غری سے متصف فرمایا ہے۔

سے یہاں اللہ تعالیٰ کے چند کمالات قدرت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

کسی چیز کو نیز کسی پہلے نور کے عدم محض سے موجود کرنے کو فطر کہتے ہیں۔ الفطرة، الابتداء، وخلق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو نصبت سے بہت فرمایا ہے۔ ان کا پہلے کوئی نور نہ تھا جس کو دیکھ کر اس کی نقل آسانی گئی ہو۔ اس کے علم، قدرت اور حکمت کا اندازہ کیونکر لگایا جاسکتا ہے۔ جس نے اتنی بڑی کائنات کو یوں آراستہ پرستہ کر کے تخلیق فرمایا اور اس کی پختگی کا یہ حال ہے کہ ان گنت سال گزر گئے۔ اس میں کوئی شکاف، بوسیدگی کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فطر کے لفظ کا صحیح مفہوم مجھے اس وقت معلوم ہوا جب دو اعرابی ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑنے لگے میرے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا: اَنَا فَطَرْتُهَا۔ یعنی اس کنوئیں کو میں نے ابتداء کھودا ہے۔ اعمیٰ انا ابتداءت حطرها (سان)

سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دوسرا کمال یہ ہے کہ اُس نے اپنے انبیاء اور رسل تک پیغام رسائی کی خدمت فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ وہ جناب الہی سے وہی لے کر انبیاء و رسل تک پہنچاتے ہیں اور امام و القادسے اولیاء کا طین کو مشرف فرماتے ہیں۔ یہ بڑی سنگین ذمہ داری ہے اس میں ذرا سی خیانت اور معمولی سی غفلت ناقابل برداشت ہے لیکن فرشتے اس خدمت کو اس حسن و غری سے انجام دے رہے ہیں کہ خیانت و غفلت کا ان کے متعلق گمان تک نہیں کیا جاسکتا۔

سے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نیز کی تنفیذ بھی ان کا کام ہے۔ اس لیے ہر فرشتہ کو اس کی ذمہ داریوں کے

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ

بیک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے ۝ جو عطا فرمائے اللہ تعالیٰ لوگوں کو داپنی رحمت سے تو

فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهَا مِنْ بَعْدِهَا ۝

اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک دے تو اسے کوئی دینے والا نہیں اسے روکنے کے بعد ۝

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۝

وہی سب پر غالب بڑا دانہ ہے ۝ اے لوگو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو اس نے تم پر فرمائی ۝

پیش نظر مختلف درجہ کی قوت انسانی فرمائی گئی ہے۔ اجنہ اس کا واحد جناح و پر۔ بازو یعنی کسی کو دو، کسی کو تین، کسی کو چار پر بخشنے لگے ہیں اور بعض جلیل القدر فرشتے ایسے بھی ہیں جنہیں اس سے بھی زیادہ پر عنایت کیے ہیں۔ یہی حدیث میں ہے:

عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای جبرئیل علیہ السلام لہ

سقاۃ جناح - (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود کہتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا کہ ان کے چوہو پر تھے۔

اس سے ایک طرف فرشتوں کی قوت اور غیر معمولی صلاحیتوں کا اظہار فرمادیا، دوسری طرف ان لوگوں کے زعم باطل کی تردید کر دی جو ان کو اپنا خدا مانتے ہیں۔ بتا دیا کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت ہی فرمانبرداری مخلوق ہے۔ تعیل حکم ربانی میں ذرا سی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر جسامت، قوت، حسن، علم اور دیگر بے شمار کمالات میں جس طرح چاہتا ہے برتری اور بزرگی عنایت فرماتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی امر اس کے لیے دشوار نہیں اور نہ اس کی عطا پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق ہے۔ ۝ اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ اس کے رحمت فرمانے کا انداز نہ ملے ہیں۔ اپنی رحمت کا دروازہ وہ جس کے لیے کھول دے کسی کی مہال نہیں کہ اگر جبر اسے بند کر دے اور اگر وہ کسی پر اپنے در رحمت کو بند کر دے تو کسی کی طاقت نہیں کہ زبردستی اسے کھول سکے۔ وہ قادر مختار ہے۔ اس کا ہر کام اس کی شانِ مکت کا آئینہ دار ہے۔

یفتح کا اصل معنی تو یہ ہے کہ کسی بند چیز کو کھول دینا۔ یہاں بظہر مجاہد علی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے یعنی عطا کرنا، بخشش کرنا۔ ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ اسی ما یعطی اطلق الفتح وهو لا ینزل ولا یزال یزال اطلاقا للسبب علی

الموجب - دھری

۝ قدرت الہی کے چند مظاہر پیش کرنے کے بعد روئے سخن سب انسانوں کی طرف ہے کہ اے انسانو! زندگی، صحت، علم، عزت، دولت اور غیر ہا جن نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالا مال کیا ہے انہیں یاد رکھو اور اس محسنِ حقیقی کا شکر ادا کیا کرو۔ ومعنی

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ

۱ بجلائے تو بتاؤ کیا اللہ کے بغیر کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے آسمان اور زمین سے ۛ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَإِنِ تَوَفَّكُونَ ۚ وَإِن يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ

نہیں کوئی معبود بجز اس کے سو اس سے منہ پھیر کر کدھر جا رہے ہو ۛ اور اے حبیب! اگر یہ آپ کو مبتلا رہے ہیں (تو کوئی نئی

رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ۚ وَالِلَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝۱۱ يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ

بات نہیں آئی پہلے بھی رسولوں کو مبتلا کیا گیا اور آخر کار اللہ کی طرف ہی سارے کام لوٹے جاتے ہیں ۛ اے لوگو! یاد رکھو یقیناً

وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ

اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس دھوکہ میں نہ ڈال دے تمہیں یہ دنیوی زندگی ۛ اے اور نہ فریب میں مبتلا کرے تمہیں اللہ کے

هَذَا الَّذِي كُنَّا شُكْرًا قُرْطُبِي

ۛ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں تیس بھی اس نے پیدا فرمایا اور تمہارے رزق کے سارے سامان بھی اسی نے پیدا فرمائے تخلیق میں جب اس کا کوئی شریک نہیں تو رزق رسالی میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ جب خالق بھی وہی ہے اور رازق بھی وہی تو پھر خود انصاف کرو اور کون ہے جو عبادت کرنے کے لائق ہو۔ ہرگز نہیں سب کو۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔

ۛ تَوَفَّكُونَ کے دو ماضی ہو سکتے ہیں۔ الْأَفْكَ وَالْإِفْكَ : الْأَفْكَ کا معنی پھیرنا ہے اور الْإِفْكَ کا معنی جھوٹ بولنا۔ علامہ قرطبی اور دیگر علماء تفسیر نے یہاں الْأَفْكَ کو تَوَفَّكُونَ کا ماضی قرار دیا ہے یعنی تم کہتے نادان ہو کہ اپنے خالق، رازق اور اپنے معبود حقیقی سے نہ موز کر شیطان کی پیروی میں دیوانہ وار دوڑے جا رہے ہو۔ مِنْ الْأَفْكَ (بِالْفَتْح) : وَهُوَ الصَّرْفُ يُقَالُ مَا أَفَكَ عَنْ كَذَا أَيْ مَا هَرَفَ عَنْهُ (قرطبی)

ۛ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب راجع سے ان کی ردگردانی ملاحظہ فرماتے تو ازمدافہ خاطر ہوتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب! ان کا نکار کوئی پہنچا نہیں ہمیشہ سے باطل پرستوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ اس لیے رنجیدہ نہ رہا کریں سب معاملات آخر کار اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر آئے والے ہیں وہ خود فیصلہ فرمادے گا۔

ۛ پہلے یا ایہا الناس فرما کر لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے اجتناب کرنے کی تاکید فرمائی۔ اب یا ایہا الناس فرما کر انہوں سے باخبر کر دیا جو انسان کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتے ہیں اس دوسرے خطاب کا آغا اس چیز سے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت آنے لگی اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ یہ وعدہ کسی نام آدمی کا نہیں جو معجزا وعدہ کرنے میں شرم

الْغُرُورُ ۝ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا

بارے میں وہ بڑا فریبی۔ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھ کر روٹو۔ وہ فقط اسلئے (دشمن کی)

محسوس نہ کرے یا اپنی کمزوری کی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکے۔ ایسا نہیں ہے یہ دھوکہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ کا دھوکہ ہمیشہ سچا ہوا کرتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ زندگی کی ان ناپائیدار لذتوں میں اس مذہب کے لوگوں کو قیامت کا دن سے یاد دہی نہ دے۔ نیز ہوشیار رہنا کہیں وہ فریبی اور دھوکہ باز نہیں کوئی چکے سے کرنا وقت سے بیکار نہ دے۔ حضرت سعید بن جبیر نے پہلے مجھے کا یہ مفہوم بیان کیا ہے: غرور الحیوة الدنیا ان یشتغل الانسان بنعيمها ولذا اتها عن عمل الآخرة، یعنی دنیوی زندگی کا دھوکہ یہ ہے کہ انسان اس کی نعمتوں اور لذتوں میں یوں مشغول ہو جائے کہ آخرت کے لیے کوئی عمل کرنے کی اس کے پاس فرصت ہی نہ رہے۔ اور دوسرے جملہ کاموں سمجھنے کے لیے غرور کا مفہوم ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ قال الامامی الغرور الذی یغترک: والغرور الاباطیل۔ لسان العرب۔ یعنی احمی جو فقر لغت اور ادب کے امام ہیں کہتے ہیں۔ غرور اسے کہتے ہیں جو تجھے دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر دے۔ فریبی، مکار، دھوکہ باز اور دوران چیزوں کو گماتا ہے جن کی محبت اور پابست کے باعث انسان دھوکہ کھا جائے، اور فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: اسے روکو! تمہیں کوئی فریبی، کوئی دھوکہ باز دھوکہ میں مبتلا نہ کرے۔

کیونکہ سب سے بڑا دھوکہ باز شیطان ہے اس لیے بعض علماء نے لکھا ہے کہ آیت میں غرور سے مراد شیطان ہے۔ بیشک شیطان دھوکہ بازی کے فن میں بے نظیر ہے اور ہر شخص کو ایک قسم کے دام فریب میں پھانسنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ ہر شخص کی نفسیات کو جانتا ہے، وہ ہر انسان کے کمزور پہلوؤں سے خوب واقف ہے اور ہر انسان پر اس کا ملامت کے کمزور پہلو سے ہوا کرتا ہے۔ قتل کے بہاریں کر وہ ایسا پکڑ دیتا ہے کہ وہ کسی تو خدا کا نہ رہے سے انکار کر دیتے ہیں کبھی اس کا شریک ٹھہرانے لگتے ہیں اور کبھی اس کائنات کے کارخانہ سے اس کو رات دن قار دیتے ہیں اور کبھی نزولِ وحی اور وقوعِ قیامت کو قتل کے منافی ثابت کرتے ہیں اور جو لوگ علم و عقل سے اتنی دلچسپی نہیں رکھتے انہیں کبھی دولت کا مالک بننے کی کبھی اقتدار کے سامنے غائب و کما کر کبھی شہرت و نام کے پتھر میں ایسے کر کے ان سے ایسی ہی نہیں اس کا نہ اور موت سے گری ہوئی حرکتیں کراتا ہے کہ اسے دیکھنے والے بھنا کر رہ جاتے ہیں اور جو خدا پر نور قیامت پر ایمان محکم رکھتے ہیں ان کی شمع ایمان اگر ٹکھائی نہیں سکتا قرآن کے کانون میں چپکے سے یہ انہوں کو پھونک دیتا ہے کہ تیرا رب غفور رحیم ہے بیشک غافل نہ ہو۔ بیشک دامِ پیش دیتے رہو۔ اس کی مغفرت کے سامنے تیرے گناہوں کی کیا حقیقت ہے۔ ملازمِ قرطبی کہتے ہیں کہ اس جملہ کی بہترین تشریح حضرت سعید بن جبیر نے فرمائی ہے:

”قال الغرور بالله ان یعمل بالمعاصی ثم یتمتئی علی اللہ تعالیٰ المغفرة“

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ غرور کا مطلب یہ ہے کہ انسان دھوکہ کھا کر گناہ کرتا رہے اور تمنا یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ

مجھے بخش دے گا۔

۱۲ شیطان تمہاری خیر خواہی کے ہزار دھوکے کرے وہ تم سے دوستی کے عہد و بیان کرتے ہوئے کتنی سخت قسمیں کھائے نہیں دیتا

حِزْبُهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۚ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ

دعوت دیتا ہے اپنے گروہ کو تاکہ وہ جہنمی بن جائیں۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے سخت

شدید عذاب والَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ

مذاب ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا

کبیر (۷) اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ

اگر ہے پس کیا وہ شخص جس کے لیے مزین کر دیا گیا ہے اسکا برا عمل اسکو خوبصورت نظر آتا ہے اس لیے آپ تازہ

مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ

کہیں ہوں، بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جو چاہتا ہے پس نہ گئے آپ کی جان انکے لیے

وہ مجھڑا ہے وہ تمہارا نزل دشمن ہے۔ تمہاری وجہ سے جو چٹ اس کو ملی ہے اس کی ٹہنیوں کم نہیں ہوں گی، تم اس کی سیٹھی سیٹھی باتوں میں آجاتے ہو۔ وہ تو ہر لمحہ ایسے موقع کی تلاش میں ہے کہ فرصت ملے تو تمہیں ایسی دھمکنی دے کہ تم اپنے بلند مقام سے متہ کے بل خاکِ منت پر پٹیاں سے آگرو اور وہ نذر سے قتلہ لگاٹے اور تمہارا مذاق اڑائے، نادان نہ ہو ایسے خطرناک دشمن سے ہمیشہ چوکنے رہو۔ جب وہ تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اس کو اپنا دشمن سمجھو تب ہی تم اس کے فریب سے بچ سکتے ہو۔

۳ ملازمِ قرطبی کہتے ہیں۔ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا یہ سارا جملہ مبتدا ہے اس کی خبرِ مخدوف ہے جس پر فلا تذہب نفسک دلالت کرتا ہے۔ اس صورت میں تقدیرِ کلام یوں ہوگی۔ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا ذہبت نفسک علیہم حسرات : یعنی کیا ایسے لوگ جو اپنے برے اعمال کو خوشنما سمجھ رہے ہیں ان کے لیے ارادہ غمِ آبِ اپنی جان گھلا رہے ہیں۔ مذہب یہ ہے کہ وہ ایسی ہمدی اور دوسوزی کے مستحق نہیں۔

ابتدا میں جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کا دل اسے ملامت کرتا ہے۔ اس کے رویہ کے خلاف سخت احتجاج کرتا ہے لیکن اگر وہ باز نہیں آتا تو دل کی آوازِ مہم پڑھاتی ہے یا اس کے کان بھرے ہو جاتے ہیں کہ فطرتِ سلیم کی حدائے احتجاج آتے ہیں نہیں دیتی۔ اس کے بعد ایک اور مرحلہ آتا ہے کہ گناہ گناہ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ جلد وہی مین صواب نظر آنے لگتا ہے جب کوئی شخص اس مرحلہ پر پہنچتا ہے تو وہ ایک لاعلاج مریض ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبِ کریم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دنیوی زندگی کے فریب سے بھی بچائے اور اس شاطر و عیاد کو کجی کے شر سے بھی محفوظ رکھے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حَسْرَتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ لَبِأَيُّ صُنْعُونَ ۝ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ

فرط حزم سے بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو ذکر عزت اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بھیجتا ہے

الرِّبِّهِ فَتُثِيرُ سَكَابًا فَسُقْنَهُ إِلَى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ

ہواؤں کو وہ اٹھا لاتی ہیں بادل کو پھر ہم نے مارتے ہیں بادل کو مردہ شہر کی طرف پھر ہم زندہ کر دیتے ہیں اس بادل

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَلِكَ النُّشُورُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ

دکے مینے سے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد۔ یعنی رانہیں، قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ جو عزت کا طلبکار ہو وہ جان لے

فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ

کہ ہر قسم کی عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور نیک عمل

۱۴۴ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کو حاصل سمجھ رہے ہو۔ اگر تمہیں دیدہ حق بین میں سب تو ذرا اسے کھولنے کی زحمت اٹھاؤ اور ہر طرف دیکھ کر کیا تمہیں ایسے مناظر بار بار دکھائی نہیں دیتے۔ نیک سال کے باعث زمین ابار ہو جاتی ہے۔ زندگی کی کوئی حق بھی اس میں باقی نہیں رہتی۔ کیا ایک ٹھنڈی ہوا اپنے کندھوں پر سرسبز بادل اٹھانے انگلیاں کرنے لگتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہوا اور مینہ برسنے لگتا ہے۔ ہر طرف جل قتل برہماتا ہے اس مردہ زمین میں پھر زندگی انگڑائی لینے لگتی ہے اور طرح طرح کی سبزیاں اُٹھانے لگتی ہیں جو قادیان پانی کے چند قطروں سے زمین کو از سر نو زندہ کر دیتا ہے۔ کیا اس کے لیے یہ کوئی مشکل بات ہے کہ تمہیں مارنے کے بعد پھر زندہ کر دے۔ فلا فملا تو کرو۔ ذرا عقل سے تو کام لو۔

۱۴۵ ارشاد ہے جو عزت و آبرو کا آرزو مند ہے اسے بتاؤ کہ ساری عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کو عزت ملی ہے اسی کی بارگاہ اقدس سے ملی ہے۔ تم بھی اس کی جناب میں حاضر ہو کر سرب نیاز جبکا دو۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا شعار بناؤ۔ تمہیں بھی سرفراز کر دے گا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں :

”فَمَنْ طَلَبَ الْعِزَّةَ مِنَ اللَّهِ وَهَدَّ قَرْنِي طَلِبَهَا۔“

بافتادہ و ذل و سکون و خضوع و جودھا عندہ انشاء اللہ تعالیٰ غیر ممنوع و لا مجرمة عنہ: و قرطبی،

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی جناب سے عزت طلب کرتا ہے اور اپنی اس طلب کی صداقت کو اپنے افتقار و عاجزی

اور نیاز مندی سے سچا ثابت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس عزت کو پائے گا۔ وہ عزت اس سے ہوگی کہ

نہیں جائے گی اور اس سے چھپائی بھی نہیں جائے گی ۱۱ انشاء اللہ

يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ

پاکیزہ کلام کو بلند کرتا ہے لہٰذا اور جو لوگ فریب کاریاں کرتے ہیں بُرے کاموں کے لیے ان کے لیے شدید عذاب ہے۔ اور

کسی نے کیا خوب کہا ہے :

تا داغ عن سلامتی تو داریم ہر پاکرمی رویم پادشاہیم

اکلم الطیب : یعنی پاکیزہ کلام اس سے مراد ذکر الہی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کئی مسلمان یہ کہتا ہے ۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَبَارَكَ اللَّهُ ۔ قرآن مجیدوں کو ایک فرشتہ اپنے پردوں کے نیچے محفوظ کر لیتا ہے اور آسمان کا رخ کرتا ہے فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے اس کا گزر ہوتا ہے وہ فرشتے ان مجملوں کے قائل کے لیے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچ جاتا ہے ۔ اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے یہ آیت تلاوت کی : اِنْ شَاءَ اللَّهُ ، اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ پاکیزہ کلام سے مراد الذکر والاستلزام والثناء ذکر ، تلاوت اور دُعا ہے ۔ اِنْ شَاءَ اللَّهُ اگر کسی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہر وہ کلام ہے جس میں یا تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو یا وہ کلام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا گیا ہو جس طرح کسی کو عطا و نصیحت کرنا یا اسے جمل سکھانا ۔ والختار انہ کل کلام ہو ذکر اللہ او مولیہ سبحانہ سبجائزہ والنصیحتہ والعلم وروح المعانی نیز ملازمین کہتے ہیں کہ مسود کلام سے مراد اس کی مقبولیت ہے ۔ مسود کلام الیہ مجوز مرسل عن قبولہ ۔ (روح المعانی)

لہٰذا یرفعہ کا فاعل عمل صالح اور ضمیر مغفول کا مرجع اکلم الطیب ہے ۔ یعنی پاکیزہ کلام کو عمل صالح بارگاہ الہی میں مقبولیت سے شرف کرتا ہے ۔ اگر باتیں تو اچھی ہوں لیکن عمل اس کے خلاف ہو تو وہ باتیں مسترد کر دی جاتی ہیں ۔

بعض حضرات نے یرفعہ کا فاعل اللہ تعالیٰ کو بتایا ہے اور ضمیر کا مرجع العمل الصالح ہے اور عمل صالح سے مراد وہ اعمال ہیں جن میں زیادہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے جائیں ۔ اِی مَا كَانَ خَالِصًا لَّوَجِبَ اللَّهُ لَا يَكُونُ مَشْرُوبًا بِرِيَاءٍ وَتَمَنَعَةٍ یرفعہ اللہ تعالیٰ اِی یقبلہ ۔ لیکن زیادہ رائج اور صحیح یہ قول ہے کہ المراد ان اکلم الطیب یصعد الی اللہ تعالیٰ وان کان معہ عمل صالح یرفع شأن تلك الکلمۃ وینذیر فی ثوابہا ۔ (مطہر ص ۱۰۷) یعنی پاکیزہ کلام بارگاہ الہی میں شرف باریابی حاصل کرتا ہے ۔ اگر اس کے ساتھ عمل صالح بھی ہو تو اس کی شان بلند ہو جاتی ہے اور اس کے ثواب میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے ۔ ملازم قرطبی کہتے ہیں :
وَالْحَقُّ اِنَّ الْعَاصِيَ لَلتَّارِكِ لِلْفَرَائِضِ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَقَالَ كَلَامًا حَاطِيًا فَانَّهُ مُكَرَّبٌ لَّهِ مُتَعَبِّلَةٌ مِنْهُ وَلَهُ حَسَنَاتُهُ وَعَلَيْهِ سَيِّئَاتُهُ وَقُرْطُبِيُّ

یعنی حق یہ ہے کہ اگر کوئی گنہگار جو فرائض کا تارک ہو ۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور اپنی باتیں کرتا ہے تو انہیں بکھ دیا جاتا ہے اور انہیں تسبیل بھی کیا جاتا ہے ۔ ہر شخص کی نیکیوں کا اسے ثواب ملے گا اور اس کی برائیوں کی اسے سزا ملے گی ۔

مَكَرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يُبَوِّرُ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ

ان کا مکر (دُورِیْب) تباہ ہو کر رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں مٹی سے، پھر پانی کی بوند سے

ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحِثُّ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ

پھر تمہیں بنادیا جوڑے جوڑے اور نہیں حاطہ ہوتی کوئی عورت اور نہ بچہ بنتی ہے مگر اس کو اس کا علم ہوتا ہے

وَمَا يَعْمَرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ

اور نہ لمبی زندگی دی جاتی ہے کسی طویل العمر کو اور نہ کم بھی جاتی ہے کسی کی عمر مگر اس کی تفصیل کتاب میں درج ہے۔ بیشک

ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۚ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

یہ بات اللہ کے لیے بالکل آسان ہے اور کھیاں نہیں جو کتنے پانی کے دو ذخیرے۔ یہ ایک میٹھا ہے بہت شیریں

۱۸۔ یعنی جو لوگ اسلام اور غیر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مکرو فریب اور سازشیں کرتے رہتے ہیں مسلمانوں پر سخت دینے اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے مہیں چلاتے ہیں انہیں شدید مذاہب ہو گا اور ان کا مکرو فریب کام ہو جائے گا۔ یقال بَارَئِنُورًا: اذا هدت و بطل، و بارت السوق ای کسدت (قرطبی) جب کوئی چیز ہلک و فنا ہو جائے تو عرب کہتے ہیں باریبور۔ اور جب کوئی بازار ٹھنڈا پڑ جائے تو بے رونق ہو جائے تو کہتے ہیں بارت السوق۔

۱۹۔ تمہارے آغاز آذیتش سے تمہارے سفر حیات کا اتمام تک کے تمام حالات سے اللہ تعالیٰ تفصیلاً آگاہ ہے اور تمام جزئیات اور تفصیلات لوح محفوظ میں درج کر دی گئی ہیں۔

۲۰۔ اُردو تراجم میں عام طور پر البحرین کا معنی دو سمندر یا دو دریا کیا گیا ہے۔ حالانکہ سمندر سارے کھارے ہیں کوئی میٹھا نہیں اور دریا ذل کا پانی میٹھا ہوتا ہے کھاری نہیں ہوتا، اس لیے جب تک لفظ بحر کی لغوی تحقیق نہ کی جائے یہ البحرین دو نہیں ہوتی، ملازم ابن منظور نے اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے، البحر، الماء الكثير ملحا کان او عذبا۔ یعنی پانی کی کثیر مقدار اور وسیع ذخیرہ کو بحر کہتے ہیں۔ خواہ وہ نمکین ہو یا شیریں۔ بحر کو بحر کہنے کی وجہ انہوں نے یہ لکھی ہے کہ اس میں وسعت اور انبساط کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہی کوئی شخص بہت سنی ہو تو اسے کہتے ہیں اِنَّہ لبحرن کہ وہ تو بحر ہے۔ یہ درست ہے کہ عام طور پر بحر کا اطلاق سمندر پر ہوتا ہے لیکن میٹھے پانی کے وسیع ذخیرہ کو بھی اہل عرب بحر کہتے ہیں۔ چنانچہ ملازمہ مذکور نے ابن مقبل کا یہ شعر بطور استشاد پیش کیا ہے۔

و نحن مننا البحران یشر بوابہ وقد حکان منکع ماء بہکان

یہاں بحر میٹھے پانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ میٹھے پانی کو ہی پینے سے روکا جاتا ہے۔ (لسان العرب)

سَائِبُ شَرَابُهُ وَهَذَا امْلَأُ اجَاخٌ وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ احْمَاطِرًا

اس کا پینا بڑا خوشوار ہے اور یہ دوسرا سخت نکیں، کھاری تلخ۔ اور دونوں میں سے تم کھاتے ہو تو تازہ گوشت نہ

وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِیَّةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاحِرَ

اور نکالتے ہو زینت کا سامان جسے تم پہنتے ہو۔ اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو پانی میں کھلے چرتی، شور مچاتی

لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ یُولِجُ اللَّیْلَ فِی النَّهَارِ

پہل جا رہی ہیں تاکہ تم تلاش کرو اس کے فضل کو اور یہ سب نوازشیں ہیں تاکہ تم شکر ادا کرو ۲۵۔ وہ داخل کرتا ہے ہمیں رات کے ایک حصہ کو

اس تحقیق کے بعد اب وہ غلش باقی نہیں رہتی۔ مذب، میٹھا۔ فرات، شدید العذوبۃ: بہت شیریں یا جو پیاس کو بجھا دے۔ قیل ما ہو کسرا العیش (منظری)، مائع، سہل الاخذار: جس کا پینا بہت خوشوار ہو۔ خود ہی نگلے سے پیے اترتا چلا جائے۔ ملح، نمکین۔ اجاج: شدید الملوحت: از مد کھاری۔ وقیل هو مایحرق بملوح حتر۔ جو اپنے کھارے پن کی وجہ سے جلا دے۔ (منظری) ملازم جو بری کہتے ہیں: ماء اجاج: ای ملح مراد اصحاح، یعنی کھاری تلخ۔

۲۴۔ ذائقہ کے اس تفاوت کے باوجود وہاں مچھلیوں کا تازہ گوشت تمہارے کھانے کے لیے دستیاب ہوتا ہے۔ طویل سمندری سفر میں اگر غورک کے ذخائر ختم بھی ہو جائیں تو مچھلی کے گوشت پر انسان گزارا کرتا ہے بھر اس کی قدرت کا کثر ملاحظہ ہو۔ ایسا نہیں کہ دریائی مچھلیوں کا گوشت لذیذ اور کھانے کے قابل ہو اور کھاری سمندری مچھلیوں کا گوشت نمکین اور کھاری ہو اگرچہ جس پانی میں وہ پیدا ہوئیں، غورک کھاتی رہیں وہ تو کڑوا اور کھاری ہے۔ یکساں نہیں جاسکتا، لیکن اس کی مچھلیوں میں نہ سمندر کی بدبو ہے اور نہ وہ ناپسندیدہ ذائقہ اس خالق کی قدرت کا اس سے زیادہ روشن تر ثبوت کوئی اور بھی تمہیں دے گا ہے۔

۲۵۔ اس کا مزید کرم ملاحظہ ہو کہ اسی سمندر میں تمہیں موتی، جواہرات اور زبان ملیں گے جن کو زیروں کی طرح پہن کر تم اپنی زیب و زینت کو چار چاند لگا سکتے ہو۔

۲۶۔ اس کی عنایت کا سلسلہ میں یہیں ختم نہیں ہو جاتا تم ان کشتیوں، ان بحاری بھوکہ سمندری جہازوں کو دیکھو۔ اپنی پشتوں پر ہزاروں سافروں کو اٹھائے، ہزاروں لاکھوں من سامان سے لدے، سمندر کی موجوں کو چیرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں تاکہ تم اپنے ملک سے دوسرے ملک میں جا کر علم اور ہنر سیکھو۔ اپنا سامان تجارت لے جا کر وہاں کی منڈیوں میں فروخت کرو وہاں کے نوادرات اور ضرورت کی مصنوعات خریدو اور انہیں اپنے وطن میں لا کر بیچو اور ایک سفر سے دو برافع کماؤ۔ ان تمام کرم کو قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کا فضل کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اس کا داعیہ غرہ ہے کشتیاں، ملازم جو بری مڑکی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں اذ اجرت تشق الماء مع صوت (صحاح) یعنی غر کہتے ہیں پانی کو اس طرح چیرنا کہ اس سے شور پیدا ہو کشتیاں جب پانی کو چیرتی

وَيُؤَيِّدُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي

دن میں اور کبھی داخل کرتا ہے دن کے ایک حصہ کو رات میں اور اس کے پابند بن کر دیا ہے سورج اور چاند کو تاکہ ہر ایک رات میں

لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ

مقررہ مہلک تک یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہی ہے۔ اور وہ اہمیت جن کی تم اپنی جاہ کرتے ہو

مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۚ إِنَّ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا

انہیں کے سوا وہ تو کھل کے چمکے کے بھی ایک نہیں ہے اگر تم انہیں پکارو تو نہ سن سکیں گے

ہوتی گزرتی ہیں تو شہید پیدا ہوتا ہے اس لیے انہیں مواخرا کر دیا گیا۔

۲۳ تاکہ تم ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو اور اپنے منعم حقیقی کا شکر بجا لاؤ یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو۔ اس کے رسول مکرر پران لاؤ۔ اس کے تمام اولاد و نواسی کی نعمت سے پابندی کرو تاکہ تم پر مزید لطف و کرم کی بارش کی جائے۔

۲۴ سال بھر موسم بھی ایک مانتیں ہوتا اور دن رات بھی کھٹے بڑھتے رہتے ہیں۔ ورنہ تم اس کی کسانیت سے لگتا جاتے۔ نیز طرح طرح کی سبزیاں گرمی اور سردی کے پھل ان سے بھی تم محروم ہو جاتے۔ اس لیے اپنی قدرت کاملہ سے اس نے یہ انتظام فرمادیا ہے کہ مناسب وقتوں کے بعد موسم بدلتے رہیں۔ گرمی کے بعد سردی۔ خزاں کے بعد بہار کی آمد کا تسلسل قائم رہے۔ دن اور راتیں کھلتی بڑھتی رہیں۔ تاکہ اس کی قدرت کے مختلف شئون طور پر ہوتے رہیں۔ اس نے سورج اور چاند کے لیے بھی ایک نظام الاوقات مقرر کر دیا ہے۔ وہ اسی کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔

جو اتنی قدرتوں کا مالک جو اتنی حکمتوں والا اور پیہم لطف و احسان فطرنے والا ہے وہ ہے تمہارا خدا جو تمہارا رب ہے جو تمہیں منفعت سے قوت کی طرف، نقص سے کمال کی طرف، جہالت سے علم کی طرف تدریجاً تدریجاً لیے جا رہا ہے۔ سارا ملک اسی کا ہے سب جہازوں میں اسی کی حکمرانی ہے۔

۲۵ اے کفار و مشرکین! اپنے رب کریم، معبود برحق، شہنشاہ حقیقی کو چھوڑ کر اس کی عبودیت کا رشتہ توڑ کر جن بتوں و غیہ کو تم نے خدا بنا رکھا ہے اور جن کی پوجا پاٹ میں تم مشغول رہتے ہزاروں کے افلاس اور بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ زمین و آسمان کے خزانے تو کجا وہ تو کھجور کی گٹھلی میں جو باریک سا سفید مچھلیکا پرودہ، ہوتا ہے اس کے بھی مالک نہیں۔ جو اتنے مفنس، افادہ بخش اور بے بس ہوں ان کو اپنا معبود بنانا، ان کی پوجا کرنا، اور رب قہر و حکیم اور مالک و مشکوٰۃ کو چھوڑ دینا کہاں کی دانائی اور عقلندی سے۔ چہ تو سوچو۔ تم کیا کر رہے ہو۔ ذرا غور تو کرید۔ تم کبھی جہاں ہے ہو۔ مختلف مفسرین نے اس آیت کی جو تفسیر کی ہے، ملاحظہ ہو:

تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْإِهَامَ (قرطبی) اِی الذِّینَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (مطہری) تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

دُعَاءُكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ

تماری پکار اور اگر وہ بالغرض سن بھی لیں تو وہ تماری انتہا قبول نہیں کر سکیں گے اور روز قیامت دعائے انکار کر دیں گے

بَشْرِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝ يَأْتِيهَا النَّاسُ أَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ

تمہارے شریک کاٹ اور (حقیقت معلوم ہے) تجھے کوئی آگاہ نہیں کر سکتا خدا کے خبر کی مانند اللہ نے لوگوں کو تم سب متعلق ہو

إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ إِنْ يَشَاءْ يُدْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ

اللہ تعالیٰ کے اور اللہ ہی غنی ہے سب غنیوں سربراہ اللہ اگر اس کی مرضی ہو تو تم سب کو نابود کر دے اور نئے نئے

الادوات و بحر سب کا مفہوم ایک ہے۔ یعنی وہ بُت جن کو تم پر جا کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ آیت بتوں اور ان کے بجاویں کے بارے میں نازل ہوئی۔ قطیر: لغافة رقيقة على النواة۔ (مظہری) وہ باریک پردہ جو نخل پر ہوتا ہے۔

۲۶ مشرکین کے معبودوں کی بے بسی کا مزید بیان ہے کہ یہ بے جان مورتیاں تم کو کھینچ کر فریاد کروا نہیں کیا خبر کہ تم کیا کر رہے ہو اور بالغرض سن بھی لیں تو یہ تماری کیا مشکل حل کر سکتی ہیں۔ تمہاری کیسے مدد کر سکتی ہیں۔ جب ان کے پاس ہر سے سے کوئی اختیار ہی نہیں کوئی طاقت ہی نہیں۔ قیامت کے روز جنہیں دنیا میں معبود بنایا گیا تھا وہ صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ نہ ہم معبود تھے نہ ہم نے ان کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی ہمارا اور ان کا باہمی کوئی تعلق تھا۔ علامہ اُرسی کہتے ہیں کہ بُت تو اس لیے جوڑے نہیں دیں گے کہ وہ بے جان نہ سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں، لیکن جو کہ بخت فرشتوں کو یا اللہ تعالیٰ کے مقربین کو پکارتے ہیں وہ اس لیے جواب نہیں دیں گے کہ ان گلابوں نے انہیں خدا سمجھ رکھا تھا حالانکہ وہ خدا بننے سے بالکل الگ تھے پس وہ ایسے لوگوں کی فریاد کا کیوں جواب دیں گے جو ان پر اتنی بڑی تہمت لگا رہے تھے۔ وكيف يحجبون زاعم ذلك فيهم وفيهم من النعمة ما فيه رزوح المعاني

معلوم ہوا کہ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خدا اور معبود مانتے تھے ان بد بختوں کی حرام نعیمی کا یہ مل بگاڑنے والے سننے والے! صحیح حالات سے تمہیں آگاہ کیا جا رہا ہے اور آگاہ کرنے والا وہ رب ہے جو ظاہر و باطن، علی و خفی، سر و زیر سے خبردار ہے۔ اب تو خود ہی سوچ لے کہ کوئی اور ایسی ہستی ہے جو اس خیر و عظیم کی طرح حقائق اور صد اقول سے کچھ کو اس طرح آگاہ کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مفہوم کلام ہوں ہے: لَا يُنَبِّئُكَ أَي لَا يُخْبِرُكَ بِحَقِيقَةِ الْأُمُورِ الْمُخْبَرُ مِثْلُ خَبِيرٍ (مظہری)

۲۷ اے لوگو! تم اپنے وجود میں، اپنی بقا میں، اپنی نشوونما میں غرضیکہ دونوں جہاں کی زندگی میں ہر ہر قدم پر اس کے فضل و کرم کے محتاج ہو۔ اگر وہ آگاہ بھیجنے کی دیر یا اس سے بھی کم کے لیے اپنی محاور لطف پھیرے تو تمہیں ہوش آجائے۔ تم سب اس کے محتاج ہو اور وہ بے نیاز ہے۔ کوئی اس کی تعریف نہ بھی کرے تب بھی وہ سب خوبیوں والا ہے۔

جَدِيدٌ ۱۹ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ ۲۰ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ

ایک نئی مخلوق۔ اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر قطعاً دشوار نہیں۔ اور ہر عہد نہیں اٹھانے کوئی گناہ کسی دوسرے

اُخْرٰی ۲۱ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِلْمِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ

کا ہر عہد اٹھانے کا چست پر ہر عہد اٹھانے والا کسی کو اپنا ہر عہد اٹھانے کیلئے تو نہ اٹھانے والے کوئی شے اگر

كَانَ ذَا قُرْبٰی ۲۲ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا

کوئی قریبی شے جو مثلاً آپ صرف ان کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور صحیح سے ادا کرتے

۱۹ واژہ: جہت ہے اس کا مصروف نفس ممدون ہے۔ اس کا مطلب ہے: لا تحمل نفس آثمة اثم نفس اُخری
دفع المعانی یعنی کوئی گناہ جو پہلے ہی اپنے بارگاہ کے نیچے دبا چلا جا رہا ہے وہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ کیونکر اٹھا سکتا ہے۔
سورہ عنکبوت کی آیت ہے: وَلِيَحْمِلَنِ اثْقَالَهُمَا وَاتِّقَالَهُمَا كَوَيْلٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِمْ يَوْمَ يُخَالَفُ عَنْ يَمِينِهِمْ غَوَاةً سَعِیًّا وَلِیَحْمِلَنِ اثْقَالَهُمَا وَاتِّقَالَهُمَا كَوَيْلٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِمْ يَوْمَ يُخَالَفُ عَنْ يَمِينِهِمْ غَوَاةً سَعِیًّا
ملاوہ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ دو آیتیں متضاد ہیں کیونکہ سورہ عنکبوت میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ وہ لوگ
ہیں جو کفر اور باطل کے سرغنہ تھے خود بھی گمراہ، بدکار اور مشرک تھے اور دوسروں کو بھی راہِ حق سے بھٹکانا انہیں گناہوں اور شرک میں
مبتلا کرنا ان کا معمول تھا۔ ایسے لوگوں پر دوسرا بوجھ ہو گا ایک اپنی بدکاریوں کا دوسرا ان سے بدکاریوں کا جن میں ان کے درغلانے سے
دوسرے لوگ مبتلا ہوئے یعنی خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے دو بوجھ ان کی گردن پر ہوں گے۔ گمراہ ہونا جس طرح ان
کا فعل ہے اسی طرح لوگوں کو گمراہ کرنا بھی انہیں کا فعل ہے۔

۲۰ مثلاً پہلے مفہوم کی مزید توضیح کی جا رہی ہے۔ مثلاً: بوجھ سے لدا ہوا بادی ہوں۔ یہ لفظ مذکر نونث دونوں کے لیے استعمال
ہوتا ہے۔ (قرطبی) ای نفس اُثقلتها الذنوب۔ حمل: ماکان علیہ الظہر، اس بوجھ کو کہتے ہیں جو پیٹ پر لدا جا رہا ہو۔ جو پیٹ
میں یا د رختوں کی شاخوں میں ہوا سے حمل کتے ہیں۔ والحمل حمل المرأة والنحلة (قرطبی)

حضرت فضیل بن عیاض سے منقول ہے۔ اس سے مراد وہ عورت ہے جس نے بچہ جنا ہو گا اور وہ اس دن اپنے بچے
کو کہے گی: یا ولہ ی! الہیکن بطنی لک وعاء، الہیکن شدی لک سقاء، الہیکن تجری لک وطاء۔ فبقول بلی یا اناہ:
اے میرے بیٹے! کیا میرا پیٹ تیرے لیے قرار گاہ نہ تھا، کیا میری مچاتیاں تیرے لیے شکاریہ نہ تھیں، کیا میری گردن تیرے لیے آرام کی
جگہ نہ تھی؟ وہ کہے گا ہاں میری اماں ہاں!

فبقول یا بانی قد اثقلتني ذنوبی فاحمل عني منها ذنباً واحداً۔ فبقول الیہ عنی یا اناہ فانی بذنبی عنک
مشغول: (قرطبی) پھر وہ کہے گی میرے بیٹے! میرے گناہوں نے میری گردن بوجھ دی ہے پس اس انبار سے ایک گناہ تو اٹھا لو

الصَّلَاةُ وَمَنْ تَزَكَّى فَإِنَّمَا يَتَزَكَّى لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝

میں نماز اٹھ اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے سو وہ اپنی مصلحت کے لیے ہی اختیار کرتا ہے ۲۱ اور یاد کرو آخر کار اللہ ہی

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ ۚ وَلَا

ہی دُعا ہے۔ اور یکساں نہیں ہے اندھا اور بینا۔ اور نہ دیکھیں ہیں، اندھے اور نور اور

لَا الظُّلُمُتُ وَلَا الْحُرُورُ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ

نہ دیکھاں ہے، سایہ اور تیز دھوپ۔ اور نہ ایک جیسے ہیں زندہ اور مردے ۲۲ ایک

دو کے گناہ! دُور ہٹ ہا میں اپنے گناہوں میں مشغول ہوں، میں تیری طرف توجہ نہیں کر سکتا۔
اس آیت یا اس روایت سے مطلق شفاعت کا انکار کم فہم یا تعصب کے سوا کچھ نہیں۔ شیعہ حافظ قرآن بیٹا اپنے والدین کو
بمختلئے کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام محمود پر فائز ہوں گے اور اپنی اُمت کے گناہ گاروں کی بخشش کے لیے التجا کریں گے جو
قبل ہوگی اسی طرح دیگر انبیاء و اولیاء اور علماء و بائیتین اپنے اپنے درجہ کے مطابق شفاعت کریں گے۔
آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ایسے لوگ جو خود گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں گے جنہوں نے اپنی ساری
عمر فرائض میں بسر کی ہوگی، جنہوں نے اس دُنیا میں حضور کی شفاعت کا انکار کر کے اپنے آپ کو شفاعتِ محمدی سے محروم کر دیا ہوگا
یہاں ایسے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، نیز انبیاء و اولیاء کی شفاعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ گناہ گاروں کے گناہ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ
لیں گے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان کی بخشش کے لیے دُعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی دُعا کی برکت سے ان کے گناہ معاف
کر دے گا۔ اور گناہوں کا بوجھ سب سے باقی ہی نہیں رہے گا۔

۲۱ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ سب کو آنے والے عذاب سے ڈراتے تھے اسب فافلوں کو بروقت متنبہ کرتا
تھے لیکن حضور کی اس تنبیہ سے نادمہ اٹھانے والے فقط سی غرض نصیب تھے جن کا ذکر اس آیت میں کیا جا رہا ہے۔
۲۲ جو شخص اپنے دامن کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے، تقویٰ اور پارسائی کو اپنا شعار بناتا ہے کسی پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ
اس میں سراسر اس کا اپنا مصلحت ہے۔ اسی کے مراتب بلند ہوں گے اور اسی کو بارگاہِ رب عزت میں شانِ رفیع بخشی جائے گی۔
۲۳ ان آیات میں ذرا غور فرمائیے:

اعلیٰ سے مراد کائنات۔ بصیر سے مراد مومن۔ ظلمت سے مراد باطل۔ نور سے مراد حق۔ ظلم (سایہ)
سے مراد ثوابِ حورو و سمت گری، سے مراد عقاب ہے اسی طرح احیاء سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل زندہ ہیں جن
کی آنکھیں نور حق کو دیکھ سکتی ہیں جن کے کان آواز حق کو سن سکتے ہیں اور اموات سے مراد وہ مردہ دل ہیں جن کی ظاہری اور باطنی

اللَّهُ لِيُسمعَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَإِنَّكَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ

اللہ تعالیٰ سنا ہے جو چاہتا ہے کئے اور آپ نہیں سنانے والے مگر قبروں میں ہیں کئے نہیں ہیں آپ

إِلَّا نَذِيرٌ ۚ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ

مگر ہر وقت ڈرانے والے۔ ہم نے آپ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ہر وقت ڈانے والا۔ اور کوئی امت ایسی

إِلَّا أَخْلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۚ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ

نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ ہو گزرا ہو کئے اور اگرے لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو کوئی تعجب نہیں) جھک جھٹلاتے رہے

وقتیں بیکار ہو چکی ہیں۔

۳۴۔ یہاں سماع سے مراد فقط سنا نہیں بلکہ ایسا سنا جو ہدایت پذیری کا سبب بن جائے جس سننے کے بعد انسان کفر کے اندھیلوں

سے نکل کر ہدایت کی روشنی کی طرف آجائے۔ ان المراد يُسمع من إلقاء سماع تدبر وقبول لا ياتة عز وجل

۳۵۔ یہاں بھی سماع سے مراد طبع سنا نہیں بلکہ وہ سنا ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ والمراد بالسماع هنا

ما اريد به في سابقه (دفع المعاني) ملائم قرطبی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں، اسی بمنزلة اهل القبور في انهم لا ينفقون بما

يسمعونه ولا يقبلونه (قرطبی) یعنی یہ کافر اہل قبر کی طرح ہیں کہ اگر انہیں کوئی نصیحت کی جائے تو وہ اس سے نہ فائدہ اٹھاتے

ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں۔ سماع مرنی کے متعلق مفصل بحث سورہ دوم آیت ۱۷ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۳۶۔ یعنی نبوت کا سلسلہ کسی ملک، ملائق یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں جہاں بھی انسانوں کا کوئی گروہ آباد تھا وہاں اللہ تعالیٰ کی

طرف سے کوئی ڈرانے والا ان کے پاس ضرور آیا۔ خواہ وہ نبی ہو یا کسی نبی کا پیروکار جس نے تبلیغ کا فریضہ اکراد کیا۔ اس میں عرب مصر

یا فلسطین کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہند، چین، جاپان، افغانستان اور دیگر پرانوں میں بھی تدریج تشریف لے آئے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔

اب جن انبیاء کرام کے اسما گرامی قرآن کریم یا صحیح حدیث میں نہ گوریں۔ ان کی نبوت پر ایمان لانا شرطا سلام ہے اور جن کے اسماء مذکورہ

نہیں ان پر بھی اجمالی طور پر ایمان لانا ضروری ہے یعنی ان ملائقوں میں کسی زمانہ میں جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا ہم اس کی نبوت

کو مانتے ہیں، لیکن حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو سلسلہ نبوت ہی ختم ہو گیا۔ اس آفتاب عالمیاب کے طلوع ہونے

کے بعد کسی چراغ کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اس لیے اب تا قیامت کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آیت میں بھی خلا، یعنی گزر چکا ہے، جنی

کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو گزشتہ زمانے پر دلالت کرتا ہے۔ اب ہر قوم کے لیے ہر زمانہ میں حضور تیدا انبیاء و خاتم المرسل کی ذات پاک ہی

ذمہ ہدایت اور اسوۂ حسنہ ہے۔

اب تبلیغ کا فریضہ حضور کی امت کے اولیاء و علماء انجام دیں گے۔ حضور کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب اور دجال ہے

قَبْلَهُمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝ ثُمَّ

جو ان سے پہلے تھے۔ تشریف لائے تھے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں آسمانی صحیفے اور نورانی کتاب نے کرکھتے پھر جب

أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ

ان کی سرکشی کی مدد ہو گئی، تو میں نے کچھ لیا نکار کر۔ پس رسائی دنیا مانتی ہے، میرا مذاق کیا تھا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ انکارتا ہے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ

آسمان سے پانی ہم جم کاتے ہیں اس کے ذریعہ طرح طرح کے پھل جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں ۝ اور

الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝

پہاڑوں سے بھی رنگ برنگ ٹھٹھے ہیں کوئی سفید، کوئی سرخ۔ مختلف رنگوں میں (کوئی) سرخ، کوئی مدہم، اور بعض جیسے سخت سیاہ ۝

جس طرح احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ نیز ان آیات میں غور کرو: یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ نیز وَمَا
الْمَلَائِكَةُ إِلَّا كَافِرٌ لِلنَّاسِ۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ارشاد خداوندی کے مطابق تمام بنی فرما انسان کے لیے تائید
رسول ہیں تو پھر کسی مزید رسول کی گنجائش نہیں رہتی۔

۱۵۲ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دے رہے ہیں۔

۱۵۳ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی برکتوں کی ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ایک زمین ہے اور ایک ہی پانی لیکن پہاڑوں کی قسمیں مٹی ہی نہیں
ہا سکتیں۔ رنگ، ذائقہ اور لمس سب کی الگ الگ خصوصیات اور اثرات بھی ایک دوسرے سے یکسر جدا جدا۔ اس یکسانی میں ایسی
نیرنگی، حکمت ربانی کی کتنی بڑی دلیل ہے۔

۱۵۴ مختلف پہاڑوں کی بناوٹ، ان کی بلندی وستی میں قدرت ربانی کے صد ہا جلوسے نظر آ رہے ہیں۔ ذرا ان کے رنگوں کو
ملاحظہ فرمائیے۔ کہیں تو بالکل سفید عاری ہلکی گئی ہے، کہیں رنگت سرخ ہے اور سرخی بھی ایک جیسی نہیں اس رنگ میں بھی کئی
رنگ ہیں۔ کوئی ہلکا سرخ، کہیں گہرا عنبی، کہیں گلابی، مائل اور کہیں سیاہ ہے تو ایسا سیاہ کہ بس مدہم ہو گئی۔ بعد کا معنی طرائق،
راستے بھی کیا گیا ہے۔ یعنی پہاڑوں کا اپنا رنگ ہے۔ لیکن ان کی گھاٹیوں میں سے جو راستے گزرتے ہیں ان کی رنگتیں ہلکی ملیرہ
ہیں۔ وہی ما عتالف من الطریق فی الجبل۔ اور بعض نے جَدَد کا معنی قطع ٹکڑے کیا ہے۔ یعنی پہاڑوں کے مختلف
حصوں کے مختلف رنگ ہیں۔ جَدَد ۱ قطع من قولك جد دت الشئ اذا قطعته یعنی جب کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے
تو کہتے ہیں جَدَد تہ۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ

اور انسانوں اور جانوروں کے رنگ بھی اسی طرح جدا جدا ہیں شک

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝۳۸

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈر رہی ہیں اس سے دوسرے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے

پہاڑوں کے مختلف رنگوں کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کر کے ان معدنیات کا کھوج لگانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جو ان کے شکلوں میں موجود ہیں اور مدت سے کسی جوافر اور باہمت انسان کی ضرب غار اشکاف کے لیے چشم براہ ہیں اور پہاڑوں کی یہ مختلف رنگتیں ان مہرین فزینل کا پتہ بنا رہی ہیں۔ افسوس وہ قوم جسے قرآن کریم صبی کتاب نیر حلا کی گئی تھی وہ اسے علمی مناظروں میں پسٹ کر رہ گئی اور یورپ کی وحشی قومیں اس چشمہ صافی سے اپنی کشت حیات کو سیراب کرنے میں بہت لگے نہیں۔

غرائب ا غریب ای شدید السواد : یعنی بہت سیاہ

شک قدرت کی قدرت آفرینیاں یہاں ختم نہیں ہو جاتیں۔ معترف قدرت کا مرقم انسانوں، جو پاویں اور جانوروں کو مختلف رنگ آمیزوں سے یوں آراستہ و پیراستہ کر رہا ہے کہ دل کھچے چلے جاتے ہیں۔ آنکھیں ہزار بار دیکھنے کے باوجود سیر نہیں ہوتیں اور یکبار دیگر میز کی آرزو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ خصوصاً انسان اپنے تمدن و ملاحمت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ صیرت آقا ہی نہیں، اپنی باطنی قوتوں، ذہنی صلاحیتوں، فطری استعداد میں بھی ایک حیرت انگیز تنوع پیش کرتی ہیں۔ انسانوں میں اگر یہ تفاوت نہ پایا جاتا، تو عروس کائنات کے گیسو کون سنوٹا۔ ان لوگوں کو معجزات کیسے بنایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کی امانت آفرینیوں کا جتنی وقت نگاہ سے لوگ مطالعہ کریں گے حکمت ربانی کے نئے نئے جلوے رونما ہوتے جائیں گے۔ انہیں اس تدبیر و مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ایسا علم نصیب ہو گا جو انہیں عین یقین کی منزل تک پہنچائے گا اور وہاں سے حق یقین کی منزل زیادہ دور نہیں۔ طلب صادق ہوگی تو قریق کا ہاتھ بڑھے گا اور انہیں ان بندوں پر نازل کردے گا جہاں حق یقین کی روشنی برسرِ پھیل ہوئی ہے۔ جہاں شک و شبہ کا غبار نہیں۔ وہاں پہنچ کر انہیں اپنے رب ذوالجلال و الاکرام کی معرفت نصیب ہوگی، پھر جس خلیت سے ان کے دل مہر ہوں گے ہمارے لیے اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔ حکما نے اسلام کے نزدیک علم کی حقیقت کیا ہے۔ اس کے لیے چند اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: لیس العلم عن كثرة الحديث لكن العلم من كثرة المنشئة۔

ترجمہ: زیادہ باتیں بنا نا علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے خشیت (ڈرنا) کو علم کہتے ہیں۔

۲۔ امام مالک فرماتے ہیں: ان العلم ليس بكثرة الرواية وانما العلم نور يجعله الله في القلب

ترجمہ: کثرت روایت کرنے کا نام علم نہیں، بلکہ علم ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی دل میں ڈال دیتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا

بیمک بود (خود تدبیر سے) تلاوت کرتے ہیں اللہ کی کتاب کی اور نماز قائم کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں اس

رِزْقِهِمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۚ لِيُوفِّيَهُمْ

مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے راز داری سے اور علانیہ سے عاویس تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز نقصان وال نہیں آئے تاکہ اللہ

أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ وَالَّذِي

انہیں پورا پورا اجر عطا فرمائے اور مزید اضافہ کرے ان کے اجر میں اپنے فضل سے بیشک بہت بخشنے والا بڑا قہر مند ہے اور جو

۳۔ مجاہد فرماتے ہیں : انا العالم من خشى الله عز وجل - ترجمہ : عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ عزوجل سے ڈرتا رہے۔

۴۔ ریح بن انس کا ارشاد ہے : من لم يخش الله تعالى ليس بعالم -

ترجمہ : جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔

۵۔ حضرت ابن مسعود سے ایک قول مروی ہے : كفى بخشية الله تعالى علما و باذغترار جهلا -

ترجمہ : اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے تو انسان کے لیے اتنا علم ہی کافی ہے اور اس سے بڑی

جہالت اور کوئی نہیں کہ انسان خدا سے غور کرنے لگے۔

۶۔ سعد بن ابراہیم سے پوچھا گیا کہ اس شری میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے ؟ فرمایا : جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

من افقر اهل المدينة قال اتقاهم لربه عز وجل -

، تیرا اعلیٰ مرتضیٰ کو م اللہ و جہ کا یہ ارشاد گرامی آپ زہر سے بکھینے کے قابل ہے :

” ان الفقيه حق الفقيه من لم يقنط الناس من رحمة الله ولم يرخص لهما في معاصي الله لقائے

ولم يؤمنهم من عذاب الله تعالى ولم يدع القرآن رغبته عن غيرہ “

ترجمہ : یعنی صحیح معنوں میں فقیہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی

نافرمانی پر انہیں جرم نہ کرے۔ خدا کے مذاہب سے انہیں بے خوف نہ کرے اور قرآن کے بغیر اسے کوئی چیز اپنی طرف

راغب نہ کر سکے۔ (قرطبی)

۲۱۔ یعنی یہ لوگ ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں نقص ہی نقص ہے جس میں خسارے اور گھاٹے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۲۔ ایسے پاکبازوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال خیر کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور صرف اسی اجر پر بس نہیں بلکہ میں یہ ہم

من فضلہ : انہیں اپنے فضل و کرم سے مزید بخشے گا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا اندازہ کرنا لگائے ، اس کو کس ترازو سے تولو جائے اور

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

کتاب ہدیریمدی ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے وہی سراسر حق ہے۔ وہ تصدیق کرتی ہے پہلی کتابوں کی۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْبَادُهُ لَخَيْرٌ يُّصِيرُ ۖ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ

بیکے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سارے احوال سے باخبر ہے اور ہدیکھنے والا ہے تاکہ پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان کو

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ

جمنیں ہم نے چن لیا تھا اپنے بندوں سے۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیانہ دروہیں

وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ۖ يُآذِنُ اللَّهُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۖ

اور بعض سبقت لے جاتے والے ہیں نیکیوں میں اللہ کی توفیق سے بیشک یہی (اللہ تعالیٰ کا) بہت بڑا فضل (و کرم) ہے تاکہ

کس بیان سے ناپا جائے۔ وہ مغرور بھی ہے اور شکور بھی۔ خاص علی اگر متوذا بھی ہو تو وہ اس کو قبول فرماتا ہے اور اس پر ثواب بے اندر ملتا
کرتا ہے۔ یقبل القلیل من العمل الخالص ویشیب علیہ الجہیزل من الثواب (قرہیں)

تاکہ اس آیت میں بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔ فرمایا یہ کتاب حق ہے پہلے جو کتابیں نازل ہوئیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔ اگر اس
کتاب کے بعد بھی نبوت اور وحی کا سلسلہ جاری رکھنا مقصود ہوتا تو یہاں بھی یہ فرمایا جاتا کہ پہلی کتابوں کی طرح یہ بعد میں نازل ہونے والی
کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے

فہی علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے:

ہم امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ یعنی جن لوگوں کو کتاب کا وارث کیا گیا وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
امت ہے۔ اس امت میں ایک گروہ وہ ہے جس سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں اور فرائض کی نوائیگی میں بھی کستی ہو جاتی ہے اور بعض وہ
ہیں جو درمیانہ رویہ ہیں۔ جو فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ محرمات کے نزدیک نہیں سمجھتے۔ لیکن مستحبات میں شستگی کرتے ہیں اور بعض مکرور چیزیں ان
سے سرزد ہوتی ہیں۔ اور تیسرا گروہ ان پاکبازوں اور فاضل شاعروں کا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی
کھادی ہے۔ دنیا کی لذتوں سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ دنیا کے مشاغل یا دھن سے انہیں فافل نہیں کر سکتے۔ ہر نیک کام میں سب سے
آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا سارا وقت ان کا سارا دل بکوان کا دل و جان بھی رضائے جاناں پر قربان ہے۔ غلام ابن کثیر
نے اس آیت کی یہی تفسیر لپنہ کی ہے علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیروں نقل کی ہے:

”ہم امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ففنا لہم یغفرلہ و یقتصد لہم یحاسب حسابا یسیرا و یساقم

جَنَّتْ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُجَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَ

سدا ہمار باغات! یہ ان میں داخل ہوں گے۔ پہنائے جائیں گے انہیں وہاں سونے کے کنگن اور

لُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ

موتیوں کے ہار۔ اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی۔ رخصت کے طور پر کہیں گے سب تئیں اللہ کے لیے جس نے

عَنَّا الْحُزْنَ إِنَّ رَبَّنَا غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ الَّذِي أَحْضَا دَارَ الْمُقَامَةِ

دور کر دیا ہم سے غم و اندوہ، یقیناً ہمارا رب بہت بخشنے والا بڑا قہر دان ہے۔ جس نے ہمیں بسایا ہے ابدی ٹھکانے پر اپنے فضل

مِنْ فَضْلِهِ لَا يَسْتَنَافِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّهَا الْغُوبُ ۝

(واحدان سے۔ نہ چھوئے گی یہیں بیاں کوئی تکلیف اور نہ چھوئے گی یہیں بیاں کوئی مشک کٹے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فِيمَوْتُوْا وَ

اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ (تیار) ہے۔ نہ ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

ترجمہ: کہ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے 'وہ امنت محمدیہ'۔ ان میں جو گنہگار ہیں ان کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اور جو دریا نہ رو ہیں ان سے آمان حساب لیا جائے گا۔ جو سابقین ہیں ان کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

۱۵۴۔ قرآن مجید کا وارث بنانا اور پھر تم میں ایسے گروہ کا پیدا کرنا، یہی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل و کرم ہے جو اس کریم نے

تم پر فرمایا ہے۔

۱۵۵۔ ان آیات میں اس انعام و اکرام کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فرمائے گا۔

چند الفاظ: اساور اس کا واسطہ سورہ ہے کنگن جو کلائیں میں پہنے جاتے ہیں۔ الحزن، غم و اندوہ۔

نکمر نے حزن کی وضاحت کی ہے، خوف الذنوب والسیئات و خوف رد الطاعات و مظہری،

یعنی گناہوں اور خطاؤں کا ڈر اور عبادتوں کے مسترد ہونے کا اندیشہ۔

دار المقامہ، دار المقامہ، مقامہ، مصد میہ ہے۔ دار المقامہ کا معنی ٹھکانے کی جگہ۔ نصب، تعب، تھکاوٹ۔

الغوب، کدال و اعیاء من التعب، تھکاوٹ سے بہن میں جو اضمحلال اور ذہن میں جو پڑ مرگی پانی جاتی ہے۔

لَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذَلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ وَهُمْ

نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے دوزخ کا عذاب۔ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر ناشکر گزار کو جسے اور وہ

يَصْطَرِّحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا

اس میں چہیتے چلاتے ہوں گے (فریاد کریں گے) اے ہمارے رب! (ایک بار) ہمیں یہاں سے نکال۔ ہم ٹہے نیک کام کریں گے

نَعْمَلْ أَوَّلَكُمْ نَعْمَلْ كَمَا تَنْزَلُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرُوا وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ

نہیں جیسے ہم پہلے کیا کرتے تھے۔ (جواب ملے گا) کیا ہم نے تمہیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی جس میں (دہائی) نصیحت قبول کر سکتا ہو نصیحت

فَذُقُوا فِتْنَةً مِنَ الظَّالِمِينَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ

قبول کرنا چاہتا ہو تشریف لے آیا تھا تمہارے پاس دوزخ کو لاؤ تم نے اس بات نہ مانی تھی اب (اپنے کیس کا) مزہ کھو لو اور کہو کہ ہم نے کون سا نیک کام کیا

وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۚ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ

تمہارے جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر چھٹی شے کو چیر کر پتہ چلا دیتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ وہی ہے جس نے تمہیں دگر ذریعہ قیام کا

۱۵۸ پہلے تراہیل ایمان اور ان کے تین گروہوں کا حال بیان کیا تھا اب کفار کے حالات کا ذکر ہو رہا ہے۔ لا یقینی علیہم اسی لا یحکم علیہم بالموت، یعنی کفار کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ اس وقت وہ تمنا کریں گے کاش موت ہی آجاتی اور اس مذہب سے ہماری جان چھوٹی، لیکن نہ انہیں موت آئے گی اور نہ مذہب میں تخفیف ہوگی۔ ہمیشہ اسی طرح اپنے کفر اور ناشکری کی سزا جھیلے رہیں گے۔

۱۵۹ دوزخی جہنم میں ردنا اور چلانا شروع کر دیں گے اور یاد دوزخ سے نکالے جانے کی درخواست کریں گے اور مدد کریں گے کہ اگر ایک بار میں موقع مل گیا تو ہم پھر نیک کام ہی کرتے رہیں گے۔ انہیں کہا جائے گا کہ اب ایسی باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر تم دنیا میں پل بھر کے لیے جاتے اور پھر وہاں سے رخصت کر دیے جاتے تو تم یہ مذر پیش کر سکتے تھے کہ اے ہمارے خداوند! ہم دنیا میں گئے ضرور لیکن صرف پل بھر کے لیے۔ نہ ہمیں کچھ سوچنے کا موقع ملا نہ سمجھنے کا۔ نہ کوئی ہمیں سمجھانے آیا اور کسی نے ہمارے سامنے کوئی دلیل پیش کی اس لیے ہم معذور تھے خطا کار ضرور ہیں لیکن ہماری معذرتی بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں اے کفار! تم جانتے ہو ایسا تو نہیں ہوا۔ عرصہ دراز تک تم دنیا میں رہے تمہیں سوچنا اور سمجھنے کے لیے لمبی مسلت دی گئی۔ ہمارے پیروں نے خوب مجبور و مجبور کر تمہیں خواب غفلت سے بیدار کیا، لیکن تم نے کسی موقع سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اب تم سارا ردنا اور چلانا بے سود

خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ

بائشین بنایا زمین میں۔ پس جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔ اور نہیں اضافہ کرے گا کفار

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا

کے لیے ان کا کفر اللہ کی جناب میں بجز ناراضگی کے اور نہ اضافہ کرے گا کفار کے لیے ان کا کفر بجز گھائے اور

خَسَارًا ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

خسران، کے نہ آپ فرمائیے کیا تم نے دیکھے ہیں اپنے شریک جنہیں تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔

أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ أَمْ

مجھے بھی تو دکھاؤ زمین کا وہ کچھ جو انہوں نے بنایا ہے یا ان کی کوئی شراکت ہو آسمانوں کی تخلیق میں یا ہم نے

أَتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْهُ بَلْ إِنَّ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ

انہیں کوئی کتاب دی ہو اور وہ اس کے روشن دلائل پر عمل پیرا ہوں اللہ اکبر ہم بھی نہیں بلکہ یہ ظالم بعض ایک دوسرے کے ساتھ

تھیں اچھی طرح آن لیا گیا ہے اب دوبارہ آزمائے کی ضرورت نہیں۔

نہ یعنی کفر و شرک کی کا جو دتیرہ ان کفار نے اختیار کر رکھا ہے اس سے اور تو کچھ نہ ہوگا۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی آتش غضب ان پر اور بھڑکے گی اور زندگی کی اس بازی میں وہ شکست پر شکست کھاتے چلے جائیں گے اور ان کا کامد بار حیات گھاٹے اور کھارے میں لگا لے ان کے شرکانہ عقائد پر ضرب کاری لگانی جاری ہے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم جن کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہو ان کی حالت اور کمالات سے ہم تو بالکل بے خبر ہیں لیکن تمہیں تو ان کے حالات و کمالات پوری طرح معلوم ہوں گے۔ ذرا ہمارے ان شکوک کا ازالہ تو کرو تاکہ ہم بھی تمہارے موقف کی معقولیت کا اقرار کرنے لگیں۔ اگر تمہارے خداؤں نے زمین کا کوئی گوشہ کوئی بیابان یا کوئی چھوٹا سا جزیرہ ہی بنایا ہو تو بتاؤ ہم بھی جا کر اسے دیکھیں اگر انہوں نے آسمانوں کی تخلیق میں کوئی اہم حصہ لیا ہو کوئی مشورہ دیا ہو کوئی نقشہ پیش کیا ہو اور کچھ نہیں تو کوئی چھوٹا سا ستارہ ہی اس آسمان کی چھت میں آویزاں کیا ہو وہی ہیں دکھاؤ اور اگر نہ زمین کے کسی گوشہ کے نہ خالق ہیں اور نہ آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے اور تم بھی اس کو تسلیم کرتے ہو تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کسی کتاب میں اپنے شرک کی کوئی دلیل دکھاؤ۔ اور اگر تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تو پھر فساد انگیزی سے کیوں بار نہیں آتے ہمارا ایک دوسرے کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لیے جھوٹے وعدے کیوں کرتے ہو۔

بَعْضًا الْأَعْرُورًا ۝ إِنَّ اللَّهَ يُمِصُّكَ التَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْ تَزُولَا ۝

بھٹے (وغیرب) دم سے کرتے رہتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے آسمان اور زمین کو تاکہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں۔

وَلَكِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا

اور اگر وہ سرکنے لگیں تو کوئی نہیں روک سکتا انہیں اللہ تعالیٰ کے بعد بیشک وہ بڑا عظیم داور بخشنے والا ہے

غَفُورًا ۝ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ

والا ہے ۲۳ اور کفار کہتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا

لَيَكُونَنَّ أَهْدَىٰ مِنْ أَهْدَى الْأُمَمِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ قَا زَادَهُمْ

تو وہ زیادہ ہدایت قبول کریں گے پہلے امتوں سے ۲۴ پس جب آگیا ان کے پاس ڈرانے والا تو ان کی

۲۳ یہ قوم نے بھی بن بیکار تھارے شریکوں کا آسمان و زمین کی تخلیق میں کسی قسم کا برائے نام حصہ بھی نہیں ہے۔ اب ہم سے سوا ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اس کا رضاء ہستی کرنا ہے والا بھی وہی ہے اور چلائے والا بھی وہی ہے۔ زمین کا یہ کشادہ فرش اسی نے پھیلا ہے۔ آسمان کا یہ میزِ عقول سا بنان اسی نے تانا ہے اور ہر چیز کو اپنے اپنے مقام پر بٹھرایا ہوا بھی اسی نے ہے۔ سارے آسمان اسی کے حکم سے اپنے مقام پر ایستادہ ہیں اور کربہ زمین کو اس بیکراں فضا میں جہاں اس نے فٹ کر دیا ہے وہاں سے ایک سانچے کی طرح نیچے نہیں ہو سکتا۔ اگر زمین و آسمان اپنے اپنے معزز مقام سے مشیتِ الہی کے مطابق ٹٹنے لگیں تو اس کے بغیر کوئی نذر آدر اور طاقتور ہستی نہیں ہے جو آگے بڑھ کر گرتے ہوئے آسمانوں کو کندہ کر دے یا دگماتی ہوئی زمین کو سنبھال سکے۔

بیشک اللہ تعالیٰ بڑا ہمدان ہے جو گناہوں سے باز نہیں آتے لیکن وہ انہیں مصلحت پر مصلحت دیتا چلا جاتا ہے اور پُروردہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ غفور بھی ہے۔ یعنی اگر کوئی توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

۲۴ واو ضمیرِ فوج متصل ذوالحال ہے۔ جَعَدَ اَیْمَانِهِمْ عاں ہے یعنی جاہدین فی ایمان ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جب کفار مکہ کے سامنے ان قوموں کے حالات بیان کیے جاتے جنہوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا، سرکشی اور عصیان کو شکی میں مگن رہے۔ جس کے نتیجے میں خدا کا عذاب ان پر نازل ہوا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حالات سن کر وہ ان تباہ ہونے والی قوموں پر بڑا عنین طعن کرتے اور کہتے کہ وہ لوگ بڑے بد بخت اور بد مرشت تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو عذابِ الہی کا مستحق بنا دیا۔ وہ قسمیں اٹھاتے، سادہ سی قسم نہیں بکرا انتہائی سخت قسم کی قسمیں کھا کر کہتے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نبی آیا تو ہم اس کی پیروی کریں گے اور سزاوارست پر توں ثابت قدمی سے کامزن رہیں گے کہ گزشتہ زمانہ میں جن قوموں نے

الْأُنْفُورِ ۱۷۱ اِسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرُ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ

(حق سے) نفرت اور بڑھ گئی کشتہ وہ زیادہ سرکشی کرنے کے زمین میں اور گناہوں کی سازشیں کرنے لگے کشتہ اور میں گھیرتی گناہوں

السَّيِّئِ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ

سازش بجز سازشیوں کے کشتہ پس کیا یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ انکے ساتھ وہی مسالہ کیا جائے جو پہلے مافراہوں کی سازشیں کی گئیں

لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۱۷۲ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ۱۷۳ أَوَلَمْ يَسِيرُوا

(اگر بات ہے) تو آپ نہیں پائیں گے اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی اور آپ نہیں پائیں گے اللہ کی سنت میں کوئی تغیر کشتہ کیا انہوں نے سیر کیا

ہدایت قبل کی ان سے بھی بازی لے جائیں گے اور کوئی قوم راست روی اور ثابت قدمی میں ہماری ہمسرنیں ہوں گی۔

مِنْ أَهْدَى الْأَمْرِ ۱۷۴ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ہانی جی لکھتے ہیں:

”مَنْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ السَّالِفَةِ عَلَى هَدًى فَتَحَنَّنَ لِمَنْ أَهْدَى مِنْهُمْ“ (مظہری)

۱۷۴ اور جب وہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان میں رونق بخش ہوا اور اس کی طلعت زیبا سے ہدایت کے آثار تاریکیوں کو شکست پر شکست دینے لگے تو یہ گور باطن جو پہلے لیے چوڑے دھوے کیا کرتے تھے انہوں نے مخالفت شروع کر دی اور دن بدن ان کے عناد اور ان کی نفرت میں اضافہ ہونے لگا۔ انہیں وہ اپنی قسمیں بھول گئیں۔ انہیں یاد بھی نہ رہا کہ کل وہ حلفیہ طور پر کیا کہتے تھے اور آج وہ کیا نکل کھلا رہے ہیں اور اپنے وعدہ پیمان کو توڑ رہے ہیں۔

۱۷۵ اس آیت کا پہلی آیت سے کیا تعلق ہے، اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے اسے مال بنایا اور بعض نے نفور کا بدلہ اور بعض نے مفعول لاجلہ۔ لیکن میرے نزدیک احسن یہ ہے کہ یہ نفور اور ہر عطف ہو۔ یعنی فلما جاءهم نذیر ما زادهم الا نفورا وما زادهم الا استکبارا فی الارض وما زادهم الا مکر السیئ یعنی جب وہ نذیر تشریف لایا تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے بجائے وہ اس سے نفرت کرنے لگے اس کی آمد کے بعد ان کے غرور اور سرکشی میں اضافہ ہوتا گیا اور انہوں نے اس کے خلاف بڑھ چڑھ کر گناہوں کی سازشیں شروع کر دیں۔

۱۷۶ حاق یحییٰ کا معنی ہے: اعاد کرنا۔ چاروں طرف سے گھیر لینا۔ یعنی وہ سازشیں تو اسلام کے خلاف کرتے تھے لیکن اس سازش کا وبال خود ان پر پڑتا تھا جو جیلہ کیا مذک کا فی اسلام کے خلاف ہر منصوبہ ناک میں مل گیا۔ وہ نبی کو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتے اور طرح طرح کے بہتان لگا کر بدنام کرنے کی کوششیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شان کو اور زیادہ بلند کر دیتا۔ حضور کی عظمت کا ذکر کا دور دورہ تک کہتے لگتا۔ غرضیکہ جو تدبیر بھی کی انہی پڑی۔

۱۷۷ یَنْظُرُونَ یعنی منتظر ہوں۔ کفار بار بار غلو کریں کھانے کے باوجود نہیں سمجھتے اور اپنی خبیث حرکتوں سے باز نہیں آتے۔

فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا

نہیں کی زمین میں تاکر وہ دیکھ لیتے کہ کتنا اوردناک، انجام ہوا ان (سرکشوں) کا جو ان سے پہلے گزر چکے حالانکہ وہ

أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَكَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ

قوت (وطاقت) میں ان سے (کئی گنا) زیادہ تھے ۵۸ اور (سنا) اللہ تعالیٰ ایسا (کمزور) نہیں ہے کہ اسے آسمانوں اور

وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝ وَلَوْ يَؤُخِّرُ اللَّهُ النَّاسَ

زمین کی کوئی چیز نہ پا دیکھا کہ۔ وہ ہر بات جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے ۵۹ اور اگر اللہ تعالیٰ (فورا) پکڑ لیا کرتا تو لوگوں کو

عَمَّا كَسَبُوا مَاتَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمْ مِنْ ذَاتِهِ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ

ان کے کرتوتوں کے باعث تو وہ (زندہ) بھولتا زمین کی پشت پر کسی جاندار کو لیکن (اگلی سنت یہ ہے) وہ ڈھیل دیتا رہتا

مُسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ۝

انہیں ایک مقررہ عہد تک پس جب ان کی عہد آہائے کی ترجیح اللہ کے سب بندہ اس کی نگاہ میں ہیں ۶۰

کیا یہ اس بات کے منظر ہیں کہ ان پر بھی ایسا مذاب نازل ہو۔ جو ان سے پہلے گزری ہوئی سرکش قوموں پر نازل ہوا تھا اگر ان کی ہی مٹی

ہے تو بڑی کر دی جائے گی کیونکہ نافرمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا برتاؤ ایسا ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

۵۸ غر مشہ تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات جو داستانِ عبرت سار ہے ہیں کیا ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے وہ کافی نہیں۔

وہ لوگ قوت، دولت اور وسائل ہر امت سار سے ان سے زیادہ تھے۔ مذاہب اسی سے وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے ان بچاؤں کی کیا

حقیقت ہے۔ ۵۹ لیعجزہ کا فاعل مثنیٰ ہے۔ من زائد ہے تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور نہیں

ہے آسمان یا زمین پر بسنے والی کوئی چیز خواہ وہ کتنی گراں قدر، طاقتور، حیل ساز ہو اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتی۔ اس کے علم اور اس

کی قدرت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

۶۰ مذاہب دینے میں اللہ تعالیٰ محبت اور جلد بازی نہیں کرتا۔ ورنہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی چیز سلامت نہ رہتی،

لیکن وہ بڑا عظیم اور بڑا کریم و رحیم ہے۔

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ وَعَلَىٰ نَبِيِّكَ وَصَفِيكَ وَجَبِيكَ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا

محمد افضل العلوت وازکی السلیمات واطیب التحیات واسنی البرکات
وعلی آلہ واصحابہ واولیادہ اجمعین۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک الّتی انعمت علیّ وعلی والدتی واس
اعمل صالحاً مرضیہ واصلح لی فی ذریعتی انی تبیت الیک وانی من المسلمین
اللهم آمین بحیاء طمّ وینس علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

محمد حکرم شاہ

نقر ثانیہ

وقت الاشرار

یوم الاحد

۱۶ رجب ۱۳۹۲ھ

۲۴ اگست ۱۹۷۲ء

صلوٰۃ الطہر

یوم الخمیس

۱۰ رجب ۱۳۹۱ھ

۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء

تعارف

سُورَةُ السَّجْدِ

WWW.NAFSEISLAM.COM

نام : اس سورہ مبارکہ کا نام سجدہ ہے جو اس کی پہلی آیت ہے اس میں پانچ رکوع، تراسی آیات، کلمات سات سو اسی اور حروف تین ہزار

ترمذی کی حدیث شریف میں ہے کہ ہر چیز کے لیے قلب ہے اور قرآن کا قلب نبین ہے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات پر نبین پڑھو اس لیے قرب موت حالت نزع میں مرنے والے کے پاس نبین پڑھی جاتی ہے۔ (غزائن العزبان)

زمانہ نزول : مضامین میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ بڑی شدت اور پوری قوت سے اسلام کی تعلیمات سے انکار کرنے لگے تھے اور اسلامی دعوت اپنے فطری حسن و جمال کے باعث سعادتمند دلوں کو اپنی طرف تیزی سے کھینچنے لگی تھی۔ اسلام کی روز افزوں مقبولیت سے مشرکین گھبرائے تھے۔

مضامین : اس میں اسلامی دعوت کے تین بنیادی اصولوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے یعنی توحید رسالت اور قیامت سب سے پہلے حضور کی رسالت کو قرآن کی قسم کھا کر بیان کیا گیا اور یہ بھی بتا دیا کہ آپ صراطِ مستقیم پر ہیں۔

مذمت دراز سے سوزین عرب اور نبوت سے محروم ہلی آ رہی تھی صدیاں بیت گئی تھیں اس ملاقی میں کوئی نئی جوش نہیں ہوا تھا۔ عرصہ دراز تک گمراہ رہنے کے باعث فہم و فکر کی قوتیں بانجھ ہو گئیں اس لیے انہوں نے حضور پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ایک تباہ شدہ بستی کا حال انہیں سنایا گیا۔ انہیں بتایا کہ اس بستی کے رہنے والوں نے اپنے رسولوں کو ٹھٹھلایا تھا اور وہ برباد ہو گئے تھے تم ان کی روش اختیار نہ کرنا۔ اس ضمن میں ایک بندہ مومن کا تذکرہ بھی آ گیا ہے جس کی قوتِ ایمانی اور جذبہِ جانفروشی آج بھی ہمارے مردہ دلوں کو نئی زندگی بخش رہا ہے۔

اس کے بعد اپنی توحید اپنی قدست اور حکمت پر نیکو بینی دلائل پیش فرمائے۔ بنجر زمین پر کون مینہ برساتا ہے کس کے حکم سے فدائی اجناس اور رنگ برنگے پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں، سورج اور چاند کے طلوع و غروب اور ان کی مقررہ رفتار کی طرف متوجہ کیا اور بتایا کہ سب اپنے اپنے مدار میں محو خرام ہیں نہ کبھی باہمی ٹکرائی ہوئی ہے اور نہ کوئی اپنے مقررہ وقت سے ایک لمحہ بھریٹ ہوا ہے اور نہ کبھی کسی نے آگے گزرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ پیچیدہ نظم و نسق اس حمد کی

کے کسی کی تدبیر سے مصروف عمل ہے اور یا ڈیڑھ گھنٹوں میں کشتیاں کس کے حکم سے سامان اور مسافروں کو اٹھائے ہوئے ایک ٹمک سے دوسرے ٹمک کو جا رہی ہیں۔

انسان جس کی تخلیق ایک قطرہ آب سے کی گئی ہے وہ کس ڈھٹائی سے قیامت کا انکار کرتا ہے اور دُور قیامت پر شبہات و اعتراضات کے انبار لگاتا ہے؟ وہ پوچھتا ہے کہ ان برسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ اسے حبیب! آپ اس ناہنجار کو بتا دیجیے وہی جس نے انہیں پہلے زندگی بخشی تھی وہی جس کے امر کن سے یہ جہان رنگ و بو معرضِ وجود میں آگیا، وہی جس کے دستِ قدرت میں زمین و آسمان کی حکومت ہے جو ہر چیز کا جاننے والا ہے وہی قیامت کے روز تمہیں قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا اور جواب وہی کے لیے اپنی عدالت میں پیش کرے گا۔

اس سورت میں دو چیزیں آپ کی خصوصی توجہ کی مستحق ہیں۔ آیت ۱۴ میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ جب انہیں اپنے ان ضرورت مند بھائیوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے رزق نہیں دیا ہم کون ہیں ان کو رزق دینے والے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے۔ درحقیقت ان کا یہ جواب محض اپنی کنجوسی اور غفلت پر پردہ ڈالنے کی ایک بھونڈی گردش ہے۔ اگر وہ ایسے ہی راضی بقضا ہیں تو پھر کیوں کسبِ مال میں وہ کسی ضابطے اور قانون کی پابندی کو بھی گراں سمجھتے ہیں۔ دولت کے لالچ میں تمام حدود کو روندتے چلے جاتے ہیں۔ انہیں نبیؐ ایسی بات کرنے کا کیسے حق پہنچتا ہے؟ ان کے دلوں میں اپنی دولت کی اتنی محبت ہے کہ وہ اس سے بچھڑنا نہیں چاہتے اور کسی محروم کی محرومی پر انہیں ذرا ترس نہیں آتا۔ کسی یتیم اور بیوہ کی حالت زار کو دیکھ کر ان کے دل میں رحم کا جذبہ نہیں ابھرتا۔ دوسری بات یہ ہے جس کا ذکر آیت ۶۹ میں کیا گیا ہے بتا دیا کہ میرے نبی کریم کے علوم و معارف کا مانعہ خیال فرمائیے مبالغہ آرائی اور شعراء کی کذب بیانی نہیں بلکہ ان کا سرچشمہ وہ کتاب مقدس ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جسے اس نے اپنے حبیبِ مکرّم پر نازل فرمایا ہے تاکہ ہر اس شخص کو بروقت خبردار کر دے جس میں انسانیت کی زندگی کا کچھ نہ کچھ اثر موجود ہے۔

وَلَوْ لَيْسَ لَكُم بِهِ ثَلَاثُ ثَمَانِينَ لَا تَرَوُوهُمْ إِلَّا فِي بَعْدِ الْحَوْلِ

سورۃ یس مکی ہے اس کی آیتیں ۸۳ - اس کے رکوع ۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے

یس ۱ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۲ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۳ عَلَى

اے سید العرب و عجم ۱) قسم ہے قرآن حکیم کی ۲) بھیک آپ رسولوں میں سے ہیں (یقیناً) آپ

۱۔ اس کے متعلق علماء تفسیر کے متعدد اقوال ہیں (۱) یہ سورت کا نام ہے (۲) قرآن کے اسماء سے ہے۔ (۳) یہ اللہ تعالیٰ کا اہم پاک ہے (۴) یاسین کا معنی لعنت ملے میں یا انسان ہے اور اس سے مراد انسانِ کامل یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (۵) رحمتِ عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ سے ہے۔ (۶) البرکہ و راق کہتے ہیں: یہ مخفف ہے یاسید البشر کا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں ہے:

اللہ تعالیٰ المعطی وانا القاسر فنزلتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من العالم باسره بمنزلۃ القلب من البدن فما لطف افتتاح قلب القرآن بقلب الاکوان۔
ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دینے والا اللہ تعالیٰ اور پائنے والا میں ہوں۔ اس حدیثِ پاک کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور دل کی مانند ہیں اور سورہ یاسین قرآنِ کریم کا دل ہے تو کتنا لطیف اور پیارا آقا ہے اس سورت کا کہ قرآن کے دل کو ساری کائنات کے دل کے فکر سے شروع کیا جا رہا ہے۔

۳۔ کفار کہہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور طرہِ طرح کے الزامات اور استہلے پیش کرتے تھے یہاں خداوندِ عالم قسم اٹھا کر اپنے رسول کی رسالت کی شہادت دے رہے ہیں فرمایا اے انسانِ کامل! یا اے عربِ عجم کے سردار! مجھے اس قرآنِ حکیم کی قسم ہے کہ آپ ان برگزیدہ انسانوں میں سے ہیں جن کو میں نے رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے قرآنِ حکیم کی قسم ہے کہ آپ سید سے راستے پر گامزن ہیں۔

اے حبیب! جب تیرا پروردگار تیری رسالت کی شہادت دے رہا ہے اور وہ بھی قرآنِ حکیم کی قسم اٹھا کر۔ اس کے بعد اگر کوئی بد تیری رسالت کو ماننے سے انکار کرے تو آپ کو رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔

قسم اٹھاتے ہوئے صرف و القرآن نہیں فرمایا بلکہ و القرآن الحکیم فرمایا یعنی قرآن میں کی قسم اٹھائی جا رہی ہے یہ کوئی عام قسم کی

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۱ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۲ لِتُنذِرَ قَوْمًا

راہ راست پر ہیں تازل (قرآن مجید کو) عزیز داور، رحیم نے ملے تاکہ آپ ڈراسکیں اس قوم

مَّا أَنْذَرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ۳ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ

کہ جن کے باپ دادا کو (طویل عرصے) نہیں ڈرایا گیا اس لیے وہ غافل ہیں ملے بے شک (انکے ہم کفر و فساد کے باعث ہے

عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۴ إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَنْعَاقِهِمْ

بات لازم ہوئی ہے ان میں سے اکثر پر کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ملے ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق

أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ ۵ وَجَعَلْنَا مِنْ

پس وہ ان کی سٹروں تک پہنچے ہوئے ہیں اسلئے ان کے سرو پر کڑا ملے ہوئے ہیں ملے اور ہم نے تادی ہے

کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب مجید ہے یعنی یہ پراز حکمت ہے۔ یا یہ ایسی محکم کتاب ہے کہ باطل کی گوشہ سے اس پر حملہ نہیں کر سکتا۔ غلطی قرطبی
ملے یہ کسی فلسفی، کسی دانشور، کسی سوریان ادیب کی تصنیف نہیں بلکہ اسے عزیز و رحیم نے تازل فرمایا ہے۔ تزلزل فعل مہذوف
کا مفعول مطلق ہے۔ اسی نزل اللہ ذلک تنزیلاً (قرطبی)

ملے عزیز و رحیم نے اسے کیوں تازل فرمایا؟ بتادیا کہ اس کو تازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی قوم کو بردت خبردار کروا جانے کے
پاس عرصہ دراز سے کرنی ڈر لے والا اور خواب غفلت سے بیدار کرنے والا نہیں آیا۔ یہ اہل عرب تھے جن کے پاس حضرت اسماعیل
علیہ السلام کے بعد کوئی نبی اور رسول تشریف نہیں لایا تھا۔ اور انہوں نے اپنی عقل خدا کو سے کام لینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ انکے
ارد گرد دلائل توحید کا گلشن آراستہ تھا۔ اس کی طرف بھی توجہ نہ کی۔ ان کے تجارتی کاروانوں کا گزر ان اچڑی ہوئی بستیوں پر بھی ہوتا تھا
جن کے اداس کنڈرا اپنے بنائے والوں کی داستانِ عبرت ہر اس شخص کو سناتے تھے جو وہاں سے گزرتا تھا۔ انہوں نے اس سے بھی
فائدہ نہ اٹھایا اور انکھیں موند کر غفلت اور بے خبری کی زندگی بسر کرتے رہے۔

ملے جن کو ڈر لے کے لیے اسے حبیب آپ تشریف لے آئے ہیں جن کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے قرآن کریم تازل
کیا گیا ہے ان میں ایسے لوگوں کی تعداد بھی کافی ہے جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن نہیں گے کیونکہ وہ تعصب اور
ہٹ دھرم کی ایسی روش اختیار کریں گے جہاں کوئی ہندو مو غفلت کا گریں نہیں ہوگی۔ وہ مواظف سننے کے بلوچو دایسان نہیں لائیں گے۔
یہاں قول سے مراد انہیں مذاہب دینے کا مذہبی فیصلہ ہے اور حق کا معنی واجب ہونا۔ لازم ہونا۔ اسی وجہ العذاب ملے اکثر ہمہ۔
ملے پہلے آیت کا لغوی معنی ذہن نشین فرمایا لیجیے۔ اس کے بعد اس کا مفہوم سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ اعناق جنس کی جمع ہے اس

يَبْنِ أَيْدِيَهُمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ

ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے ہیں وہ کچھ

فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ

نہیں دیکھ سکتے تھے اور کیا ہے ان کے لیے چاہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں

کامنی ہے گردن۔ مضمون : فقہ سنت کے امام الامامی کہتے ہیں : يقال اقمعت الذابة اذا اخذت لجامه لترفع رأسها، یعنی گھوڑے کی جب ہاگ زور سے کھینچی جائے تاکہ وہ اپنا سر اوپر اٹھائے۔ تو عرب کہتے ہیں اقمعت الذابة اور جب کسی کے گلے میں طوق ڈال جائے اور اسے یہی دیا جائے تاکہ اس کا سر اوپر اٹھا ہوا رہے تو کہا جاتا ہے اقمعت الغل (قرہیں) حضرت عبداللہ بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ہمیں اس لفظ کا معنی سمجھانے کے لیے اس طریق کیا کہ پہلے اپنی ڈاڑھی مبارک کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور سر کو اوپر اٹھایا کہ وہ پھر نیچے نہ ہو سکے

یعنی ان انگریزین اور معاندین کی ایسی حالت ہے جیسے ان کے ہاتھوں میں زنجیر اور گلے میں طوق ڈال کر انہیں گردن کے ساتھ یوں مستحق سے جکڑ دیا ہو کہ ان کا سر اوپر اٹھ کر نہ گیا ہو۔ وہ یوں اکڑے اور جکڑے ہوئے ہوں کہ آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہوں نہ سر ہلا سکیں نہ دائیں یا بائیں دیکھ سکیں۔ اس حالت میں ہر شخص مبتلا ہو نہ وہ صبح اور غلط میں تیز کر سکتا ہے اور نہ کسی کی بات کو تسلی سے سن سکتا ہے۔ پس میں حال ان بکاہلوں کا ہے۔

اس آیت کے شان نزول کے متعلق یہ روایت منقول ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے قسم اٹھائی کہ اگر اس نے حضور کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو پتھر سے سر مبارک کو چرچور کر دے گا۔ ایک دفعہ حضور نماز پڑھ رہے تھے تو یہ ایک بھاری پتھر اٹھا کر حضور کی طرف بڑھا۔ جب پتھر مارنے کے لیے اٹھایا تو ہاتھ گردن کے ساتھ لگ کر رہ گیا اور پتھر ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا۔ وہاں سے واپس لوٹنے میں ہی سلاستی دیکھی۔ جب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو سارا ماجرا انہیں بتلایا۔ یہ سن کر ولید بن مغیرہ اٹھا اور کہا کہ اسے ابو جہل! تم تو جو ہی بزدل میں جانتا ہو اور میرے چھوڑ کر نہ آیا تو بات ہوئی۔ جب وہ اس نیت بد سے نزدیک گیا تو اللہ تعالیٰ نے بینائی سلب کر لی اور اندھا ہو گیا۔ حضور کی آواز سن رہا تھا لیکن حضور نظر نہ آتے تھے۔ اس نے بھی واپس آکر اپنا قبضہ سٹایا تو ایک اور کافر خنصہ سے بے قابو ہو کر اٹھا اور کہنے لگا۔ واللہ لا شد خلق اماناً۔ بخدا میں ان کے سر کو چرچور کروں گا۔ وہ پتھر سے کر نزدیک پہنچا تو گھبرا کر پیچھے بھاگا اور غش کھا کے منہ کے بل گر پڑا۔ ساتھیوں نے آکر اٹھایا پوچھا تم پر کیا ہوتی۔ اس نے کہا سنت پڑھ رہا تھا جو منہ پر گزری ہے۔ جب میں ان کے قریب ہوا تو ایک بہت بڑا بیل دم لہراتا ہوا میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ خواتین و اعزہ لو دھڑکتے منہ لا کھنی مجھے لات و عزیزی کی قسم! اگر میں قریب جاتا تو وہ بیل مجھے کچا چبا جاتا۔

۱۔ سنا، دیرو یعنی ہم نے ان کے آگے بھی دیوارِ خن دی ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوارِ کھڑی کر دی ہے۔ ان کی آنکھوں پر پردہ

تُنْذِرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ

وہ ایمان نہیں لائیں گے ۛ آپ تو صرف اسی کو ڈرا سکتے ہیں جو اتنا ہر کرتا ہے قرآن کا اور ڈرتا

الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ ۖ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۝ إِنَّا نَحْنُ

ہے (مذاہد) رحمان سے غیب دیکھ لے پس مژدہ سنائیے ایسے شخص کو مغفرت اور بہترین اجر کا ۛ ہم ہی

نَحْنُ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلُّ شَيْءٍ

زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھ لیتے ہیں (ان اعمال کو) جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار کو جو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں ۛ اور ہر چیز کو

أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۖ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ

ہم نے شمار کر رکھا ہے لوح محفوظ میں ۛ اور بیان فرمائیے ان کے (سمجھانے کے) لیے مثل اس

ذال دیا ہے۔ اب ان کا یہ حال ہے کہ نہ آگے جاسکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ انہیں کچھ دکھائی دیتا ہے۔
ۛ ان کے کفر و انکار کا مرض لا علاج ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا اپنے ہاتھ سے کلا گھونٹ دیا ہے۔ اس آئینہ
کو چھوڑ ڈالا ہے جو قورح کو دیکھ سکتی ہے اور ان کا نور میں انکلیاں ٹھونس کر ہمارا دیا ہے جو حق کی آواز کو سن سکتے ہیں۔ اب ان
کو اسلام کی طرف بلانا اور ہدایت کی دعوت دینا بے سود ہے۔ بجھایا تو اس کو جاتا ہے جو سو رہا ہو اور جو مر چکا ہو وہ تو شر سے پہلے مالک تھا۔
ۛ آپ کا خبردار کرنا اور ڈرانا انہی لوگوں کے لیے سودمند ہو سکتا ہے جن میں حق پذیری کی استعداد ہو۔ جن کے دل میں اہل حق
پانے کی تڑپ ہو۔ جن کو آپ نصیحت فرمائیں تو وہ اس پر عمل کرنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہوں۔
یہ لوگ ہی اس قرآن کو مانیں گے، آپ کی رسالت کو تسلیم کریں گے۔

ۛ آپ ان لوگوں کو مغفرت کا مژدہ سنائیے کہ بشری تقاضوں کے باعث جو قصور تم سے سرزد ہوئے ہیں، تمہارا مہربان خدا انہیں
بخشتے گا اور جو نیکیاں تم نے کی ہیں ان پر تمہیں اجر عطا فرمائے گا۔ صرف اجر نہیں بلکہ اجر عظیم۔

ۛ عین تم سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے اور مرنے کے بعد نہ تمہیں زندہ کیا جائیگا
اور نہ تم سے کسی قسم کی بازپرس کی جائے گی۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے ہم مردوں کو ضرور زندہ کریں گے اور اس روز انہیں نیک و بد اعمال
کی جزایا سزا ضرور دیں گے۔

ۛ ہمارے لیے ان سے حساب لینا کوئی مشکل نہیں جو کام انہوں نے خود کیے ہیں ہم ان کو بھی لکھ رہے ہیں اور جو طریقے لنگ کر کے
وہ آنے والی نسلوں کے لیے چھوڑ جائیں گے۔ ان کو بھی ہم ضبط تحریر میں لارہے ہیں اس لیے جو نیک کام انہوں نے خود کیے یا جو نیک

الْقُرْبَىٰ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

کاؤں کے باشندوں کی جانب آئے وہاں (جاسے) رسول ﷺ جب پہلے، ہم نے بھیجے ان کی طرف دو رسول تو انہوں نے رنج کیے جن پر آنے والی نسلیں گامزن رہیں ان کی جڑا سے خیر دنیا کوئی مثل نہیں ہو گا۔ اسی طرح جو بڑے کام کسی نے خود کیے اور جن اجتماعی اور متحدی خواہشوں کے جراثیم وہ اپنے معاشرہ کو بطور وراثت دے کر یہاں سے سدھارے ان سب کا ریکارڈ ہمارے پاس محفوظ ہے اس لیے ان کو سزا دینے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔

ملاحظہ فرمائیے لفظ امام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ انعام المؤمن بہ انسانا کان یقتدی بقولہ او فعلہ او کتابا او غیر ذلک محققان او مبطل او جمیعہ ائمہ؛ یعنی امام اس کو کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا کتاب ہو حق ہو یا باطل کا علمبردار۔ اس کی جمع ائمہ ہے۔ آیت میں امام بیہن سے مراد لوگ محفوظ ہے۔

ﷺ عام طور پر ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں کہ جس کاؤں کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد اظہار کیا ہے جو حکم نامہ کا ایک شریعت اور پہلے دو رسول جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسیحیت کی تبلیغ کے لیے بھیجے تھے ایک کا نام صادق اور دوسرے کا نام مصدق تھا جب ان کو ستایا گیا اور تکلیف پہنچائی گئی تو ان کی مدد کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تیسرا رسول بھیجا اس کا نام شمعون تھا اور وہ شخص جو شہر کے پرے کنارے سے دوڑ کر آیا تھا اس کا نام جسیب بنجا تھا۔

لیکن محققین نے ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ تفصیلات کئی درجہ سے قابل اعتدال نہیں۔

۱۔ جن حضرات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ اپنا تعارف لوگوں سے یوں کرتے ہیں: انا وارثنا یعلما انا المیکہ المرسلون۔ کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ ہمیں صرف تمہاری طرف بھیجا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کے رسول تھے نہ کہ وہ حضرت یحییٰ کے عوامی اور فرستادہ تھے۔ اگر وہ عوامی ہوتے تو ان کے کلام کا انداز یہ نہ ہوتا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں جس کاؤں کا ذکر ہے اس کے باشندوں نے ان رسولوں یا فرستادوں کا انکار کیا ہے ان کو طرح طرح سے اذیتیں دیں ان کو منہوس تک کہا اور اپنی ساری تعلیقات کا باعث انہیں قرار دیا۔ یہاں تک کہ ان کو سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیں۔ ان حضرات کے بار بار کھانسنے کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ مذہب انہی ایک کڑک کی صورت میں نازل ہوا اور اس بستی اور اس میں بسنے والوں کو تک سیاه بنادیا۔ جب جمہور ان کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ وہ شہر ہے جس نے مسیحی دین کو سب سے پہلے قبول کیا اس کی سلامی آبادی حضرت مسیح پر ایمان لائی، اس لیے آج تک اس کا شمار ان پادشہوں میں ہوتا ہے جو عیسائیوں کے نزدیک مقدس ہیں۔ نیز یہ بھی کسی تاریخ میں مذکور نہیں کہ اس شہر پر خدا کا مذہب نازل ہوا اور یہ نصرت و نالود ہو گیا۔ ان حقائق کے پیش نظر قرآن میں مذکورہ قریہ کو اظہار کیا اور رسولوں سے مراد حضرت یحییٰ کے عوامی لینا بیدار کیا ہے۔

اس لیے مناسب یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کاؤں کا نام ذکر نہیں کیا اور ان رسولوں کا تعین بھی نہیں فرمایا تو ہم اپنے آپ کو

فَكَذَّبُوهُمَا فَعُزِّرْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿۳۶﴾ قَالُوا

انہوں نے ان کو جھٹلایا پس ہم نے تیسری دلی "انہیں ایک تیسرے رسول سے تو ان میں سے کہیں ہماری طرف بھیجا گیا ہے

مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا

بسی دالوں نے کہا نہیں جو تم مگر انسان ہماری مانند اور نہیں آماری رحمن نے کوئی چیز نہیں ہوتی

أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿۳۷﴾ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُم لَمُرْسَلُونَ ﴿۳۸﴾

مگر جھوٹ بول رہے ہو ۳۷ رسولوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ۳۸

اس الجھن میں نہ ڈالیں اور دانستہ طور پر دھوکا دینے کے مستشرقین کو قرآن کریم پر اعتراض کرنے کا ایک نیا موقع ہم نہ پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسے میرے پیارے رسول! کفار مکہ اور مشرکین عرب آپ سے کلمہ رے ہیں۔ آپ ان کے سامنے ان لوگوں کا واقعہ بطور نصیحت پیش کیجیے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول آئے اور انہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا اور انہیں تباہ کر دیا گیا۔ شاید یہ واقعہ سن کر انہیں عبرت حاصل ہو اپنے طریقہ کار پر نظر ثانی کریں اور گمراہی سے بچنا سیکھیں۔

پہلے دور رسول اس شہ میں تشریف لائے اور وہاں کے لوگوں کو راہ ہدایت پر چلنے کی دعوت دی لیکن وہاں کے باشندے بھیڑے اور انہیں جھٹلانا شروع کر دیا اور طرح طرح سے اذیت پہنچانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعزیت کے لیے ایک تیسرا رسول بھیجا اور انہوں نے مل کر تبلیغ کا کام زور سے شروع کر دیا وہاں کے لوگ حقیقت شناس نہ تھے وہ اس فوج نبوت کو نہ دیکھ سکے جو ان کی جبین سعادت سے چمک رہا تھا۔ وہ روحانیت کی ان لطافتوں کے ادراک سے قاصر تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان نفس قدسیہ کو بخشی تھیں۔ وہ ان کے ظاہر کو دیکھ کر فریب کھا گئے، کہنے لگے کہ تمہارا قدر و قامت ہماری طرح، تمہارا چلن چوڑا ہماری طرح، تم کھاتے پیتے بالکل ہماری طرح جو تم رسول کیسے بن گئے۔

۳۷ انہیں ان پاکہستیوں کے اس دعوے پر بھی اعتراض تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کی رہنمائی کے لیے کوئی محدث ہدایت لے آئے ہیں ان کا خیال تھا کہ پہلے تو خدا ہے ہی نہیں۔ اور اگر واقعی کوئی اتنی عظیم القدر ہستی ہے جس نے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، سمندروں جیسی بڑی بڑی عظیم الشان چیزیں بنائی ہیں تو اتنی بڑی ہستی کو یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ انسان جیسی حقیر مخلوق کے لیے وہ قواعد و ضوابط مرتب کرتا ہے۔ اس لیے ان رسولوں کا یہ دعویٰ بے گزق قابل قبول نہیں۔

۳۸ ان حضرات نے ملف اٹھا کر انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس نے ہی انہیں ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ اذ تَشْهَدُ وَابْعَلِّمِ اللّٰهَ تَعَالٰی وَهُوَ بِجَبْرِ مَجْبَرِی الْقَسَمِ (مظہری) انہوں نے اہل قریہ کو بتا دیا کہ ہمارا فرض صرف اس قدر ہے کہ پیغام حق سنائیت مژرانا نہیں اور پوری دلسوزی سے تمہیں پہنچا دیں۔ اس کو قبول کرنا

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿۱۷﴾ قَالُوا إِنَّا نَطِيرُ نَابِكُمْ لَئِنْ لَمْ

اور نہیں ہم بد کوئی ذرہ داری بجز اس کے اگر پیغام حق کھول کر پہنچا دیں۔ وہ کہنے لگے ہم تو تمہیں اپنے لیے نال بد سمجھتے ہیں نہ اگر تم

تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوا

باز نہ آئے تو ہم تمہیں منور سنگسار کر دیں گے اور پتھروں کا تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا

طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ أَيْنَ ذِكْرُكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿۱۹﴾

تمہاری بد نالی تمہیں نصیب ہوئے دحیرت ہے، اگر تمہیں نصیحت کی جاتی ہے نہ (تو تم دھمکیاں دینے لگتے ہو کہ تم لوگ سے زیادہ بڑے دے ہو۔

یا رد کرنا تمہارا کام ہے۔ ہم نے اپنی ذرہ داری بحسن طریق پوری کر دی ہے۔

۱۷۔ لیکن ان لوگوں کا انکار بڑھتا چلا گیا۔ وہ کہنے لگے جس روز سے تمہارے بڑے ہمارے شہ میں آئے ہیں۔ ہم طاع طبع کی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں کبھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہم قحط سالی کا شکار ہو جاتے ہیں کبھی کرنی و با پھوٹ پڑتی ہے کبھی کسا و بازاری شروع ہو جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک تو ان سب مصائب کا سبب تم ہو۔ تمہاری غرست سے ہماری سکراتی ہونے لگتی ہے غم و اندوہ کا شکار ہو گئی ہے۔ ہماری معاشی خوشحالی افلاس و تنگدستی میں بدلتی جا رہی ہے۔ تمہاری گستاخیوں سے ہمارے دیر تمام پیرا رخص ہو گئے ہیں۔ ۱۸۔ اب ہر ترویہ ہے کہ تم اپنے وظفوں کا یہ سلسلہ بند کر دو۔ ہمارے معبودوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے سے باز آ جاؤ، ہمیں اپنے مال پر رہنے دو اور ہمیں بار بار تنگ نہ کرو۔ ورنہ اس کا بغیر اچھا نہ ہو گا۔ ہمارے شہ میں تم صرف نہیں ہو۔ ہم تمہیں پکڑ لیں گے اور ایک چور راہے میں کھڑا کر کے اتنی سنگساری کریں گے کہ تمہاری بوٹی بوٹی انگ بر جاسے گی اور ہم تمہیں سخت المناک سزا دیں گے۔ ۱۹۔ ان حضرات نے فرمایا تمہاری بد بختی اور بد نالی تو تمہارے ساتھ ہے۔ جب تم اس دنیا میں آئے تھے تو تمہارا زاد گھر اور گھرانہ تمہارے گلے میں لٹکا دیا گیا تھا۔ اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں تم اپنے مقدر کو کہو جس کے باعث تلخ دُشمنی و دشمنیات کا تم شکار ہوئے ہو۔ جہالت اور توہم پرستی کا چھل دامن کا ساتھ ہے۔ جہدِ مالیت میں نیک و بد شکون کا بڑا رواج تھا۔ کئی چیزیں ان کے نزدیک منوس تھیں۔ اگر صبح سویرے ان میں سے کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی تو سمجھتے تھے کہ آج کا دن بڑا منوس ہے۔ اگر سفر پر جاتے ہوئے ایسی چیز سے آنا سامنا ہو جاتا تو گھر واپس آجاتے۔ سفر کا ارادہ ترک کر دیتے۔ تعلقہ کا معنی ہے کسی سے برا شکون لینا اور اسے منوس سمجھنا۔

۲۰۔ یہ شرط ہے اس کی جزا محذوف ہے۔ ان ذکر شدہ تطہیرات بنا و تواعد متروک۔

یعنی ہم اگر تمہیں نصیحت کرتے ہیں تو تم ہم سے بد نالی پکڑنے لگتے ہو اور ہمیں سنگسار کرنے کی دھمکیاں دینے لگتے ہو۔ تمہارا یہ رویہ ہرگز معقول نہیں۔ چاہیے تو یہ کہ تم ہماری باتوں میں غور و فکر کرتے، لیکن تمہارے طریقہ کار سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی معاملہ میں سنجیدگی سے غور و فکر کرنا تمہارا شیوہ نہیں۔ تم اس معاملہ میں مد سے زیادہ تہلہ زدن کرنے والے ہو۔

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا

دوہی اٹھا آیا شہر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا۔ اس نے کہا اے میری قوم: پیروی کرو

الْمُرْسَلِينَ ۚ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۷۱﴾

رسولوں کی۔ پیروی کرو ان (پاکباندوں) کی جو تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتے اور وہ سیدھی راہ پر ہیں اٹلے

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَالَّذِي تُرْجِعُونَ ﴿۷۲﴾ ءَاتِخُذْ مِنْ

اور مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں عبادت نہ کروں اس کی جس نے مجھے پیدا فرمایا اور اسی کی طرف تم دسب، نے لوٹ کر مانا ہے ۷۲ کیا

دُونَهُ إِلَهَةٌ إِنَّ يَرْدُنَ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنْهُمْ شَفَاعَتُهُمْ

(میرے لیے بانہنہ، میں بتاؤں اسے چھوڑ کر کوئی اور خدا؟ دہر گز نہیں، اگر میں مجھے کوئی عظیم پہچانا ہا ہے تو ان کی سفارش مجھے زندہ نہ

۷۱ جب حالات زیادہ خراب ہو گئے اور وہاں کے باشندوں نے ان حضرات کو سنگسار کرنے کی تیاری شروع کر دی تو اسی شہر کے ایک دور دراز گوشہ میں ایک سلیم الفطرت آدمی رہتا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے میری قوم جن لوگوں کے پیچھے تہمت دھوکہ پڑا ہے ہونے پر یہ کافی عرصہ سے یہاں مقیم ہیں اور بڑی دسوزی سے تمیں اس دعوت کو قبول کرنے کی تلقین کر رہے ہیں جسے وہ حق سمجھتے ہیں اور تم ان پر برابر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے رہتے ہو۔ میں بھی تمہارے شہ کا باشندہ ہوں اور تمہاری قوم کا ایک فرد میرا جیسا مشورہ تو یہ ہے کہ تم ان پر ایمان لے آؤ اور ان کا اتباع شروع کرو۔ ان کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ انہوں نے کبھی تم سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ چندہ کی اپیل نہیں کی۔ اگر یہ سچے نہ ہوتے اور اپنی دعوت میں غصہ نہ ہوتے بلکہ کسی دنیاوی مقصد کے لیے انہوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہوتا تو دو ہزار سال دو سال میں ان کا بھرم کھل جاتا۔ ان کی خود غرضی سامنے آجاتی۔ لیکن آج اتنا عرصہ گزر گیا۔ کیا تم ان کے اخلاص پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو۔ نیز وہ خود بھی ان احکام پر بڑے اہتمام کے ساتھ عمل پیرا ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم وہ تمہیں دیتے ہیں۔ خود بھی اسی راستہ پر گامزن ہیں جس پر چلنے کی وہ تمہیں دعوت دیتے ہیں ایسے شخص کی نیت پر شک کرنا اور ان پر ایمان نہ لانا بڑی بے انصافی ہے۔

۷۲ تم اپنے لیے جو چاہو راستہ اختیار کرو۔ البتہ میں تو اپنے خالق کی عبادت سے سرتابی نہیں کر سکتا اور نہ اس کے علاوہ کسی غیر کو اپنا راہ اور معبود مان سکتا ہوں۔ نیز یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ تمہیں ہمیشہ اس دنیا میں زندہ نہیں رہنا ہے۔ ایک دن آنے والا ہے۔ جب تم یہاں سے کوئی کرو گے اور اپنے رب کے حضور پیش کر دیے جاؤ گے۔ خود سوچو اگر ساری عمر اس کی نافرمانی میں برباد ہو گئی۔ تو کس منہ سے وہاں حاضر ہو گے۔

شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ۚ اِنِّ اِذَا الْفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِنِّ اَمَنْتُ

پنپائے کے کی اور زندہ مجھے پھرا سکیں گے ۲۳ اگر میں شرک کروں، تو میں بھی اس وقت ضلّ کر رہی میں مبتلا ہو جاؤں گا ۲۴ میں ایمان لے آیا ہوں

بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ۝ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۚ قَالَ يَلِيْتُ قَوْمِي

تمہارے رب پر میں دکان کھول کر میرا اعلان سنو ۲۵ کہم ہوا دہا جنت میں داخل ہو جائے وہ بولا کاش! میری قوم بھی

يَعْلَمُونَ ۚ بِمَا غَفَر لِي رَبِّيْ وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ وَمَا

جانیتی کہ بخش دیا ہے مجھے میرے رب نے اور شامل کر دیا ہے مجھے باعزت لوگوں میں ۲۶ اور نہ

۲۳ آخر میں اپنے رب حقیقی کے بغیر کسی بے بس اور ضعیف چیز کو خدا کی نگرمانوں۔ ان کی تریہ مہال ہی نہیں کہ اگر میرا رحمان مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو وہ اگر زبردستی مجھے اس کی گرفت سے پھرائیں یا میری سفارش ہی کر سکیں۔ ایسے نکلے اور بیکار خداؤں کو مان کر میں کیا کروں گا۔

۲۴ اس حقیقت کو انہی طرح سمجھتے ہوئے اگر میں پھر شرک میں مبتلا ہو جاؤں تو مجھ سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہو گا۔
۲۵ حق کتنا بڑی ہوتا ہے، حق کا علمدار کتنا اندر اور چمک ہوتا ہے اس آیت کو پڑھ کر کسی اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سارا اثر ایک طرف ہے۔ قوم کے تمام رئیس اور سردار ایک طرف ہیں۔ سارے مذہبی پیشوا اور سارے سیاسی نظام آگے بھولا ہیں، سارا سرمو غم غصہ سے چھرا ہوا ہے۔ عداوت کے بھڑکتے جھنڈے اس آتشکدہ میں کھڑ ہو کر ایک مومن ہی یہ اعلان کر سکتا ہے: اِنِّ اَمَنْتُ بِرَبِّكَ فَاَسْمَعُونَ۔ سارے سن لو میں تو تمہارے پروردگار پہ ایمان لیا ہوں اور میرا جس نے کچھ بچہ رہا ہے بچک بگاڑے، مجھے اس کی فریادوا نہیں۔ اس مرد پاکباز نے آمنت بربری میں اپنے رب پر ایمان لایا ہوں، نہیں کہنا بلکہ بِرَبِّكَ فَاَسْمَعُونَ فرمایا تاکہ انہیں یہ احساس دلانے کہ جس خدا کا وہ بندہ ہے وہ صرف اس کا پروردگار نہیں بلکہ ان سب کا پروردگار بھی ہے۔

۲۶ لوگوں نے اس پر پتھروں کی بارش کر دی اور چند لمحوں میں اس کے جسم کو پارہ پارہ کر دیا۔
چرخش رخسے بنا کر دند بھگت خون غلظتیں خدا رحمت کنہا میں عاشقان پاک طینت را در مزاجان جانان
جسم کا تو یہ حشر ہو رہا ہے اور اُدھر سے صدا آرہی ہے اسے عاشق و لعلکار آہاؤ۔ جنت کی بساریں تمہارا انتظار کر رہی ہیں خندان رحمت کے رنگین پھولوں کے بار پر درجہ جو رہیں تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں اور میرا حسن انل تیرے دل بیتاب اور چشم شاق کی حسرتوں کو پورا کرنے کے لیے نقاب اٹھنے ہی والا ہے۔

۲۷ قوم نے قلم کی مدد کر دی۔ لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ لیکن ہمدردی کا جذبہ برسر نہیں ہوتا۔ کتا ہے کاش میری قوم کو پتہ چل جائے۔ اسے مہار کوئی بتا دے کہ سرزدی اور جاننازی کی راہ پر چل کر تمہارے اس مقتول اور شہید بھائی نے کچھ کھویا تئیں بلکہ بہت کچھ پایا ہے۔

أَنْزَلْنَاهُ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا

اتارا ہم نے اس کی قوم پر اس کی شادت کے بعد کرن لشکر آسمان سے اور نہ ہیں اس کی

مُنْزِلِينَ ۝ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَائِدُونَ ۝

منزلت تھی۔ نہ تھی مگر ایک گرج پس وہ بھیجے ہوئے کوٹے بن گئے۔

يُحْسِرُهُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ

صدافسوس ان بندوں پر۔ نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس کے ساتھ

يَسْتَحْزِرُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ

مذاق کر لے لگ گئے۔ کیا انہیں علم نہیں کہ کتنی امتوں کو ہم نے ان سے پہلے ہلاک کر دیا اور وہ (آج تک) ان کی

میرے تصور میرے رب نے معاف کر دیے ہیں اور مجھے ان لوگوں کی صف میں جگہ دی ہے جن کو اس نے ابدی سزاؤں اور
دنائی کراہتوں سے سزاؤں فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس پر سچے دل سے ایمان لایا تھا اور جب امتحان کے میدان میں مجھے
کھڑا کیا گیا میں نے جان دے دی۔ لیکن اپنے ایمان پر آنکھیں نہیں آنے دی۔ حضرت علامہ مرحوم کا ارشاد ملاحظہ ہو
برقرار اندیشہ سودو نیاں ہے زندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جانی ہے زندگی

مفسرین کہتے ہیں کہ اس شخص کا نام حبیب نہا تھا۔ علامہ قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ حبیب اہل انطاکیہ نے اسے شہید کیا تو اللہ تعالیٰ
نے انہیں ہلاک کر دیا۔ انطاکیہ میں مومن اور کافر دونوں آباد تھے۔ وہ خوفناک کڑک جس نے کفار کو موت کی نیند سلا دیا۔ اہل ایمان کو اس سے
محفوظ رکھا گیا یہاں تک کہ جو اہل ایمان محو خواب تھے وہ بدستور سوئے رہے ان کی آنکھیں بھی نہ کھلی۔ انطاکیہ کے بازار میں ایک مسجد ہے
اس مسجد کو مسجد حبیب کہا جاتا ہے۔ اس کے صحن میں ان کا مزار پڑا ہوا ہے۔ لوگ اس کی زیارت کے لیے جایا کرتے ہیں۔

(آثار البلاد و اخبار العباد للقرطبی ص ۱۵۱ مطبوعہ بیروت)

مشہور جغرافیہ دان علامہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۵ھ اپنی کتاب معجم البلدان میں انطاکیہ کے عنوان کے نیچے کہتے ہیں :
انطاکیہ میں حبیب نہا کی قبر ہے دور نزدیک سے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ آیات
انہی حبیب کے حق میں نازل ہوئیں وجاہ من اقصی المدینۃ رجل یسعی الخ۔ لیکن یقین سے کچھ کنا مشکل ہے۔ علامہ ابن کثیر
کی رائے آپ چند صفحے پہلے پڑھا آئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۷۶ میں ان مرکزوں کی سرکوبی کے لیے آسمان سے فرشتوں کا لشکر اتارنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ جب ہم نے ان کو تباہ کرنے کا

إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ وَإِنْ كُلُّ لَمَّا جُمِعَ لَدُنَّا مُحْضَرُونَ ۝

موت لوٹ کر آئے۔ اور ان سب کو ہمارے سامنے حاضر کر دیا جائے گا اور

آيَةُ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

ایک نشانی ان کے لیے یہ مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کر دیا اور ہم نے نکالا اس سے غلہ پس وہ

يَأْكُلُونَ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجْرْنَا

اس سے کھاتے ہیں تاکہ اس میں باغات کھجور اور انگوروں کے اور ہماری کردہ اس میں

فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۖ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ ۖ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ

پیشے تاکہ کھائیں وہ اس کے پھلوں سے اور نہیں بنایا ہے اس کو ان کے ہاتھوں نے۔

فصل کیا تو ایک ایسی گرج اور کراک پیدا کی کہ وہ چٹم زدن میں بھی بوٹی راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ غامدین، مہترستی بوٹی آگ کے نمودار بنے کہ ختمد کہتے ہیں۔ یعنی پہلے وہ آگ کے انکاروں کی طرح دھک رہے تھے اور اس کے شعلوں کی طرح لپک رہے تھے۔ ایک گرج نے ان مردوروں کا قصہ تمام کر دیا جیسے کسی نے منوں پانی ڈال دیا ہو۔

۲۲ بیان سے ان کو سنی دلائل کے بیان کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو توحید اور قیامت کے معرین کے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں۔ ایسے دلائل جن میں کو وقتی طور پر تو غیر متبادل کو خاموش اور لا جواب کر دیں۔ لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد بھاوت کا مادہ پھر ابھرنے لگے۔ لیکن ان دلائل میں غور کرنے سے دل کو یقین کا اثر نصیب ہو جاتا ہے اور مردہ کو اطمینان اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔ پہلی دلیل یہ بیان فرمائی کہ بنجر اور مردہ زمین جس میں نباتاتی زندگی کی کوئی روش نظر نہیں آتی۔ جب اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے تو اس میں زندگی ابھرنی لگتی ہے۔ زندگی کی مردہ قوتیں اپنی ساری شوخیوں اور زیبا نیوں کے ساتھ نمودار ہو جاتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے رنگ و بو کے پھول چمن مکرانے لگتے ہیں۔

۲۳ کہ ان جو غم ریزی کرتا ہے اس کی بایں زمین کے پتھر کو چیرتی بوٹی باہر نکل آتی ہیں۔ چند مہینوں میں فصل پک جاتی ہے جس سے تم غذا حاصل کرتے ہو۔

۲۴ اللہ ہم باغ اگا دیتے ہیں اور ان باغوں میں کھجور کے لٹنے لٹنے درخت بھی اگتے ہیں جو آسمان کو چھو رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف انکو کی نازک سلیں ہیں جو زمین پر بھیجی ہوئی جاتی ہیں جن کو اوپر اٹھانے کے لیے تم چبھتے بناتے ہو۔ وہاں پیشے ابل رہے ہوتے ہیں جن سے تمہارے باغ آبپاش ہوتے ہیں۔ تم ان پھلوں کو یا تو چون کا توں کھاتے ہو یا ان کو مختلف شکلوں میں بدل کر ان سے

اَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُثْبِتُ

کیا وہ ان نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتے۔ ہر عینک پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا جنہیں زمین اگلاتی ہے

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاَيُّ لَهْمُ اللَّيْلِ

اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں وہ دماغ نہیں جانتے ۲۷ اے اللہ! یہ لہم کی رات ہے

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا

ہم اتار دیتے ہیں اس سے دن کو تو کھینچتے وہ اندھیرے میں ڈالتے ہیں ۲۸ اے اللہ! یہ آفتاب ہے جو چلتا رہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف۔

لُطْفِ اللّٰهِ ہوتا ہے۔ ایک آم کے پھل ہی کو لیجیے۔ ابتدائی حالت میں اس سے بڑی لذیذ پھنی بنتی ہے۔ جب وہ پھل کچھ بڑھتا ہے تو اس کا اچار بنایا جاتا ہے۔ چند ماہ بعد اس کا مرتبہ بنا کر چینی اور شیشے کے غلیظ صورت مرتبانوں میں محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ جب آم پک جاتے ہیں یا تو قرپڑوں ہی ان کا رس جو جس لیتے ہو یا ان کو کاٹ کر کھاتے ہو۔ یا کہیں مکویش بن رہی ہوتی ہے کہیں آئس کریم۔ وما عملتہ اید یہ میں انہی چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ وما عملت آلا یہ کا ایک دوسرا مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ سرسبز و شاداب کھیت، یہ بہار آفریں باغات اور رنگین اور لذیذ پھلوں سے لدی ہوئی ڈالیاں۔ یہ زنگارنگ دھتے جوئے پھول، ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں جو تمہارے ہاتھوں نے بنائی ہو۔ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت آفرینیوں کا اچھوڑ ہے۔ اس صورت میں ما موصوفہ نہیں بلکہ نافیہ ہوگا۔

۲۷ یہ نہ سمجھو کہ انسان اور حیوانات کو ہی مذکور و مؤنث پیدا فرمایا ہے اور اسی طرح ان کی بقا اور نشوونما کا اہتمام کر دیا ہے بلکہ اس سبوح و قدوس نے زمین سے جو چیزیں اگانی ہیں انہیں جوڑا جوڑا بنالیا ہے۔ نر اور مادہ کا سلسلہ درختوں، پودوں، پھلوں، پھولوں، مچڑیوں، لکھاس وغیرہ جو چیز زمین سے اُٹتی ہے اس کو نر مادہ میں تقسیم کر دیا ہے اور جعلنا الريح لواقع سے بتا دیا کہ نر و درخت کے قریبی اجزاء کو ہوائیں اٹھا کر مادہ کے پاس لے جاتی ہیں۔ اور اسے بار بار کرتی ہیں۔ تلیق کا عمل صرف حیوانات کی دنیا تک محدود نہیں بلکہ حیوانات، نباتات اور ایسی اجناس جن کو بھی تم جانتے ہی نہیں ہو۔ وہاں تک پھیلا ہوا ہے۔

۲۸ ازہد تشریح کے لیے ضیاء القرآن جلد دوم سورہ حجرات ۲۲ کا ماحشیہ دیکھیں

۲۷ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ ایک اور دلیل بیان کی جا رہی ہے۔ جب دن ہوتا ہے تو ہر طرف کو رسی نور پھیل جاتی ہے۔ جب رات آجاتی ہے نور غائب ہو جاتا ہے اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اگر ہمیشہ دن کا اجالا رہتا یا ہر وقت رات کی تاریکی پھیل رہتی تو یہ نظام عالم درجہ درجہ بوجہ تاریکی فطرت کے کرشمے ختم ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عروس کائنات کو شب و روز کا تسلسل قائم کر کے سجایا۔ پھر اس میں مندرجہ کرامت پھمائی اور حضرت انسان کو اس پر لجا دیا۔ اب بھی اگر انسان اپنے کرم کریم رب کا

ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ

یہ اندازہ مقرر کیا ہوا ہے اس ذند کا جو عزیز و علیم ہے۔ ۳۲ اور (ذرا) پاندہ کو دیکھو۔ ہم نے مقرر کر دی ہیں اس کے لیے منزلیں

كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ

آفر کا جو ہوتا ہے کجور کی پسیدہ شمع کی مانند ۳۳ نہ سورج کی یہ محال کہ (پچھے سے) پاندہ کو آپڑے اور نہ

وَلَا الْيَلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ وَإِلَهُ لَهُمْ

رات کی یہ طاقت ہے کہ دن سے آگے نکل جائے۔ اور سب (تیارے اپنے اپنے) فلک میں تیر رہے ہیں۔ ۳۴ اور ایک نشان

أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِكِ الْمَشْهُونِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ

کے لیے یہ بھی ہے کہ ہم نے سوار کیا ان کی اولاد کو ایک کشتی میں جو بھری ہوئی تھی ۳۵ اور ہم نے پیدا کی ان کے لیے اس کشتی کا

شکر ذکر سے تو اس سے بڑی احسان فراموشی اور نادانی کیا ہو سکتی ہے۔

سنجھتے ہیں بیڑ بکری کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال آئندہ دن کے وقت روٹی کا لبادہ ہو دنیا کو پہنایا جاتا ہے، جب رات آتی ہے تو آہستہ آہستہ اس لبادہ کو اتار لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر طرف سیاہی پھیل جاتی ہے۔

۳۳ سورج اپنے مقرر مقام کی طرف محرکت ہے اور اس کی محال نہیں کہ وہ مقرر شدہ وقت سے ایک سیکنڈ تاخیر سے وہاں پہنچے یا وہاں سے سرک کر کسی اور جگہ پہنچ جائے جو مدار اس کے لیے متعین کر دیا گیا ہے۔ جو نام ٹیبل اس کے طلوع و غروب، ارتفاع و انحدار کا مقرر کر دیا گیا ہے اس میں کمی بیشی کا امکان تک نہیں۔ نظام الاوقات عزیز و علیم کا مقرر کیا ہوا ہے۔ نہ اس میں رد و بدل کی گنجائش ہے اور نہ کوئی چیز اس کی خلاف ورزی کر سکتی ہے۔

۳۴ ہماری قدرت پر ایمان لانے کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت ہو تو پاندہ کو دیکھو اور اس کے ٹھننے بڑھنے کو دیکھو کیسے ناخن کے تراشے کی طرح نمودار ہوتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے بدہ تمام بن جاتا ہے پھر ٹھننے لگتا ہے یہاں تک کہ آخری راتوں میں کجور کی ایک نمیدہ سوچی اور زندہ دھنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ ۳۵ سورج اپنے مدار میں صوب گردش ہے اور چاند اپنے مدار میں حرکت کرتا رہتا ہے! نئی دوپہر کیا ہوگا مارے میاں بات بیکہ ثابت بھی اپنے اپنے مقربہ مداروں میں تیر رہے ہیں کوئی کسی سے مزائنیں کرئی کسی سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا، کوئی کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ کیا قدرت اور حکمت اس تادم علیم کی کہ ان گنت سکے محرکت ہیں اور کبھی کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا۔ اس کی مذہبیت کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن، جلد سوم سورۃ الانبیاء آیت ۳۳ کے حاشیہ تفسیر و تعلق علماء اسلام کی تحقیقات! ہاں تفصیل سے مذکور میں ۱۰ ۳۵ ہماری قدرت کی مذکورہ بالا آیات کبریٰ اور مدین نشانیں کو اگر تم پوری طرح سمجھ نہیں سکتے تو یہ بات تو ہر روز تمہارے مشاہدہ

آیۃ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۳۶﴾ وَإِذَا قِيلَ

نشان ان کے رب کی نشانوں سے، مگر وہ اس سے روگردانی کرنے لگتے ہیں اور جب انہیں کہا جاتا

لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

ہے کہ خرچ کرو اس مال سے جو تمہیں اللہ نے دیا ہے تو کافر کہتے ہیں اہل ایمان کو کیا ہم انہیں

أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ آطَعْنَا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۷﴾

کھا نا کھا میں جنہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ (اسے نامسور) تم تو بالکل بہک گئے ہو۔ اے

میں برباد کر دی ہے۔ اب تو باز آ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہو کر معافی مانگو۔ وہ رحیم و کریم تھا اسے کنا و بکشت سے کھا اور تمہیں نئی اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا ایک اور ذریعہ موقع دستیاب ہو جائے گا، لیکن وہ باز نہیں آتے اور جتنے دلائل ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں ان کو بڑی بے پرواہی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

اے اگر وہ اللہ طہق کرے تلقین کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کے نادار اور مفلس بندوں کی خدمت کیلئے کچھ خرچ کرو، تو وہ بڑی بے حیائی سے اس دھرت کا مذاق اڑاتے ہیں کہ تم ان حکم شکنوں کے لیے ان ناداروں اور مفلسوں کے لیے ہم سے مدد کی اپیلیں کرتے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے مفلسی کے عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کی روں محتاج نہ کرتا ہم اس کی مرضی کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

اس آیت میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کی کتنی صحیح عکاسی کی گئی ہے۔ پہلے بھی اس کا یہی حال تھا اور آج بھی اس ذہنیت میں کمی تبدیلی نہیں ہوئی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے چند لوگ اس زہر پل ذہنیت کے مالک ہوتے تھے اور آج اس مادی ترقی کے دور میں ان کی تعداد مست بڑھ گئی ہے۔ پہلے مزدور و احسان کی کوئی نہ کوئی جھلک ان لوگوں میں بھی نظر آ جاتی تھی۔ آج یورپ کے اس مشینی دور نے احساس مزدور کو بھی کچل کر رکھ دیا ہے۔ دولت کی دھانہ محبت ان کو کس مقام پر لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ وہ کہتے محبت باز اور حیلہ ساز بن جاتے ہیں جو سیدھی اور صاف بات انہیں کسی جاتی ہے اس کا کتنا اٹا جواب دیتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ نہ تو خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی انہیں توفیق نصیب ہوتی ہے اور نہ اپنے بھائیوں کی خستہ حالی اور تنگ دستی پر ان کا دل بسیجتا ہے۔ ایسی بیمار ذہنیت کے باعث ہی دنیا میں خونی انقلاب آئے۔ کئی شاہی خاندان خون کے ظلم میں بہہ گئے۔ جمہوریتوں میں بسنے والوں نے تنگ کر محلات اور امار کی عیوب کو جل کر خاک سیاہ بنا دیا۔ اس کے باوجود دولت کی محبت کا نشہ کم نہیں ہوا۔ وہی لوگ جو کل سرمایہ داری کے خلاف ظلم بغاوت بلند کر کے اٹھے تھے اور اس بے رحم ذہنیت سے نکر کر اسے پاش پاش کر دیا تھا۔ آج جب اقتدار اور دولت کے خزانوں کی کنیاں ان کے ہاتھ میں آئیں، انہیں وہ نعرہ ہی

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸۶﴾ مَا يَنْظُرُونَ

اور کہہ رہے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو (تو اس کا مقررہ وقت بتا دو) ۱۸۶۔ یہ (ناہنجار) نہیں انتظار

الْأَصْيَافَ وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۱۸۷﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

کر رہے مگر اس ایک گرج کا جو (اچانک) انہیں دبوچ لے گی جب وہ بحث مباحثہ کر رہے ہونگے ۱۸۷۔ پس نہ وہ (اس وقت)

فریادیں کریں گی۔ انہوں نے بھی اپنے پیش روں کی طرح لکشی دیری کی پوچھا شروع کر دی اور سانپ بن کر خزانوں پر بیٹھ گئے۔ مزدوروں
محنت کشوں اور کسانوں وغیرہ کے ساتھ انہوں نے وہی بے زمانہ سلوک شروع کر دیا۔ ان غولی انقلابات کی تاریخ کا جب انسان مطالعہ
کرتا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا خوف اور قیامت کے محاسب کا یقین دل میں پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک
جو رستم کوٹھانے کے لیے جو کوشش کی جائے گی اس سے جو رد و تم کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔ منہا قدرت پر فائز ہونے کے بعد اور
ملکی خزانوں پر تصرف کا مکمل اختیار رکھنے کے باوجود وہی لوگ دنیا کی محنت سے اپنا دامن بچا سکتے ہیں جنہیں فیضِ نبوت سے کچھ
جندہ مرمت ہوتا ہے۔

۱۸۶۔ وہ یہ سوال اس لیے نہیں پوچھتے تھے تاکہ وہ بروقت اپنی اصلاح کر لیں بلکہ انہیں ہتھیار بچا کرتے تھے۔

۱۸۷۔ یہاں قیامت کی آمد کا حال بیان ہو رہا ہے۔ قیامت اس طرح نہیں آئے گی کہ پہلے اس کا اعلان کیا جائے کہ فلاں
تاریخ کو اتنے بج کر اتنے منٹ پر کائنات کا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا بلکہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں گے قیامت ہوا
ہونے کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ اچانک حضرت اسرافیل کو بارگاہِ الہی سے حکم ملے گا کہ صور پھونک کر دنیا کے خاتمے کا اعلان کر دیا
پھر ایک ہولناک زلزلہ ہوگی جس سے ہر چیز درہم برہم ہو جائے گی۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وقوعِ قیامت کا جو نظر
بیان فرمایا ہے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے سماعت فرمائیے:

تقوم الساعة والمرجلان فتد نشر اثوبهما يتباليعانه - فتلا بطويانه
حتى تقوم الساعة والمرجلان يلبط حوضه ليستق ما شيته ما يستبها حتى
تقوم الساعة والمرجلان يخفض ميزانه وما يرفعه حتى تقوم الساعة والمرجلان
يرفع اكنته الى فيه فما يستبها حتى تقوم الساعة۔

ترجمہ: یعنی قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے کپڑے
کا تھان کھولا ہوا ہوگا اس سے پیشتر کہ وہ اس تھان کو پسینے کی قیامت برپا ہو جانے کی اسی طرح ایک شخص اپنے مویشیوں
کو پانی پلانے کے لیے حوض کی لپائی کر رہا ہوگا تو انہیں پانی پلانے سے پہلے ہی قیامت برپا ہو جائے گی۔ ایک آدمی کوئی
چیز تول رہا ہوگا اس سے پہلے کہ وہ ترازو اونچا کرے قیامت برپا ہو جانے کی انسان قعر منہ میں ڈالے گا اور اسے نکلنے سے پہلے

تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۴﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمُ

کونی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آ سکیں گے ۵۴ اور (دوبارہ جب) صور پھونکا جائے گا تو فرود

مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿۵۵﴾ قَالُوا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِن

اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے جانے لگے (اس وقت) کہیں گے ہاں ہم برباد ہو گئے جس سے

مَرَّقَدِنَا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۶﴾ إِنْ كَانَتْ

ہیں اٹھ کر آیا ہے ہماری نوبت اسے ۵۵ (تو اسے کہیں گے) یہ وہی ہے جس کا رحمن نے وعدہ فرمایا تھا اور سچ کہا تھا کہ رسول کے شک نہیں

قیامت برپا ہو جائے گی۔

۵۴ اس افزائش میں نہ وہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ سکیں گے۔

۵۵ جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو انعام کائنات تو بالابو جائے گا نہ آسمان اپنی جگہ پر قائم رہے گا اور نہ زمین باقی رہے گی
پہلے بھی رول کے گائے کی طرح ہوا میں تیرنے لگیں گے انسان بھی مجھے بھونے کیلئے پتنگوں کی طرح بے مدد و ادھر ادھر گرے پڑے گا
پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور سب اپنی قبروں سے اٹھیں گے بھونے اٹھ کھڑے ہوں گے اور تیزی سے خداوند
فراخجل کی عدالت میں حاضر ہونے کے لیے چل پڑیں گے کہیں دیر نہ ہو جائے۔ اجدات: اس کا واحد جَدَّ ث ہے،
قبریں۔ ینسلون کی تائید کرتے ہوئے ملازم جبری کہتے ہیں: وَنَسَلْنَا فِي الْعَذَابِ نَسْلًا نَّسْلًا وَنَسْلًا نَّسْلًا وَنَسْلًا نَّسْلًا
قال تعالى اٰلِ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (صحاح) نسل کا معنی ہے تیزی سے بھاگنا، علاوہ قرطبی کہتے ہیں: ہوا اسراع ف
المشي۔ فالعني يخرجون مُسْرِعِينَ: یعنی تیزی سے چلنا۔ آیت کا معنی ہے کہ وہ بڑی سرعت اور محبت سے قبروں سے
باہر نکل رہے ہوں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔ (قرطبی)

۵۶ منکرین قیامت قبروں سے نکل کر جب میدانِ حشر میں کھڑے ہوں گے تو اپنا سر پیٹ لیں گے اور کہیں گے آج تک
ہم اس کا انکار کرتے رہے۔ اسے محال عقلی گردانتے رہے۔ لیکن ہمیں پکار کر یہاں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ پوچھیں گے کون ہے جس نے
ہمیں اپنی خواب گاہوں سے جگا کر یہاں لاکر کھڑا کر دیا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں پہلے نفع اور دوسرے نفع کی درمیانی مدت
میں کفار سے مذاہب قبر بٹا لیا جائے گا اور وہ سو جائیں گے۔

۵۷ اس وقت تقصیب کی پٹی آنکھوں سے کھل جائے گی۔ یاد آ جائے گا کہ یہ تو وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا
اور ہم اس کو جھٹلاتے رہے اور اس کے پیروں کو جھوٹا کہتے رہے اور ان پر یہ الزام لگاتے رہے کہ یہ لوگ ایسی انہونی باتیں اپنی
طرف سے گھر گھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ ہائے آج پتہ چلا کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہی تھا اور اس کے پیروں نے

إِلَّا صَيِّحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ فَالْيَوْمَ

ہر ایک کو ایک زوردار کڑک پھر وہ فوراً سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے شے پس آج نہیں

لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّ أَصْحَابَ

ظلم کیا جائے گا کسی پر ذرہ بھر اور نہ ہی بدلہ دیا جائے گا جس میں مگر ان اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے شے بلکہ اہل

الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ۝ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى

بہشت آج (حسب مراتب) اپنے اپنے شغل سے لطف اندوز ہر سہ ہونگے شے وہ اور ان کی بیویاں سایہ میں (مربع)

جو کچھ ہیں بتایا تھا وہ سب ہی کجیخت اور نادان تھے کہ اس کو نہ مانا اور آج ان حالات سے دوچار ہیں کہ نہ جانے ماخذ نہ پاسے رفتن۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ ان کے سوال کا جواب فرشتے دیں گے۔

شے پھر ایک اور ہونگے قسم کی آواز آئے گی اور سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔

شے اس روز کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔ مدد و انصاف کے سارے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔

شے اہل جنت پر نفیر جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہ وہاں کی لذتوں اور لطف و سرور میں اس طرح مگھو جائیں گے کہ انہیں دوسری کسی بات کی خبر تک نہ ہوگی۔ وہ اور ان کی ٹیک بہشت بیویاں ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں مریض اور آستہ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ہر قسم کے مہل زریں قابلوں میں رکھ کر حردنما ان کی خدمت میں پیش کریں گے ان کی ہر خواہش پوری کی جائے گی جو چیز طلب کریں گے ملنا کر دی جائے گی۔

علاوہ انہما، اللہ پانی بتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

”والاولی ان یقال فی شغل ما یشتمونہ فالصوفیۃ العلیۃ الذین لا مقصود لہم الا اللہ تعالیٰ شغلہم

الانہما والامستغراق فی التہیات اذاتہ علی حسب مدارجہم وغیرہم کان شغلہم بالسماع والریاح والاکل

والشرب والجماع علی حسب شہواتہم و رغباتہم۔“ (مظہری)

ترجمہ : یعنی ہر ایک اپنی خواہش کے مطابق مشغول ہوگا۔ صوفیائے کرام جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں

ان کا شغل یہ ہوگا کہ وہ اپنے مدارج کے مطابق تہیات ذاتیہ کے مشاہدہ میں منہمک اور مستغرق ہوں گے اور دوسرے

لوگ اپنی دنیاوی لذتوں میں اپنی خواہش کے مطابق مشغول ہوں گے۔

مدتہ مذکور نے ابرنیم سے بایزید بھائی کا ایک قول نقل کیا ہے وہ بھی سننے کے قابل ہے :

الْأَرْأَيْكَ مُتَكُونٌ ۖ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ فِيهَا دُرٌّ حُلٌّ

نختوں پر نگینے لگائے جیسے ہوں گے۔ ان کے لیے وہاں دھڑلے کے لذیذ پھل ہوں گے اور انہیں وہاں ہر وہ لذیذ

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ۝۵۹ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمَرْمُومُونَ

تم سلامت رہو! انہیں یہ کہا جائے گا اپنے رحیم رب کی طرف سے اٹھ اور دکھ ہوگا اسے مجھو! ریموں و ستروں آج الگ ہو جائیں گے

۵۹ اخرج ابو نعیم عن شیخ طریقنا ابی یزید البسطامی انه قال ان الله خواص من عباده لو حجبهم عن رؤيته لاستغاثوا كما يستغيث اهل النار بالخروج من النار۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص بندے بھی ہیں کہ اگر انہیں دیدارِ جمالِ خداوندی سے روک دیا جائے تو وہ جنت میں اس طرح آہ و فغاں اور فریاد کرنا شروع کر دیں جس طرح جہنمی آگ سے نکلنے کے لیے چیخ و پکار کریں گے۔ اٹھ سب خوشیاں، سب راحتیں بہا۔ لیکن ربِّ کریم خداوند ذوالجلال وہ محبوب حقیقی جس کو انہی کرنے کے لیے وہ غریب رہی ہے آپ کی طرح تڑپتے رہے۔ جب وہ انہیں اپنے خطابِ جاں افروز سے نوازے گا تو اس وقت ان کی مسرت اور عزت افزائی کی انتہا ہو جائے گی۔

اس آیت کی جو تفسیر زبانِ رسالت نے فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

”عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بينما اهل الجنة في نعيمهم اذا سطع عليه نور فرففوا ورمهم فذا رب تعالى قد اشراف عليهم من فوقهم۔ فقال مستم عليهم يا اهل الجنة كذبت قوله تعالى سلاماً، قولا من رب رحيم۔ قال فينظر اليهم وينظرون اليه فلا يتفتون الى شئ من النعيم ماداموا ينظرون اليه حتى يحجب عنهم ويبقى نوره وبركته عليهم وفي ديارهم۔“
ترجمہ: مسرتِ بابرینِ عبد اللہ نے کہا کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت اہل جنت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے اچانک اُدھ سے ایک نور چمکے گا جب وہ سراٹھا کر دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ ان کا ربِّ کریم ان کی طرف بھانک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیو! السلام علیکم۔ سلام قولا من رب رحيم سے یہی مراد ہے جنہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اس کی طرف دیکھتے رہیں گے۔ محویت کا یہ عام ہوگا کہ جب وہ جو حقیقی کام دیدار کر رہے ہوں گے جنت کی کسی دوسری نعمت کا انہیں خیال تک ہی نہیں رہے گا۔ یہیں تک کہ حسنِ حقیقی پر وہ فرمائے گا، لیکن اس کا نور اور اس کی برکت ان پر اور ان کے مکانوں پر ضیاء بار رہے گی۔

۵۹ اہل جنت پر تو یہ کرم ہوگا اور مجرموں کو نکتہ ہوگا کہ الگ الگ صنفیں بنا کر کوئی فرق دوسرے فرق کے ساتھ گذر نہ ہو۔ چنانچہ یہودی، عیسائی، آتش پرست، بُت پرست، ملحد، دہریے سب ایک دوسرے سے الگ الگ ہو کر جمع ہو جائیں گے۔

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَىٰ أَدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ

کیا میں نے تمہیں یہ تاکید کی کہ تم نہ سجدو اور شیطان کی عبادت نہ کرنا بلاشبہ وہ تمہارا

عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۚ وَإِنْ أَعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝۶۰ وَلَقَدْ

کھلا دشمن ہے۔ اور میری عبادت کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ لکھ (پس ہر گز)

أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ۝۶۱ هَذِهِ جَهَنَّمُ

جو شیطان نے تم میں سے بہت لوگوں کو گمراہ کیا تم عقل نہ رکھتے تھے۔ ۶۱ یہ ہے وہ جہنم

الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝۶۲ إَصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝۶۳ الْيَوْمَ

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ آج اس کی آگ پھر اس کفر کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔ آج ہم

پھر دوزخ میں ہر فرقہ کے لیے الگ الگ زندان خانے موجود ہوں گے۔ ہر گروہ کو اس کے مخصوص جیل میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا جائے گا جو پھر نہ نکل سکے گا۔ نعرۃ اللہ تعالیٰ من مخطہ وعذابہ۔ یا اللہ ہم تیری ناراضگی اور تیرے عذاب سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

اس کا یہ مفہوم بھی بتایا گیا ہے کہ ابتدا میں مشرک کے میدان میں مومن کا فرسب ایک ساتھ کھڑے ہوں گے۔ بعد میں مجرموں کو حکم ملے گا تم اہل ایمان سے علیحدہ ہو جاؤ۔

۶۲ ان مجرموں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج من لبور نے اور جینے پلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم نے اپنے انبیاء اور ان کے نائبین علماء ربانین کے ذریعہ سے تمہیں تاکید کی کہ تم نہ سجدو اور بار بار وصیت کی تھی کہ دیکھنا شیطان کی بندگی اور اطاعت شروع نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا اکل دشمن ہے وہ تمہیں جہنم رسید کر کے رہے گا۔

۶۳ شیطان کی بندگی کو چھوڑ کر میری عبادت کرنا کیونکہ میں ہی تمہارا خالق ہوں میں نے ہی تمہاری بقا اور نشوونما کے لیے بڑی نیکی سے سارے وسائل ہم پہنچا دیے ہیں اور تمہاری ابدی زندگی کے متعلق بھی فیصلہ کرنے کا اختیار صرف مجھے ہے اور مجھ سے بڑھ کر تم پر کوئی شفقت اور رحمت فرمانے والا نہیں۔ اگر تم میرے حکم مانو گے میری اطاعت کرو گے تو یہی سبب مستقیم ہے جس پر میں تمہارا مقصود پا سکتے ہوں۔ ۶۴ اتنے تاکید کی احکام کے باوجود تم نے ہوشمندی سے کام نہ لیا۔ ہماری ہدایت کو پس پشت ڈال دیا۔ اس طرح شیطان تم میں سے ایک انبوہ کثیر کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

جِبِلًّا: الجماعة العظيمة اطلق عليهم تشبيهاً بالجبل في: العظم یعنی انبوہ کثیر کیونکہ یہ پکار کی طرح عظیم ہوتا ہے اس لیے

نَحْنُمْ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا

مُتَرَفَعُوا دِیْنِ گئے گناہ کے مونسوں پر اور بات کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں ان

كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ

ابکار یوں پر جو وہ کیا کرتے تھے ۝ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ان کی آنکھوں کا نشان تک محو کر دیتے پھر وہ راست کی طرف دوڑ

جیلا کا گیا۔ (مفردات)

۵۳۔ واقعی اس سے بڑی حماقت اور نادالی کیا ہو سکتی ہے۔

۵۴۔ پہلے فرمایا گیا کہ آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ سب کے ساتھ خواہ کوئی باطنی یا سرکش ہی کیوں نہ ہو پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔
صل کا تقاضا یہ ہے کہ جو فیصلہ کیا جائے گواہوں کی گواہی اور دیگر دلائل کو سامنے رکھ کر کیا جائے اگر فیصلہ کرتے وقت گواہوں کو سر سے نظر انداز کر دیا جائے کسی ثبوت کی ضرورت ہی محسوس نہ کی جائے تو وہ فیصلہ اگر میں حق ہو تب بھی اقرار نہیں ہو سکتا ہے کہ فیصلہ کرتے وقت صحیح طریقہ کار اختیار نہیں کیا گیا۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تافنی پوری احتیاط سے ساری کارروائی مکمل کرتا ہے۔ گواہ پیش ہوتے ہیں۔ دوسرے دستاویزی ثبوت فراہم کیے جاتے ہیں پھر تافنی اپنے فیصلے کا اعلان کرتا ہے اس پر دوسرا تو کوئی انگشت نہائی نہیں کر سکتا، لیکن جس کے خلاف فیصلہ صادر ہوتا ہے وہ سراپا احتجاج بن کر گواہوں کو بھولتا اور دستاویزوں کو جعل قرار دے دیتا ہے۔ اگرچہ ایسے آدمی کا شور و فل قلعہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بہر حال اس کے دل میں تو ایک قسم کی مہموم سی فلتش باقی رہ جاتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جو فیصلہ فرمائے گا وہ اتنا قطعی اور ہر شک و شبہ سے بالا ہوگا کہ خود وہ شخص جس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا ہو گا وہ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بالکل درست اور سراسر حق ہے۔

اس لیے یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ جو زمین جب مدالت خداوندی میں پیش ہوں گے۔ ان پر فرد جرم مانا گیا جائے گا، تو وہ اقبال جرم سے مکر جائیں گے۔ کرنا کا تبین گواہی دیں گے۔ ان کے مخالف عمل پیش کیے جائیں گے لیکن وہ نہ مانوں کہ رٹ لگانے سے باز نہ آئیں گے۔ بزبان غالب کہیں گے:

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے کلتے پر ناخن

آدمی کوئی مسارا دم تحسیر بھی محنت

ان کی ہیک ہیک جب مد سے تجاوز کر جائے گی، اس وقت ان کے منہ سی دیے جائیں گے۔ ان کی زبانوں سے قوت گویائی سلب کر لی جائے گی۔ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو مکھڑے گا کہ تم بتاؤ انہوں نے کیا کیا کرتوت کیے۔ ہاتھ اور پاؤں ملنی شہد کی حیثیت سے سارا کچھ چٹھہ کھول کر سامنے رکھ دیں گے۔ اس کے بعد ان کو وہ ساری محبت بازی تم ہو جائے گی اور بجز فالتو اور تسلیم کے ان کے لیے کوئی چارہ نہ رہے گا۔

فَإِنِّي يُصِرُّونَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَفَاعُوا

کرتے ہی تو ان (اندرجوں) کو راستہ کیسے نظر آتا نہ اور اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں مسخ کر کے رکھ دیتے۔ اسی جگہوں پر

مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ۝ وَمَنْ نُّعِذْهُ نُغِيْثُهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا

پھر وہ نہ آگے جاسکتے اور نہ پیچھے پٹ سکتے ۵۵۔ اور جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں تو کوڑکڑ دیتے ہیں اس کی جیسی قوت کو پھر کیا ہے

يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ

اسی بات بھی نہیں سمجھتے نہ اور نہیں سکھایا ہم نے اپنے نبی کو شعر، اور نہ یہ ان کے شایان شان ہے کہ نہیں سمجھ کر

۵۶۔ نہ کرئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ قیامت کے دن تو اللہ تعالیٰ انہیں سزا دینے پر قادر ہو گا۔ لیکن اس دنیا میں

وہ آزاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر ہیں جو چاہیں کرتے پھر ہیں انہیں کوئی ٹوک نہیں سکتا اس آیت میں اس کا ازاں کر دیا

فرمایا ایسا نہیں۔ اگر ہم اس وقت چاہیں تو ان کو ان دامن میں مذب کے ایسے شکنجے میں کس دیں کہ جیٹی کا دودھ یاد آ جائے۔ اگر

چاہیں تو ان کی آنکھوں کو سیٹھا کر رکھ دیں کہ آنکھ رہے نہ بنائی۔ یوں دکھاؤ دے کہ یہاں آنکھ نام کی کوئی چیز ہے سے جی ہی

نہیں۔ الطمس: اذاتہ اذ شربانحو۔ یعنی کسی چیز کو یوں مٹا دینا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے۔ اور پھر وہ راہ بھی ان کو کھائی

نہ دے جس پر ہر درازان کی آمد و رفت تھی۔

۵۷۔ ہمارے اختیار اور قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ اگر ہم چاہیں تو جہاں یہ اب بیٹھے ہوئے ہیں وہاں سے اٹھنے بیٹھنے

کریم ان کا علیہ بگاڑ کر رکھ دیں۔ انہیں پتھر بنا دیں۔ کسی دوسرے بدنما ہانڈی شکل میں انہیں تبدیل کر دیں نہ آگے جاسکیں نہ پیچھے

بٹھ سکیں۔ ہم نے انہیں جو ذہیل دے رکھی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہیں یا وہ اتنے طاقتور ہیں کہ ہم

ان سے ٹکر نہیں لے سکتے۔ یہ تو محض ہمارا کرم ہے کہ ہم نے انہیں مہلت دی ہوئی ہے۔

۵۸۔ جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں اس کی قوتیں آہستہ آہستہ جواب دینے لگتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس طرح چلنے پھرنے سے

مستور ہو جاتا ہے جس طرح وہ بچپن میں تھا۔ نکث الشئ انکسہ نکسہ: قلیتہ چلنے واپس۔ کسی کو سر کے بل بوندھا کر اوڑھنا

۵۹۔ کفار قرآن کریم کو شر اور حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس الزام کی

توہید فرمادی اور بتایا کہ ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ شعر کہنا حضور کے شایان شان ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کفار کس معنی میں قرآن کو شر اور حضور کو شاعر کہا کرتے تھے اور کس معنی میں اس کی نفی کی گئی ہے۔ شعر کا

عرفی معنی قریہ ہے کہ الکلام الوندل المتغنی، وہ کلام جس کا وزن بھی ہو اور قافیہ بھی۔ اور شاعر اسے کہتے ہیں جو قصداً اور ارادہ مولیٰ

اور مقفی کلام کہے۔ اس معنی کے مطابق نہ قرآن شعر کہا جاسکتا ہے اور نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر، اور اہل عرب جو دقائق لغت

وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ۚ لَّيُذِِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى

نفسیت اور قرآن جو باطل واضح ہے تاکہ وہ بروقت خبردار کرے اسے جو زندہ ہے اور تاکہ نجات تمام

الْكَافِرِينَ ۚ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا

کرنے کے غار پر تاکہ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے پیدا فرمائے ان کے لیے اس مخلوق سے جو ہم نے پیدا کیا

فَهُمْ لَهَا مَالٌ لَّكُونٌ ۚ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا

سے بنائی مورتی پھر اس پر ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے تابعدار بنادیا انہیں ان کا ہیں ان میں سے بعض پر وہ سواری کرتے

سے واقف تھے وہ ایسی غلط بات کیونکر کہہ سکتے تھے اس لیے یہاں شر سے مراد جھوٹ اور خیالی تک بندی ہے۔ اور شاعر سے مراد وہ آدمی جو حقائق اور صداقتوں کو نظر انداز کر دے اور وہم و گمان کی دادیوں میں جھٹکتا پھرے کسی کی مدح کرے یا ذمہ مبالغہ آرائی اور خیال آفرینی سے باز نہ آئے۔ شاعری میں بھی کیونکہ یہی کچھ ہوتا ہے۔ جھوٹ کی ملاوٹ کے بغیر شعر میں رنگینی اور مجازیت پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیے عرب کہتے ہیں: أَخَذَ الشُّعْرَا كُذُّبًا۔ بستر اور عمدہ شعروہ ہے جس میں زیادہ سے زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ چنانچہ علامہ راجب اسماعیل لکھتے ہیں:

”وقال بعض المحصلين لم يقصدوا هذا المقصد في ما رموا به وذلك انه ظاهر من الكلام انه ليس على اصليب الشعر ولا يخفى ذلك على اتمام من العجم فخذوا عن بلغاء العرب واناموه بالكذب فان الشعر يعزبه عن المكذب وانك عن كاذب حتى سنى القوم الادلة الكاذبة الشعرية: (مفردات)

ترجمہ: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ انصار جب حضور پر شعر کہنے کی تمت لگاتے تو اس سے ان کی مراد شعر کا اصطلاحی معنی نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن کریم شعر کے اسلوب پر نہیں ہے اور یہ حقیقت بھی جاہلوں پر بھی مخفی نہیں ہے۔ عرب کے بلغاء اس حقیقت سے ناواقف ہوں، بلکہ حضور پر کذب کی تمت لگاتے تھے کیونکہ جھوٹ کو شعر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور جھوٹے کو شاعر کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جھوٹی دیویوں کو ادا لشعریہ کہتے ہیں

تاکہ یہ کتاب مبالغہ آرائی، خیال آفرینی اور جھوٹ کا پلندہ انہیں ہے۔ یہ تو مراسر نفسیت و معظمت ہے۔ جو بات اس میں بیان کی گئی وہ محض حق ہے۔ نہ اس میں مبالغہ ہے نہ عبارت آرائی ہے۔ نہ بیان حقیقت میں بال برابر تجاویز یا کمی کی گئی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس میں احکام الہی، حقائق عالم اور زندگی کی صداقتوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

تاکہ اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو بروقت متنبہ کر دیا جائے جن کے ضمیر ابھی مردہ نہیں۔ جن میں حق پذیری کی قوتیں ابھی موجود ہیں اور جن کے دل مرچکے ہیں اور جن میں حق قبول کرنے کی استعداد ختم ہو چکی ہے ان پر عذاب الہی کے نزول کی

يَا كُلُّونَ ۝ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ وَاتَّخَذُوا

ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں اور بھی کئی مغفیں ہیں اور پیئیں کی چیزیں ہیں کیا وہ کراوا نہیں کرتے اور

مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَّهُمْ يَنْصُرُونَ ۝ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ

ان (مذہبوں) نے بنا لیے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خدا کو شاید وہ ان کی مدد کریں کہتے یہ جھوٹے خدا نہیں مدد کر سکتے ان کی مدد

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ ۝ فَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا

اور یہ کہ ان مجبوروں کے لیے تیار شدہ لشکر ہیں کہتے پس نہ رنجیدہ کرے آپ کو دے صیب !! ان کا قول - ہم خوب جانتے ہیں

يُسِرُّونَ وَمَا يَعْلَمُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ

جس بات کو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں کہتے کیا انسان اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ ہم نے اسے لطف سے پیدا کیا

محبت تمام کر دے۔

۴۳ یعنی ان لوگوں کی بھی عجیب حالت ہے کہ رزق ہمارے دستِ فرمان سے کھاتے ہیں، وہ جانور جن پر یہ سوار کرتے ہیں جن کا گوشت کھاتے ہیں، جن کا دودھ پیتے ہیں وہ سب ہم نے پیدا کیے ہیں اور انہیں ان کا تابع فرمان بنادیا ہے۔ اس کے باوجود وہیں چھوڑ کر وہ دوسری چیزوں کو پامال بنا رہے ہیں اور شیطان نے ان کے کان میں یہ پھونک دیا ہے کہ اگر تم پر کوئی نسل آئی تو یہ تماری مدد کو آئیں گے اور عذاب الہی کے شکنجہ سے تمہیں برہنہ چھڑالیں گے۔

۴۴ ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ یہ تمہارا کچھ بھلا نہیں کر سکتے۔ ان کی کیا طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مذاہم تم کو ٹھیک کر سکیں۔

۴۵ ”ہم“ ضمیر کا مرجع منکرین ہیں۔ لہذا کا مرجع ان کے معبودانِ باطل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایسے کتنے خداؤں کی کھدائی کا یہ ہم بند کرنے کے لیے انہوں نے لشکر جمع کر رکھے ہیں جب کوئی توحید الہی کی دعوت دینے کے لیے آتا ہے تو فوراً اس کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتے ہیں، معتدونِ خفصہ وادب عندہ فی الدنیا۔ ایک مضمون اس کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر نبی کے پیغمبر کی کیا کر دیے جائیں گے اور انہیں ایک ساتھ واصل جنم کر دیا جائے گا۔

۴۶ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرّم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دے رہا ہے اور دلجوئی فرما رہا ہے۔

۴۷ اگر انسان اپنے مادہ تخلیق کی طرف ہی غور کرتا تو سرشتی اور بغاوت کا راستہ اختیار نہ کرتا۔ ہم نے اسے ہائی کی ایک بوند سے پیدا کیا، پھر اسے صحت، جوانی، عزت اور دولت کی نعمتیں بخشیں، پھر کرنے اور ایک اطاعت گزار بندہ بننے کے بجائے وہ ہم سے

فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ

پس اب وہا ہمارا، خدا دشمن بن گیا ہے اور بیان کرنے لگا ہے ہمارے لیے (میسرہ و غریب) مثالیں اور اس نے فراموش کر دیا ہے

مَنْ يُنْحَى الْعِظَامُ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ

پیدا کرنے والا ہے وہی! کہن زندہ کر سکتا ہے ہڈیوں کو تیسرے بار پیدا ہو چکی ہوں مثلاً آپ (میسرہ و غریب) زندہ کرنے والا نہیں ہی

مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ

جس سے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق کو خوب جانتا ہے مثلاً جس نے اپنی حکمت سے، رکھ دی تمہارے لیے بزرگ درختوں میں

الْأَخْضَرِ نَارًا ۖ فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ

آگ چھرم اس سے اور آگ سلاتے ہوئے کیا وہ اتنا دیر مطلق) جس نے پیدا فرمایا

ہی الجھ رہا ہے ہمارا ہی انکار کر رہا ہے اور اس کے لیے منظر انداز اختیار کر رہا ہے۔

مثلاً یہ گستاخ، ناہنجار ہمارے لیے طرح طرح کی مثالیں پیش کرتا ہے۔ خدا ہوتا تو ہمیں کہیں نظر نہ آتا۔ اتنے بڑے کارخانہ حیات

کو ایک ہستی کیسے چلا سکتی ہے۔ یہ قیامت کی دھمکیاں مذہبی لوگوں نے لوگوں پر محض اپنا تسلط جانے اور انہیں ذہنی غلامی میں

مبتلا کرنے کے لیے گھڑی ہوئی ہیں۔ — مبدل کبھی قیامت قائم ہو سکتی ہے۔ کیا ایسی ان ہونے کی بات کو عقل تسلیم کر سکتی ہے غیر مؤید

اس قسم کی بزرگ سرائی میں تو انہیں بڑا مکمل حاصل ہے اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اتنے کس مادہ سے پیدا کیا گیا ہے کیا اس کا یہ سراپا

وہاں تھا جب یہ پیدا ہوا تھا، کیا یہ شریاں اس میں موجود تھیں۔

مثلاً اسے میرے محبوب! آپ مکرین قیامت کو بتائے جو یہ سمجھتے ہیں کہ بوسیدہ ہڈی کو زندہ کرنا محال ہے۔ آپ انہیں بتائیں

کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہ ہستی زندہ کرے گی جو خلاقِ عظیم ہے جس کی قوتِ تخلیق کا یہ حال ہے کہ آسمان، اُسر و ماہ، ستارے، فضا میں

ہوائیں، زمین سب اشیاء اس نے محض اپنے امر کرنے سے پیدا کی ہیں اور جس کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ غیب و شادۃ، غابر و

باطن، جلی و خفی سب امور کو جاننے والا ہے۔ ذرا عقل سے کام لے، کیا ایسے مذاقِ عظیم کے لیے تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں روح

ڈالنا کچھ مشکل ہے، ہرگز نہیں۔

مثلاً ان اسرار و رموز کو سمجھنے کی تو تم میں اہلیت نہیں جن کے باعث کروڑوں سال گزرنے کے باوجود اس نظامِ عالم میں

کنگلی کے آثار کہیں نظر نہیں آتے لیکن یہ تو ایک برائی سی بات ہے کہ پانی اور آگ میں طبعی تضاد ہے۔ آگ کا بس چلے تو پانی کو بجھاتا

بنکر اڑا دیتی ہے اور اگر دیکھتی برائی آگ پر ایک چل پانی ڈال دیا جائے تو وہ بجھ جاتی ہے، اس طبعی تضاد کے باوجود اس سرسبز

السموات والارض بقدر علی ان یخلق مثلهم بلی وهو الخلق

آسمانوں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کر سکے ان جیسی (پھرئی سی) مخلوق۔ بیشک: (وہ ایسا کر سکتا ہے) اور وہی

العلیم ۱۰ اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا ارَادَ شَيْئًا اَنْ یَقُولَ لَهُ کُنْ فِیْکُونُ ۱۱

پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے ۱۰ اس کا حکم جب کہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہی ہے کہ وہ ہو، اگرچہ ہزاروں سال پہلے

فَسُبْحَنَ الَّذِیْ یَبْدِیْهِ مَلَکُوتُ کُلِّ شَیْءٍ وَالیْهِ تُرْجَعُونَ ۱۲

پس وہ (بہر حقیقت) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔ ۱۲

درختوں میں آگ اور پانی کر لیا کر دیا ہے۔ یہی گیلی لکڑی جب کاٹ کر اس سے آگ بجلائی جاتی ہے تو اس سے آگ کے شعلے بجھنے لگتے ہیں۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ عرب میں دو درخت پیدا ہوتے ہیں۔ ایک کو "امریخ" اور دوسرے کو "العفازہ" کہتے ہیں۔ اگر ان کی شاداب ٹہنیاں کالی بنیں جن سے رس برہی ہو اور انہیں ایک دوسرے سے رگڑا جائے تو آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ جو ذات ان امور پر قادر ہے اس کے لیے تمہاری بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔

۱۰ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جن کی بلندی، وسعت اور گہرائیوں کا اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔ کیا ایسی تادیر و قیوم ہستی کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا کوئی مشکل بات ہے؟ اس کی دیگر تعلیقات کے سامنے تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔ ذرا پہاڑ کے ساتھ سر جوڑ کر کھڑے ہو تو تمہیں اپنی قامت کی درازی کا پتہ چل جائے۔ ذرا ہاتھی کے ساتھ اپنا وزن تو کرو، اس کا ایک پاؤں بھی تم سے زیادہ وزنی ہے۔ ذرا بہرن کے ساتھ دوڑو تو لگاؤ دیکھیں کہ ان کے بھٹا ہے۔ ایک بھینس کے ساتھ کھانے میں ہی مقابلہ کر کے دکھاؤ۔ یہ قامت، یہ طاقت اور یہ حیثیت۔ اور اس کے باوجود ایسی فرستیاں کہ قدرت اتنی پرحرف گیری کرے گی جرات کرنے لگے ہو۔

۱۱ تمہیں تو ایک معمولی سی چیز بنانی ہو تو اس کے لیے تمہیں جیسوں اجزاء فراہم کرنے پڑتے ہیں۔ اگر ایک بجز بھی نایاب ہو جائے تو تمہاری ساری ہمارتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و جبروت کا یہ عالم ہے کہ اِدھر ارادہ ہوا اور کُن کہا تو وہ چیز خواہ وہ کتنی بڑی ہو دم محض سے عالم وجود میں آجاتی ہے۔

۱۲ بیشک ہر نفس، ہر غامی، ہر کزوری، ہر حبیب اور ہر شریک سے وہ ذات اعلیٰ ارفع اور پاک ہے۔ اس کا علم محیط اس کی قدرت ہمہ گیر اس کا حکم ہر اعلیٰ و ادنیٰ پر جاری ساری۔ ہر چیز اس کے زیرِ نگین اور تابع فرمان جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔ ہر چیز کا اختیار اُس کے اپنے دست قدرت میں ہے اور انجام کار ہر چیز نے اسی کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔ فَنُجِیْهِمُ الَّذِیْ یَبْدِیْهِ مَلَکُوتُ کُلِّ شَیْءٍ وَالیْهِ تُرْجَعُونَ۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم سيوح قدوس ربنا ورب الملائكة ورب العرش العظيم
 اللهم لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين
 فاطر السموات والارض انت ولي في الدنيا والآخرة توفنى مسلماً والحقنى بالصالحين .

يا رب صل وسلم دائماً ابداً

على جيبك خير الخلق كلهم

ولن يضيق رسول الله جاهلك بى اذا الكريم تجلى باسمه منتقم

يا نفس لا تقضى من ذلة عظمت ان اكباثر فى القرآن كالسهم

ومن يكن برسول الله نصرته ان تلقه لاسد فى آجامها تجم

يا رب صل وسلم دائماً ابداً

على جيبك خير الخلق كلهم

محمد كرم شاه

نظر ثانی

١٩ رجب ١٣٩٢ هـ

٢٧ الخس ١٩٧٢

يوم الاحد - نبرد و سودی

١٣ رجب المرجب ١٣٩١ هـ

٥ ستمبر ١٩٤١

يوم الاحد فى مكهال

تعارف

سُورَةُ الصَّافَات

نام : اس کا نام سورہ الصافات ہے جو پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس میں پانچ رکوع، ایک سو بیاسی آیتیں اور آٹھ سو ساٹھ کلمات اور تین ہزار آٹھ سو چھبیس حروف ہیں۔

زمانہ نزول : یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ مضامین میں غور و فکر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کئی دور کے اس حصہ میں نازل ہوئی جب اسلامی دعوت نے اہل مکہ کو چوکنا کر دیا تھا اور انہوں نے تعصب کا سہارا لیتے ہوئے اس کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اسلامی دعوت اور داعی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آوازے کئے شروع کر دیے تھے۔ یہ سورت کئی زندگی کے درمیانی دور کے آخر میں نازل ہونے والی سورتوں سے واضح مشابہت رکھتی ہے۔

مضامین : کفار عرب بشرک کی لعنت میں بڑی طرح گرفتار تھے۔ آیات ۶-۳۵ میں بتایا گیا ہے کہ اگر انہیں لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو وہ اندازہ غرور و نخوت اس دعوت کو مسترد کر دیتے اور کہتے ایک شاعر و مجنون کی بات مان کر ہم اپنے خداؤں کی خدائی کے عقیدہ کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ مہلک کائنات کا یہ وسیع اور پیچیدہ کاروبار ایک خدا انجام دے سکتا ہے؟ نالکھن۔

سورت کا آغاز عقیدہ توحید کو دلوں میں ہاگزیں کرنے کے لیے تین قسمیں کھا کر فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارا خدا بس ایک خدا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں سب کا وہی پروردگار ہے۔

قیامت کے بارے میں بھی ان کا نظریہ یہ تھا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی اس کے بارے میں بھی دو لوگ انداز میں فرما دیا : قُلْ نَعْبُدُكُمْ وَآخِرُكُمْ قُلْ قِيَامَتُكُمْ مَرُورٌ آتِیْ لَکُمْ ذِلٌّ رُّوَا کر کے حشر کے میدان میں کھڑا کر دیا جائے گا۔

قیامت کے دن مٹکرین قیامت جس طرح آپس میں الجھیں گے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے اس کا ذکر بھی کر دیا تاکہ لوگ حیرت حاصل کریں۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے جاں نثار غلام بڑے زہر و گداز حالات سے دوچار تھے۔ لفظ بہ لفظ مصائب و آلام کے اندھیرے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ ان کی تسلی کے لیے انبیاء کرام کے ایمان افروز حالات بیان فرما دیے کہ مخالفت اور عداوت سے انہیں بھی واسطہ پڑا تھا مشکلات کے پہاڑ ان کے راستہ میں بھی شامل ہوئے

تھے۔ لیکن انہوں نے صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ اپنے خدا پر توکل کیا اور مصروفِ جہاد رہے۔ آخر کار فتح و نصرت
 کا کبھی نہ ٹر جانے والا سہرا ان کے سر پر باندھ دیا گیا۔ ساتھ ہی فرما دیا جو بھی انبیاء کرام کے نقشِ قدم پر چلے گا، اس کا
 علمبردار بنے گا وہی ہمیشہ غالب رہے گا۔ **إِنْ جُنِدْنَا لِلْمَسِيحِ الْغَلْبُونَ۔**
 اہل مکہ کو تنبیہ فرمادی کہ آج جس کو تم کو موز سمجھو سب سے بڑا سارے عرب پر اس کا پرچم اٹھائے گا اور سارے عالم
 کو اسی کے دامنِ رحمت میں جگہ ملے گی۔

سَوِّىَ الصَّفَاتِ بِكَ دُرِّهِ وَأَمْدُ الشَّامِ وَثَمَانِيَتُكَ أَيْدٍ وَخَمْسُ كُوعَةٍ

سورۃ الصفۃ میں ہے اس کی آیتیں ۱۸۲ اور رکوع پانچ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

وَالصَّفِّ صَفًّا ۖ وَالزُّجْرَةِ زُجْرًا ۖ فَالتَّلِيَّتِ ذِكْرًا ۖ إِنَّ إِلَهَكُمْ

قسم ہے (مقام نیاز میں) پرے باندھ کر کھڑے جوئے دھوں کی، پھر خوب بھڑکنے والوں کی، پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی شد کہ تمہارے معبود

لَوَاحِدٌ ۖ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝

ایک ہی ہے۔ جو ملک ہے آسمان اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور ملک مشرق کا ہے

سہ تو یہ خداوندی کا مضمون شروع کرنے سے پہلے تین قسمیں اٹھائیں تاکہ اس مضمون کی اہمیت سننے والے کے ذہن میں نقش ہو جائے اور جہتِ تن متوجہ ہو کر وہ ارشادِ خداوندی کو سننے والے فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں۔ انہیں حسبِ مدارس مختلف قسم کے فلسفہ کی اسحاقِ دہی کے لیے مقرر فرمایا گیا ہے اور انہی ذرائع کے مطابق ان کی گردہ بندی کر دی گئی ہے۔

پہلے ان فرشتوں کی قسم اٹھانی جو عبودیت و نیاز کے مقام میں نعمت بہت کھڑے ہیں۔ اکثر علماء تفسیر نے الصافات کا معنی نغین یا جو کر کھڑے ہونے والے کیا ہے۔ بعض علماء نے الصافات کا یہ معنوم بتایا ہے کہ پرنچیا اگر فرشتہ ہو کر کھڑے ہونے والے اس کے بعد فرشتوں کے اس گروہ کی قسم اٹھانی جو کمرینی امور کی تکمیل کے لیے مقرر ہیں۔ ہوا بادل، بارش، سرد و ماہ، کوکب و سیارے وغیرہ پر متعین ہیں۔ اور حکم الحاکمین کے فرمان کے مطابق تعمیل ارشاد کر رہے ہیں: الزجر فی الاصل الدفع عن الشئی بتسط و صیاح (روح انمعانی، کسی کو باغیب اور زوردار آواز سے کسی بات سے روکنا۔ ویسے کسی چیز کو مبالغہ سے برا ٹھکانے کرنے اور دھمکنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

و سزا جرات : ما یمنع بها زجره من الاجرام العلویة و السفلیة و غیرها علی وجه یلیق بائز جبر : یعنی اجرام علویہ اور سفلیہ کو ان کے شایان شان اور مناسب مال زجر کے لیے جبر فرشتے مقرر ہیں ان کی قسم اٹھانی گئی۔ اس کے بعد دو فرشتے آیات اسی کی تلووت میں بروقت مشغول رہتے ہیں ان کی قسم اٹھانی گئی۔

۷ فرشتوں کے ان تین متہمس گروہوں کی قسمیں اٹھانے کے بعد بتایا کہ تمہارا خدا وحدہ، شریک نہ ہے۔

۱۰۔ یہ دلائل تو یہ بھی ہیں اور مصائبِ مذہبی بھی یعنی وہی مستی کہ ان مصائبِ جلیلہ سے مستغف ہے وہی فدا ہو سکتی ہے۔

إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ ۖ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ

بلاشبہ ہم نے آراستہ کیا ہے آسمان دنیا کو ستاروں کے شکھار سے سکے اور اسے محفوظ کر دیا ہے ہر سرکش شیطان کی سیل۔

تَّارِدٍ ۚ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَاِ الْأَعْلَىٰ وَيُقَذَّفُونَ مِّنْ كُلِّ

سے تارید نہیں سن سکتے کان لگا کر عالم بالا کی باتوں کو اور پھرا دیا جاتا ہے ان پر ہر

ہ صفات صرف اللہ تعالیٰ میں ہی پائی جاتی ہیں اس لیے وہ ہی معبود برحق ہے مشارق و مشرق کی جمع ہے۔ یہ ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی۔ سورج ہر روز نئے مطلع سے اور مختلف اوقات میں طلوع ہوتا ہے۔ اس لیے مشارق جمع کا صیغہ استعمال کیا اور جب وہ مشارق کا رب ہے تو مغارب کا بھی وہی رب ہوگا اس لیے ایک کے ذکر پر اکتفا کیا۔ نیز طلوع آفتاب میں قدرت الہی کا ظہور زیادہ نمایاں ہے اس لیے اس کو ترجیح دی۔ دوسرے مقام پر رب المشارق و المغرب بھی مذکور ہے۔ (روح المعانی)

سکے السماء موصوف ہے۔ الدنیا اس کی صفت ہے۔ دنیا ادنیٰ اقرب ترین کی تائید ہے۔ یعنی وہ آسمان جہ زمین کے بال قرب ہے اس میں کروڑوں بجگاں گنت ستارے قندیلوں کی طرح آویزیں دکھائی دیتے ہیں اور اس کے حسن و دلچسپی میں ضائع کر رہے ہیں اور تاریک رات میں جو دکش منظر پیش کرتے ہیں ہر عالم اور ہاں اس سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ ہر ستارہ کہیں بھی جو اس سے قرآن کریم کو بحث نہیں کیونکہ یہاں علم الافلاک کی تفصیلات بتانا مقصود نہیں ہے لیکن یوں نظر آتا ہے کہ قریب ترین آسمان کی پہنائیوں میں چراغ روشن ہے۔

۱۰۰ یہاں دو چیزیں بڑی وضاحت سے بتادی گئیں کہ یہ بیکراں بندیاں اور یہ فضا کے محیط جہاں کوئی محسوس چیز نہیں دیتی انہیں غیر محفوظ مست کج ہو جکا قاصر مطلق اور فائق حکیم نے یہاں ایسی حد بندیاں قائم کر دی ہیں جنہیں جو کرنا از حد شکل ہے۔ یہ حد بندیاں بظاہر نظر نہیں آتیں لیکن ان حد بندیوں کو توڑنے کی جب کوئی کوشش کرتا ہے اسے ہی ان کی پختی اور مضبوطی کا احسا ہوتا ہے۔ غلہ کی تسخیر کے لیے جو تجربات کیے گئے ہیں یا کیے جا رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مولا کریم نے کس طرح اپنی کائنات کو ایک محکم نظام کے مطابق پیدا کیا ہے۔ کس طرح درج بندی فرمائی ہے اور حدود کا تعین کیونکر کیا ہے۔ دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں کمانت کا بڑا چرچا تھا۔ ہر جگہ اس قسم کے لوگ کثرت سے مل جاتے تھے جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے تھے یہ ان کا پیشہ تھا اس سے انہیں بے انداز آمدنی ہوا کرتی تھی کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی کسی کا کوئی عزیز بیمار ہو گیا کسی نے نئے کاروبار کا پروگرام بنایا کوئی لمبے سفر کے لیے تیار ہوا۔ ان تمام مواقع پر وہ تو ہم پرست لوگ ان مجبور غیب دانوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے ان کے پاس پہنچ جاتے۔ یہ پیشہ دیکھنا بڑے شاعر قسم کے لوگ ہوتے تھے ایسی دوزخی باتیں کرتے کہ پڑھنے والا مطمئن ہو کر چلا جاتا۔ ان کا ہنر کے متعلق اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ کوئی جن ان کے ماتحت ہے اور وہ اسے غیب کی خبریں آکر بتاتا ہے۔

جَانِبٍ ۱۰ دُحُورًا وَلَكُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۱۱ إِلَّا مَنْ خَطِفَتِ الْخُطْفَةَ

من سے ان کو بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو خفیہ طور پر چھپ لیتا ہوتا ہے

فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ۱۲ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهْمُ اشْدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ

تو تاقب کرتا ہے اس کا تیز شعلہ۔ پس آپ ان سے پوچھیے آیا وہ زیادہ مضبوط ہیں غفلت اعتبار سے یا درمی

خَلَقْنَا إِنْ خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ۱۳ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۱۴

چیزیں جنہیں ہم نے پیدا فرمایا۔ بلکہ ہم نے پیدا کیا ہے انہیں لیسدار کی طرح سے لے آہستہ آہستہ چمبکتے ہیں غفلت کرتے ہوئے دیکھ کر ہنسنے لگتے ہیں

جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو بتایا کہ آسمان سے ایک فرشتہ وحی لے کر میرے پاس آتا ہے تو اہل عرب نے حضور کو بھی ایک کا بن خیال کیا اور وحی کو ان کا ہنوں کے اقوال پر قیاس کیا اور یہ سمجھنے لگے کہ ان کے پاس بھی کوئی جن آتا ہے اور انہیں یہ باتیں آکر سکھاتا ہے۔

ان آیات میں ان کے اس گمانِ باطل کی تردید کر دی کہ جس دن سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منصب نبوت پر فائز کیے گئے ہیں اس دن سے آسمانوں کے پہرے سخت کر دیے گئے اور اب کسی شیطان کی مجال ہی نہیں کہ عالم بالا میں استقامتِ عالم کے متعلق جو فیصلے ہو رہے ہیں ان پر آگاہ ہونے کی جزا کر سکے اور وہاں کے راز یہاں انشاء کر سکے پہلے تو کسی جن یا شیطان کو ایسا کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور اگر کوئی اپنی شریعت کے باعث ایسا کرتا ہے تو شہابِ ثاقب سے اس کی توجہ کی جاتی ہے جو اسے جلا کر رکھ کر دیتا ہے۔ اس لیے اب نہ کمانت رہی اور نہ کاہن۔

یہ میرا نبی ہے اس پر میرا کلام نازل ہوتا ہے۔ اس کلام کو لے کر آنے والا میرا نورانی فرشتہ ہے جو میرے اذن سے اترتا ہے اس لیے اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو کہ یہ کاہن ہے۔

چند مشکل الفاظ کی تشریح: المارود: العاق من البن والامس سرکش جن بویا انهن الملا الامل: اهل السما والنبوا وما فوقها۔ آسمانوں پر رہنے والی مخلوق: بقذرون: یرمون: دحور: یہ مصدر ہے، اس کا معنی دھکتے دھکتے دے کر نکال دینا۔ مصدر یتعال ذحرتہ دحراً و دحوراً ای طرودتہ: واصل: دائم، ہمیشہ رہنے والا۔ شہاب ثاقب: اس کے متعلق تفصیل بحثِ نبیاء میں جلد دوم سورہ الحجرات نمبر ۱۷ کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۔ ان آیات میں مشرکین کے غیر معقول رویہ کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ آخرت کی زندگی کا انکار کر رہے ہیں، آپ ان سے پوچھیے کہ آسمانوں، کر دوس، ستاروں، سورج اور چاند اور فک برس پھانوں کو بنانا ہمارے لیے مشکل ہے یا تمہیں دوبارہ زندہ کرنا جنہیں ہم نے لیس دار کی طرح سے پیدا کیا ہے۔

وَإِذَا كُفِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۖ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۖ وَقَالُوا إِن

ہیں اور سبب نہیں نیست کی بات ہے تو وہ نسبت قبول نہیں کرتے اور سبب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق کہنے لگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں نہیں

هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۚ وَإِذَا امْتَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظًا مَا يُؤْمِنُونَ ۚ

ہے یہ سحرِ عظیم اور سحرِ عظیم ہے اور دھوکہ دہی اور ہڈیاں جو جانیے تو کیا ہم زندہ کر کے غائب کر دیتے

أَوْ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۖ قُلْ نَعْمَ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۚ فَأَمَّا هِيَ زَجْرَةٌ

اور کیا ہمارے اگلے نسل اور بھی فرشتہ ہیں۔ ضرور اس حال میں کہ تم ذلیل و خوار ہو گئے تھے پس قیامت تو فقط ایک

وَاحِدَةٌ ۖ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۚ وَقَالُوا يَوْمَئِذٍ هَذَا يَوْمُ الدِّينِ ۚ

مہر کی دہائی پس وہ راخہ کر دیا دھوکہ دہی دیکھتے نہیں گئے اور کہیں گے ہم برباد ہو گئے! یہ تو یومِ دین ہے

هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۚ احْشَرُوا الَّذِينَ

اور اس دن یومِ فصل کا دن ہے جس کی آمد کو تم مہملایا کرتے تھے۔ اسے فرشتوں اور جمع کروڑوں نے

ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۚ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ

ظلم کیا تھا اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے ۹ اللہ تعالیٰ کو معذور کر پس سیدھے چلو

۸ آپ ذرا سوچیں تو اس کو جس نے سب سے پہلے میں کہتا ہوں کہ یہ ہے رب کا دن نہایت وہ ضرور تمہیں اور تمہارے گھر سے
موتے باپ دادا کو دوبارہ زندہ کر دے گا اور تمہیں اس روز میں کفر و انکار کے باعث ذلیل و خوار کر کے اٹھایا جائے گا۔ تمہارے سر
پر جگہ ہوئے۔ ایک ٹون کے پیرے زرد سونے کی ٹکٹیں بن کر ہو گئی۔ سینوں میں دل دہل رہے ہو گئے۔ دُعا کروں: ہا غفرلہ! ان
۹ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے کے لیے میں کسی بڑے اہتمام اور کوشش کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس صرف ایک مہر کی آواز سے ہی تمہارے
خون کے سرخش خود بخود قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

۱۰ اللہ تعالیٰ کو فرمائیں گے ان سب کو ان بھیڑوں کو اکٹھا کر دو۔ جتنے مشرک اور کافر ہیں اور ان کے ساتھیوں اور ان کے بہت
و فریو جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے سب کو اسے عطا اور انہیں سیدھے جہنم میں دھکا دے دو۔ الحشر: احزاب الجہاد
۱۱ مقررہ و مفردات، یعنی کسی جماعت کو ان کی آرم کا ہون سے نشان کر کے مانا۔ ان کفار کو ان کی قبروں سے یا جہاں وہ تھے

إِلَى صِرَاطِ الْحَكِيمِ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۖ مَا لَكُمْ

انہیں جہنم کی راہ کی طرف - اور داب ذرا روک لو انہیں ان سے باز پرس کی جائے گی اے تمہیں کیا ہو گیا تمہیں

لَا تَنَاصَرُونَ ۚ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۚ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ بلکہ آج تو وہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اے اور متوجہ ہوں گے ایک دوسرے کی

عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۚ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ

طرف سے اور۔ سوال جواب کریں گے اے (پس وہ کلمہ سرداروں سے) کہیں گے کہ تم کیا کرتے تھے ہمارے پاس بڑے آدھار سے

قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۚ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ

اور میں کفر پر مجبور کرتے تھے۔ وہ جواب دینے لگے ہم ان ہی کو کہتے تھے کہ تم کو کفر کر دیا، اے اور نہ ہیں تم پر کوئی نصیب تھا۔

ہوئے ہوں گے فرشتے نکالیں گے اور انہیں ایک کراس میدان میں لے آئیں گے اور سب کو وہاں جمع کریں گے
اے پہلے جہنم میں پھینکنے کا حکم دیا جائے گا، لیکن ان کی رسوائی میں اضافہ کرنے کے لیے انہیں پھر ٹھہرانے کا حکم ہوگا اور ابھی نہیں ہذا
ان کا حساب ہو لینے دوں گا کہ تمام اہل مشرکوں کے کفر و شرک ان کی تمام خوبیوں اور ناشکریوں کا جمل ہو جائے اور سب کو پتہ چل جائے
کہ دنیا میں جن کی ملت کے ڈنکے بجتے تھے ان کا کیا شہر ہو رہا ہے

اے دنیا میں جو بات بات پر پر ہم ہو جایا کرتے تھے اور اوصیت اگر نہیں کرنی ابھی بات کسی جاتی تھی تو کہہ جاتے تھے بڑے
بڑے فرعون اور نمرود، بڑے بڑے جوہل اور پڑیدار، حکم الہی کے سامنے مسکینوں کی طرح گردن جھکا دیں گے اور ہر بات کی تائید کریں گے
اے یہاں اس گفتگو کا ذکر کیا جا رہا ہے جو قوم کے گمراہ سرداروں اور ان کے گمراہ پیروکاروں کے درمیان ہوگی، اس بیان سے قصد
یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کریں۔ وہ دوستی اور عشق جس کی بنیاد اسلام سے روگردانی قرآن و سنت سے محروم
اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت پر ہوگی وہ قیامت کے دن تاریک مملکت سے بھی کمزور بلکہ وہیں ہمارے
ثابت ہوگی۔

اے اس آیت میں الیمین کا معنی کردہ اور شان و شوکت ہے۔ الیمین: العزّة والقوة (امان، عرب، تختوں پر بیٹھے
سرداروں کو کہیں گے کہ تم بڑی شان و شوکت اور کز و فر سے ہمارے پاس آتے تھے اور ہمیں اسلام سے ہٹ کر کبھی نہ غلام کی دعوت دیتے
تھے کبھی یورپ کی لٹگی اور یاں تہذیب کو اپنانے کا مشورہ دیتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ تم آگاہیں بندہ کر کے ہمارے پیچھے جاؤ
ہم دونوں جہانوں میں تمہارے ذمہ دار ہیں آج کہہ رہے ہیں تمہاری وہ خوبییں۔ اے ان متعدد آیتوں میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ تمہاری

بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَٰغِيْنَ ۖ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا اِنَّكَ زٰلَآ اِیْقُوْنَ ۝

جہدم بذات خود سرکش ہو گئے تھے پس لازم ہو گیا ہم سب پر اپنے رب کا حکم۔ اب (خود گواہ) ہم اس بات پر یقین سے ہیں

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۖ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِی الْعَذَابِ

ہم نے تم کو بھی گمراہ کیا، ہم خود بھی گمراہ تھے پس وہ (سب) اس روز عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ۖ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ۖ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا

مشتراک ہیں گئے ہم اسی طرح سلوک کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ کفار کا یہ حال ہے کہ جب انہیں

قِیْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ ۖ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّا لَشٰرِكُوْۤا

کہا جاتا ہے کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا تو یہ تکبر کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے خداؤں کو

اِلٰهِنَا اِلَّا شَاعِرٌ مُّجْنُوْنَ ۖ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝

ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے سے ۱۵ وہ (دو) بھانے تو یہ خود ہیں اور تو دین حق سے کراتے ہیں اور تصدیق کہتے ہیں اسے رسولوں کی۔

اور لیڈر اس روز کوئی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے بلکہ انہیں الزام اپنے پیروکاروں پر لگانا ہو گا اور انہیں کہیں گے کہ تم خود کافر تھے تم نے اسلام کو قبول ہی نہیں کیا تھا ہم نے تمہاری عقائد میں مجبور نہیں کیا تھا کہ تم دعوت حق کو قبول نہ کرو یہ مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر کوئی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہو گا کسی دوسرے پر اپنی گمراہی کا الزام لگانے سے کام نہیں بنے گا۔ اس لیے قوم کے سردار اور ان کے پیروکار دونوں اس حقیقت کو خوب ذہن نشین کر لیں تاکہ روزِ محشر انہیں کتبِ افسوس منانہ پڑے۔

۱۵ ان مشرکین کو اگر یہ کہا جاتا ہے کہ شرک کرنا مجھوڑ دو۔ صرف ایک خدا کو مانو اور کہو لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو اس حق دعوت کو قبول کرنے کے بجائے وہ اڑنے لگتے اور کہتے کیا اس شاعر اور مجنون کے کہنے سے ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں مجاہد یہ بھی کہہ سکتا ہے۔

ان آیات سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان مشرکین کا اپنے بتوں کے متعلق کیا عقیدہ تھا قرآن نے صاف بتا دیا کہ وہ انہیں اللہ اور معبود یقین کرتے تھے۔ اگر آج بھی کوئی کہی کہ اللہ اور معبود سمجھے خواہ وہ بت ہو، درخت ہو، دریا ہو انسان ہو یا اجرام سماوی میں سے کوئی چیز۔ وہ شرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

آج ہر اس مسلمان کو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہو اور اولیا کرام سے عقیدہ ہو اس کو شرک کہنا ایک فیشن بن کر گیا ہے۔ ان آیات میں غور کرنے سے ہمیں کفار کے عقائد پر پوری طرح واقفیت حاصل ہوتی

إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْآلِيمَ ۖ وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ

اے مجرمو! تم ضرور پھوسے دردناک عذاب کرو۔ اور نہیں بدل دیا جائے گا تمہیں بھراسی کا جو تم

تَعْمَلُونَ ۖ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝۱۱۱ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

کیا کرتے تھے۔ البتہ اللہ کے مخلص بندے اس عذاب سے محفوظ رہیں گے، وہی ہیں انہیں وہ رزق دیا جائیگا جس کی

مَعْلُومٌ ۖ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ۖ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۖ عَلَىٰ

کیفیت معلوم ہے۔ لذیذ پھل۔ اور ان کا بڑا احترام و اکرام کیا جائے گا اور وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے (زرنگ، پھولوں

سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۖ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۖ بَيْضَاءُ

پر آئنے سامنے بیٹھے ہوں گے پھر آئنے جانیں گے ان پر چھتے ہوئے (شراب طور کے) پتھروں سے پر کر کے۔ (دودھ زیادہ) سفید

لَذَّةٍ لِلشَّرِيبِينَ ۖ لَا فِيهَا غَوْلٌ ۖ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۖ وَ

بڑے لذیذ پینے والوں کے لیے نہ اس میں مضر صحت کوئی چیز ہے اور نہ وہ اس (کے پینے) سے مدبوش ہو گئے ہوں اور

ہے وہ قیامت کے مکر تھے وہ اپنے بھوں کو اللہ اور مہر و یقین کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے تھے وہ

نہی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی کرتے تھے اور حضور کو شاعر اور مجنون کہتے تھے جو لوگ خواہ مخواہ مسلمانوں پر ترک

کے فتوے لگاتے ہیں اور ان کے متعلق یہ تمہمت لگاتے ہیں کہ ان کے بھی وہی عقائد ہیں جو مشرکین نے اور کفار عرب کے تھے۔ وہ ان

آیات میں بار بار غور کریں فدا کرے انہیں اپنی اس زیادتی کا احساس ہو جائے اور مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لیے جو وقت

مربایہ اور علمی قابلیت ضائع کر رہے ہیں اسے وہ مشرکوں، ملحدوں اور دہریوں کو مشرک باسلام کہنے میں غصہ کریں۔

۱۱۱۔ نافرمانوں اور سرکشوں کے انجام کے ذکر کے بعد اب اپنے مخلص بندوں پر اپنے انعام و اکرام کا حال بیان فرمایا جا رہا ہے۔

چند مشکل الفاظ: فواکھ: جمع فاکھہ: وہی الثمار کھلھا و یا بسھا: ہر قسم کے پھل تراوشنگ: سرور: جمع ہے

سریوں کی۔ تخت: متقابلین: آئنے سامنے۔ کاس: اس پیالہ کو کہتے ہیں جو شراب سے بھرا ہوا ہو۔ فحل: پیالے کو قدر

یا نادر کہتے ہیں، کاس نہیں کہتے۔ وان کن فارغاً فلیس بکاس: قرطبی:۔ بیضاء: خمر کی صفت بھی ہو سکتی ہے اور کاس

کی بھی۔ غول: جہان بیماری۔ مردود: پیٹ میں درد وغیرہ۔ لا ینزفون: ای ذہب عتوہم بسترہا: بسترش

ہوتا۔ مخور ہونا۔ فصرث الطرف: ٹھکی ہوئی ٹکاہوں والیاں جو اپنے شہروں کے بغیر کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتی ہی نہیں

عِنْدَهُمْ قَصِرَتِ الظُّرُفُ عَيْنٌ ۖ كَانَتْهُمْ بَيْضٌ مَكْنُونٌ ۖ

ان کے پاس ہوں گی نیچی نیچا ہوں والی آہو چشم دھرتیں، مگر یاد وہ (شتر مرغ کے) انڈوں کی مانند گرد و غبار سے محفوظ۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۖ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ

پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے، اور سوال جواب کریں گے، اگلے کے گا ان میں سے ایک کہ

إِنِّي كَان لِّي قَرِينٌ ۖ يَقُولُ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُصْذِقِينَ ۖ إِذْ أَتَا

میرا ایک جگر کی دوست ہوا کرتا تھا۔ وہ دیکھے، کہا کرتا تھا کہ کیا تو قیامت پر ایمان لانے والوں سے ہے کیا جب ہم مرتے

وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ إِنَّكَ لَمُدِينُونَ ۖ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطْلِعُونَ

اور امر کر، سنی اور دوسیدہ، ہڈیاں ہوجائیں گی کیا اس وقت میں جزا دی جائیگی۔ ارشاد ہو گا کیا تم اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو؟

باشعر و با حیا بین جمع ہے عینا کی، موتی موتی خوبصورت آنکھوں والیاں۔ جن کی آنکھوں کا سیاہ چند بہت سیاہ اور سفید چند تھوٹا سفید۔ بینین؛ انڈا خصوصاً شتر مرغ کا انڈا اس میں سفید اور زرد رنگ کی آمیزش بڑی لطیف ہوتی ہے۔ عرب عربوں کے اس رنگ کو بہت پسند کرتے تھے۔

اے اہل جنت کی ایک بابی گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے اور اس کا مقصد بھی غافلوں اور سرکشوں کو برداشت متنب کرنا ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ عالم آخرت میں دیکھنے اور سننے کی قوتوں کا کیا حال ہو گا۔ جنت میں بیٹھا ہوا ایک غیبی لاکھوں میل جگہ غیر محدود مسافت پر دوزخ میں ایک دوزخی کو دیکھ بھی لے گا اور اس سے بات بھی کرے گا اور اس کا جواب بھی سن لے گا۔ وہاں ڈریڈ پور، لٹلی ٹیلی ویژن ہوگی اور نہ کوئی اور جدید ترین مواصلاتی آلہ کار فرما ہو گا۔

ان آیات سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل جنت پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی نوعیت کیا ہوگی وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے دوزخ سے سنایا دیکھنا اللہ تعالیٰ کی صفت میں شرک نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں جس طرح اس دنیا میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا اسی طرح دوزخ میں بھی اس کی صفات میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر اہل جنت کی طرف اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ قوت سمع و بصر دے دے تو اس کی قدرت و رحمت سے کوئی بید نہیں۔

یہاں بیٹھ کر اگر ہم دوزخ و شریف پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضہ مطہر و مقدس میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے سماعت فرما رہا ہے تو اس سے کوئی شرک لازم نہیں آتا اور نہ تمام اہل جنت کو شرک فی السمع و البصر کا تکب ماننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ حق کی سمجھ عطا فرمائے اور جو لطف ہمیں اور فضل کثیر اس نے اپنے محبوب

فَاظْلَمَ فَرَاهُ فِي سُوءِ الْجَحِيمِ ۖ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَ لَتُرْدِيْنَ ۚ

پس جب اس نے مجھ کا رد کیا اپنے یارِ جہنم کے وسط میں۔ یعنی بول اسنے کا بخدا: تو تو مجھے جہنم کی رہائی دے گا

وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُخْضَرِّينَ ۚ اَفَاَنَحْنُ بِمِثَّتَيْنِ

اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی آج، پھر کرالسنے جانے والوں میں سے ہوتا۔ یعنی کہیں کیا آپ تمہیں مہمان نہیں ہوگا

اَلَا مَوْتَتُنَا الْاُولٰٓئِ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدِّيْنَ ۚ اِنَّ هٰذَا هُوَ الْفَوْزُ

بھو اپنی پہلی موت کے اور نہ ہمیں (اب) عذاب دیا جائے گا

الْعَظِيْمُ ۚ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۚ اَذٰلِكَ خَيْرٌ تُرٰوَدُّ

کامیابی ہے۔ ایسی ہی عظیم الشان کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ سمجھائیے دعوتِ بہت ہے یا

اَمْ شَجَرَةُ الرَّقْمِ ۚ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِلظّٰلِمِيْنَ ۚ اِنّٰهَا شَجَرَةٌ

رقم کا درخت ہے۔ ہم نے بنا دیا ہے اسے آزمائشِ ظالموں کے لیے ہے۔ یہ ایک درخت ہے

ہندوں پر فرمایا ہے ہم ناجیزوں کو بھی اس سے حظ وافر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

۱۱۱ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ نعمتیں اور نسیانیں جن سے ہم اپنے مخلص ہندوں کو سرفراز کریں گے انہی میں یا رقم کا درخت۔ خود فیصلہ کرو۔

رقم: ایک بدنام اور بہ ضرورت درخت ہے اس کا ذائقہ سخت کڑوا، اس کی کوٹہ دار اس سے جو پانی بتاتے وہ بہت ٹھنڈا ہوتا ہے تو وہم ہو جائے اور اس پر نیز زکوار کاٹنے، بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ درخت تمار کے علاقہ میں پیدا ہوتا ہے بڑا کڑوا اور بدبودار، قال قطرب: انھا شجرة مرة تكون بتهامة من اخيت الشجر (قطرب) اور بعض نے کہا ہے اس کا کوئی درخت اس دنیا میں نہیں ہے جہنم کے ایک درخت کا نام ہے۔ والقول الثاني انها تدعى في شجر مدنيا۔

۱۱۲ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار قریش کہنے لگے، ما نعرف هذه الشجرة۔ یہ رقم کیا ہے؟ ہم تو اس نام کا کوئی درخت نہیں جانتے۔ اتفاق سے افریقہ کا ایک آدمی آیا، انہوں نے اس کے بارے میں اس سے پوچھا اس نے کہا: هو عندنا، المزبد والتمر۔ ہمارے پاس تو کمین اور مجرور رقم کہتے ہیں۔ پس یہ کیا نام اس منڈ کو رہا تھا استعمال کر کے مذاق اڑایا جائے گا۔ ابن الزبیری نے کہا: اکثر انہ فی بیوتنا رقم، اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں میں رقم

تَخْرِجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۖ طَلَعَهَا كَانَهُ رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ ۝

جو اُٹتا ہے جہنم کی تہ میں۔ اس کے نکلنے کو یا شیطانوں کے سر ہیں تھے

وَأَنَّهُمْ لَا يَكُلُونَ مِنْهَا فَمَا لَئُونٌ مِنْهَا الْبُطُونُ ۖ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ

پس انہیں ضرور کھانا ہو گا اس سے اور بھروسے اس سے اپنے پیٹ پھر انہیں زقوم کھانے کے

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ۖ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَا إِلَى الْجَحِيمِ ۝

بعد کھوت ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا اسے پھر انہیں نوٹا دیا جائے گا جہنم کی طرف۔

إِنَّهُمْ أَفْعَاءُ أَبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۖ فَهُمْ عَلَىٰ أَثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ۖ وَلَقَدْ

انہوں نے پایا تھا اپنے باپ دادا کو گمراہ پس وہ دہے سوچے گئے ان کے پیچھے جا کے بارے میں تھے اور بہت

ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۖ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنْذِرِينَ ۝

گئے تھے ان سے قبل بہت سے پہلے لوگ اور ہم نے بھیجے تھے ان میں ڈرانے والے۔

کی کثرت کرے۔ ابوجہل نے اپنی لڑکی سے کہا: زقییم! تو وہ کھجور اور مکھن لے کر آئی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تَزَقُّمُوا هَذَا الَّذِي يَخُونُنَا بِهِ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وسلم) مکھن اور کھجور کھاؤ یہ ہے وہ جس سے ہمیں وہ ڈرایا کرتے ہیں۔

نملہ یعنی زقوم کا درخت جو جہنم کے وسط میں اُگے گا۔ اس کے ٹکڑے ایسے ہوں گے جیسے شیطانوں کے سر اگر کسی نے شیطانوں کے سروں کو نہیں دیکھا لیکن جس طرح کسی نو بردار حسین کو فرشتہ سے تشبیہ دی جاتی ہے اسی طرح یہ صورتی بیان کرنے کے لیے شیطان سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ورؤس الشیاطین متصور فی النفوس وان كان غیر مری (قرعہ) نملہ بتایا جہنمیوں کو کھانے کے لیے زقوم ملے گا اور اس زقوم سے بھرے ہوئے پیٹ میں کھولتے ہوئے پانی سے پینا دیا جائے گا یعنی پینے کے لیے انہیں کھوت ہوا پانی ملے گا۔ حمیمہ کھولتے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ شَوْبًا شَاب يَشْوِبُ مَعَهُ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کو کسی چیز میں ملا دینا، غلط ملا کر دینا۔ وہ چیز جس کو ملایا جاتا ہے اس کو بھی شوب کہتے ہیں۔

۲۳ ان کی گمراہی کی وجہ بتانی جا رہی ہے کہ انہوں نے مثل دجوش کے چراغ بجا دیئے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو مفل کر دیا اور اپنے گمراہ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذِرِينَ ۝۱۶۱ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ۝۱۶۲

پس (اے محمدؐ) دیکھ کیا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا (مگر وہ نہ سنبھلے تھے، سوائے ان کے جو اللہ کے مخلص بندے تھے) ۱۶۱

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلْنِعْمَ الْبُحِيْبُوْنَ ۝۱۶۳ وَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ

اور (فریاد کرتے ہوئے) پکارا ہمیں (نوحؑ) پس ہم بہترین فریادرس ہیں ۱۶۳ اور ہم نے نجات دے دی انہیں اور ان کے

الْكُرْبِ الْعَظِيْمِ ۝۱۶۴ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ ۝۱۶۵ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

گہرائی کی مصیبت سے جو بڑی زبردست تھی۔ اور ہم نے بنادیا فقط ان کی نسل کو باقی رہنے والے۔ اور ہم نے چھوڑا ان کے ذریعہ

فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۶۶ سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۷ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

کو پیچھے آنے والوں میں۔ ۱۶۶ نوحؑ پر سلام ہو تمام جہانوں میں۔ ۱۶۷ قطعہ ہم اسی طرح بدل دیتے ہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۶۸ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۶۹ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷۰

محسنین کو ۱۶۸ بیشک وہ ہمارے ایسا نیک بندوں میں سے تھے ۱۶۹ پھر ہم نے غرق کر دیا دوسرے لوگوں کو۔

۱۶۱ عام لوگوں کی تو یہی روش ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ایسا نہیں کیا کرتے وہ حق کے پیروکار ہوتے ہیں۔ اگر ان کے آباد اجداد ہدایت کی راہ پر چلنے والے۔ حق کو بلند کرنے والے۔ اللہ کے ذکر اور یاد میں اپنی عمریں بسر کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ ان کی پیروی کرتے ہیں اور اگر وہ بیکے ہوئے اور گم کردہ راہ ہوتے ہیں تو یہ ان سے اپنا تعلق منقطع کر لیتے ہیں۔ انہیں صرف حق سے سروکار ہے۔ حق کی شمع جہاں بھی ہو یہ پرولنے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ حق کا پرچم اٹھا کر جو براعت میدان میں آئے یہ اس کے شانہ بشانہ صف بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۱۶۲ حضرت نوحؑ علیہ السلام کی تبلیغی سرگرمیوں اور آپ کی قوم کے آپ کے ساتھ ناشائستہ اور غیر متذبانہ رویہ کے متعلق آپ کئی مقامات پر پڑچکے ہیں جب طوفان آیا تو صرف آپ اور آپ کے دین والے بچے باقی سب غرق ہو گئے آج نسل انسانی جہاں کہیں موجود ہے یہ ان کشتی میں سوار لوگوں کی اولاد ہے۔

۱۶۳ اس آیت میں چند کلمات متقدم ہیں:

تَرَكْنَا عَلَيْهِ شَانَهُ حَسَنًا ۝۱۶۴ یعنی ہم نے اپنے والی اُمتوں میں آپ کی شہرت اور نیک نامی کو برقرار رکھا۔ ہر قوم آپ کی شانوں اور ہر اُمت آپ کی تعریف کرتی ہے۔

وَإِنْ مِنْ شِيعَتِهِ لِابْرَاهِيمَ ۖ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝۳۱

اور ان کی جماعت میں سے ابراہیم علیہ السلام بھی تھے لہٰذا جب وہ حاضر ہوئے اپنے رب کے بار میں قلب سلیم کے ساتھ۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۖ آيُنَا إِلَهَةٌ دُونَ

جب انہوں نے کہا اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ کیا مجھ سے بڑے خدا، اللہ تعالیٰ کے

اللَّهِ تَرْيَدُونَ ۖ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي

مردود چاہتے ہو؟ پس تمہارا کیا خیال ہے سارے جہانوں کے پروردگار کے بارے میں؟ سو آپ نے ایک بار

النُّجُومِ ۖ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۖ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۖ فَرَأَاهُ إِلَىٰ

دیکھتا ستاروں کی طرف۔ پھر کہا میری طبیعت نامناسب ہے۔ چنانچہ وہ لوگ انہیں پیچھے چھوڑ کر (میل دیکھنے) چلے گئے تب آپ

۳۱۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر شروع ہوتا ہے۔ قلب سلیم سے مردود دل ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر دوسری محبت

اور تعلق سے محفل ہے۔ اے سبیب من ادشتان بغیر اللہ تعالیٰ خالی عن الغیر وحبہ (ظہری)

۳۲۔ یہ استفہام برائے توبیخ ہے۔ یعنی تمہیں شرم نہیں آتی۔ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

۳۳۔ یہ استفہام بھی توبیخ کے لیے ہے۔ آیت کی ترکیب یہ ہے، تریدون فعل، انتم ضمیر مستتر فاعل۔ آتہ مفعول بہ۔

دون اللہ اس کی صفت اور ایفکا مفعول لا۔ اس کی اہمیت کے لیے اس کو سب سے پہلے ذکر کیا۔ اتریدون ابھتہ

دون اللہ ایفکا، بتانا ہے کہ ان کا یہ سارا کاروبار مجھوت اور باطل پر مبنی ہے۔ محض مجھوت سے انہوں نے چند بت تراشے

اور پھر خود بخود انہیں مبرور بنا لیا۔ نہ خدا کا یا ارشاد۔ نہ خدا کے بندوں نے ایسا کیا۔ نہ عقل سلیم اس کو گوارا کرتی ہے۔

۳۴۔ یعنی ان خود تراشیدہ اہم کو تم نے نہ بنا لیا ہے اور انہیں امور کائنات میں رب العالمین کا شریک خیال کرتے ہو تو برا

کیا خیال ہے کہ اتنی بڑی بغاوت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ باز پرس نہیں کرے گا۔ اس کے غضب سے ڈرو۔ اس بغاوت سے

باز آ جاؤ۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کر لو۔

۳۵۔ یہاں جو واقعہ اجازہ مذکور ہے وہ تفصیلاً سورۃ الانبیاء میں گزر چکا ہے۔ وہاں اس کے عواشی کا بھی مطالعہ کر لیا جائے۔

فنظر نظرة فی النجوم کا لفظی معنی تریہ ہے کہ آپ نے ستاروں کی طرف دیکھا، لیکن جب کوئی شخص کسی امر میں غور و فکر کرنے

لگے تو بطور محاورہ اس وقت بھی یہ مہملہ بولتے ہیں۔

اس آیت کے ضمن میں مفسرین کرام نے علم نجوم کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ خصوصاً سورۃ النہال جلد ۲۳ صفحات ۱۶ تا

الْهَيْتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿۹۲﴾ فَرَأَوْهُمُ

چپکے سے ان کے دو تنوں کی طرف گئے اور کہا کیا تم یہ ٹھانیں انہیں کھاؤ گے؟ میں کیا ہو گیا کرتے ہوئے میں نہیں؟ پھر پوری قوت سے فرمایا

خَرِبًا بِالْيَمِينِ ﴿۹۳﴾ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اتَّعْبُدُونَ مَا

لکھائی ان پر دابنے ہاتھ سے۔ رنگ ریلیں مٹانے کے بعد، آئے آپ کی طرف دوڑتے ہوئے اسے آپ نے فرمایا کیا تم پوجتے ہو انہیں

تَسْجُدُونَ ﴿۹۵﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا

جنہیں تم خود تراشتے ہو؟ اسے حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ انہوں نے دھمکے انداز میں کہا بنو اس

فَالْقُوَّةُ فِي الْحَيِيمِ ﴿۹۷﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿۹۸﴾

کے لیے وسیع آتشکدہ پھر پھینک دو اسے اس بجزئی آگ میں اسے انہوں نے توڑا کہ آپ کے ساتھ حرکت کریں لیکن ہم نے انہیں فریاد کر دیا ہے

۱۲۲ دیکھنے کے قابل ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی میلہ یا جشن منانے کے لیے شہر سے باہر کسی کھلے میدان میں جایا کرتے تھے اور اس مدد نظر طرح کے کھانے اور مٹھانیاں مٹھتوں میں رکھ کر صبح سویرے اپنے بتوں کے سامنے رکھ جاتے۔ شام کو واپس آتے تو اٹھا لیتے۔ انہیں تبرک سمجھ کر خود بھی کھاتے اور یا دوستوں میں بھی تقسیم کرتے۔

آپ نے سوچا ایسا نہ رہی موقع پھر ملدی نہیں ملے گا۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ان کے بتوں کی بے بسی ان پر ظاہر کر دینی چاہیے۔ وہ لوگ تو داد پیش دینے کے لیے شہر سے باہر چلے گئے اور یہ مرد خدا ہاتھ میں بتھوڑا لیے چپکے سے منہ کدہ میں گھس آیا۔ پہلے تو ان آراستہ پیرا بتوں کو ازراہ تشیع فرمایا ایسی لذیذ مٹھانیاں سامنے رکھی ہیں تم تک تک دیکھ رہے ہو۔ کھاتے کیوں نہیں۔ اور پھر بتھوڑا اٹھایا اور پوری قوت سے ان پر پہلے در پہلے منہ میں ٹھکانے لگے کسی کا ہاتھ نہ تھا کسی کا پاؤں نہ تھا کسی کا سر نہ تھا اور کسی کی ناک نہ تھی۔ غرضیکہ انہیں چند لمحوں میں توڑ پھوڑ کر اسی طرح سے گھر چلے آئے۔ شام کے وقت جب لوگ میلہ سے فارغ ہو کر بتخانہ میں پہنچے اور اپنے بتوں کی یہ درگت بنی دیکھی تو کھرام ہو گیا۔ فوراً مجرم کی تلاش کے لیے قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں۔ بتوں کے بار میں ابراہیم علیہ السلام کا رویہ برعکس وہم کو معلوم تھا۔ سب سے یک زبان ہو کر کہا کہ ابراہیم کے بغیر یہ حرکت کوئی نہیں کر سکتا۔

اسے تیزی سے دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔ یزفون مال ہے اور اقبلوا کہ ضمیر مرفوع متصل ذوالحال ظرف النعمان، شتر مرغ تیزی سے چلا سے مانوس ہے۔

۱۲۳ آپ نے اسی مقصد کے لیے اتنا بڑا خطہ مول لیا تھا۔ جب وہ منہ ٹٹائے آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: انا انوار ام ان بے بس اور بے جان مجسموں کی پوجا کرتے ہو جن کو تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے کچھ تو عقل سے کام لو کچھ تو خدا کا خوف کرو۔

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ

اور آپ نے کہا میں جا رہا ہوں اپنے رب کی طرف وہ میری رہنمائی فرمائے گا ۱۲۱ ۝ میرے رب! عطا فرما دے

الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشِّرْنَاهُ بِعُلْمٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ

مجھے ایک نیک بچہ ملے پس ہم نے اسے وہ سنایا انہیں ایک علیم فرزند کا۔ اور جب وہ اتنا بڑا ہو گیا کہ آپ کے ساتھ دھڑ دھڑ

يُبْنَىٰ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۝ قَالَ

کر کے آپ نے فرمایا اے میرے پیارے فرزند! میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب بتائیے کیا لگے ہے

جو تمہارا بھی نفاق ہے اور تمہارے اہل کا بھی پیدا کرنے والا ہے۔

۱۲۲ ۝ وہ حضرت خلیل اللہ کی اس دلیل کا تو کوئی جواب نہ دے سکے اور نفاق کی کارروائی کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور کہنے لگے

ایک الؤتیار کرو اور اسے اس میں پھینک دو۔

۱۲۳ ۝ انہوں نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہلاک کرنے کے لیے یہ منصوبہ بنایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حسن تدبیر سے ان کے

اس منصوبہ کو ناکام بنا دیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آشکدہ میں گرے تو وہ ٹھنڈا ہو گیا اور آپ کا بال بھی بیکار نہ ہوا۔

۱۲۴ ۝ انہوں نے حضرت ابراہیم کی صداقت کی کئی روشن دلیلیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں لیکن وہ اپنے شرک کو چھوڑنے پر

آمادہ نہ ہوئے۔ آخر کار حضرت ابراہیم کو یقین ہو گیا کہ ان میں ہدایت پذیری کی ادنیٰ رتق بھی موجود نہیں۔ ایسے معاشرہ میں دعوت و

ارشاد کا سلسلہ جاری رکھنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ تو آپ نے ان کو صاف صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے اس شرکانہ

ماحول سے رخصت ہو رہا ہوں تم جاؤ اور تمہارا کام نہیں وہاں جاؤں گا جہاں دل ممی سے اپنے رب کو یاد کر سکوں گا اور اس کے

بندوں کو اس کے قریب لانے کی کوشش کروں گا۔ اِنِّیْ رَیُّنِیْ سے مراد الی حیث امر فی الیٰ اوحیٰ تجرد فیہ لعبادۃ

(روح المعانی) یعنی جہاں میرے رب نے مجھے جانے کا حکم دیا۔ یا جہاں میں سکین کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کر سوں گا چنانچہ

آپ وہاں سے مصر اور مصر سے ہوتے ہوئے شام تشریف لے گئے۔

۱۲۵ ۝ اس وقت تک آپ کا کوئی فرزند نہ تھا۔ شام پہنچی کہ آپ نے ایک صالح بیٹے کے لیے التجا کی جو قبول ہوئی۔

۱۲۶ ۝ جب وہ فرزند دبند تیرہ چودہ برس کا ہو گیا تو ایک نیا امتحان شروع ہوا ایک رات آپ نے دیکھا کہ آپ اپنے

بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں کیونکہ انہیں کے خواب بھی بمنزلہ وحی ہوتے ہیں، اس لیے آپ سمجھ گئے کہ میرا خداوند کریم مجھے اپنا فرزند ذبح کرنے

کا حکم دیتا ہے۔ فوراً اپنے تختِ جبر کو فرمانِ خداوندی پہ قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ایک بچہ دے کر مریم

کی رضا حاصل ہو جائے تو یہ سودا بڑا سستا ہے۔ آپ نے سارا ماجرا اپنے نوخیز بچے کو بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :

يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝

مرض کیا میرے پدر بزرگوار! کر دے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا بااثر آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهِيمُ ۝ قَدْ

پس جب دونوں نے سرائے عمت تم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو چٹائی کے بل ٹا دیا ۲۱ اور ہم نے یوزدی سے ابراہیم! دس باتھ روک روکے

حَدَّثَكَ الرُّعْيَا إِنَّا كَذَّاكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ

تو نے سچ کر دکھایا خواب کو ہم اسی طرح بدل دیتے ہیں محسنوں کو

بیک یہ بڑی کمل

ذا نظر ماذ متری۔ اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ ان الفاظ سے حضرت اسماعیل کا مشورہ نہیں نہ توچ رہے تاکہ اگر اس کی مرضی نہ ہو تو تمہیں حکم سے معذرت کر دی جائے بلکہ محض اپنے بچے کا امتحان مقصود تھا کہ جس بچے نے نیل کی گود میں پرورش پائی ہے اور باجہ کا دودھ پیا ہے اور جس کو روز ازل سے درس ہی یہ دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اگر جان بھی دینی پڑے تو اس میں قسما قائل نہ کرنا۔ اب یہ بچہ تیرہ چودہ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہے۔ ذرا دیکھیں اس شبانہ روز تربیت کا اس پر کیا اثر ہوا ہے۔ نیز آپ اس خواب کے امتحان میں اپنے فرزند کو بھی برابر کا شریک کرنا چاہتے تھے تاکہ کامیابی کی صورت میں رضائے انہی کا تاج صرف باپ کے سر پہ ہی نہ بیٹھ سکے بلکہ باپ بیٹ دونوں اس عزت و ثناء سے سعادت مند و زہوں۔

حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے جب یہ خواب بیان کیا تو اس پر یکسو تسلیم و رضائے جو جواب دیا وہ قرآن کریم کے الفاظ میں ہی پڑھ لیے۔ ان نازک اور پاکیزہ عالی مذہبات کو اگر ہم اپنے الفاظ میں بیان کریں گے تو ان کا حق ادا نہ ہوگا: قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ۔ اے میرے بزرگ باپ! تم کسی کی تعمیل فرما فرمائیے۔ باقی رہا میں تو مجھے آپ صابروں میں سے پائیں گے اور انشاء اللہ کے کلمات طہیات کا اضافہ کر کے اپنے مقام عبدیت اور نیاز کو پار چاند لگا دیے ہیں صبح کروں گا لیکن تب جب میرے رب کو منظور ہوا۔ یعنی اگر میں نے مقام رضائے کامیابی حاصل کر لی اور اس نازک امتحان میں نہ غرور ہوا۔ تو اس میں میرا کوئی کمل نہ ہوگا۔ محض میرے رب کا احسان اور کرم ہوگا کہ مجھے صابر بننے کی توفیق عطا فرمائی جس اسلام کی دعوت حضرت ابراہیم دیا کرتے تھے اس کا عملی مظاہرہ حضرت اسماعیل کی اس اداسے زیادہ حسین اور دلکش کیونکر پیش کیا جاسکتا ہے۔ شاعر مشرق فیلسوف اسلام نے یوں ہی تو نہیں کہا:

یہ منہ صاف نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھانے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندہ!

۲۱۔۲۲۔۲۳۔۲۴۔۲۵۔۲۶۔۲۷۔۲۸۔۲۹۔۳۰۔۳۱۔۳۲۔۳۳۔۳۴۔۳۵۔۳۶۔۳۷۔۳۸۔۳۹۔۴۰۔۴۱۔۴۲۔۴۳۔۴۴۔۴۵۔۴۶۔۴۷۔۴۸۔۴۹۔۵۰۔۵۱۔۵۲۔۵۳۔۵۴۔۵۵۔۵۶۔۵۷۔۵۸۔۵۹۔۶۰۔۶۱۔۶۲۔۶۳۔۶۴۔۶۵۔۶۶۔۶۷۔۶۸۔۶۹۔۷۰۔۷۱۔۷۲۔۷۳۔۷۴۔۷۵۔۷۶۔۷۷۔۷۸۔۷۹۔۸۰۔۸۱۔۸۲۔۸۳۔۸۴۔۸۵۔۸۶۔۸۷۔۸۸۔۸۹۔۹۰۔۹۱۔۹۲۔۹۳۔۹۴۔۹۵۔۹۶۔۹۷۔۹۸۔۹۹۔۱۰۰۔

اپنی رعنائی اور اپنی امیدوں اور انگوں کی دنیا قربان کرنے کے لیے شاداں شاداں جبار ہا ہے اور باپ اپنی سوسالہ دعاؤں کے رنگین ثمر کو اپنے تختِ بگڑ اور نورِ نظر کو قربان کرنے جبار ہا ہے۔ دونوں خوش ہیں اور از حد مسرور۔

شیطان نے سوچا آج تک ابراہیم نے مجھے ہر قدم پر رک پہنچائی اور چپکے پر چپکا لٹایا۔ آج اگر اس کا بلبلیا کھیل بگاڑ کر رکھ دوں تو ابلیس میرا نام نہیں۔ دوڑتا ہوا آپ کے گھر پہنچا۔ حضرت ہاجرہ تشریف فرما تھیں۔ پوچھا میاں جی کہاں ہیں اور ننھا اسماعیل آج نظر نہیں آ رہا۔ ہاجرہ نے بتایا دونوں باپ بیٹا سیر و تفریح کے لیے باہر گئے ہیں۔ کہنے لگا نہیں تم دھوکے میں ہو۔ ابراہیم آج تیرے بچے کو کھانے کے لیے لے گیا ہے۔ دوڑو اور فرزا اپنے بچے کو بازو سے پکڑو۔ ورنہ چند لمحوں بعد اس کی فردہ لاش پر آہ و فغاں کر رہی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو قتل کرتا ہے اور ابراہیم کو تو اپنے اس بیٹے سے بڑا پیار ہے۔ تم ٹھوٹ بک سب ہو بھلویں سے۔ شیطان نے کہا تم بھول جی بیٹھی ہو۔ وہ آج ضرور تیرے بچے کو ذبح کر دے گا۔ کہو کہ اس کے رب نے اسے یہ حکم دیا ہے۔ ہاجرہ نے جواب دیا۔ اگر رب کریم کا حکم ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ہزار مل اسماعیل ہوں تو بھی اس کے اشارہ پر تصدق کروں۔ ماں کا دل بڑا نرم ہوتا ہے یہاں اسے اپنی کامیابی کی سو فیصد امید تھی لیکن مشکل کمائی۔ خاتم نے بہت نہیں باہمی۔ دوڑتا ہوا اسماعیل کے پاس پہنچا وہاں سے بھی اسی قسم کا جواب ملا۔ بدل کڑا کر کے آخری وار آزمائے کے لیے حضرت خلیل سے جا کر الحمد للہ پڑا اور کہنے لگا کہ اتنے زوریک اور مائل ہو کر بچے کو ذبح کرنے چلے ہو۔ یہ کہاں کی ہوشیاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اور سیکڑوں طریقے ہیں۔ بڑھاپے میں ایک پتھر ملا۔ وہ بھی اتنا حسین جسے دیکھ کر چاند شرمنا جانے۔ اس کو ذبح کرنے چلے ہو۔ تمہارا تو نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ نسل ختم ہو جائے گی۔ خاندان مٹ جائے گا۔ وہ یہ جو خواب خواب کی رٹ لگا رکھی ہے۔ یہ شیطانی دوسرے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہوتا تو جبریل آپ کے پاس یہ حکم لے آتے۔ آپ نے زمین سے پتھر اٹھایا اور دسے مارا۔ تین دفعا ایسا ہی اس کے ساتھ مسوک کیا۔ شیطان کی آنکھیں کھل گئیں اسے پتہ چل گیا آج اللہ تعالیٰ کے بندے کے ساتھ اسے واسطہ پڑا ہے۔ اسی کے متعلق الانبیاء علیہ السلام فرمایا گیا ہے۔ جب دونوں ایک گوشہ تنہائی میں پہنچے تو حضرت اسماعیل نے عرض کی پھر مجھے! میرے ہاتھ اور پاؤں کسی سے باندھ دیجیے۔ مبادا بے خبری میں انہیں جلا بیٹھوں اور آپ پر میرے خون کے چھینٹے پڑ جائیں۔ نیز میرا منہ زمین کی طرف کر دیجیے تاکہ میرا چہرہ دیکھ کر آپ کو ترس نہ آجائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب حضرت ابراہیم نے آپ کو منہ کے بل زمین پر لٹایا اور تیز چوڑی گلی پر کمر بھرتی شروع کر دی تو عالم بالا میں رزہ طاری ہو گیا ہوگا۔ اور فرشتوں کو ای قاتل غلظہ ممان لعمرون کی تصویر کا علم ہوا ہوگا۔ آپ تیزی سے چوڑی گردن پر پھیر رہے ہیں۔ ادھر سے ندا آتی ہے: پس اسے میرے خلیل بس۔ ہو گیا تیرا امتحان اور تو امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ قَدْ هَدَيْتَ الشَّرْهَیَا لِمَا كُنْتَ تَخْتَارُ الخسینین۔

یہ سب اسلام کی ساری تعلیم کا خلاصہ اپنے آپ کو اپنی ہر چیز کو اپنے دلکب حقیقی کی رضا کے لیے قربان کر دینا۔

قریب و سادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم نہایت اس کی معین ابتدا ہے اسماعیل

یہاں ایک مسئلہ حل طلب ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس فرزند کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ کون سا اسماعیل یا اسحاق علیہما السلام۔ ہمارے نزدیک دونوں حضرات محترم اور محترم ہیں۔ ہم دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز حضور رسولہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

الْبَلَاءِ الْمُبِينِ ۝ وَقَدْ يَنْتَهُ بِذِي بُرْجٍ عَظِيمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي

آزمائش سخت اور ہم نے بچا لیا اسے فدیہ میں ایک عظیم ذبیحہ دے کر اور ہم نے چھوڑا ان کا دشمن

الْآخِرِينَ ۝ سَلَّمَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

آنے والوں میں ۔ سلام ہوا ابراہیم پر اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو ۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَبَشِّرْنَاهُ بِأَسْحَقَ نَبِيًّا مِّنْ

بچک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور ہم نے بشارت دی آپ کو اسحاق کی ذکر، وہ نبی ہوگا زود

آبادی کی ذات اقدس و اطہر خود اتنی خوبوں اور کمالات سے متصف ہے کہ حضرت اسماعیل اگر اس شرف سے شرف نہ ہوں تب بھی رحمت در عالم کی عظمت شان میں ذرہ برابر کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس لیے ہیں یہودیوں کی طرح کوئی تعصب نہیں ہے کہ ہم خواہ مخواہ ایک بزرگ کا کمال اس سے چھین کر دوسرے بزرگ کو دینے پر اصرار کریں لیکن دلائل تاریخی حالات اور شواہد جس بات کو ثابت کریں اس کو نہ ماننا اور اس کے بغض کسی اور خیال کو اپنے دل میں جمالینا بھی قطعاً جائز نہیں اس لیے ازراہ تعصب نہیں بلکہ تحقیق حق کے لیے ہیں دلائل کا موازنہ کرنا چاہیے۔

یہودی اس امر کے مدعی ہیں کہ یہ فرزند حضرت اسحاق تھے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۲۲ میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی ذہنی کا تذکرہ موجود ہے لیکن اس باب میں کئی جگہ کئی مرتبہ یہ تصریح بھی ہے کہ جس بیٹے کو قربانی کے لیے آپ لے گئے تھے وہ آپ کا کھوتا بیٹا تھا کیا یہودی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت اسحاق اکلوتے بیٹے تھے بلکہ کتاب پیدائش باب ۲۱ میں یہ صراحت مذکور ہے کہ حضرت اسحاق سے پہلے حضرت ہاجرہ کے لطن سے آپ کا ایک فرزند تو نہ ہوا تھا (ملاحظہ ہو آیت ۸-۹) اور وہ لڑکا (اسحاق) بڑھا اور اس کا دودھ چھڑایا گیا اور اسحاق کے دودھ چھڑانے کے دن ابراہام نے بڑی ضیافت کی اور سارے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابراہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق کے دودھ چھڑاتے وقت حضرت اسماعیل کی عمر کافی بڑی تھی۔

جب حضرت اسماعیل پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر ۸۶ سال تھی اور جس وقت حضرت سارہ کے لطن سے اسحاق پیدا ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر سو سال تھی اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت حضرت اسماعیل اپنے چودھویں، پندرھویں سال میں تھے اور تیرہ سال کی عمر میں جب ان کو قربانی دینے کے لیے حق پر ایم لے گئے تھے اس وقت آپ کے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل تھے نہ حضرت اسحاق۔

اب قرآن کریم کی طرف آئیے! پہلی انی آیات کو پڑھیے حضرت ابراہیم و لدی صالح کے لیے دعا مانگتے ہیں دعا قبول ہوئی

الضَّالِّحِينَ ۝ وَبَرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اسْحَقَ ۝ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا الْحُسَيْنُ ۝

صالحین میں سے اور ہم نے برکتیں نازل کیں اس پر اور اسحاق پر اور ان کی نسل میں کوئی نیک ہوگا

وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ۝ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝

اور کوئی اپنی ہمت پر کھلا ظلم کرنے والا ہوگا۔ ہم نے احسان فرمایا موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر

وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝ وَنَصَرْنَاهُمْ فَاكْتَنُفُوا ۝

اور ہم نے بچایا ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم و اندوہ سے لے کر اور ہم نے ان کی مدد فرمائی پس انہوں نے

ہے۔ بچے جو ن ہوتا ہے۔ اس کو قربان کرنے کا خواب میں اشارہ ہوتا ہے جب آپ حکم الہی کی تعمیل کر رہے ہیں۔ انہ من عبادنا المؤمنین کا شردہ انہیں سنایا جاتا ہے۔ تو اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے و بشرناہ باسحاق کہ ہم نے حضرت ابراہیم کو حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری دی اور اگلی آیت میں ہے و بركنا عليه وعلى اسحاق اسحق بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ علیہ کی تفسیر اس فرزند کی طرف عود کرتی ہے جو ذریعہ تھا اور اسحاق کو مصلحت ذکر کر کے ان کی معافیت کی تصریح کر دی۔

نیز جب اسحاق کی ولادت کا شردہ سنایا جاتا ہے تو ساتھ ہی ان کے بیٹے حضرت یعقوب کی بشارت دی جاتی ہے۔ فبشرناہ باسحاق ومن وراء اسحاق یعقوب۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسحاق صاحب اولاد ہوں گے اور ان کے فرزند کا نام یعقوب ہوگا۔ ذرا غور فرمائیے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شردہ ملتا ہے کہ اسحاق اور اس کے بیٹے یعقوب ہوں گے اور دوسری طرف انہیں جو ان ہونے سے پہلے قربان کرنے کا حکم ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں یہ تضاد متصور نہیں۔ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت اسحاق کو قربانی دینے کے لیے آپ اس وقت لے گئے جب حضرت یعقوب تولد ہو گئے۔

یہ جواب قطعاً قابل تسلیم نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے: فلما بلغ معه السعی۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ وہ دُنبہ جو آپ کے فدیہ کے طور پر ذبح کیا گیا اس کے سینک خازن کعبہ میں آویڑا تھا اور حضرت ابراہیم نے جس میدان میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش کی وہ منی کا میدان ہے اور یہ منہ میں ہے۔ یہ تاریخی واقعہ عرب میں ساڑھے چار ہزار سال سے معروف و مشہور تھا اور تاریخ میں کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے پتہ چلے کہ حضرت اسحاق مکہ میں تشریف لائے ہوں۔ مکہ میں آنے والے حضرت اسماعیل ہیں اور وہی ذریعہ ہیں۔ دلائل اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (مزید تحقیق کے لیے تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو)

۳۹ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ نبینا وعلیہ وعلیہ آلمنا الفضل الصلوٰۃ والسلام کے ذکر خیر کے بعد اب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے بچپن سے لے کر آخر تک جو احسانات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر فرمائے ان کا تفصیلی ذکر بابا بجا گزر چکا ہے۔ آپ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو صدیوں کی غلامی سے نجات ملی۔ ان کے لیے مندر پایاب

هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۱۸﴾ وَآتَيْنَهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ﴿۱۹﴾ وَهَدَيْنَاهُمَا

وہی غلبہ پانے والے۔ اور ہم نے بخشی ان دونوں کو ایسی کتاب جو نہایت واضح ہے اور ہم نے ہدایت دی انہیں

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۲۰﴾ وَتَرْكُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ﴿۲۱﴾ سَلَامٌ عَلَى

سیدے راستہ کی۔ اور ہم نے چھوڑا ان کے ذکرِ خیر کو پیچھے آنے والوں میں سلام ہو

مُوسَى وَهَارُونَ ﴿۲۲﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۳﴾ إِنَّهُمَا مِنْ

موسیٰ اور ہارون پر ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو۔ بیشک وہ دونوں

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۴﴾ وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۵﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ

ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں اور بیشک ایاس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے ہیں۔ (یاد کرو) جب انہوں نے

الَّا تَتَّقُونَ ﴿۲۶﴾ اتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۲۷﴾ اللَّهُ

اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا تم عبادت کرتے ہو بعل کی اور چھوڑ دے ہو جس الخالقین کو بیشک (یعنی) اللہ کو جو

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۸﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۲۹﴾

تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی پروردگار ہے۔ پھر انہوں نے آپ کو ٹھٹھایا پس یقیناً انہیں (بگڑ کر) مامور کیا جائیگا۔

ہو گیا اور ان کی آنکھوں کے سامنے ان کا دشمن فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت غرق ہو گیا۔ پھر انہیں قرأت مجیدی کتابِ مرمت فرمائی
اور جب تک دنیا قائم ہے حضرت موسیٰ اور ہارون کا ذکرِ خیر دلوں کو گرا تا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور ایماندار بندوں کو اسی
طرح سرفراز فرماتا ہے۔

بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل مختلف قبیلوں میں بٹ گئے اور ہر قبیلہ نے اپنی اپنی علیحدہ سلطنت بنالی۔
بنی اسرائیل کے انہی قبائل میں سے ایک قبیلہ لبنان کے اس علاقہ میں آباد ہو گیا جہاں اب مشرقِ تاریخی شہر بعلبک کے کھنڈرات
موجود ہیں۔ اس قبیلہ نے توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کی۔ ان کے بڑے بت کا نام بعل تھا جس کے متعلق مشورہ ہے کہ یہ جس گز
لمبا سونے کا مجسمہ تھا جس کے چار منہ تھے جس کے منہ کے فدام کی تعداد چار سو تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو راہِ راست دکھانے
کے لیے حضرت ایاس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا آپ نے انہیں سمجھانے کی انتہائی کوشش کی، لیکن وہ لوگ آپ کو ٹھٹھاتے رہے

الْأَعْبَادَ لِلَّهِ الْمُتَّخِصِّينَ ۝ وَتَرْكُنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝

بجز انہ کے بندوں کے جو مخلص ہیں۔ اور ہم نے چھوڑا ان کے ذکرِ غیر کو پیچھے آنے والوں میں۔

سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ يَاسِينَ ۝ إِنَّكَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ

سلام ہو الیاس پر ہم اسی طرح جزاء دیتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو جیسا کہ

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ لَوْ كَا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ

ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں اور جیسا کہ لوٹ بھی پیغمبروں میں ہیں۔ (یاد کرو) جب

نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ۝ ثُمَّ

بچا لیا ہم نے انہیں اور ان کے سارے اہل خانہ کو بجز ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں میں تھی پھر ہم نے

دَقَرْنَا الْآخِرِينَ ۝ وَإِنَّكُمْ لَتَسْرُونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ ۝ وَبِالْأَيْلِ

برباد کر دیا دوسرے لوگوں کو ۱۱۷ اور تم گزرتے رہتے ہو ان (کے اچھے دیاروں) پر صبح کے وقت اور رات کے وقت

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ أَبَقَ إِلَى

کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے اور جیسا کہ یونس بھی (ہمارے) رسولوں میں سے ہیں ۱۱۸ جب وہ بھاگ کر

یہاں تک کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا مذاپ اتر اور وہ نیست و نابود ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی پر بڑے احسانات و انعامات فرمائے اور ان کے ذکرِ جمیل کو تاقیامت زندہ جاوید کر دیا۔

۱۱۷ سورہ شعراء میں حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ تفصیل سے گزر چکا ہے (آیات ۱۶۰ تا ۱۷۵) ان کی قوم اپنی بد اعمالیوں کے باعث تباہ و برباد ہوئی۔ کفار کہہ کر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم اگر گزرتے دن کے علاقہ سے غوما ہوتا ہے۔ صبح و شام تم اس اُبلے ہوئے شہر کے گھنڈرات کے پاس سے گزرتے ہو کیا تمہیں حیرت حاصل نہیں ہوتی۔ کیا تم بھی یہی چاہتے ہو کہ تمہارا انجام ایسا ہی ہو۔

۱۱۸ حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سورہ الانبیاء (آیات ۸۴، ۸۵) میں گزر چکا ہے مختصراً عرض ہے کہ آپ نے متعدد مہر کو شش کی کہ آپ کی قوم کفر و گمراہی کو چھوڑ کر راہِ راست پر گامزن ہو جائے لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آپ نے انہیں تباہ کر دیا کہ تین دن کے بعد تم پر مذاپ اتنی نازل ہوگا۔ تیسرے روز بغیر اذنِ الہی وہاں سے چل دیے قوم نے آپ کو تلاش کیا آپ نہ

۱۱۷

الْفُلُكِ الْمَشْحُونِ ۱۴۱ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۱۴۲ فَالتَّمَهُ

کئے تھے بھری ہوئی کشتی کی طرح (سوار ہوئے کے لیے) پھر قوم اندازتی میں شریک ہوئے اور دھکیلے ہوئے میں سے ہو گئے۔ پس نکل

الْحَوْتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۱۴۳ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۱۴۴ مَلَكٌ

لیا انہیں موت نے درآٹھا کیونکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ پس اگر وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے والوں سے نہ ہوتے تو بے ہمت

فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۱۴۵ فَبَكَتْهُمُ الْعَرَاةُ وَهُوَ سَقِيمٌ ۱۴۶

پھیل کے پیٹ میں قیامت کے دن تک کشتہ پھر ہم نے ڈل دیا انہیں کھلے میدان میں اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔

۱۴۱۔ مذاب ابھی آیا نہیں تھا اس کے آثار آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگے تھے۔ قوم میں چند نیرنگ لوگ موجود تھے۔ ان کے کہنے پر سب مردوزن، پیروجران، شیرخوار بچے سب کھلے میدان میں نکل آئے اور رد و رد کر رہے گناہوں کی معافی مانگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا، ان کی توبہ کو قبول کیا اور مذاب ٹل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو جب پتہ چلا تو خیال کیا۔ اب میں کس منہ سے اپنی قوم کے پاس ہواؤں گا وہ مجھے دیکھیں گے تو جھوٹا کہیں گے۔ چنانچہ آپ نے کہیں دور چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ بھی اذن الہی کے بغیر تھا۔ ایسی فروگزاشت کسی دوسرے سے قابل برداشت ہو تو ہو لیکن نبی سے یہ چیز برداشت نہیں کی جاتی۔ آپ کشتی میں سوار ہوئے کشتی پہلے بھری ہوئی تھی وہ ڈوبنے لگی۔ بل حوں نے وزن کم کرنے کے لیے ایک آدمی کو دریا میں گرانا چاہا تاکہ باقی مسافرنے جانیں۔ اس لیے قوم اندازتی ہوئی تینوں بار قرعہ حضرت یونس کے نام نکلا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اس غلطی کی سزا ہے۔ چنانچہ آپ نے چھلانگ لگا دی۔ پھیل مرکز کھلے گویا منظر حق فرما نکل گیا۔

۱۴۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یونس میرا بندہ تھا وہ ہمیشہ میرے ذکر میں مشغول رہتا تھا۔ اس لیے ہم نے اسے بچالیا، ورنہ وہ قیامت تک پھیل کے شکم میں ہی رہتا۔ حکم الہی کے مطابق پھیل آپ کو لیے ہوئے ساحل پر آئی۔ جہاں کھلا میدان تھا آپ کو وہاں اگل دیا۔ عرصہ تک پھیل کے پیٹ میں رہنے کے باعث گوشت گداز ہو گیا تھا۔ بال اور ناخن جھڑ گئے تھے، اٹھنے کی سکت نہ رہی تھی۔ اسی وقت کدو کی ایک بیل اُگی اور اس نے اپنے چوڑے چوڑے پتوں سے آپ کو ڈھانپ لیا تاکہ سورج کی گرمی سے بھی تکلیف نہ پہنچے اور کتھی و مچھر بھی اذیت نہ پہنچائیں۔ جب قوت بھل ہوئی تو حکم ملا اپنی قوم کے پاس واپس جاؤ جس کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے زائد تھی۔ چنانچہ جب قوم نے آپ کو دیکھا تو بڑی عزت و تکریم کی آپ کی دعوت کو دل و جان سے قبول کیا اور آپ کی اطاعت کو وظیفہ حیات بنا لیا۔ چند مشکل الفاظ: اَبَق: غلام کا بھاگ جانا، سَاهَم: حصہ لینا، اس سے مراد قوم اندازتی میں شریک ہونا۔ مَدْحَضِينَ: مغلوبین، حَوْتُ: بڑی پھیل، عَلِيمٌ: داخل ف الملامۃ: عزم، پھیل میدان: جہاں نہ درخت ہو نہ عمارتیں۔ یَقْطِين: بیل کدو۔

وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِئِينَ ۖ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ

اور ان کی مخالفت کے لیے، ہم نے اگا دی ان پر کڑو کی بیل۔ اور ہم نے بھیجا تھا انہیں ایک لاکھ یا اس سے

أَوْ يَزِيدُونَ ۖ فَامْنُوا فَمِنْهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۖ فَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرِّبَّكَ

زیادہ لوگوں کی طرف۔ پس وہ ایمان لائے اور ہم نے لطف اندوز ہونے دیا انہیں کچھ وقت تک۔ ذرا بچھے ان زندوں،

الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ۖ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

سے کیا آپکے رب کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ آیا جب ہم نے فرشتوں کو مؤنث بنایا تو کب وہ

شَاهِدُونَ ۖ إِلَّا أَنَّهُمْ مِّنْ أَفْكِهَمْ لَيَقُولُونَ ۖ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ

موجود تھے۔ غور سے سو! وہ جھوٹی شہادت دیتے ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے نہیہ جنے اور وہ بلا شہد

لَكِذِبُونَ ۖ اصْطَفَىٰ الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ۖ مَا لَكُمْ كَيْفَ

جھوٹ کہتے ہیں۔ کیا اس نے پسند کی ہیں اپنے لیے، بیٹیاں، بیٹوں کو چھوڑ کر؟ تم کیسے

۳۳؎ سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفار مکہ سے چند سوالات پوچھنے کا حکم دیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ ان کی کم فہمی اور گمراہی خود ان کے قول یا مال سے عیاں ہو جائے۔ یہاں ان کی ایک اور حماقت کے متعلق ان سے استفسار کرنے کا ارشاد ہو رہا ہے۔ عرب کے کئی قبائل جہینہ، سلیم، خزاعہ اور بنی نضیر (روح المعانی، وغیرہ) یہاں تک کہتے تھے کہ العیاذ باللہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ان سے پوچھیے کہ اپنے لیے توڑ کے پسند کرتے ہو اور اگر کسی کے گھر ہنگی پیدا ہو جائے تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو جاتا ہے۔ شرم کے مارے کسی کو منہ نہیں دکھاتا اور اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کی تو وہ بھی لڑکیاں کہتی حماقت اور بے انصافی ہے۔

۳۴؎ تم جو اتنے ذوق سے یہ دعویٰ کر رہے ہو تو تمہارے پاس ضرور کوئی ہکی دلیل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو پیدا فرمایا اس وقت تم پاس موجود تھے اور تم نے دیکھا کہ وہ لڑکیاں ہیں یا تمہارے پاس اس بات کا کوئی تحریری ثبوت ہے کسی نبی کا نوشتہ، کوئی آسمانی صحیفہ جب ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہیں، نہ تم فرشتوں کی آفرینش کے وقت پاس تھے اور نہ تمہارے پاس کوئی تحریری ثبوت موجود ہے تو یہ کتنی نادانی ہے کہ ایک غلط بات پر یوں اڑے ہوئے ہو اور اگر کوئی دستویر اس بارے میں تمہارے پاس ہے تو اسے چھپاؤ نہیں سب کے سامنے پیش کر دتا کہ دوسرے لوگ بھی تمہارے ہمنوا بن جائیں۔

تَحْكُمُونَ ۝۱۵۱۰ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝۱۵۱۱ أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ۝۱۵۱۲ فَاتُّوْا

فیض کر رہے ہو۔ کیا تم غور و فکر نہیں کیا کرتے۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے۔ تو اپنی دہ

بِکْتٰمِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۱۵۱۳ وَجَعَلُوْا بَیْنَكُمْ وَبَیْنِ الْجَنَّةِ نَسْبًا ۝۱۵۱۴

دستاویز پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور تمہارا دیا ہے انہوں کے اللہ تبارک و تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ۔

وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجَنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝۱۵۱۵ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝۱۵۱۶

حال نہ جن خود جانتے ہیں کہ انہیں کیڑ کر اپنی کیا جانے کا شک ہے اللہ تعالیٰ ان دعویٰات سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِیْنَ ۝۱۵۱۷ فَاتَّكُم مَّا تَعْبُدُوْنَ ۝۱۵۱۸ مَا اَنْتُمْ

مگر ان کے کہنے ہوئے بندے ایسی ہرگز سرائی نہیں کرتے، پس تم اور جن (مجھے خداؤں کی تہذیب جانتے ہو۔ تم (سب مل کر)

عَلَيْهِ بِفَاتِنِیْنَ ۝۱۵۱۹ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ ۝۱۵۲۰ وَكَامِثًا اِلَّا لَهٗ

ان کے خلاف کسی کو انہیں بکلاستے مگر اسے جوتا پہن والا ہے بھڑکتی آگ کو شک اور فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں سے

مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۱۵۲۱ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصّٰفُّوْنَ ۝۱۵۲۲ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝۱۵۲۳

کوئی ایسا نہیں مگر اس کے لیے خدا متعین ہے اور ہم ہم سے باندھے رہتا آیا میں، کھڑے ہیں اور چمکتے ہم اسل پاک بیان فرماتے ہیں کہ

۱۵۲۴ لیس کہتے ہیں کہ جس کفار عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسیاذ باللہ جنوں میں شادی کی اور اس سے فرشتے پیدا ہوئے۔ اس امتحان نظر کی تردید فرمائی مبارکی ہے۔

۱۵۲۵ لیس اللہ تعالیٰ کفار کو جہنم فرما رہے ہیں کہ تم اور تمہارے باطل معبود خواہ کتنی خوش کریں تم کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے، بجز ان بدبختوں کے جن کے مقدر میں مذاب جو تم لکھا جا چکا ہے یہی مفہوم علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”اهل التفسیر مجموعون فیما علمت عن ان المعنى ما انتم بمضئین احدا الا من قد رآه عز وجل ان یضلل او قرطبی“

۱۵۲۶ لیس یہ فرشتوں کا قول ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ اس کے حکم کی تعمیل کے لیے صفیں باندھے یا پر پھیلائے ہر لحظہ تیار کھڑے ہیں اور ہر وقت اس کی تسبیح و تمجید میں مشغول ہیں۔

وَأِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ۖ لَوْ أَنْ عِنْدَنَا ذِكْرُ الْأَوَّلِينَ ۖ

اور وہ (بشت نبوی سے پہلے) کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوئی پہلے لوگوں کی طرف سے

لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۖ فَكَفَرُوا بِهِ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۖ

تو ہم اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ پس جب نصیحت آئی، تو اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ غریب (اپنا انجام) جان لیجئے ۳۹

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۖ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ۖ

اور ہمارا وعدہ اپنے بندوں کے ساتھ جو رسول ہیں پہلے ہو چکا ہے۔ کہ ان کی ضرورت مدد کی جائے گی۔ ۴۰

وَأِنْ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۖ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَأَبْصِرْهُمْ

اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہا ہے۔ پس آپ رخ الٹ کر پھیر لیجئے ان سے عرصہ ہی دیر اور وہ خطرہ آ رہے ہیں ان کے ساتھ ۴۱

فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۖ أَفَبَعْدَ آيِنَا يُسْتَعْجَلُونَ ۖ فَإِذَا أَنْزَلْ بِسَاحَتِهِمْ

وہ (خود بھی) اپنا انجام دیکھ لیں گے کیا وہ ہمارے عذاب کے آنے کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ پس جب وہ اتارے گا ان کے آگے ۴۲

فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۖ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَأَبْصِرْ

میں تو وہ صبح بڑی خوفناک ہوگی جنہیں ڈرایا جاتا تھا اور رخ الٹ کر پھیر لیجئے ان سے عرصہ ہی دیر کے لیے اٹ اور نصیحت اسی کا ۴۳

۳۹ قرآن کریم کے نازل ہونے سے پہلے وہ یہ کہا کرتے تھے اور جب قرآن نازل ہوا تو انہوں نے کیا طرز عمل اختیار

کیا اس کے متعلق بیان فرمایا جا رہا ہے۔

۴۰ ارشاد خداوندی ہے کہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ فتح و نصرت عزت اور غلبہ ہمارے رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں

کو نصیب ہوگا۔ یہ نصرت و غلبہ ظاہری طور پر بھی ہو سکتا ہے اور اس طرح بھی کہ دنیا ان کی صداقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے

اور دل ان کی محبت و تکریم کے جذبات سے معمور ہو جائیں۔

۴۱ یہ نادان ہمارے عذاب کے نزول کے لیے بیتاب ہیں اور آپ کی صداقت کا معیار انہوں نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ اگر

ان پر ہمارا عذاب نازل ہوا تو آپ سچے اور اگر نہ اترا تو پھر آپ کی نبوت کو وہ تسلیم نہیں کریں گے لیکن وہ کہتے نادان ہیں۔ اگر

عذاب نازل ہو گیا اور انہیں اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق آپ کی نبوت کی تصدیق ہو گئی تو انہیں اس سے کیا نائد حاصل ہوگا

فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ ﴿۳۸﴾ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۳۹﴾

تماشا دیکھتے رہیں وہ بھی اپنا انجا دیکھ لیں گے۔ پاک ہے آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے ان (نامسز بائیں) جو وہ کیا کرتے ہیں

وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۴۰﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۱﴾

اور سلامتی ہو سب رسولوں پر اور سب تمہیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سامنے جہاز کا رہے گئے

۳۸ کیا حق انتقام ہے حضور صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ قَالَ دَبْرَ كُلِّ صَلَوةٍ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ كُتِبَ لَهُ مِائَاتُ اَلْاَوْفِ مِنَ الْاَجْرِ یعنی جس شخص نے نماز کے بعد یہ تین آیتیں تین مرتبہ پڑھیں گریا اس نے عاجر کا بہت بڑا پیارا بھریا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى أَنْبِيَائِكَ وَرَسُلِكَ لَا سِيَّامًا عَلَى أَفْضَلِهِمْ وَأَكْرَمِهِمْ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ شَفِيعَ الْمَذْنُبِينَ أَكْرَمِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِيبَنَا وَشَفِيعَنَا مُحَمَّدٌ وَعَلَى آلِهِ وَوَحْشِهِ وَمَنْ تَبَعَهُ مِنْ أُمَّةٍ أَلْفَ يَوْمٍ مَالِدِينَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

مُحَمَّدٌ كَرَمُ شَاه

یوم الاثنين
۱۶ رجب
۲۸ اگست
نظر ثانی
ہر دو سو دی

یوم الجمعة
۵ رجب
۱۰ ستمبر
مکھال

تعارف سُورۃ ص

WWW.NAFSEISLAM.COM

نام : اس کا نام ص ہے جو پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس کی آیات کی تعداد اٹھاسی اور کلمات کی تعداد سات سو بیس اور حروف کی تعداد تین ہزار ستر ستھ ہے۔ اس کے پانچ رکوع ہیں۔
زمانہ نزول : اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، لیکن کئی زندگی کے کس دور میں اس کا نزول ہوا، اس بارے میں کوئی صراحت تو نہیں ملتی البتہ مفسرین کرام نے اس کے شان نزول کے بارے میں جو روایت لکھی ہے اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

روایت یہ ہے کہ جناب ابوطالب بیمار ہو گئے، بیماری نے شدت اختیار کر لی، بلکہ ان کے پیسوں نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس بیماری میں وفات پا جائیں۔ ان کی وفات کے بعد اگر ہم نے نبی کریم پر سختی کی تو عرب میں مار دلائیں گے کہ کل تک ابوطالب زندہ تھے تو تم نے انہیں کچھ نہ کہا۔ اب ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی تم نے تشدد شروع کر دیا ہے! اس لیے بہتر ہے کہ ہمارا ایک وفد ان کے پاس جلتے شاید باہمی مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے۔ چنانچہ ابو جہل، ماس بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن ہنوٹ، چند دوسرے رؤساء کے ساتھ ابوطالب کے پاس گئے اور کہا: یا ابا طالب! انت کینزنا و ماؤ متید ما فانصنا جن ابن اخیک فمرؤہ فلیکن عن مشقم آلمینا و مکة عہ و النعمہ (ابن کثیر)

”اے ابوطالب! آپ ہم سب کے بڑے اور ہمارے سردار ہیں، اپنے بھتیجے اور ہمارے درمیان احناف سے فیصلہ کر دیں آپ انہیں حکم دیں کہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے رک جائیں ہم انہیں اور ان کے خداؤں کو کچھ نہیں کہیں گے۔“
چنانچہ آپ کے حضور کو بلا بھیجا۔ حضور جب تشریف لائے تو ابوطالب نے کہا کہ یہ آپ کی قوم کے شیوخ اور سردار ہیں اور ان کا یہ مطالبہ ہے حضور کے فرمایا چچا جان! کیا میں ان کو ایسی بات کی دعوت نہ دوں جو ان کے لیے نر یا خیر ہے۔ پوچھا کیا بات ہے حضور نے فرمایا: اذعنوا ہمدان یتکلموا بکلمۃ قدین لہم بہا العرب و یتکلمون بہا العجم۔ یعنی میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ایک کلمہ کہیں اس کی برکت سے سارا عرب بھی ان کا با بگزار بن جائیگا اور عجم کے بھی وہ ایک بن جائیگی۔ ابو جہل کہنے لگا ہم ایک نہیں ایسے دس کلمے بھی کہنے کے لیے تیار ہیں۔ بتاؤ وہ کلمہ کونسا ہے۔ حضور نے فرمایا تم کہو لا الہ الا اللہ۔ یہ سن کر وہ بھڑک اٹھے اور جھاگ بہاتے ہوئے اس محفل سے چلے گئے۔ اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔
اگر یہ واقعہ جناب ابوطالب کے مرض وفات کا ہے تو پھر اس سورت کا سال نزول نبوت کا دسواں سال ہو گا لیکن طبقاً

میں ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ کسی دوسری بیماری کا ہے۔ بہر حال اس سے بھی اتنا اندازہ تو لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب اسلام کی شمع بجھانے کے لیے شہزادہ استہزائے حیلے ناکام ہو چکے تھے بلکہ کفار مکہ کا جو رستم اور جبروت شدہ بھی اسلام کی ترل کو ٹکڑے سے ماجر آچکا تھا اسی لیے تو وہ اس کمزور بشر پر بھی مصالحت کرنے کے لیے تیار تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے بتوں کو کچھ نہ کہیں خود بیک اپنے خدا کی عبادت کرتے رہیں اس قیاس کے مطابق کل زندگی کا وہ میانی قدر اس مدت کا زمانہ نزول ہو سکتا ہے۔
مضامین : اس سورت میں انہی تین مہین بیماریوں کا علاج فرمایا جا رہا ہے جن میں اہل مکہ بڑی طرح مبتلا تھے۔

۱۔ وہ حضور علیہ السلام کو نبی ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے انہیں اس انتخاب میں کوئی حکمت نظر نہ آتی تھی کہ جبروت عرب کے بڑے رئیس و سادات کو تو نظر انداز کر دیا جائے اور منصب نبوت کے لیے ایک ایسی مہی کو چننا جائے جس کے پاس نہ مال و دولت ہے نہ اعوان و انصار کے جتنے ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبوت تو میرا انعام ہے جس کو نہیں اس کے قابل سمجھتا ہوں سر فراز کرتا ہوں۔ کیا میری رحمت کے خزانوں کے کئی بڑاویہ لوگ ہیں کہ جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔

۲۔ حضور کو نبی نہ ماننے کی نکتے پاس ایک دلیل بھی تھی یہ کہتے ہیں کہ سارے جہانوں کا ایک خدا ہے بھلا خود سوچو گا یا نہ کا ناسکے وسیع و عریض نظام کو کیا ایک خدا چلا سکتا ہے جو جنہیں اسی خلاف عقل باتیں کرے ہم اسکو نبی کیسے مان لیں لیکن عقیدہ توحید کو قرآن کریم نے ایسے ذرا دلائل سے ثابت کر دیا تھا جن کا کنارے پاس کر لی جواب نہ تھا بھڑکے کہ وہ لوگوں کی اندھی عصیت کو بھڑکانیں اور انہیں کہیں کہ اپنے آپ کو واحد کے خداؤں سے چھٹے رہو اور آفتاب کے روشن تر دلیلیں کہیں نہ تمہارے سامنے پیش کی جائیں ان کو ماننے سے صاف انکار کر دو۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی اس نادانی اور ان کے اس احمقانہ رقیبے سے بکناؤ کہ ہوتا ہو گا اللہ تعالیٰ حضور کو صبر کرنے کا حکم دیتا ہے اور اپنے جلیل القدر انبیاء کے حالات اور انہیں پیش آنے والی مشکلات کا تذکرہ کر کے حضور کی دلجوئی فرماتا ہے۔

ایک بات غور طلب ہے یہاں اولین مقصد اہل عرب کے مشرکانہ عقائد کا بطلان ہے اس سلسلہ میں انبیاء کرام کے حالات بیان کیے گئے ساتھ ہی ان کے بے مثل کمالات بے پایاں انعامات اور غیر محدود اختیارات کا ذکر بھی ہے مگر ہر بار یہ کیا جا رہا ہے معلوم ہو کہ انبیاء کرام کے

کمال و انبیاء بیان کرنے سے عقیدہ توحید کو فروغ نہیں ہوتا بلکہ مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔ وہ لوگ بھی ان آیات کو چشم پوشی کھول کر پڑھیں جو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال اور حضور پر آپ کے محبوب کریم کے بے پایاں احسانات بیان کرنے میں اس لیے نکل سے کام لیتے ہیں کہ عقیدہ

توحید کو صحت نہ پہنچے حقیقت یہ ہے کہ معنی شان مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء زیادہ آشکارا کی جانے گی اسی قدر اس کو بھیجے والے خدا کی عظمت و کبریائی کا نقش روح قلب پر ثبت ہوتا جائے گا۔ سورۃ کے اختتام سے پہلے تخلیق آدم کا تذکرہ فرمایا اور نفخت فیہ من روحی فرما کر ان

اعانت مسامحتوں اور بیکار استغاثوں کی طرف اشارہ کر دیا جن کا آدم کو امین بنایا گیا ہے ساتھ ہی بتا دیا کہ شیطان نے آدم کی بے ادبی کی گئی اپنے آپ کو اہدیٰ عنتروں کا تخت فرادید پر یا۔ خود سوچو جو شخص محبوب اللہ کی شان رفیع کا انکار کرے گا اوہ بے ادبی کا مرکب ہو گا اکی تباہی

برابری کا کیا حال ہو گا۔ — آخر میں فرمایا کہ یہ کتاب ذکر الی للعالمین ہے کسی مخصوص قوم کے لیے کسی محدود زمانہ کے لیے یہ پیغام ہدایت نہیں بلکہ سارے جہان اسکے لئے ہے تاہاں و درخشاں ہیں جب یہ کتاب ذکر الی للعالمین ہے اس کو لے کر لا ارحمہ للعالمین ہے اور اسکو نازل فرمانے والا رب العالمین ہے تو سارے نوع انسانی کا ایک دین اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ دین اسلام ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِكَ يَا خَيْرُ الْمَخْلُوقَاتِ

سوت صحنی ہے اس میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتے ہیں۔ اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکعت ہیں

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ

میں نے قسم ہے قرآن سارا نصیحت کی (دعوت محمدی حق ہے) بلکہ یہ کفار تکبر اور مخالفت میں (انہیں سمجھنے میں آئے)

كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَ ذَاوَالْأَسْنَانِ ۝

بہت سی امتوں کو ہم سے پہلے۔ پس وہ فریاد کرنے لگے اور نہیں تھا یہ وقت بچ نکلتے کا سہ اور

سہ حروف مقطعات میں سے ہے بعض علماء کے نزدیک یہ سمدہ کا نام ہے۔

سہ ذوا قسم کے لیے ہے یعنی ہیں قرآن کی قسم ہے جس میں تمہاری دینی اور دنیوی سعادتل کا مفصل بیان ہے اور جواب قسم معذرت ہے یعنی دین محمدی حق ہے۔ جواب قسم کے بارے میں اور قول بھی ہیں لیکن یہ اولیٰ ہے۔

سہ اگرچہ اسلام کی حقانیت اور دعوت محمدی کی صداقت و زور و اثر کی طرف واضح ہے لیکن کفار ازراہ غرور و عناد اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

علامہ پانی پتی اس کا شان نزول بکرم احمد و قمریٰ یہ بیان کرتے ہیں کہ جناب ابو طالب ایک دفعہ بیمار ہو گئے قریش آپ کی عیادت کے لیے آئے، اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لائے۔ قریش نے ابو طالب سے حضور کی شکایت کی آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا میرے بھتیجے! تم اپنی قوم سے کس بات کا مطالبہ کرتے ہو حضور نے فرمایا: "أريد منهم كلمة تدين لهم بها العرب وتؤدى اليهم العجم جزية - كلمة واحدة قل ما هي؟ قل لا اله الا الله -"

ترجمہ: حضور نے فرمایا: میں ان سے صرف ایک بات ماننے کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ مان لیں گے تو سارا عرب

ان کا طبع ہو گا اور عجم ان کو خراج پیش کرے گا۔ آپ نے پوچھا: وہ کونسی بات؟

حضور نے فرمایا: وہ صرف یہ کہ دیں لا الہ الا اللہ۔

کفار نے ازراہ تعجب کہا: صرف ایک خدا یہ بڑی عجیب و غریب بات۔ ہم یہ کیسے مان سکتے ہیں اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں یعنی کفار کا انکار کسی استولیت پر مبنی نہیں محض غرور و عناد کی وجہ سے مخالفت پر مبنی ہیں۔ عِزَّةٌ اسکبار و عن الحق و جَبِيَّةٌ تجاہل و جہل حق سے نخوت اور زمانہ جاہلیت کی مصیبت۔ شِقَاقٌ اخلاف و عداوت: مخالفت اور عداوت۔

سکہ کفار کی اس ہٹ دھرمی پر انہیں سزائش کی جا رہی ہے کہ تم سے پہلے بھی جو لوگ نے پندار سے مست تھے اور میرے

عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَابٌ

وہ اس پر حیران تھے کہ آیا ہے ان کے پاس ایک ڈرنے والا ان میں سے اور کفار کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر ہے کذاب ہے

أَجْعَلِ الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ وَأَنْطَلَقَ الْمَلَأُ

کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا سے بیشک یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ اور تیزی سے چل دیے

بندوں سے بلاوجہ مروت رکھتے تھے ان پر جب ہمارا مذاہب آیا تو ان کے سارے نشے برن ہو گئے۔ ساری دشمنیاں بھول گئے اور لگے چلانے اور فریاد کرنے۔ لیکن انہیں صاف صاف بتادیا گیا کہ مہلت کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں اب یہ داویلا نواز بے سود ہے۔ "لات حین مناص" کی ترکیب میں سطوروں کے متعدد اقوال ہیں۔ سیویہ کے نزدیک لامشب طیس۔ مبالغہ اور تاکید کے لیے تا، زائد کردی گئی ہے۔ "حین مناص" اس کی خبر ہے اس لیے منحوس ہے۔ اور اس کا اسم "حین" محذوف ہے۔ اور انفس کے نزدیک لامفی جنس کے لیے ہے۔ "حین مناص" اس کا اسم ہے اور خبر محذوف ہے۔ ای لہم ای لا حین مناص لہم : مناص کا معنی طہار اور مغفرا جانے پناہ۔

جب میدان جنگ میں کوئی قبیلہ دشمن کے حملے کی تاب نہیں لاسکتا تھا تو وہ ایک دوسرے کو کہتے تھے : مناص ای علیکم بالمعزاز، یعنی بھاگ کر جان بچاؤ۔ پہلی قوموں پر جب مذاہب الہی آیا اور اس کے مقابلے کی طاقت اپنے اندر نہ پائی تو حسبِ تصور وہ کہنے لگے : مناص۔ مناص : یعنی جس طرح ہو سکتا ہے بھاگ کر جان بچاؤ۔ اسی وقت انہیں کہا گیا۔ لات حین مناص : اب تم کہیں بھاگ کر نہیں جاسکتے۔ بھاگ جانے کا وقت اور بچ جانے کا وقت اب گزر گیا ہے۔ (معنی انصافی) بعض سطوروں نے کلمہ کے لات یہ فیس کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ یا، کراف سے اور سین کو تا سے بدل دیا۔ یعنی نے کہا کہ لات فعل ماضی ہے اس کا معنی نفص وقت ہے۔

۵ وہ اس بات پر بڑے حیران تھے کہ ان میں سے ایک شخص کو کیوں کہنایا گیا ہے اور پھر اسے نبوت کی ذمہ داریاں کیوں سونپ دی گئی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور کو ماننے سے انکار کر دیا اور ساحر و کذاب کے بتان لگانے لگے۔ کفار کا پہلے ذکر ہو چکا تھا۔ قال الکفرورن میں پھر اسم ظاہر ذکر کرنے کے بجائے ضمیر ہی کافی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں غصہ کے لیے اور ان کی مذمت کرنے کے لیے اسم ظاہر ذکر کیا تاکہ یہ بھی پتہ چلے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کی طرف سحر و کذب کی جو نسبت کی ہے اس کی وجہ محض ان کا کفر ہے۔ وَجَعِ الْقَاهِرُ فَوْضِعَ الضَّمِيرِ غَضًا عَلَيْهِمْ ذَمًّا لَهُمْ وَ إِشْعَارًا بِأَن كَفَرُوا هَذَا جَسْرُهُمْ عَلَى مَا قَالُوا۔

۶ جب حضرت فاطمہ عظمیٰ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو کفار کے گھر میں صفت نام بچھ گئی ان کی پریشانی اور اضطراب کی مدد نہ رہی۔ ولید بن مغیرہ نے سرداران قریش کو مشورہ کے لیے طلب کیا پچیس کے قریب اکابر قوم اکٹھے ہوئے اور حالات

مِنْهُمْ أَنْ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى الْهِتَكُمُ إِنَّ هَذَا شَيْءٌ مُرِيدٌ ۝

قوم کے سردار (رسول کے پاس سے) اور قوم سے کہا، یہاں سے بھاڑ اور مجھے رہا اپنے بتوں پر بیشک اس میں اسکا کوئی ذاتی سبب ہے۔

کی گلیں پر تباہ و خراب کرنے لگے۔ ولید عمر میں سب سے بڑا تھا اس نے مشورہ دیا کہ پلو ابوطالب کے پاس چلیں اور اسے کہیں کہ وہ اپنے نتیجے کو سمجھائے کہ وہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے باز آجائے۔ چنانچہ سب اکابر حضرت ابوطالب کے پاس جمع ہوئے اور اپنی آمد کی غرض و فائیت بیان کی۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا بھیجا اور انہیں سمجھایا کہ ان کے مہر دوں کو برا بھلا نہ کہیں رحمتِ عالم نے ارشاد فرمایا: یا عترة افلاہ عوہم الی ما ہو خیر لہم۔ اسے چاہا میں اپنی قوم کو اس بات کی دعوت نہ دوں جس میں ان کی خیر و فلاح ہے۔ ابوطالب نے پوچھا وہ کونسی دعوت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں انہیں ایک طرف دعوت دیتا ہوں اگر یہ اس کو قبول کر لیں تو عرب و عجم میں ان کی فرمانروائی ہوگی۔ قال ابو جہل ما ہی وایہا لنعطیکما و عشر مثالیہا۔ ابوجہل نے کہا کہ تیرے باپ کی قسم۔ وہ کون سا ایسا ملک ہے ہم صرف ایک ملک نہیں بلکہ اس طرح کے دس ملک بھی ماننے کے لیے تیار ہیں قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقولون لا الہ الا اللہ۔ فقاموا من عنده غضابا۔ (ابن کثیر) حضور نے فرمایا تم صرف یہ مان لو لا الہ الا اللہ۔ یہ سنتے ہی بڑے غضبناک ہو کر وہ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اجعل الالہۃ الیہ، ان کے نزدیک یہ بات ناممکن تھی کہ ایک خدا کائنات کی بیشمار چیزوں کے بیشمار احوال اور ضروریات کے لیے کافی ہے۔ اس لیے انہوں نے بہت سے خدا بنائے تھے اور ہر ایک کو زندگی کا ایک ایک شعبہ تفویض کر دیا تھا۔

ان کے ذہن میں خدا کا کتنا ناقص تصور تھا۔ وہ اپنی طرح اس کی قوتوں کو بھی محدود تصور کرتے تھے۔ لیکن وہ خدا جو پانچواں ہے اور جس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں۔ اس کی قوتیں، اس کی عظمتیں لامحدود ہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ کائنات کی ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے۔ مالک بھی وہی ہے اور اپنی حکمت سے ان کی بقا اور نشوونما کے سارے اسباب ہتیا فرما رہا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کفار کا اپنے بتوں کے بارے میں کیا اعتقاد تھا۔ وہ انہیں صفتِ الوہیت سے متصف سمجھتے تھے وہ انہیں اپنا الہ اور معبود یقین کرتے تھے لیکن فلاہن مصطفیٰ علیہ التیمہ والثناء اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ شہادت دیتے ہیں اور بخندِ عقیدہ رکھتے ہیں۔ لا الہ الا انت سبحانک لا شریک لک انت الہک وک الحمد وانت علی کل شیء قیوم ہمارا یہی عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسی پر زندہ رکھے اور اسی پر ہم یہاں سے رخصت ہوں۔

عجب: بلوغ فی العجب: از حد حیرت انگیز یعنی ایک خدا کا عقیدہ بڑا تعجب انگیز ہے بھلا کوئی شخص اسے کیسے قبول کر سکتا ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں۔ العجب والعجب سوا، یعنی یہ تینوں لفظ ہم معنی ہیں۔ وقد فرق الخلیل بن عجیب وعجائب: فقال والعجیب المعجب والعجائب الذی قد تجاوز حد العجب فلیل نے عجیب اور عجائب میں فرق کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں عجیب تیرا انگیز چیز کہتے ہیں اور عجائب اس کو کہتے ہیں جو تعجب انگیزی میں حد سے تجاوز کر گئی ہو۔ شہ جب سورہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

فَاسْمِعْنَا يَهْدِنَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنَّ هَذَا إِلَّا خُتْلَاقٌ ۝٧ أَوْ نَزِلَ

ہم نے تو ایسی بات آخری ملت (نصرانیت) میں بھی نہیں سنی۔ یہ بالکل من گھڑت مذہب ہے۔ ۹ کیا نازل کیا گیا ہے

عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذِكْرِي بَلْ لَمَّا

اس پر 'الذکر' (قرآن) ہمارے درمیان میں سے نہ بلکہ یہ کفار و کفک میں مبتلا ہیں میرے ذکر کے متعلق۔ بلکہ انہوں نے ابھی

يَذُوقُوا عَذَابًا ۝ أَمْرٌ عِنْدَ هُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۝

نہیں چھٹا میسے مذاہب کا مزالے کیا ان کے قبضہ میں ہیں غرض انے آپ کے رب کی رحمت کے لئے جو عزت و ادب سے دعا کرتا ہے

اپنی دعوت اور اس دعوت کی قبولیت پر مترتب ہونے والے نتائج بڑے وثوق اور فیصلہ کن انداز میں ان کے سامنے پیش کیے، تو کفار گھبرا گئے انہیں اپنے خداؤں کی مجبوری خدا کی کا تختِ دوتا ہوا نظر آنے لگا۔ فوراً خود بھی اس مجلس سے اٹھ بھاگے اور اپنے حوام کو بھی بڑے شفقانہ اور حکیمانہ انداز میں ہدایت کی کہ یہاں سے بھلو۔ ان کی چکنی چپڑی باتیں مت سنو۔ اپنے شرکارِ عقیدہ پر سختی سے جمے رہو۔ یہ دعوت اپنی حکومت اور اپنے تسلط کو قائم کرنے کے لیے دی جا رہی ہے۔ اس کا صداقت و حقانیت سے دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ لَئِيْ يُرَادَّ اِیُّهَا سَیْرِیْدُ مُحَمَّدٌ بِمَا یَقُوْلُ الْاِمْتِیَازُ لَیَعْبُوْا عَلَیْہِا وَ یُکُوْنُوْا لَہٗ اَتَبَاعًا۔ الْاِنْطِلَاقُ : الْاِنْطِلَاقُ

بالسرعة : جلدی سے چلے ہانا۔

۹۔ یہ بالکل نئی اور من گھڑت بات کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے۔ اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا تو میسائیت جو آخری نبی ہے اس میں بھی اس کا کوئی ثبوت تھا۔ اختلاف کذب اختلاف! ایسا جھوٹ جسے خود گھبرا گیا ہو۔

ستہ وہ اپنے پیروکاروں کو کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے واقعی کوئی پینیر بیجنا تھا تو سارے مکہ اور عرب میں سے انہیں کیوں منتخب کیا۔ نہ مال و زر ہے نہ کوئی یار و مددگار۔ ہم بڑے بڑے رؤساء، امراء اور سرداران قوم موجود تھے جن کے رعب و رعبہ کی دھماک بیٹھی ہوئی ہے۔ ہم میں سے کسی کو اس خدمت کے لیے مامور کیا جانا چاہیے تھا تا کہ لوگ ہمارے اثر و سرفراز کے باعث دین کو قبول لے۔ وہ ایسی باتیں اس لیے بنا رہے ہیں کہ ابھی ہمارے عذاب کا کوڑا ان کی پشت پر نہیں لگا۔ ایک تھپڑ رسید ہو تو سارا غماز اتر جانے لگا۔ خود بخود عقل و دست ہو جانے لگی۔

۱۲۔ رحمت کے خزانوں کے مالک ہم ہیں، ان کو بانٹنے والے ہم ہیں۔ جس کو چاہیں، جتنا چاہیں اور جس وقت چاہیں عطا فرما دیں۔ یہ کون ہیں ہماری بخشش و عطایہ اعتراف کرنے والے۔

اس آیت میں ان لوگوں کو حجہ کا بار بار ہے اور سرزنش کی جا رہی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہایت پر اعتراض کیا کرتے تھے۔

أَمَلَهُمْ تِلْكَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَبَابَيْنِهَا فَلْيَرْتَوُوا فِي الْأَسْبَابِ ۝

کیا ان کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اس لیے ہے کہ چڑھ جائیں آسمان پر ان کی ہمت

جُنْدًا نَاهِنَا لِكَ مَهْرُومٍ مِنَ الْأَحْزَابِ ۝ كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ

اور حقیقت کفار کے لشکروں میں سے یہ ایک چھوٹا سا لشکر ہے جسے وہاں بدر میں ہمت یدہی ہوئی کہ بانی ملک نبی یا توحان سے پہلے قوم نوح

وَعَادُ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۝ وَتَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ

عاد اور عیثوں والے فرعون نے لے لے اور تمود، قوم لوط اور اصحاب ایکہ لے لے۔

۱۳ نبوت کا مقام تو بہت اونچا ہے کسی کو نبوت کی نعمت سے سرفراز کرنے کا اختیار تو بہت جلیل اور عظیم امر ہے انہیں تو اس مادی دنیا کی معمولی چیزوں کے دینے اور چھیننے کا بھی کوئی اختیار نہیں مگر ان کے پاس کوئی قوت و اختیار ہے تو اسے کام میں لے کر عرش تک رسائی حاصل کر لیں اور وہاں قبضہ جما کر بیٹھ جائیں اور کائنات کی حکومت کی ہاگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں۔ مشرکین کو کا یہ اعتراض اور اس کا رد مختلف مقامات پر اور مختلف انداز سے مذکور ہے اسباب سے مراد یا تو وہ راستے ہیں جن سے آسمان تک پہنچا جاتا ہے یا اس سے مراد آسمانوں کے دروازے ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے کسی چیز تک پہنچا جاسکے۔ اسے سبب کہتے ہیں۔ قال قتادہ ومجاہد اراد بالاسباب ابواب السماء وطرقها من السماء الى السماء وكل ما يوصلك الى شئ من باب او طريق فهو سببه۔ (مظہری) یعنی قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ اسباب سے مراد آسمان کے دروازے ہیں یا وہ راستے جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں الغرض ہر وہ چیز جو کسی تک پہنچنے کا ذریعہ ہو اسے سبب کہتے ہیں۔

۱۴ یعنی یہ مٹی بھر مٹواری سی فوج جسے کچھ عرصہ بعد میدان بدر میں پیش کر رکھ دیا جائے گا۔ اس کی حقیقت ہی کیسا ہے کہ ہماری عطا پرا عرض کر سکے۔

۱۵ ان سے پہلے بڑی بڑی سرکش قویں اور فرعون جیسے ہابرا اور طاقتور بادشاہ گزریں ہیں جب انہوں نے ہماری نافذی کی تو ہم نے ان پر عذاب بھیج کر انہیں خاک سیاہ بنا دیا اور ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہا۔ فرعون کو ذی القادۃ دیا گیا ہے۔ اس کی مختلف تالیفیں کی گئی ہیں۔ نعمت میں وہ اس کھوٹی کو کما جاتا ہے جس کے ساتھ خیروں کی رسیاں باندھی جاتی ہیں۔ یہ وہ اس سے یا تو اس کے لشکر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس کا لشکر اتنا کثیر تھا کہ جہاں وہ پڑا کرتا اس کے لیے نیسے نصب ہوتے تو ہر طرف کھونٹیاں ہی کھونٹیاں نظر آنے لگتیں جن کے ساتھ ان کے خیروں کی رسیاں باندھی جاتی ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ اس کی حکومت کے استحکام اور پختگی کا ذکر ہے۔ اور بعض نے فرعون کو ذوالامداد کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کا دستور تھا کہ جب وہ کسی مجرم کو سزا دیتا تو زمین میں چار مینیں گاڑ دیتا۔ پھر اس شخص کے ہاتھ پاؤں کو ان کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیتا یہاں تک

أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ۝ إِن كُلُّ إِلَّا كَذَبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ ۝

یہی وہ گروہ ہیں جنکا ذکر پہلے گزر چکا، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر ہال نہر ہو گیا میرا عذاب ۔ اور

مَا يَنْظُرُهُمْ إِلَّا صِغَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝ وَقَالُوا

نہیں انتظار کر رہے ہیں یہ (کفار)، مگر ایک کرک کی جسکے بعد کوئی مہلت نہیں ہوگی ۱۷ اور (مذاق) کہتے ہیں

رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنَآ قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝ احْصِرْ عَلٰی مَا يَقُولُونَ

اے ہمارے رب جلد ہی دے دے ہمارے جہنم (کا مذاق) یوم حساب سے پہلے ۱۸ (اے حبیب!) صبر کرو ان کی دغا مٹوں یا تو

وَإِذْ كُرِعَ عَبْدٌ نَادَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ

پہا اور یاد فرماؤ ہمارے بندے داؤد کو جو بڑا طاقتور تھا ۱۹ وہ زہاری طرف بہت رجوع کر لے والا تھا۔ ہم نے فرمانبردار بنا دیا تھا پہاڑوں کو

کہ وہ شخص تڑپ تڑپ کر بہن دے دیتا یا اس کو زمین پر بٹا کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں سمیں ٹھونک دیتا۔

۱۷ علامہ جوہری نے ما لہا من فواق کا معنی لکھا ہے کہ اے ما لہا من نظرة وراحة وفاقہ (صباح یعنی انیس نہ مہلت دی جائے گی نہ انہیں آرام نصیب ہوگا اور نہ ان کے مذاق میں تخفیف کی جائے گی۔ علامہ اسی فواق کے لفظ کی تفسیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں دو لغتیں ہیں۔ فواق۔ فواق۔ بعض کے نزدیک یہ دونوں ہم معنی ہیں اور بعض ملاہ لغت کنیال ہے کہ فواق اسم مصدر ہے۔ فاق الریض سے جب وہ بیماری سے صحت کی طرف رجوع کرے اسی لیے فراء نے اس کی تفسیر فاقہ اور استراحت کے ساتھ کی ہے اور اگر فواق ہو تو اس کا معنی وہ وقت ہے جب ایک مرتبہ دودھ دودھ لینے کے بعد کھیری میں دوبارہ دودھ بھر جائے۔ (روح المعانی)

۱۸ کہنے لگے صبح شام آپ ہیں مذاق قیامت کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں تو ہم دغا کہتے ہیں کہ ہم پر تو ہمارے جتنے کا مذاق آج ہی نازل کر دیا جائے اور ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے آج ہی ہو جائے۔ یہ باتیں وہ ازراہ مذاق کیا کرتے تھے۔ قل مجاہد قلنا: عذابنا، وحشدا قال قتادہ نصیبنا من العذاب (قرطبی)

۱۹ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی ہرزہ سرائی اور سیودہ گوئی پر صبر کی تلقین فرماتے ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام جن کو گونا گوں انعامات سے سرفراز کیا گیا تھا، ان کا ذکر کر کے تسلی دیتے ہیں۔ عبدنا (ہمارا بندہ، فرما کر حضرت داؤد کو معزز و مشرف کیا۔ ذی الایذ کا لغوی معنی ہے بہت ہاتھوں والا۔ اس سے مراد طاقتور اور قوی ہے۔ کیونکہ آپ عبادت اور جہاد میں بڑی قوت اور توانائی کا مظاہرہ فرماتے۔ اس لیے آپ کو ذی الایذ کہا گیا۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن لنگر کرتے

يُسَبِّحُنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝ وَالطُّيْرُ مَحْشُورَةٌ كُلُّ لَهْ أَوَّابٌ ۝ وَ

وہ ان کے ساتھ صبح پڑھتے تھے عشاء اور اشراق کے وقت ۱۹ اور پرندوں کو اور بھی صبح کے وقت جمع ہوجاتے تھے سب کے فرما ہوا تھا کہ

شَدَّ دَنَاؤُكُمْ وَأَتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخُطَابَ ۝ وَهَلْ أَتَاكَ

ہم نے تم کو دیا ان کی حکومت کو اور ہم نے بخشی انہیں دانائی اور فیصلہ کن بات کرنے کا علم ۲۰ اور کیا آئی ہے آپ کے

اور یہ روزہ نفس پر بڑا گراں اور اللہ کے نزدیک بڑا فضیلت والا ہے۔ آپ نصف رات عبادت میں گزارتے میدان جہاد میں دشمن کا سامنا ہوتا تو مجھ کر مٹا دیتے اور وہاں سے بھاگنے کا خیال تک دل میں نہ لاتے اور جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا مانگنے کے لیے کھڑے ہوتے تو کمزور دنیا کی انتہا کر دیتے۔ ذالقدرۃ فی العبادۃ کان یصوم یوما ویفطر یوما وذلک اشد الصوم افضلہ۔ سو کان یصلی نصف اللیل وکان لا یفتر اذا لاقی العدو وکان قویاً فی الدعاء الی اللہ تعالیٰ (قرطبی) اواب: بہت رجوع کرنے والا ورجاع الی اللہ تعالیٰ وضاعتہ عز وجل۔

۱۹ اللہ تعالیٰ نے جن خصوصی عنایات سے آپ کو نوازا ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں فرمایا جا رہا ہے۔ آپ جب کبھی رات میں مشغول ہوتے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ مل کر ڈر کیا کرتے۔ پہاڑوں کی اس تسبیح سے کیا مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جب آپ ذکر کرتے تو آپ کی آواز سے پہاڑ گونج اٹھتے۔ اسی گونج کو پہاڑوں کا ذکر کہا گیا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ پہاڑ زبان حال سے ذکر الہی کیا کرتے اور بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ جب آپ مصروف ذکر ہوتے تو پتھر سنگریزے۔ چٹانیں اور پہاڑی دھواں سب زبان حال سے آپ کے ساتھ مل کر ذکر کیا کرتے۔ علامہ قرطبی نے اسی قول کو صحیح فرمایا ہے۔ ان ذلک تسبیح مقول علی جمیع من لا قول۔ اشراق اس وقت کو کہتے ہیں جب سورج کافی اونچا ہو جائے جسے ہم پاشت کا وقت کہتے ہیں۔ اس وقت جو نوافل پڑھے جاتے ہیں اُسے صلوۃ الضحیٰ کہتے ہیں۔ حدیث پاک میں صلوۃ الضحیٰ کی بڑی فضیلت مذکور ہے۔ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حافظ علی شفعۃ الغفر غفر لہ ذنوبہ وان کانت یثقل زبد البحر۔ کہ جو شخص پابندی سے ضحیٰ کے وقت دو نفل پڑھے گا اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے مانند ہوں۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قل اوصانی خلیل ثلاث لا اضمن حق اموت۔ صوم ثلثۃ ایام من کل شھر۔ صلوۃ الضحیٰ ونوم علی وتر۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے اور تادم مرگ میں انہیں چھوڑوں گا۔ اسبراء میں تین دن روزہ رکھنا۔ ۲۔ نماز ضحیٰ۔ ۳۔ سونے سے پہلے وتر پڑھ لینا۔ ضحیٰ کی کم سے کم دو کہتیں ہیں، زیادہ سے زیادہ بارہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰ اللہ آپ کی آواز اتنی شیریں، دلکش اور سوز و گداز سے معمور ہوتی تھی کہ جب آپ ذکر کرتے تو اُٹتے ہوئے پرندے بھی رگ جاتے اور آپ کے ارد گرد ملتے بنا کر بیٹھ جاتے اور آپ کی آواز کے ساتھ آواز ملا کے اپنے خداوند کریم کی تسبیح کہتے۔ ۲۱ لہٰذا فی قصیر کا مرجع حضرت اُرد

نَبِؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسُوْرُو الْمُحْرَابَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوُدَ فَنَزَعَ مِنْهُم

پاس اطلاع فریقین مقدمہ کی جب انہوں نے دیوارِ چاندی عبادت گاہ کی ۲۳ اور جب اپنا تک داخل ہوئے داؤد پر ہیں آپ کو گھبرا

قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاَحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ

گئے ان سے۔ انہوں نے کہا ڈیٹے نہیں ہم تو تمہارے دو فرق ہیں زیادتی کی ہے ہم میں سے ایک نے دوسرے پر آپ کو درمیان نصرت

وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ اِنَّ هٰذَا اَخِيْ لَهُ تَسْعُوْ

فیصلہ دینے اور ہمارا ساقی نہ کہنے لگے اور دکھائیے ہمیں سید عمارت۔ (ضرورت نزاع یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے اور اس کی ننانوے

ملیہ اسلام ہیں یعنی پہاڑ اور پرندے سب آپ کے اطاعت گزار تھے۔ کل لہ اسی لدؤد : اواب اسی مطیع و قرطبی : اور سحر نے
لا کامرج ذات باری کو بتایا ہے۔ قیل : لہا، لہو عزوجل۔

۲۲ نیز ہم نے ان پر فرید کرم یہ فرمایا کہ ان کی حکومت کو مستحکم کر دیا۔ آپ کی ہیبت دلوں میں بٹھا دی کسی کی مہال نہ تھی کہ اجنبی
اور سرکش کا خیال تک دل میں لاسکے اس کے علاوہ آپ کے سینہ کو نورِ حکمت سے روشن فرما دیا اور آپ کو ایسی بے نظیر فصاحت و
بلاغت بخشی کہ آپ کی گھنٹوں کے بعد کسی کو سحر یا سحر کی گنجائش ہی نہ رہتی، سب جگرے ختم ہو جاتے۔ فصل الخطاب : بیان
الفاصل بین الحق والباطل : ایسا بیان، ایسی تقریر جو حق و باطل کو الگ الگ کر دے۔

۲۳ اس سے پہلے کہ اس قبضہ کی تختی کی جانے جو ہم طہ پر بیان کیا جاتا ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے ان آیات کی تفسیر
کر دی جائے اور آخر میں اس قبضہ کے متعلق محققین علماء کی رائے قارئین کی خدمت میں پیش کی جائے۔

جب کسی واقعہ کی اہمیت پر مخاطب کو متوجہ کرنا ہو تب تو اس کا آغاز اس قسم کے استغناء سے کیا جاتا ہے تاکہ سننے والا ہر متن
گوش ہو کر اس واقعہ کو سنے اور اس سے محبت حاصل کرے۔ الاستغناء التبیہ : بحسب جلالۃ التسمیۃ والاصفاء الیہا والاعتبار بہا :
یعنی کیا آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی ہے کہ جب مدنی اور مدعا علیہ دونوں فرق دیوارِ چاندی حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت گاہ میں اپنا تک جا چکے
تسور الحائط : تسنق : دیوار پر رنگ کر چڑھنا۔ محراب سے مراد آپ کی عبادت گاہ ہے۔ اس کا نام محراب ہے کیونکہ وہاں
آپ اپنے نفس سے بڑھ کر پکار تھے۔ اس لیے اس کو محراب کہا گیا۔ مسجد کے محراب کو بھی اسی لیے محراب کہا جاتا ہے کہ وہاں بھی
جماعت مسلمین کا امام ہوائے نفس، تخیل، ابلیس اور طرح طرح کے فطرت اور مشکلات کے خلاف اپنی قوم کو جہاد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

مساجد میں محراب کی موجودگی شمل محمد رسالت میں نہ تھی۔ صریح المجدل السیوطی ان المحاریب التي فی المساجد بغنیۃ المعروفۃ الیوم
لہ یکن فی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (روح معانی)

۲۴ آپ کا معمول تھا کہ آپ ایک روز حکومت کے کاروبار کو انجام دیتے، مقتضات کا فیصلہ کرتے۔ ایک روز اپنے گھر کے

تَسْعُونَ نَجَةً وَإِلَى نَجَةٍ وَاحِدَةٍ ^{قُلْتُ} فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعِزَّتِي فِي

دُجیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنی جیٹے اب یہ کتاب ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور سختی کرتا ہے میرے

الخطاب^٥ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْمَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ وَإِنْ كَثُرَ

ساتھ گفتگو میں آتے آپ نے فرمایا جیسا کہ اس نے فلم کیا ہے تم پر یہ مطالبہ کرے کہ تیری دُنی کو اپنی دُنیوں میں ملا دے، خواہ کتنا بڑا۔

مِّنَ الْخُلَطَاءِ لِيَبْغَىٰ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

زیادگی کرتے ہیں ایک دوسرے پر شے

و انھیں انھما دیتے تھے اور انہوں نے صرف عبادت کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا اور اس دن اپنی عبادت گاہ پر پاسبان مقرر کر دیتے تاکہ لوگ ان کی عبادت میں غفلت نہ ہوں۔ اس مذکور کی مہال نہ ہوتی تھی کہ اندر آنے کی جرأت کر سکے، ایک دفعہ آپ اپنے عبادت کے حجرے میں مصروف تھے۔ ایسے وقت میں ان جنہیوں کا دیوار بھانڈ کر بغیر اجازت طلب کیے ہوئے اندر گھس آنا بڑا حیرت انگیز واقعہ تھا۔ آپ کو گھبراہٹ سی لاحق ہوئی وہ بھی اس چیز کو بھانپ گئے اور کہنے لگے ڈریئے نہیں ہم تو دو فریق ہیں اور اپنے مقصد کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ازراہ نوازش حق و انصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ فرما دیجیے اور ہم میں سے کسی پر بھی ظلم و زیادتی نہ ہو۔ جو فریق بھی ظلم و ممدان کی راہ پر گامزن ہے اسے عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت فرما دیجیے۔ لا تشبطنای لا تجوز۔

۲۵۔ اب وہ اپنا تنازعہ پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ شیفص میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ۹۹ دھنیاں ہیں اور دیگر پاس صرف ایک ہی دُنبی ہے۔ یہ مجھے کتنا ہے کہ یہ ایک دُنبی بھی مجھے دے دو۔ میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اس طرح میری دُنبیوں کی تعداد پوری تھوڑی ہو جانے لگی اور تو اس دُنبی کی حفاظت کے مجھٹ سے بھیوٹ جانے لگا۔

لے یہ حب بات کرتا ہے تو چھپاتا ہے اور سننے والوں محسوس کرتا ہے کہ یہ سچا ہے اور میری دادی کرنے کے بہانے اٹھانے
 ہی مجرم قرار دے دیا ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ اس رعب سے مجھ سے بات کرتا ہے کہ میں جواب دینے کی عزت بھی
 نہیں کر سکتا۔ اسی مخاطبہ آیا، محاجۃ بان جاء بهجاج لعاطق رذہ (معانی)

۲۷۔ آپ نے فریقین کی باتیں سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ یہ اس کی سراسر زیادتی ہے۔ یہ اتنا عریض ہے کہ ٹٹانوسے دُنیوں سے بھی اس کی چشم آزر سیر نہیں ہوتی، بجائے اس کے کہ اپنے بھائی کے پاس صرف ایک دُنی دیکھ کر اسے رحم آئے اور اسے دس بیس دُنیاں بچے پاس سے دیوے تاکہ اس کی حالت سنبھل جائے اور زوردارہ تعلقات کی لالچ بھی رو جائے، وہ اس کے پاس ایک دُنی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اُسے بھی چین لینا پاتا ہے یہ سراسر ظلم ہے، یہ صریح زیادتی ہے۔

۲۸ فرمایا اکثر جنتہ داندن کا یہی دستور ہے۔ بڑے جنتے والا اپنے سے کم جنتہ والے اور کمزور کو اس کی قلیل پُرنجی سے بھی محروم

الطَّلِحِثِ وَقَلِيلٌ تَاهُمُ وَظَنَ دَاوُدُ أَنَّهَا فِتْنَةٌ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَ

رہے اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں ۱۷ اور فرما خیال آگیا داؤد کو کہ ہم نے اُسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے

خَرَدَا كَعَاوَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَ

اپنے رب سے جو گھر گھر کرے میں تک اور دلی ہنس ۱۸ اسی طرف توجہ دے گئے پس ہم نے بخشدی انکی یہ تفسیر اور جب تک ان کیلئے ہمارے ہاں بڑا دیکھ

کر دیتا ہے ۱۹ البتہ وہ جنت دار جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوں اور نیک اعمال کے غور ہوں وہ اپنے دوسرے جنت داروں پر جبر نہیں کرتے
ان کا حق نہیں چھینتے، بلکہ حق و انصاف اور عزت و اخلاص کے تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرتے ہیں۔
۱۷ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے، انہیں انجیل پر گناہا سکتا ہے۔

۱۸ یہ فیصلہ سنانے کے بعد مٹا حضرت داؤد کو کوئی اپنی بات یاد آگئی اور یہ خیال کیا کہ یہ تو میری آزمائش کی جارہی ہے، فرما
معفرت طلب کرنے لگے اور سجدہ میں گر گئے۔ یہاں راکھ سے مراد ساجد ہے۔ اور راکھ سجدہ کے معنی میں اکثر استعمال ہوتا رہتا ہے
جیسے اس شعر میں ہے۔ س
فخر علی وجہہ راکھا

وَتَابَ إِلَى اللَّهِ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ (رفع المعانی)

یعنی وہ سجدہ کرتے ہوئے مُذ کے بل گر پڑا اور بارگاہِ والہی میں ہر گناہ سے توبہ کی۔ اس شعر میں راکھا کا معنی ساجد ہے
سجدہ کرنے والا۔

۱۹ بیشک داؤد کا مقام ہمارے نزدیک بہت بلند ہے اور ان کے پلٹ کر آنے کی جگہ بہت اعلیٰ و اعلیٰ ہے۔
آیات کی اس تشریح کے بعد اب ہم اس واقعہ کی تحقیق کرتے ہیں جس کی طرف ابتدا میں اشارہ کیا گیا ہے عنیاء القرآن
میں آپ مختلف مقامات پر پڑھ آئے ہیں کہ بنی اسرائیل اپنے انبیاء کرام پر فحش تمثیل لگانے میں کتنے بیجا تھے ایسی چیزیں جو
ایک نام شریف آدمی کی طرف بھی منسوب کرتے ہوئے انسان ہچکچاتا ہے۔ وہ بے دریغ اپنے ہیوں، اپنے محسنوں اور اپنے شاہرہ
کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ انہی خرافات میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے جو بائبل میں بڑی تفصیل سے مذکور ہے لگا کر لکھا گیا ہے
جی تو نہیں چاہتا کہ قانون کے ذوق کو مجروح کیا جائے، لیکن عرض حال کے لیے چند سطور بکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔
کتاب ۱۰ سونیبل باب ۱۱ میں مذکور ہے:

”اور شام کے وقت داؤد اپنے چنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹپٹنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک
عورت کو دیکھا جو نمازی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا مال دریافت
کیا اور کسی نے کہا کیا وہ اہل عام کی بیٹی بت سے نہیں جو جی اور پاد کی بیوی ہے اور داؤد نے لوگ بھیج کر اُسے بلالیا۔ وہ اس
کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی۔ پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت معاملہ ہو گئی۔ سو اس نے داؤد کے

پاس فخریجی کہ میں مائل ہوں۔ آیات ۲ تا ۵۔

اس سے آگے چل کر وہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد نے یزآب جو فوج کا کمانڈر تھا کو کھنکھ کر جب دشمن سے جنگ شروع ہو تو جتنی اور یہاں کو ایسی جگہ پر تعینات کیا جائے کہ اس کا قتل ہو جانا یقینی ہو۔ ملاحظہ ہو:

”صبح کو داؤد نے یزآب کے لیے ایک خط لکھا اور اسے اور یہاں کے ہاتھ بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اور یہاں کو گھوٹا میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے بہت جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جان بحق ہو اور یوں ہو کہ جب یزآب نے اس شہر کا ملاحظہ کر لیا تو اس نے اور یہاں کو ایسی جگہ رکھا جہاں وہ جاتا تھا کہ بہادر مرد ہیں اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یزآب سے لڑے اور وہاں داؤد کے غلاموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور جتنی اور یہاں بھی مر گیا۔“

کتاب ۲۔ سیمویل، باب ۱۱۔ آیت ۱۴ تا ۱۷

علماء یہود نے اپنی مقدس کتاب میں جو الزام حضرت داؤد پر لگایا۔ اس کو پھر یوں اچھا لاکر زبانِ مذہب میں ہو گیا جتنی کہ بعض مفسرین نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اس واقعہ کو من دھن ذکر کر دیا۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کے متعلق خوب تحقیق کی ہے اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”کہ یہاں ایک افسانہ بیان کیا جاتا ہے بعض لوگوں نے تو اس افسانہ کو ایسا رنگ دیا ہے کہ گناہِ کبیرہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر بندے کی طرف ہوتی ہے اور بعض نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ گناہِ خیرہ کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں: وَالَّذِي آذَنُ بِهِ وَأَذْهَبَ إِلَيْهِ أَنْ ذَلِكَ بَاطِلٌ، کہ میرا عقیدہ اور میری تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ سراسر باطل اور نفوس ہے۔ پھر اس کے بطلان پر کئی دلیلیں پیش کی ہیں فرماتے ہیں:

اگر ایسی حرکت فاسق ترین آدمی کی طرف بھی منسوب کی جائے تو وہ بھی اس کو برداشت نہیں کرے گا۔ اور جس بد بخت نے ایسی فحش بات اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف منسوب کی ہے اگر خود اس پر ایسا الزام لگایا جائے تو وہ اپنی کمینگی اور خباثت طبع کے باوجود اس کی پرزور تردید کرے گا۔ ان بہتان لگانے والے پر لعنت بھیجے گا۔ ایسا گناہِ ذمہ جرم جیسے ایک آدمی نے وجہ کا اتنی اپنے لیے پسند نہیں کرتا، ایک نبی کا دامن عصمت اس سے کب آلودہ ہو سکتا ہے۔ نیز اگر قصہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو حضرت داؤد پر دو سنگین جرم ثابت ہوں گے۔ ایک قتلِ بگینا (۲) فعلِ قبیح۔ قرآن میں یہ آیات اس لیے نازل کی گئیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دلجوئی ہو اور حضرت داؤد کے اسوۂ حسنہ کی پیش نظر رکھتے ہوئے وہ کفار کی دلزاری سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ اگر حضرت داؤد سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے ذکر سے اپنے محبوب کی دلجوئی نہ فرماتا، جو اپنی خواہش نفس کے سامنے بے بس ہے اور قتلِ بگینا کے ارتکاب کی جرأت کرتا ہے۔ نیز سابقہ آیات میں حضرت داؤد کو تین صفات عالیہ سے موصوف (رایا گیا ہے، عابد نا، ہمارا بندہ، خالایید (عبادت و طاعت میں بڑا طاقتور) اذاب۔ ہر وقت رجوع کرنے والا) صاحبِ فضل الخطاب وغیرہ۔ اگر آپ سے ایسی تذلیل حرکت سرزد ہوئی ہوتی تو آپ کو ان اوصافِ جمیلہ سے موصوف کرنے کا پھر کوئی مقصد نہ رہتا۔ اور آپ کو عندنا لزل لعل اور حسنِ عاقبت کی خوشخبری ہوگی

ندی جاتی۔ اس لیے آیات کا سیاق و سباق دونوں اس قصہ کی پُر زور تردید کرتے ہیں اور اسے سراپا نواز دے ہوئے قرار دیتے ہیں۔ (دیکھیں)

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:
 "من حدیثکم بحديث داود على ما يرويه القصاص جلد مائة وستين."
 ترجمہ: یعنی جو شخص حضرت داؤد کے متعلق ایسی بات کہے جس طرح قصہ گو کیا کرتے ہیں تو میں اسے ایک سو ساٹھ ذنوب لگاؤں گا۔

بعض حضرات نے ان آیات کا پس منظر اس طرح بیان کیا ہے کہ اس زمانے میں یہ دم رواج تھا اور اس میں کوئی جنت محسوس نہیں کی جاتی تھی کہ اگر کسی کی منکوحہ کی طرف کسی کامیون ہو جاتا تو وہ اس سے کہتا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تاکہ میں اس کے ساتھ نکاح کروں! چنانچہ ہا اوقات وہ شخص اپنے دوست کی یہ درخواست قبول کر لیتا اور وہ آدمی مدت گزرنے کے بعد اس عورت کے ساتھ نکاح کر لیتا۔ لیکن نبی کی شان بڑی اونچی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات پر تنبیہ فرمادی۔
 امام ابو بکر مہاشم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ابھی اس عورت کی شادی اور یاہ کے ساتھ نہیں ہوئی تھی صرف منگنی طے پائی تھی اور حضرت داؤد نے اس عورت کے گھر والوں سے اس کا رشتہ طلب کیا اور انہوں نے وہ رشتہ دے دیا۔ لیکن یہ ساری باتیں قیاس آرائیوں کے بغیر اللہ کہہ نہیں۔

ان تمام ترجیحات کے بعد علامہ رازی فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ آیات میں مذکورہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جائے کہ
 ننگاہِ کبیرہ کی نسبت آپ کی طرف ثابت ہوا اور ننگاہِ صغیرہ کی بلکہ آپ کی مدح و ثنا کا پہلو بچلے بنی اسرائیل میں ایک گردہ آپ کا خلاف ہو گیا تھا اور انہوں نے آپ کے قتل کرنے کی تدبیریں سوچنا شروع کر دی تھیں۔ آپ ہر تیسرے دن غلوت نشین ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس موقع کو نصیبت جانا اور دیوارِ پچاند کر اندر آگئے تاکہ تنہائی میں آپ کا کام تمام کر دیں اور پہرے داؤد کو بھی اس کا پتہ نہ ملے۔ جب وہ آپ کے مجرہ میں پہنچے تو وہاں بہت سے آدمی موجود تھے جن کی وجہ سے وہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکے اور اپنے آنے کی ایک جھوٹی اور من گھڑت وجہ بیان کر دی کہ ہم تو آپ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے، دورانہ بند پایا۔ پہرہ داؤد نے اندر آنے کی اجازت نہ دی اس لیے مجبوراً ہم دیوار کو پچاند کر اندر آگئے۔ آپ ان کی بدینتی پر آگاہ ہو گئے پہلے تو آپ کو بڑا غصہ آیا اور ان سے انتقام لینے کا ارادہ کیا، لیکن بعد میں عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے انہیں معاف کر دیا اور استغفار اس لیے مانگی کہ ان کے دل میں اپنی ذات کے متعلق انتقام لینے کا خیال ہی پیدا کیوں ہوا۔ علامہ رازی آخر میں فرماتے ہیں: وکان قولنا اولیٰ هذا ما عندنا فی هذا الباب۔ واللہ اعلم باسرار کلامہ۔ (دیکھیں) یعنی ہماری یہ ترجیح سب اقوال سے بہتر ہے اور اس ضمن میں ہماری یہی تحقیق ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے اسرار و رموز کو بہتر جانتا ہے۔
 علامہ البرحان اندلسی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں اپنی تحقیق کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ بھی مسدقہ ناظرین ہے۔

”ہماری تحقیق یہ ہے کہ دیوار کو بچانہ کر محراب میں آنے والے انسان تھے۔ وہ ایسے راستے سے داخل ہوئے تھے، جو داخل ہونے کا راستہ نہ تھا۔ اور ایسے وقت آئے تھے جو آپ کی عدالت کا وقت نہ تھا۔ آپ کو اندیشہ ہو کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں لیکن جب واضح ہو گیا کہ یہ دونوں تو کسی مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے تو حضرت دافد کو پتہ چل گیا کہ یہ سارا واقعہ یعنی ان لوگوں کا بے وقت آمد ممکن اور غیر معروف راہ سے آنا اور آپ کا ان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ قتل کے ارادہ سے آئے ہیں اور اس وجہ سے آپ کا گھبراہٹا ہوا یہ سب آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے آڑنا چاہا ہے اور ان کے بارے میں ان کا سوچنا کہ آپ کی شانِ نبوت سے فرد ہے۔ اس لیے آپ مغفرت طلب کرنے لگے۔ آخر میں ملازم مذکور رکھتے ہیں۔

وَلَعَلَّكُمْ قَطْعًا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مُعْصِرُونَ مِنَ الْخَطَايَا لَا يَكُونُ وَقْعُهُمْ فِي شَيْءٍ مِنْهَا مُتْرَكًا
أَنَا لَوْ جُوزَ مَا عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ بَعْدَ تِلْكَ الشَّرَائِعِ وَلَعَلَّ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُونَ أَنَّهُ وَحْيٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى
فَمَا حَكِيَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ مِنْ عَمَلٍ مَا أَرَادَهُ اللَّهُ وَمَا حَكِيَ الْقَصَاصُ مِنْ مَعَانِيهِ نَقَصَ لِنَسَبِ الرِّسَالَةِ طَرَحًا
وَمَنْ حَكَمَ قَالِ الشَّاعِرُ
وَنُؤْمِرُ حَكْمَ الْعَقْلِ فِي كُلِّ شَبْهَةٍ إِذَا أَشْرَأَ خَبَارُ جَلَدٍ مِنْ نَقَاصٍ

یعنی جہانِ نبوت یقین ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ اور خطا سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے ایسا امر قطعاً سرزد نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو شرعی احکام پر اعتماد باقی نہ رہتا اور انبیاء کے فرمودات سے اعتبار رائے جاتا تو قصہ گو لوگوں نے منصبِ نبوت کے منافی حکمائیاں گھڑ لی ہیں۔ ہم ان کو ردی کی لڑکری میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ ہمارا مسلک تو وہ ہے جو شاعر نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ کہتا ہے:

”جس بارے میں شک و شبہ ہو وہاں ہم قتل کا فیصلہ مانتے ہیں جبکہ مقدمہ گروں کے ہم نشین حکامین اور کما نیوں کو ترہیح دیتے ہیں۔“

شیخ اکبر حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں خوب لکھا ہے:
واعظوں کو چاہیے کہ وہ اپنے وعظوں میں غلط فہمی اور مجھولی کمانیاں بیان نہ کیا کریں جنہو علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بندہ جب مجبوث بولتا ہے تو اس کی بد بول کے باعث فرشتے اس سے تیس میل دور بھاگ جاتے ہیں اور اس آدمی کو بہت برا جانتے ہیں۔ جب داعظ یہ جانتا ہے کہ فرشتے مجلس وعظ میں حاضر ہوتے ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ سچی بولنے کی پوری کوشش کرے۔
پھر فرماتے ہیں:

وَلَا يَتَعَرَّضُ لِمَا ذَكَرَهُ الْمُؤَرِّخُونَ عَنِ الْيَهُودِ مِنْ زَلَّاتٍ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَاجْتِبَاهُمْ
وَيَجْعَلُ ذَلِكَ تَقْصِيرًا لِكِتَابِ اللَّهِ - (قرمات مکتبہ، جلد دوم، صفحہ ۲۵۹، مطبوعہ مصر)

حُسْنُ مَا بِيَدَاوُدَ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ

اور خوبصورت انجام ہے۔ اسے داؤد ہم نے مقرر کیا ہے آپ کو اپنا، نائب زمین میں جسے پس فیصلہ کیا کروں

واعظ پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے کلیتہً اجتناب کرے جو مؤرخین نے بلا تحقیق یہودیوں سے نقل کی ہیں جن میں من مقدس ہستیوں کی انجوشوں کا بیان ہوتا ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے ثناء و توصیف فرمائی ہے اور انہیں دوسرے لوگوں سے بچن لیا ہے اور پھر ان لوریات کے بارے میں کہے کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا ہے۔

امید ہے ان سطور کے مطالعہ سے حقیقت حال واضح ہو گئی ہوگی۔ اور قارئین کے ذہن سے وہ بوجھ اتر گیا ہوگا، جو داستان سرانی کہنے والے لوگوں کی قریح بخشنے اور تقریر سننے کے بعد ہر سلیم الطبع انسان محسوس کرنے لگتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بما سرار حکتابہ وجیبہ الاکرم احرف بحقائق آیات ربہ۔

۳۲ حضرت داؤد علیہ السلام کو بتایا جا رہا ہے کہ تم کسی شاہی خاندان کے فرد نہیں ہو کہ تمہیں یہ حکومت اور محنت و رشتہ میں ملا ہو۔ تم ایک غیر معروف چوراہے تھے۔ ہم نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے لیے یہ راہ ہموار کی اور اپنی مہربانی سے بنی اسرائیل کا مہاراجہ بنا دیا اور وسیع و عریض سلطنت مرحمت فرمادی اور مسند خلافت پر بٹھکن کر دیا۔ اس احسان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فیصلہ مدلل و انصاف کے مطابق کرو اور اپنی پسند و ناپسند کو اپنے فیصلوں پر کسی طرح اثر انداز نہ ہونے دو۔ اگر تم نے خواہش نفس پر انصاف کو قربان کیا تو یا رکھنا اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹک جاؤ گے۔ اس کی توفیق کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ اور جو شخص راہ حق سے ہٹک جائے وہ اللہ تعالیٰ کے سخت مذاپ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

علامہ شہداء الشہبانی تہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ضمن میں منہیہ تحریر فرمایا ہے جو پیش خدمت ہے،
ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات طلحہ، زبیر، کعب اور سلمان رضی اللہ عنہم سے پوچھا: ما الخلیفۃ من الملك؟
یعنی خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے۔ حضرات طلحہ اور زبیر نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ حضرت سلمان نے عرض کیا: الخلیفۃ الذی یعدل فی الرعیۃ ویقسم بینہم بالسویۃ ویشفق علیہم شفقتہ الرجل علی اہلہ ویقضى بکتاہ اللہ۔
یعنی خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں مدلل کرے۔ ان میں مال مساوی طور پر تقسیم کرتا ہے اور وہ اپنی رعایا پر یوں مہربان اور شفیق ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر شفیق ہوتا ہے اور اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔
سلمان بن عروہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت فاروقؓ نے حاضرین سے دریافت کیا ہے ما ذری الخلیفۃ انا ام ملک؟ میں نہیں جانتا میں کیا ہوں۔ خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔

ایک شخص کہنے لگا اے امیر المؤمنین دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کیا فرق ہے؟ قل الخلیفۃ لا یأخذ الاحقا ولا یضیعہ الا فی حق وانت بحمد اللہ کذلک والملك لیسف الناس فیأخذ من ہذا ولعلی ہذا فسکت عمر۔
اس نے کہا خلیفہ وہ ہے جو نیتاً ہی قریح و انصاف سے اور خیریت کرتا ہے تو صحیح جگہ پر اور اللہ کے فضل و کرم سے آپ ایسا

النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ

کے درمیان انصاف کے ساتھ اور نہ پیروی کیا کرو ہوئے نفس کی دو ہکا دسے گی تمہیں راہ خدا سے ۔ بیک

الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ

جو لوگ بھٹک جاتے ہیں راہ خدا سے ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے بھلا دیا تھا

الْحِسَابِ ۚ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا ذِكْرُ

یوم حساب کو ۳۳ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ ۳۴ یہ تو کفار کا

ہی کیا کرتے ہیں اور بادشاہ وہ ہوتا ہے جو لوگوں پر جو دہم کرتا ہے اس سے قیاس کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت طاہر
خاموش ہو گئے۔ (عاشیہ تفسیر مظہری)

سربراہ مملکت کے لیے اسلام نے بادشاہ، سلطان، چیرمین وغیرہ کلمات پسند نہیں کیے کیونکہ ان میں خود سری اور انایت کی
گواہی ہے بلکہ خلیفہ کا لفظ تو یہ کیا ہے جس کا معنی خود سر اور مختار کا نہیں بلکہ نائب اور قائم مقام ہے۔ یہ لفظ ہی بتا رہا ہے کہ مملکت
کا سربراہ اپنے رب کا نائب ہے اور نائب کا کام اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور اس کے ارشادات کے مطابق اس کے
دیے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنا ہے۔ یہ وہ فرق ہے جو دنیا کے دیگر نظاموں اور اسلام کے نظام سیاست میں بنیادی امتیاز ہے۔
۳۳ قرآن کریم نے یہاں خلیفہ کی ذمہ داریوں کو بڑے مؤثر پیرائے میں بیان کر دیا کہ اس کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ
عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے فیصلہ کرتے وقت کوئی خارجی چیز سنارشی، رشوت، کوئی طبع، کوئی خوف حتیٰ کہ اپنے ذاتی مفاد
کو بھی اس پر اثر انداز نہ ہونے دے۔ جو حاکم ایسا نہیں کرتا، گویا اس نے روزِ جزا کو فراموش کر دیا، قیامت کے دن پر اس کا ایمان نہ
رہا۔ زبان سے وہ ہرگز دعویٰ کرے کہ وہ وقوعِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے لیکن اگر وہ فیصلہ کرتے وقت میزانِ عدل کو برابر نہیں رکھتا
تو اس کو یہ دعویٰ کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں اور جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے یا اسے فراموش کر دیتے ہیں ان کے لیے عذابِ شدید ہے۔
اللَّهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَضَلَّ عَنْ سَبِيْلِكَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْمَحْشَرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔

۳۴ کفار اور ملحد لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں یہی دنیوی زندگی ہے، اس میں خوب عیش و عشرت کر لو۔ خوب مزے اڑاؤ دولت
کماؤ جتنی کما سکتے ہو۔ حلال و حرام کے پتھر میں نہ پڑو۔ یہ تو ظنوں کی من گھڑت باتیں ہیں، جاہ و منصب حاصل کرنے کے لیے کسی کی حق تلفی
ہوتی ہے تو ہونے دو، کمزور و غریب کی ضرورت پڑے تو ہرگز نہ گھبراؤ۔ قیامت کس نے دیکھی ہے۔ ہزار ہا سال سے یہ مصری رنگ قیامت
کی دھمکیاں دیتے چلے آ رہے ہیں، ان کی باتوں میں اگر اپنی زندگی کا لطف برباد نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس مغالطہ کا رد فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری باتیں درست ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو کہ زمین و آسمان کا یہ سارا

الَّذِينَ كَفَرُوا قَوْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۚ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ

کفر کرنے والے ہیں بربادی ہے کفار کے لیے آگ (کے مذاب) سے۔ کیا ہم بنادیں گے انہیں جو

أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ

ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان لوگوں کی مانند جو فساد پر پکڑتے ہیں زمین میں۔ یا ہم بنادیں گے پرہیزگاروں کو

كَالْفُجَّارِ ۚ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرُوا أُولُوا

فاجروں کی طرح۔ یہ کتاب ہے جو ہم نے آدمی سے آپ کی طرف بڑی بابرکت آواز میں برکریں اس کی آیتوں میں اور تاکہ

الْأَلْبَابِ ۚ وَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۚ إِذْ

طہیت پڑیں قلندر۔ اور ہم نے عطا فرمایا داؤد کو سلیمان (جیسا فرزند) ۵۳۔ بڑی نعمتیں والے بندہ بہت رجوع کرنے والا جب

عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِئَاتُ الْجِيَادُ ۚ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ

پیش کیے گئے آپ پر سپر کو تین پاؤں پر کھڑے ہونے والے تیز رفتار گھوڑے ۵۴۔ تو آپ نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت

نظام جہت اور بے مقصد ہے۔ ایک نیکو کار یمن اور ایک مفسد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ مثلاً اور پرہیزگار اور فاسق و فاجر سب
کیاں ہیں یمن لو! اس کائنات کے خالق ہم ہیں اور ہم نے کوئی چیز بھی جہت اور بے مقصد پیدا نہیں کی۔ ہم علیم بھی ہیں حکیم بھی۔ ہمارا
کوئی کام محنت سے خالی نہیں۔ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ اس صفہ شفی اور پرہیزگار ہمارے علامات سے بالہ مال ہو گئے
اور فاسق و فاجر ذلیل و رسوا ہوں گے۔ حق کا بول بالا ہو گا اور ہر قسم کی غلط فہمیاں فصد ہو جائیں گی۔

۵۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر جو بے انداز انعامات فرمائے گئے تھے۔ ان کے ذکر کے بعد اب ایک خصوصی لطف و کرم کا
بیان ہو رہا ہے۔ وہ یہ کہ آپ کو حضرت سلیمان جیسا باکمال، بلند اقبال فرزند عطا فرمایا جسے بارگاہ رب ذوالجلال سے نعم العبد
اور اواب کے معزز القاب انسانی ہوئے۔

۵۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت و کمال کا ایک پہلو اس آیت میں ذکر کیا جا رہا ہے پہلا اس آیت کے شکل انداز
کی تشریح کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کا مطلب اور اس بارے میں مفسرین کے اقوال پیش کیے جائیں گے۔

ظہر سے لے کر طلوع صبح تک کے وقت کو "عشائی" کہتے ہیں۔ الصافئات، اس کا واحد الصافہ وہ گھوڑا جو تین
قدموں پر کھڑا ہوتا ہے اور چوتھے قدم کے سیم کا کنارہ زمین پر ٹیکتا ہے۔ وہی من الصفات المحمودة من الخیل، آگھوڑے

کی خوبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ چیا د ج جواد کی اتیزرقار۔ برق نما گھوڑا و هو الذی یسرع فی جریہ، اتوارت: پیپ جانا، او جمل ہو جانا۔ محاب: پردہ۔ شوق ج مساق کی: پٹلی، اختناق ج عنق: گردن۔
اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان کے سامنے آپ کے شاہی اصطلیل کے گھوڑے پیش کیے جانے لگے۔ آپ بیٹھے ہوئے ان کو ملاحظہ فرماتے رہے اور اس طرح کو جو گئے کہ سو سو گھوڑے دو ب گیا۔ عصر کی نماز یا اس وقت کا مقررہ وظیفہ فوت ہو گیا جب تاہم کی چھاگنی تو آپ کو خبر ہوئی کہ میں گھوڑوں کے دیکھنے میں یوں مگرا ہوا کہ عبادت سے غفلت ہو گئی۔ گھوڑے جو اس غفلت کا باعث بنے تھے انہیں پھر واپس بلوایا اور تلوار سے ان کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ میں نے تزیج دی ہے مال کی محبت کو اپنے رب کے ذکر پر۔ تلوارت کی ضمیر کام جمع سو سو ہو گا۔ محاب سے مراد اتق مغرب، طفق مسحا کا مفہوم تلوار پھیرنا یعنی تلوار سے کاٹتے چلے جانا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تاویل کو سخت ناپسند کیا ہے اور ان لوگوں پر اپنی انتہائی برہمی کا اظہار کیا ہے جنہوں نے آیت کی یہ تاویل کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اپنے والد ماجد حضرت داؤد کے بعد آپ مسند خلافت پر بیٹھنے کا شمار سے جہاد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا۔ اس لیے آپ کو گھوڑوں سے بڑی محبت تھی جن پر سوار ہو کر مجاہدین و دشمنان دین سے جنگ لڑ کرتے تھے۔ آپ گلے کا ہے جہاد کے لیے تیار کیے جانے والے گھوڑوں کا خود معائنہ فرماتے۔ ایک روز آپ نے شاہی اصطلیل کے داروغوں کو گھوڑے پیش کرنے کا حکم دیا۔ یکے بعد دیگرے گھوڑے آپ کے سامنے سے گزرتے رہے۔ آپ ان کو صحت مند اور چاق و چوبند دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فرماتے: ائی احببت خب الخیر عن ذکر وہی کہ مجھے ان گھوڑوں سے محض اس لیے محبت اور پیار ہے کہ یہ راو خدا میں جہاد کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان کی وجہ سے دین کو شوکت حاصل ہوتی ہے۔ میں ان سے اس لیے ہرگز محبت نہیں کرتا کہ یہ خواہمورت میں یا بہت قیمتی ہیں۔ میری ان سے یہ محبت محض شنائے الہی کے لیے ہے۔ آپ کے سامنے سے گھوڑوں کے گزرنے کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ سب گھوڑے آپ کے ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنے تختوں پر پہنچ گئے۔ آپ نے پھر حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو میرے سامنے دوبارہ پیش کرو۔ اب جب گھوڑے پیش ہوئے شروع ہوئے تو آپ ہر گھوڑے کی گردن پر بھی پیار سے ہاتھ پھیرتے اور اس کی پنڈلیوں کو بھی ٹٹولتے۔ اس سے گھوڑوں کے ساتھ آپ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز کیونکہ گھوڑوں کی بیماریوں کے بھی آپ ماہر تھے۔ ناگھیں ٹٹولتے ہوئے یہ بھی خیال رکھتے کہ کسی گھوڑے میں کوئی نقص تو نہیں۔ نیز خلیفہ وقت ہو کر خود یہ کام کرنا آپ کی غفلت اور فرض شناسی پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ائمہ جہان بانی انہوں سے ترکوں کے سپرد ہی نہیں کر دیتے تھے بلکہ خود ہر چیز پر توجہ کرتے تھے۔

امام رازی اپنی اس توجیہ کی صحت ثابت کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ یہاں حضرت سلیمان کا ذکر عنو علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دینے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں آپ کے فضائل و کمالات کا ذکر کیا جائے تاکہ حضور کو اطمینان حاصل ہو اور اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہو اگر اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جائے کہ آپ ذرا سی بات پر غفلت کا شکار ہو گئے اور فریضہ عبادت کو ترک کر بیٹھے پھر سینکڑوں میل گھوڑوں کو مار ڈالا تو اس سے وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے جس کے لیے

الْخَيْرُ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۖ رُدُّوهُمَا عَلَيَّ فَطَفِقَ

پسند آن ہے اپنے رب کی یاد کے لیے دھڑانیں ملانے کا حکم دیا، یہاں تک کہ پیچ گئے پرہ کے نیچے مگر یاد اس لادانیں کے پس

مَسْعًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۖ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ ۖ وَالْقَيْنَا عَلَى

تو ہاتھ پھیرنے لگے ان کی پندلیوں اور گردنوں پر۔ اور ہم نے فتنہ میں ڈالا سلیمان: (علیہ السلام) کہ اور ڈال دیا ان کے

كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۖ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا

تخت پر ایک بے جان جسم ۛ پھر وہ (بھاری طرف) متوجہ ہوئے۔ عرض کی میرے رب! مجھے معاف فرما اور عطا فرما مجھے

یہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

جن لوگوں نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے، انہوں نے لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ سے استدلال کیا ہے کہ فتنہ میں مبتلا کرنے کا یہی مطلب ہے کہ ان سے کوئی فرد گزاشت سرزد ہوگئی جس کی وجہ سے وہ آزمائش میں مبتلا کر دیے گئے شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس تکلف کی قطعاً ضرورت نہیں آزمائش اتنی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ان گھوڑوں سے کیوں محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کے لیے یا اس لیے کہ گھوڑے بڑے قیمتی اور خوبصورت ہیں۔ آپ نے فرمادیا، اِنِ احببت الیہ یعنی میں گھوڑوں سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند ہوگا۔ مجاہدان پر سوار ہو کر اعلان کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے جہاد کریں گے۔ حق کو فتنہ ہوگا اور حق کا پرچم اونچا اٹھنے کا۔

۳۷۔ یہاں بھی علماء یہود اور تاریخی بنی اسرائیل کی سند سے ایسی چیزیں نقل کر دی گئی ہیں جن کی تردید کرنے کی نیت سے بھی نقل کرنا طبع سلیم کو گوارا نہیں۔ جن لوگوں کو شانِ نبوت اور مقامِ سلیمانی کا ادنیٰ سا بھی علم ہے وہ ان خرافات کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ علامہ ابن حبان کہتے ہیں: اِنَّ هَذِهِ الْمَقَالَةَ مِنْ اَوْضَاعِ الْيَهُودِ وَزِنَادَةِ السُّوْطَانِيَةِ دُخْرِ بِرِوَايَةِ يَهُودٍ اور زندیقوں کی وضع کردہ ہے۔ علامہ ابن کثیر، امام رازی، علامہ آوسی اور دیگر محققین شیعہ مدعی ہیں کہ تفسیر اور تردید کی ہے۔ ان آیات کی توجیہ بیان کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں کہ آپ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ بیماری اتنی شدید اور اس کا عرصہ اتنا طویل تھا کہ آپ کا کمریل جسم بڑیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا۔ وہ عظیم شامی تخت جس پر آپ جب بیٹھتے تھے تو آپ کے رُعب و جہل کی وجہ سے حق و انس پر لڑنے طاری ہو جاتا تھا اب منصف اور نقابت کے باعث جسم بہت لاغر ہو گیا تھا تخت پر جب تشریف رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایک بے زور اور بے جان جسم ہے جو کسی نے اٹھا کر گرسی پر ڈال دیا ہے۔ آپ نے بالکل ایسی میں بٹھے عجز و نیاز سے اپنی صحت کے لیے دوا کی جو قبول ہوئی۔ آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور جہان نانی کے فرائض پہلے کی طرح بڑی شان و شوکت سے انجام دینے لگے۔

يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۸﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ

ایسی حکومت جو کسی کو میرے بعد نہ ہو سکتی تھی بلکہ عطا کرنے والی ہے۔ پس ہم نے جو آواز دیا

تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُحَاءُ حَيْثُ أَصَابَ ﴿۳۹﴾ وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَائِهِ

بنادیا۔ جتنی بھی آپ کے حسب حکم آرام سے شکہ چڑھ رہا ہے۔ اور سب دیوبھی ماتحت کر دیے گئے ہمارے اور

غَوَاصٍ ﴿۴۰﴾ وَالْآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۱﴾ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ

کوئی غوطہ خور۔ اور ان کے علاوہ جو سرکش تھے، باندھ دیے گئے زنجیروں میں۔ (اے سلیمان!) یہ ہماری عطا ہے

۳۸ پہلے مغرب کے لیے التجا کی۔ اس کے بعد ملک و حکومت پہنچے جانے کا سوال کیا۔ ہر شخص کا سوال اپنے ظرف کے مطابق

ہوا کرتا ہے نیز جس سے سوال کر رہا ہے اس کی قدرت و اختیار اور جو عطا کر بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یہاں مانگنے والے حضرت

سلیمان ہیں اور جس سے مانگ رہے ہیں وہ رب العالمین ہے۔ وہ اکرم الاکرامین ہے۔ اس سے بڑا صاحب قدرت و اختیار

بھی کوئی نہیں اور اس جیسا کہ بھی کوئی نہیں۔ حضرت طاہر پانی پتی فرماتے ہیں کہ اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حضرت

سلیمان کا مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑا ہے۔ حضور نے اپنی مرضی سے نبی ملک (بادشاہ نبی) بننے کے بجائے نبی عبد بنا

پند فرمایا۔ وکان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نافذاً الحکم علی الجن والانس۔

۳۹ ثَمَّ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَخْلُقَ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ مَا قَدْ قَدَّمَ

یعنی حضور کریم کا حکم ہر جن و انس پر نافذ ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ کہتے ہیں کہ حضور جب درختوں کو اشارہ کرتے ہیں تو وہ سجدہ

کرتے ہوئے قدموں کے بغیر اپنے تن کے سارے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور یہی حال غلامِ راشدین کا تھا جنہوں نے

خلافت اور فقر و فاقہ کو جمع کیا اور تمام فضائل کے جامع بنے۔ مظہری، صاحب روح البیان نے یہاں بڑی پیاری رباعی کہی۔

دیر بزمِ اقصام تو سیارہ ہفت جام و در طبعِ ذال تو اسدِ لاک نہ طبع

ہر غلبہ کمال بنام تو شد ازل کس تا ابد ز لوحِ حق خواندہ اس سبق اروح البیان

۴۰ ۳۹ ترجمہ کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ تیسرے دستِ سخا کو کوئی روکنے والا نہیں جو ذاتِ پاک بخشش اور سخاوت

میں وہاب کی صفت سے موصوف ہو وہ اپنے محبوب بندوں کے دامنِ طلب کو چن لانا ال نعمتوں سے بھرتا ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے

نیکہ کرہ ہوئی کو آپ کے زیر فرمان کر دیا۔ ہواؤں کی رفتار آپ کے اختیار میں دے دی شیطانوں کو آپ کا ماتحت کر دیا۔ ان

میں سے کئی فنِ تعمیر میں مدد ملتی رکھتے تھے اور کئی سمندروں کی گہرائیوں میں غوطہ لگا کر طرح طرح کے قیمتی موتی نکالنے کے فن میں ماہر

تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو آپ کے حکم کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ آپ کے اذن کے بغیر نہ وہ کہیں جاسکتے اور نہ کچھ کر سکتے۔

اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَّآبٍ ۝

کسی کو بخش کر احسان کر رہا ہے اپنے پاس رکھنا تم سے کوئی باز پرس نہ ہوگی اور جگہ تک نہیں بہکے گا بڑا قرب حاصل ہے اور خوبصورت انجام ملے گا

۴۱۔ یہ نعمتیں عطا فرمانے کے بعد ہر چیز کو اپنی مرضی سے خرچ کرنے نہ کرنے کا اختیار بھی دے دیا۔ بغیر حساب کہہ کر اس قدر کہ بھی دیکر دیا کہ تم جس طرح چاہو استعمال کرو۔ تم سے اس کے بارے میں باز پرس تک نہ کی جائے گی۔ فاعطینا من شئت اور امسک من شئت بغیر حساب ای غیر محاسب علی غایتہ وامساکم لتتولین التصرف فیہ الیک۔ یعنی جس کو چاہیں آپ دیں اور جس کو چاہیں آپ نہ دیں۔ آپ سے اس معاملہ میں کوئی باز پرس نہ ہوگی کیونکہ ان میں تصرف کرنے کا اختیار آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ (منکھری)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: انه مفروض الیہ تفویضا کھینا۔ کہ یہ نعمتیں کلی طور پر ان کے حوالے کر دی گئی ہیں۔ (روح معانی) صاحب روح البیان کہتے ہیں۔ هذا عطاؤنا یشیر الی ان لا نبیاء بتا ید الفیض الالہی ولایۃ افاضۃ الفیض عن من ہوا ہلہ عند استفاضتہ ولہذا امساک الفیض عند عدم الاستفاضۃ من غیر اہلہ (روح البیان) ترجمہ: قرآن کریم کے یہ الفاظ عطا عطاءنا اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انبیاء کرام کو فیض خداوندی کی تائید سے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس طالب فیض پر جتنا چاہیں لطف و کرم فرما سکتے ہیں اور اپنے فیضان کرم سے اسے نامال کر سکتے ہیں اور جو نا اہل ہو اس کو فیضان سے محروم کر سکتے ہیں۔

علامہ عثمان یہاں رقمطراز ہیں:

”یعنی کسی کو بخش دو یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا موازنہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شامی کہتے ہیں کہ یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیاوی اور مختار کر دیا حساب سمات کر کے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت لڑکے بنا کر۔ حاشیہ عثمان۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ کرم ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جو برہمدی نعمتیں اور طرح طرح کے بیشمار خزانے عطا فرمائے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیا حضور مختار نہیں ہوں گے یہ کہنا بڑی جرات ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان رفیع گھٹانے کے لیے اور خدا داد اختیارات کا انکار کرنے کے جوش میں واضح آیات سے بھی انحصار کر لیا جاتا ہے اور آنکھیں نہ کر لی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو رباطنی سے پہلے۔

۴۲۔ صرف یہ ملک و سلطنت اور ان میں ہر طرح کے تصرف کے اختیارات دینے پر ہی بس نہیں۔ بلکہ یہ مزد بھی سنایا کہ انہیں ہماری بارگاہ عزت میں بڑا قرب حاصل ہے اور انہیں حسن مآب کی خوشخبری بھی دے دی۔ یعنی ان کا انجام بھی بہت اچھا ہو گا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو حسن انجام کی بشارت سے نوازا گیا تو جو لوگ یہ کہتے ہوئے نہیں شربتاتے کہ حضور خیر کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کو اپنے انجام کے بارے میں خبر نہ تھی۔ ان کے متعلق آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔

وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا لِّأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصِيبٍ

اور یاد فرمائیے ہمارے بندے ایوب کو کہ جب انہوں نے ہمارا اپنے رب کو الٰہی پہنچائی ہے مجھے شیطان نے بہت تکلیف

وَعَذَابٍ ۚ أَزْكَضُ بِرَجُلِكَ هَذَا مَغْتَاسِلٌ يَّارِدٌ وَشَرَابٌ ۚ وَ

اور دکھ کہ (مکرم ہوا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو۔ یہ نہلنے کے لیے ٹنڈا پانی ہے اور پینے کے لیے شے اور

وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَىٰ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

ہم نے عطا فرمایا انہیں ان کا اہل و عیال اور ان کی مانند اور ان کے ساتھ بطور رحمت اپنی جناب اور بطور نصیحت اہل عمل کے لیے کہ

۳۳ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو سلطنت، خزانے، غلامی اور باطنی نعمتیں اور وسیع اختیارات دے کر آیا گیا تھا اب اپنے اس بندے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جسے تکلیف و مصائب نے گھیر لیا۔ ان کا سارا جسم پھوڑوں سے بھر گیا سب سے بچیاں عام شباب میں تھیں اہل بن گئے بکیت اور بات برباد ہو گئے۔ اپنی نے آنکھیں پھیریں بغرضیکہ ہر قسم کے رنج و آلام کی انتہا ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود اپنے رب سے جگہ سے اور نہ کسی سے کوئی شکایت۔ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور غم و اندوہ کے بندہ میں اپنی زندگی کا سفینہ لیے جا رہے ہیں۔ آپ کی اسی ادا نے رحمت خداوندی کو اپنی طرف مائل کر دیا۔ کس محبت بھری انداز سے ان کے ذکر کا آغاز ہو رہا ہے۔ اذکر عبدنا ایوب، اسے میرے محبوب! ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو۔ اہل محبت حسن ازل کی ایسی ہی ایک نکاح و نطف کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں اور لٹا کر پھر ٹھہرے نہیں سماتے۔

۳۴ اگرچہ تکلیف اور مرست، مرض اور صحت سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ابھی چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور تکلیف وہ امور کی نسبت اپنی طرف یا شیطان کی طرف کی جائے۔ حضرت خلیل نے بھی تو اسی طرح عرض کی تھی۔ واذا مرضت فهو یشتہن کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا بخشتا ہے۔ نصب و شقت اور تکلیف اس سے مراد جسمانی بیماریاں۔ مذاب سے مراد دل میں شیطان کی دوسوہ اندازی۔

۳۵ زور سے زمین پر پاؤں مارنے کو رکض کہتے ہیں۔ حکم خداوندی کے مطابق آپ نے زمین پر پاؤں مارا، قدرت الٰہی سے چشمہ جاری ہو گیا۔ یہاں عبارت میں حذف ہے۔ فرکض فنبعت عین ماء، اس پانی سے غسل کیا تو جسم کی ساری بیماریاں ڈر ہو گئیں پھر اسے پیا تو اندک کے سامنے روگ ختم ہو گئے۔

۳۶ اجڑے ٹہرے چمن میں پھر بہار آگئی۔ وہ گھر جہاں اُدھسی اور افسردگی مچاں رہی تھی وہاں پھر چل پھل ہونے لگی۔ بچے، بچیاں، عزیز رشتہ دار، نیاز مند سب کا ایک میلہ سا لگ گیا۔ باغوں میں پھل اور کھیتوں میں فصلیں لہلہانے لگیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ رونق پہلے سے بھی دوچند ہے۔ یہ سب ہماری خصوصی رحمت کی جلوہ نمائی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ سمجھدار لوگ اس سے عبرت پکڑیں

وَحُذِرْ بِيَدِكَ ضَعْفًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ إِنَّكَ وَجَدْنَاهُ صَابِرًا

اور دھکم ملا، پھڑ لو اپنے ہاتھ سے ٹکروں کا ایک ٹخا اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو لگنے جیسے ہم نے پایا انہیں صبر کرنے والا

نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۱۹۰ وَادْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَأَسْحَقَ وَيَعْقُوبَ

بڑا خوبوں والا بندہ بہر وقت ہماری طرف متوجہ رہے اور یاد فرماؤ ہم سے (قبول، بندوں ابراہیم، اسحق اور یعقوب کو

أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ۱۹۱) إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۱۹۲

بڑی قوتوں والے اور روشن دل تھے ۱۹۰ ہم نے مختص کیا تھا انہیں ایک خاص چیز سے اور وہ دیر آخرت کی یاد دہانی تھی

اور اگر وقتی طور پر کوئی تکلیف آجی جائے تو ہماری رحمت سے مایوس نہ ہوں جس طرح ہم نے یقیناً علیہ السلام پر کرم فرمایا اور میں کی زندگی کے آخر کو طویل ساری کی کے بعد پھر خوشیوں، مسترتوں اور راحتوں کی روشنی سے منور کر دیا اسی طرح ہم تمہارے ساتھ بھی مہربانی کا سلوک کریں گے۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کے متعلق منیاء القرآن جلد دوم۔ سورۃ الانبیاء: آیات ۹۳-۹۴)

کے حواشی ملاحظہ ہوں۔

۱۹۰ ابتداء آزمائش کے اس طویل اور ہوشربا دور میں جب کہ سب لوگوں نے آپ سے من پھیر لیا آپ کی وفا شعار بیوی آپ کی خدمت میں سرگرم رہی۔ ان کی زبان سے کوئی ایسی بات نہ کہل گئی جو آپ کی غیرت ایمانی کو سخت ناگوار گزری۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے ستو کر دے گا جب آپ صحت یاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی ترکیب بتائی کہ قسم بھی نہ ٹوٹے اور اس خدمت گزار کو نزدیک مرشد بیوی کو اذیت بھی نہ پہنچے۔ فرمایا گھاس کا ایک ٹخا لو۔ جس میں ستوتیلیاں ہوں اس سے مارو دونوں مطلب پورے ہو جائیں گے اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ شرعی احکام سے بچنے کے لیے جیلوں سے کام لینا جائز ہے حالانکہ یہ ہرگز درست نہیں۔ اس طرح احکام شرعیہ بچوں کا کھیل بن جائیں گے اور اختیار کو مذاق کرنے کا موقع مل جائے گا۔ نیز جن معاملہ کے لیے یہ احکام جاری کیے گئے ان کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔ مثلاً آدھی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے بڑی محققانہ اور جامع بات فرمائی ہے: **عندی ان کل حیلۃ اوجبت ابطال حکمہ شرعیۃ لا تقبل کحیلۃ سقوط الزکوۃ وحیلۃ سقوط الاستبراء** (معانی)۔ یعنی ہر وہ حیلہ جس سے حکم شرعیہ کی اس حکمت کا ابطال ہو جائے جس کے لیے یہ حکم شرعی نافذ کیا گیا۔ ایسا حیلہ تھا باطل ہے جیسے زکوۃ ساقط کرنے کے لیے لوگ حیلہ سانیال کرتے ہیں اور استبراء سے بچنے کے لیے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ایسا کر کے وہ اپنے رب سے دھوکہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی سے حضرت ابراہیم کو کیا اعلیٰ اعزازات مرحمت ہو رہے ہیں۔ انہی اعزازات کے حصول کے لیے رشک کرنے والوں کو رشک کرنا چاہیے۔

۱۹۱ اب حضرت ابراہیم اور ان کی آل پاک کا ذکر خیر ہو رہا ہے۔ یہ حضرت بڑی قوتوں والے تھے۔ ان کو جہانی قوتوں کے مقابلے

وَأَنْتُمْ عِنْدَنَا مِنَ الْمُصْطَفَيْنِ الْآخِيَارِ ۖ وَادْكُرُوا مَعِيْلَ وَالْيَسَعَ

اور یہ (حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہت بہترین لوگ ہیں اور یاد فرمائیے اسمعیل، یسع

وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْآخِيَارِ ۖ هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ الْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ

اور ذی الکفل کو اٹھ یہ سب بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ یہ نصیحت ہے اللہ اور جیک پر نیک کاموں کے لیے بہت عمدہ

مَا بِجَنَّتِ عَدْنٍ مُّفْتَحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ ۖ مُتَكِينِينَ فِيهَا يَدْعُونَ

نکلنا ہے۔ سدا بہار باغات کھلے ہوں گے ان کے لیے سب دروازے۔ تمکبہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان میں۔

فِيهَا يَفَاكِهِمْ كَثِيرَةٌ وَشَرَابٌ ۖ وَعِنْدَهُمْ قَصِيرَاتُ الطَّرَفِ ۖ أَرْكَابٌ

طلب فرماتے ہوں گے وہاں طرح طرح کے پھل اور مشروبات شہ اور ان کے پاس بھی تمکابوں والی دھڑ بھال و کمال میں تم نکل دوں گے۔

یقین کی قوت، اعمال صالحہ بجالانے کی قوت اور روحانی قوت عطا فرمائی گئی تھی۔ اس کے علاوہ انہیں دین کی بصیرت اور معرفت ای بھی عنایت کی گئی تھی۔

ای اولی الفتوة فی الطاعة والبصيرة فی الدین والمعرفة باللہ۔

۱۵ ہم نے خصوصی نعمت کے ساتھ انہیں مخصوص کیا تھا یعنی انہیں آخرت کی یاد بخشی تھی وہ ہر وقت آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کی فکر میں رہتے تھے۔ انا اخلصناہم بان یذکروا الذرات خیرۃ ویستأہبوا (قرطبی)۔
۱۶ اس آیت میں چند اور برگزیدہ شخصیتوں کا ذکر ہے۔

۱۷ یعنی ان کے اوصاف حمیدہ کا یہ بیان جو قرآن میں کیا جا رہا ہے یہ ذکر خیر ہے۔ یہ ان کی پاکیزہ حیات کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ جن انفرادی انعامات سے انہیں نوازا جائے گا۔ ان کا بیان اگلی آیتوں میں قدرے تفصیل سے ہے۔
۱۸ اے بالوان الفواکہ (قرطبی) یعنی ایک ہی قسم کے پھل بکثرت نہیں ہوں گے بلکہ مختلف اقسام کے رنگارنگ میوے ہوں گے۔ ان نفوس پر قدسہ کو جنت میں جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا جائے گا اس کی کیا پیاری اور دلنشین تصویر پیش کی گئی ہے۔ قاصرات الطرف : مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے غامدوں کے سوا کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گی۔ اتراب : ہم عمر یا آپس میں محبت و پیار کرنے والیاں۔ ای علی من واحد قد تساوی فی الحسن والشباب۔ یعنی ہم عمر حسن و شباب میں یکساں۔ وعن مجاہد متوافیات لا یتباغضن کما یتباغض العشرات فی الدنیا یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے سے پیار کریں گی اور ان میں سوکنوں کی سی رقابت نہیں ہوگی۔

هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۚ إِنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَالٌ مِنْ نَفَاذٍ ۚ

ہوں گی۔ یہ سب جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ روزِ حساب تمہیں ملے گا بیشک یہ ہمارا دیا ہوا، نذوق ہے جو کبھی مستم نہ ہوگا۔

هَذَا وَإِنَّ لِلطَّغِيْنَ أَشْرَ مَا يَۤبْجَحْتُمْ يَصْلُونَهَا فِئْسَ الْمُهَادُ ۚ

یہ تو پتہ نیکاروں کے لیے، اور ظالموں کے لیے برا ٹھکانا ہوگا زمین، جہنم۔ وہ داخل ہوں گے اس میں۔ تو یہ کتنا عجیب و بھروسہ ہے۔

هَذَا أَفَلَيْدٌ وَقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ۚ وَآخِرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ۚ هَذَا

یہ کھورتا پانی اور پیپ ہے پس چاہیے کہ وہ اسے چکھیں کٹے اور اس کے علاوہ اس کی مانند طرح طرح کا مذاق ہے یہ اس

فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۚ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ

دوسری فوج گھسنا جاتی ہے تمہارے ساتھ کٹے کوئی خوش آمدید نہیں مانیں گے یہ سوارِ آگ تپنے والے ہیں۔ وہ کہیں گے ظالمو! تمہیں

لَا مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمْ قَدْ مَتَمُّوهُ لَنَا فِئْسَ الْقَرَارُ ۚ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ

کوئی خوش آمدید نہ ہو گے تم نے ہی آگے کیا اس مذاق کو ہمارے لیے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔ کہیں گے اسے ہمارے رب جس

کٹے اپنے محبوب بندوں کے ذکرِ خیر اور ان پر اپنے احسانات و انعامات کے بیان کے بعد اب ان بد نصیبوں کے خوفناک

انجام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن کی ساری عمریں سرکشی اور نافرمانی میں گزر گئیں۔

مشکل الفاظ : حمیم بہت کھوتا ہوا پانی۔ هو المعاد المحار الذی انتہی حارہ۔ غساق : پیپ

ای سیل من التبع والسدید من جلود اهل النار۔

کٹے چپے کے لیے تو کھوتا ہوا پانی اور بدبودار پیپ ملے گا۔ اسی پر بس نہیں اسی قسم کے اذیت ناک مذاق اور بھی ہیں

جن میں وہ مبتلا کیے جائیں گے۔

کٹے پہلے بدکاروں کے سرداروں کو دوزخ میں پھینکا جانے کا ان کے پیچھے ان کے چیلے قطار در قطار دوزخ و جہنم میں

جھونکے جائیں گے اور جب ایک فوج جہنم میں گرانی جا رہی ہوگی تو دوزخ کے داروغے ان سرداروں کو کہیں گے۔ یہ لو تمہارے

چیلوں کا ایک اور ٹولہ آگیا۔

کٹے یہ سکر وہ سوار کہیں گے ہم ان کو خوش آمدید کہنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ ان کے لیے یہ جگہ بھی ذرا آرام دہ نہ ہو۔

کٹے آنے والے وہی بددعا اپنے ان سرداروں کے لیے نوادیں گے بغضیکہ اسی طرح ایک دوسرے کو جلی کٹی ساتے رہیں گے۔

قَدْ مَرَّلْنَا هَذَا فِرْدَوْهٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي النَّارِ ۖ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ

ادبخت، نے آگے کیا ہے ہمارے لیے یہ مذاب ہیں بڑے اس کا مذاب دو گنا آگ میں۔ اور کہیں گے کیا وجہ ہے کہ ہمیں نظر

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ ۖ أَتَمَّخَذُ لَهُمْ سِجْرًا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ

نہیں آ رہے (دیاں) وہ لوگ جنہیں ہم شمار کرتے تھے بڑے لوگوں میں ایشہ ہم جن کا مستور اڑایا کرتے تھے یا پھر گئی ہیں من کی عزت

الْأَبْصَارُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُّهُمْ أَهْلُ النَّارِ ۖ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۚ وَ

ہماری آنکھیں۔ یقیناً یہ سچ ہے نہ تو دوزخی آپس میں جھگڑیں گے۔ (اسے عجیب) آپ فرمائیے میں ترغیب دلاؤں اور بہت

فَا مِّنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

اور نہیں ہے کوئی خدا مگر اللہ جو ایک ہے سب پر غالب ہے ۱۵ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۖ قُلْ هُوَ نَبِیُّ عَظِيمٌ ۖ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۖ

ان کے درمیان ہے عزت والا بہت بخشنے والا۔ فرمائیے یہ بڑی اہم اور عظیم خبر ہے ۱۶ تم اس سے منہ موڑ رہے ہو۔

۱۵ آپس میں خوب الجھنے کے بعد وہ ابھر اُدھر دیکھیں گے اور غلامانِ مصطفیٰ علیہ التَّحیۃ والثناء کو ان کی آنکھیں ڈھونڈیں گی جب

وہ نظر نہ آئیں گے تو ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ وہ لوگ جن کو ہم بُرا بھلا کہا کرتے تھے وہ کہاں ہیں وہ تو یہاں کہیں دکھائی

نہیں دے رہے۔ وہ یہاں ہیں ہی نہیں یا ہماری نگاہیں محفل گئی ہیں اور ہم کو وہ نظر نہیں آ رہے۔

نہ تو معنی دوزخیوں کا آپس میں اس طرح جھگڑنا بالکل درست ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

۱۶ اہل ایمان پر جو لطف و کرم کیا جانے والا ہے کفار و مشرکین کو جس دردناک مذاب میں مبتلا ہونا ہے ان کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ

اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کو بتا دیجیے کہ تم جس راہ پر گامزن ہو وہ تو سیدھی جہنم کی طرف

جاتی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں تمہیں بروقت متنبہ کر دوں تاکہ تم اپنی اصلاح کرو اور شرک و کفر

کو ترک کر کے توحید و خداوندی پر ایمان لاؤ تاکہ تمہیں بھی نصیب جنت سے بہرہ ور کیا جائے۔

۱۷ میری تعلیم کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اپنی ذات میں اور اپنی عبادت میں

یکتا ہے اور سب پر غالب ہے۔ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اس کا ہے۔ کوئی اس سے زیادہ طاقتور نہیں

کوئی بڑے سے بڑا گندہ گار جس کا دامن کفر و مصیایں سے آلودہ ہو جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہے کہ اس

مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يُخْتَصِمُونَ ۖ إِنَّ يُونُسَ إِلَىٰ

مجھے کوئی علم نہ تھا مالم بالا کے بارے میں جب وہ جھگڑا رہے تھے ۳۲ نہیں دینی کی جاتی میری طرف

مجموع کو بھی بخش دیتا ہے۔

۳۲ "ہو" کا مروج قرآن کریم ہے۔ مابا اس خبر کہتے ہیں جو بڑی اہم ہو۔ بعض نے "ہو" کا مروج قیامت بتایا ہے۔
 ۳۲ مَلَأَ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ آوسی کہتے ہیں: المَلَأُ جماعة الاشراف لانهم يملأون العيون روى عنه
 النفوس جدلة وبهاء اذ روح انعام، یعنی سرداران قوم اور مملکتوں کی جماعت جو اپنی خوبصورتی اور شہرت کے باعث آنکھوں کو بھر
 دیتی ہے اور اپنے باہ و جلال کے باعث دلوں کو لبریز کر دیتی ہے۔ یہاں ملا املے سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے جو اپنے شرف و قدر
 کے علاوہ مالم بالا کی مکین بننے کے ذریعے سے احکام کو نبی کی تخفیف ہوتی ہے اور تدا بیر خداوندی کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ اس لیے
 ان میں اپنے متعلقہ فرائض کو انجام دینے کے لیے قیل و قال اور بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ وہ امور جو وہاں زیر بحث
 آتے ہیں ان میں تخلیق آدم علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان امور کی اطلاع مجھے صرف بومی الٰہی ہوتی ہے جن کو ہاتھ کا دوسرا کوئی ذریعہ
 نہیں فرشتوں کی بحث و تمحیص کے متعلق ایک صحیح حدیث ہے جو ناظرین کے مطالعہ کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔
 حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کا وقت تھا اور حضور معمول کے مطابق تشریف نہ لانے۔ قریب تھا کہ صبح
 طلوع ہو جائے پھر حضور تیزی سے تشریف لائے۔ یکسر ہوئی حضور نے نماز پڑھائی سلام کے بعد ارشاد فرمایا: علیٰ مصافکم اپنی
 صفوں پر بیٹھیں رہو پھر ہماری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ میں تمہیں دیر سے آنے کی وجہ بتاتا ہوں۔ اِنِ قَسَمْتُ الْبَيْتَ فَقَسَمْتُ وَحْشِيَّتَ
 مَا قَدَرْتُمْ وَنَفْسِي فِي صَلَاتِي حَتَّى اسْتَقَمْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ فِي أَحْسَن صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ: قَسَمْتُ لِبَيْتِكَ
 رَبِّي۔ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَىٰ قَسَمْتُ لَا أَدْرِي فَوَضَعُ كَفَّ بَيْنَ كَتِفِي فَوَجَدْتُ بُرْذَانًا مَلَمٌ بَيْنَ شَدَى فَجَعَلَنِي
 كُلُّ شَيْءٍ وَهْرَقَةً فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ: قَسَمْتُ لِبَيْتِكَ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَىٰ قَسَمْتُ فِي الدَّرَجَاتِ وَالْكَفَارَاتِ الْآخِرَةُ۔
 فَقَالَ مَا الدَّرَجَاتُ فَقَسَمْتُ لِطَعَامِ الطَّعَامِ وَافْتِئَاءِ الْإِسْلَامِ وَالصَّلَاةِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ بِنِيَامٍ قَالَ هَدَقْتُ فَمَا الْكَفَارَاتُ فَقَسَمْتُ لِسَاعِ
 الْوُضُوءِ فِي الْإِسْكَارَةِ۔ وَاسْتَحَارَ الصَّلَاةَ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَنَقَلَ الْأَقْدَامَ إِلَى الْجُمُعَةِ قَالَ هَدَقْتُ قَالَ سَلَى يَا مُحَمَّدُ: قَسَمْتُ لَأَنَّهُمْ
 إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكِ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبِّ الْمَتَكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتُ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً
 فَأَقْبِضْ بِي إِلَيْكَ غَيْرَ مُفْتُونٍ۔ أَنَّهُمْ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ أَحَبَّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ قَالَ
 لَشَيْءٍ صَلَّيْتُ مِنْهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعَلَّمُونَهُمْ وَأَدْرَسُونَهُمْ فَاسْتَقْنِ حَقَّ

ترجمہ: میں آج رات ذکر الٰہی میں کھڑا ہوا اور جتنا مقدور تھا اتنی نماز پڑھی۔ پھر مجھے نماز میں ہی نیند آگئی۔ یہاں تک کہ
 مجھے گرائی محسوس ہونے لگی۔ پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرا رب کریم بڑی پیاری صورت میں تشریف فرما ہے اور فرمایا یا محمد!

إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا

مخبریکریں فقط کھلا ڈرانے والا ہوں (اے حبیب!) یاد فرمائیے جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو میں پیدا کرنا چاہتا ہوں

میں نے عرض کی: ایک ربی! اے میرے رب حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا یہ آسمان کے فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی میں نہیں جانتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تمثیل میرے دونوں کندھوں دیکھ کر بھی بیٹا اسکی انگلیوں کی ٹھنک کر اپنے سینے میں پایا۔ فَتَجَلَّىٰ لِیْ حُلَّتُہٗیْ ۖ ہاں کی برکت سے میرے لیے ہر چیز رکشن ہو گئی اور میں نے اس کو پہچان لیا دوسری روایت میں ہے: فَعَبَّتُ مَا فِیْ السَّمٰوٰتِ وَفِیْ الرَّحْمٰی ۖ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا میں نے اسے جان لیا، اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا یا محمد! میں نے عرض کی حاضر ہوں۔ پوچھا آسمان کے فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی درجات اور کفارات میں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا درجات کیا ہیں؟ میں نے عرض کی: اطعام الطعام وانشاء السلام والصلوۃ باللیل والناس نیام کہ کھانا کھلانا، سلام پھیلانا اور رات کے وقت جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت اُٹھ کر نماز پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ نے سچی کہا ہے۔ اب بتاؤ کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کی: اسباغ الوضوء، فی المکارہ، انتقال الصلوۃ بعد الصلوۃ ونقل الاقدام الما الجماعۃ۔ کہ تکلیف کی حالت میں بھی متکل وضو کرنا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد دوسری نماز کا اٹھا کرنا اور جماعت میں شریک ہونے کے لیے چل کر جانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب تو نے سچی کہا۔ اب مانگو جو مانگا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی: الہی میں تجھ سے نیک کام کرنے کی بڑے کاموں کو پھوٹنے کی اور سکینوں سے محبت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں۔ اور میں التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما اور جب اپنے بندوں کو تو کسی وقت میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے قہر سے بچا کر اپنی طرف بلا لے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں: مجھے اپنی محبت عطا فرما اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت عطا فرما۔ اس کام کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔ حضور نے صحابہ کو فرمایا دعا کے یہ فقرے تم بھی سیکھ لو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ حق ہے۔

اس حدیث کے متعلق امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے متعلق امام بخاری سے پوچھا، آپ نے بھی فرمایا: ہذا حدیث صحیح۔ اس حدیث صحیح کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کتنا علم عطا فرمایا اور جب قدرت کا ہاتھ حضور کی پشت پر رکھا گیا تو سینے میں علم کے سمندر موجزن ہو گئے اور زمین و آسمان کی ہر چیز منکشف ہو گئی اور فرشتے جن معاملات میں بحث و تجسس کر رہے تھے ان کا بھی علم ہو گیا اور پھر وہی سوال اللہ تعالیٰ نے دہرایا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے متصل جوابات عرض کیے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صدقت۔ اے میرے محبوب تو نے صحیح جواب دیا۔ نیز اس حدیث میں ایک دعا ہے جو اس مخصوص وقت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے مولا کریم سے مانگی اور اپنے صحابہ کو بھی اس دعا کو یاد کرنے اور دوسروں کو سکھانے کی تلقین فرمائی، اس لیے یہاں اس دعا کو نمایاں طور پر لکھ دیا گیا ہے تاکہ منشاء القرآن کا مطالعہ کرنے والا ان کلمات طیبات کو یاد کرے اور جب اس کریم اور غنی کی خدمت میں دامن طلب پھیلائے، تو

مِنْ طِينٍ ۝۷۱ ۚ فَازْأَسْوِيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيۡ فَقَعُوْا لَہٗ

بشر کو گھڑ سے ۷۱۔ پس جب میں اس کو سولہ دول اور پچونک دول اس میں اپنی طرف سے خاص روح تو تم کو پڑنا آگے آگے

سَجِدِيْنَ ۝۷۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجَمِعُوْنَ ۝۷۳ اِلَّا اِبْلٰیْسَ اِسْتَكْبَرَ

سجدہ کرتے ہوئے ۷۲۔ پھر سجدہ کیا سب کے سب فرشتوں نے ۷۳۔ سوائے ابلیس کے۔ اس نے ٹھنڈ کیا

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۴ قَالَ يٰۤاِبْلٰیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

اور ہو گیا کافروں میں سے۔ ۷۴۔ ارشاد ہوا اے ابلیس! کس چیز نے باز رکھا تھیں اس کو سجدہ کرتے ہوئے میں پیدا کیا

بِيْدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِيْنَ ۝۷۵ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْہٗۤ خَلَقْتَنِيۡ

اپنے دونوں ہاتھوں سے ۷۵۔ کیا تو نے کبر کیا یا تو اپنے آپ کو اس سے عالی مرتبہ خیال کرتا ہے ۷۵۔ وہ کہتا ہے بولائیں بترہوں اس کے

ان کلمات طیبات سے بیک مانگے یقین ہے اللہ کریم اپنے انمول خزانوں سے اس کے دامن طلب کو بھر دے گا۔

۷۵۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر حواشی متعدد مقامات پر گزر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۷۶۔ ستویہ ای۔ تمت خلقہ: یعنی جب میں اس کی تخلیق مکمل کر لوں اور اس کی نوک پیک سوار دوں۔ روحی: اضافت جزئیت اور حیثیت کی نہیں بلکہ تشریف کی ہے یعنی وہ روح جس کو میں نے اپنی خاص قدرت سے بنایا ہے اور جس میں کو میں صلاحیتیں اور قوتیں معطر کر دی ہیں جب ان کی صحیح آبیاری اور تربیت کی جاتی ہے تو فرشتے بھی اس کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

۷۷۔ اس کا لفظی معنی تو یہ ہے کہ جس کو میں نے اپنے دو ہاتھوں سے پیدا فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے بھی ہاتھ ہیں؟ اسلاف کا مسک یہ ہے کہ وہ ان کلمات کی تاویل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں جس طرح آیت میں مذکور ہے لیکن وہ کیسے ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے ہمیں اس کی خبر نہیں مگر اللہ تعالیٰ خود ہی ان کی حقیقت کو جانتا ہے۔ اور مشاخرین ملاحظہ کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دوسرے انسانوں کو میں نے ماں باپ کے واسطے سے پیدا کیا، لیکن آدم کو بلا واسطہ محض اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔ تو یہاں ید کا معنی قدرت ہے اور استعمال لغت عرب میں مام ہے۔ اور دو ہاتھ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان دو مختلف الحقیقت چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم جو مادی ہے اور روح جو مجردات میں سے ہے۔ بنایا ایک ہاتھ سے اس کے ظاہری جسم کو اور دوسرے ہاتھ سے اس کے باطن یعنی روح کو تخلیق فرمایا۔

۷۸۔ شاید ابلیس کے سجدہ نہ کر کے کی دو وجہیں ہو سکتی تھیں۔ اس سے پوچھا جا رہا ہے کہ تو نے کس وجہ سے سجدہ نہیں کیا۔ کیا تو نے بلا وجہ ٹھنڈ اور غرور کی وجہ سے میرے حکم کو نہیں مانا یا تو نے یہ تصور کر لیا ہے کہ تو بہت عالی مرتبت ہے۔ تجھے آدم کو سجدہ

مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝

تو نے پیدا کیا ہے مجھے آگ سے اور پیدا کیا ہے اسے گھڑ سے۔ حکم ملا دے بے حیا! بھل جا جنت سے جیک تو بیچارہ لیا۔

وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ

اور بے شک تجھ پر میری لعنت برے کی قیامت تک۔ ابلیس بولا اگر یہی اہل فیصلہ ہے، تو یہ سب: مجھے ملت بچے

يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝

مذبح جڑ تک۔ جواب ملا جیک تو ملت دیے جانے والوں میں سے ہے۔ (یہ ملت) مقررہ وقت کے دن تک ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا أُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْخَاصِينَ ۝

کہنے لگا تیری عزت کی قسم! میں ضرور گمراہ کر دوں گا ان سب کو۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں ان میں کوئے چن لیا ہے ۶۹

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ۝ لَا مَلَكٌ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَهَمَّسٌ تَبْعَكَ مِنْهُمْ

فرمایا تو میں حق ہوں اور میں سچی ہی کہتا ہوں کہ میں ضرور بھڑوں گا جہنم کو تجھ سے اور تیرے سب فرماں برداروں

أَجْمَعِينَ ۝ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَأَنَا مِنَ الْمُسْكِلِينَ ۝

سے۔ آپ فرمائیے میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر لے اور نہ میں بناؤں کرنے والوں میں سے ہوں ۷۰

نہیں کرنا چاہیے۔ یہ حکم فقط ان فرشتوں کو ہے جو کم درجہ کے ہیں۔ اگر محض گھمنڈ کے باعث تو نے ایسا کیا ہے تو تو نے بہت بڑا کیا اور اگر تو

اس دوسری غلط فہمی کا شکار ہو گیا تو بھی یہ سراسر تیری کم فہمی اور نالائقی ہے۔ تو بیع غیۃ الشق الاول والکار علی الشق الثانی (منظری،

۶۹ شیطان اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم اٹھا کر دعویٰ کر رہا ہے کہ جس آدم کی وجہ سے تو نے مجھے دشکار دیا ہے میں اس کی

سادہ اول ذکر تیرا باغی بنا دوں گا۔ سب تجھے مجبور کر کے پیچھے چلنے لگیں گے۔ صرف تیرے وہ بندے جن کو تو نے چن لیا ان پر میرا جادو نہیں چلے گا۔

نیک پہلا الحق مرفوع اور دوسرا منصوب۔ پہلا حق یا تو خبر ہے اور اس کی مبتدا محذوف ہے یعنی انا الحق۔ یا یہ مبتدا ہے اور اس

کی خبر محذوف ہے یعنی الحق انا۔ اور دوسرا الحق اقوال کا مفعول ہے اور منصوب ہے۔

۷۰ اے میں جو تمہیں رات دن راہ حق کی طرف بلاتا رہتا ہوں۔ تم پھر راستے بد میں مگرا دیتا ہوں تم گالیاں بکتے ہو میں دعا میں دیتا

ہوں۔ تم میری راہ میں کانٹے بچھاتے ہو اور میں تمہارے لیے فردوس کی راہ ہموار کرنے میں مصروف رہتا ہوں اور بڑی محنت اور دوسری

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ۝ وَّلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهُۥ بَعْدَ حِيْنٍ ۝۴

نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت سب جہانوں کے لیے ۴ اور دے کفار! تم ضرور جان لو گے اس کی خبر کچھ عرصہ بعد ۴

۴ سے تمہارے دامن کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنا چاہتا ہوں تم شاید یہ خیال کرتے ہو کہ اس میں میری کوئی ذاتی فائدہ ہے اس طرح میں دولت جمع کرنا چاہتا ہوں یا اقتدار کی کرسی سنبھالنا چاہتا ہوں۔ کان کھول کر سن لو میں نے تم سے کسی جبر اور مداخلت کا سوال نہ آج تک کہی کیا ہے اور نہ آئندہ کہی کروں گا۔

۴ نیز میں اس معاملہ میں قطعاً کسی قطع اور بناوٹ سے کام نہیں لے رہا یعنی میرے دل میں تو کچھ ایسا ہے اور محض دکھاوے کے لیے میں تم سے اقتدار عالیہ اور اخلاق حسنہ کی باتیں کرتا ہوں، ایسا ہرگز نہیں مجھے تکلف اور قطع سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ میں تمہارے سامنے حقیقت کا اظہار کرتا ہوں اور سچی بات کہتا ہوں میرے مواعظ، میری نصیحتیں میرا مال میں فقط قابل نہیں متکفین الذین یتصنعون ویتحنون بایسوا من اہلہ۔

۴ یہ کتاب مقدس جو میں تمہیں صبح و شام پڑھ کر سنایا کرتا ہوں۔ یہ تو سارے جہانوں کے لیے صحیفہ رشد و ہدایت ہے۔ ۴ اگر اب تم اس کی بیان کردہ حقیقتوں کو تسلیم نہیں کرتے تو بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب تم طوفان و کربا اس کی صداقت کا اعتراف کر لو گے۔

الحمد لله تعالى والصلوة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله واصحابه ومن تبعه الى يوم الدين -

بنا تقبل متانت انت السميع العليم -

محمد کرم شاہ

نظر ثانی : ۱۹ رجب ۱۳۹۲ھ

۳ اگست ۱۹۷۲ھ

ہردوسر دہی

۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

۹ نومبر ۱۹۷۱ء

تعارف

سُورَةُ نَمْرِ

WWW.NAFSEISLAM.COM

نام: اس سورت کی آیات نمبر ۱ اور نمبر ۲۷ میں نمر کا لفظ مذکور ہے یہی اس سورت کا نام ہے۔ اس سورت میں آٹھ رکوع ۵۵ آیات، ایک ہزار ایک سو پندرہ کلمات اور چار ہزار نو سو آٹھ حروف ہیں۔

زمانہ نزول: یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کا بغض و عناد و ظلم و ستم انتہا کو پہنچ چکا تھا مکہ کی فضا میں ان کے لیے اطمینان کا سانس لینا ممکن نہ رہا تھا وہ یہاں رہ کر اپنے دین کے ارشادات کے مطابق اپنے پروردگار کی عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بتا دیا کہ اگر یہاں رہ کر تم اپنے بندگی کے فرائض انجام نہیں دے سکتے تو اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تمہارا ایمان بھی محفوظ ہو اور تمہیں عبادت کرنے کی بھی آزادی ہو چنانچہ مفسرین کرام نے آیت مَا دَاوُۡاْ اَرْضَ اللّٰہِ وَاَمْسَعَتْ اَکْصَیْہِیْ میں لکھا ہے کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب حضرت جعفر بن ابی طالب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ روانہ ہوئے۔ سورت کے مضامین اور اس قسم کی روایات سے باآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سورت اس زمانہ میں نازل ہوئی جب مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اذن مل گیا تھا۔

مضامین: ابتداء میں مشرکین مکہ کے شرک کی حقیقت بیان کر دی کہ وہ اپنے بتوں کو خدا سمجھتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے اور وہ اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ ان بتوں کی عبادت ان کے لیے قربانی کا باعث ہے۔ ان کے اس زعم باطل کا قلع قمع کرنے کے لیے سورت کا آغاز اس حقیقت کے بیان سے کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے تو صرف اسی کی عبادت کرو اس کے ساتھ اگر کسی غیر کی عبادت کرو گے تو وہ عبادت مردود اور نامنظور ہوگی۔ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ہر چیز مخلوق ہے عبادت کے لیے اپنے وجود اور اپنی بقا میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی محتاج ہے۔ وہ اس قبل کا کہ اس کی عبادت کی جائے اور اسے معبود مانا جائے۔

معیار توحید کو ثابت کرنے کے لیے نیکوئی آیات کو بیان کیا۔ آسمانوں اور زمینوں کو اس حسن و خوبی اور عظیم القدر و عظمت کے ساتھ پیدا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ گردش لیل و نهار کا تسلسل قائم کرنے والا وہی ہے۔ مہر و مادہ اسی کے حکم کے پابند ہیں اور اپنے معینہ راستہ پر چل رہے ہیں۔ اسی نے تمہیں شجر و مادہ کے تہ ذرۃ اندھیروں میں اس حسن و خوبی کے ساتھ تخلیق فرمایا۔ اس سورت کے مضامین میں سے زیادہ غور طلب یہ مضمون ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں، ایک وہ خود فراموش ہیں جنہیں

جب مصائب و آلام اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں تو چیخنے چلانے لگتے ہیں! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریادیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس مصیبت سے بچ گئے تو عمر بھر تیری بندگی اور تیری فرمانبرداری میں گزار دیں گے لیکن جب ہماری رحمت ان کی فریادیں سن کر قیامت ہے تو انہیں یاد ہی نہیں رہتا کہ ان پر یہ کس کا کرم ہے۔ بعض اہل حق اس تبدیلی کو اپنے علم و فضل و فنی مہارت اور کاروباری فراست کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ چند روز پہلے جب وہ بوکھلائے ہوئے فریادیں کرتے تھے تو ان کی طبیعت و قابلیت تجربہ و فراست تو اس وقت بھی ان میں موجود تھا۔

دوسری قسم ان خود شناس لوگوں کی ہے جو اپنی زندگی کی ہر ساعت اپنے کریم پروردگار کی یاد اور بندگی میں بسر کرتے ہیں۔ ان کی راتیں عبادت الہی میں گزر جاتی ہیں کبھی دست بستہ کھڑے ہیں کبھی جبین نیاز سجدہ میں ٹھکائے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود اپنے رب کی بے نیازی سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ اپنی کسی عبادت اور نیکی پر انہیں ناز نہیں ہوتا۔ انہیں اگر اس ہے تو اس کی رحمت کی۔ اگر سارا ہے تو اس کے فضل و کرم کا۔

کفار اپنے دل میں سوچا کرتے کہ ہم غیر اسلام اور اس کے ماننے والوں کو کسی نہ کسی وقت اپنے سانپے میں ڈھالیں گے ان کی اس خنام خیالی کو فد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو حکم دیا کہ کفار سے کہہ دیں: قُلْ أَفَعَبَرِ اللّٰهُ تَامُؤُنَیْ اَعْصِدُ اَیُّهَا الْجَاهِلُوْنَ۔ اے میرے حبیب! آپ انہیں فرما دیجیے اے جاہلو! اے نادانو! کیا تم مجھے حکم کرتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں:

کیا جلال ہے اس آیت کریمہ کا اور کیا رعب ہے ان چند کلمات میں۔

ایسے معاشرے کی اصلاح کی کوششیں ہو رہی ہیں جس کی کوئی کل بھی سیدھی نہ تھی۔ شرک و کفر کے علاوہ فسق و فجور، ظلم و ستم، رابزنی و قزاقی وغیرہ ہر قسم کی خرابیوں میں وہ بری طرح مبتلا تھے۔ وہ اپنے ناراضگی کی سیاہی کو دیکھ کر اپنی اصلاح اور اپنی نجات سے بالکل مایوس ہو چکے تھے۔ اسی مایوسی نے انہیں مزید گناہوں سے بھرپور زندگی بسر کرنے کا متواں بنا دیا تھا۔ آیت ۵۳ میں لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ کا اثر وہاں افسوسناک اور انہیں بتا دیا کہ اگر اب تک تم نے اپنے نفس پر ظلم کی حد کر دی ہے لیکن اگر اس کے در رحمت پر آکر دستک دو گے تو اس کی رحمت تمہیں مایوس نہیں کرے گی۔ تمہارے گزشتہ جرائم کو معاف کر دیا جائے گا اور تمہیں از سر نو پاکیزہ زندگی شروع کر کے کا ایک بار پھر موقع دے دیا جائے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

سورۃ زمر مکی ہے اس کی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتا ہے ۵ آیات اور ۷ رکعت ہیں

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۱ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ الْكِتَابَ

آدمی گئی ہے یہ کتاب اللہ کی طرف سے جو عزیز (اور) حکیم ہے ۱ ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف یہ کتاب

بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۲ اَللَّهُ الدِّينُ الْخَالِصُ ۳

حق کے ساتھ ۲ پس آپ عبادت کریں اللہ کی خاطر کرتے ہوئے اس کیلئے اطاعت کو جسے خالص دین کہتے ہیں ۲ اللہ دین خالص ہے ۳

۱۔ کفار اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ یہ کتاب فصیح و بلیغ سی۔ لیکن یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ حضور علیہ السلام اس کو خود بتاتے ہیں اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ خوش فہمی بھی تھی کہ ہماری موجودگی میں اس دین کے پھیلنے اور اس کے ترقی کرنے کا کوئی امکان نہیں اور نہ اس دین میں یہ صلاحیت ہے کہ گردش زمانہ اور اس کے ہر لمحہ بدلتے ہوئے لکھنوں کی تکمیل کر سکے۔ اس لیے اس کی یہ قبولیت ماری ہے۔ یہ دعوت خود بخود ختم ہو جائیگی اس کی ماری کا میانی پر زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کی باتیں کر کے وہ ایک دوسرے کا دل بھلاتے اور اسلام کی بے پناہ قبولیت کے باعث ان کے دلوں میں اضطراب کی چراگ بج کر اٹھی تھی اس پر وہ ایسی غلط تفسیروں کا پانی چھڑکا کرتے۔ اس آیت میں ان کی انہی غلط فہمیوں اور خوش فہمیوں کا ابطال کیا جا رہا ہے۔ پہلے یہ بتایا کہ یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ ہے اور جس خداوند عالم نے اسے نازل فرمایا ہے وہ عزیز ہے یعنی سب پر غالب اور ہر چیز پر قوت اس کے مانند کیے ہوئے احکام کو روکنے کی کسی میں قوت نہیں۔ نیز وہ حکیم ہے زبردست دانا ہے۔ زمانہ اور زمانہ کے عمل و خفی تقاضے اس کے علم میں ہیں۔ زمانہ کتنی ترقی کر جائے۔ اس کے تمدنی۔ معاشرتی اور معاشی تقاضے کتنی ہی کر دیں بدلتے رہیں۔ قرآن کی روشنی قیامت تک زندگی کے ہر افاق کو روشنی کرتی رہے گی۔

۲۔ اس کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اس میں باطل کی ذرا آمیزش نہیں۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن

جلد نول۔ آل عمران کی دوسری آیت کا مشی)

۳۔ شرک ایک ایسا گناہ ہے جس سے بڑا اور برا کوئی دوسرا گناہ نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرتا ہے اور ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی بھی عبادت و پرستش کرتا ہے۔ اس کی ساری نیکی اکارت جائے گی اس لیے یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ اپنے خالق حقیقی کے بنی کسی کی بندگی کا تصور نہ کرنا اور اپنے بادشاہ حقیقی کے احکام کو نظر انداز کر کے کسی غیر کی اطاعت کا دم بھرنا مرد مومن کے لیے زیبا نہیں بلکہ ایسی حرکت کے ارتکاب

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى

اور جنہوں نے بنا لیے اس کے سوا اور والی (اوسکتے ہیں) ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر محض اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ کا

اللہ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۚ إِنَّ

مقرب بنا دیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ ان کے درمیان جن باتوں میں یہ اختلاف کیا کرتے ہیں۔ اے بلاشبہ

کے بعد اس کا نام اہل ایمان کی فرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

۱۔ دوبارہ تبیہ فرمادی کہ اطاعت کا لفظ کا حقیقی معنی فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ ابن مردودہ نے نیز یہ الزام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ کسی شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! ہم شہرت اور ناموسی حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں کیا ہمیں اس پر کوئی اجر ملے گا۔ حضور نے فرمایا نہیں۔ پھر اس شخص نے گزارش کی یا رسول اللہ! ہم مال خرچ کرتے ہیں اور ہمارے پیش نظر ثواب اور شہرت دونوں کا حصول ہوتا ہے کیا اس صورت میں مال خرچ کرنے پر ہمیں اجر ملے گا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان الله تعالى لا يقبل الا من اخلى له ثغره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذه الآية الا الله الدين الخالص: حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف اس کے عمل کو قبول کرتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لا ادر قبطی نے الدین کا معنی اطاعت و فرمانبرداری کیا ہے اور بعض کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ الدین سے مراد عبادت ہے۔ الدین ای الطاعة وقيل: العبادة (قبطی)

۲۔ کفار کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اپنے بتوں اور مصنوعی خداؤں کی پرستش کرتے اور اگر انہیں ٹوکا جاتا تو تم یہ کیا محنت کر رہے ہو۔ ہر لحظہ جو ان کی نوبت پاٹ میں لگے رہتے ہو کیا انہوں نے تمہیں پیدا کیا ہے کیا اس مانہ بگڑنے کے خالق وہ ہیں؟ زمین کا فرش انہوں نے بچھایا ہے؟ آسمان کا نیلگوں سا بنان اور اس میں آویزیں ان گنت منیا بار تھیں ان کی قدرت کا کرشمہ ہیں؟ جواب دیتے نہیں تو پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو کہتے ہیں کہ ان کی عبادت سے قرب الہی نصیب ہوتا ہے یہ ہمیں خدا کا مقرب بنا دیتے ہیں۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے بغیر کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ مشرکین عرب نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ترک کی ہوئی تھی وہ کہتے ہم تمہارا اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ ہم تو فقط ان بتوں کی عبادت کریں گے اور ان کی عبادت سے ہمیں قرب الہی نصیب ہو گا۔ امام رازی رقمطراز ہیں: "حاصل الکلام لعباد الاصل ان قالوا ان الاله الاعظم اجل من ان يعبد به البشر لکن اللائق بالبشر ان يشتغلوا بعبادة الاکابر من عباد الله مثل المکوکب ومثل الازواح السماوية فعدائهم تشتغل بعبادة الاله الاکبر فهذا هو المراد من قولهم ما نعبدهم ولا یقربونا لی الله زلفی زکیر"

اللہ لا یحدثی من ھو کذب کفار ۝ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا

اللہ تعالیٰ ہایت نہیں دیتا کہ اس کو جو بھولتا (اور) بڑا ناشورا ہوشہ اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو بیٹا بنائے

ترجمہ: یعنی بت پرستوں کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کہتے کہ الہ اعظم درجے بڑا خدا کی شان اس سے بلند ہے کہ انسان اس کی عبادت کرے۔ انسان کے ذہن یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بندوں کی عبادت میں مشغول ہو۔ مثلاً ستارے آسمانی دیوتا اور پھر چاند اور دیگر کبر کی عبادت میں مشغول ہوں۔ مشرکین کے اس قول کی کہ ماضیہ ہویہ کا یہی مقوم اور مطلب ہے۔ بعض صاحبان حصول دُعا کے لیے اولیاء کرام کی خدمت میں عاجزی کو بھی اسی ضمن میں شمار کرتے ہیں اور حاضر ہونے والوں پر بڑی بے رحمی سے شرک کا الزام لگاتے ہیں اور خود ہی انصاف فرما دیں کہ جب کوئی مسلمان کسی ولی یا بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور دُعا کے لیے عرض کرتا ہے تو کیا وہ ان کی عبادت کر رہا ہوتا ہے الیاذ باللہ۔ اگر صرف طلب دُعا کے لیے بھی کسی کے پاس جانا عبادت اور شرک ہے تو ان صاحبان کا صحابہ کرام کے متعلق کیا فتوے ہے جو حضور سرور عالم رحمت مجتہم علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس والہم میں کبھی بارش کے نزول کے لیے کبھی بارش کے رکنے کے لیے کبھی بیماری سے شفا یاب ہونے کے لیے کبھی دیگر مقاصد کے لیے حاضر ہوتے اور دُعا کے لیے عرض کرتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دُعا کے لیے دست مبارک بالا ہوتی ہیں اٹھاتے تو مشکیں آسان ہو جاتیں، ملا علاج مریض شفا یاب ہو جاتے، طویل خشک سالی کے بعد آن دامن میں گھنگھور گھٹائیں برسنے لگتیں اور برستے ہی جلی جاتیں۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس بات پر محکم یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت کفر ہے۔ شرک ہے۔ گمراہی ہے اور راہی مذاب کا موجب ہے اور ان بے رحم مغیبتوں سے بھی مژدبانہ التماس ہے کہ وہ طمع توحید کے پر وازوں پر شرک کی جھوٹی تمت نہانے کا شغل ترک کریں اور کوئی مفید مشغل اختیار فرما دیں جس سے انہیں بھی فائدہ ہو اور ان کی قوم کا بھی بھلا ہو۔

آیت میں ذلفی مفعول مطلق ہے کیونکہ تقریباً کا ہم معنی ہے اور فعل کے مصدر کا مترادف مفعول مطلق ہو سکتا ہے جیسے تعدت جلوسا۔

لے مشرکین کا اپنے معبودوں کے بارے میں جو اختلاف ہے کوئی سوچ کر، کوئی چاند کو، کوئی گنگا جنا کو اور کوئی ہمالیہ پہاڑ کی بلند چوٹیوں کو اپنا معبود بنائے بھٹے ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا۔ اس وقت انہیں اپنی گمراہی کی حقیقت معلوم ہوگ۔

لے ہایت کوئی ایسی جنس ایزاں نہیں کہ خواہ مخواہ ہر ایک کی جھولی میں ڈال دی جائے۔ یہ ذرہ شواہ فقط اسے بتا ہے جس کے دل میں اس کی سچی طلب اور تڑپ ہو۔ جو لوگ ازداہ غرور و نخوت انبیاء کرام کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کی دعوت حق کو ٹھکراتے رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اس نعمت سے محروم کر دیا کرتا ہے۔

لے حضرت صدر الانامل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ کو اس بات میں کہ بتوں کو اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرنے والے بنائے اور خدا کے لیے اولاد عظمیٰ اور ناشورا ایسا کہ بتوں کو نوجے۔ (ذوالن العزبان)

لَا تُطْفِئُ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحَانَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ①

ترجمہ لیتا۔ اپنی مخلوق سے جس کو چاہتا ہے وہ پاک ہے۔ نہ وہی اللہ ہے جو ایک ہے، سب سے بڑا ہے

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُونُ اللَّيْلُ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُونُ

اس نے پیدا فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اللہ۔ وہ لپٹتا ہے رات کو دن پر اور لپٹتا ہے

النَّهَارُ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى

دن کو رات پر۔ اور اس نے سحر کر دیا ہے سورج اور چاند کو۔ ہر ایک روں ہے مقررہ ميعاد تک

إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ② خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ

غور سے سنو! وہی عزت والا اور بہت بخشنے والا ہے۔ اس نے پیدا کیا ہے تمہیں فرد واحد سے۔ پھر بتایا اسی سے

① بعض مشرکین اللہ تعالیٰ کی اولاد کے قابل تھے۔ ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کی جا رہی ہے۔

② اولاد کا ہونا تمہارے لیے تعزیت اور عزت و وقار کا باعث ہے کیونکہ تم کمزور ہو، ضعیف ہو، دشمنوں کا تہمتہ بد کرنے سے عاجز ہو، تمہاری اولاد ہوگی تو تم طاقتور بن جاؤ گے۔ نیز تم فنا ہونے والے ہو تمہیں اولاد کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد تمہارا نام تمہاری اولاد کے ذریعے باقی رہے لیکن اللہ تعالیٰ جو قادر ہے جو مکی لا موت ہے اس کے لیے اولاد کی ضرورت کا تصور بھی گتھی اور بے ادبی ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔ اس لیے اولاد کا عقیدہ رکھنا اس کی شان کیلئے سے جہالت کی دلیل ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کی توحید، قدرت اور حکمت کے دلائل نگویں بیان فرمائے جا رہے ہیں۔

④ ٹکڑوں پر لیل علیٰ النهار تنشیتا آیاہ: صحاح۔ یعنی دن کی روشنی جہاں سے سمٹی جاتی ہے، رات کی تاریکی وہاں بھیلی جاتی ہے۔ اسی طرح رات کا اندھیرا جہاں سے ختم ہوتا ہے دن کا اجالا وہاں نورانی کرتا جاتا ہے یہ تسلسل کبھی ٹوٹنے نہیں پاتا مگر جو بری یگور کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: کار العمامۃ علیٰ رأیہ یکور ما کور ای لا ثما۔ کن دود کور۔ صحاح یعنی عمار کو سر پر پٹینا اور بل پر بل دیتے چلے جانا مگر بل کو کور کہتے ہیں۔

⑤ اس کی قدرت غالبہ کا تو یہ عالم ہے کہ وہ اگر چاہے تو تمہاری سرکشی کے باعث چشم زدن میں تمہیں تس تس کر کے رکھ دے لیکن اس کے ساتھ وہ غفار بھی ہے۔ اس کی بخشش اور پردہ پوشی کی بھی حد نہیں۔

⑥ اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت کا ہر وہ مزید دلیل بیان کی جا رہی ہیں۔ پہلے صرف حضرت آدم کو پیدا فرمایا پھر ان سے

مِنْهَا زُجْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِیَّةً ۚ أَنْزَلَ بِهَا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ خَلَقْتُمْ

اس کا جوڑا اور پیدا کیے تمہارے لیے جانوروں میں سے آٹھ جوڑے وہ پیدا فرماتا ہے

فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۚ

تمہیں تمہاری ماؤں کے شکموں میں (تدریجاً) ایک حالت سے دوسری حالت تین اندھیروں میں تھے

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّقُوا ۚ إِنَّ

یہ (قدرت والا) اللہ تمہارا رب ہے اسی کی حکومت ہے اللہ نہیں کوئی مہبود بجز اس کے پھر تم کہہ رہے ہو کہ یہ ہے۔ اگر تم

تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَإِنْ

ناشکری کرتے ہو تو بیشک اللہ کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں اور وہ پسند نہیں کرتا اپنے بندوں سے ناشکری کو اور اگر تم

تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ

شکر ادا کرو تو وہ پسند کرتا ہے اسے تمہارے لیے اللہ اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ پھر پھر

حضرت عوا کی تعلیم کی رساں تک کہ نسلِ انسانی کو زمین کے دُور دراز گوشوں تک پھیل گئی نیز زمین کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کی خاک کا بندوبست فرمایا۔ نقل و حمل کے ذرائع اور وسائل مہیا کیے۔ خصوصی طور پر اونٹ، بیل، بھیڑ، بکری، جوڑا جوڑا کا ذکر کر دیا۔

والہ انسان کی آفرینش کی طرف مکرر توجہ دلائی یعنی جب نطفہ رحم میں قرار پاتا ہے تو تخلیق و تکمیل کا عمل شروع رہتا ہے۔ وہ تھوڑا آب جلد ایک ننھا سا جڑوہ مختلف مرحلوں سے گزر کر کامل انسان کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اس کے ہر سر عضو میں جو باکیاں لطفائیں اور پیچیدگیاں ہیں یہ سب دل کی روشنی میں انجام پذیر نہیں ہوتیں بلکہ تدریجاً اندھیروں میں یہ کوئی عمل جاری رہتا ہے۔ تین اندھیروں سے ادھیڑ کا اندھیرا، رجم کا اندھیرا اور رجم کے اندھیرے کا اندھیرا جس میں پہچان کی تخلیق مکمل ہوتی ہے۔

اللہ یہ بڑی شان والا عظیم قدرتوں والا، بالغ حکمتوں والا اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے۔ بلندی و پستی میں، بحر و بر میں، کوہ و دامن میں ارض و سما میں ہر جگہ اس کی حکومت اور بادشاہی کا نظارہ نک رہا ہے اس کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے لوگو! اس سے منہ موڑ کر تم کہہ رہے ہو کہ اگر تم انکار و کفر کی روش نہ چھوڑو گے تو خود جبرِ تناک انجام سے دوچار ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کام کیا بگاڑ سکتے ہو تم ہر بات میں اس کے محتاج ہو اسے تمہاری قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

اے وہ اس لیے تمہیں کفر سے منع نہیں کرتا کہ اس سے اس کی کبر و بڑائی میں فرق پڑ جائے گا۔ بلکہ وہ بار بار تمہیں اس لیے کہتا

مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

کی طرف تمہیں لوٹا ہے پس وہ آگاہ کرے گا تمہیں ان کاموں جو تم کیا کرتے تھے۔ ایک وہ خوب جانتے والا ہے سینوں کے رازوں کو۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَلَهُ نِعْمَةٌ

اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف اس وقت پکارتا ہے اپنے رب کو دل سے رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف اٹل پھر جب عطا

ہے کہ تم اس کی قدرت کے شاہکار ہو اس کو تم سے بڑا پیار ہے۔ کفر سے تم اپنا ستیاناس کر دو گے۔ تمہاری عظمتیں خاک میں مل جائیں گی اللہ تعالیٰ تمہاری اس ذلت و رسوائی کو پسند نہیں کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ تاکہ اس کے جو دو کرم کی بارش تم پر برسی رہے اور ہر گھڑی تم بندے سے بلند تر منزل کی طرف مصروف پرواز رہو۔

علماء تفسیر نے یہاں ایک خاص بحث ذکر کی ہے جس کو اختصار سے بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔ وہ فرماتے ہیں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اللہ تعالیٰ کی رضا و انگ انگ چہیں ہیں دنیا میں کسی خیر و شر کا اجتبی اور بُری چیز کا تصور مشیت الہی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن خیر اور بُری پر وہ راضی ہوتا ہے اور شر اور بُرائی پر وہ راضی نہیں ہوتا۔ جو رچوری کرتا ہے۔ ڈاکو ڈاکو ڈاکو ہے۔ قاتل قاتل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں سے یہ اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ اگر اس کی مشیت اور ارادہ نہ ہو تو کوئی فعل بھی صادر نہیں ہو سکتا لیکن ان میں سے کوئی فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث نہیں بلکہ یہ امور اس کے قہر و غضب کو دعوت دیتے ہیں۔ عمار پانی پتی کہتے ہیں کہ ارادہ اور مشیت الہی اور چیز ہے اور رضائے الہی اور چیز ہے ان دونوں کو مترادف سمجھنا غلطی ہے۔ فان ارادته يتعلق بالخیر والشرکاء ما شاء الله کان وما لم يشأ لم یکن : ویتجمل تحت المراد من ارادته کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ خیر و شر سب کے ساتھ متعلق ہوتا ہے جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جس کو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا یہ محال ہے کہ وہ کسی کام کا ارادہ کرے اور وہ کام نہ ہو۔ دمنظری ۱۱۱ یعنی وہ شخص جو اپنے گناہوں کے بوجھ کے نیچے دبا چلا جا رہا ہے وہ کسی دوسرے کا بوجھ کیوں کر اٹھا سکتا ہے یا اللہ تعالیٰ کا بدل اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ کسی کا بوجھ کسی پر لا دیا جائے۔ یہ انصاف کے خلاف ہے۔

جب انسان کسی تکلیف سے دوچار ہوتا ہے معائب و آلام کے سیاہ بادل اسے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تو پھر ہر طرف سے مزہور کر رہے مجز و نیاز سے رب کریم کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہے، لیکن جب اس کی مصیبت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹل جاتی ہے اور اس پر طرح طرح کے انعامات کیے جاتے ہیں تو وہ اگر جانتا ہے۔ اُسے وہ گھڑیاں بھول جاتی ہیں جب وہ درود و غم سے نڈھال ہو کر چیخا چلا یا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جہیں سائی گیا کرتا تھا۔ خولہ : نعماء :

عطا کرنا۔ اور دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے : او جعله ذا حشمة و اتباع و الخول الحشمة و الاتباع۔ ذکر، قادم، ملازم بعض علمائے فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیتا ہے جس نے اپنے لطف و کرم سے اس کی چارہ سازی فرمائی تھی۔ اس صورت میں ما کون يدعو اليه من ما بمعنى من ہوگا اور ما بمعنى من کثرت استعمال ہوتا ہے جیسے وما خلق الذکر والاُنثی۔

مِنْهُ نَسَىٰ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ إِذَا دُعِيَ

کرتا ہے اسے نعت نبی (جناب) ہے تو مجبور جا ملتا ہے اس تکلیف کو جس کے لیے بلو کر رہا تھا اس سبب اور بتاتا ہے اللہ کے ہم مثل نہ ہو سکا

عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝

دے اس کی راہ سے۔ دے دے مٹنے آپ اسے، فرمائیے تلف اٹھائے اپنے کفر سے تھوڑے دن۔ چٹک تو دوڑیوں میں سے ہے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ الْيَلِّ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا

بھلا جو شخص عبادت میں بسر کرتا ہے رات کی گھڑیاں کبھی سجدہ کرتے ہوئے کبھی کھڑے ہوتے (ہیں)۔ ڈرتا ہے آخرت اور امید

رَحْمَةً رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

رکتا ہے اپنے رب کی رحمت کی اے آپ پوچھیے کیا کبھی برابر ہو سکتے ہیں علم والے اور جاہل ۲۱

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ قُلْ يُعْبَادُ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ

البتہ صرف عقل مند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے: اے میرے بندو جو ایمان لے آئے ہو ڈرتے رہا کرو اپنے رب ۲۲

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا

(اور یاد رکھو، ان کے لیے جنوں نے نیک اعمال کیے اس دنیا میں نیک جملہ ہے۔ اور اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے رحمت والے ۲۳)

۲۱ اور اس پر ہم یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے اور اس کے شریک ٹھہرا دیتا ہے۔ انداد: اسی شرکا۔ علامہ

بیضاوی نے ہذا کی تشریح بایں الفاظ کی ہے: المثل المماوی یعنی جو کسی کا ہم پایہ بھی ہو اور اس کا مخالف بھی ہو اس کو مذکور ہے۔

۲۱ مومن کے شب و روز کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے۔ نیاز مند یوں کا عالم یہ ہے کہ رات بھر درد انگیز مانے کرتے رہتے ہیں۔

اس کے در اقدس پر جہین نیاز بھگائے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود اپنی عبادت پر نازاں نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

مہر وقت ڈرتے بھی ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار بھی رہتے ہیں۔

۲۲ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی کو نہانتے ہیں ان کی امید و بیم کا یہ حال ہے اور جو شانِ الہی سے بالکل ناواقف ہیں ان

کی سرکشی کی حد نہیں کیا یہ دونوں گروہ یکساں ہو سکتے ہیں؟

۲۳ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اپنے بندوں کو یہ پیغام پہنچا رہے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد تقویٰ کو اپنا شعار بنالو۔

يُؤْتِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ

میر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا ۱۰ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی

اللَّهُ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ

عبادت کروں غالب کرے ہوئے اس کے لیے اطاعت کرؤں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب پہلے مسلمان بنوں۔ آپ

إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ اللَّهُ أَعْبُدُ

فرمائیے میں ڈرتا ہوں اگر میں حکم مدول کروں اپنے رب کی اس بڑے دن کے عذاب سے۔ فرمائیے اللہ کی ہی میں عبادت کرتا

مُخْلِصًا لِّدِينِي ۝ فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۝ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ

ہوں غالب کرے ہوئے اس کے لیے اپنے دین کو۔ پس تم عبادت کرو جس کی چاہو اس کے سوا ۱۱ (نیز) فرمادیجیے اصل نقصان پہنچنے

۱۰ اس کی تفصیل اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جو میدان صبر و استقامت کے شہسوار سید لاہور حضرت ام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جبر کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ قال سمعت جدي رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم يقول اية القرآن من تكن اعبد الناس وعليك بالقنوع تكن من اغنى الناس يا بني ان في الجنة شجرة يقبل لها شجرة البلوى يؤتى بها هل الهلاك فلا ينصب لهم ميزان ولا ينشر لهم ديوان يقبض عليهم ولا جرح صبا شعر قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انما يؤتى الصابرون اية (قرطبي)

ترجمہ: میں نے اپنے جبر پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے حسین! فرائض ادا کیا کرو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہو گا جو بڑے عبادت گزار ہیں۔ اے حسین! قناعت اختیار کر دو تم سب لوگوں سے فنی ہو جاؤ گے اے حسین! جنت میں ایک درخت ہے جسے شجرۃ البلوی یعنی تکلیف کا درخت کہتے ہیں۔ وہ لوگ جبر کا بیٹ و عذاب میں مبتلا رہے ان کو وہاں لایا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے نہ کوئی ترانہ رکھا جائے گا اور نہ ان کا قبر نکل کھولا جائے گا بلکہ یوں ہی مورا! دھار بارش کی طرح ان کا اجر ان پر برسے گا۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۱۱ راوی حق میں ثابت قدم رہنے اور شمع توحید کو روشن رکھنے کی تاکید میں صرف تمہیں نہیں کر رہا بلکہ میرے رب نے مجھے بھی ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا ہے میں سب پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ اس مقام پر مولانا عثمانی لکھتے ہیں: چنانچہ آپ عالم شہادت میں اس وقت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین و آخرین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے حکم بردار بندے ہیں۔

۱۲ اگر تم میری دعوت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور میری نصیحت تمہارے لیے قلب قبول نہیں تو پھر جیسا تمہارا ہی چاہتا ہے

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

والے وہ ہیں جو گمائے میں ڈالیں گے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن۔ سنو! یہی کھلا گمانا

الْبُيُنُ ۱۵ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَلِكَ

ہے۔ ان (بذختموں) کے لیے لوہے سے بھی آگ کے شعلے ہوں گے اور نیچے سے بھی آگ کے شعلے ۱۵ اس

يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ يُعْبَادُ فَاتَّقُونَ ۱۶ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ

(غلب الیم) سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسے پیسے بندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔ اور جو لوگ بچتے ہیں شیطان سے

أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۱۷ الَّذِينَ

کہ اس کی عبادت کو جس مسئلہ اور دل سے، جتنے ہیں اللہ کی طرف ان کے لیے فرشتے ہیں آپ خردہ منلوں میں ان بندوں کو جو غور

يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ

سے سنتے ہیں بات کو پھر پیروی کرتے ہیں اچھی بات کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے

وَأُولَٰئِكَ هُمُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۱۸ أَفَمَن حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ

اور یہی لوگ والشر ہیں مہلا جس پر واجب ہو گیا عذاب کا حکم۔

أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَن فِي النَّارِ ۱۹ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا لَهُمْ لَهْمُ غُرَفٌ مِّنْ

تو کیا آپ بچا سکتے ہیں اسے جو آگ میں ہے؟ البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے بالافلک میں جن کے

کرتے رہو خواہ کسی پتھر کی پوجا کرے، خواہ کسی دیا کو خدا بنا دے خواہ کسی جن اور انسان کو اپنا معبود تصور کر دے تم جانو اور تمہارا کام۔ لیکن یہ یاد رہے

کہ کفر و شرک اختیار کرنے سے تم ایسا نقصان اٹھاؤ گے اور تمہیں ایسا خسارہ ہوگا کہ پھر اس کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔

۲۴ ظلل: ہراس چیز کو کہتے ہیں جس کا سایہ کسی پر پڑنا ہو۔ مراد یہ ہے کہ اوپر اور نیچے سے آگ کے بجڑکتے ہوئے شعلے انہیں

اپنی گرفت میں لے لیں گے۔

۲۵ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور پیارے بندوں کا ذکر فرماتا ہے۔

فَوْقَهَا غُرْفٌ مَّبْنِيَةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ

اور پر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں۔ رواں ہیں جن کے نیچے سے نہریں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ توکلے

اللَّهُ الْمُبْعَادُ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي

اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ۲۹ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے آتا ہے آسمان سے پانی۔ پھر پانی

الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيمُ فَتَرَهُ مُصْفًى

کیا اسے زمین کے چشموں سے۔ پھر اُکاتا ہے اس کے ذریعہ فصلیں جن کے رنگ جدا جدا ہیں پھر وہ خشک ہونے لگتی ہے پس

ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطًا فَإِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ أَفَنُنِ

تو دیکھتا ہے اسے زردی مائل پھر وہ اس کو پھر اُکڑ دیتا۔ یقیناً اس ذکر شمعیت میں نصیحت ہے اہل نقل کے لیے۔ بھلا وہ

شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ

(ساد تہند) کشادہ فرمایا جو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لیے تو وہ اپنے رب کی طرف سے دیے ہوئے نور ہے اسے پس ہلاکت ہے۔ ان

۲۹ یہاں سے پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے کوئی دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ یعنی بیخ، خشک ہونا، ہی بیس۔
۳۰ یہ اللہ تعالیٰ کا شخص کرم ہے اگر وہ اسلام قبول کرنے کے لیے سینہ کھول دے۔ تقصیب اور ضد کے پردے اٹھ جائیں اور
ذریعہ اس کو نظر آنے لگے اس وقت انسان بے ساختہ حق کی طرف لپکتا ہے اور اسے قبول کر لیتا ہے اس کی راہ میں آگ کے سبز
کیوں مائل نہ ہو جائیں وہ پروا نہیں کرتا۔ اس وقت تک اسے چین ہی نہیں آتا جب تک وہ شیعہ حق پر پروا نہ دے رہتا ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی

”یا رسول اللہ! اے اے المومنین اکیس“ کہ اہل ایمان میں سے زیادہ عقلمند کون ہے۔

قال اکثرهم بموت ذكراً واحسنهم له استعداداً فرمایا جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لیے
اپنی طرح تیاری کرے۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا جب دل میں نور داخل ہو جاتا ہے تو دل کشادہ اور وسیع ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی اے
اللہ تعالیٰ کے نبی اس کی علامت کیا ہے: قال الامانة الى دار الخلود والتبقي عن دار العزور والاعتماد لموت قبل
منزول الموت۔ فرمایا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ شخص ہر وقت دُعا آخرت کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ وہ اس دعوہ وال دنیا سے کٹاؤ

قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۚ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ

دلوں کے لیے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے اسے یہی لوگ گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے سچا

الْحَدِيثُ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِي ۚ تَقْشَعُرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ

عندہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (بڑھنے) سے بدن اُنکے

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے۔ پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف اُسے

ذَٰلِكَ هُدًى لِّلَّذِينَ يَهْدِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضِلِلِ اللَّهُ فَهُوَ

یہ اللہ کی ہدایت ہے راہنمائی کو کتاب ہے اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے۔ اُسے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو

انتیار کرتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری شروع کر دیتا ہے۔

۳۱۔ ان لوگوں کی بد نصیبی کا کرن اندازہ لگا سکتا ہے جن کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا شوق ان کے دلوں میں کبھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ انہیں یہ کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ ان کا ایک ناتی بھی ہے اور انہیں ایک روز اس دنیا سے کوچ بھی کرنا ہے۔

۳۲۔ یعنی یہ دل سرہ لینے والی باتیں جو ایک کتاب کی صورت میں تمہارے پاس موجود ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

ان کے معنائیں ہم آہنگ ہیں سب ایک دوسرے کی موافقت اور تائید کرتے ہیں ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں۔ اس کی یہ صفت بھی ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے سے طبیعت نہیں اکتاتی۔ بلکہ ہر بار نئی لذت اور نیا سرور حاصل ہوتا ہے اس کی اثر انگیزی کا یہ ظلم ہے کہ جب

مذہب الہی کا ذکر ہوتا ہے تو ہر پرہیزگار دل پر غور اور دہشت طاری ہو جاتی ہے اور وہ کانپنے لگتے ہیں اور جب اس کی رحمت کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل اور چہرے خوشی سے چمک اٹھتے ہیں اور اس کے ذکر میں شوق و رغبت سے مشغول ہو جاتے ہیں۔

پہلی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ ثمر تلین میں دوسری کیفیت کا ذکر ہے۔ متشابہا و یشبہ بعضہ بعضا فی الحسن والحکمة وصدق بعضہ بعضا یعنی حسن اور حکمت میں اسکی آیتیں مشابہ ہیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ ان میں کوئی ساقط اور اختلاف نہیں ہے اور مثانی

کا معنی بیان کیا گیا۔ مثنی للمتدوۃ فلا یمل کہ جب اسے بار بار پڑھا جائے تو انسان اکتاتا نہیں۔ اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اس میں مراعات اور قصص بار بار دہرائے جاتے ہیں۔ مثانی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ربانی پتی لکھتے ہیں: مثانی مشنۃ کی جمع ہے جو اسم ظرف

ہے اور یہ کتاب کی دوسری صفت ہے صفة اخری جمع مشنۃ اسم ظرف فانه ثنی فیہ ذکر وعد والوعید والامر والنہی والاعجاز والاعمال۔

مِنْ هَآءِ ۝ اَفَمَنْ يَتَّقِ بِوَجْهِهِ سُوْءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ وَقُلْ

کون بدایت دینے والا نہیں - مجھ کو وہ شخص جو ڈھال بنائے گا شدید عذاب کے سامنے اپنے چہرہ کو روز قیامت وہ تباہ نصیب

لِلظَّالِمِيْنَ ذُوْ قُوٰمًا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ہوگا، اور کہا ہائے کا قاتلوں کو ادا ہو چکے جو کچھ تم کمایا کرتے تھے - مجھ کو یا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے

فَاَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ

قرآ یا ان پر عذاب وہاں سے جہاں سے وہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے - پس چکائی انہیں اللہ نے ذلت اس

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

دنوی زندگی میں اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے، کاش! وہ جان لیتے -

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

اور ہم نے بیان کی ہیں لوگوں کے لیے اس قرآن حکیم میں ہر قسم کی مثالیں تاکہ وہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ ضَرَبَ

تذہمت قبول کریں اور ہم نے دیا ہے (انہیں) قرآن جو عربی زبان میں ہے جس میں مذکور نہیں تاکہ وہ اللہ سے ڈریں

اللّٰهُ مَثَلًا لِّرَجُلٍ ۙ فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشَآكِسُوْنَ ۚ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّلرَّجُلِ ۙ

بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ایک غلام ہے جس میں کئی جتنے ہیں جو سخت بدخو میں ایک غلام ہے جو پورا ایک ملک ہے -

۳۳ خضوع و شوع کی یہ حالت محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نصیب ہوتی ہے جس کو ہوتا ہے اس کو یہ نعمت مرحمت فرماتا ہے -
۳۴ اللہ تعالیٰ مشرک اور مومن کا مال بیان کرنے کے لیے مثال ذکر فرماتے ہیں ایک غلام جو جس کے کئی آقا ہوں اور وہ آقا آپس
میں ہر وقت برسرِ یکا رہتے ہیں چنانچہ ایک آقا کچھ حکم دیتا ہو اور دوسرا اس کے برعکس حکم دیتا ہو۔ اس بے چارے غلام کی جان تو
عذاب میں مبتلا ہو جائے گی۔ وہ ہر وقت پریشان اور سخت حال رہے گا۔ ایک اور غلام ہے جس کا صرف ایک آقا ہے۔ اس آقا کی
فلاں کی حالت کا اندازہ کرو اور خود فیصلہ کرو کہ تمہارے لیے ایک خدا کا بندہ بننے میں آرام و راحت اور قلبی سکون ہے یا بہت

هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّكَ بَيْتٌ

کیا ان دونوں کا مل یکساں ہے سب تو فیض اللہ کے لیے ہیں لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے جتنا آپ بھی

وَأَنْتُمْ يَتَّبِعُونَ ۚ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۚ

(وہی ہے) امتعال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے (تو) پھر تم سب (روزِ حشر اپنے رب کے حضور میں آپس میں جھگڑاؤ گے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ

پس اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور تمہاری بکارت کرتا ہے

بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۚ

اس جگہ کی جب وہ اس کے پاس آیا۔ کیا جہنم میں کفار کا ٹھکانا نہیں ہے؟

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور وہ بستی جو اس جگہ کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں جو

الْمُتَّقُونَ ۚ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاؤُ

پرہیزگار ہیں۔ انہیں ملے گا جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس سے یہ صلہ ہے

جبرائیلؑ اور وہاں کا بندہ بننے میں۔ لفظ متذکیرین کی تشریح کرتے ہوئے علامہ جوہری لکھتے ہیں: وَجَلَّ شَكُّهُ اِیْ صَعْبُ الْخَلْقِ۔ یعنی بڑا۔ راجح کہتا ہے شمس عبوس غیبس عزوز۔

۳۵ اسلام کی مذاافروں ترقی کو دیکھ کر جلتے تھے اور یہ کہ اپنے دلوں کو تسلیم دیتے تھے کہ یہ چند روزہ کھیل ہے یہ فوت ہو جائیگا اور کاشی ہے نہیں یہ سلسلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محبوب! اس دافنا سے آپ نے رختِ سفر باندھنا ہے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہ کتنے نادان ہیں کس طرح اپنے آپ کو طبلِ تسلیاں دے رہے ہیں۔

۳۶ یہ کفار ایک تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بتان مچاتے ہیں اور غلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو گا۔

۳۷ یعنی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو اس ابدی صداقت کو لے کر تشریف لائے اور وہ اہل ایمان جنہوں نے

الْمُحْسِنِينَ ۖ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا

محسنوں کا حق تاکہ دُعا نبی لے اللہ تعالیٰ ان سے ان کے بدترین اعمال کو

وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور عطا فرمائے انہیں اجر ان کے بدترین اعمال کا جو وہ کیا کرتے تھے

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ

کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندے کے لیے؟ (یقیناً کافی ہے) اور وہ (نادان) ڈراتے ہیں آپ کو ان مہروروں سے

دُونِهِ ۚ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۚ وَمَنْ يَهْدِ

جو اللہ کے سوا ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ ہوئے دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جس کو ہدایت بخش دے

پہنچے دل سے اس صداقت کو قبول کیا۔ یہ ہی متقی اور پرہیزگار ہیں۔

۳۸۔ یہ پاک لوگ جس چیز کی آرزو کریں گے اللہ تعالیٰ کی جناب سے انہیں عطا فرمائی جائے گی۔ کیا مقام ہے نبی کریم کا اور کیا شان

ہے آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہونے والوں کی اور آپ کی دعوت پر صدق دل سے ایمان لانے والوں اور قربان ہونے والوں

کی کہ جو وہ دعا کریں گے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ پوری ہوگی

۳۹۔ ان پر مزید کرم یہ کیا جائے گا کہ ایمان لانے سے پہلے جو سنگین جرم ان سے سرزد ہوئے تھے اور جن فحش گناہوں کا انہوں نے

ارتکاب کیا تھا ان کو اس طرح دُعا نبی دیا جائے گا کہ ان کا سراغ تک بھی کسی کو معلوم نہ ہوگا۔ علامہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں:

اصل الکفر تغطية الشيء تغطية تستملكه یعنی کفر کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح دُعا نبی دینا کہ اس

چیز کا نام و نشان بھی دکھائی نہ دے۔

۴۰۔ اور اسلام قبول کرنے کے بعد جو نیکیاں وہ کریں گے ان کا بدترین اجر انہیں دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی نوازشات کا کیا کہنا ساری عمر برباد کرنے کے بعد بھی اگر کوئی نام اور شمار ہو کر دیر آتے ہیں پر حاضر ہوتا ہے

تو اس کے لیے آغوش رحمت کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے سابقہ نامہ اعمال کی سیاہی دھو دی جاتی ہے اور اس پر ایسے ایسے

کرم فرمائے جاتے ہیں جنہیں دیکھ کر دنیا حیران ہو جاتی ہے۔

۴۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو تسل دے رہے ہیں کہ آپ کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود آپ کا حافظ و ناصر ہے اور جس کا

حافظ و ناصر خود اللہ تعالیٰ ہو کیا ایسے شخص کو کسی دوسرے سہارے اور مددگار کی ضرورت باقی رہتی ہے، ہرگز نہیں۔

اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّضِلٍّ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝

اللہ تعالیٰ تو اس کو کون گمراہ کرنے والا نہیں ہے کیا نہیں ہے اللہ قلمیٰ زبردست انتقام لینے والا ؟

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمان اور زمین کو ؟ تو ضرور کہیں گے

اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ

اللہ نے ہے آپ فرمائیے پھر ذرا یہ تبتاؤ کہ جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اگر اللہ تعالیٰ مجھے

اللَّهُ يَضُرُّهُ هَلْ مِنْ كُشْفَةٍ ضَرَّتْهُ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ

کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا یہ مہر دور کر دیں گے اس تکلیف کو یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کچھ رحمت فرمانا چاہے تو کیا

هُنَّ مُسِيكٌ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ

وہ روک سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو۔ فرمادجیے مجھے کاشی ہے اللہ تعالیٰ ہے فقط اسی پر مہر دہہ کرتے ہیں

اے محبوب ! ساری دنیا بھی اگر آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے تو آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے یہ لوگ جتنے احمق اور نادان ہیں جو آپ کو اپنے مہر دان باطل کے غیظ و غضب سے ڈراتے ہیں۔

اللہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے ذرہ بابت بخش دیتا ہے پھر اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔
 اللہ جن بتوں کے غیظ و غضب سے یہ لوگ آپ کو ڈراتے ہیں اور ان کے بے پایاں انتقادات کے افسانے گمراہ کر پیش کرتے ہیں آپ ذرا ان سے یہ تو پوچھیے کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے۔ تو نا ہمارے پوچھ کر کہیں گے اللہ تعالیٰ۔ ان سے پوچھ لیں کیا تمہارے بتوں میں یہ دم غم ہے کہ میرا رب اگر مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو یہ آدھے آجائیں اور مجھے اس تکلیف سے بچالیں یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کرم فرمانا چاہے تو یہ رکاوٹ پیدا کر دیں اور مجھے اس کے کرم سے محروم کر دیں۔ جب یہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان تو پھر ایسے خداؤں کے ماننے اور ان کی پرستش کر کے کا کیا فائدہ ؟

اللہ یہ لوگ آپ کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں آپ کو اپنے بتوں کی اذیت رسانی سے ڈراتے ہیں۔ آپ غلط نہیں اٹھا کہ دیجیے "حسبى اللہ" مجھے میرا اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ تم مجھے جتنی اذیتیں پہنچا سکتے ہو ان میں ذرا کمی نہ کرو۔ تم اسلام کو ناکام کرنے کے لیے جو کوششیں کر رہے ہو انہیں زور سے جاری رکھو۔ "حسبى اللہ" مجھے میرا اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مرشد امام

الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۰﴾ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ

بمہر و سہ کرنے والے۔ فرمائیے اے میری قوم! تم عمل کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔ پس

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ

تم ضرور جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کر دے گا اور کون ہے جس پر

عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۳۲﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ

دائمی عذاب اترتا ہے۔ (اے حبیب!) ہم نے اتاری ہے آپ پر یہ کتاب لوگوں (کی ہدایت) کے لیے حق کے ساتھ۔

فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِ ۖ

پس جو ہدایت قبول کرتا ہے تو وہ اپنا بھلا کرتا ہے اور جو ہٹکتا ہے اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے لیے

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۳۳﴾ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ

اور آپ ان (بد بختوں) کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے ہاؤں کو موت کے وقت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من احب ان یکون اقربى الناس فلیتوکل علی اللہ ومن احب ان یکون اغنی الناس فلیکن بھائی بد اللہ عزوجل اوٹن بھائی بدیہ۔ ومن احب ان یکون اکرم الناس فلیتق اللہ عزوجل وابن کشیر ہمیں جو شخص اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ طاقتور بن جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غنی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ جو دولت اس کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ وہ اس پر تقین رکھے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو شخص ہمتا ہے کہ سب سے زیادہ کرم مستظہم بن جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کرے۔ (ابن کشیر)

۳۳۔ اے محبوب! ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو سزا پا حق ہے۔ اب اس کی روشنی سے جو فائدہ اٹھائے گا اس میں خود اس کا بھلا ہوگا اور جو آنکھوں پر پٹی باندھے رہے گا تو اس زندگی میں عمر بھر ٹھوکریں کھاتا رہے گا اور آخر کار کسی ایسے گڑھے میں گرے گا جس سے پھر نکلتا اس کے لیے دشوار ہو جائے گا۔ آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں تاکہ آپ سے یہ باز پرس کی جائے کہ فلاں شخص کیوں ایمان نہیں لایا فلاں شخص کیوں شرک کرتا رہا۔ فلاں شخص فسق و فجور کی دلیل میں کیوں عمر بھر پھنسا رہا۔ آپ کا کام دنیا میں اور مٹھانا نماز میں بڑی دسوزی اور اخلاص کے ساتھ پیغام حق پہنچا دینا ہے۔ آپ نے اپنا فرض احسن طریق سے ادا کر دیا ہے۔ اب ان کی

مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فِيمِمْكَ الَّتِي قَضَى

اور جن کی موت کا وقت انجمن نہیں آیا (ان کی رُو میں) حالت خیمہ میں دُشے پھر روک لیتا ہے ان رُوحوں کو جن کی موت

عَلَيْهَا الْمَوْتُ وَيُرْسِلُ الْآخِرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ إِنَّ

کامیاب کرتا ہے اور واپس بھیج دیتا ہے دوسری زودوں کو مقررہ میعاد تک۔ بے شک

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ

اس میں (اسکی قدرت کی) نشانیاں ہیں ان کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے بنا لیے ہیں اللہ کو چھوڑ کر

اللَّهُ شُفَعَاءُ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٧﴾

اور سفارشی۔ ہنرچیے اگرچہ وہ دوزخ و مسافر کی کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل و شعور رکھتے ہوں۔

عمر احمی کے متعلق آپ سے کسی طرح کا محاسبہ نہیں ہوگا۔

ہم نے آیت کا مفہوم واضح ہے حضور نے سوتے وقت یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ بھی اسے یاد کر لیں اور سوتے وقت یہ دعا مانگ کر سوا کریں: يَا سَمِيعُ رَبِّي وَصَلِّتُ جَنَّتْ وَيَا بَدِيعُ ارْقُفْهُ اِنْ اَمْسَكَتَ نَفْسِي فَاَرْحَمْنَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاَحْفَظْهَا يَا حَافِظُ بِهٖ عِبَادَتُكَ الصَّالِحِيْنَ۔

ترجمہ : اے اللہ! میں تیرے نام سے اپنا پولو بستر پر رکھتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی اسے اٹھاؤں گا اس اثنا میں اگر تو میری مدد قبض کر لے تو اس پر رحم کرنا اور اگر واپس کرنا تو اس کی اس سے حفاظت کرنا جس سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

یتوقی کا لغوی معنی ہے کسی کو پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لینا۔ توفیۃ الشیء بذلہ وافیاً واستیقاماً وتولہ وافیاً، قال تعالیٰ ووفیت حکم نفس ما کسبت وقد عبّر عن الموت والنوم بالمترقی (مفردات)

اس توفیق کی دو قسمیں ہیں ایک ہمیشہ کے لیے رُوح کو اپنے قبضہ میں کرنا اور دوسرا عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے پہلی مرتبہ میں اس کا سستی مرتب ہوگا۔ دوسری صورت میں یہ نیند کے معنی میں مستعمل ہوگا اور یہ عوم مجاز ہوگا۔

اسکے معنی یہ مشترک بھی عجیب دماغ کے لوگ ہیں کہ ایسے معبودوں کو انہوں نے اپنا سفرِ شریٰ فرض کر لیا ہے جن کے پاس محبوبی کوڑی بھی نہیں اور عقل و فہم سے بھی بالکل گورے ہیں۔ یہ ان کے پتھر ٹکڑی کے بُت اور تانبے پتیل کے اصنام تھے جو بے زبان چوڑے کے باعث ہر قسم کے فہم و شعور سے اور قوت و اختیار سے محروم تھے۔

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۚ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

آپ فرمائیے سب شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے۔ اسی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ

پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور جب ذکر کیا جائے اکیلے اللہ کا تو گڑبٹنے لگتے ہیں ان لوگوں کے دل

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ

جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب ذکر کیا جاتا ہے اس کے سوا دوسروں کا تو اسی

اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں اے اللہ! اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے

اے آپ ان کو فرماد دیجیے کہ شفاعت کرنے کا اختیار تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر تو کسی کی کمال نہیں کہ لب کشائی بھی کر سکے اور ان کے معبودوں کو تو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا یہ کیسے ان کی شفاعت کریں گے۔

اے اللہ جب اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ٹھٹھنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں پر اندر دلی چھا جاتی ہے اور جب کسی محل میں ان کے بڑوں اور محبوبوں خداؤں کی تعریف کی جاتی ہے تو ان کے چہرے خوشی اور فخر و مسرت سے ڈکنے لگتے ہیں۔ اشماؤت: نفرت و انقبضت، یعنی دل کا نفرت کرنا اور گھٹ جانا۔

ہمارے بعض مہربان اپنی شوخی مزاح سے مجبور ہو کر اس آیت کو خوب مجہوم مجاہم کر پڑتے ہیں اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے ثنا خواہوں اور اولیاء اللہ کی مدح سرائی کرنے والوں پر اس آیت کی تطبیق کرتے ہیں۔ جو شش خطابت میں ان کے منہ شریف سے جھاگ اڑ رہی ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ سنی یہ بدعتی یہ جنتی یہ وقت نبی کی توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ بہر وقت اولیاء کرام کا ذکر کرتے رہتے ہیں تو کبھی قرآن انکے بائیں میں کیا کہتا ہے۔

ان حضرات والا صفات سے آنا ہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے قرآن کریم کی ان بیشمار آیات کو کھل ڈیکھنے جن میں قرآن نازل فرمائے والے اپنے انبیاء، خصوصاً سید الانبیاء، اس کے صحابہ کرام اور اس کے غلاموں کی تعریف و توصیف کی بنے پھر ہم گشتگانِ غیر تسلیم پر مشق سخن فرمائیے۔ زیادہ نہیں تو کم از کم سورۃ الفصحی، الم نشرح، الکہن کی تلاوت کر نمازوں میں ہی بندہ کرتے کا حکم صادر فرماد دیجیے، اگر آپ ایسا کرنے کی سکت رکھتے ہیں۔ ورنہ جب تک یہ رُوح پرور آیات اور یہ ایمان افزہ نوری سورتیں قرآن میں موجود ہیں اس الزام سے آپ بھی نہیں بچ سکتے۔ خدا رکھنے سے اتنے بے قابو نہ ہو جایا کریں کہ حق و صداقت کا دامن بھی

عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا

اسے جاننے والے جنب اور شہادت کے توی سنبھلے فرمائے گا اپنے بندوں کے درمیان، ان امور میں

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ

جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور اگر ان کے پاس جنہوں نے ظلم کیا زمین میں جو کچھ ہے

جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ

سب ہو اور اتنا اور بھی اس کے ساتھ تو رہا ہیں گے کہ بطور فدیہ ادا کر دیں اسے بُرے عذاب کے عوض، قیامت

الْقِيَامَةِ ۝ وَبَدَّ اللَّهُ مَا لَهُمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۝

کے دن ۹۷ اور (اس روز) ظاہر ہو جائے گا ان پر اللہ کی طرف سے جس کا وہ گمان بھی نہیں کیا کرتے تھے۔

وَبَدَّ اللَّهُ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا

اور ظاہر ہو جائیں گے ان پر وہ بُرے اعمال جو انہوں نے کئے تھے اور گھیر لے گا انہیں وہ عذاب، جس کا یہ

يَسْتَهْزِءُونَ ۝ فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ عَانًا ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ

مذاق اڑایا کرتے تھے۔ پس جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو وہیں پکارتا ہے شے میری جہم عطا کر دیتے ہیں

باتھ سے چھوٹ جائے۔

۹۸ آج تو یہ ایک دھڑی پر جان دیتے ہیں۔ راو خدا میں خرچ کرنے کے لیے انہیں کہا جائے تو مرنے لگتے ہیں۔ وہ دن آنے والا ہے جب عذاب الہی انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا اس وقت اپنا زندگی بھر کا سرمایہ فدیہ کے طور پر ادا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے بلکہ دنیا کے سارے خزانے بھی اگر ان کا بس چلے تو اپنی جان بچانے کے لیے بطور فدیہ دے دیں۔ اس وقت ان کی صرف ایک ہی آرزو ہوگی کہ عذاب سے نجات مل جائے خواہ انہیں کتنا ہی کمزور اور کمزور کر دے۔ شے جب انسان کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس وقت وہیں پکارتا ہے، گرگڑاتا ہے، فریاد کرتا ہے۔ لیکن جب اسے اس عذاب سے نجات مل جاتی ہے اور ہم اس پر اپنی گونا گوں رحمتوں کا مینہ برسا دیتے ہیں تو یہ نہیں کہتا کہ میرے رب نے مجھ پر احسان فرمایا ہے بلکہ کہتا ہے کہ یہ میری ذاتی قابلیت اور مہارت کا نتیجہ ہے۔ میرے جیسا لائق فائق انسان اس خوشحالی

نِعْمَةٌ مِنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

اے نعمت اپنی جناب سے ترک کرنے لگتا ہے کہ یہ نعمت مجھ ہی کوئی ہے (اچھے، علم و فضل کے باعث اسے نازل ہوں نہیں، بلکہ)

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ

آپناش ہے کہیں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے کہی حق یہی بات ان لوگوں نے جو ان سے

قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَاصْبِرْ لَهُمْ

پہلے تھے (جب ہم نے انہیں پکڑا، تو نہ فائدہ پہنچایا انہیں) مال و دولت نے، جو وہ کیا کرتے تھے اے پیس جو بڑے

سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ

کام انہوں نے کیے ان کا نتیجہ انہیں بھگتنا پڑا۔ اور تمہوں نے ظلم کیا ہے ان لوگوں میں سے انہیں بھی عذریب اپنی

سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ

بد اعمالوں کی سزا جہنمی ہوگی اور یہ (ہیں) عاجز نہیں کر سکتے کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

اللہ تعالیٰ کشادہ بھلا فرماتا ہے رزق جس کو چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے (جو چاہتا ہے) یقیناً اس کہ قسم رزق، میں اس کی محنت

کا مستحق ہے یہ بظاہر کوئی یہ کارہینہ اور یہی زندگی کی ساری سچائی اور انہیں میں نے اپنی ذاتی کوشش اور محنت سے حاصل کیا ہے مجھ کو کسی کی سیادت نہیں
اے یہ شخص غریب غمزدہ ہے حقیقت حال سے بالکل بے خبر ہے اے معلوم نہیں کہ ہم کس کو یہ ساری راحیں اس لیے بخش رہے ہیں کہ اس کا
امتحان ہیں۔ غم و اندوہ کے زمانہ میں جس بہت کریم کو وہ ہر وقت یاد کیا کرتا تھا اب ہمیشہ قارام کے زمانہ میں بھی وہ اپنے منہ تحقیق کو یاد کرتا ہے نہیں
اس کا شکر گزار بندہ بننا ہے یا نہیں لیکن اکثر لوگ اس آزمائش کی طرف خیال ہی نہیں کرتے اور یوں ناکام ہو جاتے ہیں اور اپنے
آپ کو تباہی کے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔

اے ایسی بے سرو پا باتیں اس سے پہلے بھی فریب غمزدہ لوگ کیا کرتے تھے ناسخری کے باعث ان سے وہ نہیں سمجھیں گی نہیں اور انہیں
ہر حال انہام سے دوبارہ کر دیا گیا۔ پھر ان کی علمی قابلیت اور دانشمندی ان کو ہماری گرفت سے بچا سکی اور نہ ذاتی جبر و جبر انہیں کوئی
فائدہ پہنچا سکی۔

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۚ قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أُسْرِفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

شانیاں ہیں اہل ایمان کے لیے اللہ آپ فرمائیے اسے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر،

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۖ

میرے نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے اللہ یقیناً اللہ تمہارے گنہگار سارے گناہوں کو

إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۚ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلُمُ إِلَيْهِ

بلکہ شہرہی بہت بخشنے والا، ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔ اور (سچے دل سے) لوٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور سرفرم کر دو گناہوں کے

اللہ اللہ کے خزانے اس کے دست قدرت میں ہیں جتنا چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے کسی کو محال القراض نہیں۔ اس تقسیم رزق میں بھی اس کی حکمت کی صد ہا نشانیاں ہیں لیکن ان نشانیوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دل میں کورایان ہے۔ اللہ جب انسانی جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں تو بڑے بڑے دانشمندیوں سے انسانی قیاس حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں جب انتقام کے شعلے بجھنے میں تو بڑے بڑے عظیم الطبع لوگوں کے ہاتھ سے بھی عدل و انصاف کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ غلط ماحول کے باعث غلط فہمیاں دل میں جم جاتے ہیں۔ ان حالات میں اگر کوئی شخص گناہوں اور بدکرداریوں سے اپنا دامن آلودہ کرے اور اس کے لیے توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے تو وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہو گا اور گناہ و معصیات کی دلدل میں بڑی بے باکی سے بڑھتا چلا جائے گا۔ اس طرح خود بھی برباد ہو گا اور کئی معصوم زندگیاں کو بھی ذبح کر کے رکھ دے گا۔

اسی طرح اگر یہ بات کسی کے ذہن نشین ہو جائے کہ گناہ کرنے سے کوئی معذرت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و اسد کے سامنے ہمارے ان گناہوں کی کیا حقیقت ہے۔ ہم کچھ بھی کرتے رہیں وہ بخش دے گا اور جنت کے دروازے ہمارے لیے کھول دیے جائیں گے۔ ایسا انسان بھی مگر بھراؤنی انسانی خواہشات کے ماتحت میں کھلنا بنا رہتا ہے۔ خوزیری۔ بکاری۔ راہبانی جتنی علی سے اسے کوئی نفرت نہیں رہتی۔ لوگوں کے حقوق پاال کرنے کے باوجود اور ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بجھانے کے باوجود اس کے دل میں خلش بھی پیدا نہیں ہوتی جو اس کو بے چین کر دے۔

یہ دونوں کیفیتیں انسان کے لیے ہم قاتل ہیں اس طرح وہ فقط دوسروں کے لیے وبال ہاں بن جاتا ہے بلکہ اپنی ذات پر بھی ظلم عظیم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کو جو تعمیری صلاحیتیں اور نیکی کی قوتیں بخشی گئی تھیں ان سے اگر وہ صحیح کام لیتا تو آسمان شہرت پر مہر و ماہ بن کر چمکتا اور قیامت تک دنیا اس کی نیکیوں کو یاد کرتی۔ اسے دعائیں دیتی، اب وہ بیکار پیری رہیں اور بزرگ و بار لائے بغیر ختم ہو گئیں۔

اسلام جو دین فطرت ہے جس کا مقصد اولین فرد کی صحیح نشو و نما اور رہنمائی کرنا ہے تاکہ سلجھے ہوئے اور اصلاح یافتہ افراد سے

ایک ایسی قوم معرض وجود میں آئے جو قیادت اہم کی ذمہ داری نبیوں کے اور ساری انسانیت کی راہنمائی کا فریضہ ادا کر کے اپنے اسلام نے انسان کو نہ تو بالکل بے لگام چھوڑ دیا ہے کہ وہ فرستیاں کرتا ہے جہن حیات کی نازک اور محم کیوں کر مستحق ہے ان کی رنگ و بھمت کو لٹا رہے اور اس کے باوجود دل میں اپنی بخشش کا بھی یقین رکھے اور نہ ہی اسلام نے انسان کو ایسوں اور ناامیدیوں کے گہرے گڑھے میں دھکیل دیا بلکہ صحیح خطوط پر اس کی تربیت کا پروگرام پیش کیا۔ ایک طرف اسے اپنے اعمال نیک بہ کا ذکر دیا نظر آیا اور اسے ان نتائج سے آگاہ کیا جو اس کے اچھے یا بُرے اعمال پر سنت الہی کے مطابق ترتیب ہو کر رہیں گے تاکہ کوئی کام کرنے سے پہلے وہ ان نتائج کا بھی اچھی طرح جائزہ لے لے اور یہ دیکھ لے کہ کیا وہ ان نتائج کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس کے ساتھ اس کو بائوس بھی نہیں ہونے دیا اسے بتادیا کہ گناہوں اور بد کاریوں سے تائب ہو کر جب اہل جہاں سے وہ نئی پاکیزہ زندگی کا آغاز کرنا چاہے اسے اس کا موقع دیا جائے گا۔

اس آیت طیبہ مبارکہ میں بھی ان لوگوں کو نیدِ رحمت دی جا رہی ہے جو عمر بھر اپنے اوپر زیادتیاں کرتے رہے جن کے ذہن فتنہ و فحش میں بسر ہوتے رہے جنہوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بالکل برباد کر دیا۔ ایسے لوگوں کو کما جارا ہے کہ آدمیری رحمت کا دوا دوازا تھا اسے لیے کھلا ہوا ہے۔ اگر تم سچے دل سے تائب ہو کر نئی اور پاکیزہ زندگی شروع کرنے کا عزم کر چکے ہو تو تمہارے گناہ بے شمار اور نہایت سنگین کیوں نہ ہوں صاف کر دیے جائیں گے۔ تمہیں یہاں سے بائوس نہیں لٹایا جائے گا۔

حدیث پاک میں اس کا شانِ نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان ناساً من اهل الشرک حکوا قد قتلوا واکثروا ذنوبا واکثروا فاقوا
محمد اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالوا ان الذی تقول وتدعو الیہ لحسن لو تخبرنا ان لما عملنا کفارة و منزل
قل یعبادى الذین اصرفوا۔ الایۃ

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ چند مشرک جنہوں نے سابقہ زندگی میں بکثرت قتل کیے تھے اور بکثرت زنا کا ارتکاب کیا تھا جنہوں کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے کہ جو آپ فرماتے ہیں اور جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھی ہے لیکن آج سے قبل ہم اتنے گناہ کر چکے ہیں جن کی بخشش کی کوئی صورت نہیں کیا آپ اس کے کفارہ سے ہمیں آگاہ فرما سکتے ہیں۔ یعنی مقصد یہ تھا کہ اگر ہم اسلام قبول کر لیں تو کیا ہمیں ہمارے سابقہ گناہوں پر توبہ لازم نہ ہو گا۔ اگر اسلام لانے کے بعد بھی ہم جہنم میں مجبور نہ دیے جائیں تو ہمیں اپنے آبائی دین کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

جب کفار و مشرکین کے ساتھ رحمت الہی کا یہ بڑا ڈبہ تو اہل ایمان کے ساتھ خواہ وہ کتنے گناہ کار کیوں نہ ہوں۔ اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور شفقت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ اسی لیے حضور رحمتِ مہربان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ما احب ان لی الدنیا وما فیہا بعدہ الا یہ۔ یعنی اگر اس آیت کے عوض مجھے دنیا اور دنیا کی دولت بھی دی جائے تو میں اس سودا کو پسند نہیں کروں گا۔

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ وَاتَّبِعُوا

اس سے پہلے کہ آجائے تم پر عذاب ۵۴ پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔ اور پیروی کرو

أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ

عہدہ کلام کی جو آگیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اس سے پیشتر کہ تم پر آجائے

الْعَذَابُ بَغْتَةً ۖ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ أَنْ تَقُولَ نَفْسُ

عذاب آجائے ۵۵ اور تمہیں خبر نہ ہونے پائے۔ (اس وقت) کوئی شخص یہ کہنے لگے

يُحَسِّرُنِي عَلَى مَا فَرَطْتُ فِي جَنِّبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لِنِ

صدہیف ! ان کو تاہیوں پر مجھ سے سُرزد ہوئیں اللہ کے پاس میں ۵۶ اور میں تو

السَّخِرِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ

سحر اڑانے والوں سے تھا۔ یا یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دے دیتا تو میں ہو جاتا

السرف، تجاوز الحد فی کل فعل۔ ہر کام میں حد سے بڑھ جانا۔ القنوط: اليأس من الخیر۔ غیر و محلاتی سے یوں کہنا

ان الله يغفر الذنوب كما مغرم تہاتے مجھے ملاسنے فرمایا، المراد بمغفرة الذنوب التجران عنها وعدم اللواخذة فی

الظاهر والباطن وهو المراد بسترہا وقیل المراد به محرم من الصالحات بالکلیۃ مع التجانی عنها یعنی مغفرت ذنوب

سے مراد یہ ہے کہ ان کے متعلق نہ ظاہر میں مؤاخذہ کیا جائے اور نہ باطن میں۔ اور لیکن نے فرمایا کہ دفتر عمل سے ان کو بالکل مٹا دیا جائے

اور ان کے بارے میں کوئی مؤاخذہ نہ ہو۔

۵۴ اس کا عطف لا تفتلوا پر ہے۔ پہلے تم اپنے رب کریم کی جانب سے سُن مونسے ہوئے تھے اور گمراہی کے راستہ پر

گامزن تھے۔ اب سچے دل سے اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے احکام کے سامنے تسلیم خم کرو۔ ایسا نہ ہو کہ سرکشی

کی حالت میں ہی پیغام اجل آجائے اور تم عذاب میں مبتلا کر دیے جاؤ۔ اس وقت کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔

۵۵ ہم نے جو بہترین کلام تمہاری طرف نازل کیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اس کی اطاعت و پیروی شروع کرو۔ ایسا

نہ ہو کہ آجائے عذاب الہی نازل ہو اور تمہیں نیست و نابود کر کے رکھ دے۔

۵۶ اس وقت تم پچھتاؤ گے اپنی نالائقیوں پر اپنے آپ کو ملامت کرو گے، لیکن سب بے سود۔

الْمُتَّقِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً

پر میری کاروں میں سے شے یا یہ کہنے لگے جب عذاب دیجے کاشس : مجھے ایک بار پھر موقع دیا جائے

فَاَكُونَنَّ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَتِي فَكَذَّبْتَ

تو میں نیکی کاروں میں سے ہر جاؤں گا۔ ہاں ہاں آئی تھیں تیرے پاس میری آیتیں پس تو نے انہیں بھلایا

يَهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ تَرَى

اور تو گھنڈھوٹا رہا اور تو کفر کرنے والوں میں سے تھا ۵ اور روز قیامت آپ دیکھیں گے

الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وَجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ

انہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے اس حال میں کہ ان کے چہرے سیاہ ہو گئے کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا

مَنْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۝ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ

تکبر کرنے والوں کا ؟ اور نجات دے گا اللہ تعالیٰ متقیوں کو کامیابی کے ساتھ

لَا يَمَسُّهُمْ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

نہ چھوئے گی انہیں کوئی تکلیف اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۶ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔

۵۵ ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی کبھی کبھی گئے اور کبھی کبھی

۵۶ بارگاہِ الٰہی سے ایک ہی مسکت جواب ملے گا۔

۵۷ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے :

قال : کہ حضور نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال سمیت خشوع میں حاضر کرے گا۔ مومن کے عمل کی شکل بڑی خوبصورت اور اس کی نمک بڑی دل افروز ہوگی۔ جب کہیں ڈراؤں خوف ہوگا تو وہ اسے تسلی دیتے ہوئے کہے گا کہ تم مت گھبراؤ یہ خوف اور ڈر تمہارے لیے نہیں۔ وہ مومن کے گاتوں پر بڑے احسان کیے ہیں تو بے گناہ ؟ وہ جواب دے گا تم مجھے نہیں پہچانتے میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ دنیا میں تو نے میرے بوجھ کو اٹھائے رکھا اب میں تمہیں اٹھاؤں گا۔

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۖ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ

اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے

وہی ملک ہے آسمانوں اور زمین کی

وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٤٧﴾

کعبہوں کا اللہ اور جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا وہی لوگ خسارہ میں ہیں۔

قُلْ أَغْيِرَ اللَّهُ تَاصِرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۖ وَلَقَدْ

آپ فرمائیے اے جابلو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟ اور بیشک وہی کی

أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَالِىَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ

گمنی ہے آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے۔ کہ اگر دلیغرض ممل، آپ سے بھی شرک کیا تو ضائع ہو جائیگی

اور ترجمہ ہے برحیثیت کو دور کروں گا۔ فہمى التى قال الله تعالى وينهى الله تبارك وتعالى اى کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الایہ
۱۱۱۔ مقالید جمع ہے اس کا واحد تقلید یا مقلد ہے اور تقلید کثیر الاستعمال ہے۔ اس کا معنی ہے المقلع یعنی کٹنے۔ وقال
المستدی خزائن السموات والارض : مقالید سے مراد آسمانوں اور زمین کے غزائے ہیں۔

علامہ بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ حضور نے فرمایا آج تک کسی نے مجھ سے یہ تفسیر دریافت نہیں کی۔ پھر فرمایا آسمانوں و زمین کی کتبیاں یہ کلمات طیبات ہیں۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر و سبحان اللہ و بحمدہ۔ استغفر اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہوا و اول و الآخر و الباطن و بی و بیعت بیدہ الخیر و ہوا و کل شیء قدیر۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے مقالید کی تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھی تو حضور نے یہی کلمات دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام پڑھنے کی ہدایت کی۔ جو شخص اللہ کے رسول کی بتلائی ہوئی کنجیوں سے خزانہ ارض و سما کے غنوں کو کھولے اسی کا نام بھرتا ہے اور وہی ان غنوں کی قدر و قیمت کو پہچان سکتا ہے۔ اولوا العزم اویا کرام اپنے ہادی و مرشد کی (نہیں) تعلیمات پر غم بھر عمل پیرا رہے۔ ان و مخالف و اوراد کا پابندی سے ورد کرتے رہے۔ انہیں کی برکت سے حرمِ قرب کے دروازے ان کے لیے کھلتے گئے۔ یہ اپنی جنت کے پھول سے ان رفعتوں پر آشیانے بناتے رہے جہاں لوگوں کے طائر عقل و فکر کی رسائی ناممکن ہے۔ اسے راوِ عشق کے مسافر! اسے منزلِ محبت کے رہنورد! اظہرُ بہت سے کام لیا اپنے مرشدِ برحق کے بتائے ہوئے کلماتِ طیبات کو حریزِ بیاں بناؤ۔ تمہیں بھی ان بلند یوں پر سرفراز کیا جائے گا۔ ۴۲ کفار بارگاہِ رسالت میں آئے اور کہنے لگے کہ آپ بھی (منوذا اللہ) قبول کی گویا

اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورِ

اس میں چمکانا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر حیرت ا دیکھنے لگ جائیں گے۔ اور جگمگا اٹھے گی زمین اپنے رب کے

رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِئَ بِالنَّبِيِّنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ

کور سے لائے اور رکھ دیا جائے گا دفتر عمل اور حاضر کیے جائیں گے انبیاء اور دوسرے گواہ اور فیصلہ کر دیا

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَوَقِيتُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا

جائے گا ان کے درمیان انصاف سے لائے اور ہر آدمی پر اپنی بھر پور عداوت اور پورا برا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو

عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوْا اِلٰی

اس نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کام کر رہے ہیں۔ اور ہائے جائیں گے کفار جہنم کی طرف

جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰی اِذَا جَآءُوهَا فَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ

گروہ درگروہ لائے۔ جب اس کے پاس آئیں گے تو کھول دیے جائیں گے اس کے دروازے اور پوچھیں گے

مَنْ هَـٰذَا قَوْلُ رَبِّهِ الَّذِیْ یُزَكّٰی عَنْ ذٰلِکَ النَّفْسِ الْفٰسِقِ ۚ اِنَّ اُولٰٓئِکَ لَفٰی فِیْ سُلٰسِلٍ ۙ

جو ہائیں ہر ایک کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں جن کے لیے

قرآن کریم میں بَلْ اَحْیَآءٌ اٰیَآءٌ ۚ حَدِیْثٌ پک میں بھی ہے کہ وہ شہداء ہیں جو تلواریں بھانٹ لیں گے گرد حشر میں حاضر ہوں گے تیسرا قول

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مستثنیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ آپ طور پر بیٹھ ہو چکے ہیں اس لیے اس فقرے

آپ بیٹھ نہیں ہوں گے بلکہ آپ تھپتھپ اور ہڈیاں ریں گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ جنت کی خوریں اور عرش و عرش کے

بہنے والے ہیں جنہماک کا قول ہے کہ مستثنیٰ رضوان الخوریں اور وہ فرشتے جو جہنم پر پائوڑ ہیں وہ اور جہنم کے سانپ بھی ہیں۔ چھٹا قول

۶۶ زمین سے مراد یہ زمین نہیں بلکہ میدانِ حشر ہے۔ کور سے مراد سورج اور چاند وغیرہ کا نور نہیں بلکہ یہ ایک خاص نور ہے

جس سے روز اذن الہی سے ہر چیز کو روشن کر دے گا۔

۶۷ تمام لوگوں کو بانگوا الہی میں پیش کیا جائے گا۔ ان کے اعمال کے صحیفے رکھ دیے جائیں گے تو انبیاء تشریف لائیں گے

جو اپنی اپنی امتوں پر گواہی دیں گے اور دوسرے شہداء گواہ بھی طلب کیے جائیں گے اور عدل و انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

۶۸ عدالتِ عالیہ میں جن کو جہنم رسید کرنے کا فیصلہ صادر ہو گا ان کو اس طرح ہانک کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

خَزَنَتُهُمَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ

ان سے دونوں کے پہرے دار کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس پہلے تم میں سے جو پڑھ کر سنا تے تھیں تمہارے رب

وَيُنذِرُوكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ

کی آیتیں اور ڈراتے تھیں اس دن کی ملاقات سے۔ کہیں گے جھپک آئے تھے لیکن ثبوت ہو چکا تھا اور محظوظ

الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

میں، عذاب کا حکم کفار پر۔ انہیں کہا جائے گا داخل ہو جاؤ دروازے کے دروازوں سے اس حال میں

فِيهَا فَبَشِّرْهُم بِمَثْوًى السَّكَرِينِ ۝ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

کہ تم ہمیشہ اس میں رہو گے۔ پس کتنا برا ٹھکانا ہے مغروروں کا۔ اور لے جایا جائے گا انہیں جو ڈرتے رہے تھے (مگر بھرا)

إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

پہنچے جنت کی طرف گروہ درگروہ ۴۸ حتیٰ کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور جنت کے دروازے پہلے ہی کھول دیے گئے ہونگے

لَهُمْ خَزَنَتُهُنَّ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا

تو کہیں گے انہیں جنت کے محافظ تم پر سلام ہو تم خوب رہے پس اندر تشریف لے چلو ہمیشہ کے لیے (اور وہ خوش نخواست)

۴۹ اور جن خوش نصیبوں کے بارے میں بخش دینے کا فیصلہ ہو گا ان کو بڑی عزت و اکرام سے نعم جنت کی طرف فرستے جائیں گے

کیا دکھش منظر ہو گا۔ ان پاک نفس لوگوں کو گروہ درگروہ جنت میں داخل کیا جائے گا اور سب پہلے داخل ہونے والے ہمارے آقا و رسول

حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے: انا اول من يقرع باب الجنة یعنی حضور نے دریاہ

میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھاؤں گا۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم آتى باب الجنة يوم القيامة

فاستفتح فيقول الخازن من انت واقول محمد (فداء رومی و قلبی) صلى الله تعالى عليه وسلم۔ قال فيقول هذا امرت

ان لا افتح لاحد قبلك (مسند احمد) حضور نے فرمایا قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھولنے کے

لیے کہوں گا تو جنت کا خازن پوچھے گا۔ آپ کون ہیں۔ میں اپنا نام بتاؤں گا تو وہ کہے گا کہ مجھے آپ کے مستحق ہی حکم دیا گیا ہے کہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ

کہیں گے ساری تعریفیں اس اللہ کریم کے لیے جس نے پورا فرمایا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ اور وارث بنادیا ہیں اس ایک زمین کا

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ۝ وَتَرَى

اب ہم عہد کے جنت میں جہاں چاہیں گے۔ پس کتنا عمدہ اجر ہے نیک کام کرنے والوں کا اور اسے حبیب! آپ

الْمَلَائِكَةِ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

دیکھیں گے فرشتوں کو حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے عرش کے ارد گرد سنو بیچ پڑھ رہے ہوں گے اپنے رب کی تعریف

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اور فیصلہ کر دیا گیا ہو گا ان کے درمیان حق کے ساتھ۔ اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے اے

آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولیں۔

سنو دوزخی جہنم میں پھینک دیے جائیں گے اور اہل جنت فردوس بریں میں اقامت گزیں ہو جائیں گے۔ اس وقت

نہانی ملائکہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے اپنے رب کریم کی حمد و ثنا کے گیت گائے ہوں گے۔

ملحق یہ حمد کرنے والا کون ہو گا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: ای نطق القوم اجمعہ ناطقة وبعیدہ لبدرب العالمین۔

یعنی کائنات کی ہر چیز اپنے خالق و مالک کریم و رحیم پر درود گار کی حمد کرے گی۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين شفيع المذنبين وعلى آله و

اصحابه ومن تبعه واحب الي يوم الدين - ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين

محمد حکرم شاہ

یوم يقوم الحساب۔۔۔

نظر ثانی: ۳۰ رجب المرجب، یوم الاحد ۱۴۲۲ھ

۲۵ رمضان المبارک، یوم الاثنين ۱۴۲۱ھ

۱۰ ستمبر ۱۹۴۲ء

۱۵ نومبر ۱۹۴۱ء

WWW.NAFSEISLAM.COM تعارف

سُورَةُ الْمُؤْمِن

نام : اس سورہ مبارکہ کا نام المؤمن ہے جو آیت ۲۵ "ذَقَلْ رَجُلٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ" سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ اسے سورہ مافراور سورہ الطول بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں نور کوع اور پچاس آیتیں ہیں۔ یہ ایک ہزار ایک سو ننانوے کلمات اور چار ہزار نو سو ساٹھ حروف پر مشتمل ہے۔

نزول : یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ جاہر بن زید سے مروی ہے کہ اس کا نزول سورہ زمر کے منابعد ہوا۔ (روح المعانی)۔
جمہور علماء تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی تمام آیتیں مکی ہیں۔ بعض نے اِنَّ الدِّينَ بِمَآدِلُونِ الْاِيَةِ کو مدنی کہا ہے۔ لیکن جمہور کا قول ہی صحیح ہے۔

زمانہ نزول : مکی دور کے اس مرحلہ میں یہ دعوت نازل ہوئی جب اسلام اپنی دلائل و قیامات کے باعث دلوں کو فتح کرتا جا رہا تھا۔ ہزاروں مشکلات کے باوجود سلیم الطبع لوگ اس کی دعوت کو تیزی سے قبول کرنے لگے تھے۔ کفر کے سرغریبوں کو اپنے پاؤں تلے سے زمین سرکتی ہوئی دکھائی دینے لگی تھی۔ انہوں نے خستل ہو کر بے بنیاد الزامات اور جھوٹے بتان لگانے کی ہم تیز تر کر دی تھی۔ کبھی حضور کی آفتاب سے تابندہ تر سیرت پر انگشت نمائی کی جاتی کبھی حضور کے عمل اقدامات پر اعتراض کیے جاتے۔ کبھی قرآن کے کلام الہی ہونے کا انکار کیا جاتا اور کبھی وقوع قیامت پر اعتراضات کی بر چھاؤ شروع کر دی جاتی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح لوگ اسلام سے ہٹ جائیں اور اسلام قبول کرنے کی جو تحریک زور پکڑتی جا رہی ہے وہ ختم جائے۔ اس دعوت میں انہی کے اٹھانے ہوئے شکوک و شبہات کو دور کیا جا رہا ہے۔

مضامین : اس دعوت کا آغاز اتنا بارعب اور پر جلال ہے کہ قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فرمایا یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جو عزیز و عظیم بھی ہے، فافر اللہ نب قابل التوب اور صاحب جود و کرم بھی ہے۔ کیا ایسے خدا کی نازل کردہ کتاب میں کوئی نقص تلاش کیا جاسکتا ہے۔

دیگر مضامین کے علاوہ اس سورت میں دو امور کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہر بات پر جھگڑتے اور بھڑکتے رہتے۔ جس سے حضور کے قلب نازک کو اذیت پہنچتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو تسلی دے رہے ہیں کہ گزشتہ اقوام کے کفار کا تو یہ بھی اپنے رسولوں کے ساتھ اسی نوعیت کا تھا۔ وہ بات بات پر اپنے انبیاء سے جھگڑتے، ان کا مذاق اڑاتے، انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے، اس کا انجام یہ ہوا کہ غضب الہی کی کھل کو ندی آؤ

انہیں خاک سیاہ بنا کر رکھ دیا۔ اگر کفار کتہ نے اپنی یہ مدش ترک نہ کی تو وہ بھی اسی ہونک انجام کے لیے تیار ہو جائیں۔
ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اے میرے حبیب! اگر یہ رگ مجھ اپنا رب تسلیم نہیں کرتے، میری وحدانیت پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ وہ انگشت نودی مخلوق جو عرض کر اٹھائے ہونے سے اور اس کے ارد گرد مصروف طواف ہے وہ ہر وقت میری حق بھی کر رہی ہے، میری تسبیح بھی کر رہی ہے، نیز تیرے غلاموں کے لیے وہ ہر وقت میری جناب میں مغفرت کی دوائیں مانگ رہی ہے۔ یہ فرشتے صرف نیک اور متقی لوگوں کی بلندی درجات کے لیے دعا گو نہیں بلکہ ان کے والدین، لکھنے والے عیال کی بخشش اور بلندی درجات کے لیے بھی مصروف التجارہتے ہیں۔

دوسری چیز جو بڑی اہمیت سے اس سورت میں ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت حق دی اور اپنے قول کی صداقت کو روشن معجزات سے ثابت کر دیا تو اس نے اعیان حکومت کی مجلس مشاeret طلب کی۔ اس میں اس کا وزیر ہامان اور دیگر اہم مکی شخصیتیں شریک ہوئیں۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے منصوبہ کے لیے ان کی تائید حاصل کرنا چاہی۔ انہیں اس دعوت کے خطرناک مضمرات سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ اگر تمہارے موسیٰ کو یوں ہی قتل کر دیا جائے گا تو وہ تمہارے عقائد کو بگاڑ کر رکھ دے گا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دے گا۔ بہتر یہ ہے کہ حالات کے بے قابو ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ کو ختم کر دیا جائے۔ اس وقت قبلی قوم کا ایک فرد جس نے ابھی تک اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور اس وقت سے جسے علیہ السلام کا دفاع کیا کہ فرعون لا جواب ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام کے کارناموں اور آپ کی دعوت کی برکات کو یوں وضاحت سے ذکر کیا کہ سامعین پر سناٹا مچا گیا۔ ماد و ثلوث کے حالات سن کر ان کو عبرتناک انجام سے بچنے کی ہدایت کی۔ اس مرد مومن کے نعرہ قلندرانہ نے فرعون کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب فرعون نے پتھر ابدل اور ایک نئی چال چلی۔ ہامان کو ایک بہت بلند مینار تعمیر کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کے اوپر چڑھ کر وہاں میں جھانک کر یہ تسلی کر لیا جائے کہ موسیٰ کا خدا زمین میں بھی نہیں اور آسمان میں بھی نہیں تو اب ہم اسے ڈھونڈنے کہاں جائیں۔ اس سے واضح ہوا کہ بندہ حق کیش جب نعرہ مستان بلند کرتا ہے تو باطل اپنے تمام گروہ فر کے باوجود اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سورت میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور کبریا کی پرستش و لائیل پیش کیے گئے ہیں تاکہ ٹھننے والے کو حق یقین نصیب ہو جائے کہ جس کی قدرت کے یہ کرشمے ہیں اور ہی رب السموات والارض ہے۔

قیامت کے روز کفار و مشرکین کا جو حشرناک انجام ہو گا، اس کی بھی تصویر کشی کر دی گئی ہے تاکہ جو لوگ اس ہونک انجام سے بچنا چاہتے ہیں، وہ ابھی سے سنبھل جائیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ خَمْسَ نَوَائِلَ

سورہ المؤمن مکی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ ۵۵ آیتیں ۹۰ رکوع

حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرٌ

ما۔ یم۔ لے۔ اتاری گئی ہے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے لے گناہ بخشنے والا

لے تم حروف مقطعات میں سے ہے ان کی وضاحت پہلے گزری چکی ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سورت کا نام ہے بعض کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حق میں سے ہے۔

قال عكرمة قال النبي صلى الله تعالى عليه واله وسلم حم اسم من اسماء الله تعالى وهي مفاتيح خزائن ربك (قرطبي)

علامہ اسماعیل حق اس ضمن میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اس کے خزانوں میں کسی خزانہ کی گنجی ہو کرتا ہے جب کوئی شخص کسی اسم الہی کا ورد کرتا ہے تو اس شخص کی روح اور اس اسم میں ایک خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جو رفتہ رفتہ بندہ کو ذات خداوندی کے قریب کر دیتی ہے اس وقت اس بندہ پر انوار الہی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور حسب استعداد وہ فیضان حاصل کرتا ہے۔ فحينئذ يتجلى له الحق سبحانه من مرتبة ذلك الاسم وينبع عليه ما شاء بقدر استعدادہ وكل اسمائه تعالى اعظم عند الحقيقة. (روح البیان)

لے تنزیل مصدر ہے لیکن منزل (اسم مفعول) کے معنی میں ہے۔ تنزیل مصدر لیکن المراد منه المنزل (کبیر) اس کی ترکیب میں مستند اقوال ہیں یہ خبر ہے مبتدا محذوف (هذا) کی یا حم مبتدا ہے اور تنزیل اس کی خبر۔ یا یہ خود مبتدا ہے اور من اللہ اس کی خبر۔

جن آیات میں یہ سورت نازل ہوئی کفار نے بتان طرازیوں اور افترا پروازیوں کا ایک طوفان برپا کر رکھا تھا ہر طرح کے جھوٹے الزامات لگانے کی مہم زوروں پر تھی۔ ذات پاک مصطفیٰ علیہ الطیب التیمة وامل الشاہ کی ذات اقدس پر اور سلامی عقائد پر اعتراضات کی بوجھاؤ شروع تھی اس جھوٹے پراپیگنڈہ سے کفار لوگوں کی توجہ اسلام سے ہٹانے کی کوشش میں روز بروز مصروف تھے اس لیے اس سورت کا آغاز استعریف جلال اور پر شکوہ انداز سے کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ ہمت نہ گمشدہ بن کر اس کی طرف متوجہ ہوں۔ بتایا جا رہا ہے کہ یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف شدہ نہیں تاکہ اس میں طرح طرح کی خامیوں کا احتمال ہو بلکہ یہ آسمان سے اتاری گئی ہے اور اس کا اتارنے والا خداوند قد الجلال ہے جو عزیز ہے یعنی سب سے زبردست اور سب پر غالب اور علیم ہے یعنی ماضی، حال، مستقبل اس کے علم کے سامنے یکساں ہیں۔ وہ ہر چھوٹی بڑی ظاہر و خفی چیز کو جاننے والا ہے وہ کتاب جو آسمان سے اتری ہو اور اس کا اتارنے والا ان عظمتوں اور قدرتوں کا مالک ہو۔ وہ کتاب اس قابل ہے کہ اسے توجہ سے سنا

الذَّنْبُ وَقَابِلُ التَّوْبِ شَدِيدُ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَكَالْ

اور توبہ قبول فرمانے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے فضل و کرم فرمانے والا ہے شے نہیں کوئی سزا

ہلئے خوب سمجھا جائے اور اس کے ارشادات کو تسلیم کیا جائے۔
 ۳۰ قرآن نازل فرمانے والے خداوندِ قدس کی چند دوسری صفات بیان کی جا رہی ہیں۔
 سورہ زمر کے آخر میں کفار کے ہونا کا انہام کا ذکر کیا گیا تھا اب اپنی مغفرت و رحمت کی (دیدنکار انہیں یا یوسی کے اندھیرا
 سے نکالا جا رہا ہے۔ وہ غافلِ الذنب ہے میں گناہوں کی پردہ پوشی فرمانے والا ہے۔ کوئی شخص کہتا ہی بدکار ہو جب وہ اس
 کے دربار میں ندامت و شرمندگی کی متاع لے کر آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانپ دیتا ہے
 کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس نے کبھی کوئی گناہ یا قصور کیا تھا۔

قابل التوب، یعنی جب کوئی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی سابقہ سرکشیوں کے باعث اپنے باپ کرم سے متکا
 نہیں دیتا بلکہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کے گناہوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ توبہ، مصدر ہے توب توب
 کا۔ اس کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا، لوٹنا۔ اور اہل شریعت نے توبہ کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے:

والتوبہ فی الشرع ترک الذنب لقبحہ والندم علی ما فرط منه
 والعزيمة علی ترک المعاودة وقد ارك ما امکنه ان یتدارک من الاعمال
 بالاعادة دُوح البیان

یعنی شریعت میں توبہ ان چار چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے کہ گناہ کو قبیح سمجھتے ہوئے چھوڑ دے جو فردِ گناہ اس سے پہلے
 ہر گز نہیں کرتا تھا۔ دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لے اور جہاں تک ممکن ہو گزشتہ اعمال
 کا تدارک کرے۔

غافل اور قابل کے درمیان واسطہ عطف ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ صفتیں ہیں۔ وہ توبہ کرنے
 والے کی توبہ بھی قبول کرتا ہے اور جو توبہ نہیں کرتے وہ اتنا کریم ہے کہ جس کو چاہتا ہے توبہ کے بغیر بھی بخش دیتا ہے کیونکہ توبہ کے
 بغیر بخشش میں اس کی شانِ کریمی کا غور زیادہ ہے اس لیے غافلِ الذنب کو پہلے ذکر کیا۔

۳۱ اس کا مذاہب بھی بہت شدید ہے جب پکڑتا ہے تو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ یہاں شدید عقاب
 کی صفت مقدم ہے۔

۳۲ طویل کہتے ہیں فضل و انعام کو۔ الطویل بالفتح، المن یقال منه طال علیہ و تطول علیہ اذا
 امتن علیہ (صحاح) ابن منظور نے اس کا معنی قدرت بھی لکھا ہے۔

ذی الطول اعم ذی القدرة (لسان العرب)

إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ

اس کے سوا سب اس کی طرف (سب) لوٹنا ہے۔ یہ نہیں سنا زعم کیا کرتے اللہ کی آیتوں میں

سب جو ذات ان صفات جلیلہ کاملہ کی مالک ہے وہی عبادت کے لائق بھی ہے اس کے سوا نہ کوئی ان صفات جلیلہ متصف ہے اور نہ کوئی معبود بننے کی اہلیت رکھتا ہے۔

اس میں اطاعت گزاروں کے لیے شردہ ہے اور عاصی نافرمانوں کے لیے سزائش ہے۔

علمائے تفسیر نے یہاں بڑا روح افزا اور بصیرت افروز واقعہ بیان کیا ہے اس کا یہاں لکھنا فائدہ سے نہ ہوگا۔ شام کا ایک آدمی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اس کی پارسی، تقویٰ اور دین کے لیے اس کی محنت کے باعث اس کو اپنا بھائی کہہ کر پکارتے تھے شام سے ایک آدمی آیا۔ آپ نے اس سے اپنے دوست کی خیریت دریافت کی اس نے بتایا کہ وہ توبہ ہو گیا ہے۔ شراب پیتا ہے، گانا سنتا ہے اور فسق و فجور کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ سن کر آپ کو از مد رنج ہوا فرمایا جب آپ جانے لگو تو مجھے جلتے جانا۔ روانگی کے وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے کاتب کو بلا دیا اور فرمایا لکھو:

”من عمر بن الخطاب الى فلان سلام عليكم فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو غافر الذنب

وقابل التوب شديد العقاب ذي الطول لا اله الا هو اليه المصير۔“

ترجمہ: یہ خط عمر بن الخطاب سے فلان شخص کی طرف۔ تم پر سلام ہو میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں

جو وعدہ لا شرک ہے۔ گناہ معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب والا۔ بڑی رحمت والا اس

کے بیز اور کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف سب نے لوٹنا ہے۔“

پھر خود بھی اس کی ہدایت کے لیے دُعا مانگی اور حاضرین مجلس سے بھی اس کے لیے دُعا منگوائی اور یہ خط اس شخص کو دیا اور فرمایا کہ یہ میرے دوست کو پہنچا دینا۔ جب اس دوست نے خط پڑھا تو اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگا۔ رہتا تھا اور خط کو بار بار پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کی فسق و فجور کی زندگی ترک کر کے اطاعت و انقیاد کی زندگی بسر کرنے لگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس کی توبہ کی اطلاع ملی تو آپ بڑے خوش ہوئے اور فرماتے لگے: هَذَا فَاَصْنَعُوا اِذَا رَأَيْتُمْ اَخًا لَكُمْ زَلَّ ذَلَّةً فَدَوُّهُ وَدَفِّقُوهُ وَادْعُوا اللَّهَ لَهُ اِنَّ تَوْبَ عَلَيْهِ وَلَا تَكُونُوا اِهْوَانًا لِلشَّيَاطِينِ عَلَيْهِ۔ یعنی تم بھی جب اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ راہ راست سے اس کا قدم پھسل گیا ہے تو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرو۔ اسے سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کرو۔ اس کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ۔ یعنی اگر تم اسے برا بھلا کہنا شروع کر دو گے اس پر طعن و تشنیع کے تیرے سامنے گمراہی تو وہ اپنی ضد پر چکا ہو جائے گا اور اسے اپنی عزت نفس کا سوال بنا کر گمراہی میں دُور لے جائے گا۔

سُہمان اللہ: دعوت و ارشاد اور تبلیغ و اصلاح کا کیا حکیمانہ انداز ہے۔

كُفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقْلُبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَبْتَ قَبْلَهُمْ قَوْمُ

کافر تھے پس نہ دھوکہ میں ڈالے تمہیں ان لوگوں کا (بڑے کدو سے) آنا ہانا مختلف شہروں میں لے کر جھٹلایا تھا ان سے پہلے قوم

نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ

نوح نے اور کئی دوسری گروہوں نے ان کے بعد اور قصد کیا ہر امت نے اپنے رسول کے متعلق

لِيَأْخُذُوهُ وَجَادِلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتَهُمْ

کہ اسے گرفتار کر لیں اور جھگڑتے رہے اس کے ساتھ، ناحق تاکہ جھٹلادیں اسکے ذریعہ حق کو پس میں نے پکڑ لیا انہیں۔

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ رَيْكَ عَلَى الَّذِينَ

پس کتنا شدید تھا میرا عذاب تھا اور اسی طرح واجب ہو گیا اللہ کا فیصلہ

۱۰۔ بحث و محاورہ کبھی افہام و تفہیم کے لیے کوئی شکل مسئلہ حل کرنے کے لیے کسی غلط فہمی کے سوا کہ کے لیے عاقل و معقولین حق کے اقرار و ثبات کا جواب دینے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ بحث و محاورہ تقسم ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور قرآن میں اسے جادو لہو بالقی ہی احسن فرمایا گیا ہے لیکن ایسا بدال اور مناظرہ جس سے مقصد فضول شبہات پیدا کر کے حق کو مشکوک کرنا، آیات الہی میں باہمی تناقض ثابت کرنا، ان کی تضحیک کرنا یا ان کی ایسی بددلی کرنا جس سے دوسری آیات کی نفی ہوتی ہو۔ ایسے بدال کی حرکت صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خدا اور رسول پر ایمان نہ ہو، مشرکین کلمہ کا دل رات ہی شغل تھا، وہ قرآن کے بیان کردہ عقائد کو غلط ثابت کرتے۔ ایک آیت کو دوسری آیت سے متضاد ثابت کرتے طرح طرح کے شکوک و شبہات کا فبارازا کر حق کے من و جمال کو مستور کرتے۔ ان کی اس مازیہ اور غیر شائستہ حرکت پر انہیں سزائش کی جا رہی ہے۔

۱۱۔ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا کہ اگر واقعی یہ حق کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کو جھٹلاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کو تباہ و برباد کیوں نہیں کر دیتا۔ یہ کیوں بڑے کدو سے کہیں اپنے تجارتی قافلے لے کر شام کی طرف اور کبھی یمن کی طرف جا رہے ہیں اور ہر بار دولت و ثروت کے ڈھیر سمیٹ کر واپس آتے ہیں۔ ارشاد ہے: اے دیکھنے والے! تجھے یہ بات دھوکے میں نہ ڈال دے۔ ہم نے کچھ عرصہ کے لیے انہیں مسلت دے رکھی ہے۔ اگر انہوں نے اس مسلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو ان کی تباہی یقینی ہے۔ خدا کا عذاب آنے لگا اور ان کا نام و نشان مٹا کر رکھ دے گا۔

۱۲۔ ان سے پہلے بھی کئی بد بخت قوموں نے یہ وہیہ اختیار کیا، انہوں نے اپنے رسولوں کو اپنا قیدی بنانے کے منصوبے بنائے اور غلط طریقوں سے ان کے ساتھ جھگڑتے رہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح وہ حق کو مٹا دیں گے لیکن ہمارے عذاب نے

كُفِّرُوا عَنْهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ

کفار پر کر وہ دوزخی ہیں ۔ اللہ برفرشتے اٹھائے ہوئے ہیں عرش کوٹلے اور وہ جو

عَرْشِ كُفِّرُوا عَنْهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ

عرش کے ارد گرد حلقہ زن ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں اللہ حمد کیا تھا اپنے رب کی اور ایمان رکھتے ہیں اس پر اور استغفار کیا کرتے ہیں

أَمْثَلُ أَرْبَابِنَا وَسِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ

ایمان والوں کے لیے اللہ (کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو گھیرے ہوئے ہے ہر شے کو (اپنی) رحمت اور علم سے اللہ پس بخشنے

ہمیں ہمارے طرف سے گھیر لیا اور ان کا انجام تیس اچھی طرح معلوم ہے۔ اَذْهَقَ الْحَبَّةَ الْبُظْلًا رَمَحًا كَسَى دِلِيلَ كَيْ بَاطِلِ كَرَلَى كَرْهَى مِثْلَ أَوْ حَقَّ كَيْتَ مِثْلَ

اللہ صرت دنیا میں ہی ان پر عذاب نہیں آنے کا بلکہ اللہ تعالیٰ نے حتی فیصلہ فرما دیا ہے کہ جو کفر پر مہرے گا وہ جہنم میں ہمیشہ کے لیے جھونک دیا جائے گا۔

اللہ کفار و مشرکین مسلمانوں کی جس طرح دلائل کی کیا کرتے تھے اور ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اللہ پر مجھوتے بتان لگاتے تھے ان کا ذکر پہلے گزرا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بتا کر تسلی دے رہے ہیں کہ یہ ادباً و اخلاقاً بے نیاز لوگ اگر ایسا کرتے ہیں تو کیا بُرا۔ وہ عظیم المرتبت فرشتے جو عرشِ عظیم کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ مقرب ملائکہ جو ہر لمحہ عرشِ الہی کے طواف میں سرگرم ہیں اور اپنے رب پر کرم کی حمد و ثنائیں مشغول رہتے ہیں وہ تو ہر لمحہ تمہارے لیے بارگاہِ الہی میں دستِ بدمار رہتے ہیں اور تمہارے لیے استغفار کرتے ہیں۔ تمہارے مراتب کی بلندی، تمہارے اور تمہارے ماں باپ، ازواج و اولاد کے لیے دخلِ جنت کی التجائیں کرتے ہیں۔ پھر تمہیں غمزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

اللہ یہ فرشتے اپنے رب کی تسبیح بھی کرتے ہیں اور اس کی حمد و ثنائی بھی کرتے ہیں۔ وہ کن کلمات سے تسبیح کرتے ہیں اس کے لیے میں ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: صَبَّحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ، صَبَّحَانَ ذِي الْمَلَكُوتِ وَالْمَلَكُوتِ صَبَّحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، صَبَّحَانَ قُدُّوسٍ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ، ان کے حیا اور ادب کا یہ عالم ہے کہ یہ ہمیشہ سر جھکائے رہتے ہیں آنکھ اوپر اٹھا کر دیکھتے ہی نہیں، جلالِ الہی سے ہر وقت لرزاں ترسلاں رہتے ہیں۔

یہ منون ہر لمحہ کے مشرکین عرب کی غلطی کا ازالہ کر دیا کہ فرشتے نعوذ باللہ اس کی بیٹیاں ہیں فرمایا وہ بھی اس کے وجود پر اس کی توحید و کبریا پر اسی طرح ایمان لے آئے ہیں جیسے دوسری مخلوق۔

اللہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کے علاوہ ان ملائکہ کا دوسرا وظیفہ یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کی مغفرت کے لیے ہر لمحہ دعا میں مانگتے رہتے ہیں

تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْحَجِيمِ رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ

انہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کی ہے اور پیروی کی ہے تیرے راستہ کی اور بچائے انہیں عذابِ جہنم سے ۱۰ اے ہمارے رب! داخل فرما

جَدَّتِ عَذْنِ الْإِثْمِ وَعَذِّتْهُمْ وَمَنْ صَلَّاهُ مِنْ آبَائِهِمْ وَ

انہیں سدا بہار باطنوں میں جن کا تڑپنے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور جو قابلِ بخشش ہیں ان کے والدین ۱۱

أَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۱۲ وَقِهِمْ

ان کی بیویوں اور ان کی اولاد سے۔ بیشک تیری سب سے زبردست داورِ حکمت والا ہے ۱۲ اے ہمارے رب! انہیں

۱۰ اے اصل عبارت یوں تھی دَسْعَتْ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَتُكَ وَعَطَاكَ مَعْنَى تیری رحمت اور عطا ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے لیکن اس کے بجائے دَسْعَتْ فرمایا کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ ذاتِ باری سراپا رحمت اور سراپا علم ہے۔ اور یہاں علم سے رحمت کو مقدم کیا کیونکہ بخشش کا ذکر ہو رہا ہے۔ آدابِ دعا میں سے یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف و تجلیل کی جائے پھر حمد باری کے بعد اس رحیم و کریم کے حضور دستِ سوال دراز کیا جائے۔

۱۱ یہاں ملائکہ کی دعا کا ذکر ہو رہا ہے۔ الٰہی کیونکہ تیری رحمت کا دامن بڑا وسیع ہے اس لیے تیرا ان کی توبہ کو قبول فرمائے الٰہی جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے نبی کے بتائے ہوئے راستہ پہلے ان کو بخش دے اور انہیں عذابِ جہنم سے بچائے اور انہیں جنتِ مدین میں داخل فرما۔

۱۲ اے الٰہی! ان کے ماں باپ، ازواج اور اولاد کو بھی بخش دے جو مغفرت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بخشے جانے کے قابل ہیں بخشش اور مغفرت کا وہی معنی ہوتا ہے جو ایماندار ہو۔ ان لوگوں کا متعلق عابدانہ زاہد ہونا ضروری نہیں کیونکہ ایسے لوگ تو بذاتِ خود بخش لیے جاتے ہیں ان کو اپنی بخشش کے لیے اپنی اولاد یا والدین کے سارے کی ضرورت نہیں ہوتی علامہ پانی پتی لکھتے ہیں: فعل المراد بالصالح طهنا نفس الایمان۔ یعنی یہاں صلاح کا معنی صرف ایمان ہے۔ کیونکہ انسان جب صفتِ ایمان سے متصف ہوتا ہے تو وہ بخشش کے لائق ہوتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ بات ہم نے اس لیے کہی ہے تاکہ مسطورہ مسطور علیہ میں تغایر پایا جائے۔ یہاں بھی صلح سے مراد زہدِ تقویٰ اور سبکی ہو تو پھر یہ الذین تابوا کے زہد و میں داخل ہونگے ان کو علیحدہ ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ امام بغوی سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو پچھے گا میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرے بچے کہاں ہیں۔ میری بیوی کہاں ہے؟ اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک اعمال نہیں کیے اس لیے وہ یہاں موجود نہیں۔ تو وہ جنتی جواب میں کہے گا کہ میں اپنے لیے اور ان کے لیے نیک اعمال کیا کرتا تھا پھر کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو بھی جنت میں داخل کرو۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے

السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۚ وَذَلِكَ

سزاؤں سے شلہ اور جس کو تو بچائے سزاؤں سے اس دن تو گویا تو نے بڑی رحمت فرمائی اس پر اللہ ہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ينادُونَ لِمَقْتِ اللَّهِ

بہت بڑی کامیابی شلہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں نڈادی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی (مقت سے)

أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۚ

بیزاری بہت زیادہ ہے اس بیزاری سے جو تمہیں اپنے آپ سے (یا ہے) جب تم بلاتے ایمان کی طرف تو تم کفر کیا کرتے شلہ

قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا أَثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا

وہ کہیں گے اے ہمارے رب: تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا پس اب ہم اعتراف کرتے ہیں بے گناہوں

فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ۚ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ

کا۔ سو کیا (ہیں سے) بچنے کی بھی کوئی صورت؟ شلہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بھارا جاتا اللہ تعالیٰ کو اکیلا تو تم

حکم میں ہے۔ اس سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں صلیح سے مراد نفس ایمان ہے۔ (منظری)

شلہ سیئات کا ایک معنی عقوبات کیا گیا ہے یعنی انہی ان کو ہر قسم کی سزاؤں سے بچا۔ اور اس کا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ انہی دنیا میں ان کو گناہوں اور اعمال قبیحہ سے بچا۔ خود ان کی نگہبانی فرما اور نفس و شیطان کی شرانگیزی سے محفوظ رکھ۔

شلہ پہل صدمت میں اس کا معنی ہو گا کہ قیامت کے روز جن کو تو عذاب سے بچائے ان پر تو نے رحمت فرمائی۔ دوسری صورت میں معنی ہو گا کہ اس دنیا میں جن کو تو نے گناہوں سے محفوظ رکھا ان پر تو نے بڑا احسان فرمایا۔ فرشتوں کے دل میں ہمارے لیے غلوں اور خیر خواہی کے یہ پاکیزہ جذبات کب نہ پیدا ہوئے اس کی وجہ محض ایمان ہے۔

شلہ قیامت کے دن کفار کو جب جہنم رسید کر دیا جائے گا اس وقت انہیں اپنی حماقتوں کا احساس ہو گا اور انہیں اپنے آپ پر برا خستہ لگے گا اپنی قتل لطم پر نفوس بھیجیں گے اور اپنی ہڈی دھری کر کہیں گے اور بڑے ہی دبا بکھائیں گے فرشتے جن کی حالت یہ دیکھ کر

انہیں کہیں گے کہ تمنا خستہ آج تمہیں اپنے آپ پر آ رہا ہے کل دنیا میں جب اللہ تعالیٰ کا اصل اور اس کے نیک بندے تمہیں کفر و شرک سے باز رکھنے کی مخلصانہ کوشش کرتے تھے تو تم ان کا مذاق اڑا کر دیتے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کی آتش غضب بھڑکتی تھی اور اس کو اس کے کہیں زیادہ خستہ

تم پر آتا تھا۔ شلہ کفار کہیں گے دو مرتبہ تو نے ہمیں موت کا لہذا بچھلایا اور دو مرتبہ زندہ کیا۔ دو موتوں اور دو زندگیاں کا ذکر پہلے

كُفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرِكْ بِهِ تُؤَيِّنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۝ هُوَ

انکار کر دیتے اور اگر شرک بنا یا جاتا کسی کو اس کا تو تم مان لیتے ۱۲؎ پس حکم کا اختیار اللہ کے لیے ہے جو بڑا تر اور بزرگ ہے ۱۳؎

الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ

وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں اپنی آیتیں ۱۴؎ اور نازل کرتا ہے تمہارے لیے آسمان سے رزق ۱۵؎ اور نہیں نصیحت

إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۝ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ

قبول کرتا مگر وہ جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے ۱۶؎ تو عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی خاص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو

پارے میں گزر چکا ہے۔ کیف تکفرون باللہ وکنتم اسواما فاحیا کم ثم یبیکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔ کفار کو جب دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو وہ اپنی غفلت کا اعتراف کریں گے اور تسلیم کریں گے کہ حیات بعد الموت جس کا آج تک وہ کما کرتے رہے ہیں حق ہے۔ اعتراف گناہ کے بعد پوچھیں گے کہ کیا اب اس دوزخ سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے۔ جواب ملے گا نہیں بالکل نہیں اب تمہیں یہیں رہنا پڑے گا۔

۱۲؎ یہ کس جرم کی سزا ہے کیا تم جانتے ہو؟ یہ اس جرم کی سزا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر کیا جاتا تو تم اسے ملنے سے انکار کر دیتے اور اس کے ساتھ جب تمہارے معبودان باطل کو شرک ٹھہرایا جاتا تو تم فرما اس بات کو تسلیم کر لیا کرتے تھے خدا کی توحید کے انکار کی یہ سزا ہے جس میں تم مبتلا ہو۔

۱۳؎ تمہارے متعلق فیصلہ کرنے کا اکل اختیار اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے تمہارے وہ معبود جن کو تم بڑے اصرار سے خدا کا شرک بنا کر دیتے تھے وہ اس خدا کی فیصلہ میں رد و بیل کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ تو تمہیں اس لیے نہیں بننے گا کہ تم اس پر ایمان ہی نہیں لائے اور جب بھی اس کی توحید پر ایمان لانے کی تمہیں دعوت دی گئی، تم فرما پھر جاتے تھے اور جن خداؤں کی پرکھا میں تم مگن رہا کرتے تھے ان کا آج کوئی بس نہیں ملتا، بلکہ آج تو ان کا نام و نشان تک بھی نہیں ملتا۔ اس لیے اب تمہارے خدا کا ک کوئی صورت نہیں۔

۱۴؎ یعنی وہ تمہیں ایسی نشانیاں دکھاتا ہے جن کے دیکھنے کے بعد اس کی وحدانیت، اس کی حکمت بالغہ، قدرت کاملہ اور علم محیط کا اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔

۱۵؎ اس کی وحدانیت اور اس کی حکمت کی ایک واضح نشانی بیان کر دی۔ رزق سے مراد یہاں بارش ہے۔ رزق اے مطرا یکون سہا لرزقکم فیہ۔ اگر اسی ایک نشانی پر غور کیا جائے تو سارے مجاہد اٹھ جاتے ہیں۔

۱۶؎ لیکن اس سے فائدہ صرف وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں رجوع الی اللہ کا بندہ موجود ہو۔

الْكَافِرُونَ ۱۰ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ

اگرچہ تا پسند کریں کفار شے بلند درجات پر فائز کرنے والا عرش کا مالک شے نازل فرماتا ہے وحی اپنے فضل سے

عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۱۱ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۱۲

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے شے تاکہ وہ ڈرانے ملاقات کے دن سے شے وہ دن جب وہ ظاہر ہونگے

شے کفار نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنایا، ان کا انجام تم نے دیکھ لیا۔ تم یہ غلطی بگڑ نہ کرنا۔ نقطہ اسی کی عبادت کرنا اور اپنے عقیدہ میں شرک کی ذرا آمیزش نہ ہونے دینا کفار کی برہمی اور ناراضگی کی قطعاً پروا نہ کرنا۔ اگر اس غلطی کا ارتکاب تم نے ہی کیا تو تمہارا انجام بھی بڑا اندوہناک ہوگا۔

شے اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی مزید تین صفات کمال بیان فرمائی جا رہی ہیں۔ (۱) رفیع الدرجات یعنی وہ اپنی مخلوق کے مراتب و درجات کو ان کی طبعی استعداد اور ان کے حوصلہ و ہمت اور اسی پیہم کے مطابق یا محض اپنی جود و عطا سے بلند فرماتے ہوئے ہے۔ اس صورت میں رفیع یعنی رافع ہوگا اور اگر رفیع یعنی مرتفع ہو تو پھر اس کا مضموم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی شان سب سے اونچی ہے کوئی چیز کسی حیثیت سے اس کی ہم سہری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ (۲) ذو العرش: وہ عرش کا مالک ہے یعنی عالم اسماں کی فرمانروائی کا تخت اس کے تصرف میں ہے۔ ہر چیز اس کے فرمان کے مطابق ٹکڑ پڑ رہی ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی پتہ جنبش نہیں کر سکتا۔ کوئی ذرہ اپنی جگہ سے سرک نہیں سکتا۔ زندگی اور موت، عزت و ذلت، صحت و بیماری، غربت و ثروت سب اس کی شان ربوبیت کی جلوہ نمایاں ہیں۔ (۳) یلقی الروح: روح سے مراد یہاں وحی ہے یعنی جس طرح آسمان سے بارش اتار کر انسان کی مادی زندگی کے تقاضوں کی تکمیل کی گئی ہے۔ ہر چیز کو اس کی طبیعت، مزاج اور ضرورت کے مطابق مذاق ہم پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی اخلاق، روحانی ترقی اور نشوونما کے لیے اللہ تعالیٰ وحی نازل فرماتا ہے۔

شے حضرت ابن عباسؓ نے من امرہ کا معنی من فضلكہ کیا ہے۔ (منظری) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو جن لیتا ہے اور اس پر وحی نازل کرتا ہے۔ کسی پر وحی کا نزول محض اس کا فضل و کرم ہے۔

شے انبیاء کرام کو وحی سے سرفراز کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خواب غفلت سے بیدار کریں اور انہیں غلط روی کے جہتنگ انجام سے بروقت خبردار کریں۔ یوم التلاق سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ اگلے اگلے سب وہاں ملاقات کریں گے۔ شے سب قبروں سے نکل کر دست بستہ ہونگے اور خداوند ذوالجلال میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کا ظاہر و باطن عیاں ہوگا۔ بڑے بڑے تاجدار، کشور کشا، فاتح عالم بڑے بڑے فرعون و فرود جو آثار بکسر الاعداء کا نقار بجایا کرتے تھے۔ بڑے بڑے چنگیز اور بلک کو وہاں کھڑے ہوں گے اس وقت اعلان کیا جائے گا۔ لمن الملك الیوم: اے سرکشو! اے تکبرو! تباؤ آج فرمانروائی کس کی ہے۔ ہر طرف ستارا طاری ہو جائے گا۔ ہر طرف خاموشی اور سکوت ہوگا۔ کسی کو ہمت نہ ہوگی

لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ

پر شیدہ نہ ہوگی اللہ تعالیٰ پر ان کے حالات سے کوئی شے کس کی بادشاہی ہے آج؟ کسی کی نہیں، صرف اللہ کی جودہ

الْقَهَّارِ ۱۹ الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ

دور قہار ہے۔ آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کیا تھا۔ ذرا ظلم نہیں ہوگا آج

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۲۰ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأُزْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ

بیچک اللہ تعالیٰ بہت تیزی سے حساب لینے والا ہے۔ اور آپ ڈرایے انہیں قریب آنے والے دن کے جب کہ دل کے میں ایک

لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاطْمِينٍ ۲۱ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ

جانبیں کے غوت و دہشت سے بھرے ہوئے ست۔ نہ ہوگا ظالموں کے لیے کوئی دوست اور نہ ایسا سفارشی ہے جس کی

کہ جواب دے سکے خود ہی خالق کائنات جواب دے گا۔ اللہ الواحد القہار۔

۱۹ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کو ہول قیامت سے ڈرایے تاکہ وہ توبہ کریں اور اس روز شیدہ کے عذاب سے بچ جائیں۔ آذفہ کا معنی ہے بہت جلد آنے والی۔ قرآن مجید میں متعدد بار قیامت کے بارے میں یہی بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ وہ بالکل قریب آپہنچی ہے۔ اس کے آنے میں دیر نہیں بہتقدیر ہے کہ لوگ ابھی سے اس کی تیاری شروع کر سکیں۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے عقائد کی درستی اخلاق کی اصلاح کا اہتمام شروع کر دیں۔

۲۰ قیامت کی ہولناکی اور شدت کی تصویر کشی کی گئی ہے یعنی اس دن ہولناک مناظر کو دیکھ کر لوگوں پر اتنی دہشت اور خوف طاری ہوگا کہ دل پہلو سے اچھل کر گلے میں اٹک کر رہ جائیں گے۔ نہ اپنی جگہ پر واپس ہا سکیں گے تاکہ سکون نصیب ہو اور نہ گلے سے باہر نکل سکیں گے تاکہ رشتہ حیات منقطع ہو اور قند ختم ہو بلکہ گلے میں لٹکے رہ جائیں گے نہ موت آئے گی کہ جان چھوٹے اور نہ دیے آرام و سکون ہوگا۔

۲۱ ایسے مشکل وقت میں کوئی بگڑی دوست انہیں نظر نہیں آئے گا جو ان کا غم غلط کرے یا ان کے بوجھ کو ہلکا کرے اور نہ کوئی ایسا سفارشی انہیں ملے گا جس کی شفاعت بارگاہ الہی میں قابل قبول ہو۔

ان لوگوں نے دنیا میں بڑے بڑے لوگوں سے یا ملے کاٹھے تھے لیکن اس دن کوئی یار ان کے نزدیک نہک سے گزرا بھی روا نہ رکھے گا۔ یہ بتوں کی پڑھا ذوق و شوق سے اس لیے کیا کرتے تھے کہ قیامت اگر آ بھی گئی اور انہیں دھر بھی یا گیا تو یہ بت ان کی سفارش کریں گے اور ان کو آتش جہنم سے نکال دیں گے، لیکن ان بے چارے بتوں کو تو لب کشائی کی جرأت ہی نہ ہوگی۔ وہ اس

يُطَاعُ ۱۸ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۱۹ وَاللَّهُ

سنا کر مل مان جائے۔ وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور ان باتوں کو جنہیں سینے چھپائے ہوئے ہیں ۱۹ اور اللہ

يَقْضِي بِالْحَقِّ ۲۰ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ

فیصلہ فرمائے گا حق کے ساتھ ۲۰ اور جنہیں وہ اللہ کے بغیر پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں

يَشَاءُ ۲۱ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۲۲ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي

کر سکتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ کیا انہوں نے سیر و سیاحت نہیں کی

الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ

زمین میں تاکہ وہ دیکھتے کر کیا انجام ہوا ان لوگوں کا

دن ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔

۲۰ اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے ظالموں کی کوئی حرکت، کوئی کثرت پوشیدہ نہیں بکواس کرتوں کی آنکھوں کی خیانت اور بیانی

کا بھی علم ہے اور ان کے سینوں کے پوشیدہ رازوں سے بھی وہ خوب واقف ہے۔

۲۱ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام خالق سے آگاہ ہے اس لیے اس کا فیصلہ برحق ہو گا اور کفار کے معبودین باطل جو ائمہ، ہرے

جابل بکد بے ہاں پتھر یا دعوات کے مجھے ہیں وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

۲۲ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ رسول انہیں عرصہ سے دعوت حق دے رہا ہے۔ اپنی دعوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے طر طر

کے شواہد اور معجزات پیش کر رہا ہے لیکن یہ لوگ پندہ درگوش ہیں اور اخلاص بھری دعوت کو انہیں التفات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ خیال

کرتے ہیں کہ ان کے یہ غلط سداویں ہی رہیں گے، ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔ جزیرہ عرب کے جس علاقے میں ان کا گھر

ہوتا ہے وہ فخر و عقیدت سے اپنی آنکھیں فرش راہ کر دیتے ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے کہ اس نبی کی دعوت کو قبول کریں جس

کا لباس پٹیا ہوا ہے جس کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے جس کے ماننے والوں کو وہ مارا کر ادا کر دیتے ہیں اور ان سے باز پرس

کی جرات بھی کسی کو نہیں ہوتی۔

اس آیت سے ان کی غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ تم دنیا میں پہلے لوگ تو نہیں ہو جنہیں یہ جاہ و شہرت، دولت و ثروت

میسر آئی ہو اور جنہیں بے کس و بے نوا لوگوں پر جو تم کی نقل و پیروی ہو۔ تم سے پہلے بھی یہاں خدا باقوں میں آباد رہی ہیں جو دولت

وقت میں تم سے کہیں زیادہ تمہیں ان کے بنائے ہوئے ملک بوس مملکت۔ پہاڑ کی مانند مستحکم قلعے، ان کے بسائے ہوئے شہر

كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ

وہ قوت کے لحاظ سے بھی ان سے طاقتور تھے اور زمین میں (پھوڑے بھونے) آثار کے لحاظ سے بھی۔ تو پکڑ لیا انہیں اللہ تعالیٰ

بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَّاقٍ ۚ ذَلِك بِأَنَّهُمْ كَانَتْ

لئے ان کے گناہوں کے باعث اور نہیں تھا ان کے لیے اللہ سے کوئی بچانے والا۔ یہ اس لیے کہ لے کر آتے رہے ان کے

تَأْتِيَهُمْ رَسُولٌ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ

پاس ان کے رسول روشن نشانیاں تو انہوں نے (ہر بار) ماننے سے انکار کر دیا پس پکڑ لیا انہیں اللہ نے۔ بے شک وہ بڑا طاقتور

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ

سخت سزا دینے والا ہے۔ اور بیک جیسا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانوں اور روشن سند کے ساتھ۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَابٌ ۚ فَلَمَّا

فرعون، ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا (یہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔

ان کے لگائے ہوئے باغات کے نشانات آج بھی جگہ جگہ موجود ہیں اور ان کی مملکت و شوکت کی گواہی دے رہے ہیں اور تم حبیب اپنے تجارتی کارواں کے مختلف ممالک میں جانے ہو تم نے بھی ان اہڑے بھونے محفول قلعوں اور بستوں کے کھنڈرات کو دیکھا ہو گا۔ تم جانتے ہو کہ انہیں کیوں تباہ و برباد کر دیا گیا؟ انہوں نے بھی تمہاری روشن امتیاز کی تھی۔ انہوں نے بھی اپنے نبیوں کی دعوت کو ٹھکرایا تھا اور وہ فسق و فجور اور بے راہروی کے فوگر ہو گئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر پڑا اور انہیں خاک سیاہ بنا کر رکھ دیا۔ اس وقت انہیں بچانے کے لیے کوئی سامنے نہ آیا۔ یاد رکھو! اگر تم نے بھی اس روش کو ترک نہ کیا تو تمہارا بھی وہی انجام ہو گا۔ اس وقت کوئی سبیل، کوئی منات تمہیں بچانہ سکے گا۔

۳۸ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الفضل الصلوٰۃ والسلام کی دلجوئی اور وصل افزائی کے لیے حضرت موسیٰ اور فرعون کے حالات بیان فرما رہے ہیں کہ جو الزامات کفار حضور پر لگاتے ہیں اسی طرح کے الزامات فرعون اور اس کے وزیروں نے ایک جلیل القدر رسول پر لگائے تھے لیکن آخر کار الزام لگانے والے کفر کرنے والے بائیں شمت و جاہ بٹ گئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی بے لوث قوم کو کامیابی حاصل ہوئی۔ بعینہ ہی حال کفار کہ کا بھی ہو گا۔

آیات سے مراد وہ زمسجرات ہیں جن کا ذکر لقا ایتنا موسیٰ تسع آیات بیانات کے ضمن میں پہلے گزر چکا ہے۔

جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا

موسیٰ نے کر آئے ان لوگوں کے پاس حق ہمارے ہاں سے۔ تو انہوں نے کہا کہ قتل کر دو ان لوگوں کے بچوں کو جو ان کے

مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝۳۹

ساتھ ایمان لائے اور زندہ چھوڑ دو ان کی لڑکیوں کو ساتھ اور نہیں ہے کافروں کا ہر کمر مگر راہِ گمراہی

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ

اور فرعون نے (بھنبھلا کر) کہا مجھے چھوڑ دو میں کسی کو قتل کر دوں اور وہ بلائے اپنے رب کو (اپنی مذہب کے لئے) مجھے اندیشہ

أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفُسَادَ ۝۴۰ وَقَالَ

ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین بدل نہ دے یا فساد نہ پھیلا دے ملک میں۔ ۳۹ اور موسیٰ (علیہ السلام)

سلطان مبین، حجتہ واضحہ بیتہ یمنی واضح اور روشن دلیل اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قرأت ہے۔

۳۹ اہل باطل جب دلیل و برہان کے میدان میں نہج پر جاتے ہیں تو وہ جھوٹے الزامات پر اتر آتے ہیں۔ اور بتان تراشی کا شیوہ اختیار کرتے ہیں یہی حال فرعون اور اس کے امراء کا ہے۔

۴۰ جب موسیٰ علیہ السلام دین حق سے کران کے پاس آئے اور اپنی صداقت اور اپنے دین کی حقانیت کو براہین قاطعہ سے ثابت کر دیا تو ان لوگوں نے آپ کو جادوگر اور جھوٹا کہا شروع کر دیا۔ اس سے بھی جب بات نہ بنی تو تشدد پر آئے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کی نسل کشی کی جائے، بچے مار ڈالے جائیں، لڑکیاں زندہ رہنے دی جائیں۔ اس طرح بنی اسرائیل کی مدد کی قوت ختم ہو جائے گی اور وہ کسی طرح ہمارے لیے خطرہ کا باعث نہ بنے گی۔ لیکن ان کی یہ سازش بھی ناکام ہو گئی۔

۴۱ کیا پیارے الفاظ ہیں! و ما کید الکافرین الا فی ضلال: یعنی انہوں نے تو یہ منقوبہ موسیٰ علیہ السلام کو کمزور کرنے کے لیے اور آپ کی دعوت کو بے اثر بنانے کے لیے سوچا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی یہ چال سیدھی راہ سے بہک گئی اس لیے مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ۴۲ فرعون طغیٰ بجارتے ہوئے کہتا ہے کہ اے ایمان منکست! اگر تم مجھے کچھ نہ کہو تو میں حشم و خدام میں موسیٰ کا کام تمام کر دوں۔ مجھے تو تمہاری رائے کا پاس ہے اور میں اسے کچھ نہیں کہتا۔ گویا موسیٰ علیہ السلام پر آمرانہ حکومت کی پاسداری کی وجہ سے آپ تک ہاتھ نہیں اٹھایا گیا۔ حالانکہ فرعون دل میں ڈر رہا تھا کہ اگر اس نے زیادتی کی تو کہیں موسیٰ کا ڈنڈا اٹھ نہ بن کر اسے نکل نہ جائے۔

۴۳ اپنی رعایا کو اپنی پالیسی کے بارے میں مطمئن کرنے کے لیے فرعون نے دو خطروں کا ذکر کیا۔ پہلی بات تو یہ بتائی کہ اگر تم

مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ

لے کما میں پناہ مانگتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے پروردگار کی ہر اس تکبر کے شر سے جو روز حساب پر

يَوْمِ الْحِسَابِ ۚ وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ

ایمان نہیں رکھتا۔ اور کہنے لگا ایک مرد مومن جو فرعون کے خاندان سے تھا اور چھپائے

نے موسیٰ کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہ کی تو یہ تمہارے عقائد و نظریات کی عمارت کو منہدم کر کے رکھ دے گا۔ دوسری یہ بات ہے کہ اب تو تم بڑے امن و سکون اور خیر و عافیت سے خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہو، نہ بیرونی حملے کا خطرہ ہے اور نہ اندرون ملک کوئی شورش برپا کر سکتا ہے۔ نیز بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں تمہارے غلام بنے نہ گئے ہیں۔ تم انہیں جو حکم دیتے ہو اسے بجالاتے ہیں وہ ذرا سستی نہیں کرتے۔ اگر موسیٰ کی دعوت کو پذیرائی نصیب ہوگئی تو یاد رکھو بغاوت کے شعلے بجڑا اٹھیں گے یہاں تک کہ منہمک اہل لوگ تمہاری بالادستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور ملک بھر میں جہنم و فساد کی آگ بجڑا دیں گے۔ یمن و مدینہ کی حالت یہ ہے کہ اس انجرتے ہوئے خطرہ کا آج ہی نکل طور پر اندازہ کر دیا جائے حقیقت میں اس کی ذات اور اس کا تخت شاہی خطرے سے دوچار تھا۔ وہ صرف مصریوں کا بادشاہ ہی نہ تھا بلکہ ان کا خدا بھی تھا۔ اس نے سوچا اگر موسیٰ علیہ السلام اپنی تبلیغ میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو لوگ اس کی فدائی کرمانے سے انکار کر دیں گے۔ وہ صرف اللہ کی بندگی کو قبول کرینگے۔ نیز اس ظلم و ستم کی پھر اس حاکم قوم کو اجازت نہ ہوگی۔ دراصل دعوت موسوی سے اس کی ذات کو خطرہ لاحق تھا۔ حصائے موسوی کی ہیبت سے اس کا تخت کا نیپ اٹھا تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل پر اپنی قوم کو رضامند کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کی ذات اور اس کا اقتدار سلامت رہے لیکن ایک چالاک اور شاطر سیاست دان کی طرح ظاہر یہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ اقدامات قوم کے مذہب کی سلامتی اور ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ صد ہا سال پہلے فرعون نے جو حال ملی فرعون کی سیاست کے پیر کا کج بھی حرف بگوت اس کی تقلید کر رہے ہیں۔ جب بھی کوئی اللہ قلعے کا بندھان کی دھاندلیوں کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اور اس غلامانہ نظام کو بدلنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو ان قتل کے اندھوں کو یہ توفیق تو نہیں ہوتی کہ وہ اپنی غامیوں کی اصلاح کر لیں جو رستم کا جو بازار انہوں نے گرم کر رکھا ہے اس کی جگہ قانون کی فرمانروائی بحال کریں۔ انشاؤہ لطفے کر ان نیک بندوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ ان کو فساد کی آواز کا بھوکا اور معلوم نہیں کن کن الزامات سے بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

لکھ موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے اس منصوبہ کا علم ہوا تو آپ گھبرائے نہیں۔ پریشان نہیں ہوئے بلکہ آپ کی زبان سے وہی جملہ نکلا جو موسیٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ رسول کے شایان حال تھا۔ فرمایا مجھے اکیلا نہ سمجھو۔ مجھے اس فدا الجلال کی پناہ اور عتد حاصل ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی مالک ہے تم لکھ اس کی زندگی کا رشتہ توڑنا چاہو تم فرعون کو اپنا خدا سمجھتے رہو تم حقیقت کو بدل نہیں سکتے۔ بندے پھر بھی تم اسی رب کے ہمد جس کا میں بندہ ہوں نہیں نے برکت اور سرکش کے شر سے اس کے

إِيْمَانَهُ اتَّقَتُلُونِ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ

ہوئے تھا اپنے ایمان کو کیا تم قتل کرنا چاہتے ہو ایک شخص کو اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے

بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ

ہوئے مالاکہ وہ لے آیا ہے تمہارے پاس دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے (اسے اپنے مال پر بیٹے دو) اگر وہ حقیقتہً جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کی کٹ

يَكُ صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

اس پر ہوگی اور اگر وہ سچا ہوگا اور تم لے اس کو زندہ بچائی، تو منہ دینے کا نہیں مذاہب میں اس نے تم سے وعدہ کیا ہے، لیکن اللہ تمہاری راہ

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۚ يَقَوْمِ لَكُمْ الْهَلْكَ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ

نہیں دیتا اسے جو تمہارے لئے ہلاکت کا باعث بنے والا ہو ۲۴۵۔ اے میری قوم! انا آج حکومت تمہاری ہے۔ (ذہبی نہیں) خدا کا صلہ ہے

فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصَرُنَا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنْ جَاءَنَا فَقَالَ

اس ملک میں (لیکن مجھے یہ تو بتاؤ) کون بچائے گا ہمیں خدا کے مذاہب سے اگر وہ ہم پر آجائے ۲۴۶۔ (یہ سن کر) فرعون کہنے لگا

وَأَمِنْ رَمْتِمْ فِي بَنِي إِسْرَءِيلَ بَنِي إِسْرَءِيلَ بَنِي إِسْرَءِيلَ

۲۴۷۔ قبلی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا لیکن اس نے اپنی قوم کو اپنے ایمان سے آگاہ نہیں کیا تھا۔

اس نے جب نسا کہ فرعون حضرت کلیم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے تو اس نے ان کو اس ارادہ سے باز آنے کی تلقین شروع کی۔

پہلے تو انہیں جبر کا تمہارے لئے کے درپے آزار کیوں ہو، اس نے تمہارا کیا جرم کیا ہے۔ اس نے کونسی قانون شکنی کی ہے، بعض اس لیے

تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے اپنے عقیدہ کی حقانیت دلائل و معجزات سے

ثابت کر دی ہے۔ تمہارا معاش تو بڑا ترقی یافتہ ہے تم ان کے ذاتی عقیدہ میں کیوں دخل دیتے ہو۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑو۔

اگر بالفرض وہ غلط کہہ رہا ہے تو خود ہی کیفر کر دار کو پہنچ جائے گا۔ یہیں اپنے ہاتھ اس کے ٹوٹے سُرُخ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

۲۴۸۔ آج کل ہم بڑی عزت و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حکومت ہماری ہے۔ ہمارے اشارے ابھر رہے لوگوں کی قسمیں بدلتی

ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ ہمارے فرمان سے سرتابی کرے۔ دولت، مسلمان، پیش و عشرت کی فراوانی ہے۔ ہم اس حالت کو بدلتا

نہیں چاہتے۔ ہماری پوری کوشش ہوتی چاہیے کہ یہ حالت برقرار رہیں اگر موسیٰ (نوح علیہ السلام) جھوٹے ہیں تو خدا مسرف کذاب ہے

خود پٹ لے گا۔ اور اگر وہ سچا ہے اور ہم نے اسے قتل کر دیا تو یاد رکھو خدا کا غضب جوش میں آئے گا اور پیش و عشرت کی یہ

فِرْعَوْنُ مَا أَرِيكُمْ إِلَّا مَا آرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ

میں تو تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جس کو میں درست سمجھتا ہوں اور نہیں رہنمائی کرتا میں تمہاری گمراہی سے

الرَّشَادِ ۝ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ رَأَىٰ أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ

راستہ کی طرف ۵۷ اور کہنے لگا وہی ایمان والا اے میری قوم! میں ڈرتا ہوں کہ تم پر (جی کہیں پہلی قوموں کی

يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۖ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ

تباہی کے دن جیسا دن آجائے ۵۸ جیسا حال ہوا تھا قوم نوح، عاد اور ثمود کا اور ان لوگوں کا جو

مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ۖ وَيَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ

ان کے بعد آئے۔ اور اللہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم کرے اور اے میری قوم! میں ڈرتا ہوں

عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۖ يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ

تمہارے بارے میں پکار کے دن سے ۵۹ جس روز تم بھاگو گے پیٹھ پھیرتے ہوئے نہیں ہو گا تمہارے لیے اللہ کے منشا

بہاؤ الٹ کر رکھ دی جائے گی۔ اس لیے مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم موسیٰ کو نہ چیلریں اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور مفروضہ غلطیوں سے اس باختہ ہو کر کوئی ایسی غلطی نہ کریں جس کے خدا کے مذاہب میں یوں گرفتار ہو جائیں کہ نیک بھائی کی پھر کوئی مصلحت نہ رہے۔

۵۷ فرعون نے کہا کہ میں نے تمہیں جو مشورہ دیا ہے میرے نزدیک وہ درست ہے اور میں تمہیں اسی راہ پر گامزن کرنا چاہتا ہوں جس میں تمہاری جھلائی ہے۔

اس آیت کے پتہ چلتا ہے کہ فرعون مطلق العنان فرمانروا ہونے کے باوجود آج کل کے فرعونوں کی طرح تنگ مزاج اور کم ظرف نہیں تھا کہ اور کسی نے مخالف رائے دی جھٹ وہ غدار اور گردن زدنی قرار دے دیا گیا بلکہ وہ اختلاف رائے کو بڑے تحمل سے برداشت کرتا تھا۔

۵۸ اس مرد مومن نے جب دیکھا کہ اس کی چند مصلحتیں اثر انگیز نہیں ہو رہی تو اس نے مزید کھل کر گفتگو شروع کی اور گزشتہ زمانوں میں اپنی بد اعمالیوں کے باعث تباہ و برباد ہونے والی قوموں کا ذکر شروع کر دیا اور فرمایا ان تباہ ہونے والی قوموں کے حالات سے عبرت پکڑو اور اس غلط رویہ کو چھوڑ دو۔

۵۹ ذرا سا زلزلہ آجائے یا کوئی ناگہانی مصیبت آجائے تو اتنا شور مچل پٹا ہے کہ کانوں پڑی آواز سنانی نہیں دیتی جب لوگ کایک قیامت کی ہولناکیوں سے دوچار ہوں گے۔ قدموں کے نیچے زمین انکار سے کی طرح تپ رہی ہوگی اور اسے سوج

مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۖ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ

سے کوئی بچانے والا نہ اور جسے گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ۱۰ (اے میری قوم، ایک

يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۚ

آئے تھے پاس یوسف (موسیٰ علیہ السلام) سے پہلے روشن دلائل کیسے تم شک میں گرفتار رہے اس میں جو وہ لے کر آئے تھے ۱۱

حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَلِكَ

یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا شروع کر دیا کہ نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان کے بعد کوئی رسول ۱۲ کَذَلِكَ

يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ ۚ ۱۳ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي

گمراہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے جو حد سے بڑھنے والا ۱۳ شک کرنے والا ہوتا ہے ۱۴ دینی گمراہ کتاب ہے ۱۵ انہیں جو مجاہدے بہتے ہیں

کی کہیں آگ بر ساری ہوں گی۔ سامنے دوزخ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ چاروں طرف سے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا۔ اس سرائیکی کے عالم میں شروع غل کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے اس دن کو ہی یوم القیامہ یعنی ایک دوسرے کو پکارتے کلان کہہ دیا۔ ۱۲

۱۳ پہلے جن قوموں کا ذکر ہوا وہ دُور دراز ملکوں میں بسنے والی تھیں۔ اب اس نبی اور اس کے شکرین کا ذکر ہو رہا ہے جو کچھ عرصہ پہلے اسی ملک کے باشندے تھے۔ یوسف علیہ السلام کے نام سے کون ایسا مصری تھا جو واقف نہ تھا۔ ان کا دور حکومت جسکی تاریخ کا وہ درخشاں دور تھا جب کہ ہر طرف عدل و انصاف کا نور بر سر رہا تھا۔ قانون کی بالادستی قائم تھی۔ غریبوں اور مظلوم لوگوں کی اس طرح دلداری کی جاتی تھی کہ سبحان اللہ! اس مام اور شدید قحط کی چیر و دستریوں سے انہیں حضرت یوسفؑ کے حسن انتظام کے باعث ہی پناہ ملی تھی۔ اس نبی اور عادل فرمانروا کے ساتھ اس کی قوم نے جو برتاؤ کیا مومن آل فرعون اس کا ذکر فرما کر انہیں تنبیہ کر رہا ہے ان کی بے داغ سیاست، ان کے بے عدل نظام حکومت، ان کی عدل گٹری اور ان کی رمایا پردہ کی کراہی آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود وہ ان کو نبی ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے بلکہ ان کی ساری غراسی ادھیڑوں میں گز گئی کہ یہ نبی ہے یا نہیں قطعی اور یقینی دلائل کے باوجود وہ تذبذب کا ہی شکار رہے اور شک کی دلدلی میں ہی جھکتے جھکتے غمگین رہ دی۔

۱۴ اور جب وہ تیر تارباں مغرب ہو گیا تو پھر کفِ انوس ملنے لگے اور کہنے لگے ایسی ہستی اب دوبارہ پیدا نہیں ہوگی۔ ان کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا پہلے ہدایت سے یوں محروم رہے۔ اب امکان یہ تھا کہ کوئی دوسرا نبی تشریف لائے تو یہ اپنی گزشتہ غفلت اور کوتاہی کی تلافی کر لیں۔ یہ کہہ کر کہ اب اور کوئی ایسا نہیں آئے گا انہوں نے اس امکان کو بھی کالعدم کر دیا۔

آیت اللہ بغیر سلطان اثمہم کبر مقتا عند اللہ وعند

اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دھتور، دلیل کے جو ان کے پاس آتی ہو (بطریقہ) بڑی ناراضگی کا باعث ہے اللہ کے نزدیک

الذین امنوا مکن لک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار

اور مومنوں کے نزدیک۔ اسی طرح ٹھہر لگا دیتا ہے اللہ تمہارے ہر مغرور اور سرکش کے دل پر

وقال فرعون یہامن ابن لی صرحا علی ابلیع الاسباب

اور فرعون نے کہا اے ہامن! بنا میرے لیے ایک اونچا محل (اس پر چڑھ کر) میں ان راہوں تک پہنچی جاؤں

۱۔ آخر میں ایک اصول بیان فرمادیا کہ جس فرد یا قوم میں یہ تین عیوب پیدا ہو جائیں ان کے ہدایت پانے کی کوئی امید نہیں رہتی۔ کوئی معجزہ کوئی پند و نصیحت انہیں چاہے فطالت سے نہیں نکال سکتی۔ وہ اندھیروں سے اتنے مانوس ہو جاتے ہیں کہ نور سے انہیں گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ وہ تین عیوب یہ ہیں:

۱۔ عُصْرَف: جس سے بڑھنے والا جو احکام و اوامر اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے والا۔ اسے ہزار سمھایا جائے وہ اپنی ہٹ سے باز آجائے گا نام ہی نہیں لیتا۔

۲۔ مُؤْتَاب: وہ شخص جو تنگ کی بیماری کا مریض ہو۔ اس کے سامنے روشن دلائل کے انبار لگا دو۔ تنگ کے مریض اس کے ذہن سے نکلتے ہی نہیں۔

۳۔ من یجادل: جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں بے ہمتا ہو کر تباہی کرتا ہے، ان میں عیب نکالتا ہے۔ تضاد ثابت کرتا ہے۔ جس فرقہ میں یہ تین عیوب ہوں خدا انہیں کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

۴۔ فرعون نے جب یہ محسوس کیا کہ اس مرد مومن کی گفتگو حاضرین کو متاثر کر رہی ہے تو اس نے فوراً ہینتر ابدل اور کئے لگا کر موسیٰ کی صداقت کو پرکھنا کوئی اتنا مشکل کام نہیں کہ ہم اس کے بارے میں پریشان رہیں اور کسی حتمی فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں۔

ابھی ایک بلند مینار تعمیر کرتے ہیں اور اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کا سراغ لگائیں گے زمین پر تو کہیں ہے نہیں اگر آسمان پر مل گیا تو ہم بھی مان لیں گے اور اگر آسمان پر بھی اس کا سراغ نہ ملا تو پھر سب کو یقین ہو جائے گا کہ موسیٰ کی بات غلط ہے۔ پھر ہامن کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ہامن! اے وزیر بادشاہ! یہ کام تم کو بھی ایک اونچا بہت اونچا مینار تعمیر کرو۔ اس پر چڑھ کر ہم آسمان پر چڑھنے کا راستہ دریافت کر لیں گے اور آسمان کا کونہ کونہ چھان ماریں گے۔ (خفاء القرآن جلد سوم سورۃ قصص آیت ۲۵)

ہر وہ چیز جس کے ذریعہ کسی جگہ تک رسائی حاصل کی جائے اسے سبب کہتے ہیں۔ یہاں اسباب سے مراد وہ راستے ہیں جو آسمان کی طرف جاتے ہیں یا ان سے مراد آسمان کے دروازے جن کے ذریعہ آسمان میں داخل ہوتے ہیں۔ کل مایو ذی

أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَكْظَمُهُ كَاذِبًا وَكَذَلِكَ

یعنی آسمانوں کی راہوں تک پھر میں جھانک کر دیکھوں مومن کے خدا کو اور میں تو یقین کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے ۵۷ اور

زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ وَمَا كَيْدُ

یوں آراستہ کر دیا گیا فرعون کے لیے اس کا بُرا عمل اور رک دیا گیا اسے راہِ راست سے۔ اور نہیں تھا

فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ اتَّبِعُونِ

فرعون کا سارا فریب مگر اسکی اپنی تباہی کے لیے ۵۸ اور کہنے لگا وہ جو ایمان لایا تھا اسے میری قوم! میرے پیچھے چلو

أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝ يَوْمَ إِنَّمَا هِيَ الْحَيَوَةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ

میں دکھاؤں گا تمہیں ہدایت کی راہ ۵۹ اسے میری قوم! یہ دنیاوی زندگی تو (چند روزہ) لطفِ مہذبی ہے

وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى

اور آخرت ہی ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے جو بُرے کام کرتا ہے اسے سزا دی جائے گی

إِلَّا مِثْلَهَا ۝ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنَّثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اسی قدر اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ

۱۔ شئی فہو سبب کا لفظ اولہ و لولہاء۔ و اسباب الثانی بیان لاؤں۔

۵۷ ساتھ ہی اپنی رائے بھی ظاہر کر دی کہ میرا تو یہ خیال ہے کہ موسیٰ کی بات میں ستمانی نام کو نہیں۔ ظن: ہمیں گمان غالب
ہی لیا جاسکتا ہے اور یعنی یقین بھی۔

۵۸ یعنی اس کی منکاری، حیاء سازی اور دانستہ انکار حق کے باعث اس کے بُرے اعمال اسے حسین و خوشا
نظر آنے لگے، وہ انہی کے پیچھے پڑ رہا اور جو حیلہ سازیاں اس نے حضرت موسیٰ کے خلاف کی تھیں وہ سب خود اس کی
تباہی اور بربادی کا سبب بنیں۔

۵۹ یعنی بھلائی اور نجات کا راستہ وہ نہیں جس پر فرعون تمہیں چلانا چاہتا ہے بلکہ آدمی تمہیں رشد و ہدایت کا راستہ
دکھاتا ہوں جس پر چل کر تم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہو۔

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۶۰

ایماندار ہوتو وہ داخل ہوں گے جنت میں رزق دیا جائے گا انہیں وہاں بے حساب اور

لِقَوْمٍ مَّا لِيْ اَدْعُوْكُمْ اِلَى التَّجْوَةِ وَتَدْعُوْنِيْ اِلَى النَّارِ ۝۶۱

اے میری قوم! میرا بھی عجیب حال ہے کہ میں تو جہنم کی طرف بلاتا ہوں تو تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو

تَدْعُوْنِيْ اِلَا كُفْرًا بِاللّٰهِ وَاَشْرَكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِيْ بِهِ عِلْمٌ وَّاَنَا

تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور میں شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ اسکو جس کا مجھے علم تک نہیں اور میرا

اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝۶۲ لَا جَرَمَ اَنَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ لَيْسَ

محل یہ ہے کہ میں پھر بھی تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو عزت والا بہت بخشنے والا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جسکی زندگی کی طرف

لَهُ دَعْوَةٌ فِى الدُّنْيَا وَاٰلَا فِى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّا مُرْدُّنَا اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّا

تم مجھے بلاتے ہو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسے پکارا جائے اس دنیا میں اور نہ آخرت میں ۵۹ اور یقیناً ہم سب کو لوٹنا ہے

مردمومن کا سلسلہ دعا شروع ہے اب اس نے مصلحت کے واسطے محاب تار تار کر دیے ہیں اور اس کے نتائج اور
خطرات سے بے نیاز ہو کر اعلان حق کرنا شروع کر دیا ہے۔

۵۸ یعنی میرے ساتھ بھی تم لوگوں کا مذہب عجیب و غریب ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ میں گرنے
کی دعوت دیتے ہو میں تمہیں اس خدا سے واحد کی بندگی کی تلقین کرتا ہوں جو سب سے بڑا دست بھی ہے اور اس کے باوجود
بڑا بخشنے والا ہے۔ مگر بھڑخانیں کر کے بھی اگر اس کے درگرم ہو کر کوئی آجائے تو معاف کر دیتا ہے اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اللہ
تعالیٰ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ ایسے شریک بناؤں جو باطل ہے بس اور بے اختیار ہیں اور جن کی خدائی کا مجھے کوئی
علم نہیں۔ میں تو تمہاری غیر خواہی میں سرگرم ہوں اور تم ہو کہ اپنے ساتھ مجھ غریب کو بھی ڈبو دینا چاہتے ہو۔ تم میرے عجیب دست
ہو۔ مجھے تمہاری ایسی دوستی کی ضرورت نہیں۔ مہربانی فرما کر مجھے اس قسم کی نصیحتیں نہ کیا کرو۔

۵۹ یعنی جن معبودان باطل کی عبادت اور بندگی کی تم مجھے نصیحت کر رہے ہو۔ یہ تو ایسے ہیں کہ انہیں یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ
دنیا میں یا آخرت میں انہیں خدا تسلیم کیا جائے اور نہ انہوں نے خود کبھی اپنی خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا
گیا ہے کہ وہ اتنے بے بس اور بے اختیار ہیں کہ نہ دنیا میں ان کو پکارنے کا کوئی فائدہ ہے اور نہ قیامت کے دن کسی کی فریاد نہیں لگے۔

الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ فَسْتَنْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ

التکلف اور یقیناً مدد سے گزرنے والے ہی جہنمی ہیں۔ پس (اے میرے بھائیو!) عنقریب تم یاد کرو گے میری دہائیوں کی باتیں کہ باہر

وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۖ فَوَقَّعَهُ

اور میں اپنا (سارا) کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے (اپنے) بندوں کو اسے پس بچا لیا اسے

اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكُرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۖ

اللہ تعالیٰ نے ان اذیتوں سے جسے پہچانے کا انہوں نے خیال کیا اور ہر طرف سے گھیر لیا فرعونوں کو سخت عذاب نے ۱۲

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ ۖ

دوزخ کی آگ ہے پیش کیا جاتا ہے انہیں اس پر صبح و شام اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا)

أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۖ وَإِذْ يَتَحَايَوْنَ فِي النَّارِ

داخل کرو دو فرعونوں کو سخت تر عذاب میں ۱۳ اور (جبکہ) ہوشربا سماں ہوگا (جبکہ) ہم جہنم کے دوزخ میں

۱۲ فرعون جو اپنے آپ کو الٰہ کہلاتا تھا اس کے زور و اور بھرے دربار میں اتنی حق گوئی ایک مردِ مومن کو ہی زیب آتی تھی۔ لیکن جب سامعین کو اس نے متاثر ہوتے نہ دیکھا تو اس نے صاف کہا کہ آج تو تم میری بات نہیں مان رہے اور میری تلخ زبانی تمہیں گراں گزر رہی ہے۔ عنقریب وہ وقت آئے گا جب عذاب الہی تم پر نازل ہوگا۔ اس وقت تم میری باتوں کو یاد کرو گے۔

۱۳ تمہارے پاس طاقت و اقتدار ہے اور میں نے مجمعِ عام میں تمہاری غلط روی پر تمہیں صاف الفاظ میں سرزنش کی ہے۔ مجھے علم ہے کہ تم مجھے میری اس حق گوئی پر متاثر ہو گے اور مجھے قتل کرنے سے بھی باز نہ آؤ گے۔ لیکن مجھے تمہاری ان سیدکاریوں کی ذرا پروا نہیں۔ میں نے اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دیے ہیں وہ اپنے بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے۔

۱۴ پچھلے فرعونوں نے اس مردِ حق کیش کو قتل کرنے کی سازشیں کیں، لیکن وہ سب ناکام رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی خود حفاظت فرمائی اور کوئی اس کا بال بیکا نہ کر سکا۔ اٹا فرعون اپنے لادشکر اور جاہ و ثروت سمیت غرق کر دیا گیا۔

۱۵ فرعون اور اس کا ٹھائیں مانتا بھرا لشکر سمندر میں غرق ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر سلامتی سے کنائے پہنچ گئے۔ دنیا میں ہی حق کا بول بالا اور باطل کا ٹٹہ کالا ہو گیا۔ ان کا قبضہ میں ختم نہیں ہوا جبکہ فرعون اور اس کے پرستاروں کو ہر صبح و شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ جب عالمِ برزخ کی مصلحت ختم ہوگی تو قیامت قائم

فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَمَا هُم بِمُعْجِزُونَ

پس کہیں گے کمزور لوگ انہیں جو تکبر کیا کرتے تھے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے پس کیا تم دُور

أَنْتُمْ مُعْجِنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ۖ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

کر سکتے ہو ہم سے کچھ جہنم آگ (کے عذاب) کا حصہ جو اب دیں گے متبر

إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ

ہم سب آگ میں (جہنم) ہیں بیشک اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے بندوں کے متعلق (اب میں دہل نہیں سکتا)

فِي النَّارِ لَخَزَنَةٌ لِّجَهَنَّمَ أَذْءُ أَوْ أَرَبَكُمْ يُخَفِّفُ عَنَّا يَوْمًا مِنَ

اور میں گے سارے دوزخی جہنم کے اندر غل کو ڈما کر اپنے رب کے کہ ایک دن تو ہمارے عذاب میں (کچھ) تخفیف سنا

الْعَذَابِ ۖ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا

دے ۱۰ وہ (جواب میں) کہیں گے کیا نہیں آیا کرتے تھے تمہارے پاس تمہارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ۔ وہ

ہوگی۔ اس کے بعد انہیں اسی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

اس آیت سے علماء اہل سنت نے مذہبِ قرآن کا اثبات کیا ہے۔ قرآن سے مراد صرف وہ گڑھا ہی نہیں جس میں کسی کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ یہ قرآن کسی کو نصیب ہوتی ہے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد عالم برزخ ہے۔ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے کے وقت کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ آلِ فرعون کو دیے جانے والے دو مذاہب کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ ایک وہ جس میں قیامت سے پہلے وہ مبتلا ہیں۔ دوسرا وہ جو قیامت کے بعد انہیں دیا جائے گا۔ ہذا الذیۃ اصل کبیر فی استیلا اہل السنۃ علی عذاب البرزخ فی القبور۔

۱۱ کافر سردار اور ان کے پیروکار سب ایک جگہ آتشِ جہنم میں جل رہے ہوں گے۔ پیروکار کہیں گے اسے ہلکے سردار! دنیا میں تو تم بڑی ڈینگیں مارا کرتے تھے کہ ہم یوں کر دیں گے ہم یاں کر دیں گے۔ اب اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر ہمارے عذاب میں تو کچھ تخفیف کرا دو۔

۱۲ ان کی بے بسی دیدنی ہوگی۔

۱۳ پھر دوزخی ان فرشتوں کی منت سماجت کریں گے جو جہنم کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں کہ تم ہمارے لیے دُعا مانگو

بَلَىٰ قَالُوا فَاذْعُوا وَمَا دُعُوا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۚ إِنَّا

کہیں گے بیشک! داراے کہیں گے تم خود ہی دُعا مانگو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہیں ہے کافروں کی دُعا مگر محض بے سود ہے۔ بیشک ہم

لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ

(اب بھی) مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور مؤمنین کی۔ اس دنیوی زندگی میں اور اس دن بھی (مدد کریں گے)

الْآشْهَادُ ۚ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

جس دن گواہ (کو بھی) لینے کے لیے، کھڑے ہونگے۔ اس روز نفع نہ دے گی ظالموں کو ان کی مُذَرَّعَاتِ اور انکے لیے لعنت ہوگی

وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۚ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا

اور ان کیلئے (دُور) کا، بدترین گھر ہوگا۔ اور ہم نے عطا فرمایا موسیٰ کو (دُر) ہدایت اور وارث بنایا

بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ ۚ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ

بنی اسرائیل کو کتاب کا۔ یہ سراپا ہدایت اور نصیحت تھی عقلمندوں کے لیے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

پس (اے محبوب) آپ صبر فرمیں (کفار کی اذیتوں پر) بیشک کلامِ خدا سچا ہے اور استغفار کرتے رہیں اپنی! سو بھر کر تیری پُرتے اوپا کی بیان

کہ کسی دن تو ہمارے مذاب کی شدت کم کر دی جائے۔ فرشتے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے جیسے ناشکروں اور ناجاروں کے لیے دُعا مانگنے سے رہے۔ اس لیے تم جانو اور تمہارا کام۔

۶۷ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا کہ کفار کی دُعا تو راہِ راست سے ہلکی ہوئی ہے۔ قبولیت کی منزل تک کیسے نہیں پہنچ سکتی۔ آج ان کا دُعا پینا، چیننا، پھلنا، نافرادیں کرنا سب بے سود ہے۔

۶۸ ہماری مدد اپنے رسولوں کے لیے اور اہل ایمان کے لیے مخصوص ہے۔ کافر وقتی طور پر کہنے ہی خوشحال اور کامگار ہوں۔ حقیقی کامیابی و کامرانی فقط ان کو نصیب ہوگی جن کی ہم دستگیری کریں گے۔

۶۹ افضل اور اولیٰ کا ترک عام لوگوں کے لیے جرم اور گناہ تصور نہیں ہوتا، لیکن مقربین بارگاہِ محمدیت سے فیہِ اولیٰ کا صدور بھی قابلِ مواخذہ ہوتا ہے۔ یہاں بھی جس ذنب سے استغفار کی ہدایت کی جا رہی ہے اس سے مراد ایسے امر سے استغفار

رَبِّكَ بِالْعِشْيِ وَالْإِبْكَارِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ

یعنی اپنے رب کی حد کیستے ہمسے شام کے وقت اور صبح کے وقت ۔ بیٹک جو دلی جھڑتے ہیں اللہ کی آیتوں کے بارے میں

يَغْيِرُ سُلْطَنَ أَتْهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرُ مَا هُمْ

بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو نہیں ہے اس کے سینوں میں بجز بڑائی کی ایک بوس کے جس کو وہ

يَبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۚ لَخَلْقُ

پا نہیں سکیں گے نہ تو آپ اللہ کی پناہ طلب کیجیے نہ بیٹک وہی سب کچھ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے ۔ بیٹک پیدا

جو ذات فرد اگرچہ مہلح اور ہائز ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام رفیع اور شان عالی کے شایان شان نہیں اور ساکنان راہ
محبت سے یہ چیز مخفی نہیں کہ منزل محبوب کی طرف ان کے سفر میں ایک لمحہ کے لیے توقف بھی ناقابلِ برداشت ہے اور لائقِ مدد استغاثہ ہے۔
جو سکتا ہے کہ یہ امر محض امر قہری ہو کہ اُمت کے لیے استغاثہ سنت نبوی بن جائے اور کوئی شخص خواہ اس کا رتبہ کتنا بلند
ہو اوقاتِ قصور اور طلبِ مغفرت کو تابی نہ کرے۔ بعض علما نے اس عبارت میں اُمت کا لفظ مقید فرمایا ہے۔ اس صورت میں عبارت
یوں ہوگی : واستغفر لذنب اُمت یعنی حضور اپنی اُمت کے گناہوں کی معافی طلب کریں۔ علامہ قرطبی اس آیت کے ضمن میں کہتے
ہیں : هذه التقيد للنهي عليه السلام بالدعاء والفائدة زيادة الدرجات وان يصير الدعاء سنة لمن بعده (قرطبی)
یعنی یہ محض تعمیل ارشاد الہی ہے تاکہ حضور ماما نکاح کریں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ استغاثہ سے حضور کے درجات بلند سے بلند تر
ہوتے جائیں گے اور اُمت کے لیے دعاء واستغاثہ ان کے پیارے رسول کی سنت بن جائے گی۔

نہ مشرکین مکہ کا رویہ قرآن اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق بڑا حیرت انگیز تھا۔ مکہ چینی محبت بازی۔ بغیر کسی معقول دلیل کے
بحث و مہرار ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ اچھے بھلے خمیدہ قسم کے لوگ بھی نادان بہوں کی طرح بات بات پر الجھنے لگتے۔ انسان یہ دیکھ کر
حیران ہو جاتا تھا کہ باوجود فیض و بلیغ ہونے کے وہ قرآن کریم جیسی کتاب کی آیات پر بلاوجہ کیرں اقداس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
اس راز سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں امتدادِ ایمان کی برس مٹی انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے اس رسول کریم کو اپنا
بادی اور شیوا مان لیا تو ان کی سرداری اور جودِ حراست ختم ہو جائے گی اور وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہ
تھے۔ علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس کا قول پیش کرتے ہیں : قال ابن عباس ای لا یحکم
على تكذيبك الا ما فـ صد و هم من الكبر والعظمة ويتكبرون عليك ويتكلمون انفسهم عن اتباعك نظري
اللہ تعالیٰ نے ماہم بالغیہ فرما کر ان کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا کہ وہ اب اپنے منہروں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ
تعالیٰ نے عزت و سردی اپنے محبوب کو انہی فرمادی ہے۔ اب جسے بڑائی اور عزت کی خواہش ہے وہ اپنے گلے میں تاجدارِ مدینہ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

کرتا آسمانوں اور زمین کا بہت بڑا کام ہے لوگوں کے پیدا کرنے سے لیکن بہت سے لوگ اس

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَنَايَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرَةُ ۗ وَالَّذِينَ

(کامل حقیقت کو) نہیں جانتے۔ اُنکے اور یکساں نہیں ہے اندھا اور بینا اُنکے (اور اسی طرح)

کی غلامی کا طوق ڈال کر حاضر ہر صرت اپنے شخص کو ہی دونوں جہانوں کی عزتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔
۱۷۱ وہ سازشیں کرتے ہیں تو انہیں کرنے والا وہ شیخ اسلام کو بھانسنے کے لیے منسوب ہے بناتے ہیں تو انہیں بنانے والا
وہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں تو پروا نہ کرو، آپ اپنے رب کی پناہ طلب کرو جس کو وہ
اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لیتا ہے ساری دنیا بھی اگر اس کے خون کی پیاسی ہو تو اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ وہ آپ کی
دعاؤں اور التجاؤں کو بھی سنتا ہے اور ان کے منصرفوں کو بھی خوب دیکھ رہا ہے۔

۱۷۲ کفار کا اسلام پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وہ قیامت پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ یہ بات انہیں خلاف عقل نظر
آتی وہ خود سوچتے اور دوسروں کو کہتے کہ بھلا ہزار ہا سال تک قبروں میں رہنے کے بعد پھر ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے یہ
بات صراحتہ باطل ہے اور عقل سلیم اس کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ ان کے اس اعتراض کا یہاں جواب دیا جا رہا ہے کہ مائیں
کبھی مریں کو ہزار ہا سال گزرنے کے بعد زندہ کرنا جب کہ اس کی خاک کے ذرے بھی کائنات کی وسعتوں میں گم ہو چکے ہوں گے
بڑا مشکل کام ہے لیکن یہ تو سوچو کہ یہ کس کے لیے مشکل ہے۔ مادشا کے لیے تو واقعی مشکل ہے لیکن کیا خداوند قہار جو آسمانوں اور
زمینوں کو اپنے امر کرنے سے پیدا فرمانے والا ہے اس کے لیے بھی مشکل ہے؟ تم خدا کی قدرت اور علم کو اپنی بے بسی اور بے علمی کا
کیوں قیاس کرتے ہو سوچ کا یہ انداز عالمانہ نہیں جا بلانا ہے۔

۱۷۳ یہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ اندھے اور بینا میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح جو لوگ عمر بھر نیکی کی راہ پر گامزن رہتے ہیں اپنے
نفس کی خواہشات پر اپنے رب کی رضا کو ترجیح دیتے ہیں، اپنا ذاتی نقصان برداشت کر لیتے ہیں لیکن کسی کے ساتھ دھوکہ نہیں
کھاتے۔ ان میں اور ان لوگوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جن کی غرض نفس پرستی، عیش کوشی میں بسر ہوئی۔ انہوں نے اپنے ذاتی غنا
کی قربان گاہ پر دوسرے لوگوں کے مفادات کو قربان کر دیا۔ بلکہ اپنی ذاتی وجاہت اور فانی وقار کی خاطر اپنی قوم اور اپنے ملک
کی عزت و آزادی کو قربان کر دیا۔ جب تم بھی اندھے اور بینا، نیک اور بد کو یکساں کہنے کی جرات نہیں کر سکتے، بلکہ ان میں
تفاوت کے قائل ہو تو اگر موت کو ہی سفر حیات کی آخری منزل یقین کر لیا جائے تو پھر یہ فرق کہاں نمایاں ہوگا۔ نیک کو اپنی نیکی
کا کیا جملہ ملا، بُرے کو اپنی بدکاری کی کرنسی سزا جگتنی پڑی بلکہ اس نظر پر کے مطابق تو وہ بدکار جس نے اپنے دل کی بھڑاس
نکال لی اور غوب داد عیش دی۔ وہ اس نیک سے بدرجہا بہتر ہے جس نے اپنے آپ کو اخلاقی ضابطوں کا پابند رکھا اور

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُبِيْنِ قَلِيْلًا مَّا تَنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

مومن نیکو کار اور بدکار بھی یکساں نہیں تم بہت کم حذر کرتے ہو گئے

اِنَّ السَّاعَةَ لَا تِيْءُ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ

یقیناً قیامت آکر ہے کسی ذرا شک نہیں ہے اس میں لیکن بہت سے لوگ (قیامت پر)

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنْ

ایمان نہیں لاتے گئے اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اے بیگ

ہر طرح کی محدودی کر طلب نظر گرا کیا۔ اس لیے عقل سلیم کا فیصلہ یہ ہے کہ اس دار العمل کے بعد ایک دار الجوارا ہو۔ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہو جس میں نیک لوگوں کو جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے اور مشرکین کو اپنے لیے کی سزا ملے۔
لے کہ تم تو ان حقائق میں غور و فکر کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے اگر تم سوچ بچار کی حقارتی سی تکلیف بھی برداشت کرو تو یہ حقائق کھل کر تمہارے سامنے آجائیں۔

۳۰ تمہارے انکار سے قیامت ٹل نہیں جائے گی بلکہ قیامت ضرور آئے گی یہ اللہ تعالیٰ کا مسمیٰ فیصلہ ہے۔
۳۱ حضرت ابن عباس سے ادعوئی استعجاب لکھ کر یہ تفسیر منقول ہے۔ اس حدیثی اشیکہ: تم میری عبادت کرو میں تمہیں اس کا ثواب اور اجر عطا کروں گا۔ یہ قول ضحاک، مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ دیگر علما نے اس کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے۔ اسئلونی اعطکم، یعنی تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ (معانی، حقیقت میں یہ دونوں تفسیریں ہم معنی ہیں۔ ان میں اسلاف کوئی تفاوت نہیں۔ دعا عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ کیونکہ استاد و مہجور کی عاجزی اور نیاز مندی کو عبادت کہتے ہیں اور اس کا طور صحیح معنوں میں اسی وقت ہوتا ہے جب انسان معائب میں مجبور ہو۔ دوست ساتھ چھوڑ گئے ہوں بہتر تدبیر کا کام ہو چکی ہو۔ حالات کی سنگینی نے اس کی قوت و طاقت کو ریزہ ریزہ کر ڈالا ہو۔ جب ہر طرف سے میدانیں منقطع کر کے اپنے رب کریم کے در اقدس پر آکر وہ سیر نیاز جھکاوے۔ اس کی زبان گنگ ہو، دل و دماغ کی داستان اشک بار آئیں سنار ہی ہوں اور اس کو یقین ہو کہ وہ اس قادر مطلق کے سامنے اپنا قصہ غم پیش کر رہا ہے اور اپنی مشکل کی بیان کر رہا ہے جس کے سامنے کوئی مشکل مشکل ہی نہیں۔ نیز اسے یہ پختہ اعتماد ہو کہ یہاں سے کبھی کوئی سائل خالی نہیں گیا۔ یہی گھسی خالی اور محروم نہیں فرمایا باؤں گا۔ جو عجز و نیاز، جو غایت تذلل جو خضوع و خشوع اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے اس کی مثال کہاں ملے گی۔
اسی لیے تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الذہاء مع العبادۃ دعا کی اہمیت کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کلمات طیبات سے ذکر فرمایا ہے۔ الذہاء سلاح المؤمن وعماد الدین ونور السموات والارض

یعنی دعا سون کا ہتھیار ہے۔ دُعا دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان اس کے نور سے منور ہیں۔ (المستدرک) دوسری حدیث میں ہے: عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فتح له منكم باب الدعاء، فتحت له ابواب الرحمة، وما سال الله شيئا احب اليه من ان يسال العافية (ترمذی) یعنی حضور نے فرمایا کہ جس شخص کے لیے دُعا کا دروازہ کھول دیا گیا، گویا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہوئے سوال کرنا بہت ہی پسندیدہ ہے۔

مُرشِدِ برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا مانگنے والے کو یہ تلقین بھی فرمائی ہے کہ جب وہ دُعا مانگے تو اس کے دل میں یہ یقین ہو کہ میرا کریم و رحیم پروردگار میری اس عاجزانہ التجا کو ضرور قبول فرمائے گا۔ عَنْ ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم اذعوا الله وَاَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِاَدْجَابِهِ فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءَ مَنْ قَلْبٌ لَا يَدْعُو اللهَ مِنْ دُعا مانگنا تو اس یقین سے مانگو کہ وہ قبول فرمائے گا اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس دُعا کو قبول نہیں کرتا جو غافل دل سے مانگی جائے۔

دُعا کی قبولیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دُعا مانگنے والا جس چیز کے لیے دُعا مانگ رہا ہے اس کے بارے میں اپنی شدت احتیاج اور افتقار کا اظہار کرے تاکہ پتہ چلے کہ اگر اس کی یہ التجا منظور نہ ہوئی تو اس کو ناقابلِ تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور یہ خواہ برداشت کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ حدیث نبوی میں ہے: اِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَخْضِرْ لِيْ اَنْ شِئْتَ وَكُنْ لِيْ عِزْمًا وَلِيُعْظَمِ الرَّغْبَةُ فَاِنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَتَعَاطَى شَيْءًا عِطَاءً۔ (مسلم) یعنی جب تم میں سے کوئی دُعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ یا اللہ اگر تو چاہتا ہے تو میری مغفرت فرما بلکہ یہ عرض کرے کہ اے میری فرما کر ضرور بخش دے۔ حضرت فضالہ بن عبید ذلتے ہیں کہ ایک دفعہ مردِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرماتے تھے تو ایک آدمی مسجد میں آیا۔ نماز ادا کی۔ پھر فوراً دُعا مانگنے لگا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ۔ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ حضور نے اس کی کیفیت دیکھی تو فرمایا: سَجَلْتَ اَيْهَا الْمَصِلُ۔ اے نمازی تُو نے بڑی عجلت کی۔ دُعا یوں تو نہیں مانگی جاتی۔ اس کو دُعا کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا: اِذَا صَلَّيْتَ فَتَعَدَّتْ فَاحْدِثِ اللهَ تَعَالَى بِمَا هُوَ اَهْلُهُ وَصَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ۔ یعنی جب تو نماز پڑھ چکے تو بیٹھ جا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر پھر مجھ پر درود بھیج، پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگ۔

اس شخص کے چلے جانے کے بعد ایک دُور آدمی آیا۔ اُس نے پہلے نماز پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر حضور پاک پر درود بھیجا۔ فقال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايتها المصلی اذعُ ثَجْبٌ، حضور نے اس کو فرمایا اے نمازی! اب دُعا مانگ تمہاری دُعا قبول کی جائے گی (رواہ الترمذی، البرذالی و النسائی) اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت نماز ادا کرنے کے بعد حمد ذکر الہی کرتے ہیں۔ پھر درود پاک پڑھتے ہیں اور اس کے بعد دُعا مانگتے ہیں یہی دُعا مانگنے کا مسنون طریقہ ہے اور جو لوگ اس چیز سے روکتے ہیں وہ بے خبر لوگ ہیں۔

اگر کسی دل سے اس کی ظاہری زندگی یا اس کے دُعا کے بعد دُعا کے لیے اتنا س کیا جانے یا باگ اور رسالت میں استغاثہ

الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ

جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ مغرب جہنم میں داخل ہونے ذیل و غار ہو کر شکے

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا

اللہ ہی ہے جس نے بنائی ہے تمہارے لیے رات تاکہ تم آرام کرو اس میں اور بنایا ہے دن کو روشن تاکہ

کیا جائے تو اسے بھی بس رات عبادت شمار کرتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو بلا تامل مشرک کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے والا اللہ ان کو خدا مانتا ہے نہ ان کو قادر مطلق سمجھتا ہے اور نہ اس کے دل میں یہ داہم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تب بھی یہ حضرات اس کی شکل کشانی کر سکتے ہیں البتہ وہ ان پاکیزہ ہستیوں کو اپنے سے بشرقی اور خداوند تعالیٰ کا فرمانبردار سمجھتے ہیں اور یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے اور کسی غیر سے دعا مانگنا ہرگز شرک نہیں۔ حضور سرور عالم نے تو حضرت سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا علی مرتضیٰ کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ اویس قرنی سے اپنے لیے اور اسامت مسلمہ کے لیے دعا کروائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں افراط و تفریط سے بچائے اور عقیدہ توحید پر ہر حالت میں ثابت قدم رکھے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔

۱۱۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں یا جو اس کی جناب میں دستِ دُعا دراز کرنے کو اپنی زمین خیال کرتے ہیں ایسے مغرور اور سرکش لوگوں کو ذیل و غار کر کے جہنم رسید کیا جائے گا۔

۱۲۔ یہاں توحید باری کی ایسی دلیل پیش کی جا رہی ہے جسے سمجھنے کے لیے کسی بڑی عقل و فراست یا علم و فضل کی ضرورت نہیں بلکہ ایک آن پڑھ بھی اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اس سے ہر لحاظ استفادہ کر رہا ہے۔ یہ رات اور دن کا تسلسل ہزاروں گھنٹوں پر مبنی ہے۔ قلم سے قلم سے قلم سے آج سے لاکھ سال پہلے اس تاریخ کو جس اُن سے سورج طلوع ہوا اور جس اُن پر غروب ہوا اور جتنے بجکر جتنے منٹ پڑھا اس میں سرِ تغاوت نہیں۔ اگر کوئی اور بھی کارخانہ قدرت میں شریک ہوتا تو کبھی تو اس کا حکم چلتا۔ معلوم ہوا کہ ایک خدا کے حکم کے مطابق تو سورج ۵ بجکر ۲۰ منٹ پر طلوع اور ۴ بجکر ۲۰ منٹ پر غروب ہونا تھا۔ لیکن آج دوسرے خدا کا فرمان ہے کہ دس منٹ پہلے طلوع ہو اور دس منٹ دیر سے غروب ہو۔ جب ایسا کبھی نہیں ہوا تو معلوم ہوا خدا وہی ہے جس کا حکم ہمیشہ سے جاری اور نافذ العمل ہے۔

آٹھ پہروں کو رات اور دن میں تقسیم کرنے میں جو حکمتیں اور فائدے ہیں ان سے تو بچہ بچہ آگاہ ہے۔ اس وصفِ لاشریک کے بنائے ہوئے شب و روز سے فائدہ بھی اٹھاتے ہو اور اس کی وحدانیت کا انکار بھی کرتے ہو۔ اس سے بڑی ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے۔ مبصر! مضیا و روشن۔

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

بیشک اللہ تعالیٰ بڑا فضل دہرم، فرمانے والا ہے لوگوں پر لیکن بہت سے لوگ (اس کی نعمتوں کا)

لَا يَشْكُرُونَ ﴿۹۱﴾ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ لَآ إِلَهَ إِلَّا

شکرا دہ نہیں کرتے۔ وہ ہے اللہ تمہارا رب، پیدا کرنے والا ہر چیز کا کوئی عبادت کے لائق

هُوَ قَائِلُ تُوَفُّكُمْ ۖ كَذٰلِكَ يُؤَفِّكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

نہیں بھرتے۔ پس کیسے راہ حق سے تم روگردانی کرتے ہو گئے اسی طرح (راہ حق سے) منہ پھیر دیا جاتا ہے ان بد نصیبوں کا جو

يَجْحَدُونَ ﴿۹۲﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ

اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے بنایا ہے تمہارے لیے زمین کو قیام کی جگہ اور آسمان کو محبت کی نشانی

۹۱۔ یہ اللہ تعالیٰ جس کی یہ شانیں اور نعمتیں ہیں جس کی وحدانیت اور کبریاہی پر گلشنِ ہستی کی ہر گلی شادت سے رہی ہے یہی تمہارا پروردگار ہے ہر چیز کو خلقت و وجود سے اسی نے نوازا ہے۔ اس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس تمہیں یہ جرات کیسے ہو رہی ہے کہ تم اس کی عبادت سے روگردانی کر کے ادھر ادھر باطل معبودوں کے آستانوں پر مارے مارے پھرو۔ ملازمِ مہربانی صراح میں لفظ افک کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای قنہ و صرف من الشیء: یعنی کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ منہ پھیر لینا لیکن ملازمِ راجبِ اسماعیلی نے اس لفظ کا جامع مفہوم یوں تحریر فرمایا:

الافک کل منصرف عن وجهه الذی یحق ان یکون علیہ: یعنی ایسی چیز سے منہ پھیر لینا جس سے وابستہ رہنا اس پر لازم تھا۔ ایسی سمت سے منہ پھیر لینا جس کی طرف مستوجب ہونا ضروری ہوتا ہے۔

۹۲۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے مزید دلائل پیش کیے جا رہے ہیں جن میں قدرت کے ساتھ حکمت اور رحمت کی صفات کی جلوہ گری بھی نمایاں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو قرار گاہ بنایا نہ وہ اتنی سمیت ہے کہ تم اس پر چل ہی نہ سکو اور نہ آرام کر سکو اور نہ اس میں کمیٹی باڑی کر سکو اور نہ اتنی نرم ہے کہ قدم رکھو تو نیچے دھنستے لگو۔ تمہارے سروں پر خیمہ افک کی تلپ دیا گیا ہے جو دیکھنے والے کو گنبدِ فافرا آتا ہے۔ اس طرح تم کو کئی ناگمانی آفتوں سے بچایا گیا ہے جن کا تمہیں شعور بھی نہیں اور یہ طاقت بھی نہیں ہے کہ خود بخود ان سے اپنا بچاؤ کر سکو۔

بِنَاءٌ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۝

اور تمہاری صورت سازی کی اور حسین بنادیا تمہاری صورتوں کو اچھے اور کھانے کے لیے تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں ۱۷

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكُوا لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ

ایسی (خبریں والا) اللہ تمہارا پروردگار ہے پس بڑی ہی برکتوں والے اللہ تعالیٰ جو ہمارے جہانوں کا پروردگار ہے کہے وہی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

کوئی عبادت لائق نہیں بجز اس کے ہیں اس کی عبادت کو اپنے دین کو اس کیلئے خالص کرتے ہوئے ۱۸۔ اللہ تعالیٰ کے لیے جو سارے جہانوں

الْعَالَمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ

کا پروردگار ہے۔ آپ فرماد دیجیے کہ مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں ان کی جن کو تم پکارتے ہو۔

۱۷۔ اسی نے تمہاری تصویر کشی بھی فرمائی ہے اور تمہاری صورتوں کو بڑا حسین اور دلکش بنایا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں حسن کا ایک محدود تصور ہے۔ تاک ایسی ہو۔ آنکھ ایسی ہو۔ رخساریں ہوں۔ لیکن حقیقی دلکش اور عطا فی ثوب ہے کہ جس مقصد کے لیے اس کی تخلیق کی گئی ہے اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس کے پاس پوری پوری صلاحیتیں ہوں۔

علامہ آلوسی کہتے ہیں: حیث خلق مالا منكم منتسب القامة بآداب البشرة متناسب الاعضاء والتطبيقات متمنيا لمزاولة الصناعات واكتساب الكمالات (روح المعانی)

یعنی یہاں حسن سے مراد یہ ہے کہ تمہیں قامت بالا بخشی اور تمہیں مناسب اور موزوں اعضا عطا کیے۔ تمہارے اندر خالق کو دلکش بنایا تم ہر قسم کی صنعت و معرفت کے تقاضے پورے کر سکتے ہو۔ تمہیں کسب کمال کے لیے جہان، دماغی اور روحانی قوتیں عطا فرمائی ۱۸۔ اور تمہارے پیدا کرنے سے پہلے ہی تمہارے لیے اپنی رنگارنگ نعمتوں کا ایک دسترخوان بچھا دیا۔ یہ نعمتیں صرف تمہاری فطرتی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتیں بلکہ تمہارے ذوق لطیف کی تسکین کا سامان بھی بنتی ہیں۔ فطرت اور اللہ دونوں سے وہ نکلا مال ہیں۔ ۱۹۔ یعنی وہ ذات پاک جس کی یہ صفات ہیں توہ اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ علی شانہ کی مزید صفات کمال کا ذکر ہو رہا ہے۔

۲۰۔ جب اس کی یہ شان ہے تو اور کون ہے جسے اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس لیے اپنے عقیدہ کو ہر قسم کے جلی و غلیٰ شرک کی آمیزش سے پاک کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو۔ فادعوہ: فاعبدوہ (روح المعانی)

فادعوہ اسی فاعبدوہ و اسئلوہ منہ حواجکم یعنی فادعوہ کا مطلب فاعبدوہ ہے۔ یہاں دعا عبادت کے معنی میں مذکور ہے۔

ذُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَاءَنِ الْبَيْتُ مِنْ رَبِّيْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ

اللہ کے سوا انہیں ان کی عبادت کیسے کر سکتا ہوں، جب آگئی میں میرے پاس وہیں اپنے رب کی طرف اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں

لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ۱۰ ۙ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

ترسیم کر دوں رہا عالمین کے سامنے شہدائے اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر

نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا

نطفہ ہے، پھر گشت کے وقتوں سے پھر نکال دیتے ہیں (مکمل طور سے)، بچہ بنا کر پھر پھر پھر کی تہائی، تاکہ

اَشْدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ

تم پہنچو اپنی جوانی کو پھر تمہیں زندہ رکھا، تاکہ تم بڑھے ہو جاؤ۔ اور بعض تم میں سے فوت ہو جاتے ہیں پہلے ہی اور

وَلِتَبْلُغُوْا اَجَلًا مُّسَمًّی ۙ وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ۱۱ ۙ هُوَ الَّذِیْ یُحْیِی

(یہ سارا انجام اس لیے ہے، کہ تم پہنچو ہر مقررہ عرصہ تک اور تاکہ تم اپنے رب کی عظمتوں کو سمجھنے لگ جاؤ شہدائے وہی ہے جو جلاتا ہے

۱۰ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ اور شبیب بن ربیع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئے اور حضور کو اپنے

آبائی دین کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ خدا معلوم انہوں نے کیسی کھینی چچی باتیں کی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول

کو حکم دیا کہ آپ ان بیوقوفوں کو صاف صاف یہ بتادیں کہ مجھے تو میرے رب نے تمہارے خداؤں کی عبادت سے روک دیا ہے

میں تو اپنے رب کے ارشاد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی توحید کے لیے ایسے دلائل عطا فرمائے ہیں کہ میں انہیں

ازراۃ فرماتے ہیں کہ میں اب تمہاری اس بچہ اور لغو دعوت کی طرف ذرا بھر بھی التفات نہیں کر سکتا۔ نیز مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے رب

کے حکم کے سامنے تسلیم کر دوں۔ اس لیے مجھ سے کہی یہ توقع نہ کرنا کہ میں تمہاری خوشنما باتوں میں پھنس کر تمہارے جھوٹے خداؤں کی

پرستش کا تصور تک بھی کر سکتا ہوں۔ ۱۱ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور رحمتوں کے رخ سے مزین نقاب سرکایا جا رہا ہے انسان کی تخلیق کے نقطہ آغاز سے لے کر اس کی

آخری منزل تک نیز وہ تمام مرحلے جہاں سے اس کی زندگی کا قافلہ گزرتا ہے ان کو بڑی عمدگی سے بیان کر دیا۔ نیز یہ بھی بتا دیا کہ میں

انسان کو ہم پیدا فرماتے ہیں، ہم نے اس کی موت کا وقت بھی پہلے ہی متعین کر دیا ہوتا ہے۔ کوئی بچپن میں ہی موت کی نیند سو جاتا ہے

کبھی کہ صغیران شباب میں پیغام اجل پہنچتا ہے اور کسی کو بڑھاپے تک پہنچنے کی مصلحت ملتی ہے۔ اگر تم سمجھنے کی کوشش کرو، تو اس

وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ أَلَمْ

اور مارتا ہے پس جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف اتنا فرماتا ہے اسے کہ ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ کیا تم

تَرَىٰ إِلَىٰ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنِّي يُصْرَفُونَ ۚ الَّذِينَ

نہیں دیکھتے ان (دعا دہندوں) کی طرف جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیات میں۔ یہ کہاں جھگڑ رہے ہیں ۛ جن لوگوں نے

كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۚ

جھٹلایا اس کتاب کو اور اس چیز کو بھی جو دے کر ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا۔ انہیں اپنی تکذیب کا انجام معلوم ہو جائیگا ۛ

إِذَا الْأَغْصَلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلِيلُ يُسْعَبُونَ ۚ فِي الْحَمِيمِ

جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں۔ انہیں گھسیٹ کر لے جایا جائیگا، کھولتے ہوئے پانی میں۔

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ۚ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ آيُنَ مَا كُنتُمْ

پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیے جائیے ۛ پھر پوچھا جائے گا ان سے کہاں ہیں وہ جنہیں تم

میں اہل دانش کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں سورہ حج کی آیت ۵ کے حاشی۔

ۛ ان شمس اور قمری دلیلوں کے باوجود وہ ہدایت قبول نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھٹلانا ان کی فطرت بن گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسولوں کے ساتھ انہیں چرسی ہو گئی ہے سوچے کہ غیر مروت وہ ان کی تکذیب میں لگے رہتے ہیں۔ ان گونا گوں فراہیوں کے باعث ان کی ہدایت پذیری کی صلاحیت ذمہ توڑ چکی ہے۔

ۛ اس لیے باوجود ہٹ دھرمی کا انجام انہیں مقترب ہی معلوم ہو جائے گا۔

ۛ ان کے گلے میں طوق اور زنجیر ہوگی۔ انہیں گھسیٹ کر کھولتے ہوئے پانی کے چشموں پر لے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ تم نے ہائے پیاس! ہائے پیاس کا شور مچا رکھا تھا، اب پیٹ بھر کر پانی پی لو۔ جب وہ بادل خواستہ چند گھنٹہ زہر بار کریں گے تو پھر انہیں آتش جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

یُسْعَبُونَ: سحاب سے ہے، اس کا معنی ہے گھسیٹ کر لے جانا۔ یُسْجَرُونَ: مجاہد اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں ۛ

سجرت التور، اوقہ نہ و ملاتہ۔ تنور کراہند من سے بھر دینا پھر اسے جلانا اسی مناسبت سے یُسْجَرُونَ کا معنی کیا گیا ہے۔ یطرحون فیہا ویکیونون وقود النہا۔ یعنی انہیں دوزخ میں پھینک دیا جائیگا اور وہ اس کا ایندھن بن جائیں گے۔ (قرطبی)

تُشْرِكُونَ ۙ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ تَكُن تَدْعُوا

شرک مٹاتے تھے، اللہ کے سوا نہ۔ دھندلیاں کہیں گے وہ تو تم جو گئے ہم سے اٹ۔ بلکہ ہم تو کسی چیز کو پوجتے ہی نہ

مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ۙ ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

تھے اس سے پہلے ۹۲ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے کافروں کو ۱ یہ دسرا اور رسوائی بدلہ ہے

تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ۙ ادْخُلُوا

اس کا کہ تم خوشیاں منانا کرتے تھے زمین میں اپنے ماضی اقتدار پر اناحق اور بدلہ سکا تو تم اپنے فانی اثرات کو کی آریا کرتے تھے ۹۳ اب اٹل پہنچاؤ

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ۙ

جہنم کے دروازوں میں تم وہاں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ میں یہ بہت برا ٹھکانا ہے تکبر و غرور کرنے والوں کا۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَأَمَّا نُرِّيكَ بَعْضَ الَّذِي

(اے حبیب!) آپ داخل ناریا کرتوں پر صبر فرمائیے اللہ کا وعدہ سچا ہے ۹۴ سو ہم خواہ آپ کو دکھائیں اس مذاپ کا کچھ جہنم میں کا

۹۵ اس وقت ان سے پُراچھا جائے گا کہ اب بتاؤ تمہارا کیا عمل ہے تمہیں ہمارے رسولوں نے بار بار سکھایا کہ شرک سے باز آ جاؤ لیکن تم نے ایک دھنسی۔ لو اب بکھیر اپنے کرتوتوں کی سزا۔ نیز تمہارے وہ بُت کہاں ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ آج تمہیں دوزخ سے نکال کر اور اس مذاپ الیم سے بچڑا کر کیوں نہیں لے جاتے۔

۹۶ اس وقت ان کی پشیمانی کی انتہا ہو جائے گی وہ کہیں گے کہ آج تو وہ بُت کہیں نظر ہی نہیں آتے۔

۹۷ اس کے منابعد نہ کر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو کسی غیر خدا کی پرستش کیا ہی نہیں کرتے تھے۔

۹۸ ان کی گمراہی اور غرور ہدایت سے محرومی کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

۹۹ بڑی غلصہ از کوششوں کے باوجود کفار اپنی روش کو ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اور اسلام کے خلاف انکی سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہوتی جاتی تھیں۔ مولا کریم اپنے حبیبِ مکرّم کو صبر کی تلقین فرما رہے ہیں۔ نیز بتایا جا رہا ہے کہ دین اسلام کی سرپرستی اور مسلمانوں کی کامیابی کا جو وعدہ آپ کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ پورا ہو کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاغوتی قوت اس وعدہ کے ایفاء میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔ کفار اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ کس طرح ان کے بتوں کی خدائی کا تختہ اونچا ہوتا ہے اور کس طرح دین محمدی کا پرچم اونچا بہت اونچا نیلیوں فضا میں اُترتا ہے اور اگر بعض کافر دین کے شکلِ قلب کا نظارہ کرنے سے پہلے مر جائیں اور

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَقَّيْكَ فَإِلَيْنَا يَرْجِعُونَ ﴿۷﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

ان سے ہم نے وعدہ کیا ہے یا اس سے پہلے ہی، آپ کو دنیا سے اٹھائیں۔ یہ کی نہیں سکتے۔ آخر کار ہماری طرف ہی لوٹے جائیں گے اور ہم نے بھیجے تھے

رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن

پیغمبر آپ سے پہلے بھی ان میں سے بعض کا ذکر ہم نے آپ سے کر دیا اور ان میں سے بعض کا

لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ

ذکر قرآن کریم میں، آپ سے نہیں کیا ہے اور کسی رسول کی مثال نہ تھی کہ وہ لے آتا کوئی نشان

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ

اللہ کی اجازت کے بغیر پس جب آنے کا اللہ کا حکم (تو) فیصلہ کر دیا جائیگا حق (و انصاف) کے ساتھ اور باطل ہلے

ان کو اپنی عمر بھر کی کوششوں کی ناکامی کا صدمہ دیکھنا نصیب نہ ہو تو آخر کار انہیں لوٹ کر ہمارے پاس ہی آنا ہے وہاں ان کا جو نہ نکل جائیگا۔ علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں کہ یہ صبر کی تلقین محض تائیس اور اطمینان کے لیے ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو صبر کا دامن پہلے ہی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ امر تعالیٰ نبیہ بالعصبر تائیساً لہ والا فہو علیہ السلام فی قایۃ العصور وحو

۹۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرّم کو مزید قتل دے رہے ہیں کہ شرکین کدے طرح طرح کے معجزات کا آپ سے مطالبہ کرتے ہیں۔ اس سے آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے۔ بعض کا تفصیل حال قرآن میں مذکور ہے اور بعض کا تفصیل ذکر ہم نے قرآن میں ابھی بیان نہیں کیا۔ ان کی قوموں نے بھی ان سے اسی قسم کے بیودہ مطالبے کیے تھے۔ انہیں تو اپنے کیے کی سزا مل گئی یہ بھی کیفر کردار تک نہیں گئے۔

اس سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ جن انبیاء و رسل کا قرآن کریم میں ذکر ہے ان کا علم تو حضور کو ہے اور جن کا ذکر نہیں ان کو حضور نہیں جانتے۔ چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ایما کان لادلالة فی الآیۃ علی عدم علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعدہ الانبیاء والمؤمنین کما توہم بعض الناس (روح المعانی)

یعنی کچھ بھی ہو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور کو انبیاء اور مؤمنین کی تعداد کا علم نہ تھا۔ جس طرح بعض لوگوں نے دہم کیا ہے۔ تمام انبیاء و رسل نے شب معراج امام الانبیاء کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

هٰذَاكَ الْمُبْطِلُونَ ۝ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا

وہاں اسرار کھائے میں رہیں گے ۹۶ اللہ پاک وہ ہے جس نے بنائے تمہارے لیے پریشی تاکہ انہیں سے کسی پر سواری کر

مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا

اور کسی کا گوشت، کھاؤ ۹۷ اور تمہارے لیے ان میں طرح طرح کے فائدے ہیں اور ان میں سے

حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝

ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ ان پر سواری ہو کر اس منزل تک پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان کشتیوں پر وہ کشتیوں پر تم لے کر پہنچے ہو

۹۶ یعنی کوئی رسول اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر مجوزے نہیں دکھایا کرتا یہ کوئی کھیل تماشہ تو ہے نہیں کہ جب بھی چند بے فکرے اکٹھے ہو کر آگے اور انہوں نے کسی مجوزے کا مطالعہ کیا تو جھٹ مجوزہ دکھا دیا گیا۔ ایسا نہیں ہو کرتا مجوزہ تو ایک فصیحک چیز ہے جو لوگ مجوزہ طلب کریں اور اپنا مطلوب مجوزہ دیکھ لینے کے باوجود ایاں لانے میں پس و پیش کرنے لگیں تو پھر انہیں یہ فہمت نہیں دی جاتی۔ فوراً مذہب الہی آتا ہے اور ان کا کام تمام کر دیتا ہے۔ اس لیے کوئی نبی اس وقت تک مجوزہ نہیں دکھاتا جب تک حکم الہی نہ ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے اذن سے نبی مجوزہ دکھاتا ہے اور پھر بھی لوگ ہدایت قبول نہیں کرتے تو قضیٰ یُنْفِذُ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ کا شروع فرما منظر سامنے آ جاتا ہے۔

۹۷ اپنی مزید عنایات، نوازشات اور انعامات کا ذکر فرما کر حق کو قبول کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات اگر ایک طرف اس کی قدرت کی گواہی دے رہے ہیں تو دوسری طرف اس کی حکمت اور رحمت کے آئینہ دار بھی ہیں یہ جانور جن کا ہم دودھ پیتے ہیں ذبح کر کے گوشت کھاتے ہیں جن کی پیٹھ پر سواری ہو کر دور دراز کا سفر آسانی سے طے کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچتے ہیں اور جن کی پشت پر بیماری بھر کر بوجھ لا کر لے انہیں گاڑیوں اور گڈوں میں جوت کر آرام سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارا تابع فرمان نہ بنا دیا ہوتا تو کیا ہم ان سے یہ خدمت لے سکتے تھے۔ یہ کس کی ہدایت ہے کہ گھوڑے جیسا برق رفتار قوتور گرانڈیل جانور ہمارے سامنے سرفرنگہ حاضر ہے۔ چاہیں تو زمین ڈال کر اس پر سواری ہو جائیں اور چاہیں تو اس کی پیٹھ پر منوں بوجھ لا دیں۔ چاہیں تو کسی گاڑی میں جوت دیں بہر حال اسے کھیل حکمے کوئی اٹکار نہیں۔ یہی حال دوسرے جانوروں کا بھی ہے۔ گائے، بیل، بھینس غرضیکہ یہ بیشمار جانور جو خدمت انجام دینے کے قابل ہیں اس کے لیے تیار کھڑے ہیں۔

۹۸ سمندروں اور دریاؤں کو اس قابل بنایا کہ ان میں جہاز رانی ہو سکے کشتیوں اور جہازوں میں ہزاروں طن مہاری بھر کر سامان لا کر دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک لے جاسکتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے پانی میں یہ صلاحیت

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۖ فَآيَ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ﴿۹۸﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا

اور وہ دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں۔ پس اللہ تعالیٰ کی کن کن آیتوں کا تم انکار کرو گے کیا ان منکروں نے بھی یہ سباحت

فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

نہیں کی زمین میں تاکر انہیں نظر آجاتا کہ کیا انجام ہوا ان دمنکروں کا جو ان سے پہلے گزرے ۹۹

كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَعْنَى

وہ لوگ ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں زبردست تھے اور زمین میں اپنی نشانیوں کے لحاظ سے انہیں بزمین سے

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۹۹﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

پس یہ بتائیں کیا فائدہ پہنچایا انہیں اس دوسرے جودہ کما کے تھے۔ پس جب آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر

فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ

توانوں نے کفر کیا اور نازاں رہے اس علم پر جو ان کے پاس تھا۔ اور آخر کار گمیر یا انہیں جس کا وہ

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۰۰﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا امْكُتْ بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَ

مذاق اڑایا کرتے تھے تھے تلے پھر جب انہوں نے دیکھ لیا ہمارا مذاق تو کہنے لگے ہم ایمان لانے ہیں ایک اللہ پر اور

نہ کبھی ہوتی تو صنعت و تجارت کی یہ گرم بازاری کبھی نہ ہوتی۔

۹۹ سابقہ قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی طرف مزید توجہ دلائی۔

تلے یعنی ان قوموں کا یہ دستور ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی رسول صحیح علم لے کر آیا تو انہوں نے

یہ کہہ کر اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ تمہارے علم سے وہ علم جو ہمارے پاس ہے وہ زیادہ صحیح اور الٰہی اعتبار ہے۔ جو سنی سنائی

باتیں ان کے پاس تھیں جو فلسفیانہ نظریات انہوں نے اپنے فلسفیوں سے سیکھے تھے یا اپنے دیوتاؤں کے بارے میں جو

من مخرت افسانے انہوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں سے سُن رکھے تھے ان کو ہی انہوں نے اپنی فلاح و نجات کے لیے

کافی سمجھ لیا اور انبیاء کرام کی پاکیزہ تعلیمات کی طرف ہرگز توجہ نہ دی۔ موسیٰ علیہ السلام اور سقراط فلسفی کا زمانہ ایک ہے۔

سقراط نے جب آپ کا چہر چاٹا اور لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ بہتر ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل

كُفَرْنَا بِمَا كُتِّبَ بِهِ مُشْرِكِينَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ

ہم ان معبودوں کا انکار کرتے ہیں جو ہم اسکا شریک مٹھایا کرتے تھے۔ پس کوئی فائدہ نہ دیا انہیں ان کے ایمان سے

لِنَارٍ أَوْ أَبْسَاءُ سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۚ وَ

جب دیکھ لیا انہوں نے ہمارا عذاب۔ یہی دستور ہے اللہ تعالیٰ کا جو قدیم سے، اسکے بندوں میں جاری ہے اور

خَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ۝

سراسر غمار میں ہے اسوقت حق کا انکار کرنے والے لے لے

کر تو اس نے کہا! نحن قوم مہذبون فلا حاجة لنا الى ما يهذبينا کہ ہم مہذب و شائستہ قوم ہیں ہمیں کبھی
بادی کی ضرورت نہیں۔

لنسلہ ان تاجنباروں نے ملت کی گھڑیاں انبیاء کرام کا مذاق اڑاتے اور ان پر مہبتیاں کرتے گزار دیں اور جب انجام کار
عذاب الہی نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تو اس وقت ایمان کا اظہار کرنے لگے اور کفر سے بیزاری اور برأت کا اعلان
شروع کر دیا، لیکن یہ بعد از وقت ایمان لانان کے کسی کام نہ آیا اور وہ تباہ و برباد کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور
ہے کہ وہ قوموں کو سوچنے سمجھنے اور سننے کی ملت دیتا ہے اور جب وہ دعوت حق کو قبول کر گئے انکار کر دیتے ہیں تو انہیں
صغیر ہستی سے عرف غلط کی طرح مٹا دیا جاتا ہے۔

الحمد لله الذي تتم بتوفيقه الطاعات والصلوة والسلام على رسوله المكرم الذي بجاهه تقبل

الحسنات وعلى آله وصحبه ومن تبعهم الى يوم الدين - ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

عبد المسكين

محمد حکرم شاہ

۶ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ

۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء

تعارف

سُورَةُ خَمِ السَّجْدَةِ

نام : متعدد سورتیں ہیں جن کی ابتداء ہم سے ہوتی ہے۔ اس سورت کی ابتداء بھی ہم سے ہوئی لیکن اس قسم کی دوسری سورتوں سے جو چیز اسے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی آیت ۳۸ آیت سجدہ ہے اس لیے اس کو ہم السجدہ سے موسوم کیا گیا۔ اس کا دوسرا نام فضلت بھی ہے۔ یہ کلمہ تیسری آیت میں موجود ہے۔ یہ چھ رکعوں اور چار آیات پر مشتمل ہے اس کے کلمات کی تعداد سات سو چھیانوے اور حروف کی تعداد تین ہزار تین سو پچاس ہے۔

زمانہ نزول : یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کے ناٹہ نزول کا تین ملّا تفسیر نے یوں کیا ہے کہ یہ سورت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کے بعد اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے درمیان وقفہ میں نازل ہوئی۔

مضامین : قریش مکہ کی شدید مخالفت اور مزاحمت کے باوجود آہستہ آہستہ مگر مضبوطی سے اسلام اپنے قدم آگے بڑھا رہا تھا۔ آٹھ روز کوئی نہ کوئی ایسی سستی اسلام قبول کر لیتی جس کے باعث کفار پر کوہ الم ٹوٹ پڑتا۔ اور اسلام کے خلاف ان کی انتہائی کارروائیوں میں بڑی شدت پیدا ہو جاتی۔ حضرت حمزہ جو اپنی شجاعت اور ناموری میں بے نظیر تھے چند روز ہوئے انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے مشرف باسلام ہونے سے وہ شدید ذہنی صدمہ سے دوچار ہو گئے۔ اس مشکل کا حل سوچنے کے لیے ان کی ایک میٹنگ حرم میں منعقد ہوئی۔ قریش کے دوسرے رؤساء کے علاوہ عقبہ بن ربیع بھی وہاں موجود تھا۔ انکے گفتگو اس نے اپنے آپ کو پٹائی کیا کہ وہ حضور کے پاس جاتا ہے اور انہیں سمجھا کر راہ راست پر لاتا ہے جس کا تفصیل ذکر آیت ۴۱ کے حاشیہ میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جب اس نے اپنی لمبی چوڑی تقریر ختم کی تو اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سکت تلاوت فرمائی جسے سن کر وہ دم بخود ہو گیا اور اپنا سامنے کر دیا پس آگیا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کفار کے وہی سابقہ اعتراضات تھے جنہیں وہ ہر موقع پر بڑی شدت سے دہرا دیا کرتے۔ ان کا پہلا اعتراض اس پر تھا کہ قرآن کلام الہی ہے یہ بات ان کے ذہن میں آتی ہی نہ تھی۔ کبھی کہتے یہ خود گھڑ کر ہیں سنا ہے، کبھی کہتے کسی سے سیکھ کر آتا ہے اور پھر ہمیں سکھاتا ہے۔ یہ شبہ اتنا لغو تھا کہ اس کو ذکر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا گیا بلکہ بڑے جی اوقطی انداز میں یہ فرما دیا کہ یہ اس رب کا کلام ہے جو رحمن و رحیم ہے۔ اس ارشاد الہی سے وہ ٹھوکر دھبات خود بخود ختم ہو گئے جو کفار کے ذہنوں میں پیدا ہوتے رہتے تھے۔

دوسرا اعتراض توحید باری پر تھا وہ اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے کہ خدا ایک ہے بلکہ بہت سے بتوں کو انہوں نے اپنا مہبود بنا رکھا تھا یہاں بھی ان کے اس خیال باطل کی تردید کرنے کے لیے دلائل تکوینیہ کا ذکر کیا گیا جس کے آئینہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملکہ علم محیط اور کبریائی کے جلوے جھلک رہے ہیں۔

نیز انہیں متنبہ کیا کہ میرے محبوب کے خلاف جو روش تمہ نے اختیار کر رکھی ہے اس کا نتیجہ بڑا ہولناک ہو گا تم سے پہلے بھی بڑی بڑی طاقتور اور زوردار قومیں گزر چکی ہیں جن کی مادی ترقی اور معاشی خوشحالی سن کر آج بھی تم حیران و ششدر ہو جاتے ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ جب اس قسم کا سلوک کیا تو انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بھی اسی قسم کے مذاب سے دوچار کر دیا جائے گا۔

قیامت کا ذکر کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ تم جو کچھ کر رہے ہو تمہارے اعضاء دینی اور سلطانی گواہ کی حیثیت سے تمہارے خلاف شہادت دیں گے اس وقت تم اپنے جرائم پر کیسے پردہ ڈال سکو گے۔

کفار اپنے تمام جیلے بروسے کا رلا چکے تھے تاکہ اسلام کی پیش قدمی کو وہ روک دیں۔ لیکن کلام الہی کی اثر انگیزی نے ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب انہوں نے یہ طے کیا کہ جب بھی قرآن کریم کی تلاوت کی جائے اس محفل میں غرغراائی شروع کر دے تاکہ شور و شغب میں کوئی قرآن نہ سن سکے لیکن ان کی یہ تدبیر بھی ناکام ثابت ہوئی۔

اس سورت میں اہل حق کی شان استقامت کو بیان فرمایا اور اس کے بعد ان انعامات و عنایات کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں پر فرماتا ہے۔ ساتھ ہی ان مکارم اخلاق کا ذکر کیا جن سے ان کی سیرت مزین و آراستہ ہے۔

آخر میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کا خود محافظ و نگہبان ہے باطل کی یہ مجال نہیں کہ اس میں کسی مہانب سے بھی گھسنے کی جرات کر سکے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اَرْحَمُ الرَّحِمِیْنَ

سورۃ تم السجدہ مکی ہے۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتا ہے۔ ۵۴ آیتیں ۶ رکوع

حَمْدٌ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ

ماہم ۱۔ اتارا گیا ہے (یہ قرآن) رحمن و رحیم (خدا) کی طرف سے ۱۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے ۱۔

۱۔ اگر تم کو سورت یا قرآن کا نام قرار دیا جائے تو پھر یہ مبتدا اور تنزیل اس کی خبر ہو گا۔ ورنہ تنزیل مبتدا محذوف کی خبر ہو گا۔ بعض نے تنزیل کو مبتدا اور کتاب فطلت کو خبر کہا ہے۔

۲۔ کفار اس بات پر بعد تھے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود گھڑ کر یا کسی سے سیکھ کر نعوذ باللہ لوگوں کو سنا دیتے ہیں۔ ان کے اس زعم باطل کو دفع کرنے کے لیے ان گنت روشن دلائل پیش کیے گئے، لیکن وہ اپنی ہٹ سے باز نہ آئے۔ ایسے لوگوں کے سامنے مزید دلائل پیش کرنا بے سود تھا اس لیے یہاں بطور دعویٰ فرما دیا کہ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ یعنی تم تسلیم کرو یا نہ کرو یہ صحیفہ رُشد و ہدایت کسی انسانی دماغ کی تخلیق نہیں بلکہ اسے رحمن و رحیم نے نازل فرمایا ہے۔ آج نہیں مانتے تو کل تمہیں بھی ماننا پڑے گا۔

یہاں وہ اسانے الہی ذکر کیے گئے جو اس کی رحمت بے پایاں اور اس کی عنایت بے انداز پر دلالت کرتے ہیں تاکہ سننے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو اور وہ خود بخود کچھ چلے آئیں اور برضا و رغبت اس کے ارشادات کی تعمیل کر اپنا شمار بنالیں۔ نیز قیامت تک آنے والی نسلوں کے دل سے اس فلفط نفی کو دور کر دیا کہ قرآن کی تعلیمات کسی وقت بھی ان کی معاشی، تمدنی، علمی اور اخلاقی ترقی میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ بتا دیا کہ یہ کسی ایسے آمر مطلق کا مینی فیٹر نہیں جس میں اس کو سب سے زیادہ اپنے جاہ و جلال اور اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کا فکر ہو اور اسے اس کی قطعاً کوئی پروا نہ ہو کہ اس کی رعایا پر کیا گزرتی ہے۔ ان کے مذہبات کا کیسے خون ہوتا ہے یا وہ کس قسم کی ذہنی کوفت یا معاشی پسماندگی کا شکار ہوتے ہیں۔ فرمایا یہ اس ذات پاک کا نازل کیا ہوا صحیفہ ہے جو رحمان و رحیم ہے۔ اس کی شانِ رحمانی تو تمہیں پھرتا چلتا، ترقی کی بلندہ منزلیں ملے کرتا ہوا دیکھ کر غور ہو جاتی ہے۔

اگر تم اپنے خداوند کریم کے احکام بجا لاؤ گے تو دین و دنیا کی سعادتیں تم پر نثار ہوں گی اور اگر تم نے اس کی طرف سے بے رخی برتی تو آخر کوئی نہ کوئی دستور تمہیں اپنا نا پڑے گا۔ اس میں اور تو شاید بہت کچھ ہو لیکن اس میں رحمت و رأفت کا وہ عنصر ہرگز نہیں ہو گا جو رحمان و رحیم پروردگار کے ارشادات میں موجود ہے۔ یہ تمہاری بد بختی ہو گی کہ خداوند رحمن کی ہدایات کو چھوڑ کر تم کسی جاہل، خود سر، خود غرض اور کوتاہ فہم کے بنائے ہوئے دستور کو اپناتے پھرو۔

۳۔ رحمن و رحیم نے جو کتاب نازل فرمائی ہے اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بالکل واضح اور عام فہم ہے اس میں کوئی پیچیدگی

قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ

بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے، لہٰذا یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو علم و فہم رکھتے ہیں۔ یہ قرآن بشارت و نذرانہ ہے، خبردار کرنا ہے۔

فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اِكْتِلَافٍ مِّمَّا تُدْعُوْنَا اِلَيْهِ

ہاں ہم نہ سمجھ رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر نے اس کو قبول نہیں کرتے۔ اور ان کا دماغ دھڑک رہا ہے۔ کہا جائے کہ قلوب میں دھڑکنے لگی ہیں۔ اس بات سے

وَفِيْ اِذْنَانَا وَقُرْءَانٍ مِّنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ جَبَابٌ ۚ فَاعْمَلْ اِنَّا

جو کہ طرف آپ ہیں۔ ہمارے میں ہے اور ہمارے کا زور میں گرائی ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک جھوٹ ہے۔ تم اپنا کام کرو، ہم اپنے کام

عِبَلُونَ ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنْبَا بِشَرِّ مِّثْلِكُمْ يُوْحٰى اِلَيْكُمْ اِلٰهٌ

میں کہتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں انسان ہی ہوں۔ اور ظاہر تمہاری مانند ہے۔ (البتہ وہی کہ جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود خداوند

نہیں۔ اس میں التباس کا شائبہ تک نہیں جس کی تک پہنچنے کے لیے غیر معمولی عقل و فکر کی ضرورت ہو۔ یہ ایسی کھلی اور واضح بات ہے کہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۲۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو تمہاری مادری زبان ہے جس کے اسرار و معارف سمجھنے کی تم میں پوری استعداد ہے۔ قُرْآنًا عَرَبِيًّا منصوب علی المدح ہے۔

۳۔ اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو علم و فہم کی صفت سے موصوف ہیں۔ بے عقل اور احمق لوگ اس کی قدر و قیمت کو کیا جانیں۔

۴۔ بشارت و نذرانہ قرآن کی دوسری صفتیں ہیں یعنی یہ ان لوگوں کو تو نجات و فلاح کی خوشخبری دیا ہے جو اس کے احکام و ہدایت پر عمل کرتے ہیں اور جو لوگ اس کی ہدایات پر کاربند نہیں ہوتے انہیں بروقت ان کے انجامِ بد سے ڈراتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کریں۔ ۵۔ کفار کی ہٹ دھرمی اور تعصب کا ذکر ہو رہا ہے۔ تمام باطل فرقے اپنی ہٹ پر اسی طرح قائم رہتے ہیں۔ انہیں لاکھ سمجھاؤ وہ سمجھنے کا نام نہیں لیتے۔ باطل پرستوں کے پاس حق کی پودش کے مقابلہ میں یہی ایک گوشہِ عافیت ہے کہ وہ نہ مانوں نہ مانوں کا درد کرتے رہتے ہیں۔ اکتہ : کثرت کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ کپڑا یا غلاف ہے جس میں کسی چیز کو اچھی طرح لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ وَقُرْءَانٍ : صِسْمٌ یعنی ہر وہ چیز جو جہاں پر وہ۔ یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان ایسی دیوارِ مائل ہے کہ تمہارے حق کا نور اس سے انحراف کر کے ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔

۶۔ کفار کہتے تھے کہ ہمارے درمیان ایسا پردہِ مائل ہے کہ انہیں اور استفادہ ممکن ہی نہیں۔ نہ آپ کا پیغام حق ہم تک

وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ۖ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۚ

یکتا ہی ہے ۱۰ پس متوجہ ہو جاؤ اس کی طرف اور مغفرت طلب کرو اس سے۔ اور ہلاکت ہے مشرکوں کے لیے ۱۱

الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفَرُونَ ۚ إِنَّ

جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے لغو ہی رہتے ہیں ۱۲ بے شک

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۚ قُلْ

وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہوگا ۱۳ آپ سے

پہنچ سکتا ہے اور نہ ہم اسے قبول کر سکتے ہیں۔ ان کے اس قول کی تردید جاری ہے کہ تمہارا یہ خیال سراسر باطل ہے۔ اگر میں انسان نہ ہوتا فرشتہ یا جن ہوتا تو ہم ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکتے نہ سمجھا سکتے۔ جب تم بھی انسان ہو اور میں بھی انسان ہوں تو پھر ہم میں معاشرت کی کوئی ایسی دیوار چن دی گئی ہے کہ انہام و نفہم کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو۔ تمہارا یہ کہنا سراسر لغو اور باطل ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: لَسْتُ مَلَكًا وَلَا جَنِيًّا لَا يَمْلِكُكَ التَّلَافُي مِنْهُ وَهُوَ دَلِيلُ قَوْلِهِ بَيْنَتُكَ حِجَابٌ (روح المعانی) یعنی میں نہ فرشتہ ہوں اور نہ جن ہوں تاکہ تم اس سے استفادہ نہ کر سکو۔ اس آیت سے ان کے اس قول کی تردید کر دی گئی جس کا ذکر سابقہ آیت میں ہے بَيْنَتُكَ حِجَابٌ۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اظہار تواضع کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ کہنے کا حکم دیا۔ قَالَ الْحَسَنُ عَلِمَهُ اللَّهُ التَّوَاضُّعُ۔

(اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن جلد سوم، سورہ کشف آیت ۱۱۰)

۹ انہیں کے قول کی تردید ہو رہی ہے یعنی اگر میں تمہیں کسی ایسی بات پر ایمان لانے کی دعوت دیتا جس کو تسلیم کرنے پر حق سلیم تیار نہیں تو تمہاری یہ بے رخی کچھ معنی بھی رکھتی ہیں تو تمہیں اس سچائی کی طرف ہلارہا ہوں جس سے بڑی سچائی اور نکلتا ہے۔ میں ہی نہیں یعنی میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دے رہا ہوں۔ اسلئے تمہاری بہتری اس میں ہے کہ تم اس سچائی کی دعوت کو قبول کر لو اور جو لغزشیں تم سے پہلے صادر ہو چکی ہیں ان کے لیے مغفرت طلب کرو۔

۱۰ جن کا دامن شرک سے لڑ رہا ہے انکے عقد میں تباہی و بربادی رقم ہو چکی ہے ان سے بڑھ کر اور کون بد بخت ہو سکتا ہے۔ ۱۱ ان کی ہلاکت کی وجہ یہ ہے کہ انکے دلوں میں گھلنے لڑیہ جمالیہ ہے کسی غریب پر انہیں رحم ہی نہیں آتا۔ کسی یتیم یا بیوہ کیلئے وہ اپنی دولت سے کچھ خرچ کر کے لیے تیار ہی نہیں۔ ایسے سنگدل اور بے رحم انسانوں پر پھٹکار نہ ہوگی تو کیا رحمت کے پھول ہیں گے۔ وہ تباہ و برباد نہ ہونگے تو کیا پھلیں پھنسیں گے نہ ہرگز نہیں۔ ان کی اس بے حسی اور سنگدلی کی وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت کے منکر ہیں۔

۱۲ ان کے برعکس ایک دوسرا گروہ ہے جو ذرا ایمان سے بھی بہرہ ور ہے اور ان کی زندگی کا دامن نیکیوں کے ٹکٹے ہوسٹے

اَبْنَكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ

لو کہیے کیا تم لوگ انکار کرتے ہو اس ذات کا جس نے پیدا فرمایا زمین کو دو دن میں ۱۱۱ اور ظہیر اتے ہو

لَكُمْ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۱۱ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوٰسِيْ مِنْ

اس کے لیے برتاؤ۔ وہ تو رب العالمین ہے۔ (اسکا مقابل کرن ہو سکتا ہے)۔ اور اس نے اسی بنا کے ہیں زمین میں گڑے جو پہاڑ

فَوْقَهَا وَبَرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءٍ

جوانے اوپر (اٹھائے ہوئے) ہیں ۱۱۱ اور اس نے بڑی برکتیں رکھی ہیں اس میں ۱۱۱ اور اللہ سے ضروری چیزیں اس میں چار دنوں میں ۱۱۱ (ایسا حاصل)

پہلوں سے مبرا ہوا ہے۔ بارگاہ الہی سے انہیں جو اجر ملے گا وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ غَيْرُ مَسْنُوْنَ اِنِّیْ غَيْرُ مَقْطُوْعٍ۔ منقطع نہ ہونے والا۔ ختم نہ ہونے والا۔

۱۱۱ ان چار آیتوں میں اپنی توحید اپنی قدرت کاملہ اور علم و حکمت کے ایسے دلائل و شواہد پیش کیے ہیں کہ کوئی سمجھا راہی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ ان دلائل کو بیان کرنے کے بعد کفار سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ جن کو تم نے میرا ہمسرا و شریک بنا رکھا ہے جن کی تم نے جاپاٹ کر کے ہو ذرا انصاف سے بتاؤ ان میں ان صفات عالیہ جلیلہ میں سے کسی صفت کا معمولی پر تو تک بھی موجود ہے اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر تم سے بڑا ایلم اور امتق کون ہوگا جو ذرے کو آفتاب کا ہمسرا و قطرے کو سمندر کا ہم پایہ خیال کرتا ہے۔ پہلی آیت میں بتایا کہ یہ زمین جس پر تم آباد ہو اور جس کی فضا میں تم سانس لیتے ہو اس کو تمہارے کسی بُستے یا کسی دیوانے پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ ساری چیزیں تو کل نیست سے ہست ہوئیں۔ زمین تو تمہارے ان معبودوں کی تخلیق سے پہلے موجود تھی۔ اس وسیع و عریض زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو تمہیں حیا نہیں آتی کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اور اپنے ان بتوں کو اس کا ہمسرے یقین کرتے ہو۔ نیز اس کو یہ زمین بنانے میں عرصہ دراز صرف نہیں کرنا پڑا بلکہ دو دنوں میں اس کی آفرینش مکمل کر دی۔ اس کی قدرت تو اس کو چشمِ ندان میں بھی پہلے کر سکتی تھی، لیکن یہ تدبیر اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔

یوم سے مراد یہ دن نہیں بلکہ مطلق وقت ہے یا تخلیق کا دور۔ پہلے کئی مرتبہ اس لفظ کی وضاحت گزر چکی ہے۔

۱۱۱ رَوٰسِیٰ جمع ہے رَاسِیۃ کی: جو چیز زمین میں گڑی ہوئی ہو۔ بندرگاہ کو عربی میں مَرَسِیٰ کہتے ہیں۔ کچھ کشتیاں اور جہاز یہاں پہنچ کر اپنے منگڑ ڈال دیتے ہیں۔ پہاڑوں کو زوہی اس لیے کہا کہ ان کی جڑیں زمین میں دوڑ تک چلی گئی ہوتی ہیں۔ یوں نہیں کہ اس زمین کی سطح پر رکھ دیئے گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کرہ زمین کو اضطراری حرکت سے محفوظ کرنے کے لیے زمین میں جا بجا پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دی ہیں لیکن یہ پہاڑ کسی میخ کی طرح زمین میں سارے کے سارے دھنسے نہیں

لِّلْكَائِلِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ

یکساں ہے جبکہ ان کے لیے شے پھر اس نے ترجمہ فرمائی آسمان کی طرف وہ اس وقت مفض دھواں تھا اسے پس فرمایا اسے

بلکہ زمین سے بہت اونچے اٹھے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں کو اس طرح بنائے ہیں جو تختیں ہیں ان سے بچہ بچہ واقف ہے۔ ان آن گشت تختوں سے ایک یہ بھی ہے کہ پہاڑوں کے شکم گوناگوں دھاتوں اور معدنیات سے بھرے پڑے ہیں۔ کوند سے لے کر سونے تک۔ کھدائی سے لے کر پٹیم تک کے یہاں انبار لگے ہوئے ہیں۔ انسان آسانی سے انہیں کھود کر نکال سکتا ہے۔ اگر یہ پہاڑ سارے کے سارے زمین میں ڈھنسنے ہوتے تو بہن معدنیات کو نکالنا مشکل ہو جاتا۔

شے اللہ تعالیٰ نے زمین میں بے شمار خیرات و برکات رکھ دی ہیں ہزاروں لاکھوں سالوں سے دھڑا دھڑا نہیں استعمال کیا جا رہا ہے لیکن کسی چیز کا شک ختم نہیں ہوتا۔ پانی ہی کو پیجیے لاکھوں سال سے طرح طرح سے استعمال ہو رہا ہے لیکن چشمے پھر بھی اہل رہے ہیں۔ پیائیں ندیاں شرفی دستی سے اب بھی بہتی ہیں جاری ہیں۔ دریا اپنی طوفانی موجوں سمیت دواں دواں ہیں اور سمنہ کی بیکرائی کا گون اندازہ کر سکتا ہے۔

شے سطح زمین پر جتنی بھی جاندار مخلوق ہے ان سب کے لیے مختلف قسم کی جتنی غذا مطلوب ہے سب کا اہتمام پہلے دن ہی سے کر دیا۔ مور و مرغ، مولا اور شہباز، شیر و بکری، غریبہ ہوا میں اڑنے والوں، زمین پر چینگنے والوں، دھانگ والوں، چارہ کھانے والوں گھاس سے شکم پر کرنے والوں، گوشت خوردوں، جھینگے اور کیڑے کھانے والوں غریبہ ہر ایک نوع کی طبعی ضرورت کے مطابق بر فرد کی انفرادی پسند کے مطابق قدرت کے وسیع و عریض دسترخوان پر ہر چیز چن دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ کائنات کی اس گنگ نگیل برکت کے دواں حضرت انسان کے لیے کیا کچھ موجود نہیں۔ جس سستی نے اتنا وسیع اور حیرت کن انتظام جاری ہے پیدا ہونے سے ہزاروں صدیاں پہلے کر دیا کیا اس کے علم، اس کی حکمت اور اس کی قدرت کے بارے میں ادنیٰ سا شک بھی کیا جا سکتا ہے۔

شے یعنی زمین کی تخلیق اور ان میں نباتات، حیوان اور انسانی زندگی کی بقا اور نشو و نما کے لیے یہ سارے انتظامات صرف چار دنوں میں یعنی چار دوروں میں مکمل کر دیئے گئے۔

شلہ یہ رزق و نعمت کے خزانے کسی خاص طبقہ یا فرد کی اجارہ داری نہیں جس میں طلب ہوگی، ہمت اور حوصلہ ہوگا۔ ہنرمندی اور فہم و فراست کا جو ہر پایا جائیگا اسے اس کی ہمت اور حوصلہ کے مطابق ان نعمتوں سے جتد دیا جائے گا۔

اس آیت سے سوشلسٹ نظام کی تائید کے لیے جو استدلال کیا جاتا ہے وہ بالکل بے محل ہے۔

شے استوئی کا صلہ جب اٹی ہو تو اس کا معنی تو ترجمہ کرنا ہوتا ہے یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ترجمہ فرمائی۔ یہ پہلے ایک دھواں سا تھا۔ سماں اور دھواں قہم کا مادہ تھا جس سے اس نے اپنی قدرت کا طہ سے سات آسمان پیدا فرمائے۔

لِلْأَرْضِ اثْبَاتًا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝ فَتَقَضَّيْنِ

زمین کو کر کے آجائو د تمہیں حکم اور ادا کرنے کے لئے، خوشی سے یا مجبوراً تمہیں دونوں نے رضی کی ہم خوشی خوشی رکھتے، حاضر ہیں تمہیں پس کرنا

سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا

انہیں سات آسمان ملتے دو دنوں میں اور وحی فرمائی ہر آسمان میں اس کے حسب حال اور ہم نے مزین کرنا

السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ

آسمان دنیا کو چراغوں سے ملنے اور اسے خوب محفوظ کرنا یا ملتے یہ (سارا) انتظام سب کے ناب سب کے ملانے

الْعَلِيمِ ۝ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ

ملنے ہذا، کا ہے ۲۱ پس اگر وہ دھڑکی، روگردانی کریں تو آپ فرمائیے کہ میں نے ڈرایا ہے تمہیں اس کرکے سے جو

۲۱ زمین و آسمان کو حکم دیا کہ جس قدرت کی ادائیگی کے لئے جس فرض کو انہام دینے کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اسے پورا کر کے لئے حاضر ہو جاؤ۔ اس میں تمہاری مرضی کا کرنی دخل نہیں بلکہ ہمارے حکم کی بھی ادوری ضروری ہے۔ تم چاہو یا نہ چاہو ہر حال میں تمہیں ہمارے فرمان کی تعمیل کرنا ہوگی۔

۲۲ زمین و آسمان نے بیک زبان جواب دیا۔ اے ہمارے خالق و مالک ہم بعد خوشی تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہیں۔
۲۳ چنانچہ سات آسمان بنا دیے گئے اور ہر آسمان کے حسب حال وہاں احکام و ہدایات نازل فرمادیے تاکہ ہر آسمان کی مخلوق منشاء خداوندی کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے۔

۲۴ جب سورج غروب ہو جاتا ہے، شام کا دھند کا پھیلنے لگتا ہے تو لٹکتے ہوئے ستارے آسمان کی چلی شروع کر دیتے ہیں رات کی وحشت اور تاریکی کی گھٹن اس چرخاں سے کافر ہو جاتی ہے۔ پھر غریب نیلوفر کی یہ سبکی بھری نچست دل کو نیا سرور اور نازک بخشتی ہے۔

۲۵ یہ مفعول مطلق ہے یعنی حِفْظًا حِفْظًا، یعنی ہم نے آسمان کو بقائاً و بصورت اور دلاؤ و زینا یا ہے اتنا ہی مضبوط اور محکم بھی بنایا ہے جس میں کوئی دراڑ نظر نہیں آتی۔ کوئی شکاف و کمانی نہیں دیتا۔ ہر طرح کی بیرونی دخل اندازیوں سے اُسے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

۲۶ یعنی یہ سارا نکتہ ہر چیز کے لئے مناسب محل اور مقام کا تعین، ہر چھوٹی بڑی چیز کے لئے فرائض و واجبات کا تعین یہ حیز العقل انتظام، یہ ساری منصوبہ بندی اور اس منصوبہ بندی کی عمل تطبیق اس خداوند قدوس کی قدرت کا کرشمہ ہے

عَادِ وَتَشْهَدُ ۝ اِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ

مادونہ کی کڑک کی مانند (ہلاکت خیز) ہر طرف سے آئے تھے ان کے پاس رسول ماسنے سے اور

جو سب سے بڑی حکمت والا ہے۔

اگرچہ قرآن حکیم ایسی کتاب نہیں جس میں کائنات کی تخلیق اس تخلیق کے ادوار اور مدارج کا تعین مقصود ہو، البتہ جو اشارات آفرینش عالم کے متعلق قرآن کے مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ سائنس کی تحقیقات بھی مختلف مرحلوں سے گزر کر اسی طرف آرہی ہے علامہ آری لکھتے ہیں:

اِنَّ عَرْشَهُ تَعَالٰی كَانَ قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَلٰی الْمَآءِ. فَاَحْدَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْمَآءِ مَخْرُوْنَةً فَاَرْتَفَعَ زَبَدٌ وَدُخَانٌ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَبَقِيَ عَلٰی وَجْهِ الْمَآءِ وَخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِ الْیَوْمَةَ وَاحِدًا سَبْعَانَةً مِنْهُ الْاَرْضُ وَ اَمَّا الدُّخَانُ فَاَرْتَفَعَ وَ عَلٰی - فَخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُ السَّمٰوٰتِ - (روح المعانی)

یعنی زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں حرارت پیدا کر دی۔ اس سے جھاگ اور دھواں بلند ہوا۔ جھاگ پانی کی سطح پر باقی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں خشکی پیدا کی اور اس سے زمین بنائی اور دھواں اوپر اٹھا بلند ہوا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ سائنس کی جدید تحقیقات بھی اس نظریہ سے بہت قریب ہیں۔

۲۶۔ ان آیات بینات کے مشابہہ کے بعد بھی وہ کفر و ضلال کی راہ کو چھوڑ کر اگر راست پر گامزن نہ ہوں تو وہ یاد رکھیں جس مذاب نے مادہ خود جیسی قوموں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا تھا، وہ مذاب انہیں بھی رکھ کا ڈھیر بنا دے گا جب مذاب انہیں پاروں طرف سے گھیرے گا تو وہ یہ کہنے کے حقدار نہ ہوں گے کہ انہیں کسی نے برد قوت خبردار ہی نہیں کیا تھا اور نہ واپس نہ بچاؤ کی تدبیر کرتے۔

انذرتُ کا عام طور پر اتنا ہی مفہوم بیان کیا جاتا ہے کہ میں نے ڈرایا۔ حالانکہ مَنذَر کے مادہ کا اطلاق اس ڈانے پر ہوتا ہے جس میں کم از کم دو خصوصیتیں ہوں۔ ایک تو وہ ڈرانا بڑی وقت ہو۔ یوں نہیں کہ جب پتھر آسمان سے برسنے شروع ہو جائیں تو خطرہ کا اَلَم نہجئے لگے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انذار سے مقصد صرف مذاب کی خبر دینا نہیں ہوتا بلکہ اصل مقصد اس شخص کی خیر خواہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کا انتظام کر لے۔ لسان العرب میں ہے کہ عرب کہتے ہیں: اَنْذَرْتُ الْقَوْمَ سَيِّئًا الْعَدُوَّ اِلَيْهِمْ فَتَذَرُوْا اِیَّیْ عَلَیْمًا فَذَلِكُمْ فَعَلِمُوْا وَ تَحْزَنُوْا۔ یعنی میں نے قوم کو دشمن کے حملے سے خبردار کیا۔ پس انہوں نے اپنا بچاؤ کر لیا صاعقہ بادل کی اس شدید کڑک کو کہتے ہیں جس کے ساتھ بجلی بھی گرے۔ الصاعقہ: الصوت الشدید من الرعدة یسقط معها قطعة نار۔ یہ اس کا لغوی معنی ہے لیکن اب اس کا اطلاق ہر مسلک مذاب پر بھی ہوتا ہے خواہ اس کی نوعیت کسی قسم کی ہو۔ کُلُّ عَذَابٍ مُّهِلِكٌ صَاعِقَةٌ (لسان العرب)

خَلْفَهُمْ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً

جیسے سے (یعنی ہر وقت یہ سمجھانے کیلئے) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو شے انہوں نے کہا اگر ہمارے رب کی مرضی ہوتی (کہ ہمیں کچھ بھیجے)

فَاِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝ فَاَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْاَرْضِ

تو فرشتے نازل کرنا پس ہم جو دیکر تمہیں بھیجا گیا ہے (اسکا سرسرا) انکار کرتے ہیں اے پس قوم ماوے تو سرکشی اختیار کی زمین میں

۲۷ اس سے مراد یا تو رسولوں کی کثرت ہے یعنی کثیر التعداد رسول ان کے پاس تشریف لائے اور راہ ہدایت پر گامزن ہونے کی انہیں دعوت دی اور یا اس کا مدعا یہ ہے: میں بتاؤں اید یہود کہ انہوں نے گزری ہوئی قوموں پر جو جیتی تھی اس کا تفصیل تذکرہ بھی ان سے کیا۔ (وَمَنْ خَلْفَهُمْ) مستقبل میں اس ہٹ دھرمی کی جو سزا انہیں ملنے والی تھی اس سے بھی ڈرایا۔

۲۸ لیکن انہوں نے دعوت حق قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان کے پیروان کی ہدایت کے لیے جو مخلصانہ کوششیں کرتے تھے انہوں نے اُٹھان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ وہ کہتے تھے آپ خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلکان نہ کریں اور ہماری مزید سمیع غراشی سے باز آجائیں۔ اگر خدا نے کسی کو رسول بنا کر بھیجا ہوتا تو وہ کسی کوری فرشتہ کو ہماری رہنمائی کے لیے بھیجتا۔ آپ جو ہماری طرح محض گوشت پرست کے انسان ہیں اور ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں آپ کو ہم رسول ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہم ہرگز آپ کی رسالت کو نہیں مانیں گے! اہل باطل کی یہ محبت بائیاں ہیں جن سے وہ اہل حق کا دل دکھایا کرتے ہیں کتب احادیث و تفسیر میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک روز ابو جہل اور چند دوسرے قریش کے سردار اکٹھے ہوئے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں گفتگو چھڑ گئی۔ کہنے لگے کہ اس شخص کی حقیقت ابھی تک ہم پر نہیں کھل سکی اگر کوئی ایسا آدمی مل جائے جو سحر و کمانت کے فن میں ماہر ہوئے کے ساتھ بہترین شاعر بھی ہو تو اسے ہم اس کے پاس بھیجیں تاکہ ان سے گفتگو کے بعد وہ ہمیں بتائے کہ یہ شاعر ہیں۔ بادلوں میں یا کابین۔ قتب بن ربیعہ بولا: مجھ سے زیادہ ماہر اور کون ہو گا! چنانچہ ملے پایا کہ قتبہ جانے اور ان سے گفتگو اور پھر اگر ان کے متعلق اپنے تاثرات بتائے۔ قتبہ گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد کہنے لگا: آپ خواہ مخواہ جائے باؤا بد کو گمراہ کہتے ہیں۔ ہمارے معبودوں کی بے عورتی کرتے ہیں۔ اگر اس تحریک سے آپ کا مقصد حکومت حاصل کرنا ہے تو ہم آج ہی آپ کی بادشاہی کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر کوئی رشتہ مطلوب ہے تو ہم ایک نہیں دس دوستیزاں جن کی طرف آپ اشارہ کرینگے پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور اگر روپیہ بٹورنے کے لیے یہ دھند شروع کیا ہے تو ہم سونے چاندی کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لگا دیں گے جو آپ کی کئی پشتوں تک کے لیے کافی ہوں گے۔ یہ کہہ کر جب وہ خاموش ہوا تو غر عالم نے پوچھا: اے قتبہ! کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہنا نہیں جو کہنا چاہتا تھا کہ دیا۔ اس کے بعد حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورہ طہ کی تلاوت شروع کی۔ نبوت کی زبان رب کریم کا کلام بلاغت نظام تلاوت کر رہی ہے۔ سوز و دروں اور ہمدردی کے جذبات نے اس قرات

بَغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِتَّاقُوتَةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ

تایق ہے اور کہنے لگے ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے ؟ کیا انہوں نے نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ جس

الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَحْدِثُونَ ﴿١٥﴾

نئے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوی ہے اور وہ (تو) ہمیشہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ مَّحْسُوتٍ لِّنُذِيقَهُمْ

پس ہم نے بھیج دی ان پر سخت ٹھنڈی تندہوا سے منوس دلوں میں تاکہ ہم انہیں چکائیں

کو حد درجہ اثر انگیز بنا دیا ہے۔ قبہ دم سادھے بیٹھا ستار باگیا اس پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا جب حضور مثل صاعقہ عادی و ثمود تک پہنچے تو وہ تملک کر اٹھا اور جنس کے لب مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ کہنے لگا میں تمہیں رحم کا واسطہ دیتا ہوں کہ پس کیجیے وہ ہم پر باد ہو جائیں گے۔ وہاں سے اٹھا اور اس مجلس میں جانے کے بجائے جہاں قریش بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے وہ سیدھا گھر چلا گیا اور خانہ نشین ہو گیا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ابو جہل سب کو لے کر اس کے گھر پہنچا اور وہاں پہنچتے ہی اسے داغنا شروع کر دیا۔ قبہ! معلوم ہوتا ہے کہ تو نے محمد (علیہ السلام) کا دین اختیار کر لیا ہے۔ اور اس کے دستِ نون نے تیرا دل سوا لیا ہے! اگر تمہارے پاس لذیذ کھانے کیلئے پیسے نہیں تو ہم چندہ جمع کر کے پیش کر دیتے ہیں۔ جب اس طعنہ سے بہت بدمعاش ہو کر دیکھیں یہ برہمن بھی جمالت کی برہمنی تھی! کہنے لگا مجھے قسم ہے اس کے بعد میں ان سے بات تک نہ کروں گا اور اے ابو جہل تم خوب جانتے ہو کہ میں تم سے زیادہ دولت مند ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں حسبِ پروگرام ان کے پاس گیا نہیں نے کھل کر اس موضوع پر ان سے تبادلہ خیال کیا۔ لیکن انہوں نے مجھے جو جواب دیا بخدا نہ وہ شعر ہے نہ باد و ہے اور نہ کمانت۔ اس نے سورہ نجم کی آیات پر معنی شروع کر دیں کہنے لگا جب وہ صاعقہ عادی و ثمود تک پہنچے تو میں نے انہیں رحم کا واسطہ دے کر خاموش ہونے کو کہا اور ان کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور تم خوب جانتے ہو کہ محمد جب گفتگو کرتا ہے تو ٹھوٹ نہیں پڑتا۔ میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہو۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنْ مُحَمَّدًا اِذَا قَالْ شَيْئًا لَمْ يَكْذِبْ فَخَفْتُمْ اَنْ يَنْزِلَ عَلَيْكُمْ عَذَابٌ۔

۱۷۔ قوم عاد پر مذاب اس لیے نازل ہوا کہ وہ ناحق تکبر کرتے تھے اور انہیں اپنی قوت و طاقت پر اتنا ناز تھا کہ وہ کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے مذاب کا خوف بھی ان کے دل سے نکل گیا تھا۔ ارشاد فرمایا: **وَمَا جَاءُوكُمْ بِمُكْنُثٍ** کہ تمہاری تعداد کثیر ہے۔ مال و دولت فراوان ہے۔ تمہارے جوان بڑے جنگجو اور بہادر ہیں۔ آج کوئی قوم تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی تمہارے ہتھیار جو، لیکن یہ بتاؤ کہ کیا اللہ جو تمہارا خالق ہے جو یہ ساز و سامان دینے والا ہے کیا تم اس سے بھی طاقتور ہو۔ اسکی نافرمانی کی جرأت کر سکتے ہو۔

۱۔ الصبر، الفجأة والصيحة... وريح صرصرای باردة (صماح) سخت ٹنڈی ہوا کو صرصرکتے ہیں شدید

عَذَابُ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلِعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ

ذلت آمیز عذاب اس دنیوی زندگی میں۔ اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ رسوا کن ہو گا

وَهُمْ لَا يَنْصَرُونَ^{۱۹} وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ

اور ان کی ہرگز مدد نہ کی جائے گی۔ ہاں رہے ثمود سے تو انہیں ہم نے سیدھی راہ دکھائی اور پسند کیا انہیں بکر

عَلَى الْهُدَىٰ فَآخَذَتْهُمْ سَعِيقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا

ہدایت پر۔ تو پڑیا انہیں اس عذاب کی کڑک نے جو رسوا کن ہے ان کو توڑوں کے باعث جو وہ

يَكْسِبُونَ^{۲۰} وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ^{۲۱} وَيَوْمَ يُحْشَرُ

کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے تھے اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہتے تھے اور ذرا خیال

أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ^{۲۲} حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ

کرد، اس دن کا جب جمع کیے جائیں گے دشمن آتش جہنم کی طرف پھرو گرجوں میں بانٹ دیے جائیں گے یہاں تک جب ذبح کے قریب

البرد وقیل شدیدۃ الصوت ولسان العرب، سخت ٹھنڈی ہوا کو مرہم کہتے ہیں۔ نیز وہ ہوا جو شدید شور مچائے اس کو بھی مہر کہتے ہیں۔ یعنی ان پر ایسی سخت ٹھنڈی ہوا بھیجی جس کے شور سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے تھے وہ سات دن اور آٹھ رات تک چلتی رہی۔ اس نے ان کے مکانوں کو بنیادوں سے اکھیر کر پھینک دیا وہ خود اس کی شدت کی تاب نہ لا کر یوں زمین پر دھڑام سے گرتے جیسے جھڑے کھجور کا بوسیدہ تنا کھڑ جاتا ہے۔ جس کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے اور آئندہ بھی مختلف مقامات پر آئیگا۔
۱۹۔ ہدایت کا غلط دو معنی ہیں مستعمل ہوتا ہے کسی کو منزل یا مقصد تک پہنچا دینا یا کسی کو منزل کی راہ دکھانا۔ یہاں قہدینا میں دوسرا معنی مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انبیاء کرام نے انہیں بتایا کہ یہ سیدھا راستہ ہے اس پر چلے تو نجات پاؤ گے لیکن انہوں نے گمراہی کے اندھیروں کو پسند کیا اور ہدایت کی روشنی کو مسترد کر دیا ان پر ایسی کڑک آئی جس نے انہیں تباہ کر دیا۔
۲۰۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ملاحظہ ہو کہ جھکڑے تمام قوم عاد کو موت کی نیند سلا دیا، لیکن اہل ایمان کو ذرا گزند نہ پہنچائی اسی طرح ثمود پر جو عذاب آیا اس کی زد سے حضرت صالح اور ان کے پیروکار بالکل محفوظ رہے۔

۲۱۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو قبروں سے نکال کر جہنم کے کنارے تک پہنچ کرے جائیں گے اور وہاں جو پہلے پہنچیں گے انہیں روک لیا جائے گا تاکہ بعد میں آئے بھی آجائیں پھر ایک ساتھ سب کا حساب شروع ہو کیونکہ بدل و نسیان کا

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

آجائیں دوزخ شروع ہوگا اس وقت گواہی دیئے انکے خلاف انکے کان اکل آنحیں اور ان کی کھالیں سکے ہائے میں جو وہ کیا کرتے تھے ۳۳

وَقَالُوا الْجُلُودُ دِهِم لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي

اور وہ کہیں گے اپنی کھالوں سے ۳۴ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی۔ وہ کہیں گے دہم ہے جس میں ہیں تو گواہ کیا ہے ان

أَنْطَقَ كُلُّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

نے جس نے گواہ کیا ہے ہر شے کو ۳۵ اور اسی نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ اور اب اسی کی طرف تم لوٹانے جا رہے ہو۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا

اور تم نہیں چھپا سکتے تھے اپنے آپ کو اس مرتبہ کہ گواہی زد ہوئے تمہارے خلاف تمہارے کان اور نہ

تقاضا یہ ہے کہ سب حاضرین کی موجودگی میں ہر شخص کے مقدمہ کا فیصلہ ہوتا کہ اگر کسی کو کوئی بطور گواہ پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کا نام لے اور گواہ حاضر ہو جائیں نیز نیک بندوں کے اعمال حسنہ سے بعد میں آنے والی نسلوں کو جو ناندہ اور فیض پہنچا اس کا بھی اندازہ لگایا جائے اور بدکاروں کی بد اعمالیوں کے باعث معاشرہ کو جن تباہیوں کا سامنا کرنا پڑا انہیں سزا دیتے وقت ان کا بھی لحاظ رکھا جائے۔ یوزعون: الوزع کف النفس عن هواها ویقال وزعت الجیش اذا جبت اولھم علی آخرھم وفی التزمیل فھم یوزعون ای یحبس اولھم علی آخرھم ولسان العرب،

نفس کا اپنی خواہش سے رک جانا اس کو وزی میں الوزع کہتے ہیں جب لشکر کے ہراول دستے کو پیش قدمی سے روک دیا جائے تاکہ لشکر کا آخری حصہ بھی جمع ہو جائے۔ نیز وزع کا معنی تقسیم کر دینا، الگ الگ گروہوں میں بانٹ دینا بھی ہے۔ ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

۳۴ گواہ ہر چیز ٹیپ ریکارڈر کا کام دے رہی ہے اور ہمارے اعمال و افعال کا ناقابل تردید ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے۔ قیامت کے روز اگر کوئی شخص کرنا کاتبین کی گواہی ماننے سے انکار کرے گا تو ان اعضاء کو برتنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کے بعد کسی کو بارے انکار نہ ہوگا۔

۳۵ وہ بڑے پشیمانیں گے اور اپنی کھالوں کو کوسنے لگیں گے۔

۳۶ وہ جواب دیں گے ہمارا کیا قصور ہے۔ ہمیں نافرمانی ملو کر رہے ہو۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور تو ہم پر لے گئے۔ ہماری کیا مجال کہ حکم مدد ملی کر سکیں اور صرف ہم ہی نہیں ہر چیز بول رہی اور گواہی دے رہی ہے۔

أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ

تمہاری آنکھیں اور نہ تمہاری کھالیں ۳۲۰ بلکہ تم تو یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہی نہیں تمہارے

كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَذِكْرُكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ

اکثر اعمال کو جو تم کرتے ہو۔ ۳۲۱ اور تمہارے اسی گمان نے جو تم اپنے رب کے بارے میں کیا

بِرَبِّكُمْ أَرَدَكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَيْرِينَ ۝ فَإِنْ يَصْدُرُوا فَالتَّارُ

کرتے تھے تمہیں ہلاک کر دیا پس تم ہو گئے نقصان اٹھانے والے۔ ۳۲۲ پس وہ صبر کریں (دیانہ کریں) اگر ہی ان کا

مَتَّوًى لَهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْتَبُوا فَهُمْ مِنَ الْمُتَعْتَبِينَ ۝ وَ

ٹھکانا ہے ۳۲۳ اور اگر وہ داسوت، رٹنے لگیں چاہیں گے تو وہ ان میں سے نہیں ہوں گے جن پر اللہ راضی ہوا ۳۲۴

۳۲۴ تم دوسرے لوگوں سے تو گناہ کرتے وقت پر وہ بھی کہہ سکتے تھے ان کی نظروں سے چھپ بھی سکتے تھے لیکن اپنے آپ اپنے

۳۲۵ بلکہ تمہارا تو یہ خیال تھا کہ تمہارے بعض اعمال کی خبر تو اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں ہوتی! اسی لیے تم نے فسق و فجور کا بازار گرم رکھا اور

۳۲۶ اس کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ (۱) جب انہوں نے دنیوی زندگی میں دوزخیوں کے اعمال پر صبر کیا تو اب وہ

عبارت یوں ہے۔ فالت يصبوا او ينجز عوا۔ اس صورت میں طلب یہ ہو گا کہ چاہے وہ صبر کریں یا جزع فزع

۳۲۷ استعتب کا معنی ہے طلب العتبہ، العتبۃ، الرضا و کسی کی خوشنودی اور رضا طلب کرنا۔ عرب کہتے ہیں

تو وہ راضی ہو گیا۔ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ کفار و مشرکین قیامت کے دن جب جہنم کے کنارے پر لڑ کر کھڑے کر دیے جائیں گے

۳۲۸ زمین پر ناک رگڑ رگڑا کر معافی مانگیں گے لیکن سب بے سود۔ و ما هم من المعتبين؛ یعنی یہ ان لوگوں

قَيِّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ قَابِلِينَ اَيَّدِيَهُمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

اور ہم نے مقرر کر دیے ان کے لیے کچھ ساتھی پس انہوں نے آواز نہ کر دیا انہیں اگلے اور پچھلے گناہوں کو اسکے

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي اُمِّهِمْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

اور ثابت ہو گیا ان پر فرمان و عذاب، ان قوموں کی طرح جو ان سے پہلے گزر چکی تھیں

الْجَنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوا خَيْرِيْنَ ۝۱۵۰ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا

جنوں اور انسانوں سے۔ وہ سب راگھے پچھلے نقصان اٹھانے والے تھے اور کہنے لگے وہ کافر

لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَبُوْنَ ۝۱۵۱

نہت سنا کرو اس قرآن کو اور شرم و غل مچا دیا کرو اسکی تلاوت کے درمیان اسکے شاید تم اس طرح، غائب آباد۔

اسکے ان لوگوں کو شاید کبھی یہ خیال تو آتا ہو کہ وہ راہِ راست سے ہٹ چکے ہیں انہیں اپنے بُرے اعمال پر شاید شرمندگی اور ندامت بھی محسوس ہوتی ہو لیکن ان کے مصاحب جن کا کام ہی خوشامد کرنا اور نامِ خوب کو خوب ظاہر کرنا ہوتا ہے وہ ان کو براہِ عملیوں سے باز نہیں آنے دیتے۔ ان کے بُرے کاموں کو بھی ایسے دلکش پیرائے میں پیش کرتے ہیں کہ ان پر نیکیوں کا گمان ہو سکے لگتا ہے ظالم اور جاہل مگر ان اپنے سیاسی مخالفین کا قتل عام کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے مصاحب انہیں باور کراتے رہتے ہیں کہ سرکارِ عالی! جو اقدام آپ نے کیا ہے اسی میں ملک اور ملت کی بقا کا راز مضمر ہے۔ یہ تعزیری قوانین جو آپ بنا رہے ہیں ناگزیر ہیں۔ جب تک یہ قانون نافذ نہ ہو گا حکومت چل ہی نہیں سکتی اور جب ان ظالمانہ اور جاہلانہ قوانین کے خلاف ملک بے گوشہ گوشہ سے صدائے احتجاج بلند ہوتی ہے تو احتجاج کرنے والوں پر دشمن کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوشامدی ٹولہ اپنے مروج کا بیڑا غرق کر دیتا ہے۔ ہر شخص کو اس قسم کے خوشامدیوں اور بدقماش دوستوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے۔ خصوصاً اربابِ اقتدار کا فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی گمراہ کن باتوں میں آکر اپنے آپ کو اور اپنی قوم و ملک کو تباہ و برباد نہ کر دیں۔

۱۵۰ کفارِ قرآن کی ہیبت سے خوفزدہ ہیں۔ اس کی دل میں گھر کر جانے والی تاثیر سے لرزہ برآمد ہیں۔ اس سے بچنے کی ایک ہی تدبیر انہیں سوجھی ہے کہ جس وقت قرآن پڑھا جائے تو اس وقت شور مچانا شروع کر دیا جائے نہ خود قرآن کو سنیں اور نہ کسی دوسرے کو سننے دیں۔

فقط اسی تدبیر سے اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھا جاسکتا ہے۔

فَلَنذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

پس ہم ضرور چکھانیں گے کفار کو شدید عذاب کا مزہ، اور انہیں بدلہ دیں گے

أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ

بہت بُرا اس (نافران) کا جو وہ کیا کرتے تھے ۳۲۔ یہ ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی

النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا

یعنی آگ۔ ان کے لیے اس میں ہی ہمیشہ ٹھہرنے کا گھر ہے۔ یہ سزا ہے اس بات کی کہ وہ ہماری آیتوں کا

يُحَادُّونَ ﴿۳۳﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذِينَ

انکار کیا کرتے تھے۔ اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں دکھا وہ دونوں شیطان

أَضَلَّنَا مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلُهُم تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا

جنوں نے ہمیں گمراہ کیا جنوں اور انسانوں سے ہم انہیں روند ڈالیں گے اپنے قدموں کے نیچے تاکہ وہ ہرجاں

مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿۳۴﴾ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا

بہت ترین لوگوں سے ۳۳۔ بیشک وہ (سعادتمند) جنوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اس قول پر پختہ ہو گئے

۳۳ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جہنم کی جو سزا مقرر ہے بڑی سخت ہے اس تجویز پر عمل کر سکتے ہیں وہ اپنی قوتِ بردباری کا جائزہ لے لیں کیا ان میں اس عذاب الیم کو برداشت کرنے کی ہمت ہے۔

۳۴ جب انہیں دوزخ کے ابدی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس وقت انہیں وہ لیڈر اور قائد یاد آئیں گے جن کے ورغلانے سے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو ستایا کرتے تھے اور قرآن پر طرچ طرح کے نوافراضات کیا کرتے تھے۔ انہیں رہ رہ کر ان لیڈروں پر غصہ آئے گا اور دانت پیسیں گے اور کہیں گے:

۳۵ اے رب! ایک دفعہ ہمیں وہ شیطان دکھا دے جو جنوں اور انسانوں میں سے ہمیں گمراہ کیا کرتے تھے۔ اگر وہ آج ہمارے بستے چڑھ جائیں تو ہم ان کو اپنے پاؤں تلے رگید کر رکھ دیں اور ان کا حلیہ بگاڑ ڈالیں تاکہ اہل جہنم کی نظروں میں بھی ان کی ذلت اور پستی آشکارا ہو جائے۔ ۳۵۔ اہل زین و باطل کی دنیوی زندگی اس میں ان کی طغیانہ حرکتوں اور آخرت میں جس

تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ إِلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَابْشُرُوا

اُترتے ہیں ان پر فرشتے (اور انہیں کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو شک تمہیں بشارت ہو

عذاب الیم میں انہیں جہنم کیا جائے گا اور وہ کس طرح ایک دوسرے سے الجھیں گے۔ ان تمام کے اثر آفرین تذکرہ کے بعد باری تعالیٰ کے بندوں کا ذکر مورا ہے اور دنیا و آخرت میں جو عزتیں اور مہربانیاں ان کو بخشی جائے والی ہیں ان کا دلنشین بیان کیا جا رہا ہے تاکہ دل خود بخود ان کے نقش پاک کو خیر راہ بنانے کے لیے مجبور ہو جائیں۔

المختصرین آیات میں دو حقیقتیں آشکارا کی گئی ہیں۔ شان بندگی کیا ہے؟ اور شان بندہ نازی کس کو کہتے ہیں۔ شان بندگی تو یہ ہے کہ انسان زبان سے اقرار کرے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور پھر آخر دم تک اپنے عمل سے اپنے قول و فعل سے اپنے احساسات اور جذبات سے اپنی مخلوقوں اور مخلوقوں میں اس کی تصدیق کرتا رہے۔ زبان سے یہ کہہ دینا کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے آسان لیکن عمر بھر ثابت قدمی سے اس پر ڈٹے رہنا بڑی ہمت و مردانگی کا کام ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر کہا: قَدْ قِيلَ لِلنَّاسِ لَعْنُ الْكَافِرِ أَكْثَرُ مِنْ مَاتَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ مَتْنٌ اسْتَقَامَ (ترمذی) یعنی لوگ کہنے کو ترک کر دیتے ہیں کہ رَبَّنَا اللَّهُ: لیکن پھر اکثر اس کا انکار کر دیتے ہیں جو آدمی آخر دم تک اس بات پر ثابت قدم رہا اس کا شمار اس زمرہ میں ہوگا۔ علامہ آسی نے غلام راشدین سے اس آیت کی تفصیل نقل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ایک بار حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ آیت پڑھی پھر پوچھا اس کا کیا مطلب ہے۔ لوگوں نے کہا لَعْنَةُ الْكَافِرِ تَبْشُرُكَ اسْتِقَامَتِ كَامِنِي يَهْ كَمُ اس سے گناہ صادر نہ ہو قَالَ قَدْ حَلَقَمُ الْكَافِرِ اَشَدُّ: فرمایا تم نے تو یہ کام بڑا مشکل بنا دیا ہے۔ عرض کی گئی آپ ہی فرمائیے قَالِي لَعْنُ كَمُ جَعَلَالِي عِبَادَةِ الْكَافِرِ: یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننے کے بعد اس پر استقامت کا یہ مطلب ہے کہ پھر توبہ کی پوجا نہ شروع کروں۔ حضرت تاروق اعظمؓ نے استقامت واک تفسیروں کی:

اسْتِقَامَةُ اللَّهِ تَعَالَى بِطَاعَتِهِ لَعْنُ كَمُ وَغَوَارُ غَانِ الثَّلَبِ: یعنی دو ثابت قدمی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور نوری کی طرح جلد سازیاں کر کے راہِ حق اختیار نہیں کرتے۔

حضرت عثمانؓ سے مروی ہے۔ اَخْلَصُوا الْعَمَلُ: جو عمل کرتے ہیں اخلاص سے کرتے ہیں۔ ریا اور نمائش کا وہاں کرنی دخل نہیں ہوتا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا فَرَأَيْتُمْ كِي اَوَانِكِي اسْتِقَامَتِ ہے۔

عارف باللہ مولانا شاہ اللہ لکھتے ہیں کہ استقامت ایک مختصر لفظ ہے۔ اس سے مراد شریعت کے تمام احکام کی بجا آوری اور جن امور سے روکا گیا ہے ان سے اجتناب اور آخر دم تک اس طریقہ کار پر ثابت قدمی۔

حضرت سفیان بن عبد اللہ الشعمیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلٌ لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ: اے اللہ تعالیٰ کے رسول اسلام کے بارے میں مجھے ایسی بات بتائیے کہ حضور کے بعد مجھے کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہے۔

بِالْحِجَةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعِدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيُّكُمْ فِي

جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں

حضرت علیؑ نے فرمایا اَقْلَ آمَنَتْ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ اَكْرَهَ كَرِهَ فِي اللّٰهِ تَعَالٰی پرایان لایا اور پھر عمرؓ اس پر ثابت قدم رہے۔

۲۴ شانِ بندگی کے ذکر کے بعد اب شانِ بندہ نرازی کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کو طرح طرح سے تسلی دیتے ہیں کہ قبر و حشر سے بھی خوفزدہ ہونے کی تمہیں ضرورت نہیں اور اپنی اولاد اور عزیز و اقارب جو تم پیچھے چھوڑے ہو گئے ان کے بارے میں بھی تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ اور سو ہم تمہیں یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے تمہارے لیے کھول دیے گئے ہیں اور وہاں کی سرودی بہاریں تمہارے لیے چشمِ براہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرشتوں کا نزول کس وقت ہوتا ہے اور کیا وہ فرشتوں کی باتوں کو اپنے ان ظاہری کاؤں سے سنتے ہیں بعض علما کا یہ قول ہے کہ فرشتوں کا نزول موت کے وقت ہوتا ہے۔ لیکن اہل تحقیق کا یہ قول ہے کہ یہ سلسلہ عمر بھر جاری رہتا ہے جب بھی بندہ مومن اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اور اپنے فرائض سے عمدہ برآ ہونے کے لیے راہِ عمل پر گامزن ہوتا ہے تو قدم قدم پر تیز گام لگنے اس کے پاؤں کی تراسخ کرتے ہیں ہر روز پر حشر دہاں مصیبتیں اس کی منتظر ہوتی ہیں۔ اور رنج و آلام کے بادل ہر طرف سے گھیر کر آ جاتے ہیں، اس وقت ملائکہ اس کی دلجوئی کے لیے نازل ہوتے ہیں بعض مقبول بندہ فرشتوں کی یہ باتیں اپنے کاؤں سے سنتے ہیں اور جو ان کی باتیں نہیں سن سکتے ان کے دلوں میں طمانیت و تسکین کی ایک ایسی کیفیت نمودار ہو جاتی ہے کہ ان کے اکھڑے ہوئے قدم جم جاتے ہیں۔ باطل کے مقابلہ میں ان کی قوتِ مدافعت تند و تیز ہو جاتی ہے اور نئے دلوں سے سرشار ہو کر وہ منزلِ مقصود کی طرف بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی چیز ان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ مرتے وقت اللہ میں اور روزِ حشر ان تمام مقامات پر انہیں ملائکہ کی رفاقت حاصل ہوگی۔ چنانچہ علامہ آوسی رقمطراز ہیں:

تَنْزِلُ عَلَيْهِمْ يَمَّةٌ وَنَهْفٌ فَيَمَّا يَمْنُ وَيَتَوَعَّ لَهْفٌ مِنْ أَمْرِ الدِّينِيَّةِ وَالْدُّنْيَوِيَّةِ بِهَاسِطٍ صَدُورِهِمْ يَدْفَعُ عَنْهُمْ الْخَوْفَ وَالْحُزْنَ بِطَرِيقِ الْإِلْهَامِ حَتَّى أَنْ الْكُفْرَةَ يَنْوِيهِمْ مَا قَيْدَ لَهْفٍ مِنْ قِرَاءَةِ السُّورِ :

یعنی فرشتے ان پر اترتے ہیں اور دینی اور دنیوی مشکلات جو انہیں پیش آتی ہیں ان میں ان کی یوں امداد کرتے ہیں کہ ان کے سینے شمع ہو جاتے ہیں اور بزرگِ الہام ان کے خوف و حزن کو دور کر دیتے ہیں۔ جس طرح کافروں کو ان کے بُرے ساتھی بُرے کاموں پر اکساتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ مذکور فرماتے ہیں کہ کلام کے اطلاق اور محرم کے پیش نظر یہی قول اظہر ہے اور ہم تمہیں پہلے بتا چکے ہیں کہ بہت لوگوں کا یہ قول ہے کہ فرشتے اکثر اوقات متقیوں پر نازل ہوتے ہیں اور یہ لوگ ان سے کسب فیض کرتے ہیں (روح المعانی،

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُ أَنْفُسُكُمْ

دنوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی شے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ شے ہے جو تمہارا جی چاہے

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۖ نَزَّلْنَا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۚ

اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو گے شے یہ میزبان ہے بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا اس کی طرف سے شے اور

مَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ

اس شخص سے بہتر کس کا کلام ہے جس نے دعوت دی اللہ کی طرف سے اور نیک عمل کیے شے اور کہا کہ

اللہ یعنی نیک کاموں کی ادائیگی میں ہم تمہارے مددگار ہیں ہدیہ الہام حق بات تمہارے دلوں میں ڈال دیتے ہیں اور ان
اور کی طرف تمہاری رہنمائی کرتے ہیں جن میں تمہارا بھلا اور کامیابی ہے اور آخرت میں ہم دوستی کا حق یوں ادا کریں گے کہ
شعاعت سے تمہاری امداد کریں گے اور جب قبر سے اٹھو گے تو تمہارا شاندار استقبال کریں گے۔ (روح معانی)

شے تم جو چاہو گے تم جو مانگو گے وہ دیا جائے گا۔

۱۹۰ یہ عنایات خصوصاً یہ انعامات بے پایاں تمہارے اعمال کا معاوضہ نہیں ہوگا بلکہ رب غفور رحیم کی طرف میزبانی
ہوگی۔ بندہ نمان اور خداوند عرش میزبان سبحان اللہ کیا شان ہے۔ کیا اعزاز ہے اور کتنا کرم ہے۔ اللہم اجعلنا
منہم بجاہ عبدک المکرم وقائدہم المحتشم ومرشدہم السعظم۔ اللہم صل علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ
وبارک وسلم

۱۹۱ بیشک ایمان لانا اور اس پر ثابت قدم رہنا بہت بڑی بات ہے لیکن اس سے اونچا ایک اور مقام ہے جس پر آئیں
بند ہونے کے لیے کوشاں رہنا ہر بندہ مومن پر لازم ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کو بھی خداوند قدوس کی وحدانیت و کبریا کی پراہان لانے
کی دعوت دے۔ اس کے سچے رسول کی فرمانبرداری، اس کی نازل کی ہوئی کتاب کے احکام کو بجالانے کی ترغیب دے۔ ہر
اسی بات پر مطمئن نہ ہو جائے کہ اس کے اسلام کے چہرہ شیریں سے اپنی پیاس کو بجھا لیا۔ بلکہ ان تشنہ لبوں کا درد بھی اس کی تھپڑ
کر دے جو ریگ زاریات میں ایک قطرہ آب کے لیے ترس رہے ہیں۔ اس کے دل میں یہ شدید جذبہ ہو کہ جس طرح اس نے اپنی
ناریک زندگی میں ایمان کی شمع روشن کر لی ہے۔ گمراہی کی غلتوں میں ٹھوکریں کھانے والا کوئی شخص بھی اس نور یقین سے محروم نہ
رہے۔ خود سوچیے اس مقام کو مقام رفیع کیوں نہ کہا جائے۔ کیا اس سے بھی زیادہ خیر خواہی اور بھلائی کا کوئی جذبہ ہے۔

آیت کا مضمون اس امر کا مقتضی ہے کہ اس کو کسی کے ساتھ مختص نہ کیا جائے بلکہ جو ایسا کرے اس کے لیے یہ دیرِ رحمت کشادہ ہے
لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ تبلیغ و ارشاد میں حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جو مقام ہے اس کے کسی کو

اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ۚ

میں تو (اپنے رب کے) فرمانبردار بندوں سے ہوں ۝ نیکیں یکساں ہوتی نیکی اور بُرائی ۝

کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ حضرت حسن بصری اگرچہ اس آیت کو ہم کہتے تھے اس کے باوجود جب کہیں یہ آیت تلاوت کرتے اور اس کی تشریح کرنے لگتے تو ان پر وہی ایک کیفیت طاری ہو جاتی اور یوں گہرا نشانی فرماتے۔ وَكَانَ الْحَسَنُ إِذَا قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ يَقُولُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ - هَذَا حَبِيبُ اللَّهِ - هَذَا وَلِيُّ اللَّهِ - هَذَا صَفْوَةُ اللَّهِ - هَذَا خَيْرَةُ اللَّهِ - هَذَا وَاللَّهُ أَحَبُّ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَى اللَّهِ (قرطبی) کہ اس اونچی شان کے مالک رسول اللہ ہیں، حبیب اللہ ہیں۔ ولی اللہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں۔ یہ تمام اہل زمین سے خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں۔

اللہ لوگوں کو دعوت دے کہ خود غافل نہیں ہو جاتا جس طرح ہم طور پر دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی پسندی شد ہی سے کرتا ہے۔

۱۲۔ زبان سے یہ نہ کہ دنیا کہ میں مسلمان ہوں، کون سے کمال کی بات ہے کہ اتنے اہتمام سے یہاں اس کو بیان کیا گیا ہے۔ ہم سب اپنی مسلمانی کے دعوے کرتے ہیں لیکن اس سے حق کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ باطل کو کیا زک پہنچتی ہے۔ آج کل یہ شبہ بجا ہے۔ لیکن آپ ذرا استدرا کریں اس ماحول کا جس ماحول میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت جو شخص اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا تھا وہ گریبا لوگوں کو دعوت دے دیتا تھا کہ آؤ مجھ پر پتھر سناؤ۔ میری ٹھکیں کس کر مجھے تپتی ہوئی ریت پر لٹاؤ۔ بھاری بھر کم پتھر میری پچاتی پر لٹکھ دو۔ سنا گارے دھکاؤ اور مجھے ان دھکتے ہوئے انگاروں پر بچھاؤ۔ میری دادرسی کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔ تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ ایسے ماحول میں یہ کہنا کہ میں مسلمان ہوں۔ رب العالمین کا بندہ اور رحمتہ للعالمین کا غلام ہونے کا اعلان کرتا ہو یا ایسا اعلان کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج بھی اس اعلان کی ذمہ داریوں کو قبول کرنے کا پورا احساس کرتے ہوئے یہ کہنا اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بڑے ہی دل گڑھے کا کام ہے۔ اسی لیے تو علامہ مرحوم نے فرمایا تھا:

چو گویم من مسلمانم بلزم کہ دائم مشکلات لا اِلٰہَ اِلَّا

اور اپنے انداز میں جگر مراد آبادی کا یہ شعر بھی خوب ہے:

یہ عشق نہیں آسان اتنا ہی سمجھ لیجیے اک آگ کا دریا ہے اور دُوب کے جانا ہے

۱۳۔ بیان حقیقت کے طور پر پہلے بتا دیا کہ نیکی اور بُرائی یکساں نہیں۔ نیکی ہر حال میں نیکی ہے خواہ معاشرہ میں اس کی پذیرائی نہ ہو اور بُرائی اپنی انتہائی مقبولیت کے باوجود بُرائی ہے۔ خواہ اس کو اپنانے والی بڑی بڑی ہستیاں ہوں۔ بُرائی کا جو گر بُرائی کا ارتکاب کیوں نہ کرتا ہو، لیکن اس کے دل میں یہ غلط ہمیشہ رہتی ہے کہ وہ بُرائی کر رہا ہے اور اس طرح اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ

برائے کاتدرک میں دیگی، سے کرو جو بہتر ہے ۵۳ پس ناماں وہ شخص، تیرے درمیان اور اس کے درمیان عداوت

كَانَتْ وَلِيٍّ حَمِيمٍ ۝ وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۝

سہنوں بن جائیگا اگر یا تمہارا جانی دوست ہے ۵۴ اور نہیں ترمیق دی جاتی ان خصال میں کہ جو اس کے جوہر کرتے ہیں ۵۵

۵۳ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم کو اور حضور علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام داعیان حق کو یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ جس جنگ میں تم شریک ہو اس کو جیتنے کا گریہ ہے کہ لوگ تم سے برائی کریں اور تم اس کا بدلہ صرف نیکی سے نہیں بلکہ بہترین نیکی سے دو۔ لوگ تم پر پتھر برسائیں۔ پتھر کھا کر پتھر نہ مانا نیکی سے لیکن ان پر پھل برسانا تمہارا شیوہ ہونا چاہیے۔ لوگ تمہیں گالیاں دیں تم پر جھوٹے بہتان تراشیں تمہارے خلاف غلط الزامات لگائیں اور پھیلانیں اور تم چپ رہو۔ یہ بھی قابل توفیق بات ہے، لیکن لطف تو سب سے کہ تم رات کو اٹھ اٹھ کر سجدہ میں سر نیاز رکھ کر ان کی ہدایت پذیری کے لیے دُعا میں مانگو۔

۵۴ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خیر و شر کے اس معرکہ میں خیر کو فتح نصیب ہوگی اور شر کو ہزیمت، خواہ خیر کے پاس اسلحہ اور ساز و سامان کی قلت ہو۔ خیر کے علمبرداروں کی تعداد بھی قوی ہو اور شر کے قشون قاہرہ سے زمین کا نیپ رہی ہو پھر بھی خیر کو کامیابی اور شر کو ناکامی نصیب ہوگی بلکہ وہی لوگ جو شر کو پھیلانے اور اس کو غالب کرنے کے لیے جان کی بازی لگانے ہوئے تھے وہ اس سے سارے ناپے توڑ کر شمع حق پر پروانہ دار بننا ہوئے گئیں گے جو پہلے تمہارے اسلام لانے کی وجہ سے تمہاری جان کے دشمن اور تمہارے خون کے پیاسے بن گئے تھے اب وہ سوجان سے تم پر تصدیق اور نثار ہوئے گئیں گے اگر یقین نہ آئے تو خالد بن ولید، عکرمہ بن ابی جہل اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کی زندگیاں کا مطالعہ کر لو۔

یہ تو مسلمان کی قومی اور دینی زندگی کا حال ہے انفرادی زندگی میں بھی صحیح اور پائیدار کامیابی حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کسی شخص نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کچھ نازیبا جملے کہے یہ مکتب رسالت کے اس تربیت یافتہ نے جواب دیا کہ :
إِنْ كُنْتُ صَادِقًا فَغَضِرَ اللَّهُ لِي - وَإِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَغَضِرَ اللَّهُ لَكَ - (قرطبی) اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سزا دے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کے خادم قبر کو کسی نے گال دی۔ آپ سن رہے تھے۔ قبر کو بلند آواز کر کے فرمایا : یا قبر دُع شامک والہ عنہ ترمضی الرحمن وتَسْخَطُ الشَّيْطَانُ - وتَعاقب شامک فما عوقب الحق بمثل السكوت عنہ (قرطبی)
اے قبر! اپنے گال کالنے والے کو چھوڑ دو۔ اور اس کو بھلا دو اس طرح تو رحمان کو راضی کرے گا اور شیطان کو غضبناک کرے گا اور اپنے گال دینے والے کو سزا دے گا، کیونکہ بیوقوف کی یہی سزا ہے کہ اس سے الجھنے کی بجائے خاموشی اختیار کی جائے۔
۵۵ اس مقام رفیع پر پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں جب تک صبر کا دامن مضبوطی سے نہ پکڑ لیا جائے اس وقت

مَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَإِنَّمَا يَنزَغُكَ مِنَ

اور نہیں تو رفیق دی جاتی ان کی مگر بڑے خوش نصیب کو اور اسے سننے والے، اگر شیطان کی طرف سے ہے

الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّكَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

دل میں کوئی دوسرا پیدا ہو تو اس کے شر سے، اللہ کی پناہ مانگ، اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا

اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سرات بھی ہے اور دن بھی سورج بھی ہے اور چاند بھی اللہ عزت سجدہ کرو

نک یہاں دم رکھنا ممکن نہیں حقیقت تو یہ ہے کہ وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب اور بلند اقبال ہے جس کو اس مقام تک ساقی مل

ہوئی ہے۔ علامہ ابن منظور ریلگی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قال الاذهری: والتلقی هو الاستقبال ومنه قوله

تعالیٰ وما یلقاها الا الذین صبروا الا وقیل فی قوله ما یلقاها ای ما یلقیها ویوفی لها الا الصابر (لسان)

ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

اللہ اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ایک بڑی پیاری بات کہہ دی۔ جتنا تم اپنے حسنِ عمل سے خوبصورت روایات قائم کرنے

کی کوشش کرو گے شیطان بھی تمہیں کچھ اٹانے کے لیے اپنی کوششوں کو تیز کر دے گا۔ وہ بھلا یہ کب گوارا کر سکتا ہے کہ تمہاری

ذات میں نیکی جس خلقِ پاکبازی کا ایک ایسا حسین پیکر دنیا کے سامنے پیش ہو جسے دیکھ کر دل بیاختہ اس کی طرف کچھ چلے آئیں

وہ ضرور ڈانگ مارے گا اور پوری جدوجہد کرے گا کہ تجھ سے کوئی ایسی بات صادر ہو جائے جس کا نتیجہ بنا کر وہ تیری ریت

کی دلکشی اور جاذبیت کو ختم کر دے۔ اس لیے اپنے دشمن کے اس وار سے تجھے بھی ہمیشہ بچنا رہنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ تیرے کچھ اچھے کام

جب بھی شیطان کوئی ایسی بات تیرے دل میں ڈالے تجھے چاہیے کہ ایک لمحہ مضائقہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے

کے لیے التجا کر تاکہ وہ شیطان کے شر سے تجھے محفوظ رکھے۔ تو اس عیار کا تنہا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تجھے اللہ تعالیٰ کی مدد اور رفیق

کی ضرورت ہے اس لیے اپنی بے بسی اور ناتوانی کا اعتراف کرتے ہوئے بڑی عاجزی سے درخواست کر کہ وہ تجھے شیطان کی

اس سازش سے بچالے۔ وہ تیری درخواست سنے گا اسے قبول فرمائے گا۔ وہ تیرے حالِ دل سے خوب آگاہ ہے۔

نَزْعٌ یَنزَعُ نَزْعًا کَاسَنی دِل میں دوسرا ڈالنا۔ وہ دوسرے جن کی وجہ سے انسان گناہ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے

نَزْعُ الشَّيْطَانِ کہتے ہیں۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: نَزْعُ الشَّيْطَانِ وَنَزْعُهُ وَنَزْعُهُ فِي الْقَلْبِ بِمَا يَسْئَلُ لِلنَّاسِ

بِمَنْتِ الْعَاصِي (لسان)

اللہ اب پھر شرک کے بطلان اور توحید کی حقانیت پر دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ سورج اور چاند اکثر مشرک قوموں

لِلشَّيْءِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدْ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن

سورج کو اور نہ چاند کو بلکہ سجدہ کرو اللہ کو جس نے انہیں پیدا فرمایا ہے اللہ اگر تم

کُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۖ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ

واقعی اس کے پرستار ہو۔ پھر دیکھی، اگر وہ تکبر کرتے رہیں (تو انکی قسمت، پس وہ (فرشتے) جو آپ کے

رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ۝

رب کے پاس ہیں کسبج کرتے رہتے ہیں اس کی شب و روز نہ اور وہ نہیں جھکتے اللہ

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً ۖ إِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

اور اسکی قدرت کی دشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو دیکھتا ہے زمین کو کدہ کسی وقت خشک تجربے پھر جب ہم اتارتے

الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتِ ۚ إِنَّهُ

ہیں اس پر دبارش کا، پانی تو جھومنے لگتی ہے اور کھل اٹھتی ہے شے بیشک وہ (قادر مطلق) جس نے زندہ کر دیا ہے زمین کو وہی زندہ

کے مسود و مبدود رہے ہیں۔ بتایا جا رہا ہے کہ یہ خود کچھ نہیں۔ یہ تو اس خالق کائنات کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں۔ جو کام اس نے ان کے سپرد کیا ہے اس کو انجام دینے میں صوف ہیں۔ رات کو چاند طلوع ہوتا ہے اور سورج کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ صبح ہوتی ہے تو سورج نور انشائیاں کرتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور چاند کو آنکھوں سے اوچھل کر دیتا ہے۔ اگر یہ مبدود ہوتے تو ہر وقت ہر جگہ موجود رہتے۔ مزید غور فرمائیے۔ دونوں روشن ہیں لیکن ہر ایک کی روشنی کی مقدار الگ الگ اور تاثیر جدا جدا ہے۔ رفتار کسی کی تیز کسی کی سست ان گونا گوں اختلافات میں بھی ہزاروں حکمتیں ہیں جو اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔
۵۹۔ ان کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس ہستی کو سجدہ کرو جو ان کی خالق ہے۔

۶۰۔ اگر کفار اس کھلی صداقت کو تسلیم نہ کریں اور غرور و تکبر سے باز نہ آئیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اپنی عاقبت کو ہی تباہ کر رہے ہیں۔ ان گنت لڑی فرشتے اپنی پاک زبانوں سے اس کی حمد و ثنا میں محو ہیں۔ نہ ٹھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں بلکہ اسی ذکر و تسبیح پر ہی ان کی زندگی کا انحصار ہے۔

۶۱۔ یہاں سجدہ تلاوت کرنا چاہیے۔ احناف کے نزدیک۔ اہم مالک اور کھلی انرا یاہ تعبدون پر سجدہ تلاوت لازم کرتے ہیں۔

۶۲۔ اپنی قدرت کی ایک اور روشن نشانی کا ذکر فرمایا جس کا مشاہدہ وہ آنے روز کیا کرتے تھے۔ اھتز: خوشی سے

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَيْمَانِنَا

کرنوالیہ مردوں کو بلاشبہ وہ ہر چیز پر نوی طرح قادر ہے۔ بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں اپنی طرف سے اٹلانے کرتے ہیں سب

لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا

وہ ہم سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔ تو کیا جو پھینکا جانے لگا آگ میں وہ بہتر ہے یا جو آئے گا امن و سلامتی کیساتھ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

قیامت کے دن! وہ بہتر ہے، تمہو کرو جو تمہاری مرضی یقیناً جو کچھ تم کرتے ہو، وہ خوب دیکھ رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝

بیشک وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو ماننے سے انکار کیا جب انکے پاس آیات آتی تھیں تو وہ جہتِ مرم لوگ ہیں اور بیشک بڑی بڑی قوت والی کتاب ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ

اس کے نزدیک نہیں آسکتا باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ پیچھے سے ۱۳ یہ آتری ہوئی ہے

حکمت کرنا۔ مجھوتا۔ بڑبٹ۔ پھلنا۔ پھولنا۔ بڑھنا۔

۱۳ علامہ ابن منظور الحاد کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الْمُلْحِدُ الْعَادِلُ عَنْ الْحَقِّ الْمُدْخِلُ فِيهِ مَا لَيْسَ فِيهِ؛ یعنی ملحد اس شخص کو کہتے ہیں جو حق سے روگردانی کرے اور اس میں ایسی چیز کی آمیزش کرے جو اس میں نہیں ہے ۱۴ اس کا ایک اور مفہوم بھی بتایا گیا ہے: يُلْحِدُونَ أَي يَغْتَرِضُونَ۔ یعنی وہ اعتراض کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو خود حق سے روگردانی کیے ہوئے ہیں لیکن صرف اس پر اتنا نہیں کرتے بلکہ حق میں ایسی چیزوں کی ملاوٹ کرتے رہتے ہیں جن کے باعث لوگ حق سے ہی نفرت کرنے لگتے ہیں یا جو لوگ آیاتِ الہی میں قطع و ہیکہ کے طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ وہ کتنے مکار اور عیار کیوں نہ ہوں ان کی فاسد نیت کتنی چھپی ہوئی کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں۔ قیامت کے دن انہیں دوزخ میں پھینک دیا جائیگا۔ وہ خود سوچیں اور فیصلہ کریں کہ ان کی یہ حالت اچھی ہوگی یا اس شخص کی حالت بہتر ہوگی جسے قیامت کے دن کسی مواخذہ کا اندیشہ نہ ہوگا۔ ہر خطرہ سے محفوظ ہوگا! امن و مافیت وہاں اپنے جنت میں اخل کرنے کے ذل کا انتظار کر رہا ہوگا۔ ۱۵ موصول اور مصلہ کر قید اور ہانکوں یا معاندوں اس کی خبر ممدون مقدم ہے۔

۱۶ یہ ایسی کتاب ہے کہ کسی شیطان کی مجال نہیں کہ اس میں کی بیشی کر سکے یا اس میں بیان کی ہوئی کسی سچائی کی تجدید

مَنْ حَكِيمٌ حَمِيدٌ ۝ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ

بڑے حکمت والے سب خوبیاں سب کے طرف سے۔ اے حبیب! انہیں کہا جاتا ہے جو کہ گویا پیغمبروں کو آپ

مِنْ قَبْلِكَ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٌ ۝ وَلَوْ

سے پہلے تھے۔ بیشک آپ کا پروردگار اہل ایمان کے لیے بہت بخشنے والا اور دشمنین کے لیے دردناک عذاب دینے والا ہے۔ اور

جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبًا لِّقَالُوا الْوَلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۝ أَعْجَبِي

باغرض اگر ہم اسے بنا کر بھیجتے قرآن بھی زبان میں تو کہتے کہیں نہ کھول کر بیان کی گئیں اسکی آیتیں تھے کیا اچھوٹا ہے کتاب بھی

وَعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۝ وَالَّذِينَ

اور عربی ہے۔ آپ فرمائیے یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے تو ہدایت اور شفاء ہے۔ اور جو

کرتے۔ یہ ایسا مضبوط قلم ہے جس کے تمام اطراف محفوظ ہیں کسی جست سے اس کے اندر کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ کفار
مکہ نے اس میں گڑبڑ کرنے کی کوشش کی اور ہر بار منکر کھائی۔ راہنویوں نے اس کی آیتوں میں رد و بدل کرنے کی ناپاک سعی
کی لیکن ہمیشہ ناکام رہے۔

۶۶ کفار جو اعتراض آج آپ پر کرتے ہیں بعینہ اسی قسم کے اعتراضات آپ سے پہلے جو رسول تشریف لے آئے ان کی
امت کے نابکاروں نے ان پر بھی کیے یہ لوگ پہلے قرصین کا انجام دیکھ لیں اگر یہ باز نہ آئے تو ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا
جو ان کے پیشروؤں کے ساتھ روا رکھا گیا تھا۔

۶۷ ان کفار کا بھی عجیب حال ہے قرآن کریم فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ اس کی آیات بالکل واضح اور ان کا
مفہوم بالکل آشکارا ہے لیکن یہ انہیں قبول نہیں کرتے۔ اور اگر یہ قرآن کسی بھی زبان میں نازل کیا جاتا تو پھر یہ کہتے کہ دیکھو کتاب
لانے والا رسول تو عربی اور جس زبان میں یہ کتاب اس پر نازل ہوئی وہ بھی ہے۔ یہیں کیا خبر کاس میں کیا لکھا ہے بغیر حیکہ انہیں
صرف اعتراض کرنے سے کام ہے عربی میں ہے تب بھی اعتراض کرتے ہیں کسی بھی زبان میں نازل ہوتی تب بھی اعتراض کرتے۔
غصے بدرابہانہ بالسیار والی بات ہے۔

۶۸ تمہیر کلام یوں ہے: اِی کتابٌ اعجمیٌّ ورسولٌ عربیٌّ۔ یعنی کتاب عجمی ہے اور رسول عربی۔

۶۹ اے محبوب! آپ فرمائیے۔ قرآن کریم اہل ایمان کے لیے تو سراپا ہدایت اور پیغام شفا ہے۔ وہ تو اس کی تعلیمات کو دل
سے قبول کرتے ہیں اور اس کے احکام کو صدق دل سے بجالاتے ہیں اور اس کی نواہی سے دور رہتے ہیں! البتہ جن کے

۱۲۔ کہ بعض تبہیل القرآن النبیؐ

لَا يُؤْمِنُونَ فِي أَذَانِهِمْ وَقُرْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولَٰئِكَ

ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں بہوین ہے اور وہ ان پر دبر حال میں مشتبہ رہتا ہے۔ انہیں

يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۖ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

عمر مائیں یا جاتا ہے دور کی جگہ سے اور ہم نے عطا فرمایا موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب پس

فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُضِيَ

اس میں بھی بہت اختلاف کیا گیا ہے مثلاً اور اگر ایک بات ملے نہ ہو گئی ہو کہ آپ کے رب کی طرف سے تو داہنی اذیت

بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۖ ۝١٥ مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا

کر دیا ماما انکے درمیان۔ اور ہشک وہ ایک شک میں مبتلا ہیں اسکے بارے میں جب بے چین کر دینے والا ہے۔ جو نیک عمل کرتا ہے

فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿١٠﴾

تو وہ اپنے محلے کے بے اور حورائی کرتا ہے اس کا دہال اس پر ہے اور آپ کا رب تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

الْبُيُوتُ يُرَدُّ عَلَيْهِمُ السَّاعَةُ وَمَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْثَامِهَا وَ

اسی اثاث کے طور پر بیٹا جاتا ہے قیامت کا علم لگے اور نہیں بھٹکتا کوئی بھیل اپنے غلاموں سے اور

دلوں میں کفر کے اندھیرے خیمہ زن ہیں انہیں اعتراضات سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ اس پیغام حق کو سننے سے انکے کان بھرے ہیں اور وہ ہر وقت شک و شبہ میں ہی گرفتار رہتے ہیں۔

عنی کا معنی دل کا اندھا ہونا ہے۔ یہاں اس سے مراد شبہ میں مبتلا ہونا۔ اسی ظلمۃ و شبہۃ۔

شکِ مُوسٰی علیہ السلام جو بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے ان پر تو رات نازل ہوئی تو اس میں بھی اہل زلیخ نے گڑبولا
اختلافات کا دروازہ کھول دیا۔ وہ شک جو انسان کو قلق و اضطراب سے دوچار کر دے اور سکونِ قلب کی دولت اس
سے محین لے اس کو شکِ مُریب کہتے ہیں۔

۱۷۷ یہاں اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان ہو رہا ہے۔

مَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِيَ

نہ حاملہ ہوتی ہے کوئی مادہ اور نہ بچہ بنتی ہے اس کے علم کے بغیر۔ اور جس روز وہ انہیں پکاریے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک

قَالُوا أَذْنُكَ لَا مِمَّا مِنْ شَحِيدٍ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ

کہیں گے ہم پہلے ہم میں سے کوئی بھی دہرا گواہی نہ دے گا اے اور تم جو ہمیں گے من سے جی وہ پہلے مہلات

مِنْ قَبْلُ وَظَنُوا مَا لَهُمْ مِنْ قَحِيصٍ ۖ لَا يَسْمَعُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُونِ

کیا کرتے تھے اور وہ یقین کر لیں گے کہ اب بھاگ جانے کی جگہ نہیں۔ نہیں آتا انسان سمجھائی کہ دما کرنے

الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيُوسِسْ قَنُوطٌ ۖ وَلَكِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً

سے اچھے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بالکل مایوس (اور) ناامید ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم چکائیں اسے رحمت اپنی جہا

مِنْ بَعْدِ خِرَاءٍ مَسَّتْهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا إِلَىٰ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً

سے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچتی ہے تو کہتا ہے میں اس کی کاستی ہوں اے اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہوگی

اے قیامت کے روز ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ من مکررات خدا جن کو تم میرا شریک بنائے ہوئے تھے، وہ کہاں ہیں تو وہ مکر جانیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم ان کی خدائی پر گواہی دینے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ یا اس آیت کے اس حصہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آج یہاں نظر نہیں آ رہے۔ ہم میں سے کوئی بھی ان کو آج یہاں نہیں دیکھ رہا۔

اے جب یہ دُمائیں مانگنے لگتا ہے تو شکتا ہی نہیں جن خیرات و برکات کا یہ مطالب کرتا ہے ان کی فرست اتنی طویل ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتی اور اگر ذرا تکلیف پہنچے تو پھر بالکل مایوس ہو کر بہت بار بیٹھتا ہے اور اسے یوں لگتا ہے کہ اب اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔

اے اور اگر ہم اس کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو پھر یہ احسان فراموش عجیب و غریب باتیں بناتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں اپنی قابلیت، ذہانت اور تجربہ کے لحاظ سے اس کا بی مستحق تھا کہ یہ نعمت مجھ پر کی جاتی اور اس منصب پر مجھے فائز کیا جاتا۔ یہ خشک مزاج تھا مجھے قیامت کی ہر وقت وحمل دیتا ہے اور میرے پیش و پشت میں بھگ ڈالنا چاہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت آنے کی ہی نہیں یہ یوں ہی ہیں خواہ مخواہ ڈراتے رہتے ہیں۔ اور اگر بالفرض ابھی گئی تو ہم لوگوں کو جو

وَلَكِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ

اور اگر میں لوٹا یا گیا اپنے رب کی طرف تو یقیناً میرے لیے اس کے پاس بھی اکرام ہی اکرام ہوگا۔ یہ سن کر کیا کہی ہے میں، ہم تو آگاہ

كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَإِذَا النُّعْمَا

کرینے کافروں کو جو کثرت انہوں نے کی ہے اور ہم ضرور چکھائیں گے انہیں سخت عذاب۔ اور جب ہم احسان فرمائے

عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ

ہیں انسان پر تو وہ (تکبر سے) منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرنے لگتا ہے اور جب اسے عذیب پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی مایں

عَرِيضٍ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مِّنْ

کرنے لگ جاتا ہے۔ آپ فرمائیے دے کافرو! تم مجھے بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم اسکا انکار کرو تو کون

أَخْلَكَ هَمِّنٌ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ

زیادہ گمراہ ہے اس سے جو اختلاف میں بہت دُور نکل گیا ہو۔ ہم دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق و اُفق میں

فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ

اور ان کے اپنے نفسوں میں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ قرآن واقعی حق ہے شے کیا یہ کافی نہیں کہ آپ کا رب

یہاں وزارت و صدارت کے منصب پر فائز ہیں قیامت کے روز بھی یہیں ہی اکیس قروں کی سلامی دی جائے گی اور ان

شک زاہدوں کو تو وہاں بھی کوئی نہیں پڑھے گا۔

شیخ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برسوں سے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دے رہے تھے اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے ناقابل تردید عقلی اور کونی دلائل پیش فرما رہے تھے لیکن کفار نے اپنے ارد گرد تعصب اور ضد کی ایسی دیوار چن دی تھی جسے وہ کسی نہ کسی طرح قائم رکھتے ہوئے تھے۔ اسلام کے خلاف ان کے جذبات بڑے شدید اور ان کے ارادے نہایت یکساں تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب چاہیں گے پھر تک مار کر وہ یہ چراغ بجھا دیں گے۔ یہ ٹٹھی بھر مسلمان جن میں اکثریت غلاموں، ناداروں اور نچلے طبقہ سے تعلق رکھنے والوں کی ہے ان کی یہ مجال کہاں کہ ہمارے بتوں کی خدائی کا تختہ الٹ سکیں۔ ہم جب چاہیں گے ان کو طامیٹ کر کے رکھ دیں گے۔ ایک ظاہر بین ان نازک حالات میں اسلام کے روشن مستقبل کے بارے میں سوچ

بھی نہیں سکتا تھا اہل کائنات میں ہر چیز کو جاننے والے اور ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں ایک پیشگوئی فرمائی جس کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، لیکن واقعات و حالات بتا رہے تھے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا بظاہر قطعاً کوئی امکان نہیں۔

فرمایا ہم انہیں اکناف عالم میں اور خود ان کی اپنی ذات میں ایسی خائیاں دکھائیں گے جن کے بعد جس حق کا وہ آج انکار کر رہے ہیں، انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہی حق اور سچ ہے اور سالہا سال تک عناد و حسد کی روش پر قائم رہنے کے بعد انقیاد و تسلیم کے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہ رہ جائے گا تعصب کی پٹی اتر جائے گی، آنکھیں آفتابِ سلام کی کراخانیوں سے متغیر ہونے لگیں گی۔ دلوں پر گئے ہوئے قفل لڑتے جائیں گے اور ان کے تاریک سینے نورِ توحید سے جھلک لگیں گے۔ وہ دن آنے والا ہے اور اس دن کے آنے میں اب کوئی زیادہ دیر بھی نہیں جب ان کے ہاتھ میں تھوڑے ہوں گے اور وہ ان باطل معبودوں کو ریزہ ریزہ کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے ہوں گے ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑیں گے جو صدیوں سے ان کے آباؤ اجداد کے معبود اور ان کی عقیدت کا مرکز بنے رہے ہیں۔

وہ آیات یتینات کرن ہی ہیں اس میں علامہ تفسیر کے دو قول ہیں:

وہ فتوحات جو ان بے سرو سامانوں اور اپنے گھروں سے نکالے ہوئے لوگوں کو اندرون ملک اور بیرون ملک حاصل ہوں گی۔ مکہ کے حکمران و مغرور سردار بدر کے میدان میں جس شکست سے دوچار ہونے لگے اس کا ان کے دلوں میں کبھی خیال تک بھی آیا تھا۔ تو مسلمانوں کا شکار کیلئے کے لیے بدر تک چلے آئے تھے۔ انہیں تو یہ شوق یہی کھینچ لایا تھا کہ وہ ایک ایک مسلمان کو پکڑیں گے اس کو گھائل کریں گے اور رقصِ میل کا تاشاد کیجیں گے لیکن قدرت نے جو کشتہ دکھایا اس نے ان کی آنکھیں کھل کر دیں اور وہ اسلام کے متعلق ایک بار پھر سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ بھلا کوئی یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ یہ چھپ چھپ کر اپنی متاعِ ایمان کو لے کر مکہ سے ہجرت کرنے والے زندگی میں پھر کبھی مکہ واپس آسکیں گے لیکن ابھی چند سال بھی نہ گزرے تھے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکرِ خراسان لے کر مکہ کا رخ کر رہا تھا اور اس لشکر کے مختلف دستوں کے پرچم تھا منے والے وہی مکہ کے قریشی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو یہاں سے نکالا تھا آج کفر و شرک میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ اس لشکر کی پیش قدمی کو روک سکے یا اس پر اپنی ناگواری کا ہی اظہار کر سکے۔ پھر یہی لوگ مشرق و مغرب میں جہود و تم کے قلعوں پر جب حملہ آور ہوئے تو نہ کسریٰ اور نہ اس کے رستم و اسفندیار ان کا راستہ روک سکے اور نہ قیسراہی ہزار ہا سالہ قوت و حمیت کے ساتھ ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے میدانِ جنگ میں دشمن کو پے درپے شکست دی اور ممالک فتح کیے بلکہ یہ لوگ جہاں گئے وہاں ابرارِ امت بن کر رہے۔ انسانیت کے چہرہ سے ذلت و تکبر کے خباہت کو صاف کیا۔ ملک و سلاطین کی غلامی کی زنجیروں کو پارہ پارہ کیا اور غیر اللہ کی خدائی سے بھی ان کے غلب و اذہان کو رہائی دلائی اور جہاں جہاں یہ سپہ گلشنِ انسانیت میں بسا گئی وہاں کے لوگ اپنے فائزین کے اخلاق، ان کے اطوار اور ان کی سیرت کی پختگی اور پاکیزگی سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنا آباؤ اجداد کا چہرہ عرب کے ان صحرا نشینوں کا دین قبول کیا۔ اپنی مادری زبان چھوڑ کر عربی زبان کو اپنا لیا۔ اپنے قدیم تمدن و ثقافت کو الوداع

اِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ اَلَا اِنَّهُمْ فِي مَرِيضَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ

ہر چیز پر گواہ ہے ۞ سنو! یہ لوگ کھلم کھلا ہیں اپنے رب کے لئے

رَبِّهِمْ اَلَا اِنَّهُمْ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطُونَ ۝

کے بارے میں ۞ یاد رکھو! وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

کئی اور عرب کے تمدن اور ثقافت کو اختیار کیا۔ اسلام کے برحق ہونے کی اس سے بڑی روشن دلیل اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس نے عرب جیسی قریب، جاہل، ابلہ اور غیر شائستہ قوم کی چند سالوں میں کایا پلٹ کر رکھ دی۔ کہاں وہ دن کہ سارا جن بدو جہالت و وحشت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مدارس و مکاتب نام کی وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ جیسے مرکزی شہر میں گنتی کے چند آدمیوں کے سوا کھانا تک کوئی نہ جانتا تھا اور کہاں وہ صبح نور کہ ہر طرف علم کے آفتاب و مابتاب خیاں پاشیاں کرنے لگے۔ کہاں وہ بربریت اور سنگدلی کہ اپنی بچیوں کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا کرتے تھے اور کہاں یہ احساس ہمدردی و شفقت کہ عمرو بن العاص مصر فتح کرنے کی مہم میں اس خیر کو اکھیر کرنے سے روک دیتے ہیں جس میں ایک کبوتری نے انٹے دے رکھے تھے۔ یہ فتوحات بھی مجوزہ سے کم رہیں اور لوگ سوچنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ کون سی قوت ہے جو ان کے بازوؤں میں بکلی بن کر کوئی نہ رہی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت آفرین مین و سعادت خیر و برکت کا عامل وہ انقلاب تھا جو ان فتوحات کی رہنمائی کر رہا تھا۔

اس آیت کا دوسرا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کتاب انہیں منہابر فطرت میں غور و فکر کی دعوت دے رہی ہے، لیکن لوگ ان میں غور و فکر کی زحمت برداشت نہیں کرتے۔ کائنات کے ذوق و ذوق میں جو جہان معنی مستور ہے اس سے یہ غافل ہیں۔ اگر صرف اپنی آنکھ کی ساخت پر غور کریں اس میں جہنم کی آیتیں اور لطافتیں ملاحظہ رکھی گئی ہیں، جسم انسانی کے مختلف اعضاء کس طرح بنائے گئے ہیں اور کیا کیا کام انجام دیتے ہیں۔ ان کی بناوٹ میں ان کاموں کو نہ نظر رکھتے ہوئے جو منافقتیں رکھی گئی ہیں خبر بات کی وضع قطع کو دیکھتے ہی یقین آ جاتا ہے کہ یہ کسی علیم و حکیم ہستی کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ انسان کے ارد گرد ہر چیز میں ہیں ان میں غور کرو تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس خداوند ذوالجلال کو ماننے کی قرآن دعوت دے رہا ہے اس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں نہ پہاڑ نہ دریا، نہ کوئی کبوتر نہ چاند نہ سورج اور نہ ہی کوئی بڑے سے بڑا انسان۔

۱۱۱ اے محبوب! ان گم کردہ راہ انسانوں کو راہ ہدایت پر چلانے کے لیے جس غلوں جہاں سوزی اور استقامت سے آپ شب و روز کوشش فرما رہے ہیں اور جس ہٹ دھرمی، عناد و کج فہمی اور ایذا رسانی کا طریقہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے یہ دونوں باتیں ہم جانتے ہیں ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہم آپ کے دشمنوں کو ناکام کریں گے اور آپ کے سر مبارک پر کرامت و فلاح کا تابندہ تاج رکھیں گے۔

۱۱۲ ۞ آخر میں بتا دیا کہ جس کے دل میں قیامت کے بارے میں شبہ ہوتا ہے وہ سرکشی اور نافرمانی کی روش سے باز نہیں آتا اس کے

سامنے ہزاروں دلائل پیش کیے جائیں وہ انہیں لائق التفات ہی نہیں سمجھتا۔ وہ اس دنیوی زندگی کو ہی سب کچھ جانتا ہے اس لیے اس کی ساری کوششیں ایک ہی نقطہ پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہیں کہ وہ زندگی کے ان ماہ و سال میں زیادہ سے زیادہ لطف اٹھالے، زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر لے اور اونچے سے اونچے منصب تک رسائی حاصل کر لے۔ اس کے لیے اسے اپنے شرف انسانی، عزت نفس اور اخلاق عالیہ کی قربانی بھی دینا پڑے تو وہ کوئی تھجک محسوس نہیں کرتا۔ وہ فقط اپنی ذات کو سنوارنے اور اس کو اونچا کرنے کے لیے پوری بستی پورے علاقہ تک پوری امت کی قسمت کے ساتھ کھیل جاتا ہے۔ لیکن یہ سزا انہیں آخر کار منگنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ لوگ بھی اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں۔ جب وہ علیم و قدیر ان سے انتقام لے گا تو انہیں اپنی ماقبت معلوم ہو جائے گی۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين شفيع المذنبين رحمة للعالمين
سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين۔
ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي و
علي والدي وان اعلم صالحا لمرضاه واصليح لي فـ ذريتي۔
انـ تبت اليك والـ من المسلمين۔

محمد کرم شاہ

ليلة الجمعة ۹ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

۱۴ دسمبر ۱۹۷۲ء

تعارف

سُورَةُ الشُّورَى

قام : آیت نمبر ۲۵ میں شوریٰ کا لفظ ہے۔ یہی اس سورت کا نام ہے۔ اس سورت میں پانچ رکوع، تریں آیتیں آٹھ سو ساٹھ کلمات اور تین ہزار پانچ سو اسی حروف ہیں۔

زمانہ نزول : سورہ یونس سے الاحقاف تک یہ سات سورتیں ہیں جن کا آغاز ختم سے ہوا۔ ان سب کا اس وقت نازل ہونا جبکہ کنار کا عباد اور مخالفت اپنی استقامت کو پہنچ چکی تھی۔

مضامین : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اہل کفر و کفر نے کہا کہ یہ انسان جس کا دامن ہر طرح کی آلائشوں سے آلودہ ہے ان میں سے کسی کو منصب نبوت پر فائز کر دیا گیا ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ان کی اس حیرت کا ازالہ یہ کہہ کر دیا کہ نوح انسانی میں ظاہر ہونے والے اگر یہ پہلے ہی ہوتے تو تم انہیں تعجب میں حق بجانب نہتے۔ لیکن یہ سلسلہ نبوت تو آدم علیہ السلام سے شروع ہے۔ ان میں سے کسی نبی کی نبوت پر تمہیں اعتراض نہیں۔ اعتراض ہے تو اس نبی پر حق پر جو تمہاری ذہنی ہونی کشتی کو ساحل پر پہنچانے کے لیے آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی کا انکار : اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار اور بے شمار معبودوں کی پوجا پاٹ کا جو گناہنا کا دہار تم نے شروع کر رکھا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ آسمان پھٹ جاتا، نظام عالم درہم برہم ہو جاتا اور تمہارا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا، لیکن اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ وہ تمہیں قذرا ہلاک نہیں کر دیتا، بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ تم غور و فکر کر سکو۔

یہ بھی بتا دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرشتوں کی طرح سارے انسان بھی ذکر و فکر، عبادت و طاعت میں سرگرم رہتے اور کوئی بھی سربراہ انحراف نہ کرتا، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ انسان کو اختیار و ارادہ کی نعمت سے نوازا جائے تاکہ ان بندوں کی طرف جانے والا راستہ اس کے لیے ہموار ہو جائے جہاں کسی اور مخلوق کی رسائی نہیں۔ جو لوگ اپنی مرضی سے عقیدہ اور عمل کی گمراہی اختیار کرتے ہیں ان کو اپنے کیسے کی سزا بخشی پڑے گی۔

اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھا دیا کہ جس طرح وہ تمہارا خالق اور مالک ہے اسی طرح اسی کو یہ زیبا ہے کہ وہ تمہارے لیے ایک ایسا نظام حیات تجویز کرے جس کو اپنا کرم و ارباب کی سعادوں سے بہرہ ور ہو سکو۔ جس طرح کسی غیر کو خالق نہیں مانا جاسکتا اسی طرح اس کے بغیر اس کی مخلوق کے لیے کسی کو مضابطہ حیات مقرر کرنے کا اختیار بھی نہیں دیا جاسکتا۔

تمام انبیاء ابتدا سے ایک ہی دین کی دعوت دیتے آئے ہیں۔ انہوں نے انسانی معاشرے میں اقتراق و انتشار کی کبھی قسم ریزی نہیں کی۔ البتہ ان کے بعد آنے والے اہل غرض نے اپنی سرداری کا رنگہ جمانے کے لیے باہمی تفرقہ بازی کا آغاز کیا۔ آیت ۱۵۱ خصوصی توجہ کی سمت ہے جس میں دس احکام دیے گئے ہیں۔

نبوت میرا کاروبار نہیں اس کے ذریعے سے میں دولت کمانا نہیں چاہتا۔ میں اپنی اس دوسوزی کا تم سے کوئی اجر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ ہاں میرا ایک ہی مطالبہ ہے کہ تم باہم شکر و شکر ہو جاؤ۔ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو تاکہ تمہاری یہ دنیوی زندگی ہر قسم کی بے چینیوں اور تکالیف سے محفوظ ہو جائے اور تم یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت انجام دے سکو۔

رزق کی تقسیم وہ اپنے حکیمانہ انداز سے کرتا ہے۔ اگر ہر ایک کو رزق فراوان مل جائے تو لوگ سرکش اور باغی ہو جائیں۔ اہل ایمان کی متعدد خوبیاں پہلے بیان کیں۔ ان میں سے ایک یہ خوبی بھی بیان کی کہ وہ اپنے گھریلو معاشی اور سیاسی تمام معاملات باہمی شوریٰ سے طے کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست کا یہ وہ اصول ہے جس پر اگر عمل کیا جائے تو اسلامی سوسائٹی میں آمریت مطلق العنانی اور ڈکٹیٹر شپ کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔

ان کی خوبیوں میں سے اس خوبی کو بطور خاص ذکر کیا آیت ۱۵۹ کہ مسلمان بے غیرت اور بے حیثیت نہیں ہوتا کہ مخالف اسے جوتیاں مارتا ہے اس پر ظلم و تشدد روا رکھے اور یہ سر جھکانے خاموشی سے اس تذلیل کو برداشت کرتا ہے بلکہ وہ انتقام کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جب تک بدلہ نہ ملے اسے چین نہیں آتا۔ دشمن پر قابو پالینے کے بعد اس کو معاف کر دیتا بھی مومن کا شیوہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو جن مختلف طریقوں سے وحی پہنچاتا ہے ان کا ذکر بھی کر دیتا ہے کہ کسی کو غلط فہمی نہ رہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَتَحْسِبُ أَيْدِيكَ يُغْنِيكُمَا

سنت شریفی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ ۵۲ آیت اور ۲ رکوع

حَمْدٌ ۱ عَسَقٌ ۲ كَذَلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ

مادیم۔ میں میں تاف سے اسی طرح کے مطالبہ نفسہ دی فرما رہا ہے آپ کی طرف سے اور ان (توفیقوں) کی طرف جو آپ سے پہلے

اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۳ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ

گزرے ہیں۔ اللہ جو زبردست و اور بہت دانہ ہے۔ اسی کا ہے جو کہ آسمانوں میں ہے اور جو کہ زمین میں ہے۔ اور وہی سب

الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۴ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ

سے اعلیٰ اور عظمت والا ہے۔ قریب ہے کہ (جہاں الہی سے) آسمان پھٹ پڑیں اپنے اوپر سے۔ اور ایسا نہیں ہوتا کیونکہ فرشتے

سے یہ عروق مقطعات ہیں۔ ان کی تشریح بارگاہ رکھی ہے۔

سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان کہ پھر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوتی ہے اور جو کلام میں تمہیں سناتا ہوں یہ میرا نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے۔ اس اعلان نے کتاب کہ کو گونا گوں چیزوں میں مبتلا کر دیا تھا وہ اسے ایک نہونی بات سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک آج تک ایسا نہیں ہوا اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کسی بندے سے یہ کلام ہو۔

ان کی اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے کہ لک سے ریت کا آواز کیلئے یہ کلام جو تم میں سے ہے جو ہر اس حرکت و برکت سے اللہ کی اپنی نہیں بلکہ اسی طرح میں وسعت سے ہر کلام ہم نے پہلے ہی ایمان پر نازل فرمایا ہے تاکہ یہ خیال کہ ایسا نہیں ہو سکتا باطل ہے ایسا ہر طرف مفسد ہی نہیں بلکہ اس کی حکمت کا تقاضا ہی ہے جب اس نے انسان کی جہاں زندگی کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا تو اس کی حکمت انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کی بقا اور نشوونما کو دیکھ کر پس پشت ڈال سکتی ہے۔ اسی لیے العزیز اور الحکیم کے اسلئے خوشی یاں ذکر کیے گئے۔

سے جب بندوں اور شیعوں میں جو چیز ہے وہ سب اس کی حکمت ہے تو اس کے بغیر اور کس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ انسان کے لیے کوئی ضابطہ حیات تجویز کرے بلکہ اس کے بغیر اور کون ہے جس کے پاس اتنا علم اور قدرت ہو کہ وہ اس نہایت وسیع اور از حد اہم کام کو حسن و خوبی سے انجام دے سکے جن کو اس کا ہمسر بنایا جاتا ہے، یا جو بد قسمت اس کا ہمسر بننے کی ناکام کوشش کرتے ہیں وہ تو سب اس کی مخلوق اور اس کے مملوک ہیں۔ ان کا علم بھی محدود ہے اور ان کی قدرت بھی ناتمام ہے۔ خود سوچو خالق و مخلق، مالک و مملوک، عالم اور جاہل، قادر اور عاجز، بھی کسی ایک دوسرے سے کہہ سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ سب سے اونچا اور اعلیٰ اور سب سے نیاں عظمت و سلطنت والا ہے۔

سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو عزت اور شان بخشی ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان اپنے رب کریم کی اطاعت سے ہر نوا خوار

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۚ الْآرَءَ

تسبیح کر رہے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور بخشش طلب کر رہے ہیں اہل زمین کے لیے ۔ شے سن رہا یقیناً

اللَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ

اللہ ہی بہت بخشنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ اور جنہوں نے بنا کر کے ہیں اللہ کے سوا اور دوست

حَفِظُوا عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا

اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے ان کے حالات سے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں ۔ شے اور یونہی ہم نے وحی کے ذریعہ آگاہ ہے

نکات: اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنی ساری کوشش صرف کر دیتا لیکن اس نے فقط عملی طور پر ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے سزا ہی نہیں کی بلکہ اس کی عظمت و تقدس پر بھی حرف گیری شروع کر دی کہی اس کی مناعت کما یہ کا انکار کیا، کہی اور صاف ذمہ کی نسبت اس کی طرف کرنے کی گستاخی کی۔ کہی مابجز اور دینا مذہم مخلوق کو اس کا شریک ٹھہرایا اور کہی سرے سے اس کے وجود کا ہی انکار کر دیا انسان کی وہ سیم گستاخیوں اور بے بنیادوں کا تصانیف و یتما کہ نظام کائنات جسکے آرزو آسمانوں کی شکم اور مضبوط چھتوں میں اور پے نیچے تک شکاف پڑ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ عظیم اور کریم ہے اس کے حوصلے کی انتہائیں اس کے بخود و کرم کا اندازہ نہیں دیکھا جاسکتا وہ ان سرکشوں کو پھر بھی سوچنے، سمجھنے کی ہمت دے رہا ہے۔

شے اکثر انسانوں کا تو یہ حال ہے لیکن فرشتے اپنی پاک اور نوری دنیاؤں سے ان تمام موبدات سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر رہے ہیں جو انسان اپنے خالق کی طرف مہوب کر رہے۔ اس کی مناعت کمال کا ذکر کہہ کے اس کی حمد و ثنا کے گیت گاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایلاد آدم کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے مذاب ظاہر ہے اور حق و غور کی گرم ہزاری کے باوجود بے باطل مالم اسٹ نہیں دی جاتا۔

بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی بخشنے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ اس کی شان مغفرت اور اس کی رحمت بے پایاں کے باعث نظام کائنات قائم ہے۔ شے کفار نے اپنا شرع جو دیت اپنے سب کریم سے توڑ کر اپنے ہل جوروں کے ساتھ جوڑ لیا تھا اور وہ یہ جتے تھے کہ ان کے کرتوتوں سے کوئی آگاہ نہیں اور نہ ان سے ان کے متعلق کوئی باز پرس ہوگی اس لیے وہ بڑے الینان سے ہر قسم کی مذیل عترتیں کئے ڈالنے کی پھر شرعاً اور شان کے چوتھا کہ ان سے لڑنا بڑا نام ہوتے۔ اللہ حفیظ سے ان کی اس غلط فہمی کو توڑ دیا جہاں ہے اور انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے اور ان کا ریکارڈ محفوظ رکھا جا رہا ہے۔ وہ ملامتیں اپنی کارستانیوں کے تعلق دیکھنے پڑیں گے۔ کفار نے ہر شے ہنگامی کے لیے ایک ملک مجوزہ قرار رکھے تھے اور ہر شے کو اس کے متعلق شہر حیات میں منظر مطلق اور کار ساز سمجھتے تھے۔ اس لیے اتنا دامن دونہ اولیاء کے الفاظ متحمل ہیں۔ دل کا اندازہ کہ چھت میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں اس کا معنی التوئی لا مورا العالم یعنی امور عالم کا کار ساز یہاں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہو رہا ہے اور اس معنی میں کہی کر دل کہنا بشکر کہ ہے۔

شے حضرت علیہ السلام بڑی دلسوزی سے انہیں ہدایت کی طرف بلاتے، ان کے سامنے اپنے دعوے کی صداقت کو بھارت

إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِنُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَنُنْذِرَ يَوْمَ

آپ کی طرف قرآن عربی زبان میں تاکہ آپ وراثتیں اہل ذکر کو شہ اور جو اس کے آس پاس وراثتیں ہیں اور تاکہ آپ وراثتیں اگئے

الْجَمْعَ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝ وَلَوْ

ہونے کے دن سے جس کی آمد میں کچھ شبہ نہیں۔ اس دن) ایک فریق شہ جنت میں اور دوسرا فریق بھڑکتی آگ میں ہوگا اور اگر

شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ فِي

چاہتا اللہ تعالیٰ تو بنا دیتا ان (سب) کو ایک امت شہ لیکن وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی

اور دلائل سے ثابت کرتے، ان کے شکوک و شبہات کا بڑے مؤثر طریق پر قطع قلع فرماتے، اس کے باوجود جب وہ باطل سے
چمٹے سبھنے پر اصرار کرتے تو حضورؐ کو از حد ذکر ہوتا اور بڑے افسردہ خاطر ہوتے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے حبیب! آپ ستنے بخیرہ
خاطر کیوں ہوتے ہیں۔ آپ پران کی گواہی کی کوئی ذمہ داری نہیں اور نہ ان کے بارے میں آپ سے کوئی ذمہ پڑتا ہوگا۔ آپ کا فرض تبلیغ حق
تھا وہ آپ نے اس طریق پر ادا کر دیا۔ اب یہ جانیں اور ان کی قسمت۔ آفتاب ہایت طلوع ہو چکا۔ اس کی کرنوں سے سارا عالم
جگمگا رہا ہے، لیکن یہ اب بھی آنکھوں پر قنصب کہتی بانٹے کفر و شرک کے اندھیروں میں ٹامک لڑکیاں مار رہے ہیں۔ الوکیل،
الکفیل، جو کسی کا ضامن اور ذمہ دار ہو۔

شہ اے حبیب! یہ قرآن ہم نے عربی زبان میں آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ جو تمام بستیوں کی اصل ہے اس کے سبھنے والوں کو
آپ بروقت خبردار کر دیں اور اس کے شرق و مغرب میں پھیلے ہوئے جتنے دیہات، قصبے اور آبادیاں ہیں ان کو آگاہ کر دیں کہ قیامت کا
دن آنے کا ضرور آئے گا اس کے آنے میں قطعاً کوئی مشبہ نہیں۔

شہ اس روز انسانوں کی تقسیم عربی و عجمی، مغرب و مہر، سفید فام اور سیاہ فام کی بنیادوں پر نہ ہوگی بلکہ نیک و بد اعمال کی بنیاد
ہوگی۔ نیکو کار جنت میں اور بدکار دوزخ کی بھڑکتی آگ میں پھینک دیے جائیں گے۔

شہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو بھی ارادہ کی آزادی اور اختیار نہ دیتا جس طرح دوسری مخلوقات ہے چونکہ اس کے احکام کی
تعمیل کر رہی ہے اسی طرح حضرت انسان بھی اس کے احکام کے سامنے سرانگندہ رہتا، لیکن رحمت الہی نے یہ گواہ کیا کہ اس کی صفت تخلیق
کا یہ شاہکار عمل کی آزادی سے محروم ہو گئے اور بیل کی طرح بے ارادہ اور بے اختیار زندگی گزار کر رہی ملک ہم ہوا اس یس اللہ تعالیٰ
نے انسان کو ارادہ اور عمل کی ایک گونہ آزادی عطا فرمائی تاکہ وہ راہ حق پر گامزن ہو تو اپنی مرضی سے اور اگر کفر و گمراہی پر کار بند ہو تو اپنی
مرضی سے جو لوگ ہایت قبول کریں گے اللہ سیدھی راہ پر چلتے رہیں گے قدم قدم پر نصرت الہی ان کی حوصلہ افزائی کرتی رہے گی اور جو
بد نصیب دانستہ غلط راہ منتخب کریں گے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر جلاکت کے گٹھے میں گسے ہوئے نہر ہوں گے تو

رَحْمَتِهِ وَالطَّالِبُونَ مَا لَهُمْ مَقَرٌّ وَرَاحَةٌ وَلَا نَصِيرٌ ۝ أَمْ اتَّخَذُوا

رحمت میں اور جو ظلم کرتے دلتے ہیں نہ ان کا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔ کیا انہوں نے بتلیے

مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ فَإِنَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى

ہیں اسے چھوڑ کر دوسرے کارسازانہ پس اللہ ہی حقیقی کارساز ہے اور وہ زندہ کرنا ہے مردوں کو اور وہ ہر چیز پر

ان کی منت سماجت نہیں کی جائے گی کیلئے ماسو تم ایسا نہ کرو۔

اللہ جو لوگ جان بوجھ کر اور اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بجائے اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہ ظالم ہیں۔ ایسے ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔۔۔ کتنے احمق ہیں کہ قادر و توانا پروردگار کو چھوڑ کر بتوں کو انہوں نے اپنا کارساز بنا لیا ہے۔ بھلا بے بس اور باتواں بتوں کی اپنا کارساز بنا کر انہیں کیا فائدہ ہو گا جو اپنی گڑھی نہیں بنا سکتے وہ ان کا کیا بھلا کریں گے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ایسی ہستی کو اپنا کارساز اور حامی بنائے جو ہر قسم کی قدرت کا مالک ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کی قدرت اور طاقت کا یہ عالم ہے کہ پہلے تو مردہ کو چشم زندہ میں زندہ کر کے شکل سے شکل کام کو آسان کر دے، پھر وہ پھر دوبارہ مرے گا۔ اگر وہ کھوٹنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف مردہ جسوں کی یہ زندہ نہیں کر سکتا کہ مردہ دلوں کو بھی زندہ فرماتا ہے۔ قال النوا سحلی رحمہ اللہ یغیی القلوب بالنبی ویمیتہ بالانفس بالاختار؛ واسطی فرماتے ہیں کہ جب کسی دل پر اپنی شکل فرماتا ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے اور جب چھپ جاتا ہے تو نفوس اس سے مر جاتے ہیں۔ لیکن یہ سعادت فقط ان کو نصیب ہوتی ہے جو نہ کشتی اور نافرمانی کی ریشش کو ترک کر کے اطاعت و انابت کی راہ اختیار کرتے ہیں، جو غرور و کبر کے انداز چھوڑ کر عاجز و نیاز کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ مولانا رومؒ نے خوب کہا ہے۔

۱- پیش یوسف نازش و غربی مکن جز نیاید و آب یقیناً مکن

۲۔ — اربہا راں کے شود سر بنز سنگ خاک شوم گل بردنی دھب سنگ

۳۔ سالہا تو جنگ بودی و فخر آتش آزمون و یک زمانے خاک باش

ترجمہ

۱۔ یوسف کے سامنے آذر و امانت کرو۔ اقلیہ بنیاد رآو یقیناً کے بغیر اس کے سامنے کچھ نہ کرو۔

۲۔ موسمِ باری میں پتھر سرسبز نہیں ہوتے۔ مٹی بن ہاتا کہ تجھ سے رنگ بننے پھول نے گیس۔

۳۔ اے نادان! سالہا سال تو دل دکھانے والا پتھر بنا رہا۔ ہماری بات کو آزاد اور کچھ محسوس کے

لیجے مٹی بن جاؤ۔

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى

پرہی طرح قادر ہے۔ اور جس بات میں تمہارے درمیان اختلاف رہتا ہو جانے سے اس کا فیصلہ اللہ

اللَّهُ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ فَاطِرُ

کے پروردگار، یہی اللہ میرا رب ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ وہ پیدا کرنے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ

الاسماں اور زمین کا بنانے والے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے اور مویں

۱۲۔ کسی نظریہ کے حق یا باطل ہونے، کسی چیز کے حلال و حرام ہونے، کسی عمل کے مفید اور مضر ہونے میں اگر تمہارا کسی قوم سے اختلاف ہو یا آپس میں تمہارا کسی بات میں نزاع ہو تو اگر تم اپنی عقل و فہم سے ہی حل کرنے کی کوشش کرو گے تو جھڑپا برپا ہوتا ہے۔ اختلاف کی خلیج وسیع ہوتی جاتی ہے۔ اس اختلاف و انحراف سے نجات پانے کا یہی ذریعہ ہے کہ اپنی عقل ناقص کو صحیح بنانے کے بجائے اپنے خداوند قادر کس کے فیصلہ کے سامنے تسلیم و فہم کر دیا جائے۔ جو عظیم بھی ہے اور عظیم بھی اور جو رحیم بھی ہے اور کریم بھی۔

۱۳۔ وہ ذات جو مدد و احسان و دلوں صفات سے موصوف ہے یہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی میرا پروردگار ہے۔ میں نے اپنے تمام کام اسی کے سپرد کر دیے ہیں اور جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میری نگاہیں اسباب و وسائل کے مجال میں اٹک کر نہیں رہ جاتیں۔ میں غلوں و دل سے اسی کی بارگاہ بیکس پناہ میں رجوع کرتا ہوں۔ تم خود دیکھ لو کہ کامیابی کس کے قدم پر چم رہی ہے اور فتح و نصرت کا تاج کس کے سر پر جگمگا رہا ہے۔ تم اپنے وسائل کی کثرت، ساز و سامان کی بہتات اور طویل تجربات کے باوجود پسپا ہو رہے ہو اور میں اپنی بے سرو سامانی کے باوجود اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہوں۔ کیا یہ اس امر کا کلام ثبوت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے میدان جیت لیا کرتے ہیں۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات جلیلہ و کللیان جو رہا ہے کہ بندوں اور پستیوں کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور ان کو آباد و بار و رفیع بنانے والا بھی وہی ہے۔ اس کی قدرت و حکمت کی نزاکتیں ملاحظہ ہوں کہ اس نے تنہا آدم علیہ السلام کو ہی پیدا نہیں کیا بلکہ زندگی کی ہر مرحلہ میں اس کا دل نبھانے والی اس کے حوصلوں کو بلند رکھنے والی اسی کی جنس سے حوا بھی پیدا کر دی۔ اس کے ساتھ ساتھ انفرائش نسل کا انتظام بھی فرمادیا تاکہ جب تک خالق کائنات کی مرضی ہدیہ بخش آ رہے اس کی متابعتی ہوئی رہے اس میں نئی نئی کوششیں ہوتی رہیں۔ ہر جگہ نئے نئے کھنچے کھل کر پھیل رہے ہیں۔

صرف انسانوں کی انفرائش نسل کا انتظام نہیں فرمایا بلکہ طرح طرح کے حیوانات جہاں انسان کی گونا گوں خدمات سرانجام دے رہے ہیں

الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذُرُوكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ

سے بھی جوڑے بنائے۔ وہ پہلا گارہتا ہے تمہاری نسل کو اس کے ذریعہ نہیں ہے اس کی مانند کوئی چیز ہے اور وہی

السَّيِّئَةُ الْبَصِيرُ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ

سب پر نینے والا دیکھنے والا ہے۔ اس کے قبضہ میں ہیں کہنیاں آسمانوں اور زمین کے غزائوں کی۔ ۱۱۔ کشادہ کرتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ شَرَعَ لَكُمْ

رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے) بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اس نے قرآن پایا ہے

مِّنَ الدِّينِ مَا وَطَّي بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا

تمہارے لیے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جسے ہم نے بذریعہ وحی بھیجا ہے آپ کی طرف اور جس کا

انہیں بھی نرا اور مادہ پیدا کیا تاکہ ان کی نسل بھی بڑھتی رہے اور انسان کی روزانہ ضروریات کی تکمیل کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ ہندو کم

ای ہیکرم من الذرۃ: البعث۔ (منظری) یہ ذرۃ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے پھیل جانا۔ یعنی وہ تمہاری تعداد کو بڑھا رہا ہے اور

تمیں دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا رہا ہے۔ فیہ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ اے فی ہذا التذکرۃ وهو جعل الناس

ازواجاً۔ (منظری) یعنی انسانوں اور حیوانوں کو جوڑا بنایا تاکہ ان کے نسل کے پھیلنے اور بڑھنے کا اہتمام کر دے۔

۱۱۔ کوئی چیز ذات میں یا صفات میں اللہ تعالیٰ کی مانند نہیں تاکہ اگر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی پندولی ہلے تو کام میں جانے نہیں

کو اپنے خالق کا در چھوڑ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ وہ وسیع اور بصیر ہے۔ اپنی ہر مخلوق کی فریاد اور اس کا ناتہ درد بھی سن رہا ہے اور اس

کی حالت زار کو دیکھ بھی رہا ہے۔ اور کون ہے جس کی یہ شان ہو۔

۱۲۔ بسا اوقات انسان نفسِ عاجل کے لیے بادشاہوں اور اربابِ ثروت کی محبت کا دم بھرنے لگتا ہے۔ اس طرح ان کے

ظلم و ستم کا آواز کار اور لوٹ کھسوٹ کی سرگرمیوں میں ان کا ہاتھ بٹلنے لگتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو کام وہ کر رہا ہے اور جو کام اس کی

لیا جاتا ہے یہ سراسر ظلم ہے اس میں خدا کی نافرمانی اس کے بندوں کی حق تلفی اور دل آزاری ہے اس کا ضمیر بھی اس کو طاقت

کر رہا ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ باز نہیں آتا کیونکہ اس کو یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا رزق چھین جائیگا

اور اپنے منصب سے اسے محروم کر دیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے غزائوں کی کہنیاں تو اللہ رب العلیین

کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ رزق کی تقسیم کا کئی اختیار بھی اسی کو حاصل ہے۔ وہ جس کو چاہے بے حدود حساب عطا فرمائے اور جس کو چاہے

وَصَيَّنَّا يَاسَا بْنَ إِبرٰہیمَ وَمُوسٰی وَعِیْسٰی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ

ہم نے حکم دیا تھا کہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ دھیمہ اسلام کو کہ اسی دین کو قائم رکھنا شے اور

کنا چاہے اسے کوئی دے نہیں سکتا اس لیے بندہ بننا ہے تو اس کا بنو، حکم ماننا ہے تو احکم الحاکمین کا مانو، رزق و عزت کے طلبگار ہو تو اکرم الاکرمین کے دربار پر حاضر ہو کر دامن پھیلاؤ، کیوں اس کے دشمنوں کے سامنے بھکاری بن کر جاتے ہو۔ اس طرح تم اپنی بد کو بھی فائدہ اٹھا لو گے اور اپنے رب کو بھی ناراض کر لو گے۔

۱۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی جلالت شان اور عظمت و کبریا کی کا بیان ہوا۔ اب اس دین قیم کے قائم کرنے اور قائم رکھنے کا حکم صادر فرمایا جا رہا ہے جس کی تائیس اور تکمیل کے لیے سارے اولوالعزم رسول مصروف جہاد ہیں۔ شریع کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ شریع: مسن، کوئی طریقہ مقرر کرنا۔ شریع: اظہر، اوضح و بین۔ کسی غفی چیز کو ظاہر کرنا۔ اس کو یوں حیاں اور آشکارا کرنا کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش تک باقی نہ رہے۔

ارشاد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جس کی جلالت شان کے تذکرے ہو رہے ہیں اسی نے اس دین کو پرورش اور دین کر دیا جس کا حکم اس نے رسول اقل حضرت نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جس پر آپ کو اے خاتم الانبیاء بذریعہ وحی آگاہی بخشی ہے اور یہی وہ دین ہے جس کے بارے میں حضرات ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دینیت فرمائی گئی تھی۔ سپر رسالت کے یہی وہ ختم و تابندہ مہر و ماہ ہیں جنہیں اولوالعزم رسول کے جلیل لقب سے نوازا گیا ہے۔ فرمایا پہلا اور آخری رسول اور مختلف دہور و شعور میں تشریف لےنے والے یہ جلیل القدر رسول ایک ہی دین اور ایک ہی نظام حیات کے داعی اور مبلغ تھے۔ صرف داعی اور مبلغ ہی نہیں بلکہ اس کے مؤسّس اور اس کو پروان چڑھانے والے بھی تھے۔ انبیائے کرام نے ایک دوسرے کی تخریب نہیں کی اور اپنے اپنے دور میں علیحدہ ادیان قبول کرنے کے لیے نہیں کیا بلکہ ایک اور صرف ایک دین کے لیے کوشاں رہے۔

۲۔ آیت کے اس حصے کا پہلے حصے سے کیا تعلق ہے اس کے متعلق دو قول ہیں: یا تو یہ شریع کے منقول کا بدل ہے۔ اس صورت میں یہ ممکن منوں ہو گیا یہ بتانے مذبذوب کی خبر ہے۔ کلام کے پہلے حصے کو سننے کے بعد یہ سوال دل میں کھٹکنے لگتا تھا کہ وہ کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے ان اولوالعزم رسولوں کو دیا تھا۔ فرمایا: ہوا قاحۃ الدین تو ان اقیما و خبر ہے اور ہو مذبذوب ہوتا۔ اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ تمام انبیاء کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اس دین کو قائم کرو۔ لوگوں کی عملی زندگیوں میں اسے رائج کرو۔ تاکہ لوگوں کے اعمال اسی دین کے قالب میں ڈھل جائیں۔ صرف زبانی دعوت دینا اور اس دعوت کے محاسن کو بیان کرتے رہنا ہی انبیاء کا فریضہ نہ تھا بلکہ ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ جہاں یہ نظام حیات رائج نہیں وہاں اسے رائج کیا جائے اور جہاں یہ رائج ہے وہاں یہ اہتمام کیا جائے کہ یہ رواج پذیر رہے۔ ایسے عوامل اور محرکات سے اس کی پوری پوری حفاظت کی جائے جو اس کو عملی زندگی سے بے دخل کرنے پر منتج ہوں۔

یہ نصب العین جو انبیاء و رسل کی عظیم البرکات زندگیوں کا نصب العین تھا یہی نصب العین آج امت محمدیہ علی صاحبہا

لَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي

تفرقہ نہ ڈالنا اس میں بہت گراں گزرتی ہے مشرکین پر وہ بات جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ

افضل اسرار و اعلیٰ التعلیمات کے لیے من جانب اللہ مقرر کیا گیا ہے اور انہیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آراء و اہواء کا اتباع کر کے اپنی حیثیت کو امتیاز کا شکار نہ بنادیں اور ایک امت کو متفقہ و فرقوں میں بانٹ کر بے وقار نہ کر دیں کیونکہ اگر انہوں نے اپنی وحدت اور یکجہتی کو فرقہ بازی کی نذر کر دیا تو پھر اقامت دین کے فریضہ سے وہ حمد و برکت سے محروم ہو سکیں گے۔ ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔ ان کی ہوا اکٹرا جائے گی۔ نئے انسانی معاشرہ میں اس کو قائم کرنا تو بڑی بات ہے۔ جہاں ان کے اسلاف کی کوششوں کے باعث دین قائم ہو چکا ہے وہاں اس کا باقی رہنا بھی مشکوک ہو جائے گا اور اس کا مشاہدہ ہم اپنے ہاں کر رہے ہیں۔ اس لیے قرآن کریم میں متعہ و مقامات پر متعہ و مستحق رہنے کی ہدایات دی گئی ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنے ارشادات مالئہ حکیمانہ میں ہمیں بے اتفاقی سے ڈرایا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فارق الجماعة شبرا فمدرج في ربة الاسلام من عنقه۔ جس نے دانستہ ایک بالشت بھر کے لیے کسی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی اس نے گویا اپنے گلے سے اسلام کا رشتہ اتار پھینکا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعة اللہ تعالیٰ کی نصرت اور رحمت کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے ایک بڑی پیاری حدیث منقول ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الشیطان ذنب الانسان کذب الغم یاخذ الشاذة والقاضیة والتاحیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة (رواہ احمد) یعنی حضورؐ نے فرمایا جس طرح بکریوں کے لیے میڑا ہوتا ہے اسی طرح شیطان انسان کے لیے میڑا ہوتا ہے۔ میڑا اپنے ریوڑ سے الگ ہو جانے والی یا ڈور آگے چل جانے والی یا ایک طرف ہو جانے والی کو ہی پکارتا ہے اور میں تمہیں اس بات سے ڈیٹا ہوں کہ تم گروہ گروہ ہو جاؤ۔ تم پر لازم ہے کہ تم جماعت کے ساتھ اور عام لوگوں کے ساتھ رہو۔ (مظہری)

اللہ کے محبوب! یہ دین حق جس کی دعوت آپؐ جے رہے ہیں، مشرکین کو از حد ناگوار ہے۔ اس دین کو قبول کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اپنے ان مہمودوں سے قطع تعلق کر لیں جن کی پوجا پاٹ یا کئی نسلوں سے کتنے چلے آ رہے ہیں نیز اپنے قدیم رسم و رواج میں پران کا معاشرہ قائم ہے اور جن کے وہ عرصہ سے غور کر رہے ہیں ان تمام کو مجتہد کر وہ اپنے پیچھے دیں۔ وہ مشرک اس تبدیلی کو قبول کرنے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے۔

اللہ علامہ ابن منظورؒ یجبتی کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں اجتناب ای اصطفاہ یعنی اس نے ٹھن لیا۔ ابن سنیہ کہتے ہیں اجتناب الشیء ای اختارہ یعنی اس کو پسند کر لیا۔ وهو مشتق من جبت الشیء لذا خلاصۃ لنفسک۔ جب کسی چیز کو تو اپنے لیے مخصوص کر لے تو عرب کہتے ہیں جبت الشیء۔ اسی سے جبت العمار فی الخوض۔ یعنی میں نے عرض میں پانی جمع کر لیا۔ (لسان العرب) علامہ راغب اصفہانیؒ اس لفظ کی لغوی تحقیق کرنے کے بعد کہتے ہیں: ولجتناب اللہ العبد تخصیصہ

إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۖ وَاتَّفَرَقُوا إِلَىٰ

اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور نہ بنے دھڑوں میں لگے

مَنْ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اس کے بعد کہ آگیا ان کے پاس (یعنی) علم۔ (یہ تفرق) بعض باہمی حد کے باعث تھا۔ اور اگر یہ فرمان پہلے نہ ہو چکا ہوتا

ایناہ بلیض النہی یتحصل لہ منہ انواع من التعمید وسی من العبد وذلك للانبياء وبعض من يعار بهم من الصديقين والشهداء۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو منتخب ہے تو وہ اسے ایسے فیض الہی سے مخصوص کرتا ہے جس سے بغیر کسی کے اسے طرح طرح کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ نعمت انبیائے کرام اور صدیقین اور شہداء میں سے بعض متعزین کو مرحمت ہوتی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی دھڑ میں بیان کی گئی ہیں: (۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ بعض اپنی مہربانی سے کسی کو اپنے قرب اور محبت کے لیے چن لے اور اس کو گناہوں، انعامات و احسانات سے سرفراز فرمائے۔ یہ نطفہ عظیم انبیاء کرام، صدیقین اور شہداء پر کیا جاتا ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ انسان ہر طرف سے مدد پھر کر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی ہمت وقف کر دے جب کوئی شخص غلو میں نیت سے راہ طلب ہو گا تو اس پر توبہ ہو جائے، آزمائش و ابتلا کے ابتدائی مرحلوں میں سرخرو ہو جائے تو پھر توفیق الہی اس کی دشگیری کرتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے منزل شہدائیک پہنچا دیا جاتا ہے۔

نخست از طالبی از جملہ گزرو بہ و آخر کز آن حضرت نہ آید کہ لے سرشتہ راہ ایک

ترجمہ اگر تو اس کا طالب ہے تو پہلے سب سے قطع تعلق کر لے اور اس کی طرف رخ پھیر لے یہاں تک کہ بارگاہ الہی سے یہ نہ اٹنے لگے کہ لے میرے ویلنے راستہ ہے۔

علامہ پانی تہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: قالت الصوفیة من یجتنبہ ویجذبہ الی نفسه من غیر اختیارہ فهو مراد اللہ تعالیٰ ہوا انبیاء والصدیقون۔ ومن اناب الی اللہ فہو اللہ تعالیٰ فہو المرید وھما ولیا اللہ الصالحون من عبادہ۔ مظهری، یعنی صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ خود بخود چن لیتا ہے اور اسے اپنی ذات کی طرف کھینچ لیتا ہے جس میں اس بندے کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہوتا ہے اور وہ انبیاء اور صدیقین ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرماتا ہے تو وہ مرید ہے جیسے اولیاء کرام اور اس کے نیک بندے۔

اللہ بنا دیا کہ لوگوں کا راہ حق سے انحراف اور مالک الہک فرقوں کا معرض و جہد میں آجائے بعض بے علمی اور غلط فہمی کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اکثر و بیشتر اس انتشار و افتراق کا باعث ان کا باہمی حسد و عناد اور رقابت ہوا کرتی ہے اپنی برتری کا سکہ چلانے کے لیے اپنی الگ پارٹی بناتے ہیں اور اس طرح فتنے کی وحدت میں نقب لگانے کا آغاز کرتے ہیں۔ وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس راہ کو وہ چھوڑ رہے ہیں یہی سیدھی راہ ہے اور جو راستہ وہ اپنا رہے ہیں وہ ان کو اپنی منزل سے دور پھینک دے گا، لیکن اپنی ذاتی اغراض اور اپنی دنیاوی مصلحتیں نہیں لیا

مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لِّقَضَىٰ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا

آپ کے رب کی طرف سے کہ انیس ایک مقررہ مدت تک ملت دی جائے تو فیصلہ ہو گا پھر ان کے درمیان سے اور جو لوگ وارث بننے گئے

الْكِتَابِ مِنْ بَعْدِهِمْ لَقَدْ شَكَّ مِنْهُ مَرْيَبٌ ۖ فَلِذَلِكَ فَادْعُ

تھے کتاب کے ان کے بعد وہ اس کے متعلق ایسے شک میں مبتلا ہیں جو تعلق اخیر ہے ۳۱ پس اس دین کی طرف آپ دعوت دیتے ہوئے

اگنے پر مجبور کرتی ہیں۔ وہ جانتے بوجھتے ہوئے غلط راہ پر چل نکلتے ہیں۔ بغیر اینہم کے الفاظ ہم سب کے لیے بڑے توجہ طلب ہیں۔

۳۲ ان کے کرتوتوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ انہیں لوٹا تس نس کر کے رکھ دیا جائے لیکن آپ کے رب نے اپنی رحمت اور حکمت

کے پیش نظر انہیں ایک مقررہ وقت تک ملت دے دی ہے اس لیے اس وقت تک ان کی رشتہ داری سہل ہے۔ یہ کہتا ہے کہ

اس اثنا میں ان کی چشم ہوش کھلے اور انہیں اپنی غلط کاریوں پر ہدایت ہو اور وہ توبہ کر کے اپنی بخشش کا سامان کر لیں۔ اور اگر ان

کی بے ہودگی کلاسی عالم رہا اور مقررہ میناد تک انہوں نے ہنسنے کی کوشش نہ کی تو جب مقررہ وقت آجائے گا تو چشم زدوں میں ان

کو عرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہے گا۔ ان کی عبرتناک تباہی پر وہ آنسو بہانے والا بھی کوئی نہ ہو گا۔

۳۳ یہ کہ کے شرک جنہیں گزشتہ قروں کی تباہی کے بعد قرآن حکیم جیسی کتاب کا وارث بننے کی سعادت نصیب ہوتی تھی

وہ عقل کے انہی اسی تذبذب میں مبتلا ہیں کہ آیا یہ کتاب خدا کی نازل کردہ ہے یا نہیں۔ مریب : متعلق او مدخل فی الریب۔

(منظری) جس شک و شبہ سے دل میں تعلق اور بے چینی پیدا ہو اس کو مریب کہتے ہیں۔ (منظری)

۳۴ علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں دس کلمات ہیں۔ ہر کلمہ اپنی بامعیت

اور افادیت کے باعث ایک مستقل حکم ہے اور اگر اسے سیاق و سباق سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو اس کی افادیت میں کوئی فرق

نہیں آتا۔ اس آیت کی نظیر صرف آیۃ النکاحی ہے جس میں اسی طرح کے دس احکام بیان کیے گئے ہیں۔

اب بڑے اختصار کے ساتھ اہم الگ الگ ہر کلمہ کی وضاحت کی جاتی ہے:

۱۔ فَلِذَلِكَ فَادْعُ۔ فاکم اسم اشارہ ہے۔ اس کے مضاف الیہ کے متعلق علماء کے دو قول ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ باہمی حدود و عباد

کی وجہ سے لوگ مختلف فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ ہر ایک اپنے آپ کو حق و صداقت کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے۔ اسے جیب : آپ اپنی من مرنی

افاتے انہیں حق قبول کرنے کی دعوت دیں تاکہ وہ اس انشاء کے ہاتھوں ذیل و غرار ہونے سے نکل جائیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا

مشذ الیہ دین ہے جس کے اتباع کا حکم تمام انبیاء و رسل کو دیا گیا ہے اور جس پر کار بند ہونے کی آپ کو بھی ہدایت کی گئی ہے۔ آپ حق خدا کو

اسے قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اس نجام صداقت سے صرف آپ یا چند خاص نفوس ہی بہرہ یاب نہ ہوں بلکہ شرق و غرب میں بسنے والا

جو بھی اس دعوت کی دلائل و برہان سے متاثر ہو کر اسے قبول کرے وہ اس سے فیض یاب ہو سکے۔

۲۔ وَاسْتَقْرُوا مَوَاسِدَ الْغَزَا۔ صرف اس دعوت کو قبول کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ڈٹ جانا اور ہجوم

وَأَسْتَقِمُّ كَمَا أُمِرْتُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ وَقُلْ أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ

اور ثابت قدم رہیے جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور نہ اتباع کیجیے ان کی خواہشات کا شے اور درپردہ فرمائیے کہ میں ایمان لایا ہر

اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَآمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا

اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عدل کروں تمہارے ربان شے اللہ تعالیٰ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی شے

آلہم و مصائب میں ثابت قدم رہنا اور ثابت قدمی کے اس میار پر چڑا کر اللہ تعالیٰ نے قرقر فرمایا ہے شیونہ مردانگی سے اللہ تعالیٰ نے اس استقامت کا حکم اپنے محبوب کو دیا اور حضور کے طفیل ساری امت اسلامیہ یکجہ جملہ بنی نبی انسان کو دیا بار بار اس فرمان الہی کی جلد است نشان کا ہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی سے لگایا ہوا ہے شنبی سورۃ ہود و اخواتہا و قبل لملو ذلت یا رسول اللہ فقال لادن فیما فاستقم کما اُمرت درود البیان حضور نے فرمایا کہ سورہ ہود و اولاد اس کی مثل سورتوں نے مجھے بڑھا دیا ہے عرض کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ کیسے؟ ارشاد فرمایا کہ اس میں فاستقم کما اُمرت کا حکم ہے یعنی اس طرح استقامت کا مظاہرہ کرو جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

فان نفس کے بیماریوں اور غمیں خواہشات کے پرستاروں کی پیروی کرنا آپ کا کام نہیں بلکہ ان احکام کی بجا آوری آپ کا فرض ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں۔ بغیر من محال اگر آپ لوگوں کی پیروی کرنے لگیں تو انسانیت کا مستقبل ہر ایک ہرجائے گا اور اس کشتی کی سلامتی کا ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی۔

اسے آپ بکھری ہوئی انسانیت کی شیرازہ بندی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ یہ کام تب ہی سرانجام پانے گا کہ آپ حق کو جزوی طور پر دیں بلکہ کلی طور پر تسلیم کریں۔ حق جہاں بھی ہوا اور جس رُوب میں ہوا آپ اس کی تصدیق فرمادیں اس لیے آپ یہ اعلان فرمادیں کہ میں صرف اس کتاب پر ہی ایمان نہیں لایا جو مجھ پر نازل کی گئی ہے بلکہ میرے رب نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں ان میں ان سب کتابوں کو برحق مانتا ہوں ۲۷ مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر قسم کے ظلم و ستم کا خاتمہ کروں۔ تمام باطل اقیانات کا حق قلع کروں زندہ گی کے ہر شعبے میں ایسا نظام رائج کروں کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔ تبلیغ اسلام میں بھی تنفیذ احکام میں بھی امیر غریب، شاد و گدا، مذہبی و عجمی میں کوئی امتیاز برقرار نہ رکھوں۔ گویا انسانی معاشرے سے ہمہ جہت جو روح جفا کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا قیام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کی ذمہ داری ہے اور جب اسلام کو غلبہ اور اقتدار نصیب ہوا تو دوست و دشمن نے دیکھا۔ اپنوں اور بیگانوں نے دیکھا۔ ساری دنیا والوں نے دیکھا کہ کئی فلسفے اور اس کے غلاموں نے کس خوبصورتی سے اس ذمہ داری کو ادا کیا۔ خون کے پیاسوں کے ساتھ بھی کوئی زیادتی روا نہیں رکھی تھی اور عزیز و اقارب کے ساتھ بھی بے جا رعایت نہیں کی گئی۔

شے ہمارا پروردگار بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارا پروردگار بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ عبادت کریں گے تو اس کی۔ کارساز حقیقی ہمیں گے تو اس کو۔ توکل کریں گے تو اس پر۔ اس کے دریاؤں سے کھجور کی کسی بیج کی طرف جانا تو کہا آ نکھ اٹھا کر دیکھنا ہی ہماری غیرت ایمانی

اعْمَالِنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا

سب سے پہلے لیے جانے والے اعمال اور پھر آپ کے اعمال اسے کسی بحث و تکرار کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگلے دن ان کے اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اسے

وَالِیْهِ الْمَصِیْرُ ۝ وَالَّذِیْنَ یُحَاجُّوْنَ فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا

اور اسی کی طرف (سب سے) چلنا ہے ۝ اور جو لوگ جنت بازی کرتے ہیں اللہ (کے دن کے) پاس میں اس کے بعد (الترق) میں

اَسْتَجِیْبَ لَہُمْ حُجَّتُہُمْ دَاحِضَةً عِنْدَ رَبِّہُمْ وَعَلٰیہُمْ غَضَبٌ

اس کو مان پکے ہیں۔ سو ان کی جنت بازی لغو ہے ۝ ان کے رب کے نزدیک اور ان پر (اللہ کا) غضب ہے

گوارا نہیں کرتی۔

۳۱ ۝ جہانے نیک اعمال کا ثواب اور بُرے اعمال کی سزا میں ملے گی تمہارے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا تمہیں ملے گی۔ ایسا نہیں ہو گا کہ نیک تم کو اور ثواب میں مل جائے یا بُرائی میں کریم اور مدح و ترغیب ملے جاوے۔ اس لیے جب تمہارے اچھے اعمال کا اجر بھی تمہیں ملے گا تو تم نیک کرنے میں مستی کیوں کرتے ہو اور جب سزا بھی اپنے کرتوتوں کی لا محالہ تمہیں ملے گی تو پھر اتنی بے پروائی سے گناہوں کا ارتکاب کیوں کرتے ہو۔ ۳۲ ۝ حق واضح ہو گیا روشن اور قوی و قائل نے شک وارتیاب کے مجاہد کو تیار کر دیا ہے، پھر بھی تم باطل سے چمٹے ہوئے ہو اور حق کو قبول نہیں کرتے تو تمہاری قسمت، اب مزید بحث و تکرار کی نہ کوئی گنجائش ہے اور مدح و عزت اور نہ ہلکے پاس اتنا فائدہ تو تیرے لیے کہ مسم بے مقصد تمہارے ساتھ سرکھپاتے رہیں۔

۳۳ ۝ آخر میں فرمایا وہ دن آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور ہم سب سے باز پرس ہوگی۔ اس روز معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے اور غلط راستوں پر کون بیٹھ رہا ہے۔

۳۴ ۝ سب نے اسی کی طرف ٹوٹ کر جانے اور اگر کوئی خوشی سے واں جانے کے لیے آمادہ نہ ہو گا تو اسے مجبوراً وکیل کروا دیے جائیں گے۔

۳۵ ۝ آفتاب بدایت طلوع ہو چکا۔ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو گئے۔ تاریک سینے روشن اور سیاہ دل منور ہو گئے۔ سلیم المقل لوگ ایک ایک کے کفر و شرک کی زنجیروں کو توڑ کر نعمتِ رحیم سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں بھی جو بد بخت حق قبول کرنے والوں پر اعتراض کی بوجھاز کرتے ہیں ان پر خدا کی پشکار ہو اور وہ عذابِ الیم میں مبتلا کر دیے جائیں گے۔ وَخَصَّ بِرَجُلٍ: فَحَصَّ بِہٖ۔ کسی چیز کو پاؤں سے روندنا (قاسم) وَحَنِ الْمَحَبِّازِ دَخَضَتْ الْحُجَّةُ دُخُوْضًا بَطَلَتْ۔ مجازاً باطل اور فضول دلیل کو جنت داحضہ کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حق کی تردید کے لیے وہ اپنی طرف سے جہد و لڑائی پیش کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور پادور جانتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے پاؤں کے نیچے کوئی چیز۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ

اور انہی کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے نازل کیا ہے کتاب کو حق کے ساتھ اور نازل کیا ہے میزان کو سچے

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ

اور تمہیں کیا معلوم کہ شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو ۱۷ جلدی پہلے ہیں اس کے لیے وہ لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ

جو ایمان نہیں رکھتے اس پر شک اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ خوفزدہ رہتے ہیں اس سے۔ اور وہ جانتے ہیں

أَنَّهَا الْحَقُّ ۖ إِلَّا الَّذِينَ يُمَارِقُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝

کہ یہ حق ہے۔ خبردار! جو لوگ شک کرتے ہیں قیامت کے متعلق، وہ بڑی گمراہی میں (پہنچ) رہے ہیں۔

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝

اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے اپنے بندوں پر شک رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور وہی قوی (اور) زبردست ہے۔

۱۷۔ بحال حق کی تشریح کے لیے دیکھیے ضیاء القرآن جلد اول سورہ آل عمران آیت ۱۸۔ میزان سے مراد شریعت ہے جس سے حقوق کا وزن کیا جاسکتا ہے اور لوگوں کے درمیان صل اور مساوات قائم کی جاسکتی ہے۔ المیزان الذی یوزن بہ الحقوق و فیثوی بین الناس۔ ۱۸۔ تم لیکن ان کو سسٹے پڑے ہو اور بیدار ہونے کا نام نہیں لیتے تمہیں کیا خبر کہ وہ گھڑی قریب آگئی ہو جس کے آنے کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ عقل مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ خواب غفلت سے ذرا اٹھیں کہو اور ایک لمحوں کے لیے تیار رہیں کہ وہ تیزی سے شروع کر دو۔

۱۹۔ یعنی وہ لوگ جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے وہ تو اس کے جلد پہنچنے کے لیے بے تاب ہیں اور اس ذرا مذاق کہتے ہیں کہ قیامت جلدی برپا ہو جائے تاکہ ہمارے یہاں بھی جگمگا ختم ہو جائے اور سب کو پتہ چل جائے کہ حق پر کون ہے۔ ہم یا یہ سنتے دیکھ کر چار کرنے والے۔ قیامت کے لیے کفار کی یہ جھلک اس لیے نہ تھی کہ وہ واقعی اس کے منتظر تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ وہ فیصلہ کن گھڑی آجائے بلکہ ان کا یہ کہنا محض اذراہ مذاق تھا جن لوگوں کو قیامت کی آمد کا یقین ہے وہ تو اس کے تصدیق ہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔

۲۰۔ لطیف اللہ تعالیٰ کے اسلمے شئی میں سے ہے۔ علامہ ابن منظور اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: قال ابن الاثیر فی تفسیرہ اللطیف هو الذی یجتمع له الرفق فی الفعل والعلم بدقائق المصالح وایصالها الی من قدرها له من خلقه۔ یعنی لطیف اس کو کہتے ہیں جس میں یہ تین چیزیں جمع ہوں: جو کام ہو اس میں درستی اور سخی نہ ہو بگڑی اور رفق

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ

جو طلب کار ہو آخرت کی کھیتی کا تو ہم اپنے فضل و کرم سے، اس کی کھیتی کو اور برعادیں کے شے اور جو شخص

يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ

خواہش مند ہے (صرف) دنیا کی کھیتی کا تو ہم اسے دیں گے اس سے اور نہیں ہوگا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ۔

کاہلو نمایاں ہو۔ نیز وہ اپنے بندوں کی باریک سے باریک معطلتوں اور مشغولتوں پر آگاہ و برآہم ہیں کہ کوئی نعمت عطا فرماتا ہے اسے عطا فرمانے پر قادر ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ بنید بنعلوی فرماتے ہیں: النطيف من نور قلبك بالهدى وربى جسمك بالغذى ويخرجك من الدنيا بالايان ويخرجك من النار بالنظر هذا الطيف اللطيف بالعبد الضعيف: لطيف اس ذات پاک کہتے ہیں جو تیرے دل کو ہدایت سے منحرف کرے۔ فلا سے تیرے جسم کی نشوونما کرے تجھے دیکھے ایمان کے ساتھ ٹھکے اور دوزخ کی آگ سے تجھے بچائے۔ (روح المعاني) آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے کسی کو ملے دیا، کسی کو دولت ملے دی، کسی کو حسن صورت سے نوازا، کسی کو حسن سیرت سے سرفراز فرمایا، کسی کو ایم و نسک کے نثار بخش دیے اور کسی کو قناعت کی دولت سے نوازا کر دیا۔ اس کے احاطہ سے شمار اور اس کی معائنہ غیر محدود اس کے بخشنے اور عطا کرنے کے مانند ان نفع دہندہ شخص۔

شے انسان میں مثال میں دن ذات مشغول رہتا ہے جن مقاصد کے حصول کے لیے وہ محنت و زور کرتا ہے اس سے اگر وہ اپنی آخرت نوازنا چاہتا ہے اولیٰ اپنے سبب کریم کو راضی کرنا چاہتا ہے تو اسے سبب کریم کی محنت سے کم از کم دس گنا زیادہ اجر ملے گا اور اگر اس کے عمل میں مجبوری زیادہ ہو تو اجر بھی اسی نسبت سے بڑھا جائے گا۔ اس کی آخرت سنو رہنے گی اور جو لوگ جس سے کہ شام تک سپینہ میں مشغول رہیں گے پھر تیرے دن ذات برقرار رہے سوئی کے گروہوں میں پٹھانیاں کھاتے رہتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد حاجت سئلنا نہیں بلکہ دنیا میں جاہ و جلال حاصل کرنا اور دولت و ثروت کے انبار جمع کرنا ہے تو ان کے متعلق ایک بات تو یہ ہے کہ آخرت کی زندگی میں ان کے لیے کوئی آرام و آسائش اور کوئی عزت و پذیرائی نہیں ہوگی۔ یہی دنیا جس کے لیے وہ دیوانوں کی طرح لڑتے پھرتے ہیں اس میں سے بھی انہیں اتنا تو نہیں ملے گا کہ ان کی مست پوری ہو سکے البتہ کچھ نہ کچھ انہیں ملے ہی رہ جائے گا۔ اس آیت کی صحیح تفسیر ایک ارشاد نبوی سے ہوتی ہے کہ نہی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ الْآخِرَةَ جَمَعَ اللَّهُ شُغْلَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَاتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ فَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ الدُّنْيَا فَتَرَّقَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرٌ وَجَعَلَ فَقْرًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا حَقَّكَ لَمْ يَنْبَغِ جُورٌ فِي زَمَانٍ كِي بَسْرِي كِي لِي عَمَلٌ كَرَّمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اس کی پریشانیوں کو دودھ کر دیتا ہے، اس کے دل کو غمی کر دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس حاضر ہوتی ہے اور جو آدمی دنیا کی نیت سے کام لے گا وہی میں مصروف رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی یکسوئی اور محنت کو درجہ درجہ کر دیتا ہے اور اس کے فقر کو اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے اور دنیا میں سے اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کھلیا ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ

کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے مقرر کیا ہے ان کے لیے ایسا دین جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ ۲۵

وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ

اور اگر ان کے فیصلہ کی بات پہلے سے طے نہ ہو جاتی تو ان کا قصہ کسی کا چکا دیا گیا ہو کہ ۲۶ اور جو ظالم ہیں یقیناً ان کے لیے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۲۷ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُمْ

دردناک مذاپ ہے۔ آپ دیکھیں گے ظالموں کو کہ ڈر رہے ہوں گے ان (دکڑوں) سے جو انہوں نے کمائے اور وہ ان

وَاقِعٌ بِهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَةٍ

پر واقع ہو کر رہے گا ۲۸ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں

الْجَنَّتِ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۲۹

ہوں گے۔ انہیں ملے گا جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس سے۔ یہی بڑا فضل ہے

ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

یہ وہ چیز ہے جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے

۲۵ وہ دین جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے پسند فرمایا ہے کفار اس کو تو مانتے نہیں اور ان قواعد و ضوابط کی ہر آن نافرمانی کرتے ہیں جو رحیم و کریم پروردگار نے اپنے بندوں کی نجات و رہود کے لیے مقرر کیے ہیں حیرت ہے بندوں کے لیے دین تو وہ قابل قبول ہونا چاہیے جو ان کے خدا نے انہیں دیا ہے کفار جن قواعد و ضوابط کی پیروی کر رہے ہیں یہ خدا نے ہرگز کے پیچھے ہونے تو ہیں نہیں۔ پھر انہوں نے یہ کہاں سے لیے ہیں۔ کیا انہوں نے کوئی اور خدا بتاتے ہوئے ہیں اور یہ ان کا نازل کیا ہوا دین ہے اور ان کے مقتدر کردہ قاعدہ میں جن پر یہ اتنی سختی سے کاربند ہیں لا حول ولا قوۃ۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا، کوئی اور قانون ساز نہیں ہو سکتا۔

۲۶ اللہ تعالیٰ نفاق کے فیصلے کے لیے ایک دن مقرر کر دیا ہے اس لیے یہ اتنے پھرتے ہیں ورنہ کبھی کا ان کا پھر مکرل گیا ہوتا۔

۲۷ قیامت کے روز ان ظالموں کی جو کیفیت ہوگی، اس کا ذکر ہمارا ہے۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ

آپ فرمائیے میں نہیں مانگتا اس دعوت حق پر کوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت کے۔ اے اور جو شخص کفر سے

بچے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے جو طرح طرح کی گمراہیوں کے باعث اپنے رب سے بہت دور جا چکے ہیں پھر قریب ہو جائیں۔ کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر پھر نور ہدایت سے اپنے قلب و نظر کو روشنی کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حضور کی مومن کا یہ عالم تھا کہ دن رات اسی میں مشغول رہتے۔ ان کو بجاتے وہ غم نہ ہوتے تو حضور مسکرا دیتے، وہ گالیاں بکتے تو حضور دعائیں دیتے، وہ روشن بجز محبت و کیمیا اور ایسا ہی الہی شمع کہ کبھی کبھار سے چمکے رہتے پرامن رکھتے تو حضور کے شفیق دل پر غم و اندوہ کے بادل گھبراتے اور آپ رات بھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کی مغفرت اور ہدایت کے لیے دعائیں مانگتے۔ اخلاص و محبت کے یہ بے مثل انداز کثرت کے بدلے کبھی دیکھتے تھے۔ وہ دل ہی دل میں خیال کرتے کہ اس ساری جدوجہد اور شبانہ روز تک و زو کے پس منظر میں کوئی بڑا مقصد ہے جس کے حصول کے لیے یہ شخص جاگسٹل محنت اور مشقت برداشت کر رہا ہے اور ہمارے جو روحنا پائستہ حوصلہ اور علم کا ملاحہ و کوشش ہے۔ یہ دولت جمع کرنا چاہتا ہے یا اقتدار کی ہوس ہے یا ہمارا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جس کے باعث انہوں نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ لے نا فراق تم کس اوجیز میں ہو۔ میں لو میں اپنی ان جانکا ہیوں کا ان دوسویوں کا تم سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرنا چاہتا۔ آج نہ کل اور نہ کسی قیامت تک البتہ میری یہ خواہش ضرور ہے کہ تم نے آپس میں قتل و غارت کا جو ہڈ رگرم کر رکھا ہے اور ایک دوسرے کو ایذا پہنچانے میں اپنی قومیں صرف کر رہے ہو اس سے باز آ جاؤ اور آپس میں محبت اور پیار کرو۔ تمہاری باہمی رشتہ داریاں اور قرابتیں ہیں۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹے، چھوٹا بڑے کی پگڑی اچھلے، کسی کی جان کسی کا مال محفوظ نہ ہو۔ مجھے تمہارے یہ انداز پسند نہیں۔ میں تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو تاکہ تمہاری زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی نمودار ہو جائے۔

إِلَّا عَرَفَ اسْتِثْنَاءَ۔ یہاں استثنیٰ منقطع ہے لیکن المودۃ فی القربیٰ جو مستثنیٰ ہے۔ یہ مستثنیٰ مذمہ میں داخل نہیں تاکہ آیت کا یہ مفہوم ہو کہ میں تم سے کوئی اجر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، مگر یہ اجر طلب کرتا ہوں کہ تم آپس میں پیار اور محبت کرو۔ تقریباً یہی مفہوم ایک دوسری آیت میں بیان کیا گیا قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَبِیْلًا زَالِفًا یعنی میں اس پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ میرا یہی اجر ہے کہ تم میں سے کون معرفت الہی کی راہ پر گامزن ہو گیا ہے۔ اس آیت کا بھی یہی مقصد ہے کہ میں تم سے اپنے لیے کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوائے اس کے کہ تم آپس میں محبت اور پیار کرنے کو مجھے صرف تمہاری بھائی اور غیر خواہی مطلوب ہے۔ اگر تم سب سحر جادو اور تہکے طوراً طوراً درست ہو جائیں تو یہی میری کاوشوں کا بہترین معاوضہ ہے۔ انہما بظہور کے لیے اس سے زیادہ اثر انگیز اسلوب بیان اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مختلف انبیاء کے یہ اعلانات مذکور ہیں لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا عَرَفَ الْعَالَمِیْنَ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا میرا اجر تو رب العالمین

کے ذریعہ جب دیگر ایمان اپنی قوموں سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کر رہے کسی مانی یا ادنیٰ منفعت کی خواہش نہیں کر رہے تو فرمودہ نیا مینہ الزل کے متعلق یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ حضورؐ نے کسی قسم کی منفعت کی خواہش کی ہو۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت کسی قارون کے بھرے ہونے فزانیٰ رب مسکن کی فرمائروال ان دہائے نیم شبی ان گریہ ہائے سرگرمی کا صلہ نہیں ہو سکتی جن سے اس رحمت مایاں نے بنی نوع انسان کو مشرف فرمایا۔ اسی ترتیب کہ اس مرتبہ دہری و زبانی کی ذکِ خُراں پر لڑتا ہوا ایک آنسو سے عالم سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر حضورؐ اپنی ان دوسو زیروں ان اشکباریوں کے معاوضہ کا تصور بھی کرتے تو شانِ رفیع سے بہت فرتور ہو کہ دشمنوں کا گشتِ نال کا موقع مل جاتا اور سیانی ہیں جھٹلے سکتے کہ جیسے راہنماؤں نے تو یہ اعلان کیا کہ لا اسئفکم علیہ اجر ان اجری الا علی رب العالمین اور تسلیے رسولؐ نے مودۃ قرنی کا مطالبہ کر کے اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ طلب کیا۔ لا یتذللوا

اس آیت سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ من کان یرید حرث اللہ فلیؤتہ منہا، جو شخص دنیا کی کچھ خواہاں ہو گا ہم اسے اسی میں سے دیں گے۔ اس سیاق و سباق کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے نزدیک قرأت کی یہی تفسیر زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضورؐ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ قرابت داروں خاندانِ نبویؐ خصوصاً اہل بیت کرام کی محبت ان کا ادب و احترام میں ایمان بکہ جان ایمان ہے جس کے دل میں اہل بیت کے لیے محبت نہیں دو یوں ہے کہ اس کی شمع ایمان بجی ہوئی ہے اور وہ نہ نفقت کے اندھیروں میں بجک رہا ہے جتنی کسی کی قرابت حضورؐ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی محبت و احترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ ایک نہیں صد ایسی صحیح احادیث موجود ہیں جن میں اہل بیت پاک سے محبت کہنے اور ان کا ادب ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بے شک اہل بیت پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضورؐ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجر ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس گل کی ہلک ہے یہ اس خورشید کی چمک ہے۔ جہاں ایمان ہو گا وہاں محبت آپؐ مصطفیٰ ضرور ہوگی۔

یہ گرہ اب تک نہ کھل کر ہفت رنگوں کے نزدیک حبیبِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے نہیں صواب جیسا کہ بڑا کی شرط کہاں سے مانوڑ ہے۔ حضورؐ نے اپنے اہل بیت کی محبت کا اگر حکم دیا ہے تو اپنے صحابہ کے احترام و کرام کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں اہل بیت کے بارے میں فرمایا: مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَيْفِنَا فَتُوجُّ مِنْ رِجَتِ فِيهِمَا تَعْبًا وَمِنْ تَحْتِ عُنُقَا غَرَقٌ۔ یعنی میرے اہل بیت کی مثال نورِ علیہ السلام کی کشتی کی ہے۔ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔ تو دوسرا ارشاد گرامی یہ بھی ہے اَفْخَاقِي كَالْجُثُومِ يَرِي مَصَابِرَ دُرِّ خُشَانِ سَمَارِوَلِی طَرَفِی۔

بحمدِ تعالیٰ یہ شرف اہل سنت کو ہی حاصل ہے کہ ہم اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نگاہیں صحابہ کرام کی جھنگاتی ہوئی روشنی پر مرکوز ہیں۔ ہم زندگی کے سمندر کو آزمائشوں اور تکالیف کی کالی مات میں جبر کر رہے ہیں۔ جو اس کشتی میں سوار نہ ہوا وہ منہ دق ہو گیا اور جس نے ان روشنی ستاروں سے ہدایت حاصل نہ کی وہ راہِ راست سے ہلک گیا۔

حَسَنَةً تَزِدُكَ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ اَمْ

کرتی نیل ہم دو بالا کر دیں گے اس کے لیے اس میں تین شکے بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا قدر دان ہے شک کیا یہ

يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ

وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹا بیان کیا ہے شک ہے پس اگر اللہ چاہتا تو ضرور لکھ دیتا آپ کے

شکے ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص نیک عمل کرتا ہے ہم اس کے اعمال کے حسن اور دل کثی میں اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں۔ اس کی سی و کشمکش کے باوجود جو غامی رہ جاتی ہے ہم اپنے فضل و کرم سے وہ پوری کر دیتے ہیں۔ اس کا یہ مفہوم بھی بتایا گیا کہ ایک نیکی کے بدلے اسے کم از کم دس نیکیوں کا اجر دیتے ہیں اور زیادہ کی تو حد نہیں۔ جتنا جتنا اس کے عمر و دنیا میں اور اس کے در و دوز میں اضافہ جتا جائے گا اس کے اجر میں اتنی ہی اضافہ ہوتا جائے گا۔ یقترف، یکتب، الاقترف الاکتساب، واصل القسرفہ، الکسب، (قرطبی) یقترف کا معنی کٹا ہے۔

آیت میں حسنة (نیک عمل) سے مراد ہر نیک عمل ہے اور ان اعمال حسنة کے سرفہرست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبت ہے۔ جن کو یہ نعمت بخشی جاتی ہے اس کے مدارق رفیع سے رفیع تر پہنچتے ہیں جو خوش نصیب اہل بیت کرام اور صحابہ کرام سے محبت کرتا ہے اسے عشق مصطفوی کی دولت سے ادا مال کر دیا جاتا ہے اور جس دل میں عشق حبیب کی شمع روشن ہو جاتی ہے اسے محبت نبوی کی شراب طہر کے جام پر جام پلائے جاتے ہیں۔ علامہ شفاء الہیاتی ہی کہتے ہیں: من ہمنہا قالت الصوفیۃ یحصل للصوفی اول الفناء فی الشیخ شعر الفناء فی الرسول شعر الفناء فی اللہ تعالیٰ والفناء عبارة عن شدة الحب بحیث یذہل نفسہ عند ذکر المحبوب حتی لا یرى من نفسه ولا من غیرہ عنہا ولا اثر اما عند المحبوب (مظہری) ترجمہ: اسی لیے صوفیائے کرام نے فرمایا کہ صوفی کو پہلے فانی الشیخ کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ فانی الرسول کے درجہ پر فائز ہوتا ہے پھر وہ فانی اللہ کی منزل تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ فانا محلب محبت کی وہ کیفیت ہے جب انسان اپنے محبوب کے ذکر کے وقت اپنے آپ کو بھی فراموش کر دیتا ہے اور اپنے محبوب کے مدد اسے کوئی چیز دکھائی ہی نہیں دیتی۔

صلی نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عنیت صدیق اکبر کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ آپ کے دل میں آل بیت کرام کی از حد محبت تھی، اور وہ اپنی اولاد پر بھی غافل مصطفوی کو ہر لحاظ سے عزیز جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے یا ایاں اور اس کے احسانات لا محدود ہیں۔ وہ اپنے بندوں کے بے شمار گناہوں کو بخشنے والا ہے اور ان کی قیلاں اور قفس نیکیوں کو قبول فرماتے والا ہے۔ قال قتادہ غفور الذنوب و شکور المحسنات وقال السدی غفور الذنوب آل محمد علیہ السلام و شکور المحسناتہم فرماتے ہیں کہ وہ گناہوں کو بخشتا اور نیکیوں کو قبول کرنے والا ہے۔ لہذا ہر قسم کی نیکیاں قبول کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہرگز سرائی کرتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ گناہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے محض غلط اور بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس

قَلْبِكَ وَيَمْسُحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحَقِّقُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ

دلیر۔ اور مانتا ہے اللہ تعالیٰ اعلیٰ کو ۱۴۷ اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے ارشادات سے۔ بے شک وہ جاننے والا

يَذَاتِ الصُّدُورِ ۖ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَ

ہے جو کہ سینوں میں ہے۔ اور وہی ہے جو توبہ قبول کرتا ہے اپنے بندوں کی شے اور

بے نیکی پر ظہارِ حیرت کرتے ہیں اور اس کی تردید فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو بہانہ اپنے رب سے ڈر رہا ہو جس کا دل اس کے خوف سے ہر وقت لرز رہتا ہو جس کی احتیاط کا یہ عالم ہو کہ وہ اپنی زبان پر اس کے اذن کے بغیر کوئی حرف بھی نہ لگتا ہو کیا ایسی بستی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے خداوندِ الجلال کی طرف غلط بات منسوب کرے گا۔ ہاں اگر آپ کا دل اسے محبوب اللہ تعالیٰ کے خوف سے معمور نہ ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ٹھہر گادی جوتی پھر تو ایسا ممکن تھا لیکن آپ کا قلب نورِ تو اپنے رب کے انوارِ تجلیات کا مہبط ہے آپ کے بارے میں تو اس افترا پر دائری کا وہم تک بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اگر یہ کلام خداوند کریم کا نازل شدہ نہ ہوتا جگہ آپ نے گمراہی تو اللہ تعالیٰ اس کا نام و نشان بھی مٹا دیتا۔ اس کو یہ ترقی، یہ عروج ہرگز نصیب نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ہے کہ وہ مصل کو آخر کار مٹا دیتا ہے اور محالیت کہنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں، حق کا بدل بالابو کر رہتا ہے۔

اگر دلیل و قریب کے باعث باطل کو چند روزہ فروغ نصیب ہوا اور اہل حق کی غفلت اور فرض نامشناسی کی وجہ سے حق مکرور اور ضعیف ہر جائے تو اس سے نہ باطل حق ہو جاتا ہے اور نہ حق باطل۔ آج کل کیہ نرم کو جو عروج حاصل ہو رہا ہے اس کا کون انکار کر سکتا ہے اباحت اور فرق و مجور کو جو روز افزوں مقبولیت حاصل ہو رہی ہے یہ کیہ نرم کے حق اور اباحت اور اخلاق باغی کے صبیح ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بین الاقوامی سازشوں سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لیے مرزا کی جمہوری نبوت کو اگر چند لڑہلی یا مصل لوگ تسلیم کریں تو اس سے مرزا کی نبوت کی سچائی ثابت نہیں ہو سکتی۔ محقریب وہ وقت آنے والا ہے جب یہ فتنہ و فساد کی آگ بجھ جائے گی اور اس کو اتنے دالے اس پر پچ کاڑ بھیجیں گے اور اس سے اپنی برأت کا اظہار کریں گے۔ انشاء اللہ۔

۱۷۱۱ ان نابکاروں کے گناہوں نے جرم کے ذکر کے بعد یہ بتایا جا رہا ہے کہ قرب کا دروازہ کھلا ہے۔ جس کا ہی پتا ہے آئے۔ اگر دوسرے
دل سے تو یہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قرب کو قبول فرمائے گا۔

حضرت بابڑ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں آیا اور کہنے لگا: اللہم انی استغفرک وأتوب الیک وکفر
لے اندر میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، پھر اس نے کبیر تحریر کی اور نماز پڑھنے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو سیدنا
علیؑ نے فرمایا ان سرعۃ اللسان یا ک مستغفار توبۃ الکذابین وتوبتک تحتاج الی التوبۃ کذبان
سے تیز توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے۔ یہ ایسی توبہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس نے عرض کیا یا امیر المؤمنین توبہ کیا ہے ؟

يَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ

دو گزر کرتا ہے ان کی گلیوں سے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور وہی قبول کرتا ہے دعائیں ان لوگوں کی جو

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَالْكَافِرُونَ

ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور ان کے حق سے بھی انہیں زیادہ (بجز) دیتا ہے اپنی مرضی سے شکہ اور بھٹکا۔

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا

ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اور اگر کشادہ کر دیتا اللہ تعالیٰ رزق کو لہے تمام بندوں کے لیے تو وہ سرکشی

فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ

کرتے مکتے زمین میں شکہ لیکن وہ اتارتا ہے ایک انداز سے جتنا چاہتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کے احوال سے خوب آگاہ ہے۔

بَصِيرٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ

سب کچھ دیکھنے والا ہے نہشت اور وہی ہے جو برساتا ہے مینہ اس کے بعد کہ لوگ ہرچکے جوتے ہیں اٹھ اور پھیل دیتا ہے

آپ نے فرمایا جب چھ باتیں پائی جائیں تو وہ مکمل ہوتی ہے۔ گزشتہ گناہوں پر ندامت۔ غلت شدہ فرائض کی قضا جو کسی کا مال چھینا ہے اس کی واپسی جس طرح تو نے اپنے نفس کی پرورش کی ہے اسی طرح جماعت سے اسے گھانا۔ اسے جس طرح تو نے گنہوں کی مناسبت چھائی ہے اسی طرح اس کو فرمانبرداری کی غمی چھانا اور کثرت گریہ۔

شکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی طرف دعائیں ہی قبول نہیں فرماتا بلکہ اپنے فضل و کرم سے بن مانگے انہیں بہ گنت نعمتیں مرحمت فرماتا ہے۔
۱۱۷۷ یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو بکثرت دولت و ثروت دے دے تو وہ سرکشی اور فریادی کو اپنا شعار بنالیں۔ فتنہ و فساد کا بازار گرم کر دیں۔ ساری زمین میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ وہ اندازہ اور مقدار کے مطابق ہر ایک کو رزق دیتا ہے۔ قناتہ فرماتے ہیں۔ خیر العیش مالا یلمیٹ ولا یطغیٹ۔ بسترین زندگی وہ ہے جو تمہیں غافل بھی نہ کرے اور سرکشی بھی نہ بنائے۔ (ابن کثیر)

شکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے خوب باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کے لیے دولت کی کثرت تباہی کا باعث بنے گی اور کس کے لیے تنگ دستی و جو بہات ثابت ہوگی۔ اس کی جو وہ عطا کا سلسلہ اس کی حکمت کا آئینہ دار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بلور نمائی کے صدائے نوپ ہیں۔ ان میں سے ایک کا یہاں ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

رَحْمَتُهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ

اپنی رحمت کو اور وہی کارساز حقیقی اور سب نعمتوں کے ذاتی ہے۔ اور اس کی قدرت کی نشانیں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ

ہے۔ اور جو مہا نادر اس نے پیدا کیے ہیں آسمان و زمین میں۔ اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر

إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۖ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ

ہماری قدرت رکھتا ہے اے اللہ جو مصیبت نہیں پہنچا ہے تمہارے اہتوں کی کمائی کے سبب پہنچی ہے

أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ

اور وہ (کرم) و گزر فرما دیتا ہے تمہارے گناہوں سے کثرت سے اور تم عاجز نہیں کر سکتے (اللہ تعالیٰ کو) زمین میں۔

۱۱۱ اللہ تعالیٰ کی قدرت و کبریائی کی مزید نشانیاں میں فرمائی جا رہی ہیں۔

۱۱۲ قرآن کریم نے اہل نعمت کو شکر کا حکم دیا ہے اور اہل بلا کو صبر کی تلقین کی ہے۔ شکر و نعمت کی بقا اور اس میں اضافہ کا سبب قرار دیا ہے اور صبر و محبتوں اور تکلیفوں سے نجات کا ذریعہ بتایا ہے لیکن عام انسان خوش حال اور اقبال مندی کے دنوں میں ناشکریاں جانتے ہیں دولت مند ہیں تو غریبوں اور بے نواؤں پر شفقت کرنے کے بجائے ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اقتدار بخشا گیا ہے تو ظلم و تعدی کی اندھیاں پہنے لگتی ہیں۔ ماجر میں ترسارہ لوگ گاہک کو دو دنوں یا تھوڑے سے نوٹان کا شمار بن جاتے ہیں۔ دیانت و امانت کو اپنے کاروباری اصول سے دھکے دے کر نکال دیتے ہیں اور عجب حق کی دھاندلیوں کی مدد ہوتی ہے اور مکانات محل کا پھر چلنے غلبے تو پھر جیتنے میں پہنچتے ہیں، سر چوڑتے ہیں۔ ان کا ذہن ان اسباب و عوامل کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جو ان کی موجودہ تباہی کا باعث بنے ہیں۔ اس آیت میں ایسے لوگوں کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھایا جا رہا ہے اور انہیں کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے اعمال نامے پر ایک سرسری نظر ڈالنے پر بیان میں مبالغہ یہ حقیقت خود حیاں ہو جانے کی کہ تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا کریم ہے۔ اس نے تمہاری بے شمار غلطیوں اور سرکشوں کو معاف کر دیا ہے۔ اگر تمہیں تمہاری بد کاریوں کی پوری سزا دی جاتی تو تمہارا نام و نشان ہی بٹ گیا ہوتا۔ یہ معاملہ تو سرکشوں اور نیکیوں کا ہے لیکن غرضاء بندوں کو جو تکلیف پہنچی ہے وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ ملا سب ان شریفیہ مسیح حدیث کہی ہے کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَصِيبُ الْمُؤْمِنُ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ إِلَّا كَفَرْنَا اللَّهُ عَنْهُ بِمَا عَنِ خَطَايَاهُ حَقَّ الشُّوْكَةِ يَشَاكُمَا تَرْجَمُهُ بَيْنَ اس ذَنْبٍ يَكُلُ قَرْنَهُ جَسَدُ الْمَيِّتِ قَسَتْ فِي مِيْرِي جَانِ هُوَ مُؤْمِنٌ كَوْنِي تَكْلِيْفٍ كَوْنِي رَحْمَةٍ كَوْنِي غَمٍّ شَيْءٍ يَنْتَهِي ۖ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ سَعِ اس كِي غَلِيْلُوں كَا كَفَارَ بِنَادِي تَكْلِيْفٍ يَهْلُ يَكْمُ كَا نَا

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ وَمِنَ آيَاتِهِ

اور نہ تمہارا اللہ کے سوا کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ۲۵ اور اس کی قدرت کی نشانیں میں

الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ إِنَّ يَتَشَاءُ يَكُنَ الرِّيحُ فَيَظْلَلْنَ

سے وہ سمندر میں تیرنے والے جہازوں کی مانند ہیں ۲۶ جسے چاہے تو جہازوں کو ساکن کرے پس وہ لڑکے ہیں

رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝

سمندر کی پشت پر۔ بے شک اس میں اس کی قدرت کی نشانیں ہیں ہر حال و وجہ پر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے

أَوْ يُوبِقَهُنَّ يَمَّا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۝ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ

یا اگر وہ چاہے تو تباہ کر دے ۲۷ اور انہیں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے اور دگر فرما کر کتاب بستے گا ہوں سے۔ اور اس وقت جان لیں گے جو

جو مومن کو چاہتا ہے۔ بعض بندوں کا امتحان کے لیے مصائب و آلام میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور بعض مقربین کے مدارج اور مناصب بلند کرنے کیلئے انہیں لوگوں تکالیف سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام مصوم بنی تھے لیکن ان کا ریموڈوں نے آپ کو ذبح کیا اور آپ کا سر بنی سوزیل کی ایک پیشہ ور زندی کو بطور تحفہ پیش کیا۔

۲۵ دل کا مافیہ متولیا الشی من امورکم بالاسقلال یحکمکم من المصائب: یعنی وہ شخص جو مستقل تمہارے کی کام کا متولی ہو اور تمہیں وہ مصیبتوں سے بچائے۔ نصیر: مدد دینا۔ ۲۶ یذفعہا عنکم: جو مصیبتیں کو تم سے دور کرے۔

۲۷ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور رحمت بے پایاں کی ایک اور دلیل پیش فرماتا ہے کہ اہل کفر تجارت پیشہ ہوتے رہتے رہتے بحیرہ میں سفر کرتے رہتے ہو یہ بتاؤ کہ وہ بادبانی جہاز جو پہاڑوں کی طرح بلند بالا اور غلوں کی طرح آرام دہ ہوتے ہیں اور وزنی سامان اٹھائے پانی کی سطح پر تیرتے جاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہواؤں کو چاہے کہ وہ کسی طرح ان جہازوں کو گھسیٹ کر منزل مقصود تک پہنچا دے یا ان زرم ہواؤں کے بجائے جن کے بل پر تھائے جہاز غراں غراں ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں اگر شعلہ تیز طوفان بھیج کر تھائے کہ توڑوں گے یا ہٹائیں غرق کر دے تو تم کیا کر سکتے ہو۔ اتنے بے بس اور ضعیف ہو کر تم رب العالمین سے کرا رہے ہو اپنی حقیقت کو پہچاننا اور ان سرکشوں سے باز آنا۔ جواہری کا وادہ جاریہ ہے۔ معنی کشتی جس پر آپ پر دال رہی ہے۔ اعلام: علم کی اس کا معنی پہاڑ بھی ہے اور محل بھی۔ الاعلام الجبال وقال مجاهد الاعلام القصور۔ (قرطبی)

۲۸ اہل کفر کا معنی ہے ہلک کرنا۔ یہاں اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو ہواؤں کا چلنا ہمیشہ کے لیے موقوف کر دیا جائے یہاں تک کہ جہاز وسط سمندر میں کھڑے رہ جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سخت طوفان آجائیں اور جہازوں کو الٹ کر رکھ دیں۔ پُرانے بادبانی

يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ حِصِّ ۚ فَمَا أُوْتِيتُمْ مِنْ

تجزا کرتے رہتے ہیں ہماری آیتوں میں کہ ان کے لیے کوئی حصہ نہ ہے۔ پس جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے۔

شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ

ذیروی زندگی کا سامان ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت عمدہ اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لیے جو

أَمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۚ وَالَّذِينَ يَبْتِغِيبُونَ كَبِيرَ

ایمان لانے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں شیے اور جو لوگ بچتے رہتے ہیں بے نیس

الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ ۚ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۚ وَالَّذِينَ

گناہوں اور بدکاریوں سے اور جب وہ غضب آگ برتتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں شیے اور جو اپنے

جہازوں کی جگہ آج کل سسٹیم بکلی اور ایٹمی توانائی سے چلنے والے جہازوں سے ملے لیکن سمندر میں اٹھنے والے طوفانوں کی قوتوں کے سامنے ان کی حیثیت بھی تنگ سے زیادہ نہیں پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بادلانی کشیاں ساحل تک پہنچتی تھیں آج بھی اسی کے کرم کے طفیل ایٹمی توانائی سے چلنے والے جہاز سلامتی سے منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔

سمندران کے جہازان کے، ہوائیں ان کی، فصائیں ان کی
گرہ ہنور کی گھلے تو کیونکر، گرہ ہے تقدیر کا ہر سہ

شیے یہ دولت و ثروت، یہ حویلیاں اور محلات، یہ زمینیں اور کارخانے یہ سارے ٹھکانے فانی ہیں اور چند روزہ ذیوی زندگی میں کام آنے والی چیزیں ہیں جس کم ٹھکانے ان فانی چیزوں کو اپنا ماحصل حیات بنایا اس سے بڑا گھٹے داد کون ہوگا۔ ادھر زندگی کا چراغ بجے تو ہر سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔ البتہ اہل ایمان کے لیے اور توکل کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمائیں اپنے پاس محفوظ رکھی ہیں وہ باقی اور سرمدی ہیں۔ تیرا حضرت علی مرتضیٰؑ سے مروی ہے کہ جب حضرت صدیق اکبرؑ نے اپنا سارا مال راہ خدا میں قربان کر دیا تو کئی لوگ انہیں دمت کہنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری)

شیے سابقہ آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو خصوصی انعامات ہیں وہ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے جنہیں یہ ابدی نعمتیں بخش جائیں گی۔ بتایا کہ یہ اہل ایمان کا حصہ ہے۔ ان اہل ایمان کی خوبیوں اور خصائل حمیدہ کا بیان شروع ہے۔ ایک خوبی تو ان کی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔ اس آیت میں بھی ان کی دو خوبیاں بیان کی جا رہی ہیں۔ ایک خوبی تو یہ ہے کہ وہ کبیر گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے دور رہتے ہیں اپنے دامن کو ان سے آلودہ نہیں ہونے دیتے اور ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ جب انہیں

اَسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ

رب کا حکم ملتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ۱۱۱ اور ان کے سارے کام باہمی شوری سے ملے جاتے ہیں ۱۱۲

ستایا جاتا ہے یا انہیں اشتعال دلایا جاتا ہے تو یہ کچھ بن کا مقام ہو کرتے ہوئے غضب ناک ہو کر اپنے آپ سے باہر نہیں جوباتے اور ہتھی نہیں بکنے گتے بلکہ بڑے عظیم اور ہر بار ہیں۔ کوئی لاکھ نہیں شغل کرنے کی کوشش کہے یہ اشتعال میں آئے گا نام نہیں دیتے متانت اور نچیلگی کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا ہی نہیں بلکہ دل ڈکھانے والوں کو بڑا بھلا کہنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

صاحبِ زمان العرب بنہام کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا: الاثم، الذنب وقيل ان يعمل ما لا يحل له۔ اثم کا معنی گناہ ہے یا ایسا کام کرنا جس کا کنا طلال نہ ہو۔ ملامت راغب کہتے ہیں کہ ہر وہ کام جو یک اعمال میں تاخیر کا باعث ہو اسے اثم کہتے ہیں۔ الذثم الذنب ہو فعل مبطل عن الثواب۔ راجع العروس، اثم اس گناہ کو کہتے ہیں جو ثواب میں تاخیر کا باعث ہو۔ کبیر و ثناہوں کی تفصیل مزیالقرن جلد اول سورہ النساء کی آیت ۳۱ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیے۔

فحاشی بھی اگرچہ گناہ کبیرہ میں داخل ہیں لیکن ان کبیرہ گناہوں کو فحاشی کہتے ہیں جن میں پرہیز و سب کے بے حیائی اور قباحت ہو۔ اس صورت میں حلف بعض علی الکل ہو گا تو بعض کا خیال ہے کہ یہ مدلول ایک ہی شے میں صرف متعدد الفاظ بڑیل گزار ذکر کیے گئے ہیں۔

۱۱۱ وہ سعادت مند جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اہدیٰ لہتیں ہیں ان کی چند مزید صفات حمیدہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ استجابہ کسی کی دعوت پر تیک کہنا یعنی جب اللہ تعالیٰ کے رسول نے حق قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے صدق دل سے اس پر تیک کوئی۔ پھر شوق و شوق سے اس کی عبادت اس کے حکام کے مطابق بجالاتے ہیں۔

۱۱۲ ملامت راغب شوریٰ کی تحقیق کے ضمن میں کہتے ہیں: التشاور والمشاورة والمشورة استمراج السراى بمراجعة البعض الى البعض من قوام شرث العسل اذا اتخذته من موضعه واستخرجته منه یعنی آپس میں تہاؤ نہ خیال اور بحث و تکرار کے بعد کوئی رائے قائم کرنے کو تشاور مشاوت اور شوریہ کہتے ہیں۔ اس لیے جب چستے شہ نہ کالامانے تو عرب کہتے ہیں شورت العسل۔

امام ابن جریر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ جب بھی کوئی مشکل یا عہدہ مسئلہ پیش آتا تو سب اکٹھے ہو کر اس کے ہر پہلو پر گفتگو کرتے اور آخر کار ایک نتیجے پر پہنچتے۔ لہذا حذبہم امر تشاور و۔ ضروری الصلوۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کوئی ایسی مشکل پیش آتی تو صحابہؓ کو بلا کر مجلس مشاوت منعقد فرماتے اور بحث و فیصلہ کے بعد فیصلہ فرماتے صحابہ کرامؓ کا یہی طریقہ کار تھا حضرت فاروقؓ نے ایک مجلس شوریٰ مقرر کی ہوئی تھی جو بیل القدر صحابہؓ پر مشتمل تھی اور تمام اہل سیاسی جنگی اور قانونی معاملات زیر بحث آتے اور مجلس کے فیصلہ کے مطابق عمل کیا جاتا۔ کسریٰ اور قیصر کے مقابلہ کے لیے حضرت فاروقؓ نے غلام نے بنفس نفیس تشریف لے بلے گا اور وہ ظاہر کیا تو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے اس کو خلافِ معصیت بجا اور غمخوارانہ سے روکا اور آپؓ کی رائے کے مطابق عمل کیا گیا اس آیت میں اسلامی سیاست کا ایک اہم ترین اصول بتایا گیا ہے جب ہر طرف ملکیت اور شخص آمریت کا بول بالا تھا اور دشوار و آسان ساری دعایا اور ملنے لگے کہ کسی کے لیے

وَمِمَّا زَكَّاهُمْ يَنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ

اور جو رزق پہنچے انہیں دینے سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو وہ اس کا

قانون بنانے کے جانتے لیکن جن کے لیے قانون بنایا جا رہا ہے ان کی پسند اور ناپسند ان کے فائدہ اور نقصان کا جائزہ لینا قطعاً ضروری نہ خیال کیا جاتا۔ اس مطلق انسان حکمران کی جو مرضی میں آجاتا وہی ملک کا قانون قرار پاتا خواہ اس سے سارا ملک ہی گن گن مشکلات میں گھر جائے اسلام نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں قابلِ قدر و دراز اور انقلابی زمیست کی تبدیلیاں کیں وہاں سیاسی زندگی کو بھی نئے اصولوں سے آشنا کر دیا۔ ان میں ایک شوریٰ نظام ہے۔ یعنی ہر کام جس کا تعلق عوام سے ہو اس کے بارے میں ان لوگوں سے ضرور صلاح مشورہ کیا جائے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ رعایا کی دل جوئی ہوتی ہے بلکہ انہیں اپنی اہمیت کا احساس ہوتا ہے اور سستہ ادبی طریقہ کا سے جو مجبوری اور محرومی کی گھٹن قلب و روع کو ڈس رہی ہوتی ہے اس سے نجات حاصل ہوتی ہے نیز قوی سطح پر کسی دہم معاملہ کے متعلق فرد واحد کا فیصلہ نافذ کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ ہر کتاب ہے وہ اپنے محدود علم ناقص تجربہ یا اپنی ذاتی منفعت کے باعث کوئی غلط فیصلہ کرے جس کا نقصان ساری قوم کو برداشت کرنا پڑے اور پھر بھی اس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے اس لیے مشورہ کا حکم دیا کہ ہر ایک اپنی اپنی قابلیت، تجربہ اور معاملہ کی صلاحیتوں کے مطابق مشورہ دے اور اس کی برکت سے منزل مقصود تک رسائی آسان ہو جائے گی۔

اس سے پہلے اہل ایمان کی جو خصوصی صفات بیان کی گئی ہیں ان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسے اگر تکلیف دی جاتی ہے یا ستایا جاتا ہے تو وہ غضب ناک ہو کر اوجھی حرکتیں نہیں کرنے لگتا بلکہ بردباری اور صبر سے کام لیتا ہے۔ اس آیت میں بندہ مومن کی ایک اور خوبی کا ذکر ہے کہ اگر کوئی اس پر سیم زیادتی کرتا رہتا ہے اور اسے کمزور سمجھ کر اس کو رگیزہ پہا ہوتا ہے یا اس کے دین متین کے غلط کوئی مواد قائم کر لیتا ہے تو پھر یہ شیراز کی طرح میدان میں اترتا ہے اور اس وقت تک پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتا جب تک باغیوں اور سرکشوں کے غرور کو خاک میں ڈال دے اور ان کی قوت کو پاش پاش کر کے نہ رکھ دے اس وقت وہ طوفان بن کر اڑتا ہے، ظلم و تعدی، کفر و طغیان کے مغرور و مجبور طبرداروں کو تنکوں کی طرح ہالے جاتا ہے۔ مغرور و گزراور چیز ہے ذلت و بے چارگی اور چیز مومن مغرور و گزراور چیز ہے لیکن کوئی سرکش اس سے ذلت اور بے چارگی کی توقع کسے تو یہ جھٹکتا ہے۔ مومن مغلوب اور ضعیف پر تو رحم کرتا ہے لیکن جو قوت و طاقت کے نشہ میں مغرور ہو کر اس کو تارنا پہا ہے تو اس کی وہ ٹانگیں توڑ دیتا ہے، وہ ہاتھ جن میں ظلم کی گوارا ہوتی ہے کاٹ دیے جاتے ہیں اور وہ اکٹھے پھوڑ دی جاتی ہے جو ان کی طرف بڑی نیت سے اٹھتی ہے۔

جس سے جگر لالہ نہیں ٹھنڈک جو وہ شبنم

دینوں کے دل جس سے دل باتیں وہ طوفان

يَنْتَصِرُونَ اِی یَنْتَقِمُونَ۔ اور اپنا تصور کہتے ہیں۔ الانتصار، الانتقام و انتصر منه اِی انتقم (انسان)

علاوہ قرطبی کہتے ہیں اِی اذا نالهم ظلم من ظالم لم يستسلموا للظلمه۔ یعنی اگر کوئی ظالم ان پر ظلم کرتا ہے تو وہ اس کے سامنے سر نہیں جھکاتے بلکہ اس کے مقابلے کے لیے ڈٹ جاتے ہیں۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل ایمان کے طرز عمل کیوں بیان

هُم يَنْتَحِرُونَ ۝ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا

و مناسب بدل دیتے ہیں۔ اور بُرائی کا بدلہ ویسی ہی بُرائی سے۔ ۱۱۱ پس جو معاف کر دے

فرمایا ہے۔ انہم کانوا یکرمون ان یبذلوا انفسہم فجرا علیہم الفساق۔ یعنی اہل ایمان اس بات کو از حد ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل و خوار بنادیں تاکہ فاسق اور فاجر ان پر دست درازی کر سکیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کے سامنے وہ فراد کی چٹان بن جاتے ہیں اور بدست مغروروں کو کچل کر رکھ دیتے ہیں۔ مگر بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں خوب کہا ہے۔ وقال البیضاوی وصفہم بسائر امہات الفضائل منها کراہۃ التذلل وھی لا تخالف وصفہم بالغفران فانہ یُنْبَأُ عن عجز المغفور والانتصار عن مقاومۃ الخصم وللعلم عن العاجز محمود وعن المتغلب مذموم لانہ اجراء واخراء۔ مگر بیضاوی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی بنیادی خوبیوں سے توصیف فرمائی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کسی کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و خوار ظاہر کرنے کو از حد ناپسند کرتے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جانے کہ یہ آیت پہلی آیت کے مخالف ہے جس میں غفران ان کی صفت بیان کی گئی ہے کیونکہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عاجز اور درامہ سے مغرور و رگڑ کرنا بستر ہے اور مذ مقابل دشمن سے انتقام لینا میں شکست ہے۔ مگر ذرا سے علم محدود ہے اور زبردست سے ظلم مذموم ہے کیونکہ اس طرح وہ ظلم کرنے پر اور زیادہ جری ہو جاتے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

اذا انت اکرمت الکرم ملکۃ

وان انت اکرمت الشیم تمردا

اگر تو کسی شریف آدمی کی عزت کرے گا تو وہ ذات العزیز منہ سہ گا اور اگر تو کسی کینہ خیز آدمی کی عزت کرے گا تو وہ اور زیادہ کرسش ہو جائے گا۔

فوضع الندافی موضع السیف بالعلم

موضو کو وضع السیف فی موضع النداد

یعنی جہاں تکرار استعمال کرنا چاہیے وہاں سخاوت سے کام لینا ٹھیک ہے جس طرح سخاوت کے موقع پر تلوار کا استعمال خطرناک ہے۔

۱۱۱ کیونکہ ظالم سے انتقام لینے کو تسنن قرار دیا گیا تھا جو سکتا تھا کہ انتقام لینے والا اسے تجاوز کر جائے اور کل کا مظلوم جو شہ انتقام میں خود ظالم بن جائے اس لیے فدا متنبہ کر دیا کہ انتقام میں بھی انصاف کو بہ نظر رکھنا ضروری ہے۔ حتیٰ زیادتی کسی نے تم پر کی ہے اتنی ہی زیادتی تم اس پر بھی کر سکتے ہو۔ انتقام کی اجازت سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ اس کے کل ٹھٹھیل بل گئی ہے جس طرح چاہے وہ اپنے دل کی ہراس نکالتا رہے۔

إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

بادجود) معاف کر دے تو یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے اللہ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کا کوئی

مَنْ وَلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ۖ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ

کار ساز نہیں اس کے بعد شے اور آپ ملاحظہ کریں گے ظالموں کو جب وہ دیکھیں گے عذاب (تو ہٹا جائیں گے)

يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ ۖ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

پر ہمیں گے کیا واپس لوٹنے کا بھی کوئی راستہ ہے؟ شے اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ پیش کیے جا رہے ہوں گے تو

خُشَعِينَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ وَقَالَ الَّذِينَ

پر اس حال میں کہ عاجز و ذلیل ہوں گے ذلت کے باعث دیکھتے ہوں گے ٹکھیروں سے چوری چوری شے اور کہیں گے

۲۶ لفظ عزم کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ رافعت نے لکھا ہے قال ابلیث ما عقد عليه قلبك من امر
إليك فاعمله۔ ایسے کام پر جس کو تو کرنے والا ہے تیرے دل کا پختہ ارادہ کرنا عزم کہلاتا ہے (لسان العرب) علامہ جوہری
کہتے ہیں عزم مت علی کذا اذا اردت فعله وقطعت عليه۔ جب تو کسی کام کا قلعہ ارادہ کر لے تو عرب کہتے
ہیں عزم مت علی کذا (الصالح) علامہ راغب کہتے ہیں۔ العزم والعزيمة عقد القلب علی امضاء الامر کسی حکم کی
تعمیل پر دل کا پختہ ارادہ کرنا عزم اور عزمیہ کہلاتا ہے۔ آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ساحل متقی کہتے ہیں کہ میرا ارادہ منفرت ان امور میں
سے ہیں جنہیں بندہ کو اپنے نفس کے اوپر واجب کرنا چاہیے کیونکہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود اور پسندیدہ ہیں ای من معزومات
ان امور ای مما یجب العزم علیہ من ان موذی یا یحی اب العبد علی نفسه فکونه من الامور المحمودة عند الله تعالیٰ (رد المحتار)
۲۷ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ راست نہیں ہو سکتی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کس کو گمراہ کرے اس کے متعلق قرآن کریم میں بارہا ارشاد
تجاء گیا ہے کہ جو لوگ سیم نافرمانی اور سرکشی سے اپنی صلاحیتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ دعوت حق سننے اور نذر حق دیکھنے سے اپنی گوش و چشم بند کر دیتے ہیں ان
لوگوں کو گمراہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ گمراہی کے بیڑہ اور کسی چیز کے طلب کار ہی نہیں اور جس دل میں ہدایت کی خواہش ہی نہ ہو بلکہ دعوت حق کو کثرت سے تہر
کرنا ہی اس کا معمول بن چکا ہو تو قدرت مذہب و حق اس کو ہدایت قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔

۲۸ شے آئی تو کفار کو بھیجا یا جب تک کہ یمن میں ہندو عظمت کا حق پر کرنی شروع نہیں ہوتا قیامت کے روز جب بھڑکتا ہوا جہنم دیکھیں گے تو اس وقت ان
کی آنکھیں کھلیں گی اور ہوش آئے گا اس وقت راہ فرزنداش کریں گے لیکن اس روز نجات کے تمام راستے بالکل بند ہوں گے۔

۲۹ حضرت سید بن جبیر نے طرف غنی کا معنی کیلئے یسار قون النظر من شدة الخوف۔ یعنی شدت خوف کے باعث

أَمْنُوا إِنَّ الْخَيْرِينَ الَّذِينَ خَيْرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ

اہل ایمان کہ حقیقی گناہ میں وہی لوگ ہیں جنہوں نے گناہ میں ڈالا اپنے آپ کو اور اپنے گمراہوں کو قیامت کے

الْقِيَامَةِ إِلَّا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ

روز۔ سن لو! ظالم لوگ ضرور ابدی عذاب میں ہوں گے۔ اور انہیں ہوں گے (اس روز)

مِّنْ أَوْلِيَاءٍ يَخَصِرُونَ ۚ هُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ

ان کے لیے مددگار جو مدد کر سکیں ان کی اللہ کے بغیر۔ اور جس کو گمراہ کرے اللہ تعالیٰ

فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۚ ۝ اسْتَجِيبُوا لِلرَّبِّ كُفْرًا مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ

تو اس کے لیے (بچنے کی) کوئی راہ نہیں۔ (لوگو!) مان لو اپنے رب کا حکم اس سے پیشتر کہ آجائے

يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَا لَكُم مِّنْ مَّلْجَأٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم

وہ دن جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لینے والا نہیں ہے نہ ہوگی تمہارے لیے کوئی پناہ گاہ اس روز اور نہ تمہاری طرف سے کوئی مددگار

مِّنْ تَكْذِبٍ ۚ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۚ إِنَّ

کرنے والا ہوگا ہے پس اگر وہ دھڑکیں، روگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان کے اعمال کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا

چوری چوری کن انکھیں سے دیکھیں گے، دھڑکیں، ریس کہتے ہیں کہ یہاں میں بھی جہنم ہے۔ ای منتظرون بطرف خفی ای ضعیف من الذل

والخوف یعنی ذلت اور خوف کے باعث ان کی آنکھوں کی بینائی کمزور ہو چکی ہوگی اور وہ کمزور آنکھوں سے جہنم کی طرف دیکھیں گے۔

۱۱۱ اہل ایمان جب جہنم میں ان دوزخیوں کی حالت زار کا مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے کہ ان ظالموں سے زیادہ گناہ کس کو ہوا

ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنایا اور اپنے اہل و عیال کو بھی تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔

۱۱۲ قیامت کے روز کفار کی حالت زار بیان کرنے کے بعد انہیں پھر قبول اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے اور انہیں اس پر

پراگھنیت کیا جا رہی ہے تاکہ اُس روز کف، غم و غم کے بجائے آج ہی توبہ کر لیں جب وہ دن آئے گا تو کوئی

اس کو روک نہ سکے گا۔ اے مشرک! تمہارے لیے اس روز کوئی پناہ لینے کی جگہ نہ ہوگی۔

۱۱۳ آیت کے اس آخری فقرے کے متعدد مطالب بیان کیے گئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ تکذیب یعنی انکار کرنا ہے، یعنی قیامت

عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاءُ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرَحِمَهَا

فرمان توصیف و احکام کا پہلا بیان ہے اللہ اور ہم جب مقرر چکا دیتے ہیں انسان کو اپنی رحمت کا تو خوش ہوتا ہے اس سے۔

وَإِنْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ يُمَاقِلْ مَتَّ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ

اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے اپنے کرتوتوں کے باعث (تو شور مچانے لگتے ہیں) بے شک انسان بڑا ناشکر گزرا ہے

کے روز جب ان کا دفتر عمل کھول کر ان کے سامنے رکھا جائے گا تو انہیں یہ طاقت نہ ہوگی کہ اس کے مندرجات کا انکار کر سکیں (یہ ہیں) مجاہدینہ بحیرہ کا معنی ناصر اور مددگار کیا ہے یعنی قیامت کے دن ان کا کوئی ایسا مددگار نہ ہوگا جو انہیں مذابہ الہی سے ٹھیک کر سکے۔ بعض نے بحیرہ یعنی شکر یعنی بدل دینے والا تبدیل کر دینے والا کہلا ہے۔ یعنی کوئی ایسا آدمی انہیں نہیں ملے گا جو اس مذابہ میں رد و بدل کر سکے۔ النکیر والانتکار تفسیر المنکر (قرطبی) ابن کثیر نے یہ مفہوم بتایا ہے تستکرون عنہا وتغيبون عن بصره عنز و جبل۔ یعنی تم اپنی شکل و صورت کو بدل کر اور اپنا عمل تبدیل کر کے اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے چھپ سکتے ہو اور بھگ نہیں سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلیم سے رہے ہیں کہ یہ کفار آپ کی اتنی فتناء کششوں کے باوجود حق کو قبول نہیں کرتے بلکہ روگردانی کیے ہوئے ہیں تو آپ دیکھیں کہ گزشتہ ہوں۔ ان کی گمراہی اور تباہی کے بارے میں آپ سے قطعاً کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ آپ کا فرض پیغام حق کا پہنچانا تھا آپ نے اپنا فرض با حسن و جوہر پورا کر دیا ہے۔ اب بھی اگر وہ باطل پرانے ہوئے ہیں تو یہ ان کی اپنی بد بختی ہے اور اس کی سزا یہ خود بھگتیں گے۔ حفیظ کا لفظ یہاں توجہ طلب ہے۔ ملازم پانی پی نے اس کا معنی لکھا ہے رقیبنا مواخذہ اعلیٰ اعراضہم ایسا نگہبان جس سے ان کی روگردانی پر مواخذہ اور باز پرس کی جاسکے۔ کما ج العروس من اس کا یہ مفہوم بتایا گیا ہے۔ الحفیظ الموکل بالشئی یحفظہ: حفیظ اسے کہتے ہیں جسے کسی کا سپرد دار بنایا جائے۔ وہ اس کی نگہداشت و حفاظت اس کے ذمہ ہو۔ مذکورہ بری نے صحاح میں لکھا ہے الحفیظ الحافظ: نگہبان۔ ان تمام تصریحات سے حفیظ کا یہی مفہوم سمجھ میں آئے کہ ایسے نگہبان اور محافظ کو حفیظ کہتے ہیں جو ہر طرح سے کسی کا سپرد دار ہو اور اس کے افعال کے لیے جواب دہ ہو۔

اللہ انسان کی دُور بینی اور مسئلہ مزاجی کا ذکر ہوتا ہے کہ یہ حضرت بھی عجیب شے ہے۔ اگر راحت و آرام کے دن آجائیں تو خوشی سے پھولے نہیں مٹاتا اور اگر اپنی بد اعمالیوں کی پاداش میں رنج و محن کے بادلوں میں گھر جائے تو ناشکری کی انتہا کر دیتا ہے کہ میں تو ہمیشہ سے ایسی ہی خستہ حال زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میں نے تو عمر بھر کبھی خوشی دیکھی ہی نہیں۔ مسرت و شادمانی کے گز سے جوئے ساہے دن اُسے مہول جلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی گزشتہ تمام مہربانیوں کا انکار کر دیتا ہے۔ کچھ اس وقت بھی جب اپنے آپ کو مصائب میں گھرانا پڑا ہے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار ایسی نعمتیں ہیں جن سے وہ لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے ان کا بھی مستداف نہیں کرتا نہ بسوسے ہوئے اپنے رب سے زود شائد شاہد ہوتا ہے اور آئندہ کے لیے بھی مایوس و ناامید ہو کر رہ جاتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُخْلِقُ مَا يَشَآءُ يُمَيِّبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ بھشتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

اِنَّا شَآءُ وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذَّكَوْرَ ۝ اَوْ يَزُوْجُهُمْ ذَكَرًا وَّاُنْثٰى ۝

ہمیاں اور عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے نر۔ یا ۵ نکلا کر دیتا ہے انہیں بیٹے اور بیٹیاں۔

وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وَاَمَّا كَانَ لِبَشَرٍ

اور بنا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بالجمہ۔ بے شک وہ سب کو جاننے والا ہر چیز پر قادر ہے۔ شکہ اور کسی بشر کی یرشان نہیں کر

اَنْ يُكَلِّمَہُ اللّٰهُ اِلَّا وَحِيًّا ۚ اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ۚ اَوْ يُرْسِلَ رُسُوْلًا

کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہ راست) مگر وحی کے طور پر یا پس پردہ یا جیسے کوئی پیغامبر (فرشتہ)

فَيُوْحٰی بِاِذْنِہٖ مَا يَشَآءُ ۚ اِنَّہٗ عَلٰی حَکِيْمٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحٰیْنَا

اور وہ وحی کرے اس کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے بلاشبہ وہ اپنی شان والا بہت دانستہ ہے۔ شکہ اور اسی طرح ہم نے بتدریج وحی بھیجا

شکہ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکمرانی ہے۔ ہر چیز اسی کے تصرف میں ہے۔ جس کو چاہے جن چاہے دے دے اور اگر کسی کو کسی نعمت سے محروم رکھتا چاہے تو زبردستی اسے دینے پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ اولاد کے سلسلہ میں بھی لوگوں کی پارتیوں میں ① وہ لوگ جن کو صرف بچیاں ہی دیتا ہے۔ بچے کے لیے وہ ترستے رہتے ہیں اور ان کی حسرت پوری نہیں ہوتی ② وہ لوگ جن کو صرف بچے دیے جاتے ہیں ③ جن کو ملے جلے بچے اور بچیاں عطا فرماتا ہے۔ ④ وہ لوگ جو بانجھ ہیں جن میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہی مفقود ہے۔ ان کے ہاں نہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور نہ بچی۔ آخر میں فرمایا کہ میں علیم ہی ہوں اور قدير بھی۔ میں ہی بہتر جانتا ہوں کہ کس کو کیا دینا ہے اور کس کو کچھ نہیں دینا ہے۔

شکہ اس مقام پر وحی کے لفظ کی لغوی تحقیق اور پھر اس کا اصطلاحی مفہوم ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔ صاحب تاج العروس لفظ وحی کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں: اصل الایحاء ان یُسِّرَ بعضهم الی بعض کما فی قولہ تعالیٰ یوحٰی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا: هذا اصل الحرف ثم قُصِّرَ او حاء علی معنی الھمہ سفقال ابو اسحاق اصل الوحی فی اللغة اعلام فی خفاء ولذلک صار الیھام یسّٰی وحیا قال الزھری وكذلك الاشارة والایماء یسّٰی وحیا والکتابۃ تسّٰی وحیا۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۲۸۵) یعنی ایحاء کا اصل معنی ترویج ہے کہ راز داری میں کسی کو کچھ کہنا قرآن کریم میں ہے یوحٰی بعضهم

الی بعض یہ اس کا اصل معنی ہے۔ پھر کبھی اس کا اطلاق صرف الہام پر ہوتا ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں وحی کا اصل لغوی معنی پوشیدہ طور پر کسی کو کوئی چیز بتا دینا ہے۔ اسی وجہ سے الہام کو بھی وحی کہتے ہیں۔ ازہری کہتے ہیں اشارہ کرنے اور رکھ کر کوئی چیز دینے کو بھی وحی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی محسوس آدمی کو خبر نہیں ہوتی۔

ملاحظہ فرمائیے اس کی مزید وضاحت کی ہے۔ ان کی تحقیق کا خلاصہ بھی درجہ ذیل میں ہے:

”اصل الوحی الاشارة السریعة وفذلك یكون بالكلام علی سبیل الرمز وباشارة بعض الجوارح وبالكتابة وعلی هذه الوجوه قوله وكذلك جعلنا لكل نبی عدواشیاطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غموزا فذلك الوسواس الشار الیہ بقوله من شر الوسواس الخناس. ویقال للکلمة الالہیة الی تلقی الی انبیاءہ واولیاءہ وحی وذلك اضرب بحسب احوال علیہ قوله تعالیٰ وماکان لبشر الیة وذلك اما برسول مشاہد ثری ذاتہ ویسمع کلامہ کتبلیغ جبرئیل للنبی فی صورة معینة واما بسماع کلام من غیر معاینة کسلع موسیٰ کلام اللہ تعالیٰ ولما بالقاء فی الروح کما ذکر علیہ السلام ان روح القدس نفث فی روعی واما بالالهام نحو اوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ ولما بتسخیر نحو قوله تعالیٰ و اوحی ربک الی الفل او بمنام کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام انقطع الوحی وبقیت المبشرات رؤیا المؤمن قال الہام والتسخیر والمنام دل علیہ قوله انا وحنیا وسماع الکلام معاینة دل علیہ قوله او من وراء حجاب وتبلیغ جبرئیل فی صورة معینة دل علیہ قوله او یرسل رسولک فیوحی الیہ“

ترجمہ:

وحی کا اصل معنی اشارہ سریع ہے۔ یہ کبھی ایسے کلام سے ہوتا ہے جو بطور رمز مستعمل ہو۔ یا بعض احوال کے اشارے سے یا کتابت سے۔ ان ذکر کردہ درجات کے لیے ملاحظہ ہو یہ آیت وكذلك جعلنا الیة یعنی اسی طرح بنا دیے ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن یعنی سرکش انسان اور جن چپکے چپکے سکھاتے تھے ایک دوسرے کو خوش نمائیں۔ (لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے) شیطانوں کی اس باہمی گفتگو کو دوسرا کہتے ہیں جس کی طرف من شر الوسواس الخناس سے اشارہ کیا گیا ہے اور مکمل الوحی جس کا القاء انبیاء یا اولیاء کی طرف کیا جاتا ہے۔ اسے وحی کہتے ہیں اور اس وحی کی کئی قسمیں ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے وماکان لبشر الیة۔ یہ وحی یا تو بذریعہ فرشتہ ہوگی جس کو وہ نبی دیکھے گا اور اس کے کلام کو سنے گا جس طرح جبرئیل شکل معین میں حاضر ہوتے تھے یا یہ وحی اس صورت میں ہوگی کہ کلام تو سنانے سے رہا ہے لیکن شکل دکھائی نہیں دے رہا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کا کلام الہی سننا یا یہ وحی بصورت القاء ہوگی جیسے حضور نے فرمایا ان روح القدس نفث فی روعی۔ روح القدس نے یہ بات میرے دل میں ڈال دی یا بذریعہ الہام ہوگی جیسے و اوحینا الی ام موسیٰ ہم نے موسیٰ کی والدہ کو وحی فرمائی یعنی انہیں بذریعہ الہام بتایا یا یہ وحی بذریعہ تغیر ہوگی یعنی اس چیز کی فطرت اور طبیعت میں کوئی بات ڈال

إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ

آپ کی طرف ایک جانور اکلام اپنے حکم سے شے نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے شے

وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ

لیکن اسے حبیبہ ہم نے بنادیا اس کتاب کو (سرایا) اور ہم ہدایت دیتے ہیں اس کے ذریعہ جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں سے اور بلاشبہ آپ

دی گئی جس کی بجا آوری پر وہ چیز طبعاً مبہوم ہے جیسے اوجی ریشٹ الی النحل۔ آپ کے رب نے شد کی کمی کی طرف وحی کی یا نہ یہ خواب
برقی جیسے حضورؐ نے فرمایا وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اب خوش خبریاں رہ گئیں یعنی مومن کو جو خواب دکھانے جاتے ہیں پس الہام و تسنن اور خواب
کی شکل میں جو وحی ہوتی ہے اس پر آیت کے اس فقرہ نے دلالت کی ماکان لبش ان یکلمہ اللہ الا وحیہ اور پس پر وہ کلام
سننے کی صورت میں جو وحی ہوتی ہے اسے اور من و راء عجائب سے تعبیر کیا اور جو وحی جبرئیلؑ لے کر آتے تھے اس پر آیت کے اس
فقرہ اور مسلسل رسولؐ نے مدنی ذال۔

ملاحظہ فرمائی کہ یہ تفسیری قسم انبیاء کریم سے مخصوص ہے۔ بلکہ نہ مخصوص بالانبیاء علیہم السلام (روح المعانی)
شے یہاں روح سے مراد قرآن کریم ہے جس طرح روح جسم کو زندہ کرتی ہے اسی طرح قرآن حکیم دلوں کو حیات جاوید عطا کرتا ہے
اس لیے اسے ہی روح فرمایا گیا۔ کہ الکتب سے مراد وحی کی مذکورہ تمام قسمیں ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی کی ان تمام قسموں کا
نزول ہوتا تھا۔

۱۔ بظاہر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ کتاب کا علم تھا نہ ایمان کا۔
تحقیق طلب اگر یہ ہے کہ کیا انبیاء کریم کو بعثت سے پہلے ایمان و کتاب کا علم ہوتا ہے یا نہیں؟ آیات قرآنی اور احادیث نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ جب ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم یہ آیت پڑھتے ہیں وَآتَيْنَاهُ الْكِتَابَ وَحَبِطْنَا
اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ اب گنچے بن گئے تھے کہ ہم نے انہیں علم و حکمت سے شرف فرمایا۔ حضرت بن عباس
کے قول کے مطابق آپ کی عمر تین سال تھی اور تم سے مراد تنقیہ فی الدین ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گوارہ میں ہی اعلان فرمایا انا عبد اللہ
انشأنی الکتاب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً لہن ما کنت۔ یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے
نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام ابھی کسی ہی تھے کہ بھائیوں نے ان کے گے
میں رشتہ ڈال کر کنوئیں میں ڈکھادیا تھا۔ اس وقت انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ وَاوحینا الیہ لَنُبَشِّرَکَ بِأَمْرٍ هَذَا
یعنی ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ انہیں ان کے اس فعل پر سزا دیں گے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بچپن میں ہی حضرت لیل سے
عزم کیا تھا یا ابت افعَلْ مَا تَوْمَرُ مُسْتَجِدًّا فَاَنْشَادَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِ مِّنْ لِّیْ بِرَبِّیْ رَکَّارًا آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی
تعمیل کیجیے اللہ تعالیٰ نے پابا آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔

اگر ان حضرات اہلباکچین میں ہی ان سر پر آگاہی بخش دی گئی تھی اور ان سے وہ تیز القول کا رنگ صادر ہوئے جو صرف اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کا ہی ثمر ہو سکتے ہیں تو حضور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ کیسے فرض کر دیا جائے کہ حضور کو ایمان اور کتاب کا علم نہ تھا۔ سرور کائنات کی قبل از اعلان نبوت زندگی کا سلسلہ نہ کیا جائے تو وہ بھی اس مفروضے کی تکذیب کرتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ لما نشأت بغضت الى الوثان ولبغض الى الشعر ولما هم بيشق مساكانت الجاهلية تفعله الا مرتين فعصمني الله منهما شراً لهما عدا۔ جب میں بڑا ہوا تو میرے دل میں بتوں اور شرگوں کے متعلق بغض اور نفرت پیدا ہو گئی اور میں نے جاہلیت کے کاموں کا بھی ارادہ نہیں کیا۔ صرف وہ مرتبہ خیال آیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا اور پھر میں نے ان کا قصد نہیں کیا۔ حضور بچپن میں اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ مکہ شام گئے۔ اسی سفر میں مکہ و مہرب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حضور میں نبوت کی علامات دیکھیں تو آواز مانے کے لیے اس نے حضور کو لالت و غزلی کی قسم کھانے کے لیے کہہ حضور نے اپنی کسی کے باوجود ارشاد فرمایا۔ لا تستلنی بهما فوالله ما بغضت شیئاً قط بغضهما۔ یعنی میں نے مہرب و ابوطالب! مجھ سے ان بتوں کے واسطے کوئی بات مت پوچھو۔ بخدا مجھے جتنی نفرت ان سے ہے اور کسی سے نہیں۔

اہلباکچین کے احوال کھنسنے کے بعد ملازم قریبی فرماتے ہیں: ثم يتمكن الامر لهم وتترادف نفحات الله عليهم وتشرق انوار المعارف في قلوبهم حتى يصلوا الغاية ويبلغوا باسطفاء الله تعالى لهم بالنبوة في تحصيل المخصال الشريفة دون ممارسة ولا رياضة۔ پھر ان کے حالات میں کچل پیدا ہونے لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول پڑے ورپے ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں معرفت کے انوار چمکنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ وہ انتہا تک پہنچتے ہیں اور اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نبوت کے لیے انہیں چن لیتا ہے۔ وہ اوصافِ مہربہ میں کمال حاصل کر لیتے ہیں۔ انہیں کسی شق اور ریاضت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔

ملازم موصوف فرماتے ہیں الصواب انه معصوم قبل النبوة من الجهل بالله وصفاته والتشكك في شيء من ذلك وقد تعاضدت الاخبار والاثار عن الانبياء بتنزيههم عن هذه النقيصة منذ ولدوا ونشأ لهم على التوحيد والايمان بل على اشراق انوار المعارف ونفحات الطاف السعادة ومن طالع سيرهم منذ صباهم الى مبغشهم حقق كذا لك (قریبی) صحیح یہ ہے کہ اہلباکچین نبوت سے پہلے بھی اس بات سے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے جاہلی ہوں یا ان میں سے کسی بات میں ان کو شک ہو بکثرت ایسی احادیث و آثار موجود ہیں جس سے ثابت ہو کہ اہلباکچین میں ہی ان کی وجہ سے پاک ہونے میں امداد ان کی نشو و نما و امید و ایمان پر ہوتی ہے بلکہ معرفت کے انوار ان پر فزائش دیتے ہیں سعادت و برکت کے الطاف کی ملک سے وہ معطر رہتے ہیں جنہوں نے ان کی سیرتوں کا مطالعہ کیا ہے ان کے نزدیک یہ امر مسلم ہے۔

جب حقیقت حال یہ ہے تو اب اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟ ملازم قریبی نے متعدد جواب نقل کیے ہیں۔ مجھے یہ جواب ان میں سے زیادہ پسند ہے:

ما كنت تدري ما الكتاب لو لا انما عليك ولا الايمان لو لا هديتنا لك۔ یعنی آپ پر اگر ہمارا لطف و انعام نہ ہوتا

لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي

رہنمائی نہ دیتے ہیں صراطِ مستقیم کی طرف ۱۷ جو اللہ کی راہ ہے وہ اللہ جو مالک ہے برائے چیز کا جو

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ۱۸ غیب میں لو اسباب کا انہم اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے ۱۹

ترآپ کتاب کو نہ جان سکتے اور اگر ہم آپ کی رہنمائی نہ فرماتے تو آپ کو ایمان کا علم بھی نہ ہوتا۔

(ملخصاً عن تفسیر القرطبی)

تفسیر و روایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ روایت کہتے ہیں المعرفة المدركة بضرب من الخلل (مفردات) یعنی کسی چیز کو کٹن و چھین کر یا اٹل پھڑ سے ہانڈنا جال العروس میں اس کا یہ معنی نکالنا گیت دریتہ و دریت بدہ۔ علتہ او علتہ بضرب من الحيلة ولذا لا يطلق على الله تعالى۔ یعنی حیل سے کسی چیز کے جاننے کو روایت کہتے ہیں۔ اسی لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جاتا۔

امام غزالی نے ماضی رحمة اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہیں دلائل عقلیہ سے پہچانا جاسکتا ہے اور دوسری وہ ہیں جن کی معرفت دلائل سمیعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ دوسری قسم کی معرفت نبوت سے پہلے نہ تھی۔ (کبیر) بعض علماء نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے۔ اے کنت من قوم اٰمیین لا یعرفون الكتاب ولا الايمان حق اكون قد اخذت ما جئت به عن من كان يعلم ذلك منهم وهو كقولہ تعالیٰ۔ وما كنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بيمينك اذ انزلنا کتاب المظلون۔

۱۷ یعنی ہم نے قرآن کو تو فرمایا ہے اور اس کے ذریعہ ہم جس کو چاہتے ہیں منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں اور اسے محبوب آپ ہی صراطِ مستقیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ یہ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔

۱۸ آخر میں پھر اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کا ذکر فرمادیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق و مالک وہی ہے اور اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔

۱۹ اس میں اقامت گزار اور فرمانبردار بندوں کے لیے بنائے گئے جہاد و سرکشوں اور ناجاؤں کے لیے مدد کی اور منزل نش ہے بتایا جا رہا ہے کہ سب مخلوقات کے دنیوی اور اخروی امور بارگاہِ الہی میں انجام پاتے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کام کی وہی تدبیر فرماتا ہے۔ اس کی قضا و قدر کے بغیر کوئی شے بھی جنبش نہیں کر سکتا۔ علامہ سہیل حق رحمة اللہ علیہ کہتے ہیں: "تو محققین باگشتے ہر امور و ہر اوقات و احوال بحضرت دوست و بار تقارح محبوب و دسانط شادہ این معنی دست دہ۔ وذلک لا"۔ تعالیٰ مبداء کل شیء و مرجعہ و مصیرہ اما بالفناء الاختیاری او بالفناء الاضطراری۔ یعنی اہل تبتیق کے نزدیک تمام اوقات اور جملا احوال میں ہر کام کی بازگشت

ترجمہ

اسی کی جناب میں ہے جب پٹے کاٹتے ہیں اور وساطت و درجہ میں تب اس مضمون کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چیز کا آغاز بھی اللہ تعالیٰ ہے اور انتہا بھی اسی تک ہے۔ اب چاہیے کہ اپنی مرضی اور اختیار سے اپنے آپ کو اس کی رضا میں فنا کرنے اور نہ اضطراب و تڑپ سے کہ عقل مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس چیز سے غرض ہو اسے خوشی سے قبول کر لیا جائے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک جنازے کی تدفین میں شریک ہوئے۔ جب اس پر پٹی ڈال دی گئی تو تار وئے کہ آنسوؤں سے مٹی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا اے مردمان! آخر دنیا مگر گوری گوری اور است اول آخرت مگر گوری گوری۔ آخرت میں گوری گوری یعنی ترسید از مالے کو اولش ایست یعنی گوری۔ (روح البیان) اے لوگو! دنیا کا انجام قبر ہے اور آخرت کی ابتدا قبر ہے۔ اس جہان پر ناز کرنا کتنی حماقت ہے جس کا انجام قبر ہے اور اس جہاں سے کیوں نہیں ڈرتے ہر جس کی پہلی منزل قبر ہے۔

الحمد لله والصلاة والسلام على اول نور اشرق من شمس الازل اللهم اجعل
 دنيانا خير مزرعة بلاخرة واجعل قبورنا روضة من رياضات الجنة وآنس
 وحشتنا بأنسك وبرؤية الروح الصبيح الذي لا زلنا مشتاقين الى رؤياه
 اللهم صل على صاحب الوجبة الجميل والفداك سبل والطرف الكميل وعلى آل
 وصحبهم ومبارك وسلم

تعارف

سُورۃ زخرف

نام: اس کا نام زخرف ہے۔ یہ مکہ آیت ۳۵ میں مستعمل ہوا ہے۔ اس سورت میں سات رکوع نو کی آیات اور میں ہزار چار سو محدث ہیں۔

زمانہ نزول: یہ بھی ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جن کی ابتدا احقر سے ہوئی اور اس کا زمانہ نزول بھی اس سلسلے کی سورتوں کے زمانہ نزول کے قریب قریب ہے۔

مضامین: ویسے تو قرآن کریم کی ہر سورت کی طرح اس سورت کی ہر آیت بھی شیع نور ہے جو شاہراہ حیات کو متور کہہ ہی ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو اس سے لطف اندوز ہوں گے، البتہ چند ایسی باتیں ہیں جو آپ کی خصوصی توجہ کی مستحق ہیں:

۱۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اگر عمن کے احسان کا شکریہ ادا نہ کیا جائے، بلکہ انا ناشکری اور سرکشی کو اپنا شعار بنالیا جائے تو عمن اپنے احسان کا سلسلہ بند کر دیتا ہے۔ لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ازراہ لطف و احسان انبیاء کی بعثت اور وحی کے نزول کا سلسلہ جاری کیا تاکہ لوگ ہدایت کی راہ سے بہک نہ جائیں، لیکن اس نعمت کی قدر کرنے کے بجائے کفار نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی ناشکری کے باعث یہ سلسلہ بند کر دیا جاتا اور مگر ابی کے گھپ انبیاء میں انہیں دیکھنے کھانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی، تمہیں نفس اور شیطان کے رحم و کرم پر چھوڑ نہیں دیا جائے گا، بلکہ قرآن کریم آفتاب ہدایت بن کر تمہارے مطلع حیات پر چمکتا رہے گا تاکہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر جس وقت بھی کوئی شخص اپنی منزل کی طرف بڑھنا چاہے، تو وہ بڑھ سکے۔ ہم تم سے تمہاری سرکشیوں کے باعث ناراض ہو کر یہ نعمت سلب نہیں کر لیں گے۔

۲۔ تم خود مانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، پھر تم ان انعمے بہرے بتوں کو خدا کیوں مانتے ہو اور ان کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ اس وقت کہتے کہ ابی ہم تو وہی کچھ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے۔ اس نے چاہا، تو ہم نے بتوں کو پوجا، اگر وہ نہ چاہتا تو بھلا ہماری کیا مجال تھی کہ ان بتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھتے۔ ہم پر یہ اعتراض نہ کرو، بلکہ ہم سے خدا پر کرو جس کے ارادہ و مشیت کے ہم پابند ہیں۔ ان کے اس مغالطے کو یہ کہہ کر رو کر دیا کہ یہ محض جہالت اور حماقت ہے۔ اگر ان کی اس توجہ کو قبول کر لیا جائے تو پھر دنیا بھر کے گناہوں کو سبب جواز مل جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قتل و دہشت

زنا وغیرہ ہونے ہیں، اگر وہ نہ چاہتا تو کسی کی کیا مجال تھی کہ وہ کوئی نازیبا حرکت کرتا اور جب خدا کے چاہنے سے سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر یہ سارے کام میں کیا بوجھ ہوئے۔ یہ جابل لوگ رضا اور مشیت کا فرق بھی نہیں جانتے۔ بے شک اس جہان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے ارادہ و مشیت سے ہو رہا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ وہ اس پر راضی اور خوش بھی ہو۔ اس کی رضا انہی کاموں سے حاصل ہوتی ہے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

۳۔ انہیں اس بات پر بھی سخت اعتراض تھا کہ منصب نبوت کے لیے ایسے شخص کو چنا گیا ہے جس کے پاس نہ مال نہ ہے اور نہ اعوان و انصار کا مضبوط جتھہ۔ وہ کہتے جو زیرہ عرب میں دو مشہور شہر ہیں کھہ اور طائف، ان میں بڑے بڑے رئیس ہیں جن کی ثروت و امارت کی گرد و نواں میں دھوم مچ رہی ہے، جن کے اثر و اقتدار کے گگے کسی کو ذمہ مارنے کی مجال نہیں، ان میں سے اگر کسی کو اس منصب پر فائز کر دیا جاتا تو یہ دعوت بڑی شہرت سے ملک عرب کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی۔ ان کے اس اعتراض کو یہ فرما کر ٹکرا دیا کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کو تقسیم کرنے کا انہیں قطعاً کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بستر جانتا ہے کہ اس منصب عظمیٰ کی اہلیت کس میں پائی جاتی ہے اور اس انعام کا کون حق دار ہے۔

یہ بھی بتا دیا کہ یہ کتاب مہدیؑ کا صحیفہ رشد و ہدایت جو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے اس کا نزول آپ کے لیے اور آپ کی ساری قوم کے لیے وجہ عز و شرف ہے۔ اس کی برکت سے تمہیں ہندو کی رانیوں، ہندو ماہ کی تابانیاں اور عرش کی بلندیاں نصیب ہوں گی۔ اس کے فیضان سے قافلہ انسانیت کی قیادت کا منصب تمہیں سونپ دیا جائے گا۔ اسے جو موت سمجھو اس کی تعلیمات کو اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ مت خیال کرو، بلکہ شریعہ صدر سے اسے قبول کر لو اور خوشی خوشی اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اسی ضمن میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے حالات کی طرف بھی اختصار کے ساتھ اشارہ فرمایا تاکہ مجرم معاصی میں ان کی اولوالعزمی باعث تسکین ثابت ہو۔

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ

سورة الزخرف مکی۔ اس کی آیتیں آیتیں ہیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

حَمْدٌ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ

ما۔ ہم سب سے تم ہے اس کتاب میں کی تمہیں ہم نے آواز سے قرآن، عربی زبان میں تمہیں تاکہ تم اس کے

لے یہ حروف مقطعات ہیں ان کی وضاحت پہلے کر چکی ہے لیکن ملاحظہ ارشاد فرمایا کہ "ما" معنی اور ہم "یوم" کی طرف اشارہ ہے۔

تمہیں واؤ تمہیں کے لیے ہے یعنی کتاب میں کی تمہیں "ابن تبیین" باب افعال کا اہم فاعل ہے۔ یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ پہل صورت میں معنی ہوگا کہ اس کتاب کی تمہیں جو بالکل واضح، ظاہر اور روشن ہے اس کے مطالب اور معارف شک و شبہ سے پاک ہیں۔ اختلاف و تضاد کا وہاں شائبہ تک نہیں۔ متعدی ہونے کی صورت میں مضموم یہ ہوگا کہ اس کتاب کی تمہیں جو حق اور باطل کو واضح کئے ہوئے ہے۔ راہ ہدایت کو راہ ضلالت سے ممتاز کرنے والی ہے تبیین کے ایک لفظ سے قرآن کریم کی دونوں صفات کو بیان کر دیا کہ یہ کتاب ہدایت خود بڑی واضح اور روشن ہے اس میں کسی قسم کا الجھناؤ اور الجھاس نہیں۔ نیز یہ حق و باطل کو نمایاں اور آشکارا کرنے والی ہے جن لوگوں کی دل کی آنکھیں اس کے نور سے بنا ہوتی ہیں وہ گوگوں حالت میں نہیں رہتے۔ وہ بڑی آسانی سے ہدایت اور گمراہی کو پہچان لیتے ہیں۔ علامہ ابن منظور لسان العرب میں اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ابان، استبان، وتبین تتعدی هذه الثلاث ولا تتعدی وقالوا بان الشیء واستبان وتبین وابان بمعنی واد ولکتاب المبین ای الکتاب البین وقیل معنی المبین الذی لبان طرق المدی من طرق الضلالة وابان کل ما تحتاج الی الامتداد

ترجمہ: یعنی ابان، استبان اور تبیین متعدی اور لازمی دونوں طرح سے استعمال ہوتے ہیں اور مصدر والکتاب المبین کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ کتاب ہدایت خود بڑی واضح اور روشن ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ ہدایت کے راستوں کو گمراہی کی راہوں سے الگ کئے ہوئے ہے اور ہر وہ چیز جس کی طرف امتداد کا احتیاج ہے اس کو کھول کر بیان کرتی ہے۔

تمہیں کتاب میں کی تمہیں اشارے کے بعد جواب قسم کے طور پر بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے اس کتاب کو عربی میں جو تمہاری مادری زبان ہے نازل فرمایا اور اس کو یوں نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم ان حقائق و معارف کا اچھی طرح سمجھ لو ان قواعد و ضوابط کو پوری طرح ذہن نشین کر لو

تَعْقِلُونَّ ۚ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا عَلَىٰ حَكِيمٌ ۝۱۴۰

مصاب کو سمجھو۔ اور بے شک یہ قرآن جسے اس لوح محفوظ میں ثبت ہے اسے اپنی شان و امانت سمجھو نہ کیا ہم روک دیں گے

جن پر ہماری سعادت و ارجندی کا دار و مدار ہے۔ وہ قوم کتنی خوش بخت ہے جس کی ایسی کتاب سے سرفراز کیا گیا ہو۔ ضروری معلوم ہو کہ یہ کہ یہاں جعل کے لفظ کی تحقیق ذکر کی جائے کیونکہ اس لفظ میں تہذیب کرنے کے باعث ایک بہت بڑا فقہ فقہ قرآن کا روضہ ہوا جس نے کئی صدیوں تک امت کو گونا گوں ذہنی پریشانیوں اور دیگر مصائب و آلام میں مبتلا رکھا۔ دوسرا غیب اصناف نے مفردات القرآن میں اس کی جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ وہ کہتے ہیں جعل پانچ وجوہ پر استعمال ہو سکتا ہے:

- ۱۔ صاف اور طفق کا ہم معنی۔ اس وقت یہ لازمی ہوتا ہے جیسے جعل زید بقول (زید کہنے لگا)۔
- ۲۔ یہ اوجد اور خلق معنی پیدا کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس وقت یہ فقہ ایک مفعول کی طرف متغی ہوتا ہے جیسے جعل الضلعات و لنود اس نے اندامیروں اور نور کو پیدا فرمایا۔
- ۳۔ کسی چیز سے کوئی اور چیز پیدا کرنا جیسے جعل لکم من الجبال کما تار یعنی اس نے تمہارے لیے پہاڑوں میں گھر بنائے۔
- ۴۔ کسی چیز کو ایک حالت پر مضموم کر دینا جیسے الذی جعل لکم الارض خرابا اس نے تمہارے لیے زمین کو بستر بنوایا ای نہیں میں دوسرا غیب نے یہ آیت ذکر کی ہے۔ یعنی ہم نے اس کتاب کو قرآن عربی بنا دیا۔
- ۵۔ کسی چیز پر کسی چیز کا جھوٹا یا سچا حکم لگا دینا، و يجعلون ذلہ البسات یا انا آذوہ الیث و جاعلون من المرسلین۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ جعل کا معنی یہاں خلقتا نہیں ہے۔ ورنہ یہ ایک مفعول کی طرف متغی ہوتا مگر یہاں دو مفعول مذکور ہیں۔

دوسرا غیب نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ای انزلناہ بلسان العرب۔ غارن نے بھی کھلے وقیل انزلناہ یعنی ہم نے اس کو عربی زبان میں اتارا ہے۔ میں نے ترجمہ انہی حضرات کی تحقیق کے مطابق کیا ہے۔

۱۴۰۔ اُمّ الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ بعض علماء نے اُمّ الکتاب کی تعبیر العلم الذلی سے کی ہے۔ تعبیریں جیسا کہ اول ایک ہی ہے وقیل العلم الذلی رُوح المعانی،

۱۴۱۔ یہ قرآن کریم کوئی معمولی کتاب نہیں جس پر مقدس نہایت ازل فرمایا ہے اس کے حضور تو اس کا مرتبہ بہت اونچا و شان بڑی بلند ہے۔ کوئی دوسری کتاب نفی اور محوی، مجاز اور اسرار و معارف میں اس کی ہم پایہ نہیں۔ اسی رفیع الشان بین الکتاب لا عجزہ واشتملہ علی عظیم الاسرار۔ رُوح المعانی لفظ عظیم کی تشریح کہتے ہیں: ہمارے پاس کسی کہتے ہیں۔ ذو حکمة بالغة او محکم لا ینسخہ غیرہ او حاکم علی غیرہ من الکتاب رُوح المعانی،

یعنی حکیم کسی معانی مراد یہ ہاں ہے۔ یہ سراسر حکمت ہے یا یہ حکم ہے اسے کوئی دوسری کتاب یا اس کے احکام کو کوئی دوسری

عَنْكُمُ الَّذِي كُرِّصَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِينَ ۝ وَكَمْ أَرْسَلْنَا

قم سے اس ذکر کو ادا فرما کر اس وجہ سے کہ تم لوگ اللہ سے بڑھنے والے ہو ۛ اور ہم نے بخت دیجے میں

مِنْ نَّبِيِّ فِي الْأَوَّلِينَ ۖ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَّبِيِّ إِلَّا كَانُوا بِهِ

نہی پہلے لوگوں میں اور نہیں آیا ان کے پاس کوئی نئی گروہ دکھانے اس کا

شریعت منسوخ نہیں کر سکتی۔ یا یہ حاکم ہے یعنی جتنے بھی نفاذ ہمارے حیات ہیں ان سب پر اس کا فیصلہ مطلق ہے اور اس کا حکم نافذ ہے۔
 اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے جو بے پایاں محبت ہے اور ان کے حال پر خصوصی نظر عنایت ہے
 اس نکتہ میں اس کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفایتِ مشرکین کو آیاتِ ربانی پڑھ کر سنایا کرتے۔ عظیم
 معجزات سے اسلام کی صداقت ثابت کرتے۔ حضور کی اپنی زندگی کا ہر پہلو آفتاب سے تابندہ تر تھا یہ کوشش تب تک نہیں اور جانتا ہی
 ہے رسول سے شروع تھی۔ اس کے بعد جو مان کا انکار اور اس انکار پر ان کا بلکہ بااعتراف آئے روز بڑھتا ہی جاتا تھا چاہے تو یہ تھا کہ ایسے
 ناشکر گزاروں سے چشم عنایت پھیر لیا جاتی 'ان کو ہمیشہ کے لیے نظر انداز کر دیا جاتا تاکہ وہ ابدی محرومیوں کے سنانِ اندھیوں میں
 ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جھٹکتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری رحمت، میری یافت اور میری شفقت ایسا نہیں کرے گی۔ جو ہر حالت
 میں انہیں رحمت حق دیتے رہیں گے۔ غنہ وہ قبولِ حق سے انکار کرتے رہیں اور اسلام کو ناکام بنانے میں عقل و دانش کے تمام
 تقاضوں کو پس پشت ڈال دیں۔

اس آیت کے کلمات بھی غور طلب ہیں۔

علامہ قزلبی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی چیز سے منہ پھیرے اور اسے نظر انداز کرے تو عرب کہتے ہیں قد غسرت عنہ

صفحا اذا عرضت عنه وترجعت (قرطبي)

ملاح این مثلهاں آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ای نہ مالکم ولا نعرفکم وایجب علیکم لان کنتم قوما

مصرفین ہای لان اسرقتم ولسان العرب، یعنی کیا ہم تم کو نظر انداز کر دیں گے اور تمہیں ان فرائض و واجبات سے مطلع نہیں کریں گے جن کی تعمیل تم پر لازمی ہے اور یہ اس لیے کہ تم اسراف کے خوگر ہو۔ صنفحات کے متعلق ملازم آلودی کہتے ہیں کہ یہ غضب کا منقول مطلق ہے جیسے قعدت جلوسا۔ اسے منقول لہ اور حال بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس وقت صنفحات صافحین کے سن میں ہوگا مددع المعالی

۱۷۰ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مضطرب کو تسلی دیتے ہیں کہ کفار کا آپ کے ساتھ یہ نامعقول اور سرسبز
غیر انسانی رویہ کوئی زالی بات نہیں۔ جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجتے تھے ان کے ساتھ بھی ان کی قوموں نے اسی قسم کا برتاؤ کیا تھا۔ کم
یہاں استفہامیہ نہیں بلکہ خبریہ ہے۔ ”کم“ هنا خبریۃ والمراد بها التکثیر (قرطبی)

يَسْتَهْزِءُونَ ۝ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَحْيَاهُ مِثْلُ الْأَوَّلِينَ

مذاق اڑایا کرتے۔ پس ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا جو ان سے زیادہ طاقتور تھے اور بڑا چکا ہے حال پہلے لوگوں کا ۱۰

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو ۱۱

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمُ

زبردست سب کو جاننے والے ۱۲ جس نے بنا دیا ہے تمہارے لیے زمین کو گوارہ ۱۳ اور بنالیے ہیں تمہارے لیے

۱۰ جب ان قوموں کا عناد و حسرت تجاوز کر گیا اور ان کی ہدایت پذیری کے سلسلے امکانات ختم ہو گئے تو ہم نے ان کو تنہا کر دیا۔ ان بچاؤ کے دالوں کی کیا حقیقت ہے۔ بڑی بڑی طاقت و راہ ترقی یافتہ قومیں ہمارے عذاب کے سلسلے لمحہ بھر کے لیے نہ جم سکیں۔ یہ تو نہلت کی گھڑیاں ہیں جو ہم نے ان کو سوچنے، سمجھنے اور سمجھنے کے لیے ارزانی فرمائی ہیں اور یہ نادان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ وہ اپنی تدبیر یا قوت ہازد سے عذاب الہی کو روک کے بہتے ہیں۔ وہ اسی طمع و سدا واد میں مبتلا رہیں گے، حق کا منہ پھڑکتے رہیں گے اور اہل حق کو ذلیل و رسوا کرتے رہیں گے۔ یہ ان کی کم فہمی ہے جو نہی نہلت کی گھڑی ختم ہوگی انہیں فرزا دھر لیا جائے گا۔

۱۱ گزشتہ نافرمان قوموں کا جو عبرت ناک حشر ہوا اس کا تذکرہ جا بجا قرآن کریم میں بیان ہو چکا ہے اور وہ بار بار اسے پڑھنے چکے ہیں۔ کیا پھر بھی وہ کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے۔

۱۲ اگرچہ وہ شیخ اسلام کو گل کر دینے کے درپے ہیں، اگرچہ وہ پیغمبر اسلام کے خون کے پیاسے ہیں، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سیکڑوں بتوں کی پوجا پاٹ بڑی شد و مد سے کرتے ہیں، لیکن حق اتنا واضح اور سچی آیتا نہیں ہے کہ اس کے انکار کی ہمت ان میں بھی نہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے تو انہیں طوفان و کربا کہنا پڑے گا کہ ان کا خالق، اللہ تعالیٰ ہے جو عزیز بھی ہے اور عظیم بھی۔ لا الہ الا اللہ یا کسی دوسرے دیوتا کا ان کی تخلیق میں رائی کے برابر بھی کوئی حصہ نہیں۔ اس احترام کے بعد ان کا کسی کو خدا سمجھنا اور اس کی عبادت کرنا اتنی بڑی بیہودگی اور نادانی ہے کہ اس کے بطلان کے لیے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔

۱۳ اللہ تعالیٰ اپنی شان کبریا کی کا ذکر فرما رہا ہے۔ یعنی میں وہ عزیز اور عظیم ہوں جس نے تمہارے لیے اس زمین کو یوں آرام دہ بنایا ہے جس طرح بچے کے لیے گھومنا۔ تمہاری آسائش و راحت کے جملہ اسباب فراہم کر دیے گئے ہیں۔ پھر اس نے ظن طر کی گڑھا میں بنادی ہیں تاکہ تم ان پر چل کر اپنی منزل تک پہنچ سکو۔

فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اس میں راستے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ اور جس نے آمارا آسمان سے پانی انازلہ کے

يَقْدَرُ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ۝ وَالَّذِي

مطابق۔ پس ہم نے زندہ کر دیا اس سے ایک سرزدہ شہر کو۔ یونسی نہیں ہی قبول سے نکال دیا ہے گا ملک اور جس نے

خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا

ہر قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے اور بنادیاں تمہارے لیے کشتیاں اور مویشی جن پر تم

اگر تم ان احسانات کی قدر پہنچاؤ گے اور ان کا شکر ادا کر دے گے تو تمہیں وہ راہ بھی دی جائے گی جو تمہیں حرم ذات تک پہنچانے کی اور تم اس کے ذریعہ عرفان سے اپنے دل کی دنیا کو روشن کر دے گے۔

”مہند“ گہرائی کہتے ہیں۔ اسی فرماتے ہیں: ”مکانا مہند“ ای موطا و مال: بسطھا لکم تستقرون فیہا ولا ینافی ذلک کریتھا لکان العظم۔ زرع العالیٰ یعنی زمین کے کروی ہونے کے منافی نہیں کیونکہ زمین کا کہ اتنا وسیع اور کثیف ہے کہ یہاں اس کی کرویت کا احساس نہیں ہوتا بلکہ جہت نگاہ تک صاف چیل میدان دکھائی دیتا ہے۔

”سے ایک اور شان کبریائی بیان فرمائی جا رہی ہے۔ اس کا ہر کام ایک اندازے کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی طرح بارش برتی ہے تو انعقاد نہ نہیں بلکہ ایک طے شدہ اندازے کے مطابق۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ بستی جس میں چند لمبے پیلے ناک اڑ رہی تھی بہر طرف افسردگی اور مردنی پھائی تھی یکایک اس میں تازگی اور شادابی کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں اس کے ساتھ ہی فرمادیا کہ جو خداوند ذوالجبروت و کرم ہے اس کے لیے ہر چیز میں ایک اجڑی ہوئی بستی کو آباد کر دیتا ہے وہی تمہیں قبروں سے زندہ کر کے میدانِ حشر میں لا کر اکٹھے کرے گا۔ اس کے لیے یہ قطعاً مشکل نہیں۔

”سے زرع سے مراد یہاں صنف اور نوع ہے۔ ملاس لوسی لکھتے ہیں: ای اصناف المخلوقات الخ زرع هنا بمعنی الصنف لا بمعنایہ المشہور۔ اس کی تائید میں انہوں نے حضرت ابی ہاشم کا قول نقل کیا ہے۔ عن ابن عباس الا زواج الضروب والانواع کما الخلو والخصا مض والابيض والاسود والذکر والانثیٰ یعنی اللہ تعالیٰ نے گونا گوں اور قسم قسم کی مخلوق پیدا کی۔ ذائقہ کے اعتبار سے کوئی میٹھی، کوئی ترش، رنگ کے اعتبار سے کوئی سپید، کوئی سیاہ۔ پھر کوئی بے جان اور جاندار، پھر کوئی نر اور کوئی مادہ۔ یہ تنوع اتنا وسیع، اتنا دل چسپ اور اتنا مفید ہے کہ انسان اس میں جتنا غور کرے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر ایمان بڑھتا جاتا ہے۔

تَرْكِبُونَ ۱۳ لَتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا

سوار ہوتے جو سارے تاکہ تم ہم کر بیٹوان کی پیٹوں پر پھر (دونوں میں) یاد کرو اپنے رب کی نعمت کہ جب

اَسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا

تم خوب ہم کر بیٹو جاذبان پر اور (زبان سے) یہ کہو پاک ہے وہ ذات جس نے فرمانبردار بنا دیا ہے اسے ہم سے لیے اور ہم اس پر قابو پائے

كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۱۴ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۱۵ وَجَعَلُوْا لَهُ مِنْ

کی قدرت ذکر کرتے تھے ۱۴ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جائے والے ہیں۔ اور بنیادی ہے (مشرکوں نے) اس کے لیے

۱۳ بحر و بر میں تمہاری سواری کا بند و بست کر دیا گیا ہے تاکہ تم اپنے سائو سامان کے ساتھ دشوار گزار راستوں کو طے کرتے ہوئے آسانی سے اپنی منزل پر پہنچ سکو۔ کشتیوں اور جہازوں میں بیٹھ کر تم دریازوں اور بیکراں سمندوں کو عبور کرتے ہو۔ اور گھوڑوں اونٹوں ریل گاڑیوں کاروں پر سوار ہو کر تم فطرت کا سفر کرتے ہو۔

۱۴ تاکہ جب تم ان کی پیٹ پر بیٹھ کر سوائے منزل روانہ ہو تو تمہارے دل اپنے رب کی یہ کہے شک سے بہرہ یوں تمہاری رُو میں اس کے اسماءات کی یاد سے سرشار ہوں اور اپنی ناقہ اتالی اور بے بسی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ان پاکیزہ کلمات سے اپنے رب کی پاک کے تم گیت گارہے ہو۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارا مصلیٰ اور فرمانبردار بنا دیا اور نہ اتنا گراں نڈیل اور طاقتور سرکش پر اترنے تو کسی کو نزدیک نہ پہنچنے دے۔ ایک دوتی جہان سے تو بڑے طاقتور انسان کا پھر منزل دے۔ اتنی طاقت والا حیوان ہیں اپنی پشت پر ولے ہوئے کالے کوسوں کی مسافت چپے چپکے طے کرتا جا رہا ہے۔ نہ تعادلات کی شکایت اور نہ بھوک و پیاس کا شکوہ۔ یہاں طاعت یہ سزا گندی اسے میرے رب تو نے اس کے دل میں ڈال دی ہے۔ ہم اس حقیقت کو بھی صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سب نے تیری جناب میں ہی لوٹ کر حاضر ہونا ہے۔

اسلام کی جامعیت کی یہ بین دلیل ہے کہ اس کی روشنی سے زندگی کے سارے گوشے منور ہو رہے ہیں اور اس کے فیض سے ہماری زندگی کا ہر شعبہ بہرہ ور ہو رہا ہے۔ ان آیات میں کسی مرکب پر دھار ہو یا کشتی ہو یا کوئی اور پر سوار ہونے کے اسلامی آداب سکھانے کا ہے۔ ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سید عالمی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم گھوڑے پر سوار ہونے کے تو میں وقت رکاب میں قدم رکھا تو فرمایا بسم اللہ۔ جب اس کی پشت پر تشریف فرما ہوئے تو الحمد للہ۔ پھر یہ آیت پڑھی صبحان الذی... الیٰ لمنقلبون۔ اس کے بعد تین مرتبہ الحمد للہ اور اللہ اکبر کہا۔ پھر تین مرتبہ کہا لا الہ الا انت خلقت نفسی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ پھر آپ نہیں دیر عرض کی گئی امیر المؤمنین بننے کی کیا وجہ ہے؛ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو دیکھا کہ حضور نے ایسا کیا جیسا میں نے کیا۔ وہی کلمات کہے جو میں نے کہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں دیر۔ ہم نے عرض کی حضور

عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ أَمْ أَتَّخَذَ مَا يَخْلُقُ

اس کے بندوں سے اور اللہ بے شک انسان کفار ہونا شکر گزار ہے اللہ تعالیٰ نے پسند کر لی میں اپنے لیے اپنی

بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِينَ ﴿۱۶﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ

مخلوق سے بیٹیاں اور انھیں کر دیا ہے تمہیں بیٹوں کے ساتھ اللہ اور جب اعلان دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو اس کی جس کی نسبت اس نے

آپ کیوں بننے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ جب بندہ یہ الفاظ کہتا ہے رب اغفر لی الخ تو اللہ تعالیٰ اس کے یہ کلمات سن کر بہت خوش ہوتا ہے۔ جب کا اظہار کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا بندہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ گناہوں کو بخشنے والا میں ہی ہوں، اور کوئی نہیں بخش سکتا۔ جب منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور سواری سے اترے تو اس وقت یہ ہے۔ اللہم انزلنا منزلنا مبارکنا ولنت خیر المنزلین بکشتی یا جہاز میں سواری سے اترنے پر دعا ہے۔ بِسْمِ اللَّهِ فَيَجْعَلُهَا وَمَوْسِمًا إِنْ رَقِيَ لَعَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ جب گھر سے سفر روانہ ہونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ دعا ہے۔ آپ بھی اسے یاد کریں۔ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَالْعَالِ۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْخُوفِ بَعْدَ الْخُوفِ وَمُسُوبِ الْمُنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْعَالِ۔ اے اللہ! سفر میں تو میرا ساتھی ہے اور میرے اہل اور مال کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی مشقتوں سے اور گشت کی تنگی سے اور حالات کی دشواری کے بعد باتری سے اور اپنے اہل اور مال میں میرے خطر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اب آیات کے چند کلمات پر غور فرمائیے۔ "استقوی" سواری پر حکم کر رہا ہے۔ ظہور ضمیر کا مرجع الفلت اور الانعام ہے جو جمع ہے۔ قاعد کے مطابق ظہور ماہر بنا چاہیے تا لیکن ماضی کیوں میں ماضی کے لفظ کی رعایت کرتے ہوئے ماضی کی ضمیر ذکر کر دی۔ مقررین قال الجوہری و اقربن لہ ای اطلاقہ و تقوی علیہ قال اللہ تعالیٰ وما کنا مقترنین ای مطیعین (الصالح) یعنی کسی کو قائم رہنا اور اس کو اپنا مطیع کر لینا۔

۱۵ کفار و شرکوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اس میں آپ کا فرزند ہوا کرتی ہے۔ ارشاد فرمایا جابر ہے کہ کفار کے اقوال کا تعداد قابل دید ہے۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ زمین اور آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اس کی بیٹیاں ہیں۔ انسان ذرا غور کرے ان کے یہ خرافات کتنے لغو اور بیوقوفانہ ہیں۔ انسان تو اولاد کا اس لیے خواہش مند ہوتا ہے کہ بڑے گھر میں وہ مصلحت پر مبنی ثابت ہو۔ غربت اور بھداری کی حالت میں اس کی خدمت کسے کرنے کے بعد اس کی ہانپ لاد کی حالت بنے اس کی یاد کو کاذب رکھے۔ لیکن خالق کائنات بڑے گھر میں موت و غیرہ سے پاک ہے۔ وہ ان خرافاتوں سے بالاتر ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ محض دھم سے جو لوگ بے بہرہ ہیں اور جن کے ہوش و خرد کے چراغ بجھ چکے ہیں وہی یہ کہنے کی جرئت کر سکتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

۱۶ انسان سے مراد یہاں کافر ہے۔ کفور مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ازہد ناشکر گزار۔

۱۷ اللہ تعالیٰ میں طرح بیٹیوں سے منزہ ہے اسی طرح بیٹوں سے بھی منزہ ہے۔ یہاں فقط کفار کی اس بندہ بانٹ کے ہونے پر

لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝۱۷ أَوْ مَنْ يُنشِئُ

رحمان کی طرف کی ہے تو اس کا چہرہ دفرط پر لگی ہے سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کا دل غم سے بھر جاتا ہے ۱۷۔ ۱۸۔ کیا وہ ایسی اولاد بنے گا جو خدا کی طرف سے

فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝۱۸ وَجَعَلُوا الْبَلْهَكَةَ

چمڑی سے زیوروں میں اور وہ مباحثہ کے وقت اپنا مادہ واضح نہیں کر سکتی ۱۸۔ اور انہوں نے ٹھہرا لیا ہے فرشتوں کو

کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے لیے قربانیوں کو پسند کرتے ہیں اور پیروں کو اللہ تعالیٰ کے کلمات میں ڈال دیتے ہیں۔
۱۸۔ یعنی ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ اگر ان کو بتایا جائے کہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو ان کے گھر میں صنب مام بچر جاتی ہے
چہروں پر مایوسی کی سیاہی پھیل جاتی ہے۔ دل غم و اندوہ سے بھر جاتا ہے۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایسی جنس کی نسبت
اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے میں انہیں حیا نہیں آتی۔ ان کی بیوی بیٹی بننے تو گھر میں آنا مانا پسند کر دیتے ہیں ان کی چہیتی
بیگم ان کو چہنرل کی مانند ذرا ذرا کر آئے جھٹکتی ہے۔ ایک عرب عورت اپنے خاوند کی اس بے زنجی کو یوں
بیان کرتی ہے ۱

هَذَا بِي حِمَزَةٍ لَا يَأْتِينَا يَظِلُّ فِي الْبَيْتِ الَّذِي يَلِينَا

غَضِبْنَا أَنْ لَا تُلِدَ الْبَنِينَا وَأَنْصَا مَا خَلَدَ مَا أَعْطَيْنَا

یعنی میرے خاوند ابو حمزہ کو کیا ہو گیا ہے کہ اب وہ ہمارے ہاں آتا ہی نہیں اور ساتھ والے مکان میں ہی رہتا ہے۔ وہ اس لیے
غضب ناک ہے کہ ہم بیٹے کیوں نہیں بنتیں۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ ہمیں جو ملتا ہے وہی ہم لیتی ہیں۔
۱۸۔ ان کی اس تقسیم کے میوہ جو بننے کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا جا رہا ہے۔ یعنی بچیاں تو تازہ غم میں ملتی ہیں اور کی مجلس
میں اپنا مادہ واضح طور پر بیان کرنے سے بچھپاتی ہیں۔ کیا ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ملکیت خداوندی کے فرائض و منہات کو وہ
کامیابی سے انجام دے سکیں۔ نہ ان میں زور بازو کہ شمشیر و سستاں بگم میدان میں اتر سکیں اور نہ ان میں محنت و بیان کی استعداد
کہ وہ زبان سے حق کا بول بالا کر سکیں۔ ایسی بے معرفت اولاد کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے۔

اس آیت سے علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ عورتوں کو زیور پہنانا جائز ہے۔ حدیث نبوی سے بھی اس کی تائید ملتی ہے
عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس الحسیر والصلب حرام
علی ذکور أمتی وحلال لإناثہا۔ یعنی ریٹم اور سونے کا استعمال میری اُمت کے مردوں پر حرام ہے اور
عورتوں کے لیے حلال ہے۔

ملازم ابو جبر جہاں متعہ و عادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حدیث نبوت سے لے کر آج تک عورتیں زیور پہنتی آئی ہیں اور کبھی کسی نے
اس کو ناجائز نہیں کہا۔ اس لیے اخبار عامہ سے عورتوں کے لیے زیور کی ممانعت ثابت نہیں ہو سکتی۔ (احکام القرآن ج ۳)

الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَّا كُنَّا شَاهِدُونَ مَا خَلَقَهُمْ وَسُكُتِبُ

جو (خداوند) دشمن کے بندے ہیں، عورتیں ۱۷ کیا یہ موجود تھے ان کی پیدائش کے وقت؟ مکمل ہائے گل

شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿٥٠﴾ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ

ان کی گواہی اور ان سے باز پرس ہوگی ۷۷ اور دکھانا کہتے ہیں کہ اگر چاہتا (خداوند) رحمن تو ہم انہیں نہ فرجیتے ۷۸

اے یہ ان کی لاف ذہنیاں اور لہجہ ترانیاں حقیقت کے سراسر خلاف ہیں۔ فرشتے قوائد تعالیٰ کے بندے ہیں جو ہر وقت اس کے ذکر میں محو رہتے ہیں اور اس کے جملہ احکام کی بے چون و چرا اطاعت کرتے ہیں۔ ان کائناتوں نے خدا کی ریشیاں کہنا شروع کر دی ہیں۔ یہ کتنی غلط فہمی اور کس قدر نا انصافی ہے۔

۲۷ ایسی نامعقول اور لغویات پر ان کا یوں اڑ جانا آخر اس کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔ کیا یہ لوگ اس وقت موجود تھے جب اس نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ذاتی مشاہدہ کی بنا پر یہ ان کو پیشیاں کہہ رہے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو وہ اس پر شہادت پیش کریں۔ ان کی یہ شہادت قلمبند کر لی جائے گی۔ جب وہ روز قیامت ہمارے روبرو پیش ہوں گے تو ہم اس شہادت کے متعلق ان سے باز پرس کریں گے۔ ان کو جواب دہی کے لیے آج ہی سے تیار ہو جانا چاہیے۔

۳۳ اگر کوئی نادان اس غلط فہمی کا شکار ہو جائے کہ وہ بڑا زیرک اور دانس ہے یا اگر کوئی جاہل اپنی جہالت کو علم و خصل خیل کرنے لگے تو اذہم و نفیم کا مرحلہ بڑا ہی چسپیدہ ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں جو غلطی کے امکانات بہت قلیل رہ جاتے ہیں۔ وہ اپنی سراسر نامعقول بات کو معقولیت کی جان یقین کرتا ہے اور اگر اس کو اس کی نامعقولیت کی طرف متوجہ کیا جائے تو وہ بات تک نہ سمجھنے کا روادار نہیں ہوتا۔

اہل کفر اسی قسم کی صورتِ حالی سے دوپارہ تھے۔ جب انہیں ٹوکا جاتا کہ فرشتوں کی عبادت نہ کیا کرو۔ وہ تو اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں۔ یہ بڑی نامناسب بات ہے کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی بندگی شروع کر دی جائے تو کہتے کہ ہم عرضہ دراز سے ایسا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کرے بات پسند نہ ہو تو ہماری مجال نہ تھی کہ ہم ایسا کر سکتے۔ اس نے ہمیں ایسا کرنے سے باز نہیں رکھا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کام اسے پسند ہے یہ دلیل پیش کر کے یہ سمجھتے کہ انہوں نے اپنے موقف کی حقانیت کو ایسی دلیل سے ثابت کر دیا ہے جس کی صداقت میں شک و شبہ کی ادنیٰ گنجائش بھی نہیں۔ لیکن اگر اس میں ذرا تاقل کیا جائے تو یہ دلیل تاہر عنکبوت سے بھی کمزور اور ضعیف ہے۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو پھر طبع و فطر کی عقلیں ہر شب بھتی ہیں۔ عظم و قہم کی مشق ہر لمحہ غلو میں اور کمزوریوں پر ہوتی رہتی ہے۔ قتل، زنا، چوری، ڈاکہ زنی، کھدو قوم سے غداری کی جو عادات ہیں انہیں نے دن و رات پذیر ہوتی ہی ہیں ان کے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ مین صواب ہے اور مای پر نہ کسی کو اعتراض کا حق ہے اور نہ ان کا ارتکاب کرنے والوں کو کوئی سزا ملنی چاہیے۔ کیا وہ اپنی پیش کردہ دلیل کے مطابق ان سب غرافات کو جائز اور مستحسن قرار دینے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے

مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝۲۴ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا

انہیں اس حقیقت کا کوئی رسم نہیں۔ وہ معنی قیاس آرائیاں کر رہے ہیں گٹھ کیا ہم نے دی انہیں کوئی کتاب

مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ۝۲۵ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

اس سے پہلے پس وہ اسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں ۲۴ بلکہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے پایا اپنے آپ دادا کو

عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۝۲۶ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ

ایک طریقہ پر اور ہم ان کے نقوش پا پر چل رہے ہیں ۲۵ اور اسی طرح جب ہی ہم نے بھیجا

قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ تَذِيرٍ ۝۲۷ إِلَّا قَالُوا مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا

آپ سے پہلے کسی ہستی میں کوئی ڈرانے والا تو کہا وہاں کے میسر ہوتوں نے کہ ہم نے پایا

آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۝۲۸ قُلْ أَوَلَوْ جِئْتَكُمْ

اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر اور ہم ان کے نشانات قدم کی پیروی کرنے والے ہیں ۲۶ اس نے فرمایا اگر میں نے آؤں تمہارے

تو یہ وہ حقیقت تو حید اور دینی معاملات میں ہی اس دلیل پر اعتماد کیوں کرتے ہیں۔

۲۴ بالکل اکثر اور جاہل ہیں۔ علم و فہم کی انہیں ہر گھمب نہیں ملے۔ اپنی قیاس آرائیوں کو انہوں نے دلیل سمجھ لیا ہے۔

۲۵ اگر ہم نے ان کی طرف کوئی ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہم نے انہیں شرک کرنے کی اجازت دی ہو یا ان لغویہم و ردائے کی پابندی کا حکم دیا ہو تو وہ سب لوگوں کے سامنے پیش کریں تاکہ ہر روز کا جہنم ختم ہو اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ان کے عقائد ان کے اعمال اس کتاب کے مطابق ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہے۔

۲۶ ان کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کوئی نقلی دلیل۔ جب ہر طرف سے عاجز اور لا جواب ہو جاتے ہیں تو اپنے گم کردہ راہ آبار و اجساد کی تقلید کا سہارا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو جس راہ پر چلتے دیکھا ہم اس کو چھوڑنے کے لیے تائب نہیں الامۃ، الطریقتہ والدین۔ کسی طریقہ اور دین کو امتت کہتے ہیں۔ (الصالح لہجو ہری)

۲۷ یہ اہل کفر کا ہی انداز فکر نہیں بلکہ ان سے پہلے بھی جو اہل زین و باطل گزشتہ میں اپنے رسولوں کے ساتھ وہ بھی اسی نوع کی محبت بانی کیا کرتے تھے۔ اپنے موقف کی سہائی کو ثابت کرنے کے لیے جب کوئی عقل اور نقلی دلیل دستیاب نہ ہوتی تو وہ بھی اپنے آباء و اجداد کی تقلید کی آتشے کو پناہ دیا کرتے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ انبیاء کی اصلاحی تحریکوں کی مزاحمت کرنے والے ہمیشہ خوش حال طبقہ کے میسر پرست

يَا هُدٰى مِّنَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ اِٰبَاءَكُمْ قَالُوْا اِنَّا بِنَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ

پاس زیادہ درست چیز اس سے جس پر پایا ہے تم نے اپنے ابا دادا کو (تہجد ۱۹) انہوں نے جواب دیا ہم جڑنے کر میں بھیجا گیا ہے اس کو

كُفِرُوْنَ ۚ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۵

نہیں مانتے تھے پس ہم نے ان سے انتقام لیا ذرا دیکھو کیا (الناسک ۱) انہیں ہوا جھٹلانے والوں کا ۲۵

لوگ کیوں ہوتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ جب وہ مکر معاشرے سے آزلو ہیں، معاشرہ میں ہر شخص ان کا احترام کرتا ہے انہیں اپنی رائے کے انعام میں ہر طرح کی آزادی میسر ہے۔ انہیں تو چاہیے تھا کہ آگے بڑھ کر حق کا جھنڈا اٹھام لیتے سابقین اولین میں ان کا نام سرفراست ہوتا۔ راہ حق پر انہیں گامزن دیکھ کر دوسرے لوگ بھی باطل سے اپنا رشتہ منقطع کر کے ہدایت کو قبول کرتے۔ ان کے اثر و رسوخ اور کشش سے سارا معاشرہ گراہی و منادات کی گھیر غلغلہ سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آجاتا، لیکن وہ اس کے بجائے اہل حق سے مآذاراتی شروع کر دیتے ہیں اور اپنے پیروں کو ورنہ کمال اہل حق کے غلات طوفان بد تمیزی پر پا کر دیتے ہیں۔ اس کی آغوشہ کیا ہے؟ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ان لوگوں کے پاس دولت کی فراوانی ہوتی ہے اور وہ اس کے نشہ میں یوں سرشار ہوتے ہیں کہ کسی کا ملین اور فرائیو دبانے میں اپنی کسر نشان بھیتے ہیں، سیادت کی جس سندھ وہ بیٹھے ہوتے ہیں اس کو خالی کرنا ان پر سخت گراں گزر رہا ہے۔ نیز معاشرہ میں لوٹ کھسوٹ کی جو گرم بازاری ہوتی ہے اس میں وہ برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ غریب طبقہ کا معاشری استحصال ان کی دولت و ثروت کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اگر وہ اصلاح معاشرہ کی ان کششوں میں مصلحین کا ساتھ دیں تو عیش و آرام کی زندگی جس کے وہ مادی ہو چکے ہوتے ہیں اس کی بدلاؤ مل جاتی ہے اور سب سے بڑی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ دین اور مذہب کو مصلوں اور کنگالوں کا دھندلا بھیتے ہیں جنہیں رہنے کے لیے آرام و چٹائی سواری کے لیے بہترین کاریں اور جو جس نفس کو ٹھکانے کے لیے دولت فراوان دے کر ہوسے کیا پڑی کہ وہ مذہب کے بارے میں سوچتا ہے۔ اسی قسم کی دیگر رکاوٹیں ان لوگوں کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بدلنے کے تکیف وہ عمل کے بجائے یہ آسان بھیتے ہیں کہ حق کی بات کو سختی سے دبا دیں اور اہل حق کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ دیں۔ اگرچہ وہ اس کشش میں بڑی طرح ناکام ہوتے ہیں۔

۲۵ اللہ تعالیٰ کے بلیغ حرب ان پر اس حقیقت کو رد و ردوشن کی طرح واضح کر دیتے ہیں کہ ان کے آہار و اجداد کا طریقہ گمراہی اور ان کی ذہنی مادی اور روحانی ترقیوں میں سبب گراں کی حیثیت رکھتا ہے اور زندگی کا جو پروگرام ہم نے پیش کیا ہے وہ ہر حیثیت سے تمہارے لیے مفید ہے تو اس وقت وہ احکام کی روش اختیار کرتے ہیں کہ تم لاکھ دلیلیں پیش کرو، ہم اسے ماستہ پر علم و حکمت کی ہزاروں قدیں روشن کر دوں گے نہیں مانیں گے، ہرگز نہیں مانیں گے۔

۲۶ جب ان کے اصلاح پذیر ہونے کے تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں، پھر قدرت ان سے عبرت ناک انتقام لیتی ہے۔ اگر تمہیں دیدہ دیا اور گردشیں شنوائی سے تان ابرے جوئے کشندوں کی شکستہ دیواروں سے پھوپھو جہاں حق کو جھٹلانے والے کسی بڑے ٹھٹھا بانڈ سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ إِلَّا

اور یاد کیجئے، جب کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہ میں بیزار ہوں ان سے جس کی تم عبادت کرتے ہو ستم۔ بجز

الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي

اس کے جس نے مجھ کو پیدا فرمایا ہے شک وہی میری رہنمائی کرے گا ستم۔ اور آپ نے بتایا کہ کلمہ بقیہ کے معنی وال بات اپنی

ستم معذور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روشن معجزات دیکھنے کے باوجود قرآن کریم کی دل جو دینے وال آیات کو سننے کے باوجود کفار کو شرک پر اڑے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے باپ و اماں کی پیروی چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو نہ ہی تقلید کی آہنی زنجیروں میں یوں جکڑ دیا تھا کہ عقل و دانش کے تقاضوں کو وہ بڑی خوش دلی سے نظر انداز کر دیا کرتے۔ ان کے سامنے ان کے جبراً عبد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ کار پیش کیا جا رہا ہے کہ دیکھو حضرت خلیلؑ نے جب اپنے اسلاف کو ادماہی قوم کو راہ حق سے ہٹکا ہوا پایا تو ان سے قطعاً تسلیم کر لیا کہ تم لوگ جو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہو اور ان کے بنائے ہوئے کعبہ کے متولی اور خدمت گزار ہو۔ اسی نسبت کے باعث تمکب بھر میں تمہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جب انہوں نے اپنے گمراہ پیشروؤں کی روشنی کو اعلان ترک کر دیا تھا تو تم بھی آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے گمراہ آباد و اسباب و سبب سے اپنی برأت کا اعلان کر دو۔ گمراہ خدمت، آسمان نہیں گر پڑے گا۔ نیز ان آیات سے انہیں یہ بات بھی بھادی کہ اگر تم عقل و دانش سے کام لینا نہیں چاہتے اور تقلید کرنے پر ہی شمع ہو تو پھر تقلید کرنا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی کر دو۔ یہ کیا مذاق ہے کہ عقل کا سپہ راغ بھی گل کر رکھا ہے اور تقلید کے لیے ابراہیمؑ جیسے صدق شعار اور راست باز کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کی تقلید پر ادھار کھائے بیٹھے ہو جو انسان کھانے کے بھی مستحق نہیں۔

تَبَرَأْنَا: مصدر ہے اور اس قسم صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ واحد تثنیہ: جمع، تذکیر و تانیث سب حالتوں میں یہ اسی طرح مستقل ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی امام لغت جوہری کا قول نقل کرتے ہیں قَالَ الْجَوْهَرِيُّ وَتَبَرَأْتُ مِنْ كَذَا وَأَنَا مِنْهُ بَرَاءٌ لَا يَشْنِي وَلَا يَجْمَعُ لَمْ يَصِدْرُ فِي الْأَصْلِ. اور اَنْ تَبَرَّأْتُ مِنْ كَذَا

جو کہ وہ تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث میں اپنے موصوف کے مطابق ہو گا۔

ستم شرک سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے ان تمام معبودوں سے بیزار ہوں جس کی تم پرستش کرتے ہو۔ میں صرف اس کا پرستار ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا۔ وہی مجھے باوجود ایت پر ثابت قدم رکھے گا اور بلند سے بلند مقامات اور درجات کی طرف میری رہنمائی فرمائے گا۔ ایسی مثبت علی الہدایۃ و غیر شدنی فوق ہا ارشدنی الیہ۔ تم جن معبودوں کی پوجا کرتے ہو وہ کسی چیز کے خالق ہیں اور وہ کسی کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور جس پر وہ گارنٹی دے گا کہ میں میری جہنم نیازی سجدہ ریز ہے وہ تو میرا خالق ہی ہے اور میرا دستگیر بھی۔ میں اسے چھوڑ کر کسی غیر کی طرف کیوں دیکھوں؟

عَقِبَهُ لَعْنَهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ

اولاد میں ۲۸ تاکر وہ داس کی طاف اور جوع کریں ۲۸ بلکہ میں نے لطف نمودار ہونے دیا انہیں اور ان کے آباء و اجداد کو یہاں تک

جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا

کا گیا ان کے پاس حق اور رسول کر بیان کرنے والا رسول ۲۹۔ اور جب آگیا ان کے پاس حق تو وہ کہنے لگے یہ تو جادو

سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ

ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ اور کہنے لگے کیوں نہ آتا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو ان

مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿۳۱﴾ أَهَمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا

دو شہروں میں بڑا ہے ۳۱۔ کیا وہ بانٹا کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو؟ ہم نے خود تقسیم کیا ہے

۳۰ حضرت خلیل خود ہی مقیدہ ترمید پر ایمان نہیں لائے بلکہ اپنی آنے والی نسل کو بھی تاکید کی کہ خبردار اس راہ حق سے ہٹک نہ جانا اپنا
رشتہ عبودیت اپنے رب کریم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پختہ اور مستحکم رکھنا قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر گرجا ہے سورہ بقرہ کی
آیت لانکہ ہر و وضعی بہما ابراہیم بنیہ ویعقوب الیہ کہ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور اپنے پوتے یعقوب کو دین
حق پر ثابت قدم رہنے کی وصیت فرمائی العقب الذریۃ۔ یعنی اولاد اور نسل۔

۳۱ یعنی اے مجرب! آپ قریش کو کہ حضرت ابراہیم کے ملاقات سنائیے۔ شاید وہ اس طرح دین حق کو قبول کر لیں اور راہ ہدایت
پر گامزن ہو جائیں۔

۳۲ ان لوگوں نے عرصہ دراز سے مسلک ابراہیمی کو ترک کر دیا تھا اور شرک و کفر کو اختیار کر لیا تھا چاہیے تو یہ تھا کہ انہیں اس
ناشکری اور نافرمانی کی فزاسزا دی جاتی اور ان کو نیست و نابود کر دیا جاتا لیکن ہماری رحمت نے ان کو ملت دی اور یہ ذیور ذمہ کی کے ساز و
سا ان سے اور ہمیشہ و آرام سے لطف نمودار ہوتے رہے۔ عرصہ دراز کے بعد ان کے افق حیات پر اب نور حق جلوہ گر ہوا۔ انہیں چاہیے تھا کہ
وہ اس نور بین سے اپنے سینوں کو روشن کر لیں اور ہمارے رسول کریم کی حیات آفریں کلمات اور نوح پروردگار شادان پر عمل کرتے لیکن
ان بنصیروں نے ایسا نہ کیا۔ اُنہا سے جادو کے نفرت انگیز لفظ سے تعبیر کیا اور اس پر ایمان لانے سے صاف صاف انکار کر دیا۔

۳۳ پہلے تو کفار عرب اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے ہی تیار نہ تھے کہ کوئی انسان نبوت کے منصب پر فائز ہو سکتا ہو کہتے اگر یہ
فرمان کر لیا جائے کہ ایسا ہو سکتا ہے تو پھر اس منصب کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب ہونا چاہیے جو اثر و رسوخ کا مالک ہو۔ سرور اور مالدار ہو
اس کا رعب ہر نادہیر کے دل میں مٹا ہو۔ اس ملک کے دو مشہور شہروں مکہ اور مدینہ ان میں ہر ایک کے بڑے بڑے سردار اور بزرگ

بَيْنَهُمْ مَعِيشَتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

ان کے درمیان سامانِ زیست کو اس دنیاوی زندگی میں سے اور ہم نے ہی بلند کیا ہے بعض کو بعض پر مراتب

میں۔ منصبِ نبوت کے لیے ان میں سے کسی کو منتخب کرنا پاپیہ تھا کہ لوگ اس کی زبان سے نکل ہوئی رحمت کو فزا قبول کرتے اور اس کے احکام کے سامنے تسلیمِ غم کرتے چنانچہ ولید بن مغیرہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا لو کان ما یقولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقاً لنزل علی او علی ابی مسعود یعنی جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اگر یہ حق ہوتا تو یہ مجھ پر نازل ہوتا یا رطائف کے سردار یا ہر مسود ثقی پر۔

بے شک اس بارِ نبوت کے اٹھانے کا حوصلہ ہر کہہ میں نہیں ہے شک کرنی عظیم انسان ہی اس امانتِ عظمیٰ کا تحمل ہو سکتا ہے اور اس منصبِ عظیم کی نازک ذمہ داریوں سے مدد و برآ ہو سکتا ہے لیکن اے کفار! عظمت کا ہر معیار تم نے مقرر کر رکھا ہے کہ بڑا دولت مند بڑا نامدِ سامان کی بہتات ہو خدم و حشم کا لشکر جبار اس کے ساتھ ہو اس منصب کی اہلیت کے لیے عظمت و بڑائی کا یہ معیار نہیں بلکہ اس کا معیار یہ ہے کہ دل ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو کہ دل بے داغ اور سیرت آفتاب سے تابندہ تر ہو عزم و حوصلہ کا یہ عالم ہو کہ مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو نہ گھبرائے اور نہ پسپائی اختیار کرے بلکہ بڑے سکون اور وقار کے ساتھ متم کناں منزل کی طرف بڑھا چلا جائے بلا شہداء اللہ اہل ہی رحمت اللہ علیہ کہتے ہیں: فان الرسالة من الله منصب عظیم لا یلیق الا لعظیم ولہو یعلموا انھما تبة روحانیۃ یتدعی عزم النفس بالتجلی بالفضائل والکمالات القلمیۃ و کمال الاستعداد للتجلیات الذاتیۃ والصفاتیۃ لا التزلف بالزخارف الدنیویۃ۔

ترجمہ: یعنی رسالت ایک منصبِ عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے اور یہ کسی عظیم ہستی ہی کو سزاوارتہ ہے۔ کناریہ نہیں سمجھتے تھے کہ یہ ایک روحانی تہ ہے۔ اس کے لیے مزدوری ہے کہ نفس فضائلِ اقدس کی کائنات کی بلور گاہ ہو اور اس میں ذاتی اور صفاتی تجلیات کو ہر داشت کرنے کی کمال استعداد ہو۔ دنیاوی زیب و زینت اور ساز و سامان کی یہاں کوئی اہمیت نہیں۔

۳۷۔ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی محض ترین رحمت ہے کیا یہ لوگ اس کے رحمت کے خزانوں کی تقسیم پر مقرر ہیں۔ جس کو چاہیں کچھ دے دیں اور جس کو چاہیں محروم کر دیں۔ نہ ان کا یہ مقام ہے اور نہ اس بخشش و عطا میں ان کی پسند و ناپسند کا کچھ دخل ہے۔ یونہی جھکنا رہتا ہے۔

یہ مالی و دولت میں پر یہ پھولے نہیں سہلتے اور جس کو یہ نبوت کی اہلیت کے لیے فیادی شرط قرار دیتے ہیں یہ بھی تو سمجھ ہی نے ان کو عطا کی ہے اور اس عطا میں گونا گوں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ کسی کو غنی کر دیا، کسی کو فقیر کسی کو جہانی صحت و توانائی بخش دی، کسی کو فنی صحت اور کسی بُھنیں کمال عطا فرما دیا، کسی کو اعلیٰ ادب و سخن کا سلطان بنا دیا، کسی کو ریاضی اور سائنس کے دقیق اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی قابلیت بخش دی، کسی کو دولت دی اور کسی کو کاروباری اور انتظامی صلاحیتوں سے مالا مال کر دیا تاکہ ملت کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ اگر سب سامان ہی ہوتے تو تجربہ گاہوں میں تو رونق رہتی لیکن ہلی کون چلا تا اور کارخانوں میں کام کون کرتا اگر سب لوگ انتظامی صلاحیت کے ایک ہوتے تو انتظام کس کا کتے۔ اگر سب کے شاعر ہوتے تو غلام و ترقی پسند شاعر ہی ہوتے تو ساری دنیا مجلسِ مشاعرہ تو بن

دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُرُرًا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا

میں تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں شے اور آپ کے رب کی رحمت انہیں بہت بہتر ہے

يَجْمَعُونَ ۚ وَلَوْلَا اَنْ يَكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ

جمع کرتے ہیں شے اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک امت بن جائیں گے تو ہم بنادیتے ان کے لیے جہانکار

يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِيُوقِیَهُمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۚ

کہتے ہیں رحمن کا ان کے مکانوں کے لیے چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں (وہ بھی چاندی کی)

وَلِيُوقِیَهُمْ اَبْوَابًا وَسُرُورًا عَلَيْهَا يُكُونُونَ ۚ وَزُخْرَفًا ۚ اِنْ كُلُّ

اور ان کے گروں کے دروازے بھی چاندی کے اور وہ تختیں جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں وہ بھی چاندی اور سونے کے شے اور یہ سب

جاتی لیکن کھانے پینے کے لیے می دسلوی کا انتشار کرنا پڑتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کا دے بعض لوگوں کو بعض امور میں فضیلت دی اور بعض کو دوسرے کاموں میں فوقیت بخشی تاکہ سب ایک دوسرے سے کام لے کر اس ہزیم ہستی کی رونق کا باعث بنیں۔

شے علامہ محمود اسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ لِيَسْتَعْمَلَ بَعْضُهُمْ رِضْفًا فِي مَصَالِحِهِمْ وَيَتَخَذُوا مِمَّا فِي مَهْنِهِمْ وَيَسْخَرُوهُمُ فِي اَشْفَاءِ الْعَمْرِ حَتَّى يَتَعَاطَوْا وَيَتَرَفَّدُوا وَيَصْلُوا اِلَى مَرَافِقِهِمْ رُتُوعَ الْمَعَالِ اَيْنِ تَاكِرُ بَعْضُ لَوْكٍ دُوسروں کو اپنی مصلحت میں استعمال کریں اور مختلف پیشوں میں ان سے خدمت لیں اور مختلف کاموں میں ان سے فائدہ اٹھائیں تاکہ وہ مل جل کر آرام و راحت کی زندگی بسر کریں اور اپنی آسائشوں پر رسائی حاصل کریں۔

شے لے محبوب اتیرے رب کریم کی خصوصی رحمت یعنی منصب رسالت و ختم نبوت جس سے اس نے آپ کو سرفراز فرمایا ہے، اس کے مقابلہ میں دنیا بھر کے کاروباروں کے خزانوں کی کیا حیثیت؟ رحمتہ ربك کے کلمات میں کیا لطف ہے! رب تو ہمارے جہانوں کا ہے لیکن اس کی شان رہبریت کی جو خصوصی نسبت آپ کی ذات سے ہے وہ تو کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ آیت کے اس حصے سے بتا دیا کہ جب عیشت دنیا کی تقسیم میں ان کا کوئی دخل نہیں تو نبوت جو بڑی ہی قیمتی اور گرلی بات ہے اس کی بخشش میں ان کی رائے کون پوچھتا ہے۔

شے ارشاد ہے کہ اگر یہ خیال نہ ہو تاکہ سارے لوگ گمراہ ہو جائیں گے تو ہم کفار کو اتنی دولت دیتے ان کے ہاں سونے چاندی کی اتنی افراط ہوتی کہ ان کے بٹلوں کی چھتیں چاندی کی بنی ہوتیں ان کے زینے ان کے مکانوں کے دروازے اور چنگ بھی چاندی کے بنے ہوتے اور زیب و آرائش کا ہر عالم ہوتا کہ ان کی چمک و حسن و جمال کو دیکھ کر نگھیں خیر ہو ہاتھیں یہ ناپسندیدہ چیز ہم صرف ہمیں دے دوں گے ہی دیتے لیکن ایسا نہیں کیا گیا سب کو کم فہم لوگ کفار کی بجائے دیکھ کر ان کو ہدایت یافتہ سمجھنے لگیں اور سب ان کی راہ پر گامزن ہو جائیں

ذٰلِكَ لِنَبِّئَاكُمْ هَٰئِلًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۴

دوسری روپل چیزیں دنیوی زندگی کا سامان ہے اور آخرت کی عزت و کامیابی آپ کے سب کے نزدیک چیز گاروں کے لیے ہے۔

وَمَنْ يَّعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطٰنًا فُهْلًا ۝۵

اور جو شخص وہ انتہا اندھا بنائے رحمان کے ذکر سے لگے تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے ایک شیطان پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے۔

”زخرف“ کے لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ راجب کہتے ہیں: الزخرف: الزينة المزينة وقت قيل للذهب زخرف۔ یعنی روزیت جو رنگارنگ نقش و نگار سے آراستہ ہو اور اسی وجہ سے سونے کو بھی زخرف کہتے ہیں کہ یہ بھی زیب و آرائش کا ذریعہ ہے۔

لغاصہ زخرفاً کا مطلب مستعار ہے اس صورت میں اس کا معنی نقش و نگار زیب و زینت ہو گا قال الحسن ای نقوشاً و تنويعاً ل بن زيد الزخرف ثلث البيت و تجلته رسلان آرائش و زینت اور اگر زخرف سے مراد سونا ہو تو ہم اس کا مطلب من فضة پرہنگا اور اس کی حسب محل کہ جو سے ہو گا اور آیت کا معنی ہو گا کہ ان کی پختیں ان کے نیسے ان کے دروازے ان کے کمرے کمرے بنے ہوئے اور بعض پانی کے بنے ہوئے مکان الاصل مستقفاً من فضة و زخرف یعنی بعضہا من فضة و بعضہا من ذهب و نصب عطفاً علی المحل (روح المعانی)

یہ سب کچھ کچھ چند روزہ دنیا میں کام آنے والا سامان ہے اس آیت میں دنیا کے ساز و سامان کی بے نیگی اور حقیر کو بیان کر کے تقری و پارسی کو اپنا شعار بنانے کی رغبت ظاہر ہے یہاں ایک حدیث پاک بھی سماعیت فرمائیے۔ سل بن سعد سے مروی ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضة ما سقى منها كافراً شربة ماء۔ ترمذی ابن ماجہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دنیا کی تعدد و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہی ہوتی تو کسی کا فکر ایک گھونٹ پانی ہی نصیب نہ ہوتا۔

لگے قیامت کے دن ماری سرفرازیں اور سرخوڑیاں فقط متقی لوگوں کو بخش دی جائیں گی۔

لگے اس آیت کی تشریح سے پہلے چند الفاظ کی لغوی تفسیر ضروری ہے یعیش طائر زبیدی تاء العروس میں اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: المشا مقصور، صو البصر باللیل والنہار کیونکہ فی الناس والدواب والابل والطیر کانی المحکم قال الراغب: قلنا تعترض للبین کالتشویۃ او هو المعنی ذہاب البصر مطلقاً وقولہ قدانی من یعیش عن ذکر الرحمن ای لیم معنی بیانی کی کمزوری غم و رات میں جویا دن میں اس کو غم کہتے ہیں۔ یہ انسانوں، حیوانوں اور پرندوں میں سب میں پائی جاتی ہے۔ راجب کہتے ہیں وہ تاریک جہاں گھول پر چاہاتی ہے اور اس کا ایک معنی اندھا ہو جانا، بینا کا بالکل منافی ہو جانا ہے۔ طائر زبیدی کہتے ہیں کہ اس آیت میں من یعیش کا معنی لیم اندھا ہو جانا ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تائب ہو جائے۔ علامہ ابن منظور اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں عشا من شئین یشتو: ضعف بصر حہ و یبسط یبسط عشا لم یستعد (لسان العرب) بینا کا کمزور ہو جانا وہ اونٹنی جو ضعف بصر کے باعث یومی مشا ملے پہل جاتی ہے ایسی اونٹنی کا لفظ العشا کہتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ کہتے ہیں جب کہ شخص کی چیز سے مزید بصری طرح عرب کہتے ہیں عشا عنہ اور اس آیت قرآنی میں من یعیش کا یہی مفہوم ہے۔ قال الفراء معناه من یعرض عن ذکر الرحمن لسان العرب، آخر کہتے

وَاللَّهُمَّ لِيَصُدْ وَنَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّقْتَدُونَ ﴿۳۱﴾

اور شیاطین روکتے ہیں ان راہوں کو کہ راہِ ہدایت سے اور یہ لوگ غیبِ ال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں ﴿۳۱﴾

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدُ الْمَرْقِيقِينَ ﴿۳۲﴾

یہاں تک کہ جب وہ راہِ حجاز پہنچے اس کے گناہ گاروں نے انھیں کہیں کہیں کی گناہ گاروں کا شکر ادا کیا اور ان کے شیطانوں نے ان کے دلوں میں شک و شبہ پھیل دیا اور یہی ہوئی کہ

ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جو دھن کے ذکر سے منہ پھیر لے۔

﴿۳۲﴾ قیض کہتے ہیں اس خول کو جو اندھے پر ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے قیض لہ شیطان کا معنی ہو گا کہ ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس پاس طرح چھٹا ہوتا ہے اور اس کو ہر جانب سے اس طرح گھیرتا ہے جس طرح اندھے کا خول اندھے کو ہر طرف سے گھیرے رہتا ہے۔ ملا ساری کہتے ہیں۔ اے شیطان لیستولی علیہ استیلاء القیض علی البیض وهو القشر الاغلیٰ یعنی ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس پاس طرح چھٹا ہوتا ہے جس طرح اندھے کا خول اندھے پر چھٹا ہوتا ہے۔ ملا ساری نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے اے شیطان لیستولی علیہ استیلاء القیض علی البیض وهو القشر الاغلیٰ یعنی ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ہماری توفیق اس کو نظر انداز کر دیتی ہے تاکہ اس پر شیطانوں کو تسلط ہو جائے جس طرح چھٹا ہونے پر مستولی ہوتا ہے۔ ان الفاظ کی لغوی تفسیر آپ پڑھ چکے اب اس کی روشنی میں اس آیت کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔ نطفہ بنائے گا یعنی وہ شخص جو ذکرِ رُحمن سے اندھا بن جاتا ہے یا اپنی بیانی کی کمزوری کی وجہ سے الہام ربانی اور تجلیاتِ رحمانی کی تاب نہ لا کر آنکھیں جھپکنے لگتا ہے یا جو شخص ذکرِ رُحمن سے منہ پھیر لیتا ہے اور دوسری لغوات میں منک ہو جاتا ہے۔ خداوند ذوالجلال فرماتے ہیں کہ ہم اس کو اس کی غرضی کی یہ سزا دیتے ہیں کہ ہماری توفیق اس سے الگ ہو جاتی ہے اور شیطان کو اس پر یوں مسلط کر دیا جاتا ہے جس طرح اندھے کا خول اندھے کو ہر طرف سے گھیرے ہوتا ہے۔ وہ بد نصیب مکمل طور پر شیطان کے سامنے سپردِ ازہم ہو جاتا ہے۔ اس کی انفرادیت شیطان کی اطاعت و رضا جوئی میں کھو جاتی ہے اس کے شعور و تحت الشعور میں عقل و فہم کے جتنے دیے دشمن تھے بھج جاتے ہیں۔ وہ شیطان کے چبھنے سے ہم سے اندھیروں سے اتنا مالوس ہو جاتا ہے کہ اسے دشمن کی ایک کرن بھی ہمارا گڑبڑی ہے اور شیطان کی یہ رفاقت پل دوپل کے لیے نہیں ہوتی بلکہ وہ زندگی بھر اس کا رفیق اور ساتھی رہتا ہے۔ قسورین، ایسے ساتھی کہتے ہیں جو ہر وقت ساتھ رہے جیسے وہ دشمن سے بندھا ہوا ہو۔

اب آپ ایسے بھگتوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں۔ آپ اس آیت کی ہر ہر تصویر و باب نظر آئے گی۔

﴿۳۳﴾ شیطان انہیں راہِ حق پر چلنے سے روکتا دیتے ہیں انہیں فسق و فجور کا خوگر بنالیتے ہیں۔ دنیا کی ہوس ان کے دلوں میں یوں بھڑکا دیتے ہیں کہ وہ ساری قوم کا خون چھسنے کے باوجود تشنہ لب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ قوم کی آزادی کا سودا کرنے سے بھی نہیں ہچکاتے ان تمام مکمل گمراہوں کے باوجود وہ اپنے اپنے میں براخیزن مائل کہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں بس وہی صحیح ہے۔ جو راہ انہوں نے اختیار کر رکھی ہے وہی سیدھی راہ ہے۔ قوم کی ترقی و خوشحالی کے لیے جو ہر دگرگام انہوں نے طے کر رکھا ہے اس سے بترسو چاہی نہیں جاسکتا۔

الْقَرِینُ ۝ وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ اَنْكُمُ فِي الْعَذَابِ

بست برا ساتھی ہے شکہ اور یہ (شور و غماں) نہیں کہہ سکتا کہ آج جیتا تم دنیا میں ظلم کرتے ہو تم دہا، اس عذاب میں

مُشْتَرِكُونَ ۝ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ

محدود ہر شکہ کیا آپ سنا پاتے ہیں بہروں کو یا راہ دکھانا پاتے ہیں اندھوں کو اور اُنہیں جو

فِي ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ فَاِمَا نَذُرْ حَبِیْبُكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ۝۱۱

کل گمراہی میں ہیں شکہ پس اگر تم نے جانیں آپ کو اس (دورِ فانی سے) تو پھر بھی بہانے سے بدلہ لیں گے۔ یا ہم

نُرِیْكَ الَّذِی وَعَدْنَاهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ۝۱۲ فَاسْتَمْسِكْ

آپ کو دکھادیں گے وہ عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے پس ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں شکہ ہم نے خبر دی ہے کہ جسے رہے

۱۱ اس خود ستانی اور خود فریبی میں زندگی کا سورق ڈوب جاتا ہے۔ موت کی کار یک شام ڈرتا ہے۔ وہ بزمِ نشاط و انمول نے
بے ارادوں سے بہانے سے اس سے انہیں اٹھا کر ہمارے روبرو کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ اب آنکھیں کھلتی ہیں اور اسے حسرت و مذمت کے
کھل کی کل رہ جاتی ہیں۔ بے پشیمانے ہیں، کس ساتھی میں اور اپنے اس دوست کے باعث جس پر وہ جان چڑھتے رہے اور اس کے اشاروں
پر ناپتے رہے۔ اس کے باعث جب وہ اپنے آپ کو طاقت میں گمراہ پاتے ہیں تو فطرتِ مذمت سے جیٹا اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں۔
یالیت بینی ای کاشکس نہیں نے اس منحوس کو نہ جانا ہوتا۔ کاشکس ہمیرے اور اس کے درمیان اتنا بُدھ اتنی دوری ہوتی جتنی مشرق
اور مغرب کے درمیان ہے۔ اس جیسا بد بخت منحوس اور بد تمیز ساتھی اور کوئی نہیں۔

۱۲ شکہ اب شورشِ پھاؤ۔ یہ آلاہنیاں سب بے کار ہیں۔ ہر بظلم و ظلمانی کرتے رہے۔ اب کس سے بھاگتے ہو۔ تمہیں بھی اور تمہارے
ان جانی دوستوں کو بھی اکٹھی سزا دی جائے گی اور ایک ہی جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

۱۳ اے محبوب! یہ ہوسے ای اندھے نہ نہیں اور نہ کچھ دیکھیں، آفتاب چمکتا ہے انہیں کیا دکھائی دے گا۔ دنیا بقتہ نور بنی رہنے ان
کے دلوں میں گھپ اندھیری رات ہوگی۔ حق کی دلتواڑ مصلحت نے سونے ہوئے غمخوں کو پیار کر دیا لیکن ان اذلی بد بختوں نے ان کو نہ سنا اور نہ
ہدایت کو قبول کیا۔ آپ ان کی حواں نصیری پر غمزدہ نہ ہوں۔

۱۴ ہر بدکار کو سزا ملے گی، ہر ناجائز کار کو اپنی کشتِ عمل کا ثنی پڑے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے سارے کام حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔
اس نے ہر کام کے لیے ایک مناسب وقت مقرر کر رکھا ہے۔ لوگوں کے جلدی پہانے سے وہ اپنے فیصلوں کو بروئے کار لانے میں تاخیر
سے کام نہیں لیتا۔ جلد بازی تو وہ کہے جسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر حریف اب قابو سے نکل گیا پھر ہاتھ نہ لائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو تو ایسا کرنی حدیث نہیں۔

بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَإِنَّ لَكَ لَأَكْثَرَ

اس (قرآن) کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سید مکی راہ پر ہیں۔ اودے شک یہ بڑا شرف ہے۔

وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿١٠﴾ وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

آپ کیلئے اہل واپ کی قوم کیلئے اور اے فرزند اس ملامن تم سے جواب طلبی جو کشتہ اور آپ پر مجھے ان سے جس میں مجاہد نے آپ سے پہلے

کسی سرکش کو کتنی ڈھیل ملے اور وہ اس عرصہ میں بظاہر کتنا طاقتور رہ جائے! اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی حیثیت ایک چوٹی سے بھی کم ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو فرما رہے ہیں کہ ان کفار کو سزا ملے گی اور مظلوم ملے گی لیکن ہر شخص کو سزا دینے کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ بعض قرآپ کے سامنے کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے اور جو بچی جائیں گے انہیں آپ کے وصال کے بعد مذاہب کے شکنجہ میں کس دھامانے گا۔

شکے اسے میرے رسول! آپ ان کی شرانگیزیوں کا کوئی اثر قبول نہ کریں۔ جو کتاب ہدایت ہم آپ پر نازل فرما رہے ہیں، اس کی بڑی مغبوطی سے محتاط رہیں۔ بلاشبہ آپ راہِ راست پر گامزن ہیں۔ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ آپ کے دین کو غلبہ نصیب ہو گا۔ آپ کا آفتاب عظمت ہمیشہ ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہے گا۔ ناکامیاں اور محرومیاں فقط ان لوگوں کا قصہ ہیں جنہوں نے تیرا دامن چھوڑ دیا۔ تیری ذاتِ ازل کے بغیر کسی اور کو اپنی عقیدت کا مرکز بنایا۔

۱۲۹ ذکر کا معنی یہاں شرف عظیم ہے۔ علامہ آریس فرماتے ہیں لَذِکْکَ اِی شَرَفٍ عَظِیْمٍ رُؤُوسُ الْعَالِیِّ، یعنی یہ قرآن حکیم کوئی معمولی چیز نہیں یہ ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے کہ آپ کے لیے بھی یہ باعثِ مددِ عَزَّو شَرَف ہے اور آپ کی امت کے لیے بھی مہربانیِ اِقْتَارِ فَنَائِشِش ہے۔ کیا پیاری بات فرمائی۔ جس نبی کو کمزورِ رسولِ معظم اور حیدرِ متشہم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب العزت نے ایسا لاکھائی تختہ مرحمت فرمایا اس کی شانِ رفیع کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اور جس اُمت کو یہ جامعِ انعام حیات مرحمت فرمایا گیا وہ اس پر شکر کے جتنے بھروسے کرے۔ کیا ہے۔

نصف است محمدیہ علی صاحبہما افضل الصلوٰۃ والصلیٰ التیۃ کو ذمہ داری کا احساس دلایا جا رہا ہے، یعنی یہ نور میں تھیں اس لیے نہیں دیا گیا کہ اس سے تم صرف اپنے قلب و نگاہ کو روشن کرو بلکہ تمہارا فرض ہے کہ جہاں جہاں اندھیروں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں، وہاں پہنچو اور اس نور سے وہاں اجاتا کر دو۔ ہم تم سے اس کے بارے میں پوچھیں گے اور اچھے طریقے بتا کر دے گا۔

شومی قسمت ملاحظہ ہو۔ آج حالت یہ ہے کہ سب سے زیادہ اندھیرا وہاں ہے جہاں عالمین قرآن کی بتیں ہیں۔ معاشی مہانہ گل، اخلاقی انحطاط اپنے عروج پر ہے۔ کہیں کہیں مشرت کدے آباد ہیں۔ اس کے برعکس جگہ جگہ غربت و افلاس کی اداسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کل ہم کیا منہ کر جائیں گے؟ ہمارے لیے کیونکر ممکن ہو گا کہ اتنی رُسیا ہی کے باوجود محبوب خدا کے واسطے شفاعت کو کڑھ سکیں

مِنْ رُسُلِنَا أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ ۚ وَلَقَدْ

اپنے رسولوں سے کیا ہم نے بنائے ہیں خداؤں دوسرے کے علاوہ اور خداؤں کے ان کی پڑھا کی جائے ۛ اور ہم نے

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ

بیمابوسی علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف ۛ پس آپ نے (انہیں) کہ بیشک میں رب العالمین کا

الْعَالَمِينَ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ۚ وَمَا

فرستادہ ہوں ۛ پس جب آپ آئے ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر تو اس وقت وہ ان سے ہنسنے لگے۔ اور ہم نہیں

نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا ۚ وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ

دکھاتے تھے انہیں کوئی نشان مگر وہ بڑی ہول پہل سے۔ اور ہم نے ہتھکڑیاں دیا انہیں عذاب میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۚ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَمِدَ عَلَيْكَ

تاکہ وہ باز آجائیں ۛ اور وہ بولے اے جادوگر! دے دے ہمارے لیے اپنے رب کے لیے جس سے تم نے سہارا لیا ہے

خداوند عالمؑ تو ہی رسم فرما! اے اس کا رواداں کے ساتھ ہی لا رہے ہو:

اے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔ سب رسولوں سے بھی اگر آپ پوچھیں گے تو وہ اس کی تصدیق کریں گے۔

ۛ اس رکعت میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؑ کو اس سے بھی تسلیم دیتا پہلے
ہیں کہ قوم کا یہ معاندانہ رویہ صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں پہلے ہی کوتاہ اندیش لوگ اپنے اہل کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھا کرتے تھے۔ ساتھ ہی کہہ کر بھی
نتیجہ کدی کہ فرعون کے ہون کہ انجام سے بچنا پہلے ہی جو تو برکتیں سے کام لے اور اس نئی رحمت پر ایمان لے آؤ۔

ۛ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں تشریف لے گئے۔ وہاں اعیان مکتوت اور سردار ہیں قوم بھی اپنی زنجار کرسیوں پر بیٹھے تھے آپ
نے جا کر اعلان کر دیا کہ میں سامعے جہازوں کے ملک کا فرستادہ ہوں۔ میری بات سنو اور اپنے رب کو پہچانو اور اس کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ۔
ان لوگوں نے آپ کی بات کو ذرا اہمیت نہ دی اُنہذاق اُنہذا شروع کر دیا۔

ۛ موسیٰ علیہ السلام انہیں راہِ حق پر چلانے کے لیے اپنے معجزات پیش کرتے رہے اور ہر معجزہ پہلے مجزوع سے اعلیٰ ہوتا لیکن یہ سوداغراں
سرکشی سے انہیں باز رکھنے کے لیے طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر دیا گیا تاکہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور حق کو قبول کریں۔

ۛ فرعون کی قوم معاندانہ ملامت میں گرفتار ہے۔ رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ آخر کار حضرت موسیٰؑ سے دعا کی درخواست

إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿۵۰﴾

ہم نہرہد ہایت قبول کریں گے۔ پس جب ہم نے عذاب کو دیا ان سے عذاب کو فوراً وہ عہد شکنی کرنے لگے۔

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يُقَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَ

اور پکارا فرعون اپنی قوم میں (اور) کہنے لگا اے میری قوم! کیا میں مصر کا فرمانروا نہیں؟ اور

هَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۵۱﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ

یہ نہریں جو سیرے کیجے بہ رہی ہیں کیا تم (انہیں) دیکھ نہیں رہے؟ کیا میں بہتر نہیں ہوں

هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۚ وَلَا يَكَادُ يَبِينُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ

اس شخص سے جو ذلیل ہے اور بات بھی صاف نہیں کر سکتا (تھے) (اگر یہ ہاں ہی ہے) تو کیوں نہ آئے تھے اس پر

کرتے ہیں لیکن اس وقت بھی اسے رسول کے الفاظ سے آپ کو خطاب نہیں کرتے بلکہ ایہا الساحر کہہ کر آپ کو پکارتے ہیں۔

بعض ملانے فرمایا ہے کہ ساحر ان کے نزدیک بڑا معزز اور محترم ہوا کرتا تھا۔ بحر کو وہ اشرف العلوم تصور کرتے تھے یہاں ایہا الساحر

تعمیر کے لیے نہیں بلکہ احترام کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے ملکا کا خیال ہے کہ غرور و سرکشی میں وہ مانتے بڑے چمکتے تھے کہ اپنی انتہائی

بے بسی کے باوجود آپ کو باد و گرد کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام معمول دل گڑھے کے قراچی تھے کہ اتنی ہی بات پر خفا ہو جاتے

آپ نے ان کی اس بدتمیزی کے باوجود دماغی، عذاب مل گیا لیکن خاندانوں نے حق کو قبول کرنا تھا اور نہ کیا۔ نیز مکمل بربادی جو

ان کا مقدر بن چکی تھی اس کی طرف وہ آہستہ آہستہ یوں بڑھ رہے تھے کہ اُدھر سے انعامات ہوتے ہیں اور اُدھر سے سرکشی، اُدھر سے

پیچھے مغرور و گزرا اُدھر سے مسلسل کفر و طغیان۔ حتیٰ کہ جب وہ غرق ہوتے تو ان کی اس تباہی پر کسی کو تیرت نہ ہوتی۔

لشع انسان کو چاہیے کہ ان آیات کو بار بار پڑھے اور ان میں غور و فکر کرے۔ ان آیات میں مادہ پرست ذہنیت کے خمیس

نظریات، نیز آمر اور ڈکٹیز کی نفسیات کی ایسی ہی تصویر پیش کی گئی ہے جو آج بھی اسی طرح حقیقت ہے جس طرح ہزاروں سال پہلے

مصر کے فراعنہ کے زمانے میں ایک حقیقت تھی۔

فرعون نے جب محسوس کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر اس کی قوم ان کی طرف مائل ہوتی جا رہی ہے۔ ایسا

نہ ہو کہ کسی روز وہ اس کو خدا ماننے سے بڑا انکار کر دیں اور اس کی حکومت کے خلاف ظلم بغاوت بلند کر دیں۔ اس نے جب

دربار میں اپنی ساری قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے میری قوم! مصر کے وسیع و عریض علاقہ میں کس کی شاہی کا انتظام ہو رہا ہے اس

کی نیکیوں و فضائل میں کس کا پرچم لہرا رہا ہے۔ دریا نے نیل سے نہریں کس نے نکالی ہیں اور کس کی تدبیر کا یہ اعجاز ہے کہ دور دراز مسحو

مِنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلِكُ مُقْتَرِنِينَ ۝ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ

سونے کے گنگی یا کیوں نہ آئے اس کے ساتھ فرشتے قطار در قطار ۷۷۷ یوں اس نے امن بنا دیا اپنی قوم کو ۷۷۷

میں جہاں لوگ ایک بندہ پانی کے لیے ترستے تھے نہروں کا بال بچھا دیا گیا۔ تہلے رگیتاؤں میں یہ لہلہاتے ہوئے کھیت اور شاداب باغات کس کی خوش تدبیر کا کرشمہ ہے۔ ان نہروں کا میں مالک ہوں۔ ان میں پانی میرے حکم سے بہتا ہے۔ اہل حرا یہ ایسی حقیقت ہے جس کا تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہو۔ اب خود ہی فیصلہ کرو کہ میں بہتر ہوں یا یہ موسیٰ جس کی نہ تو کوئی عزت ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اہمیت ہے اور باتیں ایسی ایک بیچی کتا ہے کہ کچھ بچے نہیں پڑتا۔ تم بتاؤ کہ تم میرے جیسے صاحب عظمت و جبروت، وسیع اختیارات کے مالک، فراعنہ کے تخت و تاج کے وارث کی اطاعت کو پسند کرتے ہو یا کیا موسیٰ جیسے فقیر کی غلامی اختیار کرتے ہو جس کے پاس نہ ہونی کوڑی بھی نہیں۔ وہ اور اس کی ساری قوم صدیوں سے تمہاری غلام ہیں اور ہی ہے۔

مہمیں، ضعیف اور حقیر، لایکا دیبیں اس کا ایک مفہوم تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی زبان میں کفایت تھی اگرچہ دماغ اس میں شدت تو باقی نہ تھی لیکن اس کا اثر بھی کچھ باقی تھا۔ فرعون نے اس لفظ سے اسی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی باتیں بڑی الجھی ہوئی ہیں۔ عقل کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

۷۷۷ ان کے ہاں یہ رواج تھا کہ بادشاہ جس کو وزارت و سفارت کے منصب پر فائز کرتا تو اسے عظمت و فخر سے نوازتا اور بادشاہوں میں سونے کے گنگن پٹا، اس کو خدام کا ایک دستہ بھی دیا جاتا جو اس کے آگے پیچھے موجود رہتا اور اس کے احکام پر جاتا۔ فرعون اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم تو اگر کسی کو کسی اہم منصب پر فائز کرتے ہیں تو اسے سونے کے کٹے پہناتے ہیں۔ موسیٰ کہتا ہے کہ میں سلام سے جہان کے مالک کا فرستادہ ہوں۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کلاشیاں بھی سونے کے مرتع گنگنوں سے مزین ہوں گی۔ اس کے ہراد بھی فرشتوں کا ایک دستہ ہوتا جو پربانہ سے دست بستہ اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ اس کی کلاشیاں میں کٹے تو کہا، اس کی جیب میں تو پھنی کوڑی بھی نہیں۔ فرشتوں کا گنگنا تو بڑی بات سب نے تو باز اسے سودا سلف ہی خود اٹھا کرتا ہے تم خود سچا خدا تعالیٰ کا رسول اور یہ نہتہ مالی! کیا تم اس کا دھری تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو؟

۷۷۷ قرآن کریم کے ان کلمات نے مطلق انسان بادشاہوں، امروں اور ڈکٹیٹروں کی نفسیات کا پردہ چاک کر دیا۔ یعنی وہ یہ باتیں اس لیے نہیں کرتا تھا کہ وہ انہیں حقیقت اور سچ مانتا تھا یا نہ اپنی قوم کا ہی خواہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے اپنی قوم کو اس لیے دور رکھتا تھا کہ وہ ان کی راہ اختیار کر کے اوبار و انحطاط کی پستیوں میں نہ گر جائیں یا ان کی خوشحال مالی تنگ دستی و بد حال سے نہ بدل جائے۔ اسے محض اپنے اقتدار کی فکر تھی۔ اسے صرف اپنے تکی و تخت کی سلامتی سے مطلب تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ جو بول رہا ہے، وہ ان کی اپنی چٹری باتوں سے اپنی قوم کو دھوکہ دیتا چاہتا تھا اور ان کو اپنی ہمدردی اور مہربانی کا یقین دلا کر اپنے دام فریب میں پھانسے رکھنا چاہتا تھا۔ ایسے جابر سلطانوں، ظالم ڈکٹیٹروں اور بے رحم امروں کا یہی دستور پٹیلے تھا۔ آج بھی یہی ہے اور جب تک لوگ اپنی سلوہ لوجی کے باعث ایسے شاطروں اور نورس بازوں کے بھانسنے جوئے بالوں میں پھنسنے کے لیے آمادہ ہوں گے، ایسا ہوتا رہے گا۔

فَاطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّا آسَفُونَا انتَقَمْنَا

سورہ اس کی پیروی کرنے لگے۔ درحقیقت یہ افرامان لوگ تھے ۵۱ پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا تو ہم نے ان سے

مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۲﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ سُلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ﴿۵۳﴾

انتقام لیا پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ۵۲ اور بنادیا انہیں پیش رو اور کیا دست پھلوں کے لیے ۵۳

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿۵۴﴾ وَ

اور جب بیان کیا جا کہ ہے مریم کے فرزند (عیسیٰ) کا حال تو آپ کی قوم اس سے شورو مل مچا دیتی ہے ۵۴ اور

ابن الاعرابی فاستغف ک توبہ کر تے ہوئے لکھتے ہیں فاستغف قومہ فاستجہل قومہ اپنی قوم کو احمق اور لڑبٹایا اور
اپنی چکنی چٹری باتوں سے انہیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔

۵۴ فرعون کی قوم اس کے دھوکے میں آگئی۔ انہوں نے ان مظالم کو فراموش کر دیا جو وہ ان پر کر رہا تھا۔ انہوں نے مریم علیہ السلام
کی عظیم شخصیت، ان کے بے باغ کردار اور پاکیزہ سیرت کو نظر انداز کر دیا۔ فرعون کی اطاعت کا بھسکے در شور سے از سر نو وعدہ کیا۔
قرآن کریم نے ان کے اس طرز عمل کی وجہ بتا دی کہ وہ فاسق لوگ تھے۔ حق و صداقت کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی۔ انہیں اپنی
فات اور لپٹے مفادات کا تحفظ مطلوب تھا۔ اس کے لیے اگر انہیں کسی ظالم کی نلامی بھی قبول کر لی پڑتی اور انہیں اپنی عزت نفس اور قومی
مفاد سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے تو وہ اس کے لیے آمادہ تھے۔ مظلوموں کی چیزوں بے بیوں کی آہوں ملک و قوم کی اخلاقی اور معاشی تلبہ
کی بھی انہیں ذرا پروا نہیں تھی بشرطیکہ ان کی فات محفوظ رہے اور ان کے مفادات پر کوئی آنچ نہ لگے۔ ظالم کے سامنے ڈٹ جانا، حق کی
سر بلندی کے لیے جان کی بازی لگانا، مظلوموں اور بے گسوں کی امداد کے لیے تمام مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر میدان میں کود پڑنا
فاسقوں کو زیب نہیں دیتا اور نہ یہ ان کے بس کا لوگ ہے۔ اس کے لیے تو اول العزم ہستیاں ہی منتخب کی جاتی ہیں۔

۵۵ حضرت ابن عباسؓ اسفونا کا معنی کرتے ہیں غاظونا و اغضبونا، ہمیں انہوں نے ناراض کر دیا۔ ان لوگوں نے
جبروت فحانہ رویہ اختیار کیا تھا۔ وہ ان کو غضب الہی سے بچانہ سکا، چنانچہ وہ غرق کر دیے گئے۔

۵۶ سلف کہتے ہیں پیش رو کو۔ والسلف المتقدم اور مثلاً کا معنی عبرت اور پند و موعظت ہے۔ مثلاً ای عبرۃ لہم
یعنی قوم فرعون کے بعد جانتیں آئیں ان کے لیسان کے حالات میں پند و موعظت اور عبرت ہے۔ اومان کا تہ کہ ضرب المثل کے طور پر
کیا جاتا ہے۔

۵۷ اس مقام پر حضرت صدیق الاقا مثل رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے یہ آیت
پڑھی وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ حُصْبَ جَهَنَّمَ یعنی اے مشرکین! تم اور جو چیز اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہے،

قَالُوا أَلَهْتُمْ بِخَيْرٍ أَمْ هُوَ مَا خَرُّوا إِلَيْكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ

کہتے ہیں کیا ہماری سمجھ بڑھ رہی یا وہ ۔ وہ نہیں بیان کرتے مثال آپ کے گرجی بجٹی کے لیے ۔ درحقیقت یہ لوگ ہنس

خَصِيصُونَ ۱۵۱ إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّلْبَنِيِّ

مجھڑاؤ ہیں ۔ نہیں ہے عیسٰی مگر ایک بندہ ہم نے انعام فرمایا ہے ان پر اور ہم نے بنادیا ہے انہیں ایک نمونہ بنی

إِسْرَآئِيلَ ۱۵۲ وَلَوْ نَشَاءُ لَجْعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ۱۵۳

اسرائیل کے لیے ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم بنادیتے تمہارے بدلے فرشتے زمین میں جو تمہارے ہاشمیں ہوتے ۱۵۳

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُون هَذَا صِرَاطٌ

اور ہے شک وہ ایک نشانی میں قیامت کے لیے پس ہرگز شک نہ کرو اس میں اور میری پیروی کیا کرتے ۱۵۴

تو یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا اور ابن زبیری کہنے لگا کہ یا محمد ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا یہ خاص ہے اور ہمارے سمجھوں ہی کے لیے ہے یا ہر امت کے لیے؟ یہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور ہمارے سمجھوں کے لیے ہے اور سب امتوں کے لیے ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ آپ کے نزدیک عیسٰی ابن مریم نبی ہیں اور آپ ان کی والدہ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ نصاریٰ ان دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں تو اگر یہ حضرت (معاذ اللہ) جہنم میں ہوں تو ہم ماننی ہیں کہ ہم اور ہمارے سمجھوں ہی ان کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر کفار غیب سے اس پر یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ يَتُّ الْحَسَنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُنْعَزٰتٌ ذٰلِكَ لَمَّا هُوَ وَلَمَّا خَضِبَتْ اٰبْنُ حَزْرَتِيْمِ اِلٰخِ جِس كَا مَطْلَبِ يٰہے کہ جب ابن زبیری نے اپنے سمجھوں کے لیے حضرت عیسٰی ابن مریم کی مثال پیش کی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جواب دیا کہ نصاریٰ نہیں پوجتے ہیں تو قریش اس کی بات پر غیب سے (غزائن القرآن) ملا سہ ابن منظور نے یَصْذُؤْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے صَدْ يَصْذُؤْنَ صَدْ اِستغْرَبَ خَضَعًا كَرِهِيْرَتٍ وَتَعَبٍ كَمَا بَعَثَ هِنَا اِدْرَاس كَا دَوْرٍ مَعْنٰی ہے خَضَعٌ وَخَضَعٌ يَصْذُؤْنَ يَضْجُونَ وَيَعْجُونَ۔ شروع فل مچا اور وفا (الغشا) مطلب یہ تھا کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہتر ہیں تو اگر (معاذ اللہ) وہ جہنم میں ہوتے تو ہمارے سمجھوں ہی ہوا کریں۔ (غزائن القرآن)

۱۵۳ ملازم قریش اس آیت کا مفہوم سمجھتے ہیں وجعلنا ابدانکم یعنی اگر ہم چاہتے تو شام کو پیدا کرتے خاواہ آدم کو اور شام کو یا اندھیر گری کرتے تیس تو شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم نے تیس نیست سے بہت کیا انا شام کو افرامان کرتے ہیں۔

۱۵۴ حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ، حسن اور دیگر مفسرین کا قول یہ ہے کہ انا مذکور منیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ

مُسْتَقِيمٌ ۖ وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ وَلَهَا

راستہ ہے۔ کہیں لوگ نہ دے تیس شیطان اس واسطے، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور جب

جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ

آئے میں علیہ السلام ہوش نشانیاں لے کر تو فرمایا میں آیا ہوں تمہارے پاس حکمت لے کر اور میں بیان کروں گا تم سے

بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ

کچھ بات جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔ پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور میری فرمانبرداری کیا کرو۔ ۱۵ یقیناً اللہ تعالیٰ وہی

آپ کا قیامت سے پہلے تشریف لانا وقوع قیامت کی شرائط میں سے ہے اس لیے جب آپ نازل ہوں گے تو لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ اب قیامت قائم ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ ای شریط من شرط اطماعہ العلم بفسی شرط علما لحصول العلم بہ کشف الیقین وقرب قیامت کی ملازمتوں میں سے ایک میں اور اس میں ملازمت اور شرط کو علم کیا گیا کہ اگر ان سے علم حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول امامیہ صحیحہ سے ثابت ہے جن کے اہلکار کی جرأت کوئی ایمان دار انسان نہیں کر سکتا۔ ان سے صحیح امامیہ میں سے ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے جسے صحیح مسلم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزلن عیسٰ بن مریم حکمنا عادلًا ویکسرن الصلیب ویقتلن الخنزیر ویبغضن الخمریۃ ولینترکن القلاص ویسوی علیہا ولتذہبن الثحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال ولا یقبل احدہ۔ یعنی یقیناً عیسیٰ ابن مریم ماکہ مادل کی حیثیت سے آسمان سے نازل ہوں گے صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے چرنیاں مٹا دیں گے گا اور راڈھنیوں کو آڑو چھوڑ دیا جائے گا۔ عداوت، بغض اور حسد کا نام و نشان نہ رہے گا۔ لوگوں کو مال قبول کرنے کی دعوت دی جائے گی لیکن اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیے سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ کا ماثبہ منیہ القرآن۔

۱۵ عیسیٰ علیہ السلام کو جلیل القدر معجزات سے متذکرہ کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا گیا۔ اس وقت بنی اسرائیل کی حالت یہ تھی کہ مذہبی بحثیں اور منافقوں کے روزمرہ کا معمول تھے۔ ایک دوسرے کی تکفیر پسندیدہ مشغلہ تھا۔ بنی ان کے لیے اتحاد و اتفاق کا منبع نہ رہا تھا بلکہ غلط فہمی و اختلاف کا سبب بن گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ آؤ میں لوہے کی حکمت لے کر آیا ہوں۔ اگر تم غضب اور بے حسد کا طریقہ چھوڑ دو گے تو تمہارے بہت سارے مختلف فیہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ مناظرہ بازی کا چتر ختم ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ میری رہنمائی سے وہی فائدہ اٹھائے گا جس کے دل میں حسد کا خوف ہو اور وہ میری اطاعت کرنے کے لیے تیار ہو۔

رَبِّي وَرَبِّكُمْ فَأَعْبُدُوا هَذَا حِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ

میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اس کی عبادت کیا کرو۔ میں سیدھا راستہ ہے ۱۱۰ پر اختلاف کرنے لگے

الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ قَوْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ

دان کے (گروہ آپس میں ۱۱۱ پس بدکت ہے ظالموں کے لیے دردناک عذاب کے دن

الْيَوْمِ ۝ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ

سے - کیا یہ لوگ قیامت برپا ہونے کے منتظر ہیں کہ آجائے ان پر اچانک اور انہیں

لَا يَشْعُرُونَ ۝ الْإِخْلَافُ يَوْمَئِذٍ كَبُضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٍّ إِلَّا

غیر متک نہ ہو - گمراہ دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے بجز ان کے جو متقی (اور

الْمُتَّقِينَ ۝ يُعْبَادُ لَأَخَوْفُ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ

بد بیزگار) ہیں ۱۱۲ اے میرے پیارے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم آج اغمزدہ ہو گے - (یعنی وہ بندے جو

۱۱۰ نیز آپ نے نہیں فرمایا کہ یہ بات ابھی طرح ذہنی نشین کر لو کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی عبادت کرنا ہی واجب ہے۔ آپ نے اپنی امت کو پہلے ہی ان لغزشوں پر عبیدہ کر دی جن میں وہ مبتلا ہونے والے تھے۔

۱۱۱ ان کے بھی اختلافات کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن جلد اول سورۃ النساء آیت ۱۱۱ نیز ضیاء القرآن سورہ مريم آیت ۳۲ - جلد سوم

۱۱۲ قیامت کے دن دنیا کے سارے بھائی چارے یا ملنے اور دوستیاں ختم ہو جائیں گی بشرط یہ چاہے گا کہ اس کے صفے کا مناب بھی اس کے دوست پر منسلک کر دیا جائے۔ وہ ایک دوسرے سے دُور ہونے کی کوشش کریں گے ایک دوسرے سے بیزاری کا اعلان کریں گے لیکن وہ لوگ جو پرہیزگار تھے اور عمر بھر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ان کی دوستی اس روز بھی سلامت رہے گی پھر انچہ امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یقول یوم القیامۃ اینا المتحابون بجلالی الیوم اظلمہم فی ظلمی یوم لا ینظر فی خلقہ فیئنی کماں ہیں وہ آپس میں محبت کرنے والے؟ بچے اپنے بڑوں کی قسم میں ان کو کتنی اپنے ملنے کے نیچے جگہ دیں گے جبکہ میرے سامنے کے پیر اور کوئی سایہ نہیں ہے۔ یہی متقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث ذکر کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان عبدین تحابا فی اللہ عز وجل واحد فی المشرق والآخر فی المغرب لجمع اللہ بینہما یوم القیامۃ یقول هذا الذی کنت تحب فی حضور من اللہ تعالیٰ بلیکم

اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۱۰۱ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

ایمان لے آئے تھے ہماری آیتوں پر اور فرمانبردار تھے ۱۰۱۔ (مکمل ہوگا) داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں

تُحْبَرُوْنَ ۝۱۰۲ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصَفَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِيْهَا

خوشخوشی ۱۰۲۔ گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے صفوں اور حساب اور وہاں

مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۳

ہر چیز جو مورد ہوگی جسے دل پسند کریں اور آنکھوں کو لذت ملے۔ (مزید بات) تم وہاں ہمیشہ رہو گے ۱۰۳۔ اور

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُْوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۴ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهٌ

یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنادیے گئے یہاں اعمال کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔ تمہارے لیے یہاں بکثرت پھل

نسفرایا اگر دو بندے اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور ان میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا تھا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو کٹا کٹے گا اور فرمائے گا کہ یہ وہ آدمی ہے جس کے ساتھ تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔ (ظہری)

۱۰۳۔ یہی لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کیا کرتے تھے انہیں یہ ثرؤہ بانفرائیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے المؤمن مع من احبہ کہ روز جزا ہر آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت تھی تو غور فرمائیے کہ جب مشرق و مغرب مطلقاً صاحبِ راہ الحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنگت اور رفاقت میں ہوں گے تو پھر غف کیا اور عزی کیوں؟

۱۰۴۔ ان خوش نصیبوں کو کہا جائے گا کہ تم بھی جنت میں تشریف لے جاؤ اور تمہاری بیویاں بھی ملازمہ پال تھیں جن کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں ای قسرون مسرور ایظہر حبان علی وجوہکم یعنی تم اس روز اتنے خوش ہو گے کہ مسرت کی نشانیاں تمہارے شگفتہ چہروں اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے نمایاں ہوں گی۔ تحبرون کا ایک اور معنی بھی کیا گیا ہے۔ قال زجاج فی قولہ تعالیٰ امنتم و ازواجکم تحبرون معناه تکرہون اکراماً یا بالغ فیہ لسان العرب یعنی تمہیں اور تمہاری بیویوں کو بڑی شان و عزت سے جنت میں جانے کا اذن ملے گا۔

۱۰۵۔ نفس جو پاہیں گے اور آنکھیں جس سے مسرور ہوں گی ہر شخص کو دہی ملے گا، البتہ سب نفس ایک ہی چیز کے طلب کار نہیں ہوں گے سب آنکھیں ایک جیسی چیزوں کو دیکھ کر روشن نہیں ہوں گی۔ ہر شخص کا اپنا ذوق اور ہر شخص کی اپنی نگاہ ہوگی۔

بے تو پسند اور محبت کو میل

نگاہ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّتَمَخِّلُونَ ۝

ہیں ان میں سے کماؤ گے (جو جی چاہے) بے شک مجرم عذابِ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے ۱۲۷

لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۝ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا

نہ بڑھا کیا جانے گا ان سے (یہ مذاب، اور وہ اس میں اس قدر بیس گئے - اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا کیوں وہ اپنی بہنوں پر ظلم

هُمُ الظَّالِمِينَ ۝ وَنَادُوا إِلَيْنَا لِنُقْضَ عَلَيْكَ رُبُّكَ ۝ قَالَ إِنَّا كُنَّا

ڈھلنے والے تھے ۱۲۸ اور وہ پکاریں گے اے مالک! بہتر ہے کہ تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دالے وہ جواب دے گا کہ نہیں

مَا كُنْتُمْ ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ۝

کر رہاں ہمیشہ رہتے رہے گئے بے شک ہم نے تمہارے پاس حقیقت لایا لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے تھے -

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہما کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں پہنچا دیا تو ان کے چہرے پر غم تھا اور ان کے ہاتھوں میں تڑپ رہی تھی۔

بعض روایات کی تفسیر میں آیا ہے کہ ان کے چہرے پر غم تھا کیونکہ ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

واما غیر ذلک من نعم اللہ علیہ ما یشتمیہ من ظہری یعنی وہ مرنے میں کا مقصد وہ تھا کہ ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

بیش بہانگی اور اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کو جنت کی نعمتوں سے ان کی چاہت کے مطابق سزا دیا جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا

جنتی گھوڑے ہونگے؟ ایک اعرابی نے کہا ہاں لاٹ ہونگے، دونوں کو فرمایا اگر تمیں خدا جنت میں لے گیا تو تمہاری ہر خواہش پوری ہوگی۔ (مظہری)

۱۲۷ پہلے اپنے صلیب و فرماہر وار بندوں پر اپنے ہی پائیاں انعامات اور غیر محدود احسانات کا ذکر فرمایا۔ اب ان کا حال ڈار بیان کیا جا رہا ہے جو عمر بھر گناہ

بنے رہے بغاوت و سرکشی کا نظم بند کیے رہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی دل آزاری ان کا شمار با کسی چیز کی شدت کے کم ہونے کو عرب میں

فتر کہتے ہیں جب شدید بغاوت ہو اور پھر وہ ہلکا ہو جائے تو کہتے ہیں فترت عند اللہ اذ اسکت قلیلاً مبلسون، آیسون من الرحمة، رست یا اس

جسے دلالتی یعنی عرصہ ان گزرنے کے باوجود ان کے مذاب میں تخفیف نہ کی جائے گی۔ وہ جیتے چلاتے رہیں گے نہ سمجھتے ہیں کہ فرما دیں کہ تمہیں گناہ

لیکن کوئی شوالہ نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ یاس ہو جائیں گے اور یقین کر لیں گے کہ اب اس جہنم سے رہائی کی کوئی امید نہیں۔

۱۲۸ لیکن یہ ان کا اپنا قصہ ہے ہم نے تو ان پر قطعاً کوئی زیادتی نہیں کی مگر انہیں عقل و فہم کی قوتیں بخشیں ان کے پاس اپنے بدلے جیسے پھر انہیں

عرصہ دلاز تک سوچنے اور سمجھنے کی فہمت دی۔ پھر انہیں غراب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے طرح طرح کے آلام و مصائب میں مبتلا کیا۔ یہی

ہم وہ مذکے اور کفر پر اٹھے رہے۔ اب اپنے کیے کی منزلت سمجھ رہے ہیں۔

۱۲۹ زندگ بڑی عزیز چیز ہے۔ موت کو کوئی پسند نہیں کرتا لیکن دوزخی دار و روز جہنم سے کہیں گے کہ اگر ہماری معافی اور بخشش کی

أَمْ أَمْرًا فَاثَنًا يُدْرِمُونَ ۚ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ بِأَمْرِهِمْ

ہاں اگر انہوں نے کوئی نئی فیصلہ کر لیا ہے تو ہم بھی پتا چلے فیصلہ کرنے والے ہیں شے کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کے داذوں اور سرگوشی

نَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ۚ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ

کہ ہاں ہم سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس بیٹھے کہتے بھی رہتے ہیں شے آپ فرمائیے (بغضی مال) اگر رحمن کا کوئی

وَلَدٌ فَآنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ ۚ سُبْحَنَ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ

بچہ ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کا پہلاری ہوتا شے پاک ہے آسمانوں اور زمین کا پروردگار دادا

کوئی صورت نہیں تو لے مالک! پھر اپنے رب سے عرض کر کہ وہ ہیں موت دے دے ہمارا کام تمام کر دے جواب ملے گا اب موت
کہاں؟ تم زندہ رہو گے اور انی انکاروں پر فوٹے رہو گے یہی شے تمہارا مقدر میں اور یہی جہنم تمہارا ابدی ٹھکانہ ہے۔

شے جو ہری کہتے ہیں ابرمت الشیخ: اُنْكَفَتْ (صاح) کسی چیز کو پختہ کرنا۔ کفار نے دارالندوہ میں مجلس مشاورت منعقد
کی۔ بطور بحث و تمحیص کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے پر سب متفق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے میرے محبوب کو
شہید کرنے کا پختہ فیصلہ کر لیا ہے تو ہم بھی غافل نہیں ہم نے بھی یہ حتی فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم اپنے محبوب کی حفاظت کریں گے تم ان کا
بال بھی بیکار نہ کر سکو گے اور تمہاری یہ سازشیں تمہارے لیے ہی ناکامی و نامرادی کا سبب بنیں گی۔

شے کیا کفار یہ خیال کیے بیٹھے ہیں کہ وہ چھپ چھپ کر چپکے چپکے جو منصوبے بنا رہے ہیں ان کا ہمیں علم نہیں اس لیے بالا بالا جو
وہ چاہیں گے کہ گزریں گے۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں۔ لے کفار! ہمارے فرشتے تمہاری ہر محفل میں شریک ہوتے ہیں جو سرگوشیاں تم کہتے ہو
ہم ان کو سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے تمہاری زبان پر آنے والا ہر لفظ کھد رہے ہیں۔ تمہارا کوئی راز ہم سے پوشیدہ نہیں۔

شے جس طرح اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا بیٹا نہیں اسی طرح وہ اس سے بھی منزوع ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، وہ
خدا کا جب الوجود نہ ہے گا بلکہ ممکن ہو جائے گا اور جو ممکن ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے خدا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان محبوب
سے مبرا ہو۔ اس معنوں کو پہلے بھی نہایت مدلل اور مؤثر انداز سے کہی بار ذکر کیا گیا ہے یہاں مضمون ایک اچھوتے اسلوب سے بیان
کیا جا رہا ہے۔

اے کفار! تم سب جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا پرستکار اور عبادت گزار ہوں۔ تم سب مہودان باطل کے آسائوں پر سجاوے ہو۔
ایک نہیں ہوں کہ تمہارے طعنے سنا ہوں تمہاری زبان و دوازیائیں سننا ہوں تمہاری زیادتیوں کو برداشت کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود
اپنے معبود پر حق اور اپنے مالک و معان کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ تم ذرا سوچو جس کے دل میں اپنے رب کی اتنی محبت اور اتنا عشق
ہو جس کی زبان اپنے مالک کی تعریف میں ہر وقت زمزمہ سن کر رہتی ہو جس کی یاد میں میری مائیں بیت جاتی ہوں اگر اس کا کوئی بیٹا

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۳۰﴾ فَذَرُهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّى يُلَاقُوا

عرش کا وہ ہر اس عیب سے جو یہ بیان کرتے ہیں شے پس دے جیسے آپ نے میں انہیں کہ یہ وہ ہیں جو کھیل رہے ہیں ہٹا کر تھے میں حشر کہ

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۳۱﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي

قہمت ہوتا ان کی اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے شے اور وہی ایک آسمان میں خدا ہے اور زمین میں بھی

الْأَرْضِ إِلَهٌُ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۳۲﴾ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَكَ الْمَلَكُوتُ

خدا ہے۔ اور وہی بہت دانا سب کچھ جانتے والا ہے شے اور بڑی برکت والا ہے وہ جس کی سلطنت ہے آسمانوں

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۳﴾

اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

ہوتا تو کیا میں اس کے سامنے ہے ساختہ طور پر سبھود نہ ہو جاتا۔ میرا ایسا نہ کہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں وہ اس سے پاک اور بہت پاک ہے کہ کسی کو اس کا بیٹا یا بیٹی کہا جائے۔

یہاں شرط بھی مال ہے اور جزا بھی مال ہے اور ایک مال دوسرے مال کو مستکرم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا بھی مال اور میرا اس کی عبادت کرنا بھی مال ہے۔

اس آیت کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہاں ان شرطیں نہیں بلکہ نافیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں۔ عابدین کا معنی آئین ہے یعنی میں اس کے کذب و افتراء کو تسلیم کرنے سے سب سے پہلے انکار کرتا ہوں اور اس کے خلاف علم بندگان ہوں۔

قال الجوہری: وقال ابو عمر قولہ: فانما اول العابدین من اللطف والفضی: قال ابن الاعرابی فانما اول العابدین اعمى النصاب اللطیفین (قرطبی)

شے کفار کی ہستان طرازیوں کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کا بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات جو آسمانوں کا خالق ہے اور ملک بھی زمین بانی بھی اس کے جدا اس میں حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔ حشر پر بھی اسی کی کبریائی کے پرچم ہوا ہے ہیں۔ ایسی عظیم و جلیل ہستی کو اولاد کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے اور وہ صمد اور بے نیاز ہے۔

لے لے محبوب! آپ انہیں نظر آد لڑکے دیکھے انسان کے بارے میں مکرر مذرا کیجئے ان میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اے اترکہم یخوضوا فی باطلہم ویلعبوا فی دنیاہم (قرطبی) جب قیامت کا دن آئے گا تو اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی۔

شے آسمانوں میں بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے اور زمین میں بھی اسی کی عبادت کی جاتی ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ

اور نہیں اختیار رکھتے جنہیں یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کرنے کا ہاں شفاعت کا حق انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ

اور وہ (اس کو) جانتے ہی ہیں ۱۷ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو یقیناً کہیں گے اللہ نے

فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ وَقِيلَ لَهُ رَبِّ إِنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُوَدِّعُونَ ۝ فَاصْفِهِ

پھر کہہ دیجئے کہ پھر وہ ہیں ۱۸ ۱۹ اور تم سے میرے رسول کے اس قول کی کس طرح تردید یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لیتے ۲۰ پس دے

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝

جیسبند: نبیؐ انہیں بھیجیں سے اور فرمائیے تم سلامت ہو وہ اس کا انجام ضرور جان میں لگے ۲۱

اس کی کوئی اولاد ہے۔

۱۷ کفار اس گمراہی میں تھے کہ یہ نبی اور فرشتے ان کی شفاعت کریں گے۔ بتلویا کہ ایسا نہیں ہو گا۔ ہر ایک کی مجال نہیں کہ بارگاہ رب العزت میں شفاعت کرنے کی جرات کر سکے اور نہ ہر شخص اس قابل ہے کہ اس کی شفاعت کی جائے۔ شفاعت کرنے کا وہ مجاز ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی بخندے اور اس کی یہ گواہی علم یقین پر مبنی ہو اس طرح شفاعت اس شخص کی کی جائے گی جس کا ہمتا ایمان پر ہوا ہو۔ یہ بات غریب نہیں ہے کہ شفاعت صرف ان کفار و کافروں کے لیے ہوگی جو ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور جن کا خاتمہ کفر یا شرک پر ہو گا ان کے لیے شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔

۱۸ جیسب الحق لوگ ہیں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر اس کے علاوہ دوسروں کو اپنا معبود بناتے ہیں اور اس سے اسے ماہ حق سے روگردانی کہتے ہیں۔

۱۹ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کو آشکار کر دیا۔ کلمہ شہد کے بادل چٹ گئے۔ قرآن کریم کے اجماع نے ان منکرین کے چمکے چمکے نظریے اور ان پر سکھٹے طاری کر دیا۔ اس کے باوجود وہ اپنے باطل سے چمٹے رہنے پر مصر تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے معاون ذوالجلال کی بارگاہ میں عرض کی الہی! یہ بڑے مندی اور بہت دھرم لوگ ہیں یہ ملتے ہی نہیں۔ آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا ہے لیکن یہ اسے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ ادائیگی پسند آئی اور اس قول کی قسم اٹھائی جو لب مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ و السلام۔

۲۰ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے میرے حبیب! آپ بھی ان سے نبیؐ اندر پھیر لیجیے۔ اب ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔

ان کے لیے سلامتی اور رہایت کی دعا مانگتے رہا کیجیے۔ عنقریب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور حقیقتِ مائل جان لیں گے اگر حق کو قبول نہ کیا تو اپنی سزا پائیں گے اور اگر قبول کر لیا تو خود کو سب بریں کے دروازے ہیں پر کھول دیے جائیں گے۔

علامہ ابو حنیفہ الاندلسی اور علامہ محمود آلوسی کے رائے یہ ہے کہ یہاں سلام و دعا نہیں بلکہ من سے اپنی بات اور قلبِ تعلق کے اعلان کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ فلیس ذلک امر اب السلام علیہم والتحية وانما امر بالمناجاة وحاصله اذا بیتم القبول فامری التسلم منکم (روح المعانی) علامہ ابو حنیفہ کہتے ہیں وعید لہم وتہدید وموادعة (بکرمیٹ) یعنی قل سلام میں کفار کو ضابط کی وعید اور دعائی کی ہمارا ہی ہے اور مان سے بُرائی کا اعلان مقصود ہے۔

اللهم لك الحمد ولك الشكر على ما أنعمت علي ووفقتني وعلى حبيبك وصفيك
ونبينا وشفيصنا محمد وآله واصحابه افضل الصلوات واجمل التسليمات
وبحسن التحيات ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب فاطر السموات
والارض انت والى في الدنيا والاخرة توفنى مسلماً والحقنى بالصالحين.

تعارف

سورة الذخا

نام : اس سورت کا نام الذخا ہے۔ یہ کھ آیت میں مذکور ہے۔ اسی سے اس کا نام ماخوذ ہے۔ اس میں تین رکوع، ستاون یا افسر آیتیں، تین صد چالیس کلمات اور ایک ہزار چار سو اکتیس حروف ہیں۔

زمانہ نزول : وہ سورتیں جن کی ابتدا احسم سے ہوتی ہے ان سب کا زمانہ نزول قریب قریب ہے۔ اگرچہ سال و ماہ کے تعین کے لیے ہمارے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں لیکن جس واقعے کا ذکر سورہ ذخا میں ہے اس سے اس کے زمانہ نزول کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

کفار کا عدا اور اسلام سے ان کی عداوت جب حد سے بڑھنے لگی اور انہوں نے اسلام قبول کرنے کے جرم میں فقر و مساکین پر ظلم و تشدد شروع کر دیا، سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی اٹھی ! ان کو عہد یوسفی کے قحط کی طرح قحط میں مبتلا کر تاکہ دولت کا ثما ان کے دماغوں سے نکلے اور جب پے درپے فاقوں سے جان لبوں پر آنے تو شاید ان کے دل پیچ جائیں اور یہ حق کو قبول کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم کی دعا قبول فرمائی۔ مینہ برسنا بند ہو گیا۔ خشک سالی سے ہر طرف خاک اٹنے لگی۔ اشیائے خوردنی بازار میں نایاب ہو گئیں۔ وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حضور کی دعا کا اثر ہے اور جب تک حضور کے دست مبارک دعا کے لیے ہار گا وہ الٹی میں نہیں اٹھیں گے یہ بخد نہیں ملے گی۔ چنانچہ ان کے حکمران سرداروں کا ایک وفد جس میں ابوسفیان بھی تھا، ہانگا و نبوت میں حاضر ہوا اور متقی ہوا کہ حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس قحط سے نجات بخشے۔ ہم ضرور ایمان لائیں گے۔ سرکارِ رحمت و رافت نبی کے مبارک ہاتھ دعا کے لیے اٹھے مینہ برسنا شروع ہو گیا اور قحط کی بدگت انگیز یوں سے انہیں نجات مل گئی۔

مضامین : اہل مکہ کی وہی دیرینہ بیماریاں ہیں اور انہیں کا علاج یہاں تصور ہے۔ قرآن کریم کو وہ کلام الہی ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس سلسلہ میں شکوک و شبہات کے وہ انبار لگا دیا کرتے۔ ان کے ازالہ کے لیے فرما دیا یہ تو کتاب حسین ہے۔ اس کا انداز بیان اس کے بڑا نہ حکمت مضامین خود بتاتا ہے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کتاب کے نزول سے تم گونا گوں مصائب اور پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے ہو اور ہمیں محنت نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے یہ تمہاری کج فہمی ہے۔ یہ کتاب تو ہمیں برکت کا سرچشمہ ہے۔ وہ رات جس میں یہ نازل ہوئی اس کے نزول کے باعث دوسری راتوں پر فوجیت لے گئی۔ سال کے بعد جب وہ رات لوٹ کر آتی ہے اللہ تعالیٰ کے درپے رحمت میں جوش آجاتا ہے اور انگشت گن بگاڑوں کو فوجیت شش سنادی جاتی ہے۔

دوسرا دگ جس میں وہ بڑی طرح مبتلا تھے، شرک تھا جس نے ان کی توانائیوں کا آخری قطرہ تک چوس لیا تھا۔ اس صورت میں اس کے علاج کی طرف توجہ مبذول کی جا رہی ہے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ جن بتوں اور معبودان باطل کو تم اپنا خدا سمجھتے ہو، جو کل تک ان گھڑے پتھر کی صورت میں کسی پہاڑ میں پڑے ہوئے تھے، تمہارے سنگتراش نے انہیں اٹھایا اور اپنے فن کی قوت سے اس سے ایک صورت تراش دی، تم خود ہی بتاؤ یہ بے جان پتھر بھی جلا کیوں تمہارے نفع و نقصان کے مانگ بن سکتے ہیں۔

کنار کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ تم اپنی دولت اور اثر و رسوخ پر بڑے نازاں ہو اور اپنے حالات پر پوری طرح مطمئن ہو۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہیں اصلاح احوال کے لیے کسی نئی دعوت کو قبول کرنے کی ضرورت نہیں، تم نے زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہ بالکل سیدھا راستہ ہے، جن نظریات و افکار کی بنیادوں پر تم اپنے اعمال کی دنیا تعمیر کر رہے ہو، وہ بالکل صحیح ہیں، تم نے زندگی بسر کرنے کے جو انداز اختیار کر رکھے ہیں، ان میں کسی اصلاح کی گنجائش نہیں، اس لیے تم زیادت الہی میں غور کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے پیار سے رسول کی مخلصانہ کوششوں کو بار آور ہونے دیتے ہو۔ یہ گمراہ تمہیں ہنسکا پڑے گا۔ تم سے پہلے فرعون نے یہی روش اختیار کی تھی اور تم خوب جانتے ہو کہ بااں جاہ و جلال اس کا انجام کتنی عبرتناک ہوا تھا۔ وہ لوگ قیامت کے بھی مشکوک تھے اور اس انکار پر انہیں شدید اصرار تھا۔ و قورح قیامت کی حکمت بیان فرمادی کہ اگر قیامت کے عقیدے کو خارج کر دیا جائے، تو یہ جہان ایک گھیل تماشیا بن کر رہ جائے گا جس میں جس کی لامٹی اس کی بیمنی کا قانون نافذ ہوگا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَخَمْسِينَ آيَةً ثَلَاثُونَ

سورہ دخان کی اند کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے آیات ۵۹ درج ۲

حَمْدٌ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا

مَدِیم سے حق کو واضح کرنے والے کتاب کی قسم سچے بیشک ہم نے اتارا ہے اسے ایک ابرکت رات میں سچے ہماری یہ شان ہے کہ ہم برکت

سے یہ بھی حروف مقطعات میں سے ہیں ان کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے بعض علماء نے فرمایا تھا: جی اور میم قوم کی طرف اشارہ ہے
سے اس کی وضاحت بھی سورہ زخرف میں گزر چکی ہے
سے یہ مقسم علیہ ہے یعنی ہمیں اس کتاب میں کی قسم۔ اس کتاب کو ہم نے ہی نازل فرمایا ہے۔ نہ یہ انسانوں اور جنوں میں سے کسی
فرد واحد کی تصنیف ہے اور نہ دانشوروں کے کسی بورڈ نے یا ہی مشوروں سے اس کا نسخہ تیار کیا ہے۔
سچے یعنی ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور بڑی خیر و برکت والی رات میں اس کو نازل کیا ہے۔ وہ کون سی رات تھی علماء کے
اس میں دو قول ہیں۔ حضرات ابن عباس قتادہ و اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ لیلۃ القدر تھی کیونکہ سورہ قدر میں اس کی وضاحت کر دی
گئی ہے اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ اور مکرر ادراک جماعت کا خیال ہے کہ یہ پندرہ شعبان کی رات تھی لیکن میں پہلا
قول ہے۔

دیسے نصف شعبان کی رات بھی بڑی برکتوں والی رات ہے۔ اس کی فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے ایک
حدیث سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا قل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ كانت ليلة النصف من
شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله تعالى ينزل فيها الغروب الشمس الى السماء الدنيا فيقول ان مستغفر
اغفر له۔ ان مسترزق فارزق۔ الا مبتلى فاعافيه۔ ثم كذا الا كذا حتى يطلع فجر۔ ابن ماجہ۔ ولبعض روى المعاني
ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو باگاہ واداس کے دن میں
روزہ رکھو جب سورج غروب ہوتا ہے اس وقت سے اللہ تعالیٰ اپنی شان کے خالق آسمان و دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اذن کرتا ہے
کہ جسے کوئی مغفرت طلب کرنے والا نہ کر میں اس کو بخش دوں جسے کوئی رزق طلب کرنے والا نہ کر میں اس کو رزق دوں جسے کوئی عیبت
تاکہ میں اس کو اس سے نجات دوں۔ یہ اطلاق طلوع فجر تک ہوتا ہے۔

دوسری حدیث ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کبھی میں کہ ایک رات میں نے حضورؐ کو اپنے بستر
پر پایا تو میں حضورؐ کی تلاش میں نکل۔ میں نے حضورؐ کو جنت البقیع میں پایا کہ آسمان کی طرف حضورؐ نے سر اٹھایا ہوا تھا مجھے دیکھ کر حضورؐ نے
فرمایا ان الله تعالى ميّنزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعرة غنم كلب۔
رواہ القزندی وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان و دنیا پر جلوہ گر ہو کر اور تجلیل کلب کی بکریوں کے جس قدر بال ہیں اتنے ہی

مُنْذِرِينَ ۳۰ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۱۱ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا

خبردار کرتے ہیں ۳۰ اس بات میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر اہم کام کا ۱۱ ہر حکم ہماری جانب سے صادر ہوتا ہے ہم ہی

لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخشتا دیتا ہے۔

ملنے کے نام نے اس آیت کے ضمن میں یہ بحث بھی کی ہے کہ بعض اوقات اور مقامات کو ذاتی لحاظ سے دوسروں پر فضیلت ہے یا نہیں۔ عزیمت عبد السلام کہتے ہیں کہ ذاتی طور پر کوئی فضیلت نہیں البتہ کسی خاص وقت یا مکان میں بعض اعمال کے رو پر ہونے کے باعث ان کو فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ میزان کی نسبت کسی مقدس شخصیت کی طرف ہو جائے تو اس کے باعث وہ وقت اور وہ جگہ مشرف و محترم ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر علامہ آلوسی لکھتے ہیں البقعة التي حضرت - صلى الله تعالى عليه - وآله وسلم قضاها افضل البقاع الارضية والسموية - حق قيل وب - بقول انما افضل من العرش وروح العالي

ترجمہ: وہ جگہ جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں وہ زمینی و آسمانی کے تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ گویا ہے اور میلہ سبید کی یہی ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔ اصحاب طریقت و معرفت فرماتے ہیں اشد الیاسی بركة و قدرا ليلة يكون العبد فيها حاضر بقلب - مشاهد الرب - يتنعم بانوار الوصل - یعنی وہ رات برکت اور منزلت کے اعتبار سے بہت بڑی ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں دل سے حاضر ہوتا ہے اپنے رب کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے اور نور وصال سے لذت حاصل کرتا ہے۔

۳۰ نزول کتاب کی حکمت بیان کی جا رہی ہے، یعنی ہماری شان یہ ہے کہ ہم آئے والے معانہ و اہم سے بروقت آگاہ کر دیا کرتے ہیں تاکہ جو ان سے بچنا چاہتے وہ اپنا بچاؤ کر لے۔ و انزلنا القرآن من مشنا الانذار والتحذیر من العقاب (کشاف) ۳۱ امام لغت جوہری نے فرق یفرق کا معنی بتایا کیا ہے یعنی کسی چیز کو واضح کر دینا (صراح) صاحب تان العروس نے اس معنی کے علاوہ دوسرا معنی یقینی کیا ہے معنی فیصلہ کرنا (تاج العروس) حکیم، ذو الحکمة او هو المحکم رای الذی لا اختلاف فیه ولا اضطراب (لسان العرب) حکیم کے دو معنی ہیں حکمت فاللا اور پختہ جس میں کوئی اختلاف نہ ہو۔

بتایا جا رہا ہے کہ اس بابرکت رات میں وہ ظکر جو عالم کونین میں مختلف فرائض کی انجام دہی کے لیے متعین ہیں سال بھر کے لیے ان کو ان کے متعلق فرائض کے بارے میں تفصیل سے بتایا جاتا ہے اور اگر یفرق بمعنی یقینی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آئے والے امور کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ اگر حکیم سے مراد یہ ہے کہ ایسا کام جو سراسر حکمت ہی حکمت ہو یا حکیم سے مراد حکم ہے یعنی فیصلہ حتیٰ ہے۔ اس میں کسی طرح کا تغیر ممکن نہیں۔

۳۱ یعنی یہ فیصلے میری بارگاہ اقدس و جلالت سے صادر ہوتے ہیں اور جو فیصلہ ہماری بارگاہ سے صادر ہوگا یقیناً وہ خیر و برکت کا حامل ہوگا، مدد و احسان کا آئینہ دار ہوگا۔ اس مبارک رات میں جو فیصلے کیے جاتے ہیں ان کی عظمت شان کے اظہار کے لیے اصرا من عندنا کے الفاظ ذکر کیے گئے۔ امام رازی نے اصرا کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔ اول - نصب علی

مُرْسَلِينَ ۞ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۞ رَبُّ السَّمَوَاتِ

رکتابِ رسولِ پیغمبرؐ میں شہ سرپا رحمت آپ کے سب کی طرف سے بیشک وہی سب پرستش دانہ جاننے والا ہے ۞ وہ جو رب سب آسمانوں

وَالْأَرْضِ وَكَابِتُهُمَا إِن كُنتُمْ مُوقِنِينَ ۞ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۞

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم ایسا مانا ہو سکتے نہیں کرتے مہر پرستوں کے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ۞

الاختصاص۔ کہ مخصوص ہونے کی وجہ سے منسوب ہوا یا یہ حال ہے اس کا ذوالملک ازناہ کی ضمیر قائل ہوگی یا ضمیر مفعول۔

۱۔ ہم قرآن کریم کو نازل کر کے دے دیے اور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مہر پرست فرماتے دے دیے ہیں۔ قرآن میں کتابِ مبین کا نزول اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت آپ کے رب کریم کی رحمت ہے یا ان سے ہے۔ آپ کے رب کی رحمت کا تو یہ حال ہے کہ وہ شکم اور پیچھے کی تڑاٹھو دنیا کے تمام دس سال مہیا فرماتا ہے۔ اس سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہر ادھوس کے متعدد تیزریوں کے حملے کرتے اور ان کی دشگیری نہ کرے۔ انہیں گمراہی کے اندھیریوں میں بھٹکنے کے لیے مہر پرست اور ان کی رہنمائی نہ کرے۔

۲۔ وہ اپنی مخلوق کی اچھائیوں کو سننا بھی ہے اور انہیں قبول بھی فرماتا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی ہر طرہ کی ضروریات سے باخبر ہے اور ان کے دلوں کے احساسات و حالات کو بخوبی جانتا ہے۔

۳۔ اس آیت سے جہاں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ماننا چاہتا ہے جس کی دستیں بندریں اور پستیوں کو اپنے دامن میں پیٹے ہوئے ہیں اور جس کی ذرہ فرازیاں ہر غرور و دلاں کا سارا اپنی ہوتی ہیں۔ وہاں قرآن کی رفعت شان اور جلالتِ منزلت کا ظہور بھی ملتا ہے۔ نیز یہ بھی بتا دیا کہ جب ہر چیز کا پروردگار وہ ہے تو حکم بھی اسی کا ناطق ہو گا۔ کسی بندے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ چون و چرا کرے۔ ان کائنات موقنین سے گفتگو کہ جب کیا جا رہا ہے کہ زبان سے تو تم بھی اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تمہارے دل میں اس کو مانتے ہیں تو پھر تمہیں اس کتاب اور صاحبِ کتاب کی اخلاص میں لیت و ملل کرنے کا کوئی حق نہیں۔ سب ماننا اور اس کا حکم نہ ماننا مالک کائنات اور اس کے پیچھے ہٹنے سے رحمت کوئی ہوش مند یا نہیں کیا کرتا۔

۴۔ یہ حقیقت جب روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بندہ یوں اور پستیوں میں جو کچھ ہے اس کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا کوئی فعلِ مکت سے خالی نہیں اس کا ہر فعل اس کی رحمت کا مظہر ہے۔ اب اس حقیقت سے انکار بھی پہلے درجے کی حماقت ہے کہ لا الہ الا وہو بے شک صرف وہی مہر پرست ہے وہی اس کا سزا دہ ہے کہ اس کی بندگی اور عبادت کی جگہ زندہ کائنات اور مارتا اس کی شان ہے۔ کائنات کو جس نے لڑا تھا خالق و مالک بھی وہی ہے اور تمہارے ابا و اجداد کا جن کا نام لے کر تم جیتے ہو میں کی طرف اپنی نسبت پر تم اترتے ہو اور جن کی جائیدادوں کے مالک اور وارث ہو۔ ان کا خالق اور مالک بھی وہی ہے۔ ایسی باکمال اور ذوالجلال والا کرامت ہی پر ایمان نہ لانا بڑی نادانی ہے۔

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝ فَارْتَقِبْ

تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔ بلکہ وہ شک میں بندھے کھیل رہے ہیں۔ پس آپ انتظار کریں

يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اس دن کا جب وہ ہر جگہ آسمان پر صاف دھواں نکلے والا دھواں۔ جو چھا جائے گا لوگوں پر۔ یہ دردناک عذاب ہو گا۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَتَى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ

اِس دُکھ تک میں گئے۔ اے ہمارے رب! فوراً کر دے ہم سے یہ عذاب۔ ہم (ہم) ایمان لائے ہیں۔ ان کے نصیحت قبول کرنے کی امید کہاں حال کنراں

۱۲۔ یہ لوگ درحقیقت فریقین سے محروم ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے ان کے دل کی آواز نہیں۔ حالت کی سنگینیاں جب انہیں اپنے منہ میں لے لیتی ہیں اس وقت وہ اپنے معبودانِ باطل کو بے بس پاتے ہیں تو مجبوراً مان لیتے ہیں کہ اس عالم کا کوئی خالق ہے اور جب حالات کی شدت میں تخفیف ہونے لگتی ہے تو پھر وہ اپنے پرانے کفر کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ شک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں زندگی کا انہوں نے ایک دل کی بھڑکا ہے۔ ہم دلفس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں تو پھر انہیں کسی اور چیز سے سروکار نہیں۔ خدا کو ماننا یا نہ ماننا ان کے نزدیک کوئی اتنی اہم بات نہیں۔ ان کی ساری توجہ و ساری کوششیں ایک نقطہ پر مرکوز ہیں اور وہ ہے ان کی مٹاؤں خوش حالی۔ اس کے علاوہ تمام چیزیں کھیل اور مذاق ہیں۔

۱۳۔ انہیں اپنی دولت و ثروت پر بڑا فائدہ ہے ان کے تہمتی کارواں زور و قہر سے لہے ہوئے واپس آتے ہیں اس خوش حالی نے انہیں مغرور بنا دیا ہے۔ وہ حق کی آواز کو قوم سے سنتے ہی نہیں۔ قرآن کریم کی آیات و بیانات میں تدبیر کرنے کی ضرورت انہوں نے کبھی محسوس ہی نہیں کی بلکہ محبوبِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقاد کریں۔ ہم انہیں قحطِ سال کے شجر میں یوں کس رہیں گے انہیں ٹپک کا درد یاد آجائے گا۔ نہ بدل بھر کر آئیں گے نہ مینہ برسے گا۔ نہ ان کے صحراؤں میں پہاڑ اٹھیں گے ان کے کھیت بہاؤ دکھائیں گے ان کے کھیت اور چراگاہیں ویران ہو جائیں گی ہر طرف خاک اڑے گی ساری فضا گرد و آلود ہو جائے گی۔ یوں محسوس ہو گا کہ ہر طرف دھواں و دھواں پھیل گیا ہے۔ یا بھوک کی وجہ سے اتنی نقابست ہو جائے گی کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے گا اور یوں محسوس ہو گا جیسے ہر چیز دھواں میں چھپ کر رہ گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کو کمر سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا تو اہل کفار و کڈواں میں بسنے والوں کو قحط نے آیا۔ زہت یوں بار سیدہ کو مراد اور کتنے کھانے کا وقت گزارنے لگے۔ اپنے چھوٹے بٹے سب بٹوں کے سامنے بڑی دروند اندالتائیں کیں لیکن سب بے سود۔ آخر اوسنیان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ یہ خیال فرماتے ہیں کہ آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے آپ کی قوم بھوک سے ہلاک ہو گئی ہے آپ و مافرنیہ کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے ہمیں نجات بخشے فدعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مستقوال فیث۔ چنانچہ حضور نے دعا فرمائی اور بارشیں برسنے لگی۔

جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ ۝ إِنَّا

کہا اس تشریف لے آیا روشن رسول - پھر انہوں نے منہ پھیر لیا تھا اس سے اور کہا کھانا پکایا ہوا ہے، دیوانہ ہے - ۴۲

كَاشَفُوا الْعَذَابَ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ

وَدُرْ كُنْ دُلّے ہیں عذاب کو قلیل عرصہ کے لیے تم پھر کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے - جس روز ہم انہیں پوری شدت سے پکڑیں گے

الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ

وہاں ہم (ان سے) بدلہ لے لیں گے - ۴۳ اور ہم نے آزمایا تھا ان سے پہلے قوم فرعون کو اور آیا تھا ان کے پاس

یہ آیات کہ کرم میں نازل ہوئیں۔ ان میں قبط شدیدی کی آمد کی اطلاع دی گئی۔ پھر اس قحط سے بھرپور کشرکین کے رویہ میں جو تبدیلی آنے والی تھی اس کا ذکر کیا گیا۔ اُنّی لَعْنُتُہ سے بتا دیا گیا کہ ان کا یہ کہنا (ہمنا مومنون) محض وقتی مجبوری کے باعث تھا اور جب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات اور روشنی معجزات کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا تو اب اتنی ہی بات سے وہ ہدایت کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ انا کاشفوا ان سے بتا دیا گیا کہ ان سے وہ عذاب ایک عرصہ کے لیے ہٹا دیا جائے گا لیکن وہ اپنے کٹر قلوب سے باز نہیں آئیں گے۔

آیات کی یہ تفسیر جو بخاری سے منقول ہے اس کو ان احادیث سے متعارض کہنا جن میں دخان علامات قیامت کے ضمن میں مذکور ہے قطعاً درست نہیں۔ بے شک قیامت سے پہلے ہی دُخواں ظاہر ہو گا جیسے حدیث میں مذکور ہے۔ وہ دُخواں علامات قیامت میں سے ہو گا اور یہ الگ واقعہ ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ اس لیے قطعاً کوئی تعارض نہیں جیسے بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

۴۲ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے روشن معجزات اور کمالات دیکھ کر بھی نصیحت قبول نہیں کی اور حضور سے منہ منہ لیا اور بھانت بھانت کی دریاں بہانے لگے۔ کوئی کہتا کسی نے اس کو یہ باتیں سکھائی ہیں، کوئی کہتا نہیں، دماغ چل گیا ہے اسی لیے ایسی آن ہوئی باتیں کہ کوئی عقل مند انہیں مان نہیں سکتا۔ یقیناً انہیں جنون کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ قال بعضهم هو معلم قال بعضهم هو مجنون۔ (متکرمی)

۴۳ جب ہلکے عذاب کا کڑا ان کی پیٹھ پر لگا تو پہلا اٹھے۔ مٹیں کہنے لگے کہ اگر یہ عذاب ایک مرتبہ مل گیا تو ہر ماہ فرماں سے بڑھتا ہوں گے۔ یہیں طلب ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور اپنی کج روی سے باز نہیں آئیں گے۔ پھر بھی ہم کچھ وقت کے لیے ان سے عذاب ہٹا لیتے ہیں اور ابھی سے انہیں بکٹے دیتے ہیں کہ تم وہی کڑوت کرنے لگو گے، البتہ جس روز ہم تم کو سختی سے پکڑیں گے تو بدلہ لے کر چھوڑیں گے۔ اس دن سے مراد بد کا دن بھی ہو سکتا ہے اور قیامت کا دن بھی۔

رَسُولُكُمْ كَرِيمٌ ۚ أَنْ أَدُّوْا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝

مقرر رسول ﷺ اس نے فرمایا تھا کہ میرے حملے کرو اللہ کے بندوں کو میں تمہارے لیے مقرر رسول ہوں ﷺ اور

أَنْ لَا تَعْلَوْا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَنِ مُبِينٍ ۝ وَإِنِّي عُذْتُ

نہ سرکش کرو اللہ کے مقابلہ میں ﷺ میں نے آیا ہوں تمہارے پاس الہی رسالت کی روشنی دلیل ﷺ اور میں نے پناہ لے لی ہے

ﷺ مشرکین مکہ کے مانند روئے کے ذکر کے بسباب فرعون اور اس کی قوم کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں تاکہ اہل کفر فرعونوں کے حیرت انگیز انہما سے عبرت حاصل کریں۔ "فتنہ" کا معنی آنا ہے۔ یہاں ان کی آغوش کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت موسیٰ کو مبعوث فرمایا جس نے ان کو ان کے باطل عقائد و نظریات پر متنبہ کیا۔ ان کی سیاسی و حاکمیوں پر انیس نو کا وہ جن اخلاقی پستیوں میں گرے ہوئے تھے ان سے باہر نکلنے کی انہیں دعوت دی اپنی صداقت کو عیاں کرنے کے لیے بڑے بڑے معجزات دکھائے۔ اس کے باوجود وہ لوگ اپنی مصلحتوں اور معاشی مفادات کے باعث حق کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہی ان کی آغوش تھی رسول کریم و رسول بارگاہ رب العزت میں جس کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ نیز اپنے اخلاق حسنا و اطوار جمیلہ کے باعث لوگوں کی نگاہ میں بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔

ﷺ فرعون اور اس کی قوم قبل تھے بنی اسرائیل کا اصل وطن کنعان تھا حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں یہ کنعان سے ترک سکونت کر کے مصر میں گرا آباد ہو گئے تھے یہاں رہتے انہیں حدیث بیت گئیں۔ اپنی خداوندی صلاحیتوں و محنت و جفا کشی کے باعث انہوں نے مصر میں اپنا مقام پیدا کیا۔ ان کی خوشحالی کے باعث مصری ان سے حسد کرنے لگے قبطیوں نے قومی حسدیت کے جذبہ کو ہوائے کران کے خلاف ایک متحدہ ماذقہم کر لیا۔ حکومت کو بھی ان کے خلاف اکسایا جانے لگا۔ ان پر حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشوں کا بھی تمام اگیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کو مصر کی شہریت کے حقوق سے محروم کر کے غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان پر طرح طرح کے ظالم قہر سے جانے لگے۔ بات بات پر انہیں سزائیں دی جاتیں ان سے جہاں مشقت کے ایسے کام لیے جاتے جن سے حیوانات بھی نہ بھاگتے ان کے قوطیوں کے کیتروں میں کام کرتے ان کے مکانات تعمیر کرتے ان کی نجی خدمت انجام دیتے ان کی عورتیں باندیوں کی مانند ان کے گھروں میں جس سے شام تک گھر لوگوں میں بختہ تھیں ان کے بچوں کا قتل عام کیا جاتا۔ غرضیکہ کوئی ایسی ذلت نہ تھی جس سے وہ دوچار نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان غلاموں کی فریاد سنی اور انہی میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف رسالت سے شرف کر کے فرعون کی طرف بھیجا تاکہ آپ اس کو توحید کی دعوت بھی دیں اور ان سے بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا مطالبہ بھی کریں۔ آپ نے جسے دربار میں جا کر کہہ کہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جن کو تم نے نعمت سے رہنا غلام بنا دیا ہے اور ان کا تحصیل کر لیا ہے جو اور ان کو ہرقیم کے بنیادی حقوق سے محروم کر رکھا ہے۔ اب تم اس سے باز آ جاؤ ورنہ ان کو میرے حملے کرو اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ مجھے رب العالمین نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور میں یہاں ہوں جو خدا کے نزدیک بھی مقرب ہے اور ساری قوم میں اس پر کمال اٹھ کر رہا ہے۔

ﷺ میرا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرکشی سے باز آ جاؤ۔ تمہارے ذہن میں خود خدا بننے کا جو غلط سہا ہوا ہے اس کو نکال باہر کرو۔ بندوں کو بندگی ہی زیب دیتی ہے۔ بندہ اگر خدا بنیٹھے گا تو خود بھی برباد ہوگا اور اپنے ماننے والوں کو بھی تباہ کرے گا۔

ﷺ میرا یہ دوسری رسالت ہے دلیل نہیں۔ میں ایسی مضبوط دلیلیں اور روشنی معجزات لے کر تمہارے پاس آیا ہوں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔

مِنْ جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ وَنَعْمَةً كَانُوا فِيهَا

بست سے بانات اور چشمے ۔ (سرسبز کھیتیاں اور شاداب مقامات ۔ اور بست سار سا زوہمان جس میں وہ

فَكِهِينَ ۝ كَذٰلِكَ ۝ وَاورْتُنَّهَا قَوْمًا اٰخِرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ

میں کیا کرتے تھے شے برسی ہوا ۔ اور ہم نے داشت بنادیا ان تمام چیزوں کا دوسرے لوگوں کو ۔ پس نہ رویا ان (کی بربادی) پر آسمان

وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ بَعَجْنَا بَنِي اِسْرَآءِيْلَ مِنْ

اور نہ زمین اور نہ انہیں مزید مہلت دی گئی ۔ اور بے شک ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو

الْعَذَابِ الْبُہِيْنِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيًّا مِّنَ الْمُتْرَفِيْنَ ۝

زساکن عذاب سے شے (یعنی فرعون کی غلامی سے ۔ بلاشبہ وہ بڑا متکبر اور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا ۔

وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلٰی الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنَاهُم مِّنَ الْاٰیٰتِ

اور ہم نے چنا تھا بنی اسرائیل کو بان بوجہ کر ۔ جس ان والوں پر شے اور ہم نے عطا فرمایا انہیں ایسی نشانیاں

تھوڑے کر دان میں سے ایک بھی نئی کر نہیں جاتے گا ہم سب کو غرق کر دیں گے ۔ قال لموسى و ع البحر قاتلنا ما مہسا کنا و عبرات البحر ملازمی کہتے ہیں کہ زھوکا منی سکون نہیں بلکہ اس کا تادہ بگڑ گئے ہیں جو چیزوں کے درمیان ہوتے ہیں قیل لیس الرھمن سکون بل هو الفرجۃ بین الشیفین قرینی شے کتنی اثر انگیز تفسیر ہے اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے کیا محاورہ ہے وہ لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کے دم قدم سے ہی بزم ہستی کی تازی رنقیں ہیں ۔ مگر وہ نہ ہیں تو کشمشین عالم میں خزاں آجائے نہ کوئی کو نپل پھوٹے نہ کوئی غنچ چکے نہ کوئی عذیب لغو ہر ابرو علم و حکمت کے سلسے چراغ گل ہو جائیں نہ نور ویرانی ہی ویرانی ہو ۔ درحقیقت یہ بعض ان کی غور غریب تھی کہ وہ اپنے آپ کو اتنا اہم سمجھ رہے تھے جب ان پر عذاب الہی آیا اور وہ نیست و نابود کر دیے گئے تو ان کی تباہی پر نہ کوئی دل تڑپا نہ کوئی آنکھ اشکبار ہوئی اور نہ کسی نے دوبارہ انہیں یاد کرنے کی ضرورت محسوس کی ۔ انہوں نے جس گیتی کو اپنی ہر ستا کیوں سے ٹٹھنے اور پامال کرنے کی کوششیں تو عمر بھر کی تھیں لیکن اس کو سٹلانے اور اس کو راستہ کرنے کی انہیں توفیق ہی نصیب نہ ہوئی تھی ۔ پھر ان کو یاد کرتا تو کون اور ان کے فراق میں آسودہ ہونے جاتے تو کیوں ؟

۱۶؎ غلامی کو عذاب میں کہا گیا ہے یعنی زساکن عذاب ۔ بے شک کسی قوم پر اس سے بڑا عذاب مستط نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی آزادی اس سے سلب کر لی جائے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر عذاب سے خصوصاً کفار و مشرکین کی غلامی سے محفوظ رکھے آمین !

۱۷؎ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جملہ اقوام عالم سے چن لیا اور رحمت حق کا شرف انہیں ارزانی فرمایا ۔ یہ سب کچھ بلاوجہ نہ تھا

مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۚ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ۚ إِنَّ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا

جن میں صریح آزمائش تھی ۱۷۷ بے شک یہ کفار کہہ رہے تھے کہ یہ تو ہمارا ہی (پہلے) ہے (پہلے سے) ہماری ہی

الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ۚ فَاتُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ

پہلی موت اور نہ ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ ۱۷۸ بھلا ہمارے باپ دادا کو تو زندہ کر کے لے آؤ اگر تم سچے ہو ۱۷۹

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ان کو اس منصبِ جلیل کے لیے منتخب فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں بتی تو میں تھیں ان سب سے اس بار امانت کو اٹھانے کی اہلیت صرف بنی اسرائیل میں تھی۔

۱۷۷ ان کے دلوں کو ذرا یقین سے متور کرنے کے لیے انہیں بے شمار معجزات دکھائے گئے اور حقیقت یہ ان کا امتحان تھا، یہ ان کی آزمائش تھی کہ آیا وہ اس اعزاز کا حق رکھتے ہیں جو انہیں بخشا گیا ہے یا نہیں۔

۱۷۸ پہلے گفتگو کفار کے سے ہو رہی تھی اور ان کو کفر سے باز آنے کی تلقین کی جا رہی تھی، لیکن جب ان کی منہ میں کوئی فرق نہ آیا تو ان کو سمجھانے کے لیے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر کر دیا۔ بتایا کہ ان کی روشیں بھی بہت دھرمی اور تعصب کی تھی جس طرح تمہاری ہے لیکن ان کی جاہ و محبت اور حکومت و سلطنت سے تم کو تو دور کی بھی نسبت نہیں، وہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے ان کے فرمانے سونے پاندی سے بھرے تھے ان کے پاس وسیع و عریض زرخیز زمیں تھیں جن کو دریائے نیل سے نکل ہوئی نہری میرا کرتی تھیں جب انہوں نے قبولِ حق سے انکار کر دیا تو بایں جاہ و محبت ان کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔ تم خود سوچو کہ تم میں یہ طاقت ہے کہ غضبِ الہی کا مقابلہ کر سکو؟

اس ضمنی بحث کے بعد اب پہلے گفتگو اہل کفر کے بارے میں ہو رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں غواہ خواہ قیامت اور ضابطہِ جنم سے ڈراتے رہتے ہیں۔ پہلی دفعہ جب ہم موت کو پیالہ پیش گئے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جانے لگا۔ اس کے بعد نہ کوئی زندگی ہے نہ کوئی مشرور نشر۔

الموتة الأولى سے مراد پہلی موت۔ پہلی موت کے لیے ضروری نہیں کہ کوئی دوسری موت بھی ہو۔ قال لامسئوی فی التمهید الاولیٰ فی اللغة ابتداءً لشيء ثم قد يكون له ثان وقد لا يكون۔ اسنوی اپنی کتاب التمهید میں کہتے ہیں کہ لغت میں اولیٰ کے ابتدائی کو کہتے ہیں۔ کبھی اس کے بعد دوسرا ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

۱۷۹ دو طرح قیامت پر ان کے سامنے بیسیوں دلائل پیش کیے گئے۔ وہ نہ مانوں نہ مانوں کی زٹ لگاتے اور کہتے کہ ہم تمہاری اس بات کو تب تسلیم کریں گے جب تم ہماری مطلوبہ دلیل پیش کرو۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے آباء و اجداد جو مر چکے ہیں تم ان کو زندہ کر دو۔ ہم مان لیں گے کہ ہم بھی زندہ ہوں گے اور قیامت بھی قائم ہوگی۔ ان کا یہ مطالبہ سراسر ناحق تھا۔ بھلا ان سے کس نے یہ کہا تھا کہ وہ اسی دنیا میں مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

أَهْمُ خَيْرٍ أَمْ قَوْمٌ تَبِعَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكَهُمْ زَانِمٌ كَانُوا

دلے لوگوں کا سوچو کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا بتبع کی قوم جسے اللہ اور جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ہم نے انہیں ہمیشہ شکر و شہادت پہنچا کر دیا۔ بیشک وہ

اسی طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور چین کے سلطان کو خاقان کہا جاتا تھا اسی طرح میں اور حضرت موسیٰ کے فرماؤ کا لقب بننے لگا۔ یہ عداوت اس وقت آپاشی کے ترقی یافتہ نظام کے باعث بڑا زرخیز اور آباد تھا۔ یہاں کے لوگ متمول اور خوش حال تھے۔ یہاں کے سلاطین کے فرائض بھی بھلے تھے۔ ان کی شوکت اور سطوت کے باعث ان کے محاصرہ سلاطین اور لوگ میں ان کی بڑی وحاکم بیٹھی ہوئی تھی اور سب ان سے خائف رہا کرتے تھے۔

اہل کہ کو کہا جا رہا ہے کہ تم اتنے بہت مست کیوں بنے ہو۔ تمہاری تو بظاہر ہی کیل ہے۔ بتبع کی قوم تم سے کہیں زیادہ دولت مند اور طاقتور تھی۔ انہیں زندگی کی ہر بات میں اور شہوتیں میں ترشیں تھیں تو ان کا غریب عیش بھی نصیب نہیں۔ ان کی عظمت و ثروت کے افسانے خود تمہارے ہاں زبان زد عوام ہیں۔ تمہیں خوب علم ہے کہ جب انہوں نے راہِ راست سے منہ موڑا اور ہماری نافرمانی اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے تو ہم نے ان کو ہلک کر دیا۔ ان کا نام دشان تک بھی باقی نہ رہا۔ جگہ تم سے پہلے جتنی قومیں گزری ہیں انہوں نے جب سرکش کو اپنا دیو بنالیا تو ان کو اسی حسرت ناک انجام سے دوچار ہونا پڑا۔ اب ذرا یہ بتاؤ کہ تم کس بل بوتے پر ہماری رسول کی عداوت پر کمر بستہ ہو اور ہماری آیات کو ٹھٹھاتے ہو۔ کیا کہیں تم نے اس بات پر غور کیا کہ تمہاری اس زدوش کا انجام کس قدر خوفناک ہے۔ ہوش میں آؤ اور عقل سے کام لو۔

مفسرین کرام نے کہا ہے کہ اس خاندان میں سے ایک نفع مند شرف بہ اسلام ہوا تھا۔ اس کا نام ابورکب بتایا جاتا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر قیمتی غلاف چڑھایا۔ جب اس کا گزردینہ طیب کے مقام سے ہوا تو اس کے طکر کے علاوہ اسے بتایا کہ یہ نبی آخر الزمان کی مہرت گاہ ہے۔ اس فضا میں اسے ایسی کشش اور روحانی ہاڑیت محسوس ہوئی کہ اس نے حضور کے نام ایک عرس کیا۔ کسی جس میں اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا اور یہ اتنا بھی کی کہ میرا ایمان قبول ہو اور روزِ قیامت مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ کیا جائے۔ علامہ قرطبی اور دیگر علماء تفسیر نے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ علامہ قرطبی نے وہ خط تحریر کیا ہے جس میں نبی نے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

وَأَنْ لِّمَعْرَادٍ كَحَفَا شَفَعَنِي وَلَا تَنْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَانِي مِنْ أُمَّتِكَ الْوَدَّ لِيْنَ اَلْحِ

ترجمہ: اگر میں اس حیاتِ مستعار میں حضور کی زیارت سے بہرہ مند نہ ہو سکوں تو میری شفاعت فرمائیے اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کیجیے کیونکہ میں آپ کے ان امتیازوں میں سے ہوں جو پہلے گزرے ہیں۔

اس کے ہمراہ علماء بھی تھے۔ ان میں سے ایک جماعت نے اسی جگہ قیامت کی اہانت چاہی۔ بادشاہ نے ان کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کروائے۔ ان کو زندگی کی ضروریات فراہم کیں اور ان میں جو معزز ترین عالم تھا اپنا مکتوب اس کے حوالے کیا اور اُسے وصیت کی کہ اگر تجھے زیارت نصیب ہو تو میرا عریضہ پیش خدمت کرنا۔ وہ اپنی اولاد کو ہدایت کرتے جانا کہ جس کو یہ سعادت نصیب

مُجْرِبِينَ ۱۰ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعِيبُ ۱۱ مَا

مجرم تھے۔ اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کہ ان کے درمیان ہے کیا کے طور پر نہ تھے

خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۱۲ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ

پیدا فرمایا ہم نے آسمان و زمین کو مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں سے اکثر اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلہ کا دن ان سب کو آدھار

مِيقَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ ۱۳ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ

زندہ کرنے کے لیے مقرر وقت ہے سب جس روز کوئی دوست کسی دوست کے ذرا کام نہیں آئے گا اور نہ ان کی

ہر وہ میرا خط پیش کرے۔ شیخ کا زمانہ عہد رسالت سے ایک ہزار سال پہلے کہ ہے۔ جب رحمت مایاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کے دین ظہیر پہنچے تو جس گھر کے سامنے آؤ مہار کہ میثی وہ حضرت ابو ایوب انصاری کا دولت کہ تھا اور یہ اس عالم کی اولاد سے تھے جس کو یہ خط ملا تھا۔ انہوں نے وہ عریضہ پیش کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پڑھ کر سنائیں۔ حضور نے یہ خط سن کر اس کا ریمان قبول فرمایا اور اس کی شفاعت کی درخواست کو بھی منظور فرمایا۔

۳۳ شیخ کی قوم نے بھی یوم الحساب کا انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ رلیاں مٹانا اور یہی جو کر میش کرنا ان کی زندگی کا مقصد بن گیا جو ان کی تباہی کا باعث ہوا۔ اے اہل کفر تم بھی روز قیامت کا انکار کہے مکانات عمل کے اہل اصول سے غافل بن گئے ہو کہیں اس کے انجام پر بھی غور کیا کرو۔ اس آیت میں ان کی توجہ کائنات کے حکیمانہ اور دقیق نظام کی طرف مبذول کرانی گئی ہے۔

اس کا راز بستی کے ہر پرزہ میں جو نظم و ضبط پایا جاتا ہے اس کے نظام میں جو سنجیدگی اور گیرائی نظر آ رہی ہے اس کے مشاہدہ کے بعد کوئی شخص یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ یہ سب کچھ کمال مشابہ لو اس کے بندے والے نہ اسے معنی طرح طبع کے لیے بنایا ہے۔ کائنات کی ہر چیز پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا مانع بڑا حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ ہر چیز ہر مقصد ہے۔ جب پتھر اور روٹے بھی بے کار نہیں تو اس خدائی عظیم کا یہ حسین و جمیل شاہکار حضرت انسان جسے دیگر ان گنت نوعیوں کے علاوہ عقل و شعور کی نعمت میں بخشی گئی ہے اس کی زندگی بھلا بے مقصد کیسے ہو سکتی ہے۔ اس کے اعمال و افعال بے نتیجہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ قیامت آنے کی اور ضرور آنے کی۔ اس روز تم اپنے خالق کے روبرو پیش کیے جاؤ گے جہاں بیگانوں سے بیگانگی کا اظہار کیا جائے گا اور اپنے ماستان و فکار پر ابر کرم کھل کر برے گا۔

۳۴ وقت قیامت کے لیے ایک وقت مقرر ہو چکا ہے تمہیں اس کے پاس میں پہلے آ گاؤ کرو یا گیب سب یہ تمہاری صوابدیر پر منحصر ہے کہ چاہے اس پر ایمان لے ڈاؤ اس دن کی کامیابی کے لیے تیاری شروع کرو اور چاہے تو اس دن

يُنصَرُونَ ۱۱ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۱۲ إِنَّ شَجَرَتَ

ہدک ہلنے کی ۱۱ سوائے ان کے جن پر اللہ نے رحم فرمایا ہے بیشک وہ سب پر غالب ہمیشہ رحم کرنے والا ہے ۱۲ بلاشبہ زقوم کا

الزَّقُومُ ۱۳ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۱۴ كَالْمُهْلِ ۱۵ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۱۶ كَغَلِي

درخت گندگار کی خوراک جو گناہگار کے پیٹ میں گھلے گھلے کی مانند ہوتی ہے جو شش ماہ سے گالیسے گھولتا پانی جوش

الْحَمِيمِ ۱۷ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَى سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۱۸ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ

مارتا ہے سہ دھم ہوگا اس دنیا جگہ کو پھر پھر اس کی سیٹ کرے ہاؤ جہنم کے وسط میں۔ پھر اڑھلو اس کے سر کے

سببے خوف ہو کر وہ ہمیشہ دیتے رہو اور جب قیامت برپا ہو اور تمہیں قبروں سے نکال کر بارگاہِ ذوالجلال میں کھڑا کر دیا جائے تو اس

ذمات و مجاہدات سے سر ہچکانے کف افسوس پئے لگو۔
حقیقات کہتے ہیں وہ وقت جو کسی کام کے لیے متعین کر دیا گیا ہو۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت سے وقوع قیامت کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ تمہاری جلد بازی سے اس پر وگرام میں رد و بدل نہیں کیا جاسکتا۔ تم کہتے ہو کہ ہم قیامت پر تب ایمان لائیں گے کہ جو سے پہلے جو لوگ مر چکے ہیں ان میں سے کسی کو زندہ کس کے تہہ سے سامنے لا کر کھڑا کر دیا جائے۔ اس دنیا میں تو مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا کوئی پروگرام ہی نہیں جب قیامت کا مقررہ وقت آجائے گا قیامت برپا ہو جائے گی۔

۱۳ سہ دھم قریب اور قتل جس کی وجہ سے کوئی شخص کسی کی امداد و اعانت کرتا ہے اسے مہل کہتے ہیں۔ غراؤ و قتل نسب کا ہر دوستی کا ہر ہم عقیدہ ہونے کا ہوا یا ناکہ کرنے کا۔ وللعن الذی متوقع منه النصرة اما القريب الى الدين او النسب او للمعق کل هؤلاء فيمنون بالموتی آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ کوئی قریبی رشتہ دار یا دوست کسی کے کام نہیں آئے گا اور نہ کسی کی مدد کی جائے گی۔ پہلے وقوع قیامت کا ذکر کیا گیا اب احوال قیامت کا بیان شروع ہے۔

۱۴ البتہ وہ خورش نصیب جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ ان کی دوستی ہی کام آئے گی اور ان کی رشتہ داری ہی۔ ان کے ساتھ کسی قسم کا بھی ربط ہو گا تو وہ بے سود نہ ہوگا۔

۱۵ یہاں دشمنوں اور دوستوں دونوں کا ذکر ہو رہا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے لیے دو اہم یہاں ذکر کیے گئے ہیں سے اس سلوک کا پتہ چل جائے جو دونوں گروہوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ فرمایا وہ العزیز ہے یعنی سب سے زبردست اور سب پر غالب اگر اپنے دشمنوں سے انتقام لینا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے اور اپنے دوستوں کے ساتھ وہ الرحیم ہے ای المنتقمون اعدائہ الرحیم باولیاءہ۔
۱۶ اہل اہل نار کو جو نذادی ہلنے کی اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ الزقوم : دوزخ کا ایک درخت ہے۔ غار وار کڑوا کیلا۔ نہ نشی نہ پتہ نہ پھل نہ پھول۔ تصویر سے ایک گونہ مماثلت کے باعث الزقوم کہا گیا ہے۔ اشیم : بدکار، فاجر، المفسد، النحاس المذاب۔

رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَبِيدِ ۚ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۚ إِنَّ

اوپر گھونٹا پانی (اسے) عذاب دینے کے لیے شلہ (پھولتے) تم بڑے مستنزد و مکرم ہو۔ بیشک

هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۚ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۚ

یہ وہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔ یقیناً پرہیزگار امن کی جگہ میں ہوں گے۔ شلہ

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۚ يَكْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ

بانٹتے ہیں اور بہتے بہتے چشموں میں۔ پہنے ہوئے ہوں گے لباس باریک اور دسینہ ریشم کا۔

مُتَقَبِّلِينَ ۚ كَذَلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ حُورٍ عِينٍ ۚ يَدْخُلُونَ فِيهَا

آگے سامنے بیٹھے ہوں گے شلہ ہاں روشنی برکات اور ہم بیابا دیں گے انہیں گوری گوری بڑھتی عورتوں سے۔ وہ ملگوا لیا کریں گے وہیں

پچھلے ہوا تانبا۔ اس کا دوسرا معنی تیل کا پھٹ بھی کیا گیا ہے۔

شلہ علامہ قرطبی فاعتلوا کا معنی کہتے ہیں العتلا: ان تاخذ بتدبيب الرجل وتعتله ای تجبره اليك۔ کسی کو گریبان سے پکڑ کر کھینچنا۔ علامہ آلوسی نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کہ اقصوه کما يقتصف الخطب یعنی اس کو آگ میں جھونک دوس طرف ایندھن میں جھونکا جاتا ہے۔ سواء الجحيم ای وسط الجحيم۔ یعنی جہنم کے وسط میں۔ صبتوا: اندھلو۔

شلہ اس مطلب الیم پر یہ سرزنش: اللہ تو بہ! کون ہے جو اسے برداشت کر سکے۔

شلہ اللہ تعالیٰ سے ڈسنے والوں، تقویٰ و پارسائی کو اپنا شعار بنانے والوں پر جو کثرت و کرم اس روز فرمایا جائے گا اب اس کا اندازہ پڑ بیان شہوت ہے۔ بتایا کہ جہاں انہیں ٹھہرایا جائے گا وہاں انہیں کسی قسم کا اندیشہ نہ ہوگا نہ بیماری کا، نہ تنگ دستی کا نہ غم و اندوہ کا۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت سے کہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہ ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی نہ مر گے، ہمیشہ خوش حال رہو گے، کبھی خستہ حال نہ ہو گے ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ جہاں انسان ان تمام آفات اور پریشانیوں سے ہر طرح محفوظ ہو اس سے بہتر کہ کبھی کوئی اس میں جگہ برسرکتی ہے۔

السندس: الرقيق من الديساج۔ باریک دھڑی کپڑا۔ الاستبرق: غلیظ۔ دبیز دھڑی کپڑا۔

شلہ زور و آگے سامنے یعنی دلوں میں عباد اور طبائع میں کہ دردت نہیں ہوگی کہ ایک دوسرے کی طرف پیچھے ہٹیں ہوں۔ کہ ابھی جنت و عورت کی ایسی کیفیت ہوگی کہ ایک دوسرے کے زور و دھنیں گے جیسے باہی دیدار کا شوق برادر نما ہیں ایک دوسرے

بِكُلِّ فَآكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَٓ اِلَّا الْمَوْتَةَ

ہر قسم کا پس ایسا نہ ہو کہ نہ چکھیں گے وہاں موت کا ذائقہ جس سے اس

الْاٰوَلٰٓى وَوْقَهُمْ عَذَابُ الْجَحِيْمِ ۝ فَضَلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ

پہل موت کے۔ اور اللہ نے بچا لیا ہے انہیں عذاب جہنم سے۔ - معنی آپ کے رب کی طرف سے ہے یہ وہ

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ فَاَتَمَّا يَسْرِۤنَّۙ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

بڑی کامیابی ہے (جس کی نہیں آرزو تھی) پس ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو آپ کی زبان میں تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝

سو آپ بھی انتظار کیجیے وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ۝

کی بلائیں لے رہی ہوں۔ خور و خوری۔ اس کا معنی ہے گوری رنگت وال۔ عین جمع ہے عینہ کی، وہ عورت جس کی آنکھیں بڑی اور خوبصورت ہوں۔

۲۴۲ جو یہاں طلب کریں گے جتنی بھادارتی مقدار میں وہ ذرا پیش کر دیا جائے گا۔ یہ فکر ہو گا کہ علو بہ مقدار نہیں ملے گی اور ذریعہ ختم ہونے کا اندیشہ ہو گا۔

۲۴۳ یہ سب بندہ تو زیاں یہ سب ذرہ پروریں یہ سب گرم گسٹریاں اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا ثمر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اس دنیا میں ہی ایسے ایسے انعامات کیے ہیں کہ ہم عمر بھر شکر ادا کرتے رہیں تو کسی ایک نعمت کا شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے بڑے سے بڑا متقی اور پارسا یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے اعمال صالحہ ہر لحاظ سے مکمل ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں۔ اس لیے قیامت کے روز جو عنایات وہ اپنے مقبول بندوں پر فرمائے گا اسے اس کا فضل و احسان ہی کہا جا سکتا ہے۔

۲۴۴ ہم نے قرآن کو آپ کی مادری زبان میں نازل فرمایا جس کا سمجھنا ان کے لیے آسان ہے۔ اب بھی اگر وہ نصیحت قبول نہیں کرتے تو ان کی قسمت۔ پس لے بیٹ کر ہم! آپ میں اختلاف فرمائیں اور وہ بھی انتظار کریں۔ جب ان کی بربادی کی مقررہ ساعت آپہنچیگی تو ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا مل کر رہے گی۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ شَفِيعِ الْمُذْنِبِيْنَ سَيِّدِ نَاوَمُوْلِنَا مُحَمَّدٍ الْمُبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَعَلَىٰ اٰلِهِٖ وَاصْحَابِهِٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

تعارف

سُورَةُ الْحَاجَةِ

نام : اس کا نام ہاشیہ ہے۔ یہ لفظ آیت نمبر ۲ میں مذکور ہے۔ اس سورت میں چار رکوع ستیس آیات ہیں۔
زمانہ نزول : ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جن کا آغاز خسروؑ سے کیا گیا ہے مضامین و مسائل میں کیسایت اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ ان کا نزول کیساں حالات میں ہوا۔

مضامین : ① حقیقہ توحید کو تسلیم کرنا ان کے لیے بڑا دشوار تھا۔ اسی دشواری کی دوا کو منہدم کرنے کے لیے عالم رنگ و بو کی بلند یوں اور پستیوں میں بھری ہوئی ان روشن نشانیوں کی طرف تارمین کی توجہ مبذول کرانی جو پکار پکار کر اپنے بنائے والے کی حکمت بالغہ قدرت کا علم اور علم محیط کی شہادت دے رہی ہیں چشم غر و کھول کر زمین و آسمان کی پہنائیوں کو دیکھو، خود اپنے وجود اور اس کی بولنے والیوں کی سیر کو حیوانات کے بے شمار انواع و اقسام پر نگاہ ڈالو اگر دشمن لیل و نہار کے دقیق نظام میں غور و فکر کرو۔ ہر چیز میں اس خالق عظیم کا پتہ لے لے گی جو قدر و حکیم بھی ہے اور وحدہ لا شریک بھی؛ البتہ کذاب اور بکا لوگ قدم قدم پر فروزاں ان روشن قندیلوں کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نادان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان مزید احسانات کا ذکر فرمایا جن سے انسان کو بہرہ ور کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی بتا دیا کہ ان کی قدر و منزلت وہی لوگ جان سکتے ہیں جو فکر اور تدبیر کے خوگر ہیں۔

② بنی اسرائیل پر جو بے پایاں الطاف کیے گئے انہیں بیان کیا۔ بتایا کہ ہم نے اس قوم کو کتاب، حکومت اور نبوت کی گراں بہا نعمتیں ارزانی فرمائیں۔ انہی عنایات کے باعث اس زمانے کی تمام اقوام عالم پر انہیں فضیلت اور بزرگی بخشی لیکن کچھ عرصہ بعد ان میں باہمی حسد و عداوت کی وبا پھوٹ پڑی۔ وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے مختلف دھڑوں میں بٹ گئے اور اس آسمانی دین کو انہوں نے اس طرح پارہ پارہ کر دیا کہ وہ ان کی اجتماعی زندگی میں رہنمائی کی قوت سے محروم ہو گیا۔ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو بھی ایک شریعت، ایک جانت نظام حیات عطا فرمایا ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ اس کا اثبات کریں اور ان جابلوں اور نادانوں کی اطاعت نہ کریں جو اپنے نفسوں کی خواہشات کے بندے بن کر رہ گئے ہیں۔ اگر آپ نے بغیر حق و عدل، ایسا کیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہماری گرفت سے آپ کو نہ بچا سکے گی۔ اے غلامانِ محطی! اے سرزمینِ پاکستان میں بسنے والے فرزندانِ اسلام! اپنے خالق و مالک کا فرمان سن رہے ہو! کیا

اس کے بعد بھی ہمارے سر پران ملک کو ہمارے قانون ساز اداروں کو اور ان کے مقرر کردہ کشتوں کے اراکین کو مزید کسی تیسرے اور سرزنش کی ضرورت ہے۔ صاف صاف بتا دیا کہ ہماری دی ہوئی شریعت پر عمل کرو، ورنہ غلاب الہی سے تمہاری نجات کی سب راہیں بند ہو جائیں گی۔

آیت ۲۳ میں بھی غور فرمائیے۔ ارشاد ہے تو ہمارے قانون پر عمل نہیں کرتا گویا وہ ہمیں خدا نہیں مانتا اور جو نفس کی ہر فرمائش کو پورا کرتا ہے گویا اس نے اسے اپنا خدا اور معبود بنا لیا ہے۔ ایسا شخص علم و فضل کا پتلا ہی کیوں نہ ہو، وہ راہِ راست سے ہٹک جاتا ہے۔ ایسے بدعت سے فہم و تدبیر کی قوتیں سلب کر لی جاتی ہیں اور اس کے ہدایت قبول کرنے کا امکان ہی باقی نہیں رہتا۔

کفار کا عقیدہ تھا کہ بس یہی زندگی ہے۔ مگر دین زمانہ ان کی موت کا پیغام لاتی ہے۔ نہ قیامت برپا ہوگی اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کا سوال پیدا ہوگا۔ یہ عقیدہ انہیں اپنے آباد و اجداد سے ورثے میں ملا تھا۔ وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔

سورت کے اختتام سے پہلے ان کو اس دلدل سے نکالنے کی طرف توجہ فرمائی گئی اور ارشاد ہوا کہ قیامت کا رپا ہونا خلاف عقل نہیں؛ بلکہ عین حکمت ہے اور عقل کے تقاضوں سے کلیتہً ہم آہنگ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جس نے عمر بھر تقویٰ کو اپنا شعار بنائے رکھا اور ایک دوشیزا دینے والا شخص دونوں یکساں ہوں۔ دنیاوی عیش و عشرت نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے؛ ورنہ وہ اس روشن حقیقت سے انکار نہ کرتے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ هَذِهِ ۝

سورہ ہاشمہ علی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ ۸۴ آیتیں۔ ۲ ہجرت

حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ

ماہیم۔ آمدی گئی ہے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست (اور محکم) والا ہے سلسلہ ہے شک آسمانوں اور زمین

وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَفِي خَلْقِكُمْ وَكَأَيُّتُ مِنْ دَابَّةٍ

میں اس کی یقینی اور قدرت کی نشانیں ہیں اہل ایمان کے لیے۔ اور خود تمہاری پیدا کرنا میں اور ان حیرات میں جن کو وہ پیدا رہا ہے

أَيُّ الْقَوْمِ يُوقِنُونَ ۝ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

نشانیں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔ نیز گردشیں میل و منسا میں اور جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے

سلسلہ پہل دو سورتوں کی طرف اس سورت کا آغاز بھی اس حقیقت کو آشکارا کرنے سے جو رہنمائی کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ کفار کا یہ خیال سراسر باطل ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اس کے معنی میں یا کوئی اور شخص آپ کو یہ قوم سکھاتا ہے۔ کفار کی یہ باتیں بالکل لغو و بیوقوفانہ ہیں۔ اس کا پر آشکارا اسلوب بیان اس کے دلائل و میکانہ مواظف اس کا بیان کردہ فلسفہ حیات سب بتا رہے ہیں کہ یہ اس ارفع اعلیٰ جہودان ہمد میں ہستی کا کلام ہے جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ اس لیے تمہاری غلامی اس میں ہے کہ اس عزیز و حکیم کے ارشادات پر جسے اطمینان سے عمل پیرا ہو اور یقین کر دو کہ ایسی ہستی کی فرمانبرداری میں ہی تمہاری کامیابی اور کامرانی کا راز مضمر ہے۔

تَنْزِيلُ الْمَصْدُوحِ ۝ اِسْمُ فَعُولٍ مَكْنَزٍ ۝

سلسلہ اسلام کو یہ ہرگز گواہ نہیں کہ لوگ غفلت کی چادر تانے سوئے رہیں۔ بیش و عشرت کا گھٹن زندگی کی تعمیری صلاحیتوں کو کمزور کر رہے، فسق و فجور کے بدناما داخ ان کی انسانیت کو شمع کرتے رہیں۔ اسلام اس صورت حال کے خلاف ظہر ہوا بلند کرتا ہے اور انہیں یکسر بدل ڈالنے کے لیے اپنی ساری قوت ہونے کا لگاتا ہے۔ لیکن بایں ہر وہ جبر و تشدد کا قائل نہیں۔ وہ زبردستی اپنے نظریات کی پٹریں تمسک دیتا۔ وہ صرف غرور و فکر کی دعوت دیتا ہے، وہ آیات و بیانات جو غنائی کون و مکان کی وحدانیت اور اس کی صفات کاملہ پر ناقابل تردید شہادت دے رہی ہیں، ان کی طرف مزور متوجہ کرتا ہے تاکہ اگر دل میں حق پذیری کی صلاحیت موجود ہے تو وہ اسے شوق و رغبت سے قبول کرے، اگر آنکھوں میں بینائی ہے تو وہ سین ازل کی دغریبیوں سے لطف اندوز ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے قرآن کریم اپنے تازیان کو آفاقی عالم کی ان تابندہ آیات میں غور کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔

مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَاهُ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ

آسمان سے رزق کا سبب یعنی چرتہ کر دیا اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد سستہ اور ہموار کر دیا

الَّذِينَ آتَتْ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۚ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ

میں لٹائیاں ہیں ان کے لیے جو عقلمند ہیں۔ یہ سب نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی ہم بیان کرتے ہیں آپ حق کے ساتھ۔

فَيَا أَيُّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۚ وَبَلِّغْ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۚ

ہم وہ نہیں ایسی بات ہے جس پر وہ ماننے اور اس کی آیتوں کے بعد ایمان لائیں گے۔ ہلاکت ہے ہر جھوٹے بہکار کے لیے۔

تھے اگر ہمیشہ رات ہوتی یا ہمیشہ ہی دن رہتا تو دنیا کا منظر اس طرح خوشنما اور دل فریب نہ ہوتا جس طرح اب ہے۔ رات دن کا بڑی باقاعدگی سے کیے بعد دیگرے آتا ہے ایک کا آہستہ آہستہ گھٹتے چلے جانا اور دوسرے کا بڑھنا اپنے اندر انگشت فرائد رکھتا ہے جو دل بصیرت کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس نظام کا برپا کرنے والا بڑی قدرت و حکمت کا مالک ہے۔

تھے اس کڑھوائی پر نظر ڈالو اس کی کیانیت میں حیران کنی متوجع ہے اور اس تنوع میں جو انگشت اثرات مضمر ہیں اس کا اندازہ لگانا ہر باب فہم کے لیے مشکل نہیں۔ کہیں باؤنیم کے مجموعے غائب اند غنوں کو بھگا رہے ہیں۔ کہیں سبز پتوں پر شبنم کے موتی بھابھے ہیں۔ کہیں طوفان بن کے آٹھ رہے ہیں۔ کہیں بادل کے بھجورے ہوئے مکھڑوں کو یکجا کرنے کی خدمت انجام دی جا رہی ہے۔ کہیں گھنگھور گھٹاؤں کو آبن واحد میں نہایہ کر رہے ہیں۔ کہیں ہمارا پیغام لا رہے ہیں کہی خزاں کی چیر و دستروں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ کہیں انسان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو تمام کردہ میں آنا فانا پھیلا رہے ہیں۔ کہہ بھاکی بر قلمونیوں کو دیکھتے ہی انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے والی کی قدرت و حکمت اور علم بے نظیر اور لا جواب ہے اور ان معانی کے مشاہدہ کے بعد ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان اور یقین کا نور موجود ہے اور عقل و فہم کا چراغ روشن ہے اسے آسانی سے عرفان الہی نصیب ہو سکتا ہے۔

۵۔ سورۃ طہ میں ہر چکا ہوا اس کی کبروں سے زمین کا گوشہ گوشہ جھنگار با جو پھر بھی اگر کسی کو کچھ نظر نہ آئے اسے ہر طرف اندھیل رہی اندھیل محسوس ہو کر کیا ایسے شخص کی راہ میں کرنی دیا جلا کر رکھا جائے تو اس کو کچھ نظر آئے گا قرآن کریم کی آیات بنیات کے بعد بھی اگر کسی کو فرمایا نصیب نہیں ہوتا تو اس کے غفلت کفر دل میں کسی اور ذریعہ سے اجالا کرنا ناممکن ہے۔

تھے ان آیات میں کفار کے ایک مخصوص گروہ کے طرز عمل کو بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ آیات الہی کو سنتے ہیں لیکن ملتے اور ایمان لانے کے لیے نہیں بلکہ ان کو ٹھٹھانے کے لیے۔ ان کا یہ طے شدہ پروگرام ہے کہ وہ آیات قرآنی کو ہرگز نہیں مانیں گے بلکہ اس خیال سے اُسے سنیں گے کہ اس میں کوئی عیب کھل سکیں یا اس کا مذاق اڑا سکیں۔ ایسے لوگوں کو رسوائی مذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا جس سے چھٹکارا ممکن نہ ہو گا۔ نہ ان کی کمالی ہونٹ دولت ان کے کام آئے گی اور نہ ان کی اولاد ان کو اس مصیبت سے بچائے گی نہ وہ بُت جن کی وہ

يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُثَلَّىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُخَرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا

جو سنتے ہے اللہ کی آیتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہر بھی وہ کھنڈ، ازار ہتکتے ہوئے کہہ گیا اس نے نہیں سنا ہی نہیں۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَ هَاهُنَا

پس آپ اسے دروٹاں عذاب کا شرف سنادیں۔ اور جب وہ آگاہ ہو سکے ہماری آیتوں میں سے کسی پر ان کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۚ مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ تَا

یسی وہ (جگہ) ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے۔ اور ان کے ذرا کام نہ لگے گا جو انہوں نے (مگر ہر)

كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ

کیا اور نہ وہ کسی کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دگر بنایا تھا۔ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا۔

هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزِ أَلِيمٍ ۚ

یہ قرآن سزا دہاں آیت ہے۔ اور جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا ان کے لیے دروٹاں عذاب ہے بہت سخت ترین عذاب میں سے۔

عہادت کیا کرتے تھے اور نہ وہ نہ سنا، جن کو خوش کرنے کے لیے نبی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخ اسلام کے پروانوں کو اذیت دیا کرتے

تھے، ان کی دشگیری کر رکھیں گے۔ افات، کذاب، بہت مجنونا، امشیم، بڑا بدکار۔

۱۔ ان کے ایمان نہ لائے کہ یہ وجہ نہیں کہ آیات قرآنی پر انہیں کوئی مقول اعتراض ہے جن عقائد کی تفتیش کی گئی ہے وہ غلط ہیں۔

۲۔ من نظام حیات کو پیش کیا گیا ہے وہ فرسودہ ہے۔ انسان کی ترقی میں کلاہٹ ہے نہیں ان میں سے کوئی وجہ ان کو ایمان لانے سے باز نہیں

رکتی بلکہ غرور و نخوت انہیں اہانت نہیں دیتی کہ وہ اس نبی مکرم کی اطاعت قبول کریں۔ اس لیے وہ باطل پرانے ہیں اور اس سے چمٹے ہوئے

پڑے ہیں۔ آیات انہیں کا مسخرہ ایمان کا شیوہ ہے۔

۳۔ اس سے مراد یا تو وہ بہت ہیں جن کی وہ نوجوا کیا کرتے تھے یا وہ زمین، سردار اور سیاسی لیڈر ہیں جن کی خوشامد میں وہ ہر طرح کی

خصیص حرکت کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ حتیٰ کہ قرآن اور منزل قرآن کی نافرمانی بھی ان کا شعار بن گئی تھی۔

۴۔ یعنی یہ قرآن سزا دہاں آیت ہے۔ جو اس کی بجائی ہوئی ہو پہلے کا منزل مقصود پہنچی جائے گا جو اس کے ذریعے کتاب نور

کے گاہ اس کا دل بھی متور ہو جائے گا۔

۵۔ اس آیت میں رجسز کا لفظ غور طلب ہے۔ ملازمین منظور اس کی تفتیش کرتے ہوئے کہتے ہیں فقال ابواستحق ومعنی

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا

اللہ وہ ہے جس نے سبز کر دیا ہے تمہارے لیے سمندر کو تاکہ رواں رہیں اس میں کشتیاں اس کے حکم سے آتے اور تاکہ تم بحری تجارت

مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي

آسمانوں کو اس کا فضل سے اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کیا کرو۔ اور اس نے سبز کر دیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الجزء في القرآن هو المذهب المتعلق لشدة وله قسمة شديدة متتابعة (السان العرب) یعنی ابوالفتح کہتے ہیں کہ
یغیر کا غلا جو قرآن میں مذکور ہے اس کا معنی ہے ایسا مذاہب جو اپنی شدت کے باعث لرزہ نیز ہو۔ اس کے جیسے شدید اور لگاؤ ہوں۔
آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بہشت جواز راہ غرور و کبریا کی بات کا انکار کرتے ہیں انہیں شدید عذاب میں سے ہنسے اور ذلک عذاب
میں مبتلا کیا جائے گا۔

۱۔ پہلے آیت قیامت کے ذکر کا سلسلہ شروع تھا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات کمال پر دلالت کرتی تھیں۔
درمیان میں کفار کے ایک گروہ کی بہت دھڑکی کا ذکر آگیا اب پھر انہی آیات کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔

مطابقت لفظ تسخیر کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ مغر و تسخیرا، مختلفہ عملیلا احبسة
السمان الجوہری کسی کو اجرت اور معاوضہ دینے بغیر کوئی کام کرنے پر مجبور کرنا۔ ملاحظہ فرمائی منظور سنان العرب میں تفسیر کا یہی مفہوم نقل
کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ قال الزحبيج: تسخير ما في السموات تسخير الشمس والقمر والنجوم
للدواب من مبلوغ منافعها وان قتاد اعمد ما في ممالكهم تسخير
ما في الارض تسخير بحارها وانهارها وودابها وجميع منافعها۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے
جس نے سمندر کو تمہاری مفت خدمت انجام دینے پر مقرر کر دیا ہے۔ اس کی سطح کو اس طرح نرم بنا دیا ہے کہ تم اس
میں غوطہ لگا سکتے ہو۔ تمہارے ہنسے ہنسے مسافر پر درجہ دار مل بر دار جہاز اور وہ ٹیگر بول کھوں نیل اٹھا کر دور و راز مقامات
تک پہنچتے ہیں وہ اس پر شیر تے ہنسے چلے جاتے ہیں۔ تم ان میں غوطہ لگا کر آبار مقل نکالتے ہو۔ پھلیاں پکڑ کر ان کو بیچتے ہو۔
اور نکالتے ہو۔ اس کے مژدہ اور بے شمار خدمات ہیں جو سمندر انجمن مہرے رہا ہے اور تم سے ان خدمات کا کوئی معاوضہ
بھی طلب نہیں کیا جاتا۔

خود سوچو اگر سمندروں کی سطح سنت ہوئی تو تم اس میں غوطہ کیسے لگا سکتے۔ اگر ان میں بھاری بھر کم جہازوں کا اٹھنا نہایت
نہ ہوتی تو بین الاقوامی تجارت کی یہ گرم بازاری سرے سے مفقود ہوتی۔ یہ سب اس کا فضل ہے جس کو تم تلاش کرتے ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کسب ملال کا شوق دلانا ہے اور پاکیزہ رزق تلاش کرنے کے لیے مجبور ہیں سفر اختیار کرنے والوں
کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ میرے فضل کے تلاشی ہیں۔ اس لفظ میں کاسب ملال کی جو عزت افزائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

الْأَرْضَ جَمِيعًا مِنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ قُلْ لِلَّذِينَ

زمین میں سب کچھ اپنے حکم سے ہے۔ اُن کے لئے اس مقام میں نشانیں ہیں جن کو ان کے لیے جو غور و فکر کیا کرتے ہیں سب اے حبیب!

أَمْنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا

فرمائیے، اے ایمان کو کہ درگزر کرتے رہیں جن لوگوں سے جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی تاکہ اللہ خود بہار دے ہر قوم کو جو وہ کیا

۱۔ صرف سمندروں پر ہی کیا منحصر ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ تمہاری خدمت و ناری کے لیے وقف ہے اور اس تغیر میں تمہارا یا تمہارے دیوی دیوتاؤں کا کوئی دخل نہیں۔ یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ سائنس دان اپنی غیر العقول ایجادات کے باوجود کسی چیز کے خالق اور موجد نہیں۔ انہوں نے تو صرف ان کسٹور قوتوں کو آشکارا کر دیا ہے جو پہلے سے موجود تھیں اور نامعلوم تھیں۔ مثلاً جب انسان بوقت سپا اور اس کے متحرک ہونے ہوائی لہروں سے محکماتے ہیں تو اسے کڑوا ہوائی میں ایک ارتعاش سنا پیدا ہوتا ہے اور وہ آواز دنیا کے گوشے گوشے تک گونجی جاتی ہے۔ سائنس کے قدیم ماہرین کو اس راز کی خبر تھی اس لیے وہ اس سے استفادہ نہ کر سکے۔ اب انہوں نے اس راز کو پایا اس لیے اب ریڈیو وغیرہ کے ذریعے آپ دور دراز کی آوازیں سن لیتے ہیں۔ مسئلہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

امریکی کاشفہ افاق سائنس دان تھامس ایڈیسن جس نے ایک ہزار سے زیادہ ایجادات کیں، ایک روز کہنے لگا میرے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ میں بہت بڑا موجد ہوں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میں قطعاً ایسا موجد نہیں جو قبل ذکر ہو۔ جب میں سوچتا ہوں کہ میں ایک زیرک انسان تو کب ایک بے وقوف آدمی بنانے پر بھی قادر نہیں جو امتوں کی سی باتیں کر سکے اس کے باوجود مجھے موجد کہنا بڑی بے اعتنائی ہے۔ چر اس نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "THAT IS THE REAL INVENTOR" حقیقی موجد اس کی ذات ہے۔

(ریڈرز ڈائجسٹ، اگست ۱۹۶۳ء)

۲۔ ان آیات کے آئینوں میں حقیقی اور کمال ازل کا مگر جیل وہی دیکھ سکتے ہیں جو غور و فکر کرنے کے مادی ہوں، لیکن جنہوں نے غور و فکر کی کشتی وادیوں میں قدم بچھبھہ فرمانے کی کبھی زحمت نہیں کی انہیں ان جلوں کی رعنائیوں کی کیا خبر۔ تاریخ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ وہ قوم جو قرآن مجیدی کتاب کی حامل ہے، بے بسی اور جھوٹے آغوش میں اوجھل رہی ہے۔ اسے اوجھلتے سداں بیت پگی ہیں اور ابھی تک وہ جاگنے کا نام نہیں لیتی۔ اقبال نے اسی لیے جو مایا و دھماکی تھی۔

خدا جیسے کسی خونان سے آشنا کر دے

کہ تیرے بھر کی موجوں میں اضطراب نہیں

يَكْسِبُونَ ﴿٢٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ

کرتے تھے نیک عمل کرتا ہے پس وہ اپنے لیے کرتا ہے۔ اور جو بد کرتا ہے تو اس کو وبال اس پہ ہوگا۔

إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحَكْمَ

اپنے رب کی طرف تمیں لوٹایا جائے گا۔ اور ہم نے شک ہم نے عطا فرمایا بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت

وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ

اور نبوت، اور ہم نے ان کو پاکیزہ رزق دیا۔ اور انہیں بڑی دیں اپنے زمانے کے، اور انہیں پر

اللہ اہل ایمان کو غفور و درگزر رکھتا ہے کہ گناہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے مذاب کا کوئی خوف نہیں وہ تمہیں ہر طرح کی اذیتیں دیتے ہیں اور وہ کہہ دیتے ہیں تم ان سے الجھنا شروع کرو اور وہ ان سے انتقام لینے کے دہانے ہو جاؤ۔ غفور و درگزر سے کام لیا کرو۔ تمہارے مقام رفیع کو یہی بات زیب دیتی ہے۔ رہا ان کی کسب کا معاملہ تو اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اسے ہر دفعی کا علم بھی ہے اور وہ حکیم بھی ہے۔ جب مناسب ہوگا ان کو مذاب کے شکنجہ میں کس لے گا۔ قیامت سے نہ لو اہل ایمان بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں معنی ہوگا کہ اہل ایمان قدرت و طاقت کے باوجود حکم الہی کی تعمیل کرتے ہوئے ان مکرین سے درگزر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اجڑے گا۔

بڑی ہمت کے پیکر کی واقعات کو مجازاً الا میام کہا جاتا ہے، چنانچہ وہ جنگیں جو زمانہ جاہلیت میں لڑی گئیں جن میں ناسی خرن پانی کی طرح بہایا گیا جن کی تلخ یادداشت مدینہ تک تازہ رہی۔ انہیں ایام العرب کہتے ہیں۔ نیز ایام کا معنی مذاب بھی کیا گیا ہے اس وقت میں میر جوں، یحنا فون کا ہم معنی ہوگا۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے مذاب سے نہیں ڈرتے۔

﴿٢٦﴾ ہر شخص اپنے اعمال نیک و بد کا خود ذمہ دار ہے۔

﴿٢٧﴾ بنی اسرائیل پر جو انعامات فرمائے گئے اب ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ پہلے ان انعامات کا ذکر کیا جو دین سے متعلق ہیں یعنی ہم نے ان کو تورات میں عظیم کتاب مرحمت فرمائی۔ پھر انہیں حکم سے سرفراز فرمایا۔ حکم سے مراد حکومت ہے یعنی ہم نے ان کو حکومت عطا فرمائی تاکہ وہ احکام الہی کی تغذیہ کر سکیں اور ارشاد خداوندی کے مطابق اپنے مقاصد کا فیصلہ کر سکیں اور حکم کا دوسرا معنی کتاب کا فہم اور اس کے مطالب کا ادراک بھی ہو سکتا ہے یعنی ہم نے انہیں کتاب بھی دی اور اس کے اسرار و معانی کی سمجھ بھی ادا فرمائی۔

﴿٢٨﴾ ان دینی غلیات کے علاوہ انہیں پاکیزہ رزق بھی عطا فرمایا جب تک دشت تیر میں رہے من و سلویٰ اترتا رہا جب شام و فلسطین پر ان کی حکومت قائم ہوئی تو وہاں کی سرسبز و شاداب زمینوں نے ان کو مال بیل کر دیا۔

﴿٢٩﴾ یعنی اس زمانے میں تین قریں موجود تھیں ان میں سب سے زیادہ سی لوگ بارانست کو اٹھانے کی صلاحیت رکھتے تھے اس

وَاتَيْنَهُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ

اور ہم نے انہیں دین کے معاملہ میں واضح دلائل دیے سنئے پس آپس میں انہوں نے مجبوزاً شروع نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ انہیں حقائق ہو گئے۔

الْعِلْمُ بَعِيًّا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا

سچ علم آگیا۔ بعض باہمی خمد و غدا کے باعث سنئے یقیناً آپ کا سب فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن جن باتوں

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۖ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعُهَا

میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے سنئے پھر ہم نے پختہ کر دیا آپ کو ہمیں راہ پر دین کے معاملہ میں سنئے پس آپ اس کی

لیے اپنی ہر اقام پر ان کو فضیلت بخشی گئی اور تبلیغ حق کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی۔

سنئے ان امور سے مراد دین ہے۔ یعنی دین کے معاملہ میں انہیں کسی شخص اور ابہام میں نہیں رہنے دیا گیا۔ بلکہ حق پر ہمیشہ اہل حق اور انصاف پسند یہ وہ کے بارے میں انہیں واضح ہدایات دی گئیں اور پختہ دلائل سے انہیں ثابت کر دیا گیا۔ دلائل ظاہرہ فی امر الدین۔ (روح المعانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ الامور مراد حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ یعنی حضور کے متعلق ایسی واضح نشانیاں انہیں بتادی گئیں جن سے وہ آسانی حضور کو پہچان کر ایمان لاسکتے تھے۔ (روح المعانی۔ قرطبی)

سنئے بنی اسرائیل متعدد فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کا یہ اختلاف شدید زحمت کا تعلق اس انتشار نے ان کی دینی اور انفرادی زندگی کو گنا گوں غرابیوں کی آماجگاہ بنا دیا تھا۔ فرقہ بندی کے باعث ان کی ظاہری قوت بھی پاش پاش ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے اس اختلاف اور انتشار کی وجہ ان کی بے علمی اور جہالت نہ تھی سب کچھ جانتے تھے۔ بعض باہمی خمد اور کینہ کے باعث وہ الگ الگ ٹکڑوں میں بٹ گئے تھے اور ایک دوسرے کو نچاؤ کھانے میں یا بڑی چوٹی کا زور صرف کرنے لگے۔

۲۲ قیامت کے روز ان کے باہمی اختلاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

۲۳ لغت میں شریعت نہر یا دریا کے اس مقام کو کہتے ہیں جہاں لوگ آسانی میں نہر پانی پی سکتے ہیں اور غسل وغیرہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ راستہ جو منزل کی طرف لے جاتا ہے اس کو عربی میں شارح کہتے ہیں۔ یہاں شریعت کا معنی ہے ما شرع اللہ للعباد من الدین۔ یعنی وہ عقائد عبادات اور معاملات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں جن کی پابندی سے وہ اپنے مالک کے شکوہ گزار بندے کہلا سکتے ہیں اور ان کا وجود ان کے اپنے لیے اور سائے معاشرہ کے لیے عین دبرکت کا باعث بن جاتا ہے۔

بنی اسرائیل پر جو عنایات کی گئی تھیں اور انہوں نے باہمی خمد و بغض سے جس طرح اپنے آپ کو مختلف دھڑوں میں تقسیم کر کے

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۖ إِنَّهُمْ لَن يَغْنُوا عَنْكَ مِنْ

پیروی کرتے ہیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو بے علم ہیں ۱۸۔ یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کو قطعاً کچھ فائدہ نہیں

اپنی انادیت کمزوری تھی اور اب وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ دعوت حق کے منصب پر فائز رہیں۔ ان کے حالات بیان کرنے کے بعد نعتیہ سخن اپنے محبوب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے یعنی ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں ایک واضح شریعت عوامی ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ دین و دنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے اور اس پر عمل کرنے والا فرد جو یا امنت غلاب داریں کے شرف سے مشرف ہو گا۔

۱۹۔ اے میرے پیارے حبیب! اب آپ پر فرض ہے کہ آپ اس کی پیروی کریں۔ نفس کے پرستار اور دنیا کے بھاری اداکار شور مچائیں آپ ان کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ بڑی ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ آگے بڑھتے جائیں۔ جس ذات نے آپ کو یہ جامع شریعت عوامی سے وہ عظیم و خیر ہے اور امتزاج کرنے والے لوگ جاہل اور نفس پرست ہیں۔ اگر عظیم و خیر کی واضح جانتا پران جاہلوں کی نفسانی خواہشات کو ترجیح دی جائے گی تو اس پر جو نتیجہ مرتب ہو گا وہ واضح ہے۔

۲۰۔ یاد رکھو اگر تم نے ایسا کیا اور اللہ تعالیٰ کی نظر نطف و کرم سے محروم کر دیے گئے تو پھر اس کے غضب سے دنیا کی کوئی طاقت تمہیں بچائیں گے گی۔

اہل پاکستان کے لیے یہ آیت خصوصی توجہ کی مستحق ہیں۔ جمہور آزادی کے بعد ابتدائی سالوں میں یورپ اور امریکہ کی مادی ترقی پر فریفتہ ہوئے۔ اپنی پاکیزہ ثقافت اور خوبصورت تمدن کو مغربی تہذیب کی کینز بنانے پر توجہ رہے ان کے ادنیٰ اشائے پانی سیاست کو رہ گئے۔ جس کے پچیس سال تک مغرب کی کمرانہ تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری معاشیات سرمایہ داری نظام کے قالب میں ڈھل گئی۔ چنانچہ ان امیروں گئے ہائی ساری قوم قذش ہو گئی۔ اس تباہ کن پالیسی کے خطرناک اثرات ظاہر ہوئے تو ہم ہٹائے اور اپنے آپ کو سنا شروع کر دیا لیکن شومئی قسمت ملاحظہ ہو اگر پہلے لندن اور واشنگٹن ہمارے مرکز حقیقت تھا تو اب ماسکو ہمارا قبلہ سا بات بنتا جا رہا ہے اور حالات بتا رہے ہیں کہ ہماری موجودہ قائدین ہمیں سوشلزم کی ذلیل میں پھنسا کر نوم میں گمے کا شہ کوئی مرد و نادان مذکورہ میں ہمیں قرآن کریم کے بتائے ہوئے نظام پر عمل پیرا کر دیتا اور اسلام کا وہی نظام جسے رحمت مایاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے جہنم ناریں نافذ کر کے اسے رشک فردوس بنادیا تھا۔ اسی کو وہ اس پاکستان میں نافذ کر کے ہماری کشش کو بھی مائل بنا کر دیتا۔ ہم کب تک در یوزہ گر بننے و زور کی شوگریں کھاتے رہیں گے۔ اپنے نبی برحق کے دین رحمت کو چھوڑ کر اغیار کے سایہ دہار میں پھنسے رہیں گے؟ اس انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ قوم میں فکری اتحاد ہو اور قیامت اتنی ہمارا اور فرمایاں سے مالا مال ہو کہ حق تعالیٰ کی غوغا آرائی میں قرآن کی اس آیت پر خاتمہ ولا تتبع اہواء الذین لا یعلمون پر عمل پیرا ہونے کی ہمت رکھتی ہو۔

قائد محب از میں ایک شیخ بھی نہیں

گر چہ تاجدار بھی گیسٹ نے دہر و فرات

اللَّهُ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾

نہ ہینا کیوں گے۔ بلاشبہ خالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ پر مینا گاؤں کو دوست ہے۔

هَذَا ابْصَارُ النَّاسِ وَهَدْيٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْقَوْمِ الْيُوقِنُونَ ﴿٧٠﴾ اَمْ حَسِبَ

یہ بصیرت افروز باتیں ہیں سب لوگوں کے لیے اور دربارِ طاقت و رحمت میں ان کے لیے جو نہیں کہتے ہیں اللہ کیا خیال کر رہا ہے

الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَجْعَلَهُمُ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ان لوگوں نے جو قرآن کا کتبہ ہیں ہائیں کا کہ ہم بنادیں گے انہیں ان لوگوں کی مانند جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ

سَوَاءٌ لَّحْيَاهُمْ وَمِمَّا تُهُمْ سُوءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٧١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ

کیاں پہچانے ان روضوں کا بیٹا اور مرثیہ بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کہتے ہیں۔ اور یہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں

۲۶ اگر تم قرآن کریم کے بتائے ہوئے راستہ کو چھوڑ دو گے تو ظالم بن جاؤ گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید کے مستحق نہیں رہو گے۔
اللہ تعالیٰ تو صرف ان لوگوں کی امانت فرماتا ہے اور بد شکری کرے جو اس کی نافرمانی سے لڑے۔ باخدا م رہتے ہیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنی زندگی کا شعار بناتے ہیں۔

۲۷۔ قرآن کریم تمام انسانوں کے لیے نورِ ہدایت کا سرچشمہ ہے جو اس سے مستفید ہونا چاہے وہ محروم واپس نہیں جائے گا۔ وہ خوش نصیب جو اس کی بیان کردہ حقیقتوں پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیے یہ سارا ہدایت و صحت ہے۔ اس کا راسخ کپڑا و اس کے ارشادات کو غفلت و ناکاہم اپنی منزلِ مراد تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱

وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

اور زمین کو حق کے ساتھ ملے تاکہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر (قطعاً) ظلم نہیں کیا جائے گا۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

ذرا اس کی طرف تو دیکھو جس نے بنا لیا اپنے خدا اپنی خواہش کو جسے اللہ گمراہ کر دیا ہے اسے اللہ نے باوجود علم کے اور نذر لگا دی

نفس کی برائی خواہشات کی تسکین کے لیے تمام اخلاقی مضابطوں کو مٹاتے ہوئے اور حصول مال و جاہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہدایت کو توڑتے ہوئے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ کان کموں کرشن لڑایا ہو گز نہیں ہو گا۔ بلکہ جس طرح ان کی دنیوی زندگیاں کیاں نہیں تھیں اسی طرح ان کے آنے والی زندگیاں بھی کیاں نہیں ہوں گی۔ اطاعت گزاروں اور فرمانبرداروں کو فردوس بریں میں بعد عزت و اکرام داخل کیا جائے گا اور بدکاروں اور سرکشوں کو دھکے دے کر جہنم کے شعلہ زاروں میں پھینک دیا جائے گا۔

اس آیت کی ترکیب پر ذرا سرسری نظر ڈال لیجیے۔ اُم منقطعہ ہے اس کا کوئی نام مدلول نہیں۔ محض ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کے لیے ذکر کیا گیا ہے یا استفہام انکار کے لیے ہے یعنی انہ لا یلیق و انہ لا ینبغی لظہور خلافہ۔ حسب کا فاعل الذین ہے۔ قادم کے مطابق حسب کے مفعول ہونے چاہئیں۔ یہاں صرف ایک مفعول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن نجعلہم اگرچہ ہر ایک مفعول ہے لیکن دو کے قیام مقام ہے۔ نجعلہم کا معنی نصرت ہے۔ ہنم اس کا مفعول اول ہے اور کالذین اٰمنوا مفعول ثانی ہے۔ سواء بدل ہے اور کاف بدل مذہب جو یہاں مثل کے معنی میں مشتمل ہو رہا ہے۔ سواء مصدر ہے اور مستوی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ محیام و محامہم اس کا فاعل ہیں۔ اگرچہ اور بھی اقوال ہیں لیکن زیادہ صحیح اور صاف یہی ترکیب ہے۔

اس آیت کا مطلب واضح ہو گیا کہ بدکاروں کا یہ خیال باطل محض ہے۔ ہم انہیں ادا ہل ایمان کو ایک جیسا کر دیں گے اور ان سے یکساں سلوک کیا جائے گا۔ یعنی ہم کفار کی زندگی اور موت، اہل ایمان کی زندگی اور موت کی طرح کر دیں گے۔ ان کا خیال بالکل غلط ہے۔ ۲۵۔ یہ کارخانہ ہستی کیل تماشا نہیں بلکہ بڑی بنجیدگی اور قناعت سے اس کی تخلیق کی گئی ہے اور اس کو ہر قسم کے استغاثات کر دیے گئے ہیں۔

۲۶۔ اپنی خواہش کو نہ مانانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کام کو کتبہ جو اس کے نفس کو پسند نہ ہو اور ہر ایسے کام سے منکر و گردانی کرے جس سے اس کا نفس انکار کرے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کی نافرمانی نہیں کرتا جب کسی شخص پر اس کی خواہشات کا اس طسدر کا بوجھ پڑے تو گویا وہ اپنی خواہش کا بندہ بن گیا ہے اور اس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ قرآن کریم نے بھی ہوائے نفس کی اتباع کی جگہ مذمت کی ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی اس سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ قتال شدہ بن آدم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الکفیس من دان نفسه و عمل لصاحبه الموت و الفاجر من اتبع نفسه

سَمِعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ عَشْرَةَ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ

ہے اس کے کانوں اور اس کے دل پر آٹھ اور ذل دیاجہ اس کی آنکھوں پر پردہ آٹھ پس کون ہدایت دے گا اسے اللہ کے

ہواہا و تمسکی علی اللہ۔ یعنی دانہ وہ ہے جس کا نفس حکم الہی کا پابند ہو تب اسے اور اسے والی زندگی کے لیے عمل کتاب اور وجود ہے جو اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا رہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی ترقات و برکات کتاب و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاث مہلکات وثلاث منجیات: بین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں اور تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ المہلکات شح مطاع، ہوی متبع، و عجاب المرء بنفسہ والمنجیات خشية الله في السر والعلانية والقصد في الغنى والفقر والعذل في الرضا والغضب۔ پس ہلاک کرنے والی یہ چیزیں ہیں: بخل جو مسلط ہو جائے خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے گئے اور خود بینی، یعنی اپنے آپ کو سب کچھ سمجھنے کی عادت۔ اور نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں: ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا خوف، ہمنندی اور ناراضگی میں مدد و انصاف اور خوش حالی اور افلاس میں میاندردی۔

مراہمی بھی یہی ہے کہ انسان ہوائے نفس کا مقابلہ کرے اس کی ترغیبات و تحریکات کے باوجود راہ حق پر ثابت قدم رہے اور اگر کوئی شخص ایسی عزیمت کا مظاہرہ کرے کہ نفس کی مطامع ختم کر دے اور آہستہ آہستہ اس کی خواہشات اور مطالبات احکام الہی سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ صاحب تصنیف بڑوہ کہتے ہیں۔

النفس كالطفل ان تهمله شب على

حب الرضاع وان تعظمه ينظم

ترجمہ: نفس بچے کی مانند ہے اگر تم اس کا دودھ نہ پمزاد تو وہ اسی مادہ پر جوان ہو جائے گا اور اگر تم اس کا دودھ پمزاد تو چند دن رونے کے بعد مرنے لے گا۔ لیکن اگر نفس کا مطالبہ ماننا شروع کر دیا جائے تو نفس کے مطالبات میں ہر لحاظ سے ہوتا پڑ جائے گا۔

الربیہ الطوری کہتے ہیں۔ والنفس ان اعطيت ما سئها

فاغرة فحوها ما فاما

ترجمہ: اگر تو نفس کی خواہشات کی تکمیل کرے گا تو یہ اپنی مزید خواہشات کی طرف منکول ہوتے بڑھتا جائے گا۔

آٹھ علی علم مال ہے اس کا ذرا بلال انسل کا فاعل اللہ جل جلالہ ہی ہو سکتا ہے اور مفعول آخذ هو منیر ہی پہلی صورت میں معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پہلے سے جانتا ہے کہ یہ شخص صرف اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کرے گا۔ دعوت حق کی طرف قطعاً التفات نہ کریگا۔ اس کے دل میں ہدایت کا شوق ہے اور اس نے حصول ہدایت کے لیے کوئی کوشش کی ہے۔ اس لیے اس کو گمراہ کر دیا گیا۔ دوسری صورت میں آیت کا معنی ہوگا کہ یہ شخص جانتے بوجھے حق سے گریزاں رہا اور باطل سے چمکا رہا۔ وہ اسی قابل تھا کہ اسے نعمت ہدایت سے محروم کر دیا جائے اور باریہ ضلالت میں پھنسنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

آٹھ اس اتہاب نبوی کی نحوست اس پر ایسی پڑی کہ کان آواز حق سننے سے ہرے ہو گئے اور دلوں میں عرفان صداقت کی حر

اللَّهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۚ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا

بعد (دگر) کیا تم غور نہیں کرتے۔ اور وہ کہتے ہیں نہیں (کوئی دوسری) زندگی بخیر ہماری دنیا کی زندگی کے (ہیں) ہم نے مرنا اور زندہ

وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا

رہناتے اور نہیں فنا کرتا ہمیں عمر زمانہ سے حالانکہ انہیں اس حقیقت کا کوئی علم نہیں۔ وہ محض ظن (و تخمین) سے

استعداد تھی وہ تم جو کئی آنکھوں سے نور حق کو دیکھنے کی بیانی سب کر لی گئی۔ اب ایسے بد بخت کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔
۳۳ کفار عرب کی ذہنیت یہاں بالکل بے نقاب ہو کر سامنے آگئی ہے۔ وہ صرف قیامت اور حیات بعد الموت کے ہی منکر نہ تھے بلکہ وہ ایسی ہستی کے بھی قائل نہ تھے جو اس سانسے جہان کی خالق ہو اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات تغیرات اور احوال کی حقیقی قائل ہو۔ حیات اور موت، فتح و شکست، عروج اور زوال اس کے قبضہ قدرت میں ہو۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ زمانہ ہی مؤثر حقیقی ہے۔ رنج و راحت، اوبار و اقبال، کامیابی و ناکامی، صحت و مرض، بہار و خزاں سب کا تعلق فلک الافلاک کی گردش سے ہے۔ بسبب وہ خالق کائنات کے ہی منکر تھے تو پھر رسالت، قیامت، نزول وحی پر ان کا ایمان کیسے ہو سکتا تھا اس لیے وہ اسی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے اسی کو ثوب سے خوب تر بنانا ان کے خیال کی پرواز کی انتہا تھی۔

الدَّهْرُ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب مصفاں کہتے ہیں، الدَّهْرُ فِي الْأَصْلِ اسْمٌ لِمُدَّةِ الْعَالَمِ مِنْ مَبْدَأِ وجودِهِ إِلَى انْقِضَاءِهِ... ثُمَّ يُعَبَّرُ بِهِ عَنْ كُلِّ مَدَّةٍ كَثِيرَةٍ. یعنی دہر اصل میں جہان کی ابتداء سے لے کر اس کے اختتام تک کی مدت کہتے ہیں۔ پھر طویل مدت کو بھی دہر کہا جاتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے فان الله هو الدهر کہ زمانہ ہی اللہ تعالیٰ ہے۔ علامہ ابوبکر حبش اس کہتے ہیں کہ صحیح حدیث کے الفاظ یہ ہیں، عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یقول الله تعالیٰ یؤذیننی بن آدم یسب دہرو انا الدھر مبدی الامر اقلب النیل والنہار۔ اس کا معنی یہ ہے کہ حضور طیب الصلوٰۃ والسلام نے رسول فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے کیونکہ وہ دہر کو بر بھلا کہتا ہے حالانکہ انا اللہ ہوں میں زمانہ کا موجد ہوں۔ سارا انقیذ میرے دست قدرت میں ہے۔ میں رات اور دن کو بدلتا رہتا ہوں۔

اس حدیث میں الدھر مرفوع نہیں ہے تاکہ اس کا معنی ہو کہ میں دہر ہوں، ورنہ الدھر بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی سے ہوتا بلکہ انا اللہ ہے اور الدھر ظرفیت کے باعث منصوب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کفار عرب ممانب و لام کا حقیقی قائل دہر کو سمجھتے ہیں اور دہر کو بر بھلا کہتے ہیں حالانکہ حقیقی قائل دہر نہیں ہے میں ہوں۔ جس نے زمانہ کو پیدا کیا اور مختلف تغیرات کا اس کو سبب بنایا۔ گویا ان کا سبب و ثمر میری طرف منسوب ہوتا ہے۔ علامہ موصوف کہتے ہیں، انما غلط بعض الرواۃ فنقل المعنی عنده وقال لا تسبوا اللہ فان الله هو الدهر (الحکم القرآن للبحساص) یعنی بعض راویوں نے اس حدیث کے بعینہ الفاظ نقل نہیں کیے بلکہ روایت بالمعنی کی ہے۔

يَخْتُونُ ۝ وَإِذَا تَنَاسَلْنَا بِنْتِ مَا كَانَ حُجَّتُهُمْ إِلَّا أَنْ

کام لے سکتے ہیں مثلاً اور جب پڑھ کر شامی ہال ہیں ان کے سامنے بدلی روشنی لگائیں تو ران کے جواب میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں

قَالُوا اتُّوَا يَا أَبَانَا إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

ہوتی جو اس کے کہہ دیتے ہیں کہ اے ابا! اگر تیرے پاس ہر شے فرمایا ہے اللہ نے زندہ فرمایا ہے تیس پروردگار سے کا نہیں

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

پھر جمع کرے گا کہیں روز قیامت جس میں ذرا شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو

اس طرح ان سے غلطی سرزد ہو گئی اور انہوں نے فان اللہ مولدہ قتل کیا حالانکہ حدیث کے صحیح الفاظ یہ تھے اَمَّا الذَّهْر۔
یہ نظریہ عرب کے بادیشینوں کا تھا جو جمالت و بربریت کی خوشی میں پیمان چڑھتے ہی نظریہ کو عنصر حاکم کے طعنہ فلسفی اور
مادہ پرست سائنس دان بڑی شد و مد سے پیش کرتے ہیں اور ہمارے سادہ لوح نوجوان جو خود علم و حکمت کے مجرب پیدا کناریں ہیں
خواص کی جرات نہیں کرتے کہ ان کی تن آسانی اور غفلت کشی انہیں ان جانفشانیوں اور زہرہ نگیزیوں کی اجازت نہیں دیتی جو
ایک طالب علم کے لیے نازیر ہیں۔ وہ صرف شرف بینی پر ہی قن ہیں اور اپنی طور پر اتنے مرعوب ہیں کہ وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ
یہ تو وہی پیمانہ بوسیدہ اور ازکار رفتہ نظریہ ہے جس کو عرب کے گنواروں نے اختیار کیا ہوا تھا۔ جدید کے بعض ملامد اگر یہی عقائد
رکھتے ہیں تو اس کو ترقی یافتہ تصور محققانہ نظریہ نہیں کہا جاسکتا۔ ترقی یافتہ اور مستقانہ نظریہ وہی ہے جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور جس کا
اعلان اود تبلیغ محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے۔

۳۴ خالقِ مقرر کے انکار اور بعثت و قیامت کے بعد ان کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ وہ محض تعجب و تمہین کے گھوٹے دوڑا رہے ہیں۔

۳۔ وقرین قیامت کے امکان بلکہ اس کے ضرورتی اور یقینی حکمت ہونے پر تو غمخس اور ناقابلِ تروید و لامل پیش کیے جاتے ہیں لیکن ان کے پاس انکارِ قیامت کی کوئی دلیل نہیں۔ زیادہ سے زیادہ، اگر وہ کچھ کہتے ہیں تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ ہمارے مرنے ہونے باپ دادوں کو زندہ کر دیکھو۔ ہم ان جانیں گے کہ قیامت برپا ہوگی۔ ان کے اس قول کی لغویت واضح ہے۔ ان سے یہ کس نے کہا ہے کہ اس دنیا میں انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ بعدِ قیامت انہیں زندہ کیا جائے گا۔ ان کے اس فہل قول کو محنت سے لے لیا گیا ہے کہ وہ اسے ایک قویٰ محنت کے طور پر پیش کرتے تھے۔ انہم اولوالبابہ کمایدلی المحتج لمحضتہ ولانہ فی حسابانہم وتقديرہم حجة۔

تھے ان کے تمام نظریات باطلہ کی تردید کر دی گئی۔ انہیں بتا دیا گیا کہ زمانہ بپارہ خود مخلوق ہے۔ اس کی شبیہیں اور شاہیں اس کی

لَا يَعْلَمُونَ ۖ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ

نہیں جانتے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی ۳۶۲ اور جس روز ہر پاہر کی قیامت

يَوْمَئِذٍ يَخْسِرُ الْمُبْطِلُونَ ۖ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ

اس روز سخت نقصان اٹھائیں گے باطل پرست ۔ اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ گنہگاروں کے بل کر ہواشت ہر گروہ کو بلایا جائے

تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ۚ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ هٰذَا كِتٰبُنَا

گواہی کے صحیفہ (عمل کی طرف) انہیں کہا جائے گا، آج تمہیں بدل دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے ۔ یہ ہمارا نوشتہ ہے

يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنبِئُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ فَاَمَّا

جو ہوتا ہے تمہارے بارے میں ہی اللہ ہم کو دیا کرتے تھے جو تم (دنیا میں) عمل کیا کرتے تھے ۔ پس

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيَدْخُلُوْهُمْ رَبُّهُمْ فِىْ رَحْمَتِهٖ ۚ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔

ہمارا اور جنسِ انسانی اس کے خالق کے اشارہ کی مرہونِ منت ہیں نہ اس میں شورشِ اوراک نہ قدرت نہ اختیار وہ کیسے مؤثر معیت ہو سکتا ہے۔ دہر نہیں بلکہ خالق دہر تمہیں زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے سو ہی قیامت کے دن ایک جگہ جمع کئے گا اس میں ذرا شک نہیں، ناواقف اور بے خبر لوگ ہی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے۔

۳۶۲ آسمانوں اور زمین کا خالق ہی وہی ہے اور ملک بھی وہی۔ ایسے قادر و قیوم کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے اس حقیقت کو آن تسلیم کر لو ورنہ قیامت کے روز غلط فہمیت سے ہزٹ کاٹو گے اور اس وقت حسرت و مذمت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۳۶۳ حساب کے خوف اور باز پرس کی ہیبت سے لوگ اتنے مرعوب اور دہشت زدہ ہوں گے کہ ان کے لیے سیدھا کمزور ہونا مشکل ہو جائے گا۔ بڑے بڑے سرکش اور مغرور لوگ گنہگاروں کے بل کھڑے ہوں گے ہر گروہ کو ان کے صحیفہ عمل کی طرف بلایا جائے گا اور اسی کے مطابق ان سے باز پرس ہوگی۔

۳۶۴ انہیں کہا جائے گا یہ صحیفہ اعمال ہے جو آج تمہارے متعلق بلا کم و کاست سچی گواہی دے گا تمہارے اعمالِ خستہ میں سے کئی کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور تمہیں مجرم گردانے کے لیے تم پر غلط الزامات نہیں لگائے گئے۔ جو نیک و بد اعمال تم کہتے رہے یہ اسی کا مصدقہ ریکارڈ ہے۔

ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَتِي

یسی وہ روشن کامیاباں ہے نہ اور جو لوگ گنہ گرتے ہیں نہ (ای سے پوچھا جائے گا) کیا میری باتیں تمہارے

تُثَلِّىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا تُجْرِمُونَ ﴿٦٩﴾ وَإِذَا قِيلَ

سلسلے دوست میں کی جاتی تھیں پھر تم دشمن کو تہنیز کیا کرتے تھے اور تم لوگ (عادی، مجرم) تھے۔ اور جب تمہیں کہا جاتا تھا کہ

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مِمَّا نَدْرِي مَا

انہ کا وہ سہا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم بڑے غرو سے کہتے ہم نہیں جانتے قیامت

السَّاعَةِ إِنْ تَنْظُرُ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّقِينَ ۚ وَبَدَّ الهمُّ

کیا ہے۔ ہمیں تو یہ بھی ایک گمان ساجوتا ہے اور ہمیں اس پر (قطننا) نکتہ بین نہیں۔ اور ظاہر ہو گئے ان کے لیے

سَيَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٧﴾ وَقِيلَ

نہیے نتائج ان کے کرتوتوں کے اور بہتوں سے گھیر لیا انہیں اس عذابِ افسہ میں کا وہ مذاق اڑا رہے تھے۔ اور (انہیں) کہہ دیا گیا

ہمارے حکم سے فرشتے تمام اعمال کو منضبط تحریر میں لاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کس طرح ہمارے جملہ اعمال کو مکتوب ہے اس کی حقیقت کے
 ادراک سے اگر ہم قاصر بھی ہوں تو بھی اس کا انکار ممکن نہیں۔ کسی کی گفتگو کو بعینہ اس کے صوتی لہجوں کے ساتھ محفوظ کرنے کے کتنے طریقے چند
 سالوں میں ایجاد کر لیے گئے ہیں جن کا کل ٹیکہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ٹیپنگ ایک چھوٹی سی ریل میں کیا کچھ محفوظ نہیں کر لیا جاتا۔
 میں ممکن ہے کہ کل ہم اس سے بھی زیادہ معجز العقول طریقے دریافت کر لیں جن کے ذریعے الفاظ، حرکات و سکنات کو اسی طرح منضبط کیا
 جاسکے۔ جب انسانی مہارت کا یہ عالم ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ وہ ہماری زندگی کے روز و شب کی سہ گریوں کو
 وہی طرح ریکارڈ کرے۔

ننگہ وداہل ایمان جو عمر بھر صراطِ مستقیم پر چلے گئے ان کے ہر قدم میں نہ کہنے ان کو اللہ تعالیٰ اپنے نیا بان رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اس رحمتِ خاصہ کی شانِ ذلتِ حق تعالیٰ میں ملاحظہ فرمائیے۔ طالبِ عون کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے کہ اس کا محبوبِ کریم اس کا محبوبِ حقیقی اس کو شاندار کامیابی کا شرف دے سکتے۔ اے میرے بندے! تمہیں لا کھلا کو مبارک کرنے اس امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔

۱۲۷۔ ان آیات میں کفار کے عبرت ناک انجام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے تمہیں خواہ غفلت سے

الْيَوْمَ نَنْسِكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا أَوْكُمُ النَّارُ وَ

آج ہم قیس فراموش کر دیں مگر جس طرف تم نے فراموش کیے رکھا ہے اس دن کی طاقات کو اور تمہارا شکنا آگ ہے اور

مَا لَكُمْ مِّنْ نَّجْرَيْنِ ۖ ذَٰلِكُمْ بِأَنكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَّعَرَّيْتُمْ

تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ یہ اس لیے کہ تم نے بنا رکھا تھا اللہ کی آیتوں کو مذاق اور فریب میں مبتلا کر دیتا

الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ فَاَلْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٢٠﴾

تمہیں ونیری زندگی ملے۔ پس آج وہ نہیں نکلتے بنائیں گے۔ آگ سے لورہ نہیں تڑپ کر کے اپنے سب کو راضی کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ ۱۲۵

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَهُ

پس انہ کے لیے ہیں سب تعریفیں جو سب سے اعلیٰ انسانوں کا اور سب سے کمین کا (اور جی) سب سے اعلیٰ انسانوں کا پروردگار ہے ۴۲ اور فقط اسی

الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

کے لیے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی مسرت والا، حکمت والا ہے۔

بیدا کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ سرکش اور نافرمانی کی جو راہ مہر نے اپنے لیے پسند کی تھی ہم نے اس کے ہونا ک انہما سے تمہیں بار بار آگاہ کیا، لیکن تم مانتے سے انکار کرتے رہے اور ہماری آیتوں کا مذاق اڑاتے رہے۔ جاؤ **جہنم** میں! آج تمہاری فریاد رسی کہنے والا کوئی نہیں۔

۲۲ المستعتاب : طلبت الی الحسنی الرجوع عن اساءاتہ یعنی کسی بدکار سے یہ مسئلہ کہ اگر وہ اپنی بدکاری سے رجوع کرے مقصد یہ ہے کہ قیامت کے روز جب حقیقت ان پر عیاں ہو جائے گی ان کی ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی اپنے غرور و سرکشی کے بُرے نتائج ان کو اپنے ذمہ میں لے لیں گے۔ دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اس وقت وہ چاہیں گے کہ انہیں ایک بار توبہ کا موقع دیا جائے اور ایک مرتبہ اپنے کریم و رحیم پروردگار کو راضی کرنے کی ٹہلت ملی لیکن ایسا نہ ہو گا۔ ای لا یطلبہم ان یرضوا ربہم بالتوبۃ لقوات اوانہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یعد الموت من مستعتب۔ (منظری) حضور نے ارشاد فرمایا کہ موت کے بعد توبہ کرنے کی ٹہلت نہیں ملے گی۔

۴۳ اس ضرورت کا انتقام کس شناسا اور اثر آفریں انداز سے ہو رہا ہے۔ عالم کے مصائب و مقتار کا انکار کرنے والے انکار کرتے رہیں اور اس پر اپنے لاعلمی و دلائل کا انبہار لگاتے رہیں۔ شرک کرنے والے اپنا منہ کالا کرتے رہیں اور شرک کو ثابت کرنے کے لیے وہاں کو

جتن کہتے ہیں، ان کے حکم سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔ کوئی ماننے یا نہ ماننے ہر قسم کی تواریفوں اور ٹٹاگتروں کے افق صرف اللہ تعالیٰ ہے جو آسمانوں کا نسب، زمین کا نسب بلکہ سب جہانوں کا نسب ہے۔ پتی اور سرحدی عظمتیں اور ہر نوح کی بڑائیاں اسی کو زیبا ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں اس کی کبریائی کا ڈھنگ رہا ہے۔ وہی سب پر غالب اور بڑا وانا ہے۔

فلله الحمد رب السموات ورب الارض رب العالمین وله الکبریا فی السموات والارض
وهو العزيز الحكيم.
والصلوة والسلام علی رسولہ النبی الامی سیدنا ومولینا محمد شفیع المذنبین
انیس النوریا والمساکین وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہ الی یوم الدین.
فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلمًا والحقتی بالصلحین.
ربدرجہما کما ربیا فی صفیرا.

تعارف

سورة الاحقاف

فائدہ: آیت ۲۱ میں الاحقاف کا لفظ مذکور ہے یہی اس سورہ مبارکہ کا نام ہے۔ اس سورت میں چار کوع اور پینتیس آیتیں ہیں اس کے کلمات کی تعداد چھ سو چوبیس اور حروف کی تعداد دو ہزار پانچ سو پچانوے ہے۔

زمانہ نزول: یہ سورت ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آخری آیت فاصب کا صبر اولو للعزم من الرسل اے حبیب! آپ یوں صبر فرمائیے جس طرح اولو العزم رسولوں کا شیوہ تھا، کے کلمات صاف بتا رہے ہیں کہ یہ کئی زندگی کے اس دور میں نازل ہوئی جب کفار کے ہم وقتہ کی انتہا ہو گئی تھی۔ وہ اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر غضب ناک ہو رہے تھے وہ ہر قیمت پر اس شیع کو بجا دینا چاہتے تھے۔ قرابت، رشتہ داری، ہمسائیگی کے سارے رشتوں کو پاؤں تلے روند چکے تھے۔ ہم وطن اور ہم قوم ہونے کا بھی کوئی پاس نہ رہا تھا، جسے کہ انہوں نے کہہ کے تمام کافر قبائل کو جمع کر کے بنو ہاشم اور مسلمانوں سے معاشرتی قطع تعلق، ہوشل بائیکاٹ کا تحریری معاہدہ کیا تھا اور اس کو ایک منہ دہی میں بند کر کے بڑی حفاظت کعبہ میں رکھ دیا تھا۔ اس معاہدے میں یہ تحریر کیا گیا کہ سارے قبائل بنو ہاشم سے یمن دین، شادی بیاد کا سلسلہ کلیتہً بند کر دیں گے۔ کھانے پینے کی اشیاء بھی انہیں فروخت نہیں کریں گے۔ تین سال تک حضور اپنے خاندان اور اپنے جان نثاروں کے ہمراہ شیب ابی طالب میں محصور رہے۔ العزم کا لفظ نے اذیت دہانی کی مدد کر لی۔ کئی زندگی کے یہ آخری سال تھے جب اس سورہ کریمہ کا نزول ہوا۔

اس سورت میں جنات کی ماضی کا بھی ذکر ہے۔ جنات نے متعدد بار شریف باریابی حاصل کیا۔ جس ماضی کا ان آیات میں ذکر ہے اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوحی وکلا سے واپس تشریف لارہے تھے۔ حضور کے ہمراہ چند صحابہ بھی تھے اور صبح کی نماز ادا کی جا رہی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ، سعید بن جبیرؓ، مجاہد اور دیگر کابر کا خیال یہ ہے کہ جب حضور حائف سے واپس تشریف لارہے تھے، اس وقت جنات نے ماضی دی۔ اس قول کے مطابق سورت کا زمانہ نزول نبوت کا دسواں سال یا گیارہویں سال کا آغاز ہو گا کیونکہ دسویں سال میں جناب ابوطالب کی وفات ہوئی ایک ماہ بعد انم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرما گئیں۔ حضور کے قلب نازک کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس سال کو حضور نے عام الحزن یعنی رنج و اندوہ کا سال قرار دیا۔ کفار کے جو دھم میں ہوشربا اضافہ ہو گیا۔ ان روج فرساعات میں حضور نے طائف کا رخ کیا کہ شاید بنی ثقیف کے سردار اس دعوت کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن انہوں نے انتہائی شقاوت کا مظاہرہ کیا۔ قدیم مہائی تھے عبدیاسیل، مسود، عبید، قریش کی ایک خاتون بھی ان کے ہاں بیابھی ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایمان لانے کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے: اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہو تو میں غدوب کعبہ نوحی کر چکیں گوں گا۔

دوسرے بولے: کیا نہ کو آپ کے سوا رسول بنانے کے لیے کوئی دوسرا ملا؟ میرے بھائی نے یوں اظہار خیال کیا: بھدائیں آپ سے ہرگز بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کی شان اتنی اونچی ہے کہ میری مجال نہیں کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں اور اگر آپ خود ساختہ رسول ہیں تو پھر آپ اس قابل نہیں کہ آپ سے گفتگو کی جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب واپس جانے لگے تو انہوں نے شہر کے لشکروں اور اربابوں کو پیچھے لگادیا۔ وہ طرح طرح کے آوازے کئے، گستاخیاں کئے اور تہمیدارستے پیچھے بولے۔ حضور کی پتیلیں رملوں سے لہولہاں ہو گئیں، جوتیاں خون پاک سے بھر گئیں، ایسی حالت میں طائف سے باہر تشریف لائے۔ قریب ہی ربیعہ کے بیٹوں عقبہ اور شیبہ کا ایک باٹا تھا حضور وہاں سستانے کے لیے ٹہرے اور اپنے دل درد مندی فریاد اپنے کریم اور قدیر رب کی بدگاہ میں بایں الفاظ پیش کی:

اللہ! اپنی کمزوری، اپنی بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے باغی کا شکوہ میں تیری جناب میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! کمزوروں کا تو ہی آسرا ہے اور میرا ب تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے سپرد کر رہا ہے؟ ایسے بندے کی طرف جو ترش زبونی سے مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ کیا کسی دشمن کو گھٹنے میرے کام کا مالک بنا دیا ہے اور مجھ پر تیری ناراضگی نہ ہو تو مجھے (ان اہم و مصائب) کی ذرا پروا نہیں! لیکن تیرا دامن عافیت میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے نعتے پاک کے نور کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا تیری ناراضگی مجھ پر آتے۔

لَقَدْ اَلَيْتَنِي حَتَّى تَرْضَى لِحَوْلٍ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (ترجمہ) عقبہ اور شیبہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حالت میں دیکھا تو ان کا دل پیسج گیا۔ انہوں نے اپنے غلام تھاس کو بلایا اور کہا کہ انہوں کو ایک گھنٹے لو اس کو ایک طشتری میں بکھو اور اس کے پاس لے جاؤ۔ جب تھاس نے وہ طبق حضور کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نے بسم اللہ کہا اور کھانا شروع کیا۔ تھاس نے تعجب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس ملاقات کے لوگ تو کھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا کرتے۔ حضور نے پوچھا تم کس ملاقات کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ کہنے لگا میں نصرانی ہوں اور عینونی کا رہنے والا ہوں۔ حضور نے پوچھا کیا تم مرد پاک یونس بن نوحی کے شہر کے رہنے والے ہو۔ تھاس کہنے لگا آپ کو یونس کا کیسے علم ہے؟ فرمایا وہ تو میرے بھائی ہیں۔ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ تھاس نے جھک کر حضور کے مبارک کوہر دیا اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو چوم لیا۔ واپس گیا تو عقبہ اور شیبہ نے پوچھا تمہارے ان کی قد بوسی کیوں کی کہنے لگا اس وقت رومن زمین پر ان سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جو نبی کے بغیر کوئی نہیں بتا سکتا۔

وہاں سے روانہ ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وادعی ٹکڑے میں پہنچے۔ وہاں شب باش ہوئے۔ جس کی نماز میں حضور تلاوت فرما رہے تھے کہ نصیبین کے جنات کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاوت سنی تو سب وہیں جم کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو اس کے نبی کی پاک زبان سے سننے میں محو ہو گئے۔ جب اپنی قوم میں واپس گئے تو قرآنی تعلیمات سے انہیں بھی آگاہ کیا۔

مضامین: جیسے مندرجہ بالا طور سے واضح ہوا کہ یہ سورت نبوت کے دسویں سال کے آخر یا گیارہویں سال کے آغاز میں مکہ میں نازل ہوئی اس لیے اس میں ان کی اصلاح کی طرف پوری توجہ دی گئی ہے۔ ان کے معبودان باطل کی بے بسی اور بیکسی کا پردہ چاک کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اس قدر لال کیا گیا ہے۔ قیامت پلے میں وہ جن شبہات میں بڑی طرف الجھے ہوئے تھے ان سے بچنے کا انہیں راستہ بتایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے بیمار اذہان جس خود ستانی اور خود فریبی کے مرض کا شکار تھے اس کو عیاں کیا گیا ہے۔

عوام الناس اسلام کی سچی تعلیمات سے متاثر ہو کر اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سیرت و صورت سے مسحور ہو کر اسلام کی طرف راغب ہونے لگتے تو یہ لوگ ان سادہ منش عوام کو یہ کہہ کر اسلام سے برگشتہ کر دیتے کہ اسے لوگو! ہمیں دیکھو اس بھرے شہر میں اس سادے علاقہ میں علم و فہم میں ہمارے پائے کا کوئی دوسرا آدمی ہے یا کوئی ایسا شخص ہے جسے احوالِ عالم کا تجربہ ہم سے زیادہ ہو۔ تمہارا مشاہدہ ہے کہ جنگِ اہلِ صلح ہر حالت میں جاری رہے ہی صائب اور درست ہوتی ہے۔ مزید برآں ہائی قسمت کا ستارہ بڑی بندھ رہا ہے۔ اپنے بہت کی ارجندی کے باعث ہر اچھی بات کی طرف ہم سب لوگوں پر بہت لے جاتے ہیں۔ اگر اسلام کوئی اچھا دین ہوتا تو ہاں علم و فہم، تجربہ اور فراست کیا اس کو قبول کرنے میں ہم پیچھے رہ جاتے اور یہ مجاہد بھونکنے والے اس معاملے میں ہم سے بہت لے جاتے یہ کیونکر ممکن تھا اس لیے ہمارا اس دین کو قبول نہ کرنا اس بات کے لیے کافی سند ہے کہ یہ دین کسی معرفت کا نہیں بلکہ بیکار محض ہے۔

یہ ان کی ابلہ فریبی تھی جس میں وہ عمر بھر مبتلا رہے۔ خود بھی اسلام کے سرچشمہ شیریں سے فیض یاب نہ ہوئے اور جہاں تک بن پڑا عوام کو بھی اس سے دور رکھتے رہے۔

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات جس نڈر پر بد انقلاب سے اپنے مننے والوں کو ہٹنا کر دیتی ہیں اس کی وضاحت دو آدمیوں کے خیالات کا تذکرہ کے فرمادی۔ ایک مومن اور دوسرا کافر۔

آیت ۱۵ کے آخر میں جو دہلے اس کے آئینہ میں بنفہ مومن کی آرزوؤں اور متاعوں کا عکس جیل آپ کو نظر آئے گا اور آیت ۱۶ میں ایک کافر کی غلطی کی غلطی کی تصویر صاف صاف دکھائی دے رہی ہے۔

اہل مکہ کو قومِ ملکہ کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ان کی برہادی کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی قوت و طاقت عطا فرمائی تھی۔ انہیں ظاہری اور باطنی صلاحیتیں مرحمت کی تھیں۔ وہ اگر چاہتے تو اپنے پروردگار کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے اور مزید انعامات و احسانات کے مستحق بن جاتے۔ لیکن آیت الہی سے بے اعتنائی، بلکہ ان کا استہزاء اور اذیت کی گزیر کی عادت نے انہیں برباد کر کے رکھ دیا۔ پھر نہ مال و دولت ان کو ہمارے صائب سے بچا سکی نہ علم و فہم میں ان کا کمال و مہارت ان کے کسی کام آئی۔ اپنی بد کاریوں کے باعث وہ حرفِ غلط کی طرف نیست و نابود کر دیے گئے۔

کفار و مشرکین کی طرف سے جب حد درجہ فساد و عداوت کا اظہار کیا جانے لگا وہ مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتے۔ خود ذاتِ پاک حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی جی بھر کر ستاتے۔ تو ان کی بربریت کا مقابلہ کرنے کے لیے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو صبر کی مثال کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل۔ بے شک اہل حق کے لیے ہمیشہ سے صبر ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے وہ دشمن کے گرد فریب کا بھی تقابلاتے ہیں اور اسی سے مسلمان جو کہ دشمنانِ حق کے جدید ترین مسلح جنگی اسلحہ کو بھی ناکارہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ہماری آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی ہتھیار سے باطل کو شکست دی اور حق کا پرچم بلند کیا اور ہم مظلوموں کے لیے جی کامیابی اور فلاح کا یہی طریقہ ہے۔

سُوْرَةُ الْاِحْقَافِ كَيْتَرُوْهُ خَمْسُوْنَ شَايِلُوْا اِيْتَرُوْا رَكُوْعًا بِكَ

سورۃ الاحقاف مکی ہے اور اس کی پینیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

حَمَّ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا

ما-یم۔ اُڑی گئی ہے یہ کتاب اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب بہت دالمت ہے۔ ۱۔ نہیں پیدا فرمایا مسم نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ۝

آسمانوں اور زمین کو اور جو کہ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ ۱۔ اور مدت مقررہ تک ۱۔

۱۔ کفار کی مخالفت اپنے شباب پسے وہ بڑی تندہ سے اس بات کا انکار کرے جس میں کفران اللہ کا کلام ہے سورۃ ہاشمہ کی طرح یہاں بھی شریعت کا افتتاح کرتے ہوئے بڑی فصاحت و بلاغت سے بتا دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے وہ اللہ تعالیٰ جو عزت ہی ہے اور حکیم ہی اس قرآن پاک کی برائیت اس کی عزت اور اس کی حکمت کی گواہی دے رہا ہے۔ تنزیل مصعب اور اسمٰعیل منزل کے معنی میں یہاں مستعمل ہوا ہے۔

۲۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق بے مقصد اور محض کھیل تماشا نہیں بلکہ اس میں انجکت حکمتیں ہیں۔ ملائکہ اسی آیت کے اس حصے کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں، اَخْلَقْنَا مَتَلَبَسًا بِالْحَقِّ الَّذِي تَقْتَضِيهِ الْحِكْمَةُ الْتَكْوِيْنِيَّةُ وَالتَّشْرِيعِيَّةُ ذَرَوْنَ الْمَعْنٰی یعنی تکوینی اور تشریعی حکمتوں اور ذراکتوں کا پورا لحاظ کرتے ہوئے اس کی تخلیق کی گئی ہے۔ بنانے والے نے اسے اس غرض اور مہارت سے بنایا ہے کہ اس میں کسی قسم کی اصلاح اور ترمیم کی گنجائش نہیں۔ جو چیز جیسی بنادی ویسے ہی بنی چاہیے حتیٰ جو چیز جیسا بنادی گئی ہے وہی اس کی موزوں ترین جگہ ہے۔ کوئی مهندس کوئی معزز فنون لطیفہ کا کوئی ماہر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر یوں نہ ہوتا یا ایسا ہوتا تو زیادہ مفید زیادہ کارآمد اور خوش و غرضی کے اعتبار سے زیادہ دل کش ہوتا۔ جتنا زیادہ کوئی فرد فکر کرے گا اس نظام کی خوبیوں اور لطافتوں کو دیکھ کر دنگ رہ جائے گا۔ لے انسان! تو اس مطلق عظیم کا شاہکار ہے تیرے ہائے میں اس نے خود اپنے فخر سے فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ خدا اپنی رعایوں اور بندگان کو آئینہ نظرت میں دیکھ کر تجھے محسوس ہو گا کہ زمین کی وسعتیں پہاڑوں کی جڑیاں سمندروں کی رواتیاں آسمانوں کی پنائیاں تیری عظمت کو سلام کر رہی ہیں۔ تو ان میں نہ کہو بجا۔ تو خود مہرے خادم نہ بن۔ تو مظلوم نہ بن۔ طلب نہیں۔ اگر طالب بننا ہے تو اس کو اپنی جس نے تجھے یہ سن یہ رعنائی عطا فرمائی ہے۔

۳۔ اجل مسخ فرما کر بتا دیا کہ اس جہاں کی کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہر چیز کو اس کے خالق نے جس طرح بڑی حکمت

وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ﴿۳۹﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ قَاتِلُكُمْ

اور کفار اس چیز سے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے نہ گروان کرنے والے ہیں۔ فرمائیے: کیا تم نے غور سے دیکھا ہے کہ تمہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ أُرُوْنِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ

تم اللہ کے سوا خدا کو کہہ سکتے ہو (جہاں) کچھ بھی تو کماؤ جو پیدا کیلئے انہوں نے زمین سے یا ان کا آسمانوں (کی تخلیق) میں

فِي السَّمٰوٰتِ اِيتُوْنِي بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اُتْرٰقٍ مِّنْ عِلْمٍ

جو تمہارے لئے ہے (کہ) لاؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے آئی ہو یا کوئی (دوسرا) علمی ثبوت ہے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا مِنْ دُونِ

اگر تم سچے ہو - اور کون زیادہ گمراہ ہے اس (بدعت) سے جو پکارتا ہے اللہ کو چھوڑ کر

سے پیدا فرمایا ہے اسی طرح اس کے لیے ایک مینا بھی مقرر کر دی ہے۔ جب عمر رسیدہ اور پوری ہو جانے کی تو وہ چیز فنا ہو جائے گی۔ تم آسمانوں کی پہنچ اور زمین وغیرہ کی مضبوطی کو دیکھو کہ اس خدا فی میں بتلائے ہو باؤ کو دنیاوی ہی ہے کہ کہیں فنا ہوگی۔ اس دنیا کی عمر طویل ہو سکتی ہے لیکن اسے ایک روز ختم فرمادہ ہوگا۔ اس کے بعد تمہیں پھر زندہ کیا جائے گا اور تم سے تمہارے اعمال کی پوری ہوگی خوش نصیب وہ ہے جو بروقت ہوشیار ہو جائے اور اپنے مستقبل کو درخشاں کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے وہ لوگ جو شرک و فحش کے باعث قلب سلیم کی نعمت سے محروم ہو چکے ہیں وہ اس نپید و عظمت کی قدر نہیں کرتے بلکہ انہیں نا اہل اور برہمنی کا شمار کرتے ہوئے منہ منڈالتے ہیں۔

۳۹ مشرکین جو بڑے بڑے شہر سے اپنے بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کا اس پر انہیں لڑکا جاتا تو وہ بہت پرہیزگار ہوتے۔ ان سے پوچھا جاتا ہے کہ جس کو تم نے معبود بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر تم نے ان کی پوجا شروع کر رکھی ہے۔ کیا اس کی کوئی مستقل وجہ بھی تم بتا سکتے ہو؟ کیا کہ زمین کی کسی چیز کے وہ خالق ہیں؟ آسمان کی آفرینش میں کیا ان کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تمہارے پاس کوئی تحریری ثبوت ہے تو پیش کرنا ورنہ اگر تم خدا اس بات کا اعتراف کرتے ہو کہ اس وسیع و عریض کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خالق اللہ ہے تو پھر اس خالق و حکیم کو چھوڑ کر کسی شے پر کسی بے روح یا بے شعور شے کی پوجا کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ ماتدعون: ماتبدون (روح المعانی) اس آیت میں ماتدعون کا معنی ماتبدون ہے یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ ماتدعون: ماتبدون (ظہری) ماتدعون: متبدون (مکر)

۴۰ ۳۹ اگر تمہارے بتوں نے زمین و آسمان کی تخلیق میں کچھ حصہ لیا ہے تو اسے دلیل سے ثابت کرنا قرآن کریم کو تو تم تسلیم نہیں

اللّٰهُ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ

لیے مہرود کو جویاست تک اس کی فریاد قبول نہیں کر سکتا اور وہ ان کے پکارنے سے ہی

غفلون ﴿وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ

غافل ہیں۔ اے اور جب تک کیے جائیں گے لوگ (روزِ محشر) تو وہ مہرود ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا صاف

کتنے آخر اس سے پہلے جس کی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان میں سے کسی میں یہ لکھا ہوا نہ کہ وہ کہ تمہارے غلاں بُت یا غلاں مہرود نے زمین و آسمان کی غلاں چیز بنائی ہے۔ اگر تم اس قسم کا کوئی مولد کسی آسمانی کتاب سے نہیں دیکھ سکتے تو پہلو کوئی عقل ثبوت ہی پیش کر دو۔ علامہ ابن حیان نامہ سن اشراق من علم کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ای بقیۃ من علم ای من علوم الاولین۔ یعنی وہ علم جو پہلے علماء و عقلاء سے منقول ہوتا پلا آ رہا ہے ابوطی بن عبدالرحمن اور قتادہ کے فرمایا او خاصۃ من علم یعنی وہ علم جو صرف تمہیں حاصل ہوا تم سے پہلے جو لوگ گورے میں ان کی رسائی اس تک نہیں ہوئی۔ اگر تمہارے پاس نہ کوئی نقل دلیل ہے اور نہ عقل دلیل تو پھر قادیان بوجہ کہ ایسی عقلی نہ کرو جس کی کسنا ابدی جہنم ہے۔

اے مشرکین بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بیت اللہ شریف میں ۲۶۰ بت نصب کر رکھے تھے اپنے اپنے گھروں میں جو نور تیاں انہوں نے سجا رکھی تھیں وہ ان کے ملاوہ تھیں۔ ان کی اس کمال گراہی بلکہ طاقت کو بڑے نوراً لازم پیش کیا ہوا ہے کہ اسے عقل کے نام سے اتم ان بتوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔ بلا کسی شکل و صورت میں تمہاری مدد کیا خاک کریں گے اس سے زیادہ نادان اور گمراہ اور کون ہو سکتا ہے۔ علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں ای اضل من ید عسا من دون اللہ احساناً و یطلب منها ما لا تستطیعہ الی یوم القیامۃ وہی غافلۃ عما یقول لا تسمع ولا تبصر ولا تبطل لانیسا جساد حجارة صخرۃ تفسیر ابن کثیر

یعنی اس آدمی سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرے اور ان سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ جو وہ کہہ رہا ہے وہ اس سے غافل ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کہتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں جو بالکل بے ہیں۔

علامہ ابن حیان نامہ سن اشراق کی عبارت میں ملاحظہ ہو:

یدعون من دونہ جملاً لا یتجیب لهم ولا قدرۃ بہ علی استجابۃ۔

یعنی وہ ایسے بے جان پتھر کو پکارتے ہیں جو انہیں نہ جواب دے سکتا ہے اور نہ اس میں جواب دینے کی طاقت ہے۔ بعض فہم جو لوگ جہنم کے آقا کو امتیاز کا شکر بنانا چاہتے ہیں رات دن اس دمن میں لگے رہتے ہیں کہ منت میں ہی منت تخلیق کریں۔ وہ یہ آیت الہی منت پر پہاں کرتے ہیں دعا اللہ بکرمہ تعالیٰ الی منت میں سے کوئی ان پر مدد نہ کرے نہ ہی اللہ جل مجدہ کے برا

کسی کی قدرتی اور الوہیت کا عقیدہ فاسد نہیں رکھتا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب تمام نبیوں کے سرور تمام رسولوں کے سر تاج اپنے
آقا و مولیٰ اور دونوں جہان کے آسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اشہد ان محمدنا
عبدہ ورسولہ اور نماز میں کئی کئی بار اس شہادت کا اعادہ کرتا ہے تو وہ کسی اور کو کیز کر خدا یا خدا کا ہمسر اور شریک تصور کر سکتا
ہے۔ یہ محض بہتان اور افتراء عظیم ہے کہ اہل سنت کسی کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔ ہذا افک مہین و بہتان عظیم۔

ضیاء القرآن میں مختلف مقامات پر اس کی تشریح گزری ہے۔

خارجیوں (جدید اور قدیم) کے ملاوہ تمام است اس بات پر متفق ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ یکس پناہ
میں جب کوئی تلام ملوہ و سلام عرض کرتا ہے تو حضور اس کو سلام کا جواب فرماتے ہیں جس کو خواہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں اور لذت
جواب سے سرشار ہوتے ہیں۔ مصر کے شہر رول کا ل حضرت نیا محمد غامی رحمۃ اللہ علیہ جب روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو بعد ادب نیاز
عرض کی الصلوۃ والسلام علیک یا حبیبی۔ اے میرے نانا پاک آپ پر صلوۃ و سلام ہو۔ روضہ اقدس سے جواب آیا۔
وعلیک السلام یا ولدی اے میرے بچے تجھ پر بھی سلام۔ یہ سن کر آپ پر وہ کی کیفیت طاری ہو گئی اور فی البدیہہ یہی
عرض کی:

فَإِذَا خَالَفَ الْبُعْدُ وَجِي كُنْتُ أَنْجِلَهَا تَقْبِلُ الْأَرْضَ عَسْتَجِي وَجِي تَلْبِيَّتِي

جب میرا جسد خاک یہاں سے دور تھا تو میں آستانہ بوس کے لیے اپنی زوچ کو بھیج کر کہتا

وَهَذِهِ ذُوْلَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَأَعْدَدْتُ بِمِثْلِكَ كَيْ تَحْظِيَ بِمَا شِئْتِي

اب تو میں خود بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں۔ دست پاک نکال دیتا کہ میں بوسہ دے کر دل کی حسرت پوری کر سکوں۔

دست مبارک باہر آیا جس کو آپ نے بوسہ دیا ہزار آدمیوں نے اس کو کیا۔

اس واقعہ کو دیگر علماء کے ملاوہ ملازمین علی نے شریعہ اقصیٰ میں اور مولانا تھانوی نے اپنے رسائل میں بیان کیا ہے۔

حضرت شرف الدین برصیری رحمۃ اللہ علیہ کو فانی کا مرض لاق ہوا۔ نصف ہیم بے کار ہو گیا آپ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی بناسب میں فراد کی اسی رات زیارت سے شرف ہم نے حضور نے دست مبارک ان کے ہاتھ پر چھو لیا یہ فرماشلا یا اب ہو گئے
مولانا شرف علی تھانوی نشر الیسیب مطبوعہ دیوبند ۲۳۲۲ اس واقعہ کو کہنے کے بعد تحریر کرتے ہیں اسے آپ بھی نہیں:

اور یہ اپنے گھر سے نکلتے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سنا دیجیے جو آپ نے
مرتب نبوی میں کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کون سا قصیدہ؟ اس نے کہا جس کے اول میں ہے اَجْنُ تَنْدُکِ جَبْرَانِ بِنْدِی سَلَمُ اِنْ کَوْتَجِبْ
ہوا کیونکہ انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔ اس درویش نے کہا واللہ! میں نے اس کو اس وقت سنا ہے جب یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پڑھا بار بار تھا اور آپ خوش ہو رہے تھے۔

یہ قصیدہ آپ زور سے کہنے کے قابل ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے پسند فرمایا ہے اس کا ایک شعر آپ بھی سن
لیں۔ ان شرک سازوں کے فتوں کی حقیقت کھل جائے گی۔

کَفِرِينَ ۝ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اے کافر! کہیں گے کہ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں جبروتیں ہیں کہہ کر کہتے ہیں کفار۔

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَذَا سَعْرٌ مُّبِينٌ ۚ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ

حق کے بارے میں جب ان کے پاس آیا کہ یہ کھلا ہوا سچ ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ نبی نے اس کو خود گمراہ کیا ہے۔ فرمائیے

مِثْلَ الْكَلْبِ الْفَاسِقِ ۚ مِمَّا يَنْفَعُ مَا فِي مِنَ الْوَيْدِ ۚ يَسْأَلُ عَنْ حُلُولِ الْفُلُوفِ الْعَقَمِ

اے ساری مخلوق سے زیادہ کئی! مصائب کا نام کہہ دو کہ حضور کے بغیر میں کس کے دامن میں پناہ لوں۔

جہاں سے مہم کے نابغہ روزگار شاعر عبد العزیز خاندکی یہ شعرا بھی سن لیں:

تو خورشید سحر تو بد بکامل، ہر ادا تیری
تیری رحمت کے دروازے کھلیں جبر کو مسدود
عزیز خاطر آشفہ حالوں کو نسیا میں
تسکین دینے پر میں کس کا دامن یا رسول اللہ

آخر میں شاہ اسماعیل دہلوی کی یہ عبارت بھی پیش نظر رکھیے۔ وہ اپنے پیر سید احمد دہلوی کے متعلق کہتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم اور حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہما نے ان کو ایک وقت قادری اور نقشبندی سلسلہ کا فیض بخشا۔ چوتھی سلسلہ حصول فیض و نسبت کے متعلق دہلوی صاحب کہتے ہیں:

”مذہب حضرت ایشاں بسوئے مرقہ متور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شغند و بر مرقہ مبارک ایشاں مراقب شستہ وریں اثنا بر علیہم پر فتوح ایشاں ملاقات متحقق شد و انجناب بر حضرت ایشاں توجہ پس قوی فرمودند کہ بسبب آل توجہ ابتدائی حصول نسبت چشتیا متحقق شد۔“ (صراط مستقیم، ص ۱۶۶، مطبع مکتبہ المطالبین کھنہ)

یعنی ایک دن سید احمد صاحب حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مراد مبارک پتھر میں لے گئے اور وہاں مراقبہ میں بیٹھے۔ اس اثنا میں حضرت کی زوہر پر فتوح سے ملاقات نصیب ہوئی۔ خواجہ خواجگان نے آپ پر بڑی درود توجہ فرمائی۔ اس توجہ کی برکت سے نسبت چشتیہ کے حصول کی ابتدا ہوئی۔

بعض جنوں کے بکایوں کو بتایا جاتا ہے کہ مذہب مشرب نہیں پکا کر دیا جائے گا مگر عقائد خاصہ اور اعمال سینکڑوں پر مشتمل ہوگی تو تمہارے وہ جھوٹے جنوں جس کی عمر بھر عبادت کرتے رہے تھے وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ جن کو تم اپنی نجات کا ذریعہ کہتے تھے وہ تمہاری تباہی و بربادی کا سبب بن گئے ہیں وہ تمہاری پوجا پاٹ کا صاف صاف انکار کریں گے سابق آیات میں یہ دعویٰ اور عنہ اعانہم کے الفاظ ہیں مفسرین نے ان کا معنی یہ بدوئے اور عبادت ہم سے کیا ہے اس آیت نے ان کی اس تفسیر کی تصدیق کر دی۔ فرمایا کہ انہو اعباد تہم کافرین۔

شعرا انصاف اور حکمت کی کتنا مناظرہ تھا کہ آیات ربانی کو سن کر وہ اپنی جٹ دھرمی سے باز آجائے حتیٰ کہ قبول کر لیتے اور ان کے

إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُنْ لِىَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا هُوَ أَعْلَمُ بِمَا

اگر میں نے اس کو خود گمراہ ہے تو تم اس طاقت کے مالک نہیں کہ مجھے اللہ سے بچاؤ۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم

تَفِضُونَ فِيهِ كَفَى بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُورُ

مشغول ہو۔ اے وہ کائنات ہے بطور گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان اے اور وہ بہت بخشنے والا، بیش

الرَّحِيمِ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعَ عَاقِلِينَ الرَّسُلُ وَمَا أَدْرِى مَا يُفْعَلُ

رحم فرمانے والا ہے۔ آپ کہتے ہیں کوئی اداکار رسول کو نہیں ہوں۔ اے اور میں (از خود) نہیں جان سکتا کہ کیا کیا جائے گا

دونوں جہان سنور جلتے لیکن ان باتوں کے لئے اللہ یہ کتنا شروع کر دیا کہ یہ صاف صاف ہاں ہے۔

اے کفار کے اس افتراء اور بہتان کا جواب دینے کا حکم مل رہا ہے۔ اگر یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کی میں نے خود اس کو گمراہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی بھونٹ نہایت کر رہا ہوں تو یہ ایک سنگین جرم ہے جس کی سزا بڑی الناک ہے اور تم میں سے کسی میں یہ بہت اور قوت نہیں کہ اگر مجھے سزا ملنے لگے تو تم مجھے پھڑاسکو تم خود سوچو کیا میں اپنی جان پر ایسا ظلم ڈھا سکتا ہوں اور اپنے آپ کو خدا کے غضب کا ہدف بنا سکتا ہوں ہرگز نہیں ہرگز نہیں تم مجھ کو یہ کہہ دو کہ جو مذاق تم کر رہے ہو اور جس شغل میں تم لگے ہو اے اللہ تعالیٰ اس کو بھی خوب جانتا ہے اور تمہاری اس بہتان تراشی کی سزا ضرور وہ تمہیں دے گا۔

تَفِضُونَ، التفاضلة في الشيء، المفاضلة فيه والتفاضل في المفاضلة اي انتم فحول فيه۔ کسی کام میں کمزوری مانا۔ منکم ہر ہاں کسی گنہگار میں محروم مانا۔

میں نے تم پر ہوں یا تم اس کا گواہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی گواہی کے بعد کسی دوسرے گواہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ یہ تم میں بہا نامہ ہے اور ضمیر پر قریح قائل ہے فالسباء زائدة والضمير في محل الرفع على الفاعلية۔ (مظہری)

اے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر کفار طرطرح کے اعتراضات کرتے کہیں کہتے یہ بشر ہے۔ بھلا بشر بھی منصب نبوت پر فائز ہو سکتا ہے؟ کہیں کہتے یہ تو بالکل ہماری طرح کا تا پیک ہے بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ بھلا رسول سے بھی ایسے معمول کام سرزد ہوتے ہیں؟ کہیں کہتے اگر خدا کو رسول بنا کر بھیجتا تھا تو وہ کیا ایسے شخص کو رسول بناتا جس کے پاس نہ مال نہ دولت نہ خدم نہ شتم نہ بھائی نہ اعمان نہ نصار بھلا یہ بھی کوئی ایک ہے؟ ہمارے ہاں بڑے بڑے رؤسا ہیں جو زیرک بھی ہیں اور تجربہ کار بھی ان کے اندر رُوح کا دائرہ بڑا وسیع ہے عرب کے تمام قبائل کے دلوں پر ان کی دھاک ٹپکی جاتی ہے۔ ان کی دولت و ثروت کے افسانے دُور دور تک مشہور ہیں۔ منصب رسالت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کیوں کسی کو منتخب نہ کیا۔ پھر وہ فرمائش کرتے ہیں کہ ہم تب نہیں گئے اگر یہ خشک کالے پہاڑیاں سے دُور ہٹا دیے جائیں، مدینہ کا ایک بہار میدان ہوا اس میں چٹے ابلنے لگیں نہریں بننے لگیں دلیرو و دیرو

بِئِی وَ لَا یُکُذِّبُ اِنْ اَتٰیہُ الْاَمَّا یُوحٰی اِلَیَّ وَ مَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ

میرے ساتھ اور کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ میں تو پیر دی کتابوں جو وہی میری طرف کی بات ہے اور میں نہیں ہوں مگر صاف صاف ڈالنے والا سلا

ان سب ہرزہ سرائیوں کے جواب میں صرف ایک ہی پُر غزبات فرمانے کا حکم دیا کہ اسے رونق بزم ہستی اسے شمع منزل امکان آپ نہیں کہیں کہ کیا میں نذر رسول ہوں مجھ سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا؛ اگر میں پہلا رسول ہوتا تو تمہاری ان اگڑی اگڑی باتوں میں کچھ وزن ہوتا اور ان کے جواب کی طرف توجہ کی بات جب مجھ سے پہلے کثیر تعداد میں پیغمبر آچکے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم بھی ملتے ہو اور ان کا احترام کرتے ہو کیا وہ انسان نہ تھے؟ کیا وہ کھاتے پیتے نہ تھے؟ کیا وہ زرویم کے انباروں کے مالک تھے؟ کیا وہ اپنی امت کی ایسی بے پردہ فرمائشوں کو پورا کیا کرتے تھے؟ جب ایسا نہیں تھا تو تم میرے متعلق یادہ کوئی کیوں کرتے ہو۔ میرا کام ظاہری چشمے ہائی کنائیں نہیں تو معرفت الہی کے چشموں سے تمہارے آجڑے ہونے میں حیات کو از سر نو بہار آشنا کرنے آیا ہوں۔ ان پہاڑوں کو تو تم ڈائنامٹ سے بھی اڑا سکتے ہیں میں ایسے عجائبات اٹھانے کے لیے آیا ہوں جنہوں نے تمہارے دلوں کی آنکھوں کو زندہ بنا رکھا تھا۔ مجھ سے جو اور پختہ کے بجاؤ نہ پوچھو۔ مجھ سے اپنے رب کریم کے قرب و مناسبت کے طریقے سیکھو۔ میں تمہیں اس بیکندہ تصورات سے نکال کر حرم ذات تک لے جاؤں گا۔ مجھ سے اس چوکے بارے میں سوال نہ کرو جو تمہارا گھوڑا اور اونٹ چوک رہے گیا ہے۔ مجھ سے اس رانجن اور ڈاکو کا پتہ پوچھو جو دن و رات تمہارے ایمان و یقین کے خزانوں پر ڈاکہ ڈال رہا ہے۔ اس کا پراپتہ اور نشان بتاؤں گا تم اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لو گے کیا ہوا اگر میرے پاس خزانے نہیں کیا دنیا کے شہنشاہوں کے خزانوں کے قیمتی موتی، علوم و معارف، اسرار و اہل سنت کے ان دہانے آبدار کا مقابلہ کسکتے ہیں جن سے میرے رب نے مجھے سرفراز فرمایا ہے پیغمبر تبار کو نہیں ہوتا کہ تمہاری فرمائشوں کی تعمیل میں لگا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور تمہارا آقا ہے۔ وہ تو صرف اور صرف اپنے رب کی فرمانبرداری کرے گا۔ ہاں! تمہاری عزت و شرف اس میں ہے کہ تم بے چون و چرا اس کی اطاعت کرو۔

ایک ہی فقرہ سے ان کی تمام ہزلیات کا زماں شکنی رو فرمادیا۔

سُورۃ آیت کے اس حصہ کی تفسیر کرتے ہوئے علماء کرام نے متعدد اقوال ذکر کیے ہیں۔ پہلے میں ان کے اسرار و اہل سنت نقل کروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو مفہوم میں سمجھا ہوں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ماقبت اور انجام کے بارے میں رسماً اللہ کے کچھ خبر نہ تھی اور نہ ہی دوسرے لوگوں کے احوال آخرت کا کوئی علم تھا اس قول کے مطابق آیت کا معنی ہو گا کہ مجھے یہ علم نہیں کہ قیامت کے روز میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا اور نہ مجھے یہ علم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا۔

کفار یہود اور منافقین نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگے کہ ایسے نبی پر ایمان لانے سے کیا حاصل! جسے اپنا انجام کی بھی خبر نہیں۔ ہم نہ کہتے تھے کہ یہ قرآن ان کا اپنا گھڑا ہوا ہے۔ اگر یہ منزل بن اللہ تھا تو کیا اللہ تعالیٰ نہیں یہ بھی نہ بتاتا کہ روزِ حشر ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہرزہ سرائی کو ختم کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی لِیُخْبِرَنَّکَ اللہُ مَا تَقْدَمُ

مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَمَا أَظْهَرَ اس آیت سے وہ پہلے آیت (مَا آذَرْتُمْ) منسوخ ہو گئی۔ مہارہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مبارک ہے کہ ہرگز حضور کو تو اپنے بارے میں علم ہو گیا لیکن ہم غلاموں کا کیا حال ہو گا؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ اللہ تعالیٰ ایماندار مردوں اور عورتوں کو جنت میں داخل کرے گا جہاں نہریں بہتی ہیں۔

ملا، محققین نے اس قول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ خبر ہے اور شیخ اخبار کا نہیں ہوتا، اور امر و نہی کا جو کسبہ نیز یہ آیت کی ہے اور سورہ فتح کی آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر سالہا سال بعد نازل ہوئی حالانکہ اگر کسی آیت میں اجمال ہو تو اس کے بیان میں تاخیر نادر ہے نیز سورہت کا ابتدا سے خطاب کفار و مشرکین سے ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیں کہ تم کفار کو بتا دو کہ مجھے اپنے انجام کی کوئی خبر نہیں۔ کفار بڑی آسانی سے یہ کہہ کر حضور کی دعوت کو مسترد کر سکتے تھے کہ جب آپ کو اپنے بارے میں کچھ خبر نہیں تو ہر ایک غیر یقینی چیز کی طرف دعوت دینے کے لیے یہاں کیسے آدھکے؟ جائے تشریف ہے ہلے۔ چنانچہ ابن جریر طبری، قرطبی، عسکری اور دیگر اکابر نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روزِ اول سے اپنی نجات کا یقین تھا۔

قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات میں جن میں اہل ایمان کو مغفرت کا ثبوت ہے اور منکرین کو دوزخ کی وعید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزازات کا ذکر قرآن میں بھی بڑی شرف و بسط سے موجود ہے اور احادیث طیبہ میں بھی تمام محمود، تمام شفاعت کبریٰ، کثرت وغیرہ ان امور کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا اَنْتَ سَيِّدُ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ سَيِّدُ نُوْحٍ اِلَیْہِ اَلْحَمْدُ وَلَا فَخْرَ قَاۡدِمٌ وَمَا یَسُوۡاہُ تَحْتَ لِوَاۡنِیْ وَلَا فَخْرَ قِیَاسَتُہٗ کے روزِ اولادِ آدم کا میں سردار ہوں گا۔ حمد کا جہنہ میرے ہاتھ میں ہو گا آدم اور دیگر پیغمبروں کو میرے جہنہ کے نیچے پناہ ملے گی۔ یہ باتیں مغز پر نہیں کس رہا، حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔

ایسی بے شمار احادیث بھی ہیں جن میں حضور کے مقامات رفیعہ اور درجاتِ ستیہ کا ذکر موجود ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید و تلاوتوں کے بارے میں نام لے کر ان کے شوقی ہونے کی بشارت دی۔ مشرّف بفرمے کہ اس نے گرائی سے کون واقف نہیں جنہیں کریمین کے متعلق فرمایا سیدنا شباب اہل الجنة۔ یہ دونوں شہداء اہل جنت کے جوازوں کے سردار ہوں گے۔ حضرت ثابت بن قیس بن ہشام کا تفصیلی ذکر سورہ بقرہ میں آ رہا ہے کہ معلق فرمایا اے ثابت! اَمَّا تَرَضٰی اَنْ تَبِیْثَ حَبِیْثًا وَتَقْتُلَ شَہِیْدًا وَتَنْتَقِلَ الْبَلَدَۃَ۔ کیا تم اس بات سے انہی نہیں کہ تم عزت و آرام سے زندگی بسر کرو۔ تمہیں شہادت کا شرف بخشا جائے اور تم جنت میں داخل ہو۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔

ان آیات حکمت اور احادیث سمیعہ کی موجودگی میں یہ کہنا بڑی گستاخی ہے کہ حضور کو اپنے انجام کی خبر نہ تھی۔ (معاذ اللہ)

دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے حالات سے بے خبری کا اعلان مقصود ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ دنیا میں میرا کیا حال ہو گا۔ میں شہید کیا جاؤں گا یا میاں سے نکال دیا جاؤں گا۔ اسلام کا میاں ہو گا یا کفر کو طلب ہو گا۔ مسلمانوں کا مستقبل تباہ ہو گا یا تہدیک و تہذیب وغیرہ لیکن اس آیت کو دوسری قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھا جائے اور منکرین حدیث کی طرح تمام احادیث کو من گھڑت نہ قرار دیا جائے تو یہ قول بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نص دین حق کے نلبھاؤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابی کا ذکر قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولًا بِآيَاتِهِ يَهْدِي وَيُذِي الْحَقَّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَدُورِي جُلسَ إِن جُنْدًا لَهُمُ الْغَالِبُونَ۔
 ارشاد ہے وَإِن جُنْدًا لَهُمُ الْغَالِبُونَ کہ مسلمانوں کے ساتھ نصرت اور کامیابی کا پختہ وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ وَكَانَ حَقًّا
 عَلَيْهِمُ انْفُسُ الْمُؤْمِنِينَ یعنی ہمارے ذمہ کرم پر یہ لازم ہے کہ ہم اہل ایمان کی مدد ضرور کریں گے۔

وہ آیات جو مہذبوت کے اہل اجتہاد فی ایام میں نازل ہوئیں ان کے نزول کے بعد ایسے مستقبل کے بارے میں حضورؐ کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ سورہ انفصیل میں صاف طوعہ وارشاد فرمایا: **وَلَا خَيْرَ لَّكَ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَشْفَقْنِي**۔ وَلَسَوْفَ نُعْطِيكَ رَبًّا فَتَرْضَاهُ۔ اے محبوب! آپ کا ہر آنے والا لمحہ گزرتے ہوئے لمحے بہتر ہو گا۔ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش رہو یا نہیں گے۔

غزوہ خندق پر نگاہ ڈالیے۔ صرف کفار کہ نہیں بلکہ جزیرہ عرب کے بڑے مشرک قبائل نے مدینہ پر حاد بول ڈیا ہے۔ ان کا ایک لشکر جزیرہ مدینہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ان کے وقار کے لیے خندق کھودی جا رہی ہے۔ کڑا کے کی سردی ہے۔ کئی کئی وقت کا فاقہ ہے۔ یہودی جو مدینہ طیبہ میں آباد ہیں انہوں نے کفار کہہ کے ساتھ ساز باز کر رکھی ہے کہ باہر سے تم بڑ بول دینا، اندر سے ہم لیٹا کر دیں گے۔ ظاہری حالت اس قدر فحش و فحش میں اور فحشا آگئی تا سازگار ہے کہ ایک امام شافعی بڑی عرش فصیح کے باوجود مسلمانوں کی کامیابی کی پیش گوئی نہیں کر سکتا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کا محبوب جب ایک چٹان کو توڑنے کے لیے ضرب لگا رہا ہے تو چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر اٹک ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی زبان نبوت سے یہ اعلان ہو رہا ہے کہ مجھے ملک ایمان کی کنیاں دے دی گئیں۔ مجھے قیصر کے شاہی خزانے دیے گئے۔ مجھے یمن کی کنیاں دے دی گئیں اور بن مہاکم کی کنیاں اللہ تعالیٰ نے لپٹ لپٹ کر عرش فرمائی تھیں ان کا محل طہر پر عطر و مسرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مہاکم میں ہوا۔

حضرت خدیجہ بن یحییٰ بن کاتب راز داہن رسول سیدہ فرماتے ہیں واللہ انی لا علم الناس بكل فتنۃ ہی کائنۃ
فیما بینی وبين الساعة وما بای الا یشکون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استرا الی فی ذالک شیئ
البحر وسلم شریف جلد دوم ص ۱۲۹

حضرت خلیفہ فرماتے ہیں کہ آج سے لے کر قیامت تک آنے والے جتنے فتنے ہیں ان میں سے ہر فتنہ کے متعلق میں تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان فتنوں کی ہمیں خبر دی۔

عن ثوبان رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وانما سيكون في امتي كذابون
ثلاثون كلهم يزعم انهم نبى وانا خاتم النبيين لا نبى بعدى (ابو داود كتيب السنن)

ترجمہ: حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کتاب ہوں گے ہر ایک یہ دعویٰ کہے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں ناقم الطبیق ہوں۔ میرے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ان آیات و احادیث کی موجودگی میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضور کو یہ علم نہیں تھا کہ دنیا میں آپ کے ساتھ آپ کے
دین کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ مسلمانوں کی تفصیل علم کی نفی ہے کہ میں تفصیل نہیں جانتا، اگرچہ اجماعاً جانتا ہوں۔ ان تینوں اقوال سے

کرتی بھی ایسا نہیں جو دل کو مطمئن کر سکے لیکن اگر خدا الہی کی تحقیق کی جائے تو ساری تشویش دور ہو جاتی ہے۔ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

علامہ داغیب صفحہ ۱۱۱ اپنی شہرہ آفاق مفردات القرآن میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں: الدراية: المعرفة المدركة بضرب من المختل يقال دريت به درية نحو فطنت وشعرت والدراية لا تستعمل في الله تعالى وقول الشاعر لا فم لا لدري وانت الداري فمن تعجرف اجلس العرب (مفردات) یعنی وایت اس معرفت کہتے ہیں جو ظن و تخمین سے حاصل ہوتی ہے۔ فہم و ذہانت سے کسی چیز کو سمجھنا اس کے بعد لکھتے ہیں کہ وایت کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ شاعر کا یہ مصرع جس میں اللہ تعالیٰ کو الداری کہا گیا ہے یہ شاعر کا جاہلانہ اہدین ہے۔

علامہ زبیدی شارح قاموس اپنی مانیہ ناز تصنیف تاج العروس میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: دريت فہو علته . . . قال شيخنا صريحه لتعداد العلم والدراية . . . وصرح غيره بان الدراية اخص من العلم او علته بضرب من الحيلة ولذا لا يطلق على الله تعالى واما قول الرجز لا فم لا لدري وانت الداري فن عجرفة الاعراب (تاج العروس)

ترجمہ: یعنی وایت بذات خود ہی معتدی ہوتا ہے اور بناء کے ساتھ ہی اس کا تعریف کیا جاتا ہے۔ وایت کا سنبہ میں نے جان لیا۔ میرے شیخ کہتے ہیں کہ علم و وایت ہم معنی ہیں لیکن دوسرے علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ وایت علم سے خاص ہے یا حیلہ و قیاس سے کسی کو ہانا و وایت کہلاتا ہے۔ اسی لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جاتا اور ایک جہز گئے وایت کی نسبت اس معرہ میں ثابت باری کی طرف کی ہے یہ اس کا گنوار پن ہے۔

علامہ ابن مابین نے وایت کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے: الدراية اي ادراك العقل بالقياس على غيره۔ یعنی عقل کا بذریعہ قیاس کسی چیز کو جاننا۔ (رد المحتار جلد اول ص ۹۷)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ وایت کا مفہوم یہ ہے کہ غور و فکر، ظن و تخمین اور قیاس آرائی سے کسی چیز کا علم حاصل کرنا۔ یہ مفہوم ذہن نشین کر کے اب آیت میں غور کریں ادنیٰ سا شبہ بھی باقی نہ رہے گا نہ تخصیص کی ضرورت پڑے گی۔ نہ نسخ کا قول کرنا پڑے گا۔ آیات قرآنی میں باہمی تضاد یا عداوت صحیحہ سے تعارض کی نسبت بھی نہ آئے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ ان کفار کو بتا دیجیے کہ میں اپنی عقل و فہم، ذہانت و فطانت اور قیاس سے نہ یہ جانتا ہوں کہ آخرت میں میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ نہ میں یہ جان سکتا ہوں کہ اس دنیا میں میرا محمد پر ایمان لانے والوں کا اور میری اس دعوت کا انجام کیا ہوگا یا قتاری سرکشی کی تمہیں کب اور کیا منزل ملے گی۔ ان امور کو میں اپنی فہم و فراست سے نہ تفصیل جان سکتا ہوں اور نہ اجمالاً میرا علمی سرمایہ میری عقل و شعور کا اثر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اگر میں نے غور و فکر سے ان حقائق کو جاننا ہوتا تو میں شک و شبہ کی گنجائش ہو سکتی تھی اور تمہیں یہ حق پہنچتا تھا کہ اس کو جاننا اور اپنی کسوٹی پر پرکھنا لیکن میرا علم تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس میں شک و شبہ کا ذرا شائبہ نہیں۔

مسا ادری سے روایت کی نفی ہے۔ مایونحی الی سے علم خدا واد کا ثبوت ہے۔ کھلانے والا اللہ تعالیٰ ہو اور سیکھنے والا مصطفیٰ علیہ السلام۔ ہوا اساذمالم النیب والشہادہ ہوا اور تمیزہ غار کا گوشہ نشین ہو۔ بیمنے والارب العالمین ہوا اور مانے والارحمہ للعالمین ہو وہاں کی سب کی تو کیسے؟ کوئی نفی ہو گا تو کس جانب سے؟

آخر میں مغنیرین کرام کی چند آراء بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کا اسیستہ دل ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک ہو جائے گا۔ علامہ ابن جریر طبری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے متعدد اقوال کہے ہیں۔ ان میں سے ایک قول حضرت من بصریؒ کہ ہے وہ فرماتے ہیں: اما فی الآخرة فمما اذا الله قد علم انه فی الجنة حين اخذ میثقه فی الرسل ولكن قال مسا ادری ما یفعل لی ولا بکم فی الدنیا اخرج کما اخرجت الانبیاء۔

یعنی یہ کہنا کہ حضورؐ کو یہ علم نہ تھا کہ آخرت میں حضورؐ کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ایسی نازیبا بات سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ حضورؐ کو اس وقت سے اپنے نامی ہونے کا علم تھا جب روز اول ارواح انبیاء سے حضورؐ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا تھا۔ بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں مجھے سابقہ ذہن کی طرح جلا وطن کر دیا جائے گا یا نہیں۔ ابن جریر من بصری کے قول کو صحیح قرار دیتے ہیں ولكن ذلك كما قال الحسن شربین الله لنسبته ما هو فاعل به وبمن کذب بمحابا به من قومه وغیره۔ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دنیا میں جو معاملہ حضورؐ سے کیا جانے والا تھا اور جو رسولؐ آپ کی قوم اور دوسرے کفارین کے ساتھ ہونے والا تھا اس کو بیان کر دیا۔

علامہ میثاق پوری کہتے ہیں: وان لم ینف الا الدرایة من قبل نفسه وما نفی الدرایة من جهة الوحی۔ یعنی خود بخود جان لینے کی نفی کی گئی ہے اور جو بذریعہ وحی عطا ہوا اس کی نفی نہیں۔

علامہ آلوسی نے تو بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ والذي اخذت ان المعنی علی نفی الدرایة من غیر جهة الوحی مولا كانت الدرایة تفصیلیة او اجمالیة ومواء كان ذلك فی الامواله نیویہ تلوا ان خسروية واعتقد انه صلی الله تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لم ینتقل من الدنیا حتی اولی من العلم بالله تعالیٰ وصفاته وشنونه والعلم بأشیاء بعد العلم بها كما ان ما لم یعطه احد غیره من العالمین۔ (روم العالی)

ترجمہ: میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ نفی اس روایت کی ہے جو وحی کے بغیر ہو۔ خواہ تفصیل ہو یا اجمال اس کا تعلق دنیوی واقعات سے ہو یا ظہری حالات سے۔ آلوسی کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیا علیہ السلام نے اس دنیا سے انتقال نہیں فرمایا جب تک حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اور اس کے شون کا علم اور تمام ایسی اشیاء کا علم جو دجہ کمال ہے نہ دے دیا گیا۔

وانه اعلم بالصواب وعند حسن الثواب والیہ المصائب۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكُفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ

فرمانے کیا تم نے کسی اس پر غور کیا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہوا اور تم اس کا انکار کرو تو اس کا انجام کیا ہو گا؟ ۱۳۱ حالانکہ گواہی دے چکا

شَهِدُ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَأَمَنْ وَاسْتَكْبَرْتُمْ

ہے ایک گواہ بنی اسرائیل سے اس کی مثل پر اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم نے تکبر کیا ۱۳۲

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم لوگوں کو۔ اور کفار اہل ایمان کے بارے میں

أَمِنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَكُنْ لَهُ آيَةٌ فَسَيَقُولُونَ

کہتے ہیں کہ اگر یہ (اسلام) کوئی بہتر چیز ہوتی تو یہ ہم سے سبقت نہ لے جاتے اس کی طرف اشارہ اور یہ کہ انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی قرآن سے تو یہ

۱۳۱ اے کفار! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہوا اور تم اس کا انکار کر رہے ہو تو تم نے کسی سوچا اس کا انجام کس قدر ہولناک ہو گا۔ اس لیے خدا اور خدا کو دل سے نکال دو اور اس کتاب الہی کو تسلیم کرو۔

۱۳۲ تعجب ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ انہیں تورات عطا کی گئی۔ بنی اسرائیل نے اس کتاب کو بھی مان لیا اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر بھی ایمان لے آئے۔ تب اسے پاس قرآن کریم بھی عظیم اور بے مثل کتاب آئی ہے اور اس کتاب کو لے کر آئے والی وہ ہستی ہے جس کی عظمتوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے باوجود تم کتاب پر ایمان لا ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کہہ دیا ہے رسول پر تم نے غرور و سرکشی کی روش اختیار کر رکھی ہے۔ سن لو! جو قوم ظلم کو اپنا شعار بناتی ہے اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق سے اس کو محروم کر دیتا ہے۔

بعض مفسرین نے مشابہت سے مراد عبدان بن سلام کو لیا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ ہجرت کے بعد ایمان لائے اور یہ آیت ہجرت سے پہلے کہ مکہ میں نازل ہوئی۔ حضرت مسروق کا قول ہے: قَالَ مَسْرُوقٌ فَالتَّوْرَةُ مِثْلُ الْقُرْآنِ وَمُوسَىٰ مِثْلُ مُحَمَّدٍ وَالتَّوْرَةُ مِثْلُ الْقُرْآنِ وَكَهْنُوتُهُ مِثْلُ رِجَالِ الْبُحْرَانِ

۱۳۳ غرور اور تکبر نے انہیں اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا کہ وہ عقل مند ہیں جس بات کو وہ پسند کریں وہی پسندیدہ ہے اور جس کو وہ مسترد کریں اسے ردی کی ٹوکری میں پیکنے پاسبی۔ حق و باطل کے پرکھنے کے لیے وہ اپنے آپ کو حیار قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جب دعوت اسلام لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے لگی اور ان میں اکثریت غلوں، کینزوں، غیوروں اور فقیروں کی تھی تو انہوں نے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کے لیے یہ کمنا شروع کر دیا کہ اس دین میں کوئی خرابی نہ ہوتی تو بلاجم اس کو رد کرتے کیا یہ ممکن ہے

هَذَا آفُكَ قَدِيمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَ

ابن خروکین کے کراچی پر تو وہی پرانا محبوب ہے جسے مالا نکہ اس سے پہلے کتاب موسیٰ رہنا اور رحمت بن کر آچکی ہے ۔ اور

هَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرَبِيٍّ لِّيُنْذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ وَبَشْرٍ

یہ کتاب قرآن، تو اس کی تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے تاکہ بروقت خبردار کر دے ظالموں کو اور خوش خبری ہے

لِّلْمُحْسِنِينَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ

نیکو کاروں کے لیے ہے جسے بنے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے ہیں کوئی خوف نہیں

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ

انہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۞ یہی لوگ جنتی ہیں ہمیشہ رہیں گے اس

کہ ایک اچھی چیز کو قبول کرنے میں یہ لوگ جو علم، تجربہ، دولت، شہرت، ہر لحاظ سے ہم سے ذرا تر ہیں، سبقت لے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم نے اسلام کو خوب جانچا ہے۔ اس میں ایسی خرابیاں دیکھی ہیں جن کی وجہ سے ہم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اسے لوگوں نے خود بتاؤ کہ تم ان غلاموں، غلاموں، غلاموں، غلاموں میں کس قسم کی ہیں اور نا تجربہ کاری ۱۰ ان کا منتخب کیا ہوا استانیہ لیے پسند کرنا چاہتے ہو یا جو راہ ہم دانشوروں اور جہانگیرہ مشائخ و زوہد سائنے اختیار کی ہے اس پر چلنا چاہتے ہو۔

۞ یہ لوگ خود بہ نصیب تھے۔ شقاوت نے ان کو قبول حق سے محروم رکھا۔ اب ان کی مرضی ہے کہ ساری دنیا اس فیض سے محروم ہے اس لیے وہ بڑی شد و حد سے اسلام کے بارے میں مجبوراً پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ محبوب ہے ایسا محبوب جو دنیا سے بولا جا رہا ہے غصبہ دار اس کے نزدیک نہ جانا۔

۞ ان کے اس دعوے کے رد میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قدیم محبوب نہیں بلکہ قدیم سچائی ہے۔ ایسی سچائی جس کو ہر زمانہ کے پاکباز لوگوں نے قبول کیا اور ہر زبان بنایا۔ قرآن کریم سے پہلے ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تواریخ نازل کی جو بعینہ وہی دعوت دیتی رہی جس کی دعوت قرآن دیتا ہے۔ قرآن کریم تواریخ کی تصدیق کرتا ہے اور جو لوگ ظلم اور نافرمانی کی روش اختیار کیا کرتے ہیں ان کو بروقت ہر ناک انجام سے آگاہ کرتا ہے اور جن لوگوں نے تقویٰ و پارسائی کو اپنا شعار بنارکھا ہے انہیں کو یہ رحمت سنا تا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

۞ اس کو بیان ستم السجدہ میں گزیر چکا ہے آیات ۲۰، ۲۱، ۲۲ کے حاشی میں ملاحظہ ہوں۔

فِيهَا جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَوَحَّيْنَا إِلَىٰ نِسَائِهِنَّ بِوَالدَيْهِ

میں۔ یہ جزا ہے ان نیکوں کی جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے حکم دیا ہے ان کے والدین کے ساتھ اپنا

إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ

سلوک کرے گا اپنے شوهر میں، امانت سے رکھنا اس کو اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اور جب اس کو بڑی تکلیف سے اور اس کے حمل کے دور

۱۹۔ امام طور پر قرآن کریم میں توحید، ولایت، توحید اور ذرا نفی بندگی کے ذکر کے بعد حقوق والدین کی طرف زور دار الفاظ میں توجہ دلائی جاتی ہے۔ یہاں بھی مشرکین کی غلط فہمیوں کے ازالہ کے بعد اور اہل استقامت کی کامیابیوں کے بیان کے بعد قابضین کی توجہ والدین کی خدمت اور دلوئی کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے۔ ملا سب اب منظور لکھتے ہیں کہ وصیت کا فاعل جب اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی فرض کرنا ہوتا ہے۔ لکن الوصیۃ من اللہ انما ہی فرض علیٰ (لسان العرب) اگرچہ ماں باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت اور ہر طرح سے دلوئی کا حکم بار بار دیا ہے۔ بایں ہمہ اس آیت سے صراحت معلوم ہوتی ہے کہ ماں کا حق باپ سے کئی گنا زیادہ ہے۔ یہاں ان تکالیف اور مشقتوں کا مفصل تذکرہ ہے جنہ کے سلسلہ میں صرف ماں برداشت کرتی ہے۔ جس روز رحم مادر میں حمل قرار پڑتا ہے اس وقت سے ماں کی ساری جسمانی قوتیں خیم کی پرورش اور نگہداشت میں صرف ہونے لگتی ہیں، اس کی اپنی صحت کا نظام بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ نیند، بھوک وغیرہ معمولات میں نمایاں فرق رونما ہوتا ہے۔ طبیعت گراں اور افسردہ رہتی ہے اور آئے دن ان مشقتوں میں اضاقت ہوتا جاتا ہے۔ پیدائش کے لمحے تو ماں کو جان کنی کی کیفیت سے دوچار کر دیتے ہیں۔ ان جان لیوا مرحلوں سے گزرنے کے بعد پھر ایک طویل ریاضت کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ دو پانچ، صبح و شام اس کی نگہداشت کرتے رہنا، بیماری کی صورت میں مات رات بھر اس کو گود میں اٹھانے رکھنا، اس کے آرام کی خاطر اپنا آرام بڑی غوثی اور محبت سے قربان کرنا صرف ماں کا حصہ ہے۔ ان تمام مشقتوں کا ذکر کر کے بتا دیا کہ ماں کی خدمت کا حق باپ سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ایک شخص نے رحمت مالیہا صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! میں کس سے نیکی کروں؟ فرمایا ماں سے۔ اس نے عرض کی اس کے بعد، فرمایا ماں سے۔ عرض کی اس کے بعد، فرمایا ماں سے جہنم کی اس کے بعد، چوتھی بار فرمایا اپنے باپ سے۔

امام فخر الدین مازنی رحمۃ اللہ علیہ جو مغربیوں کے ملاحہ پنے مہد کے مایہ ناز فلسفی بھی تھے۔ انہوں نے اس آیت کے ضمن میں ان تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے جنین کو دورانِ حمل گزرنے پڑتا ہے۔ آپ ہی اس کا ملاحظہ سماعت فرمائیے اور دیکھیے کہ وہ عظیم انسان کی پیمپید ترین شیعری کو کس طرح بناتا ہے۔

امام لکھتے ہیں کہ جب مٹی رحم مادر میں پہنچتی ہے تو وہاں کی حرارت کی وجہ سے اس کی ہیئت میں گونا گوں تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں۔ چھ دن وہ جھاگ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ پھر اس میں خون کے مٹی لپٹے ظاہر ہوتے ہیں۔ درمیانی نقطہ

ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّاءُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً لَا

پھرانے تک تیس مہینے تک گئے تھے یہاں تک کہ سب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور پالیس برس کا

بعد میں ہاکر دل بٹکے۔ اوپر دماغ اور دائیں طرف والا بکر پور سرخ رنگ کے دھاگے بٹا رہتے ہیں جو ان کو آپس میں ملاتے ہیں۔ یعنی بیویوں میں ہوتا ہے۔ نودن کے بعد یہ سارا مادہ خون میں بدلنے لگتا ہے اور چھ روز کی مدت میں وہ لوتھڑا بن جاتا ہے پھر روز کے بعد یہ لوتھڑا گوشت کی شکل اختیار کرنے لگتا ہے۔ بارہ دن کی مدت میں تینوں اعضا تمیز ہونے لگتے ہیں اور منہ کا گودا پھیلنے لگتا ہے۔ ستائیس دن کے بعد پانچواں مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ سرکہ مول سے لگتے ہونے لگتا ہے۔ پسلیاں بازو اور پیٹ اپنی ابتدائی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس تبدیلی میں نودن گئے ہیں۔ چھ ماہ جو چار دن کا ہوتا ہے اس میں مختلف اعضا اپنی مخصوص شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح پالیس دن کے عرصہ میں حضرت انسان کا ابتدائی ڈھانچہ تیار ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی یہ عرصہ پچاس دن کا ہوتا ہے اور اس کی کم از کم مدت تیس دن ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ ان طبی تحقیقات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی تصدیق کر دی۔ یجمع خلق احدکم فی بطن اُمّہ اربعین یومنا یعنی ماں کے شکم میں تمہاری آفرینش پالیس دن میں پوری ہوتی ہے۔ باقی عرصہ اس ڈھانچہ کو کامل و مکمل کرنے اور اس کی نوک پک سنوارنے میں صرف ہوتا ہے۔

سبحان من یصور فی الارحام کیف یشاء۔ یقیناً ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جو رحموں میں تصویر بناتی ہے جیسی چاہتی ہے۔

نقلہ اس آیت سے اہل علم نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ کیونکہ یہ تیس مہینے حمل اور دودھ پلانے کی مجموعی مدت ہے۔ دودھ پلانے کی مدت دوسری آیت میں دو سال متعین ہے۔ والولادات یرضعن اولادھن حولین کاملین یعنی مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ اس کے بعد چھ ماہ بچتے ہیں اور یہ حمل کی اقل مدت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک عورت پیش کی گئی جس نے شادی کے چھ ماہ بعد بچہ جنم دیا۔ آپ نے اس کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس پر کوئی رحم نہیں۔ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وحملہ وفصالہ ثلاثون شهرا۔ اس کے کل پورے فصال کی مدت تیس ماہ ہے۔ پھر فصال کی مدت کے متعلق فرمایا وفصال فی عامین دودھ پھرانے کی مدت دو سال ہے۔ اس کے بعد کل کے لیے صرف چھ ماہ بتاتے ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اس عورت کو چھوڑ دیا (مطہری)

قدیم اطباء کی بھی یہی تحقیق ہے۔ حکیم بالینوس سے منقول ہے کہ میں اس امر کی کھون میں لگا رہا کہ حمل کی کم سے کم مدت کتنی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ایک ایسی عورت دیکھی جس نے ۱۸۴ دن (دو ماہ چار دن) میں بچہ جنم دیا۔ جدید تحقیقات سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بچے کو کم از کم ۲۸ ہفتے یعنی ۱۹۶ دن رحم میں رہنا پڑتا ہے۔ یہ چھ ماہ اور سولہ دن بنتے ہیں۔ دونوں کا یہ شمار اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب عورت حیض سے فارغ ہوتی ہے اور اس طہر کا آغاز ہوتا ہے جس میں حمل قرار پاتا ہے۔ مگر وہی تو نہیں کہ طہر کے پہلے

قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ

ہو گیا اللہ تو اس نے عرض کی اے میرے رب! مجھے والہانہ توفیق عطا فرما کہ میں شکراؤں اگر تیرا ہی اس نعمت کا جو تو نے مجھ پر اور

وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي

میرے والدین پر فرمان اور میں ایسے نیک کام کروں جن کو تو پسند فرمائے اور صلاح دو (دشمن) کو میرے لیے میری اولاد

دلوں میں ہی عمل قرار پانے بلکہ یہ تحقیقات سے تو یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آئندہ حیض سے ۱۴ دن پہلے دو چار روز کے عرصہ میں عمل متبیح و قح پذیر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ سولہ دن کا فرق بھی نہیں رہتا۔

عمل کی زیادہ سے زیادہ کتنی مدت ہے قرآن کریم میں اس کا ذکر نہیں البتہ بومل سینا نے اپنی مشہور کتاب الشفا کے تائیس مقالہ میں لکھا ہے کہ مجھے نہایت باوثوق ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایک عورت کے ہاں عمل کے چوتھے سال بچہ پیدا ہوا اس کے منہ میں دانت آگ آئے تھے۔ پھر وہ زندہ سلامت رہا۔ اس ملاحظہ سے لکھا ہے کہ دیگر حیوانات کے لیے تو عمل کی مدت مقرر ہے لیکن انسان کے پاس میں یقینی تحدید مشکل ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ قرآن کریم نے دو دور چلانے کی تو زیادہ سے زیادہ مدت بیان کی اور عمل کی کم سے کم مدت؟ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: ان المقصود من تقدیر اقل العمل ستة اشهر وتقدير اكثر الرضاع حولين كاملين السعي في دفع المضار والفواحش وانواع التمتع عن المرأة فبجان من له تحت كل كلمة من هذا الكتاب اسرار عجيبة ونفائس لطيفة تفجز العقول عن الاحاطة بكماله (تفسیر کبیر) ترجمہ: یعنی اس میں حکمت یہ ہے تاکہ عورت پر قسم کی تحت کا مذہب کی سزا کی اور فحاشی کا قطع ہو سکے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کتاب کے ہر کلمہ میں ہزاروں حکمتیں اور لطیفہ و دہیت فرمائے ہیں جن کا مطالعہ سے عقل عاجز ہے۔

۱۱۔ جب انسان کی عمر چالیس سال ہوتی ہے تو اس کی جسمانی اور ذہنی قوتیں پورے شباب پر ہوتی ہیں۔ اس وقت نہ غمخواران شباب کا وہ انمعا جوش باقی رہتا ہے نہ بڑھاپے کی کمزوریوں نے نیچے گناٹے بھرتے ہیں۔ جسمانی اور ذہنی اعتبار سے یہ وقت بڑا مستدل مرتبہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان الشیطان یجتنب مدہ علی وجہ من زاد علی الاربعین ولم یشب ویقول مابی وحبہ لا یفزع۔ یعنی وہ آدمی جس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہو اور پھر بھی وہ تائب نہ ہو تو شیطان اس کے منہ پر ہاتھ پیرتا ہے (نہجہ ماتا ہے) اور کہتا ہے کہ یہ ایسا چہرہ ہے جو کبھی سرخوردہ ہو گا۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے من اتی علیہ الاربعون سنہ فلم یقلب خیرہ شذہ فلیتجہز الی النار (روح المعانی)

ترجمہ: جس کے چالیس سال گزر جائیں پھر بھی اس کی نیکی اس کی بُرائی پر غالب نہ ہو تو ایسے شخص کو دوزخ کی تیاری کرنی چاہیے۔

ذَرِّيتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ

میں راسخ فرمائے۔ بے شک میں تو بہ کرتا ہوں تیری جانب میں اور میں تیرے حکم سے نہ جھکے گا اور میں سے ہوں اُن سے جو یہی وہ

الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ

و خوش نصیب! میں قبول کرتے ہیں ہم جن کے بہترین اعمال کو اور درگزر کرتے ہیں ہم جن کی برائیوں سے

۱۳ بندہ مومن کے عقائد و نظریات اس کے افکار اور سوچ کا امتزاج اس کی آرزوؤں اور انگوں اور اس کی منزل و راہ کا عکس عین اس آیت کے آئینے میں دکھایا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلے وہ ان انعامات و احسانات کا اعتراف کرتا ہے جو اس پر کیے گئے ہیں، جن سے نہ صرف اس کو بلکہ اس کے والدین کو بھی نوازا گیا ہے۔ اعترافِ نعمت پر بس نہیں کرتا بلکہ ان کا کما حقہ شکر ادا کرنے کی توفیق مانگ رہا ہے اور یہ توفیق و یقینی کے لفظ سے نہیں بلکہ آؤز غسقی کے کلمہ سے طلب کی جا رہی ہے کیونکہ اس لفظ سے طلب توفیق کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کی توفیق مانگی جا رہی ہے اس کے دل میں اس کی شدید لگن اور مدد و رجحان شغلی بھی پائی جاتی ہے۔ ملازمہ آؤزی فرماتے ہیں ووقفتی من اوزعتی بکذا ای جعلتہ مولعاً بہ راغب فی تحصیلہ ذوق العانی ملاصبا بن تلو فرماتے ہیں اس آیت میں اوزعتی لامنی یہ ہے کہ میرے دل میں شکر کا جذبہ قائم رہے اس کا شوق ہے و معنی اوزعتی: الهمتی واولسفی (لسان العرب)

اس لفظ نے اس دماغ کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد عمل صالح کے لیے التجا کی جا رہی ہے، لیکن وہ عمل صالح نہیں جس کو لوگ کو صالح کہیں، لوگ تو تمہیں و اذین کے پھول ہر سائیں لیکن دیا یا کسی دوسری خیر الی کے باعث بارگاہِ الہی میں اسے مسترد کر دیا جائے۔ اس لیے عرض کی کہ ایسے نیک اعمال کی توفیق مرحمت فرما جو مجھے بھی پسند ہوں۔ پھر عرض کرتا ہے کہ الہی ایسا نہ ہو کہ جب تک میری شمعِ حیات روشن ہے نیکی اور نیکی کا اہلا پھیلتا ہے، اور یہ شمع کل ہو اور اور غفلت کا اندھیرا چھ چھا جائے۔ میرے اللہ! جو اولاد کو نہ اپنے اس بندے کو دعا فرمائی ہے میرے سفید بالوں کی لاج رکھتا، ان کو شیطان کے نوٹے میں پھنسنے سے بچانا، ان کی جبینیں تیرے حضور میں ٹھکتی ہیں، ان کے دلوں پر تیرے انوارِ رحمت کی برکات ہوتی ہے۔ ان کے سینوں کو اپنے محبوبِ کریم شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پکی نعمت اور زندہ عشق کی دولت سے مالا مال فرماتا۔ جب تک زندہ رہیں تیرے بندے بن کر تیرے پیارے رسول کے غلام بن کر اور تیرے دین حنیف کے سچے مخلص اور بلند اقبال خادم بن کر زندہ رہیں۔

واصلح لی فی ذریعتی میں یعنی اور نفی کے الفاظ بڑے معنی خیز ہیں۔

دعا کے آخری جملے کیا ہیں اظہارِ بندگی کی انتہا تسلیم و رضا کا مظہر اتم، بندہ عرض کرتا ہے میرے رب! سب سے منہ

فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَ الصِّدِّيقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ وَالَّذِي

یہ جنتیوں میں سے ہوں گے۔ یہ اللہ کا، سچا وعدہ ہے جو راہل ایمان سے کیا گیا ہے۔ اُن سے اور جس نے

قَالَ لِوَالِدَيْهِ أَفِ لَكُمْ أَنْتَعِدَنِ نَبِيًّا أَنْ أَخْرَجَ وَقَدْ خَلَّتِ الْقُرُونُ

کہا اپنے والدین کو کہ اے تمہارے مال پر کیا تم مجھے دیکھ کر دیتے ہو اس کی کہ میں (قبور سے) نکلا ہوں گا مالا کر گزیر ہوں کئی صدیاں

مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَفْغِيثُ اللَّهَ وَيُلْكَ أَمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

مجھ سے پہلے (ان میں سے تو کوئی اب تک ذمہ نہ ہوا اور اس کے والدین بارگاہ الہی میں فریاد کرتے ہیں راسلے کہتے ہیں تیرا وعدہ خواب ہوا ایمان لے آ۔

حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ (جواباً) کہتے ہیں یہ تو کہیں کی کہیں لوگوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں یہی وہ (بدبخت) ہیں جن پر

حَقٌّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّهِمْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

گہمت ہو چکا ہے ضابط کا فرمان ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں جنوں

مردہ نہیں تیری طرف صرف تیری طرف رجوع کرتا ہوں نہیں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی سنت پر عمل کرتے ہوئے قرآن، احادیث، انبیاء کی اسلمت لوب العالمین کا نعرہ مستانہ لگایا اور اپنی گردنیں بھگا دیں۔

مومن کو چاہیے کہ اس دعا کو یاد کرے اور دربر رحمت پر ہر وقت ان پاکیزہ کلمات سے صدا دیتا رہے۔

۳۱ پہلے شانِ بندگان کا اظہار تھا یہاں شانِ بندہ نازی پوری ادا کے دلبری سے جلوہ مند ہے۔ انسان کو یہ مقام نصیب ہو جائے

تو اسے اور کیا چاہیے۔

۳۲ سابقہ آیات میں بندہ مومن کا ذکر بیان کیا گیا کہ وہ اپنے نسب کا احوال گزرا اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ جن گونگوں نے

سے سے سزا کیا جاتا ہے ان کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہے اب ایسے شخص کا ذکر بیان کیا جا رہا ہے جسے آخرت پر ایمان نہیں۔ وہ اپنے ذاتی سے مددگار

ہے۔ اپنے ماں باپ کا گستاخ ہے، انہیں بات بات پر مجبور کرتا ہے اگر وہ اس کی اصلاح احوال کے لیے کوشش کرتے ہیں تو ان کا مذاق اڑاتا ہے ان

کی حق اور برکت سمجھتا ہے کہتا ہے یہ پالنے والے لوگوں کے من گھڑت قصے ہیں ان دونوں کرداروں کا نظریہ نامطلوبہ کیسے ہے کہ انہیں خود پتہ چل

جائے گا تاخیر پر ایمان لانے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے میں کتنا اور کیسا فرق ہوتا ہے۔

۳۳ ماں باپ کی شفقت ملاحظہ ہو بارگاہ الہی میں بھی اس کے ہایت یافتہ ہونے کی عاجزانہ دعائیں کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ

الْجَنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَيْرِينَ^{۱۸} وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا

اور انسانوں میں سے شے بے شک وہ سراسر گناہے میں تھے۔ اور ہر ایک کے لیے مرتبہ ہوں گے ان کے اعمال کے مطابق شے

وَلِيُوفِّيَهُمْ أَجْمَالُهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ^{۱۹} وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ

اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور جس روز لا کر کھڑا کر دیا جائے گا

كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ

کفار کو آگ کے سامنے دڑائیں گے کہا جائے گا تم نے تم کو دیا تھا ان نعمتوں کا حصہ اپنی دنیاوی زندگی میں اور خوب لطف اٹھایا تھا تم نے

بِهَاءِ فَالْيَوْمَ يُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي

ان سے شے آج تمہیں رُسوائی کا عذاب دیا جائے گا بوجہ اس تمہنے کے جو تم

اسے ہی کہا ہے ہیں۔

۱۸ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبرؓ کے بیٹے عبدالرحمنؓ یا عبداللہؓ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرتے تھے اس آیت سے اس رائے کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ان لوگوں کے بارے میں بتا دیا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کے بارے میں عذاب کا فیصلہ قطعی ہے لیکن حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما دونوں مشرف اسلام ہوئے اور ان کا شمار اکابر اسلام میں ہوتا ہے۔

۱۹ اہل زینت و ضلالت کو بھی دوزخ میں ان کے اعمال کے مطابق جگہ ملے گی۔

۲۰ کفار کو روزِ حشر جہنم کے گناہ لکھ کر دیا جائے گا۔ انہیں اپنی دنیاوی شان و شوکت یاد دلائے گی۔ دنیا میں جو اچے کام انہوں نے کیے تھے وہ انہیں یاد کریں گے۔ انہیں بتایا جائے گا کہ جہنم نے اچھے کام کیسے تھے ان کا معاوضہ تمہیں دنیا ہی میں دے دیا گیا تھا تمہیں دولت مہی عزت دی شہرت دی تمہارا حساب بچا دیا گیا آج تمہیں اس کفر و شر کی سزا دی جائے گی جو جو تم کہتے رہے اور بار بار بکھانے کے باوجود اس پر نہیں آئے حضورؐ و محمدؐ و عالم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عنہما زندگی کی آسائشوں، لذتوں، کمائوں اور شاندار کمالات سے اجتناب فرمایا کرتے تھے ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پیارا رسول ایک بیٹائی پر کام فرما رہے جو ریت پر چلی ہوئی ہے اور ریت ایک پہلو کو لگی ہوئی ہے۔ پھر وہ ایک گناہ جس میں کجی کے پتے بھرے ہیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ یوں آدم و حوا کی زندگی بسر کریں اور اللہ تعالیٰ کا حبیب یوں ریت پر لیٹے یا رسول اللہ! دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو وسیع رزق عطا فرمائے۔ سرور کائنات نے فرمایا اَلْعَاثِرُضَلُّ اِنْ تَكُونِ اِمَامًا دُنْيَا وَلَسْنَا الْخَاسِرَةُ

الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ۝ وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ

زمین میں ناحق کیا کرتے تھے اور بوجہ تمہاری نافرمانیوں کے۔ اے عیب، ذکر سائے انہیں قوم عاد کے بھائی

اَنْذَرَقَوْمَهُ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَّتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ

نہو، کہ جب ڈرایا اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ۹۷ اور گزر چکے تھے ڈرالے والے ان سے پہلے بھی اور

اسے عہد کیا تم اس پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا سے دی جائے اور میں آخرت۔

اس ضمن تربیت اور نگاہ شفقت کا نتیجہ تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ ہمیشہ ملت و مشرت سے کنارہ کش رہے۔ اپنے عہد خلافت میں بھی سادگی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ فتح بیت المقدس کے سلسلہ میں آپ شام تشریف لے گئے آپ کے اعزاز میں بڑی پر تکلف و محنت کا اہتمام کیا گیا۔ دسترخوان پر پٹنے ہونے رنگ برنگ کماؤں کو دیکھ کر فرمایا یہ تو ہمارے لیے ہے ان فقیر مسلمانوں کو کیا ملا جنہوں نے عمر بھر جو کی روٹی بھی سپرد ہو کر نہ کھائی۔ حضرت خالدؓ نے عرض کی لعمریۃ! انہیں تو جنت مل گئی۔ یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ اگر ہمارے لیے دنیا کا یہ ایندھن ہے اور انہیں جنت مل گئی ہے تو وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے۔

۹۷ قریش کہہ کر ایک ایسی قوم کی تباہی کا مال بنایا بار بار ہے جو ان سے جہاں قوت، مال و دولت کا مقابلہ کیں نہ ہونے لگے تھے اور اپنے سیاسی اثر و رسوخ کے باعث مائے عرب میں معروف تھے لیکن جب انہوں نے راہ حق سے انحراف کر لیا اور اپنے نبی حضرت نبو علیہ السلام کے بھلنے کے باوجود باز نہ آئے تو ان کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

الحقاف، مشہور جغرافیہ دان یا قوت حموی اس عنوان کے ضمن میں کہتے ہیں:

الحقاف جمع حقف من الرمل والعروب تسقى الرمل المعوج حقافا وحقافا والحقاف المذکور فی

الکتاب العزیز الحقاف رمل فیما بین عمان الی حضر موت۔ (معجم البلدان جلد دوم)

ترجمہ: احقاف، حقف کی جمع ہے اور عرب ریت کے بل کہلاتے ہوئے لیے کو حقاف و احقاف کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں احقاف سے مراد وہ ریگستان ہے جو عمان سے حضر موت تک پھیلا ہوا ہے۔

اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے۔ اسے الریح الحف الی بھی کہتے ہیں۔ بعض مقامات پر ریت اتنی باریک ہے کہ جو چیز وہاں پہنچے اندر رخصتی پل جاتی ہے۔ بڑے بڑے مہم جوئیوں بھی اس کو عبور کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔

یہی وہ علاقہ ہے جہاں کسی زمانہ میں اپنے عہد کی ایک طاقتور زبردست اور مستول قوم آباد تھی جس کی دولت و ثروت کے افسانے دور و نزدیک تک زبان زد عوام تھے۔ جب انہوں نے اپنے نبی کی دعوت کو ٹھکرا دیا تو مذہب الہی نے ان کا نام و نشان تک بھی ہٹا کر رہنے دیا۔ آج اس علاقہ کی ویرانی اور بربادی کو دیکھ کر یہ امانہ ہی نہیں لگایا جاسکتا کہ یہ علاقہ قوم عاد کا مسکن تھا یہاں

صحرائے الاحقاف - متعلقہ آیت ۲۱ سورہ الاحقاف



مِنْ خَلْفِهِ إِلَّا تَعْبُدُ وَاللَّهُ إِلَهُيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

ان کے بعد بھی مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو (دور) مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر ہمارے دن کا عذاب نہ

عَظِيمٌ ۱۱۱ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَاْفِكَنَا عَنْ الْإِهْتِنَاءِ فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ

آہلئے ۔ وہ دربار فرشتہ ہو کر آئے ہوں کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں ہمارے خداؤں سے پرستہ کر دو گے اور وہ عذاب جس

كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ ۱۱۲ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا

کی تم ہیں دیکھیں دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو۔ نبی نے فرمایا کہ نزول مذاب کا طرہ تو اللہ کے پاس ہے مسئلہ اور میں برابر پہنچا رہا ہوں

أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۱۱۳ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا

تھیں وہ پیغام جو میں نے کر بھیجا تھا لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل قوم ہو۔ پس جب انہوں نے دیکھا مذاب کو

مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ ۱۱۴ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّسْطَرِّنًا بَلْ هُوَ مَا

بادل کی صورت میں کہ وہ ان کی وادیوں کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے یہ بادل ہے جو پر ہستہ والا ہے مسئلہ (نہیں نہیں) بلکہ یہ تو وہ

کبھی گنہگار شہر اور بارونق بستیاں آباد تھیں یہاں کبھی پھول کھلتے اور پھلےیں چھپاتی تھیں یہاں کبھی میٹھے پانی کے چشمے اُچھلتے اور نہریں بہتی تھیں۔ اسے کہہ کے سرکشو! غور کرو کیا تم ایسے جبرت نامک انجمن کے لیے تیار ہو:

مسئلہ یہ نخلستان مسخر منسوب ہے۔ بتایا حضرت ہودان میں آئے اللہ نے پہلی دفعہ کہہ ان سے پیشتر کئی نبی شہر یف لپکے تھے اور بہشت انبیاء کا سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا۔

مسئلہ انہوں نے ہود علیہ السلام کی دعوت کو سننا تو غصہ سے لال پیلے ہو گئے۔ کہنے لگے! اچھا تم اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے خداؤں سے پرستہ کر دو ہمیں اپنے آباء و اجداد کے مذہب سے ہکا دو۔ جاؤ ہم تمہاری بات نہیں مانتے جس مذاب سے تم ہمیں ہر وقت ڈراتے ہو اسے لے آؤ۔

مسئلہ آپ نے فرمایا مذاب کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ جب موعود گھڑی آئے گی تو مذاب خود بخود آبلئے گا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے تمہاری تباہی کے لیے کون سی تاریخ مقرر فرمائی ہے۔ میرا کام تمہیں ہر وقت خبردار کرنا ہے اور تم ہو کہ جاہلو اور نادانوں کی سی باتیں بنا رہے ہو۔

مسئلہ جب مقررہ وقت آپہنچا تو افاق پر انہیں کالی گن نظر آئی جو ان کی وادی کی طرف مستاندار بڑھتی چلی آ رہی تھی مسئلہ دیکھ

اَسْتَجَلُّكُمْ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ تُدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ وَابْرُ

مذابہ جس کے لیے تم جلدی چارہ تھے، یہ ہوا ہے اس میں دوزخ مذاب ہے جس سے شمس کر کے مکہ شے کی ہر چیز کو اپنے

رَبِّهَا فَاصْبِرُوا لَا يُرَى اِلَّا مَسْكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

رب کے حکم سے ہیں جب ان پر جس ہول توڑ دکھائی دی کوئی چیز بجز ان کے دویران، مکانات کے۔ اسی طرح ہم سزا دیتے

الْجٰرِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا اَن مَّكَّنَّاكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا

ہیں مجرموں کو۔ اور ہم نے ان کو وہ قوت و طاقت بخشی تھی جو ہم نے تمہیں نہیں دی اور ہم نے عطا کیے تھے

لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّاَفْئِدَةً فَبَا اَعْنٰ عَنْهُمْ سَمْعَهُمْ وَلَا

انہیں کان، آنکھیں اور دل شے لیکن ان کے کسی کام نہ آئے ان کے کان نہ

اَبْصَارُهُمْ وَلَا اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا بِمُحَدُوْنٍ رَّايٰتِ

ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل کیونکہ وہ انکار کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں

کو وہ باغ جو گھنے لوہا دل آیا، ابھی برسے گا کہ وہ دامن سیراب ہو جائیں گے۔ ندیاں نکلے اور وہادیاں پانی سے بھر جائیں گی۔

۳۴؎ کاروان یا یہ بارش نہیں، ان کا مذاب ہے جو تند و تیز آمد کی شکل میں نمودار ہو رہا ہے۔ چنانچہ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل بجڑ رہتا رہا۔ وہ لاکھوں ٹن دھرت کے نیچے دفن ہو گئے۔ ان کے بانات کا نام و نشان باقی نہ رہا اللہ حکم ملامت کی بنیادیں لرز گئیں۔

۳۵؎ قوت و مال میں وہ تم سے کہیں زیادہ تھے۔ انہیں سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور بکنے کے لیے دل دیے گئے تھے۔ لیکن انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور آیات الہی کا پیغم انکار کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ساری صلاحیتیں بانجھ ہو کر رہ گئیں اور ان کا انجام بڑا دردناک ہوا۔

ان آیات کو پڑھ کر یوں ہی آگے نہ بڑھ جائیے بلکہ لمحہ دو لمحہ کے لیے توقف فرمائیے۔ ان آیات میں آپ کے لیے جو دلی عبرت ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

قرآن حکیم نے ان واقعات کو کہانی اور فلسفے کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اپنے قارئین کے شعور کو بھجوزنے کے لیے ان کو اپنا

ماسب کرنے پر مائل کرنے کے لیے ان کے احوال کے آئینہ میں انہیں ان کا چہرہ دکھانے کے لیے ان واقعات کو پیش کیا ہے۔ غور کیجیے اور بتائیے کیا ہم اپنے کان، اپنی آنکھوں اور فہم و فراست کی قوتوں کو صحیح استعمال کر رہے ہیں۔ یاد رکھیے قدرت کے قوانین اہل ہیں۔ یہ

اللہ وحق بہم ماکانوا بہ یستہزؤنؕ ولقد اھلکنا ما

کا اور احاطہ کر لیا ان کا اس مذہب، اے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور ہم نے برباد کر دیے وہ گاند

حولکم من القرۃ وصرفنا الایت لعلہم یرجعونؕ فلو لا

جو تمہارے ارد گرد آباد تھے ۳۷ اور ہم نے مختلف انداز میں اپنی نشانیاں پیش کیں شاید وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔ پس کیوں

نصرہم الذین اتخذوا من دون اللہ قربانا الہۃ بل ضلوا

وہ لوگ ان کی جگہ ان معبودوں نے جنہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہوں نے اقرب کے لیے اپنے خدا بنا رکھا تھا ۳۸ بلکہ وہ تیرا ان سے

عنہم وذلک افکھم وماکانوا یفترونؕ واذ صرفنا الیک

نہروں پر جو گھٹا اور یہ محض ان کا دھوکہ تھا اور بہت ان جودہ باندھتے تھے۔ اور جس وقت ہم نے توجہ کیا آپ کی

ہمیشہ کیساں رہتے ہیں کسی کی خاطر ان میں رد و بدل نہیں کیا جاتا۔

۳۷ اے اہل مکہ! تمہارے قرب و جوار میں بھی مجھ ٹھوڑا قوم لوٹ کے کئی اجڑے ہوئے شہروں اور دیہات بستیوں کے کھنڈرات
موجود ہیں۔ تمہارے تجارتی قافلے ان کے پاس سے گزرتے ہیں۔ ان کے اُداس درو دیار سے پوچھو کہ ان پر کیا ہوتی۔ وہ تمہیں بتائیں گے
کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے یہاں بسنے والوں کو تیسرا کجایہ طرت طرت کے مجزات دکھائے لیکن بدبختی نے ان پر یوں قبضہ کر رکھا تھا کہ
انہوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر معبودان باطل کی بندگی کا دم بھرتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب
کا شکار ہو گئے۔

۳۸ انہیں اپنے بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی قوت پر بڑا مذاق تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کا مذاب آیا تو وہ یوں غائب ہو گئے جیسے
گندے کے سر سے سینک۔ اس آئے وقت میں انہوں نے اپنے پجاریوں کی خبر تک نہ لی۔ ان بتوں کی خدائی کا دعویٰ ان بے ہوش
معبودوں کی مدد پر جو سادہ ان کی شفاعت پر یقین یہ سراسر فریب ہے۔ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ اس آیت سے بھی کفار کے عقیدے
کی حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ اپنے بتوں کو الہوت یعنی خدا اور معبودیت کی گتے تھے۔ جو بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا خدا اور معبود خیال
کرتا ہے اس کا یہی حال اور انجام ہوگا۔

۳۹ علامہ قرطبی الذین اتخذوا من دون اللہ قربانا الہۃ کی ترکیب کرتے ہوئے کہتے ہیں اتخذوا کا مفعول
اقل ضمیر مذہف ہے جس کا مزج الذین ہے اور الہۃ مفعول ثانی ہے اور قربانا کا مال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قربانا
کو مفعول ثانی اور الہۃ کو اس کا بدل بنانا درست نہیں۔

نَفَرًا مِّنَ الْجَنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا

طرف جنات کی ایک جماعت کو کہ وہ قرآن سنیں لگے تو جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو بڑے خاموش ہو کر بنے۔

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ۖ قَالُوا يٰقَوْمَنَا إِنَّا

پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سنااتے ہوئے۔ انہوں نے (دہاکر) کہا اے ہماری قوم!

سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

ہم نے (آئی) ایک کتاب سنی ہے جو تماری گئی ہے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی

يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۖ يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ

رہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور راہِ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم! قبول کر لو اللہ کی طرف

لگے جنات ہی حضور کی امت دعوت میں شامل ہیں۔ اس آیت میں بارگاہ رسالت میں جنات کی پہلی ماضی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق یہ واقعہ وادیِ مکہ میں پیش آیا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عشا کی نماز یا صبح کی نماز میں تہمت فرماتے تھے۔ جنوں کے ایک گروہ کاگز اس وادی سے ہوا۔ یہ اشرافیہ کلام سن کر وہ رک گئے اور ایک دوسرے کو تاکید کی کہ خاموشی سے سنیں۔ جب انہوں نے قرآن کریم کی آیات کو سنا تو ان کے دل کی دنیا بیل گئی۔ خود اسلام قبول کیا اور اسلام کے داعی اور مبلغ بن کر اپنی قوم کے پاس پہنچے۔ انہیں بتایا کہ کس طرح انہیں کلام الہی سننے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ دعایا کلام ہے جو گزشتہ اہل ادران کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے راہِ حق کو واضح کرتا ہے۔ ان جنوں نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ ایک لمحہ صانع کیے بغیر اس پر ایمان لائیں۔ ان کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ انہیں مذاہب الہی سے نجات مل جائے گی۔

اس کے علاوہ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد جنات کی ماضی کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ حضور کی زبانِ اقدس سے کلام الہی سننے، شریعت کے مسائل دریافت کر کے اور اپنی قوم میں باکراں کی تبلیغ کرتے۔ علامہ غنایم رحمۃ اللہ علیہ نے کھلبے کی ہجرت سے پہلے چھ بار جنات حاضر خدمت اقدس ہونے اس طرح وہ احادیث جن میں اس واقعہ کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے ان میں بھی تطبیق ہو جائے گی۔

جنات کی تبلیغ کا ایک عجیب واقعہ ملاہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ آپ بھی لہ خطہ فرمائیے:

حضرت براد بن مازب فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت فادوقی اعظم خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ آپ نے پرمقام میں سولو بن قارب سے، خاموشی طاری رہی۔ آٹھ سال پہلے آپ نے یہی سوال فرمایا۔ میں نے عرض کی یہ سوا کو کن صاحب میں؟ فرمایا ان

نقشه متعلقه سوره الاحقاف
آيت نمبر ۲۹



اللَّهُ وَأَمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ

بلانے والے کی دعوت کو اور اس پر ایمان لے آؤ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو اور بچائے گا تمہیں دردناک عذاب

الَيْهِ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعِزٍّ فِي الْأَرْضِ وَ

سے - اور جو قبول نہیں کرتا اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو تو وہ اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں زمین میں رکھ اس سے بچی کر

لَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ أَوَلَمْ

جائے ان کے اور نہیں اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار - یہ (منکر لوگ) گمراہی میں ہیں - کیا انہوں نے

کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ اسی شانہ میں حضرت سواد بھی آپسے حضرت عمرؓ نے فرمایا اے سواد! اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرو سواد بولے اے امیر المؤمنین! میں بندہ میں تھا اور ایک جن میرا قاتل تھا ایک شب میں سویا ہوا تھا اور اس نے آگ بجے خواب میں کہا اٹھو اور میری بات غصے سے سنو اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لؤئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔ دوز داؤ اس پر ایمان لاؤ تین رات یوں ہی ہوتا رہا۔ اس کے بار بار کہنے سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں اذنی پر سوار ہوا اور کہہ کر مر پڑا۔ وہاں میں لے دیکھا کہ لوگ حضورؐ کے آس پاس ملحق بنائے بیٹھے ہیں۔ جب حضورؐ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا موصیاً بہک یا سواد بن قارب! قد علمنا ما جاء بہک لے سواد! خوش آمدید جو تجھے لے آیا ہے ہم اس کو بھی جانتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے چند شعر عرض کیے ہیں۔ اجازت ہو تو پیش کروں۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ انہوں نے قصیدہ پیش کیا۔ ابتدا میں اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ پھر شے محبت بھرے انداز میں اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ چند شعر آپ بھی سنئے:

① فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَأَنَّكَ مَا تَسُودُ عَلَى شَيْءٍ

② وَأَنَّكَ أَهْلُ الْمُسْرِسِينَ وَبَيْنَلَهُ

③ فَتَنَّا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرُ مُرْسَلٍ

④ وَكُنْ بِي شَفِيعًا يَوْمَ تَكُونُ شَفَاعَةً

⑤ وَسَوَاءٌ بَيْنَهُنَّ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

ترجمہ ① میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے نیووں کا امین بنایا گیا ہے۔

② اے بزرگوں! اس پر کہتل کے ذہن تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت قریب ہے۔

③ جو وہی آپ کے پاس آئی ہے آپ ہیں اس کا حکم دیکھیے ہم حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہمیل حکم میں جلتے ہاں ہی سفید ہو جائیں۔

④ یا رسول اللہ! اس روز سواد بن قارب کی شفاعت فرمائیے جبکہ حضورؐ کے بغیر کسی کی شفاعت کرنی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

يُرَوُّ أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزِ بِخَلْقِهِنَّ

نہ ہا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور خدا ممکن محسوس نہ کی ان کے بنانے میں

يُقَدِّرُ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے اے بلکہ وہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ۝

اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے ان سے کہا جائے گا، کیا یہ حق نہیں ۔

قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

کہیں گے ہاں بے شک اور ہمارے رب نے کہا اچھا اب چھو مذاہب کفر اس کفر کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔

عشق و محبت ایمان و یقین سے لبریز یہ اشارتیں حضور ہنس دینے یہاں تک کہ وہ ان مبارک ظاہر ہو گئے اور مجھے فرمایا اللہ تعالیٰ
یہ اسود! اے سواد! تو دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا۔

امیر المؤمنین نے پوچھا کیا وہ بین اب بھی تھکے پاس آتا ہے؟ عرض کی جب سے میں نے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا پھر نہیں آیا۔ میں
غوش ہوں کہ اس جن کے عرض مجھے قرآن کریم جیسا سمیٹھا ہوا ہے۔

اس آیت میں من بعد بنو موسیٰ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی تھے۔
اے رسول اللہ! کہہ کہ طرف سے ہر قیامت کے ٹکڑے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اس کا زمانہ حیات کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ تک نہیں

گیا کہ اب وہ قلمی موت کے بعد کہیں زندہ نہ کر سکے اس کی قدرت اور اس کی طاقت کے سامنے نہ اس کا زمانہ حیات کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا کوئی دشمن
کام تھا اور نہ اس کو دہرہ پریم کہنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کچھ دشوار ہے تم مگر خاک میں مل جاؤ تمہارے ٹکڑے آفاق عالم میں پھر نہایت
محب و تمیز دوبارہ زندہ کرنا چاہیے گا تو صرف کئی کئی گنا وہ زندہ ہو جائے گا اس کے برعکس ثورات میں متعدد بدتر قوم ہے کہ چودہویں میں اللہ تعالیٰ
نے زمین و آسمان وغیرہ کو پیدا کیا اور ساتویں دن اپنی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے اور اپنے آپ کو تازہ دم کرنے کے لیے آرام کیا ایک حال آپ
بھی ملاحظہ فرمائیے چنانچہ نوامات کتاب فروعی باب ۳۱ کی آیت لکھا میں ہے :

”اِس لیے کہ چودہویں دن میں خداوند متعال آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ دم ہوا۔“

ذات باری کے تعلق قرآن کریم نے جو تصور پیش کیا ہے اس کی روشنی میں نوامات کی اس آیت کا مطالعہ فرمائیے۔

”اے کفار کہہ کہ تمہیں کی جابری ہے کہ مملکت و گمراہی سے اب باز آ جاؤ اور دین اسلام کو قبول کر لو۔ قیامت کے دن جب انہیں

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعِزِّ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ

پس دلمے محبوب! آپ صبر کیجیے جس طرح اولا العزم رسولوں نے صبر کیا تھا سیکھ اور ان کے لیے (بد مذہبوں کے لیے) جلدی نہ کیجیے۔

كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوْعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ

جس روز وہ اس مذاہب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو خیال کریں گے کہ وہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں کروڑوں کی فقط ایک گزری۔

بَلَعُ فُجُورٍ يُّهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ

یہ پیغام حق ہے۔ پس کیا نافرمانوں کے ملاوہ بھی کسی کو مہلاک کیا ہلے گا سیکھ

دوزخ کے سامنے لاکھڑا کیا جانے کا اور ان سے کہا جائے گا یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم عمر بھر اٹھا کتے تھے۔ بتاؤ یہ ایک حقیقت ہے یا نہیں۔ اس وقت انہیں تسلیم کیے بغیر چارہ نہ ہوگا لیکن اب بخشش کہیں انہیں جہنم میں پہنچ دیا جائے گا۔

۴۳ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محبوب! کفار کی شرانگیزیوں، فتنہ پروازیوں اور اسلام کے خلاف ان کی سازشوں کی برداشت نہ ہو بلکہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے لکھنا آپ سے پہلے ہی جو انبیاء و رسل پہلے سے مبعوث فرمائے تھے ان کے ساتھ ہی ان کی قوموں کا سلوک بڑا ظالمانہ اور سنگدلانہ تھا انہوں نے ہمیشہ عزیمت و محصلہ سے کام لیا۔ ان کی مخالفتوں کی پروا نہ کی اور اپنا فریضہ دعوت انجام دیتے رہے۔ آپ بھی انہی کی سنت پر عمل کرتے رہیں۔ بڑی اور العزمی اور پامردی سے اسلام کی دعوت دیتے رہیں۔ فریضہ تبلیغ پوری قوت سے انجام دیں۔ اگر یہ کفر و عصیان سے باز نہیں آتے تو خود ہی پکپکائیں گے۔ آیت میں بلاغ کا مطلب یہ مرفوع ہے اور اس کی بتلار بقا محذوف ہے۔

۴۴ وہی لوگ جلدک ہوتے ہیں جو نافرمانی کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں اور فرقہ دہر میں اپنی قیمتی زندگی اور گراں بہا صلاحیتیں برباد کرتے رہتے ہیں۔ جو لوگ اطاعت و انابت کو اپنا شعار بناتے ہیں اللہ تعالیٰ خود ان کا محافظ و نگران ہو گا۔ دشمن کی شرانگیزیوں سے خود ان کو بہا تلبے نفس و شیطان کے کرو فریب سے خود ان کی نگہداشت کرتا ہے۔



اللهم صل على محمد و آل محمد و لك الشكر

و علی حبیبك المصطفیٰ و صفیک المجتبیٰ — التحیة و الثناء

اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و باریک و مسلم

فاطر السموات و الارض انت ولی الدنیا و الآخرة تو فی مسلمانا و الحق بالصلحین

تعارف

سُورَةُ مُحَمَّدٍ

نام : اس سورہ مبارکہ کے دو شونام ہیں۔ سورہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سورہ القتل۔ اس سورت میں چار رکوع ۱۱ آیتیں پانچ سو اٹھاون کلمات اور دو ہزار چار سو پچتر حروف ہیں۔ دوسری آیت میں یہ نام نامی مذکور ہے۔ یہی اس سورت کا نام بھی مقرر کیا گیا۔ کیونکہ انسانیت کو جن دو جہنوں کو سن اور کافر میں تقسیم کیا جا رہا ہے اس کا دار و مدار اس کتاب پر ایمان لانے اور ایمان نہ لانے پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ نیز اس سورت کی آیت منہ میں قتال کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس کو اس سورت کا عنوان بنایا گیا۔ اس سورت میں اسلام اور کفر کے مابین جنگ کا تذکرہ اور اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

زمانہ نزول : جب کہ کئی سرزمین کفار کے ظلم و ستم کے باعث اہل اسلام کے لیے تنگ ہو گئی تو وہ اپنی دولت ایمان کو ان کی دست برد سے بچانے کے لیے اپنے گھر بار زمینیں اور کاروبار سب چھوڑ بھار کر مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ سب کچھ ان سے چھین گیا تھا۔ لیکن وہ خوش تھے کہ وہ امن مصطفیٰ قرآن کے ہاتھوں سے نہیں چھوڑا۔ ان کا خیال تھا کہ اب وہ یہاں پوری دلچسپی کے ساتھ اپنے سب کے ذکر اور اس کی عبادت میں اپنے شب و روز بسر کریں گے۔ دعوت دین کا جو کام مکہ میں پوری طرح نہیں ہو سکا، شرب کے پرائس ماحول میں آسانی تکمیل پذیر ہو گا۔ لیکن اہل مکہ نے انہیں یہاں بھی آرام کا سانس نہ لینے دیا۔ ان کی مختلف ٹولیاں آتیں، مدینہ کے گرد و فواح میں ٹٹ مار چاتیں، اونٹ، بھیڑ بکریاں ہانک کر لے جاتیں۔ ان کا مذکور مسلمان ہتھے چڑھ جاتا، تو اس کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ کرتیں۔

غریب الوطن مسلمانوں کے لیے انہوں نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ یا تو مسلمان بے عینیت کا مظاہرہ کریں، یہاں تک کہ کٹر سے اٹھنے والی آندھیاں کسی روز اسلام کی شمع ہی کو گل کر دیں اور ان کو بھی صفر ہستی سے منادیں اور اگر وہ اس دین جو فرزند دوزخ ہاں دہن سے بھی زیادہ عزیز ہے اس کے چراغ کو بجھا نہیں دیکھ سکتے اور اپنی اہیت کا بھی احساس ہے کہ بزم عالم کو فوراً ہیات سے متور کرنے کے لیے ان کا زندہ رہنا، بلکہ شکن و شوکت اور قوت و سلطنت کے ساتھ زندہ رہنا ضروری ہے تو پھر انہیں ہر کیف میدان جنگ میں آنا ہو گا۔ انہوں نے تیرہ سال مہر کیا۔ بڑے ضبط و تحمل کے ساتھ مظالم برداشت کیے۔ اس بارے میں اب مزید صبر خودکشی کے مترادف ہے۔ لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول کے حکم کے پابند تھے۔ از خود تو کچھ نہیں کر سکتے تھے؛ چنانچہ سورہ الحج کی آیت ۲۱۹ میں کفار سے جنگ کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی۔ سورہ البقرہ کی آیت ۱۹۱ نے جہاد کا حکم دیا۔ وقتاً فوقتاً سبیل اللہ السدین یقاتلونکم ولا تقعدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ حد سے تمہارا زہ نہ کرو۔ بے شک

اللہ تعالیٰ مدد سے بڑھنے والوں کو دست نہیں رکھتا۔

حالات بے شک اس امر کا تقاضا کر رہے تھے کہ کفار کے ساتھ بڑا آزمائی کی جانے لیکن دیکھا یہ ہے کہ کیا مسلمان اسس پریشانی میں تھے کہ وہ کفار کے خلاف مسلح جہاد کا آغاز کر سکیں۔

افراد کی طاقت بہت قلیل تھی پہلے معرکے میں صرف تین سو تیرہ مجاہد شریک ہو سکے تھے۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی جس کے وسائل بڑے محدود تھے کیا جنگ کی ضروریات اسلحہ، خوراک، رسواری کے ہاتھ دینا کر سکتی تھی؟ کوہ مدینہ کے مقابلے میں کئی گنا بڑا شہر تھا وہاں کے اکثر لوگ تجارت پیشہ تھے۔ نہ دولت کی وہاں کی تھی نہ وسائل کی قلت۔ افرادی تعداد بھی مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی لیکن ان کی سازگار حالات کے باوجود مسلمانوں کے لیے فیصلہ کن گھڑی آپہنچی تھی۔ یہ حالات تھے جب یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورت کے نزول سے تہذیب کی کیفیت ختم ہو گئی۔ کفار کی تعداد کی کثرت، وسائل کی فراوانی کے باعث مسلمانوں کو جو خدشہ تھا وہ دور ہو گیا۔ ابتدائی آیتوں ہی میں واضح طور پر بتایا کہ کفار جو خود بھی گمراہ ہیں اور فوجی کو پھیلنے سے بھی روک رہے ہیں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ان کی جہاد جہاں کامیاب نہ ہوگی۔ ان کی ساری محنت اور کوشش خاک میں مل جائے گی۔ اہل ایمان کی کمزوریوں کو دور کر دیا جائے گا اور کامیابی کا تاج ان کے سر پر سجایا جائے گا۔

یہ فرمانے کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ میدان جنگ میں وہ کفار کے پرچمے اڑادیں۔ اسیران جنگ کے ساتھ جو برائیاں انہوں نے کرتے تھے اس کے اصول بتا دیے۔ ساتھ ہی واضح کر دیا کہ میدان جہاد میں جو مسلمان قتل ہوگا اسے شہادت کی غلبت فخر سے نوازا جائے گا۔ اسلام کے جس گلشن کی آبیاری وہ اپنے خون سے کریں گے وہ سد شاداب و سرسبز رہے گا اور ان کی قربانیوں کے طفیل آنے والی نسلیں بھی ذرا حق سے اپنے دلوں کو سنبھال کر رہیں گی۔

اہل ایمان کو صاف غفلتوں میں بتا دیا کہ اگر تم نے سچے دل سے اپنی پوری قوت اور توانائیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دین اسلام کی مدد کی تو کفر کے شند و تیز ریلے کے سامنے اللہ تعالیٰ تمہیں تھما نہیں چھوڑے گا بلکہ اس کی نصرت تمہاری پشت پر تباہی کرے گی آسمان کے فرشتے تمہارے دوش بدوش کفار سے نہرو آزا ہوں گے اور اس کی تائید تمہیں نازک حالات میں بھی ثابت قدم رکھے گی کفار کی ظاہری سبک دوش کو دیکھ کر مت گھبراؤ کفر کا انجام تباہی اور نامرادی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اگرچہ کمزور و بے توان ہو لیکن تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جو بڑی قوت و طاقت کا مالک ہے کفار کو تائید الٰہی نصیب نہیں اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کامیاب وہی ہوتا ہے جس کی مدد خدا کرتا ہے۔

اس ضمن میں منافقین کے ایمان کا حال بھی آشکارا کر دیا جو جہاد کے حکم کے نزول سے پہلے بڑی ڈیگیں مارا کرتے تھے، اپنی بہادری اور جہاں شہری کے لیے چوڑے دعوے کیا کرتے تھے۔ کہتے ہم بڑی بے تابی سے اس گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں جب ہمیں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا اذن ملے گا۔ اس کے بعد دنیا دیکھے گی کہ ہم کس طرح شیخ اسلام پر دونوں کی طرح جان قربان کرتے ہیں۔ اب جب کہ جہاد کے نفاذ سے پرچوٹ لگ گئی ہے ان کی حالت قابل دید ہے۔ یوں پتہ چلتا ہے جیسے موت کی غشی ظاہری ہو گئی ہو انہیں پتہ لگتی ہیں، چہرے کی رنگت زرد ہو گئی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ پرچے دل سے ایمان لانے والوں کی آزمائش کی گزلیں میں یہ حالت ہوا کرتی ہے۔

اسلام کے جاناہذا اور غیور سپاہیوں کو آیت ۲۵ میں ایک خصوصی حکم دیا کہ جنگ میں حالات کہنے ہی رُوح فرمایا کیوں نہ ہو کہ کمزوری سے متوجہ نہ ہو بلکہ صلح کی درخواست مت کرو۔ اگر تم نے کمزوری کا مظاہرہ کیا یا صلح کے لیے اپنی بے تابی کا اظہار کیا تو دشمن جبری ہو جائے گا۔ تمہاری اس پیشکش کو کمزوری اور بزدلی پر محمول کر دے گا۔ تم خوب جانتے ہو کہ اس کا انجام کتنا خطرناک ہوتا ہے۔ دشمن لوہا تم ہی سر پہ باندھ دے گا کیونکہ خود اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ تمہاری محنت اور کوشش کو وہ ضائع نہیں ہونے دے گا۔

آخر میں مالِ جلا کی طرف متوجہ کیا۔ اگر اسلام کو تمہارے مال کی ضرورت پڑے تو یہی دریا دلی سے اس کو پیش کرو۔ اگر تم نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا البتہ تمہارا ستیا نامس ہو جائے گا اور تمہاری جگہ یہ عزت کسی اور کو بخش دی جائے گی۔ پھر تم ہاتھ پٹے رہ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کا علم تو لے رہا ہی ہے کہ اگر کوئی قوم اس کو اٹھانا اور بوجھنے لگی تو دوسری قوم شوق سے یہ خدمت بجالائے گی۔ اپنے آپ کو پیش کر دے گی۔

اہلسنت کے علماء و مشائخ اس پر مبالغہ آیت کو بار بار پڑھیں۔ وَإِنْ تَسْأَلُوا أَيُّهُنَّ شَيْءٌ فَإِنَّهُنَّ يَخْرُجُنَّ إِلَيْكُمْ قُلُوبًا غَيْرَ مُبْطِلِينَ ثُمَّ لَا يَكُنْ فَرَقٌ بَيْنَهُنَّ وَلَكِنَّهُنَّ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ أَلْهَمْنَاهُنَّ مِنْ قَبْلِ هَذَا الْقُرْآنِ مَا كُنَّ يَكْفُرُونَ بِهِ لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ

سُبْحَانَكَ يَا مَنْ لَا يَمُوتُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَثَلَاثُونَ آيَةً كُنَّا

سورہ نحمدہ منی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، مہربان، رحم فرماتے والا ہے۔ ۳۸ آیات رکوع ۴

الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ

جنہوں نے خود ہی حق کا انکار کیا اور دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکتے ہوئے اللہ نے ان کے عملوں کو برباد کر دیا۔ سورہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ

اللہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایمان لے آئے جو انہوں نے ان کے رسول پر اور وہی

سورہ جو لوگ حق کو قبول نہیں کرتے اور باطل سے چپے بستے رہتے ہیں وہ لوگ دنیاوی کاموں کا باعث بنتے ہیں۔ پہلے خدائی ترقی کر ان کی اپنی زندگی اور ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ وہاں انہیں ایسی باتیں ملتی ہیں کہ ان کی ساری عمر ضائع ہو جاتی ہے۔ جب یہ باتیں صلاہتیں قدرت نے انہیں ودیعت کی ہیں وہ پرورش نہیں پاتیں ان کا دم گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ دوسری خدائی یہ ہے کہ ان کا وجود دوسرے لوگوں کے لیے موجب بن جاتا ہے۔ سادہ لوح ہونے کی وجہ سے انہیں دیکھ کر ان کی گواہی کی تعلقہ کرنے لگتے ہیں۔ نیز حق سے انہیں جو خدا واسطے کا پیر ہوتا ہے وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ حق المقدور حق کی ترقی میں روٹے۔ انہیں دین اور لوگوں کو طائف ایل سے حق سے متنفر کرتے رہیں۔ خود ہی ان سے ہٹے رہیں اور لوگوں کی آنکھوں میں بھی دھول ڈالتے رہیں۔ خود ہی حق کو قبول کرنے سے گریزاں رہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی حق سے دور کرنے کے لیے جتن کرتے رہیں۔ اس سے بڑی بد بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال ضائع اور رائیگاں جلتے ہیں۔ انہیں کامیابی اور کامرانی نصیب نہیں ہوتی۔ ظاہر جو نیک کام وہ کرتے ہیں آخرت میں انہیں ان کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ انہوں نے رضائے الہی کے لیے کوئی قدم اٹھایا اور نہ انہیں رضائے الہی کی سعادت سے فائز کیا۔ دنیا میں شہرت، نیک نامی، کامیابی ترقی وغیرہ جو چیزیں انہیں مطلوب تھیں وہ ان کے لیے دی گئیں۔

واضل اعمالہم کا ایک مضموم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کو ناکام کرنے کے لیے جو جتن انہوں نے کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو سازشیں انہوں نے کیں، پس اسلام کو گل کرنے کے لیے جو منصوبے انہوں نے بنائے وہ سب ناکام ہو کر رہ گئے۔ ان کی ساری کوششوں کے باوجود اسلام کا آفتاب اقبال بلند ہوتا گیا۔ قدم قدم پر انہیں مذک کالی پڑی، ان کی ہر تعمیر الٹی ہو گئی۔ المعصی بَطُلٌ جَلَّ وَعَزَّ مَا عَمِلُوا مِنَ الْكَيْدِ لَيْسَ سُوْلًا لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصُرُ سُوْلَهُ وَيُظْهِرُ دِينَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَعَلَّهُ يُوَفِّيهِمْ لَعْنَةً. (روح المعانی)

الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ لَكُفْرًا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بِاللَّهِمْ ذَلِكَ

حق ہے ان کے رب کی طرف سے مٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیں ان سے ان کی برائیاں اور سنوار دیا ان کے حالات کو تھے (یوں) اس

بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا

لیے کہ جنہوں نے کفر کیا وہ باطل کی پیروی کرتے تھے اور جو ایمان لائے تھے وہ حق کی پیروی کرتے تھے جو

الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۖ فَإِذَا الْقِيَمَةُ

ان کے رب کی طرف سے حقائق اسی طرح اللہ ایمان کرتا ہے لوگوں کے لیے ان کے حالات۔ پھر جب (میدان جنت میں)

الَّذِينَ كَفَرُوا فَضْرَبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَكْخَتْنَاهُمْ مُضْجِدًا

تمہارا کفار سے آنا سامنا ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو گے یہاں تک کہ جب انہیں خوب نکل کر تو ہر کس کے بازو

حَصَدَ لَعْنَتٍ فِي لَانِيٍّ اور متعذبی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں مناسب دوسرا معنی ہے کیونکہ لانی کا مفہوم کفر و ایمان آگیا۔
تھے ان کے برعکس جو خوش نصیب دولت ایمان سے مال مال ہوئے، کج روی کو چھوڑ کر انہوں نے راست روی اختیار کی اپنے اہل
کو رہائے الہی اور اخلاصیت مصطفوی کے سانچے میں ڈھال لیا قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر نازل کیا اس کو تسلیم کر لیا ان کے ساتھ ہمارا رویہ یہ ہو گا کہ جو کچھ آج تک وہ کہتے چلے آئے ہیں وہ سب صاف کر دیے جائیں گے
عادات و شامل کی طرح طرح کی جو خرابیاں ان میں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور کر دی جائیں گی اب وہ سو ہیں گے تو صحیح نبی پر قدم اٹھائیں
گئے تو سیدھی راہ پر

تھے لفظ مبال کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ کہا جس نے اس کا معنی شان، قنادہ نے اس کا معنی مال اور ابن عباس
نے اس کا معنی امور کیا ہے مفہوم کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے حالات کو درست کر دیا ہے۔ پہلے
وہ مخلص اور گزرتے تھے اب وہ تو گمراہ اور طاقتور ہیں پہلے وہ کفار کے جبر و تشدد کا نشانہ بنے رہتے تھے اب کفار ان کے دامن رحمت میں
پنہ تلاش کرتے ہیں پہلے وہ آزادی سے عبادت بھی نہیں کر سکتے تھے اب ان کی عظمت کا پرچم سائے جزیرہ عرب میں لہرا رہا ہے۔
تھے دونوں گروہوں کے ساتھ جو الگ الگ بت کو کیا ہا رہا ہے اس کی وجہ بتا دی۔ پہلا گروہ باطل کا پرستار ہے جو شخص جھوٹ
اور گناہ کا بیہ پار کسے گا اسے متاثر نہ کرے گا اور جو شخص نیک کی پیروی کرے گا منزل خود کھینی کر اس کے قریب آجائے گی۔
فرز کامرائی بے تباہی اس کی طرف بڑھے گی۔

تھے پہلے کفار کے معاندانہ اور باطلہ طریقہ عمل کے واسطے میں بتایا گیا اور ان کے مقابلہ میں فرزند ایمان اسلام کی حق پرستی اور راست

الْوَثَاقُ فَمَا مَنَّا بَعْدُ وَإِنَّا فِدَاءٌ حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا

رتیاں ملے بعد ازاں یا تو اسان کر کے ان کو رہا کر دیا ان سے خدیہ لڑیاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے

کا ذکر کیا گیا۔ ان حالات میں ان دو متضاد قوتوں کا ٹکراؤ ناگزیر ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر جنگ کے بغیر پانچ بار نہ رہے تو پھر کل مندی، سنسیتی، کنوائٹیشن اور ہندول کا عاہدہ دست کرنا بلکہ بڑی جرات اور بہادری سے باطل کے ساتھ ٹکرا جانا اور سرد و گرمی بازی لگایا جانا اس وقت رحم و شفقت کا اظہار کمزوری اور ضعف کی علامت ہے جو کافر سامنے کرتے اس کی گزروں سے کرکھو، باطل کا کوئی سرخسہ تمہاری ضرب سے جان بچا کر بھاگ نہ پلے۔ ایسے مواقع بار بار میسر نہیں آتے دشمن کی طاقت کو کپل کر رکھو تاکہ وہ پھر نہ اٹھنے کے قابل ہی نہ رہے یہاں حضورؐ صبر و استقامت کا قائم مقام ہے اور اپنے مفعول کی طرف مصافحہ ہے جوڑ صبر اور جلال حضورؐ المرقاب میں ہے وہ فاشٹو ہنر کے الفاظ میں ہیں۔

۱۔ وہ کپڑا جس کی بنائی گھن اور عمدہ ہواسے ثوب فیضین کہتے ہیں۔ ابو العباس نے اس کا معنی غلبت و مہم و کثرت فیہم الجسار کیلئے۔ یعنی جب تم ان پر غالب آ جاؤ اور ان کی اکثریت زخمی ہو جائے۔ ابن اعرابی نے اس کا معنی کیا ہے الا ثخان فی الشیء المبالغۃ فیہ والا کثرت منہ۔ یعنی کسی چیز میں مبالغہ کرنا اور اس میں کثرت کرنا مقصد یہ ہے کہ جب تم ان کے کشوں کے پٹے لگاؤ انہیں زخموں سے خود بخود روکتی کہ وہ بالکل تھوڑے و مغلوب ہو کر رہ جائیں تو اس وقت جنگ بند کر دو اور بقیۃ السیف کو سیر کر لو ان کی مشکلیں طوب کس کہانہ لہ ایسا نہ ہو کہ وہ بھاگ جائیں اور تمہارے لیے نئی مصیبت کمزری کر دیں۔

۲۔ اسیران جنگ کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جانا چاہیے اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔ بعض علماء ابن جریرؒ، سدی اور قتادہ کا خیال ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی تاریخ فاقہ القتل و المشرکین حیث وجدتموہم ہے۔ مجہد علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت لگم ہے منسوخ نہیں اور اسیر کو قتل کرنا ہائز نہیں۔ اسیر کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاسکتا ہے جو اس آیت میں مذکور ہے چنانچہ اسد قتل کے طور پر وہ یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ مجاہد نے حضرت ابن عمرؓ کو کہا کہ فلاں اسیر جنگ کو قتل کر دو۔ آپ نے فرمایا لیس بھڑا ضررنا کہ ہمیں قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے بعد از یہ بھی اسیران جنگ کو قتل نہیں کئے تھے۔ علماء ابن جریرؒ یہ اقوال لکھنے کے بعد اپنی تحقیق کا یوں اظہار کرتے ہیں:

والصواب من القول عندنا ان هذه الآية محكمة ليست منسوخة کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے۔ اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بیان کر دی کہ نسخ کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب دونوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو یہاں ایسی صورت نہیں۔ وغیر مستنکر ان یکون جعل الخیار فی المؤمن والغناء والقتل الی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی القاتلین بعدہ ہامر الامۃ۔ یعنی یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ مذکورہ صورتوں میں بتا دیا کہ لائق حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے خلفاء کے پڑ پڑا ہوا پھر کہتے ہیں کہ یہاں قتل کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

احادیث میں جہاں کسی سیر کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں مخصوص حالات کی بنا پر دیا گیا ہے۔ اس آیت کی وضاحت امام ابو عبیدہ القاسم ابن سلام دولاوت ۵۳۱ھ وفات ۶۲۴ھ نے اپنی تصنیف کتاب الاموال میں کی ہے جو بہت عمدہ ہے ناظرین کرام کی خدمت میں اس کے خلاصہ پیش ہے۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں حدیث نبوی سے پتہ چلتا ہے کہ شرک، کسیران جنگ کے ساتھ تین طرح کا سلوک رفتار کیا جاتا تھا۔ "فلا قتل" قرآن حکیم میں بھی مذکور ہے "اقتلوا المشرکین" اس میں پہلی اور دوسری صورت کا بیان ہے۔ "فاقتلوا المشرکین" اس میں تیسری صورت کا ذکر ہے۔ احسان و مروت کی مثال اہل کسے حضور کا سلوک ہے۔ اس روز حضور کی طرف سے ایک منادی کہنے والے اعلان کیا "اَلَا یَجْعَلُوْنَ عَلٰی جَسْرِ یح ولا یقتلن اسیر ومن اغلق بابہ فہو امن"۔ یعنی زخمی کا کام تمام نہ کرنا۔ پتہ پھیلنے والے کا تعاقب نہ کرنا، کسی قیدی کو قتل نہ کرنا اور جس نے اپنا دوازدہ بند کر لیا ہے امن۔ فتح کر کے موت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پادریوں کے سوا سب کو امان دے دی اور معاف فرمایا اور جن چار کو مستثنیٰ فرمایا ان کی خاص وجوہات تھیں۔ غیر فتح ہوا تو وہاں کے یہودیوں کو بھی حضور نے امان دی اور معاف فرمایا۔ ہر کے کسیران جنگ کے بارے میں جزیہ بن مطعم نے بتایا کہ میں جنگی قیدیوں کی سفارش کرنے کے لیے حضور کی خدمت، اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور مغرب یا عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضور نے یہ آیت تلاوت کی "اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّآلٌ مِنْ فَاْفَع"۔ یعنی تیرے سب کا مذاب ضرور واقع ہو گا اور اسے کوئی روک نہیں سکتا، تو دہشت کے مارے میں ادا دل بیٹھنے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اپنی ماضی کی وجہ بیان کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا شیخ لو کان اتانا فیہم شطمناد یعنی اباء مطعم بن عدی۔ یعنی یا اس سردار کا بیٹا ہے کہ اگر وہ ہمارے پاس ان لوگوں کی شفاعت کرے تو ہم ان کی شفاعت قبول کریں۔

یہ واقعات نقل کرنے کے بعد امام ابو عبیدہ کہتے ہیں فہذا ما سنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المن وقد علمت بہذا ما لیس بعدہ و کتاب الاموال ص ۱۱۲

یعنی قیدیوں کے ساتھ احسان کرنے کا یہ طریقہ جو حضور نے ہمارے لیے سنت بنایا۔ بعد ازاں انہوں نے خلافت راشدہ کے عہد کے ایسے واقعات لکھے ہیں جہاں حضرت صدیق و فاطمہؓ نے جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

فدیہ کے متعلق علامہ آلوسی نے تصنیف لکھا ہے کہ امام صاحب کا ایک قول یہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کے ساتھ غیر مسلم قیدیوں کا تباہ نہ کیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا تباہ نہ ہوتا ہے۔ امام محمد، امام ابو یوسف، امام شافعی، امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں لہذا ان یختار احد اربعۃ ما صور فی القتل والاسترقاق والمن وهو الاطلاق من غیر عوض والافداء بالاسیری المسلمین او بجمال (میشپوری) یعنی امام قیدیوں کے ساتھ ان چاروں سے کوئی ایک اختیار کر سکتا ہے۔ مناسب ہے تو قتل کرے، یا بے قیدی بنائے، یا بلا عوض آزاد کرے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دے۔

اس کے بعد کہتے ہیں فہذا فی روایۃ السیر الکبیر قبل ہو اظہر الروایۃ عن الامام ابی حنیفہ۔ یعنی سیر الکبیر میں یونہی مروی ہے اور حضرت امام کا بھی یہی قول اظہر اور مانع ہے۔

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالِهِمْ ۚ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ۝

وہ پہنچائے گا انہیں بلند درجہ پر اور سنوارے گا ان کے حالات کو سچے اور اصل کرے گا انہیں بہشت میں جس کی پہچان اس نے انہیں کرادی تھی ۛ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہاری جہاد میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا ۛ

قرآن کا پانسہ پتہ تیار ہو چکا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے فرزند ان اسلام! اس سے کہو تم ہم سے برابری کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہو۔ ہمارے مقتول اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن ہیں۔ مشرکین نے کہا اِنَّا لَنَالُ الْعُثْرَىٰ وَلَا عُثْرَىٰ لَكُمْ ہمارا عثریٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عثریٰ نہیں۔ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ اَللّٰهُ مُؤْتِنَا وَلَا عُثْرَىٰ لَكُمْ۔ مسلمانوں نے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

فلن يضل اعمالهم کا جملہ بڑا معنی خیر ہے یعنی ان شہیدانِ حق کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی بلکہ ان پر بڑے خوش آئند نتائج مرتب ہوں گے۔ اس قربانی کا مسلمانیں تو یہ طے لگے کہ جنت میں ربیع الثانی مہلات میں وہ تشریف فرما ہوں گے اور ان کی ملت کو ان کی جانفشانیوں کے صدقے عزت و سربلندی نصیب ہوگی اور جس مقصد کے لیے انہوں نے اپنی جڑائیاں نثار کی تھیں وہ مقصد حاصل ہوگا۔ حق کی روشنی سے کوہ و دامن میں اباٹا ہو جائے گا۔ ان پاکبازوں نے جان دیکر اتنے عظیم مقاصد حاصل کر لیے ان سے بڑھ کر کون خوش نصیب ہو سکتا ہے۔

۱۱۔ یعنی جنت اور رضائے الہی کی ذی شان منزل تک انہیں رسائی حاصل ہو جائے گی۔ راہ کی سکاڑھیں دور کر دی جائیں گی۔ فامیلے سمٹ کر رہ جائیں گے اور امن کے حالات سنو رہائیں گے یعنی جو لغزشیں ان سے ہوئی تھیں جن گناہوں کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا وہ سب معاف کر دیے جائیں گے۔ مغز و دماغ اور مشقین کے زمرہ میں ان کا شمار ہوگا۔

اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی برکت سے دوسرے لوگ راہِ ہدایت پر گامزن ہو جائیں گے۔ ان کی قوم کی بڑی ہوتی حالت سنو رہائے گی۔ شکست و نامرادی کے جو داغ ان کی قوم کے چہرے کو بد نما بنا رہے تھے وہ دور ہو جائیں گے اور کامرانی کا دامن پر فروغ شانی کرنے لگے گا۔

۱۲۔ جب جنت میں قدم رنج فرمائیں گے تو اپنے معذرت کی طرف اس طرح جائیں گے جیسے وہ مدت سے یہاں آباد ہیں اور سائے راستے ان کے جانے پہچانے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

۱۳۔ دین اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد کا اللہ تعالیٰ کی امداد فرمایا گیا ہے۔ جان کی بازی لگانے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر ثرور کیا ہو سکتا ہے۔ وہ مجاہد نصرت الہی جن کی پشت پناہی کر رہی ہو، ہر نازک مرحلہ پر تائید و یاری جن کے دلوں کی دھارس ہو، دشمن کا کوئی طوفانی حملہ ان کے قدموں میں لغزش نہ پیدا کر سکے، تو ایسے مجاہدوں کو دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا

اور جنہوں نے (حق کا) انکار کیا خدا کرے وہ منہ کے بل اوندھے گریں اور اللہ ان کے اعمال کو برباد کرے ۱۳۷۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے پسند کیا

مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۚ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا

جواہر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا پس اس نے مٹا دیے ان کے اعمال ۱۳۸۔ تو کیا انہوں نے سیر و سیاحت نہیں کی زمین میں تاکہ وہ خود دیکھ لیتے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ

کر کیا انجام ہوا ان (منکروں) کا جو ان سے پہلے گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال کر دی اور کفار کے لیے ایسی قسم

أَمْثَلُهَا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ

کی سزا میں ہیں ۱۳۹۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے ۱۴۰۔ اور کفار کا

شکست نہیں دے سکتی۔ شرط یہ ہے کہ یہ جنگ و دنیاوی مفادات کے لیے نہ کر رہے ہوں یہ غریزی کسی حقیر مقصد کے لیے نہ ہو۔ بعض اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے ہمارے دین حق کو غالب کرنے کے لیے ہو۔

۱۳۷۔ اب کفار کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ نفس کی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور کہتے ہیں التمس: الاخطاط والمشور۔ گرین، لاکھڑا، پھسلنا۔ فرما سکتے ہیں کہ یہاں نفس مصدر منصوب ہے اور بطور بدو مانہ کر سبب۔ قال الفراء نصب على المصدر على سبيل الدعاء۔ ابن منظور کہتے ہیں ہاں یکنہا اللہ لفعلیہا خدا انہیں منہ کے بل گر لے۔ میں نے ترجمہ آی کے مطابق کیا ہے۔ اصل اعمالہم سے ان کی حراماں نصیبی کا ذکر کیا کہ انہوں نے حق کو برباد کرنے کے لیے مال و دولت بھی خرچ کی۔ زخموں سے پھر پھر بھی ہوتے۔ اکثر نے اپنے سر بھی کٹائے اور جان بھی دی، لیکن نتیجہ؟ دنیا میں ذلت و رسوائی، آخرت میں عذاب الیم۔

۱۳۸۔ اتنے زیرک اور تجربہ کار ہو کر کیوں منہ کے بل گر کر سوائے کیوں ان کی قربانیاں مایہ گاہ گئیں؟ اس کی وجہ بتا دی کہ انہوں نے احکام الہی کو ناپسند کیا تھا۔ جن اعمال میں اللہ کے وہ جو پچھتے تھے انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی ساری زندگی ضائع ہو گئی۔

۱۳۹۔ وہ متعدد ممالک کی سیاست پر گئے۔ انہوں نے پل بے پلہ قہروں کے آؤڑے ہونے کشتہ اتار دیے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کو نیست و نابود کیا تھا اس سے بے خبر نہیں، لیکن انہوں نے خود سیر و سیاحت سے کوئی عبرت حاصل نہ کی اور ان پر وہی عذاب نازل ہوا جو ان جیسے کفار پر پہلے نازل ہو چکا تھا۔

۱۴۰۔ اعمال اور جدوجہد اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے تو کیا تھے۔ اہل ایمان نے بھی مال خرچ کیا اور انہوں نے بھی

لَا مَوْلَى لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

مردگار نہیں ۔ بے شک اللہ تعالیٰ داخل فرمائے گا جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے

جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَ

رسد بہار باغات میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں شلہ اور جنہوں نے کفر کیا وہ میٹھ اڑا رہے ہیں اور

يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۚ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ

مٹھ کھاتے دھینے میں عورت ہیں ونگروں کی طرح حالہ کھائش بہنم ان کا ٹھکانا ہے ۔ اور بہت سی ایسی بستیاں تھیں

هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ ۚ أَهْلُكُمْ فَلَانَاَصِرَ

جوت دھوکت میں تھائی اس بستی سے کہیں زیادہ تھیں جس کے باشندوں نے آپ کو نکال دیا شلہ ہم نے ان بستیوں کے کہنوں کو ہلک کر دیا

مال غری کیے ، وہ بھی میدان جہاد میں زخمی ہوئے یہ بھی زخمی ہوئے ۔ انہوں نے بھی شمع حق پر جانیں قربان کیں ، انہوں نے بھی سر کٹنے میں ہلکے کام نہیں کیا ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نتائج بالکل مختلف رہنا ہوئے ؟ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا حامی و ناصر تھا ۔ اس کو راضی کرنے کے لیے انہوں نے یہ سب کچھ کیا ، سو اس نے اپنے مخلص بندوں کی تائید و حمایت کی اور ان کا رکا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان تھا نہ اس نے ان کی دستگیری کی ۔ جن بڑی کامیابیوں نے اپنا مجرور بنا رکھا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آئے اس لیے نتائج کا اختلاف ایک طبی امر ہے شلہ اہل ایمان تو غلو میں نیست اور دشمن عمل کی برکت سے نہشت کی بہادری سے لطف اندوز ہوں گے اور کفار کا ٹھکانہ دوزخ کا بھڑکتا ہوا آتش کدہ ہوگا ۔ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی نہ پہچانا ۔ ساری عمر میٹھ و عشرت میں گزار دی ۔ ونگروں کی طرح عمدہ ، لذت اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں کھانا کھانا ہی ان کا محبوب مشغلہ بنا رہا ۔ نہ انہوں نے اپنے انجھام کے بارے میں سوچنے کی زحمت گوارا کی نہ اپنے خالق کو پہچانا نہ اس کو راضی کرنے کا شوق ان کے دل میں پیدا ہوا ۔ ان کے طرز عمل کا انجام وہی ہونا چاہیے تھا جس سے وہ اب دوچار ہیں ۔

شلہ اہل کہ کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم نے اپنے نبی کریم کو بڑی سنگدلی سے اپنا پیارا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا ۔ سنو ! یہ کوئی معمول بات نہیں کہ اس پر تمہیں کوئی سزا نہ ملے گی ۔ جلد تم سے پہلے جن قوموں نے اپنے نبیوں کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا وہ اگرچہ تم سے زیادہ طاقت ور ، زور آور اور خوش حال تھیں لیکن ہم نے ان کو طیامت کر دیا اور کسی کو جنت نہ بخشی کہ ان کی مدد کے ۔ سنو ! اگر تم باز نہ آئے اور توبہ نہ کی تو تمہارے ساتھ ہی ایسا سلوک ہی کسیا جائے گا ۔

لَهُمْ أَفْنٌ كَانَ عَلَى بَيْتَةٍ مِّنْ رَبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ

ہیں کرنا ایسا مدکار نہ تھا۔ کیا وہ شخص جس کے پاس روشن دلائل ہیں اپنے سب کے پاس سے نکال دیا اور بہت سی باتیں آراستہ کر دیے گئے جس

وَآتَبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ

کے لیے اس کے بہت سے اعمال اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنی خواہشوں کے۔ احوال اس جنت کے جس کا وہمہ خطیوں سے کیا گیا ہے اس میں نہریں ہیں ایسے

مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ

پانی کے جس کی بڑا اور مزہ نہیں بگڑتا لٹے اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا ذائقہ نہیں بدلتا۔ اور نہریں ہیں شراب

خَيْرٌ لَّذِي لِلشَّرِيبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا

کی برکت بہت بھلے پینے والوں کے لیے۔ اور نہریں ہیں شہد کی جومات سسترا ہے۔ اور ان کے لیے اس میں

مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ ط كَمَن هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ

ہر قسم کے پھل ہوں گے اور (مزید) پانی ان کے لیے بخشش ہوگی اپنے رب کی طرف سے (سوچا) کیا یہ ان کی مانند ہوں گے جو ہمیشہ آگ میں

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءُهُمْ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ إِلَيْكَ

رہیں گے اور انہیں گھولتا پانی پلایا جائے گا اور وہ لٹے گے ان کی آنتوں کو کٹ دیا جائے گا اور انہیں کھلے ہوئے ہیں جو کان اٹھائے رکھتے ہیں آپ کی طرف

نکلتے بتا دیا کہ جس کے پاس اپنے رب کی طرف سے روشن دلائل ہیں اور ان کی روشنی میں زندگی کی مسافت طے کر کے منزل مقصود

کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ اس کا انجام اس پر جنت کے انجام سے بالکل مختلف ہوگا جس کے بہتے اعمال اس کی محاسن میں خوشنما کر

دیے گئے ہیں اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگی رہتا ہے۔

۱۱۱۔ مثنوی اور پرہیزگار لوگوں کو جو جنت مرحمت ہوگی اس کا قصہ یہ تفصیل بیان ہو رہا ہے۔ غیر اس کی تحقیق کرتے ہوئے بلا

قریبی کہتے ہیں ای غیر متغیر لڑائیتہ وقد آسن للسامیاسن اسنا واسنونا الما تفسیرت رائحتہ وہ چیز جس کی بڑا بڑا اس

کو فیر آسن کہتے ہیں اس کا مادہ آسن یا سین اس ہے جس کا سنی ہے بڑا بدل جائے۔

۱۱۲۔ اس جنت میں نطف و سرور کی زندگی بسر کرنے والے خوش نصیب کے ساتھ اس پر نصیب کر کیا نسبت جو اپنے کڑواں

کی پاداش میں جہنم رسید کر دیا گیا اس کی۔ بال پانے کی امید کی ہمیشہ کے لیے تم ہو گئی۔ انہیں ایسا گرم گھولتا ہوا پانی ملے گا جو ان کی آنتوں

حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنِفًا

حتیٰ کہ جب نکلے ہیں آپ کے پاس سے تو کہتے ہیں اہل علم سے کہہ دیا فرمائیے یہ مناسب ابھی ابھی کیا کہہ رہے تھے تھے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَالَّذِينَ

یہ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنی خواہشوں کی اور جو لوگ راہ

اِهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّبَعُوا تَقْوَاهُمْ ۖ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا

ہدایت پر چلے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے ان کے لئے ہدایت کو اور انہیں تقویٰ کی ترقی بخش ہے لگے ہیں کیا یہ لوگ اٹک کر رہے ہیں

السَّاعَةِ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمُ

قیامت کا کہ آجائے ان پر اچانک شبہ بے شک اس کی نشانیاں تو آ رہی گئی ہیں لگے تو جب قیامت ان پر آگئی تو اس وقت ان

کو کڑے کڑے کرنے لگے۔

۲۳ جموع کے خطبوں اور دیگر اجتماعات میں اہل ایمان کے ساتھ منافقین بھی شریک ہوا کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد بت قیامت اہل ایمان تو بہتر تن گوش ہو گئے اور اپنے دل میں انہیں محفوظ کر لیتے لیکن منافقین حضور کے غلام تو بنے مگر ان کی طبیعت پر یہ بے گراں گزرتے جب غفلت برخواست ہوتی تو صبا نہ کرام سے پوچھتے کہ ابھی ابھی انہوں نے کچھ فرمایا ہے ذرا بتائیے تو انہوں نے کیا فرمایا ہے ہمیں تو یاد نہ رہا یا ہم سمجھ نہیں سکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر نمریں لگا دیں اور وہ صرف اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں اس لیے انہیں سرور عالم کے ارشادات کیسے یاد رہ سکتے ہیں۔

۲۴ جو نیک بخت حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور کلام بلاغت نظام سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان پر مزید کرم یہ کیا جاتا ہے کہ انہیں علم بصیرت اور شرح صدر کی دولت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے اور انہیں احکام الہیہ پر عمل کی توفیق بھی بخشی جاتی ہے یا ان چیزوں سے بچا لیا جاتا ہے جو دوزخ میں لے جانے کا باعث ہوتی ہیں تقویٰ کے یہ دونوں مفہوم درست ہیں۔

۲۵ حق واضح ہو گیا دلائل و براہین سے شک و شبہ کا خبار مچٹ گیا اس کے باوجود یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ اچانک قیامت برپا ہو جائے تب وہ ایمان لے آئیں گے۔

۲۶ قیامت کی علامات کے بارے میں احادیث نبوی میں واضح ارشادات ہیں مندرجہ ذیل دو احادیث ملاحظہ فرمائیے۔ (مکملہ ص ۱)

① عن ابی ہریرۃ قال بیننا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحدثنا اذ جاء اعرابی قال متی الساعة قال اذا ضیعت الامانة فانظر الساعة قال کیف احنا عنہا قال اذا وضدنا من امرائنا غیر اہلہ فانظر الساعة (رواہ البخاری)
ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گنگر فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی۔ ارشاد فرمایا جب امانت کو ضائع کیا جائے گا تو اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے عرض کی امانت ضائع کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ فرمایا جب کام نابلوں کے سپرد کیے جائیں گے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔

② حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور جانتا فرمان ہے جس میں ہم سب کے لیے عبرت کے ہزاروں سامان ہیں۔
فدا خد سے پڑھیے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتخذ الفی ذوقا والامانة مفعنا والزکاة مغرمنا وتعلم لغیر الدین واطاع الرجل امراته وعق امته واد فی صدیقہ واقصا امباہ وظہرت الاصوات فی المساجد رفاق القوم فایستقیمہم وکان زعم القوم لہذہ لہم واکرم الرجل مضافہ شرہ وظہرت القینات وللعانف وشربت الخمر ولکن اخر ہذہ الامۃ اولہا قارت قبوا عند ذلک ریحاً حمرآہ وزلزلۃ وخسفاً وصغاف الخ (ترمذی)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مال غنیمت کو باہم بانٹ دیا جائے گا اور امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ کو تادیب خیال کیا جائے گا اور دنیوی مقامات کے لیے دینی تعلیم حاصل کی جائے گی۔ جب مرد اپنی بیوی کا فرمانبردار اور اپنی ماں کا فرمانبردار ہو جائے گا۔ جب وہ اپنے دوست کو قریب کرے گا اور اپنے آپ کو دور سمجھائے گا۔ جب مسجدوں میں طرح طرح کی آوازیں بلند ہونے لگیں گی۔ جب فاسق قوم کا سردار بن جائے گا۔ جب ذلیل شخص قوم کا قائد ہوگا۔ جب کسی شخص کی عزت اس کی خیریتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے شر سے پہنچنے کے لیے کی جائے گی۔ جب گانے والیاں اور گانا بجانا عام ہو جائے گا۔ جب گھٹے بندوں شراب پی جائے گی۔ جب بد میں آنے والے امت کے پہلے حضرات پر لعنت بھیجیں گے۔ اس وقت سورج آندھ کی لالزلہ کا خوف اور مسخ کا انتظار کرے گا۔

علامہ آلوسی نے اس موضوع پر کمال کرکھلے ہے۔ فرماتے ہیں:

بعض لوگوں نے قیامت کے ہائے میں مختلف قسم کی تباہیاں کی ہیں۔ کسی نے چودہ صدیاں کسی نے کم و بیش مدت مقرر کی ہے۔ بعض نے فلاسفہ یونان سے دنیا کی عمر اٹھتر ہزار سال نقل کی ہے۔ بعض نے پچیس ہزار برس۔ کل ذلک خبط لا دلیل علیہ۔ یہ سب ٹھک بندیاں ہیں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات وہ ہے جو بعض اسلامبول سے منقول ہے کہ قیامت چودہ سو سات ہجری میں قائم ہوگی۔ مگر موصوفہ آفریں کہتے ہیں وامت تعلم ان مثل ذلک مما لا ینبغی لعاقل ان یقول علیہ او یلتفت للیہ والمعزم والجزم بانہ لا یعلم ذلک الا اللطیف الخبیر۔ (در روح المعالی)

یعنی تو جانتا ہے کہ عقل منہ آدمی ایسے اقوال کی طرف التفات ہی نہیں کرتا۔ احتیاط اور یقین کا فیصلہ یہ ہے کہ قیامت کے وقت پڑے ہونے کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو لطیف و خبیر ہے۔

ذَكَرَهُمْ فَأَعْلَمَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُ لَذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

کوسنا کب نصیب ہوگا پس آپ باقی میں کہ نہیں کوئی معبود بجز اللہ کے شہ اس دعا میں کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے معذور کرے شریف حضرت علیؓ

۲۷ اہل ایمان کی مساوت اور کفار کی شقاوت کا مل بیان کرنے کے بعد اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ توبہ کا عرفان کامل جو آپ کو بخشا گیا ہے اسے ہمیشہ یاد رکھیے۔ ملکہ فرماتے ہیں کہ اس بات میں تو اولیٰ شامہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا علم حضور کو ان آیات سے حاصل نہیں ہوا بلکہ روز الست سے حاصل ہے۔ اس لیے یہاں اِغْلَمْ بِمَعْنَى اُتْبِتْ ہے۔ یعنی آپ اس پر ثابت قدم اور پختہ رہیے۔ لیکن بعض اکابر نے فرمایا کہ حضور کو اس عقیدہ پر ثبات اور یکل بھی پہلے سے حاصل ہے اس لیے فاعلم بمعنی تسلح کر رہے ہیں اس تحقیق کو ہمیشہ یاد رکھیے۔

۲۸ علامہ قرطبی نے اس کے دو معنی ذکر کیے ہیں، یعنی ① اِسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَنْ يَقَعَ بِيْثَنٌ ذَنْبٌ۔ یعنی آپ اس بات سے اللہ کی مغفرت طلب کریں کہ آپ سے کوئی گناہ سرزد ہو۔ میں نے ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔

② اِسْتَغْفِرُ لِيْغُصِبَتْ مِنْ الذُّنُوْبِ۔ یعنی استغفار کریں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے سکے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجات میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اوپر والے درجے پر پہنچنے والے درجے پر پہنچاؤ پڑتی تو موجودہ درجہ کے مقابلہ میں وہ حضور محسوس ہوتا اس لیے حضور کثرت سے استغفار کیا کرتے۔ وَقَدْ كَرِهَ اَنْ لَّنَبِيْنَا حَسْبُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُلِّ لِحْظَةٍ عُرُوْجًا اِلٰى مَقَامٍ اَعْلٰى مِمَّا كَانَ فِيْهِ۔ فَيَكُوْنُ مَا عُرِجَ مِنْهُ فِيْ نَظَرِهِ الشَّرِيْفِ ذَنْبًا بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا عُرِجَ اِلَيْهِ فَيَسْتَغْفِرُ مِنْهُ (روح المعانی)

عارف باللہ حضرت مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: اس حکم میں دو محکمات ہیں ① اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں خود کو کئی ہی گوشش کی بانے انسان پر لازم ہے کہ اپنے تصور کا اعتراف کرنا ہے اور یہ کہ جسے کہ جیسا کہ مجھے کہنا چاہیے سنا مجھ سے نہیں ہو سکا۔ بنیم حقیقی نے جو ہے پایا اس احسانات مجھ پر فرماتے ہیں میں ان کا حق شکر ادا نہیں کر سکا۔ یہ تصور انسان کا کامل ہے نقص نہیں۔ هٰذَا مَا لَنَفْسٍ وَّاظْهَارُ الْمُتَقَصِّصِ فِيْ السَّجَادَةِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى جَلَالِ رَبِّكَ وَعَظَمَتِهِ۔ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کو شکر کریں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے پیش نظر اپنی تفسیر کا اعتراف کیجیے۔

② دوسری محکمہ یہ ہے کہ استغفار امت کے لیے سنت بن جانے۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس آیت کی دو توجہ ہیں کی گئی ہیں۔ ایک توجہ یہ ہے کہ خطبہ اگرچہ حضور سے ہے لیکن مراد امت ہے۔ یہ توجہ درست نہیں کیونکہ مؤمنین کے لیے استغفار کا طریقہ حکم ہے۔ دوسری توجہ یہ ہے کہ یہاں ذَنْب سے مراد گناہ یا ذنوب نہیں بلکہ ترک الفضل ہے۔ امام لکھتے ہیں وحاشا لمن ذلک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات و کمالات اس سے منزہ ہے کہ وہ افضل کو مجبور کر غیر فضل کریں۔ اس لیے امام رازی نے اپنی توجہ پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں ان المسرود توفیق العمل الحسن واجتناب العمل الشقی۔ اپنے کام کی توفیق اور برے کاموں سے اجتناب۔ کہہ کر استغفار کا معنی طلب عفو و

وَالْمُؤْمِنَاتُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ وَيَقُولُ الَّذِينَ

مومن مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے چلنے پھرنے اور آرام کرنے کی جگہوں کو۔ اعدا اہل ایمان کہتے ہیں

أَمْثَلُ وَلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذَكَرَ فِيهَا

کیوں نہ اتری کوئی نئی سورت (جہاد کے بارے میں) مسئلہ پس جب آماری جاتی ہے کوئی واضح سورت اعداس میں جہاد کا ذکر

الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ

ہمنا ہے تو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں انفاق کا اروگ ہوتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف

ہے اور خفران کا معنی کسی کلمہ چیز کو ڈھانپ دینا اس کی دوسری طرف میں کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ارتکاب سے ہی محفوظ رکھے جس طرح
مفسر کی شان ہے یا گناہ کے ارتکاب کے بعد اس کو ڈھانپ دے جس طرح کہ مومنین اور مومنات کا مل ہے۔

آپ کے سامنے ملائے عذاب و عتاب کے ارشادات پیش کر دیئے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ وہی ہے جو علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کے لیے مغفرت مانگنے کا حکم اپنے محبوب کو دیا۔ علامہ بغوی کہتے ہیں۔

هَذَا أَكْرَمَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى لِهَذِهِ الْاَمَّةِ حَيْثُ اَمَرَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِنُفُوسِهِمْ وَهُوَ الشَّفِيعُ

المحباب فیہم یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے عزت افزائی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ امت کے

گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں اور حضور کی ذات پاک وہ شفیع ہے جس کی شفاعت اور دعا قبول ہے۔

مسلمان ہجرت سے پہلے تھے ممبر و سکون کے ساتھ کفار کے مظالم برداشت کرتے رہے اور زیادتیاں سستے رہے۔

یہاں تک کہ انہیں ہجرت کی اہانت مل گئی۔ ان کا خیال تھا کہ کسے شاعر حانی تین سو میل دور مدینہ طیبہ میں آرام کا سانس لینا نصیب

ہو گا لیکن کفار کہہ کی دست دمازیوں نے غینہ حرام کر دی۔ کوئی مسلمان تو ہوتا تو اسے قتل کر دیتے۔ مدینہ کے نواح میں جو چراگاہیں تھیں

ان پر دھاوا بول دیتے اور جو مویشی جتنے چرتے تھے کہ بھاگ جاتے مسلمان اس صورت حال سے تنگ آ گئے تھے۔ وہ بڑی بے چینی

سے اذن جہاد کے منتظر تھے منافقین بھی بڑی ڈینگیں مار رہے تھے کہ اگر جہاد کا اذن مل گیا تو ہم کافروں کو ہجرت اٹھیز سزا دیں گے اور

میدان جہاد میں اپنی شجاعت کے لیے کارنامے دکھائیں گے کہ دنیا میں شمش کرانے گی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ

جہاد کرنے کا اذن دے دیا تو اہل ایمان نے شکر الہی ادا کیا لیکن اس وقت منافقین کی حالت دیدنی تھی جو اس بانہ ہو گئے تھے اور ان

خطا ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا کہ نزن کا عالم ہے موت کی غشی ان پر طاری ہو گئی ہے۔ اب ہرے کباب ہے۔ بے شک امتحان کے

وقت ہی مومن اور منافق کی پہچان ہوتی ہے۔ باتیں بدلنے میں تو منافقین بڑے چرب زبان ہوتے ہیں۔

الْبَغْثِيُّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَىٰ لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ

جیسے تمنا ہے جس پر موت کی طشت جاری ہو۔ پس ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ طاعت کرتے اور اپنی بات کہتے۔

فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْحِدَ قُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۖ فَهَلْ عَسَيْتُمْ

پھر جب حکم ناطق ہو چکا تو اگر وہ سچے رہتے اللہ تعالیٰ سے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ پھر تم سے یہ توقع ہے کہ

إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقْطِعُوا أَرْحَامَكُمْ ۖ أُولَٰئِكَ

اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور لٹ کر دو گے اپنی قرابتوں کو ۱۲۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر

۱۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور جب جہاد کے بارے میں قطعی حکم نازل ہو گیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے کے جو دم سے اور دوسرے انہوں نے کیے تھے انہیں پورا کر دیتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ان کے دوزخ جہان سنو رہتے، لیکن ان کے دل ایمان کے نور سے محروم ہیں۔ ان سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اہل ایمان کی طرح اسلام کو سرفہند کرنے کے لیے جان کی بازی لگادیں گے۔

لفظ اولیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے علماء سے دو قول منقول ہیں ① اولیٰ بمعنی آئینق واصلق یعنی زیادہ مناسب زیادہ صحیح۔ اس صورت میں طاعت مبتدا امر فرما رہا اور یہ خبر مقدم۔ ای الطاعة اولیٰ وایق بہم ② وینیل سے افضل کے وزن پر بنایا گیا ہے۔ پہلے وینیل میں قلب کیا گیا یعنی میں کلمہ کو لام کلمہ کر میں کلمہ بنایا گیا۔ پھر فعل کے وزن پر اول بنایا گیا۔ اس صورت میں اس کا معنی بدعت و بر باد دی ہو گا۔ اسی نے اولیٰ لہم کا یہ معنی کلمہ معنی اذ قاربہ مایہلکک۔ یعنی اس کو ہلاک کرنے وال چیز قریب ہو گئی۔ ثعلب کہتے ہیں لم یقل احد فی اولیٰ احسن من قال لا حصو (قرطبی) یعنی اولیٰ کی تفسیر میں اسی کا قول نہایت پسندیدہ ہے ۱۳۔ اس آیت میں خطاب ان منافقین سے ہے جو جہاد کا حکم سن کر سرے بار بے تہمتے آیت میں تولیستم کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اولیٰ تولیستم ای اعرضستم عن الاسلام (بحر محیط) یعنی اگر تم اسلام سے منہ پھیر لو تو پھر تم زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹ آؤ گے زمین میں فتنہ و فساد برپا کرو گے ایک دوسرے کا گلا کاٹ گے نہ تمہیں مدد و انصاف کے تقاضے یاد رہیں گے اور نہ تم ایک دوسرے کے ساتھ اسلام و معرفت کا سلوک کرو گے سابقہ دشت و بربریت کا دور پھر آجائے گا۔

دوم: تولیستم ولایت سے ہے یعنی اگر تمام اقتدار تمہارے ہاتھ میں آجائے تو تم سے کسی بھڑائی کی توقع بحث ہے۔ تم جیسے بزدل جو راہ حق میں جہاد کرنے سے جی پھراتے ہیں ان سے یہ کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ منہ اقتدار پر ہنیہ کر مدد و انصاف مانگیں گے یا اپنے دشمنوں کے حقوق ادا کریں گے ان نااہلوں کو اگر حکومت مل جائے تو وہ جو رو تم کی آگ بھڑکائیں گے کس کے ان و سکون کو تہ و بالا کس کے کھدیں گے۔ بزدلی ہمیشہ ظالم اور ستم گر ہوا کرتا ہے۔

الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۖ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

اللہ نے لعنت کی پھر (حق سننے سے) انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ۳۲ کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے

الْقُرْآنَ أَمَرَ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۚ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ

قرآن میں (یا دہان کے) دلوں پر قفل لگا دیے گئے ہیں۔ بے شک جو لوگ پٹہ پھیر کر پیچے ہٹ گئے

مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۚ

بادجو دیکھ ان پر ہدایت (کی راہ) ظاہر ہو چکی تھی۔ شیطان نے انہیں غریب دیا اور انہیں پس زندگی کی آس دلائی ۳۳

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَطِيْعُكُمْ فِي بَعْضِ

یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں کو جنہوں نے ناپسند کیا جو اللہ نے آمارا کہ ہم تمہاری ایک بات میں اطاعت

الْأَمْرِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ ۚ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يُضْرَبُونَ

کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ شوروں کو جانکے ۳۴ پس ان کا کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی رحوں کو نکل کریں گے اور چڑھیں

۳۲ یہی وہ بد نصیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ ان کی بددلی اور ان کے ظلم و مددوں کے باعث ان کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ حق کی صداٹے و نوازمن ہی نہیں سکتے۔ ان کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ نور ہدایت انہیں نظر ہی نہیں آتا۔

۳۳ حق جب حکم کر سامنے آتا ہے تو اس کی کشش خود بخود دلوں کو اپنی طرف جذب کرنے لگتی ہے اس کے بادجو و لوگ حق کو قبول کرنے سے روگردان کہتے ہیں اور باطل سے چمٹے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان باطل محتدا اور بے اعمال کو ان کے سامنے آراستہ و پیراستہ کے پیش کرتا ہے۔ ان کو مجبوری انگڑوں سے لپھاتا ہے۔ ان کے دل میں ڈالتا ہے کہ اہی تو عقوان شہاب ہے موت تو بڑی دیر کے بعد آئے گی۔ ان لمحوں کو ضائع مت کرو اور جی بھر کر تیش و نشاط کرو۔ سول لہم زین لہم خطایا ہم یعنی ان کے گناہوں کو ان کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ املی لہم ای مذ لہم الشیطان فی الزمل و وعدہم طول العصر۔ یعنی شیطان انہیں طرح طرح کی امیدیں دلاتا ہے اور ان سے وعدہ کرتا ہے کہ تمہاری عمر بڑی لمبی ہوگی۔ تو یہ کہنے کی اتنی بلندی کیا ہے جب بڑھا پا آہٹائے گا اس وقت توبہ کر لینا۔

۳۴ منافقین درون پردہ مشرکوں سے ساز باز کرنے میں معروف رہتے تھے اور انہیں یقین دلایا جاتا تھا کہ اگرچہ جو نبی ہر مسلمان

وَجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا اسْتَضَا اللَّهُ وَكَرِهُوا

لکھیں گے ان کے تہموں اور ٹہنتوں پر۔ یہ دھگت اس لیے بنے گی کہ انہوں نے پیروی کی اس کی جو اللہ کی ناراضگی کا باعث تھا اور نہ بدیہی

رِضْوَانَهُ ۖ فَلَحِيطَ أَغْبَا لَهُمْ ۚ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

کی خوشنودی کو پس اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے تھے کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں الفتق کی بیماری ہے کہ اللہ تعالیٰ

أَنَّ لَّنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَصْفَانَهُمْ ۚ وَلَوْ نَشَاءُ لَارِيتُكُمُ فَلَكَرَفْتَهُمْ

ظاہر نہیں کرے گا ان کے دل کمزوروں کو شے اور اگر چاہیں تو آپ کو دکھادیں یہ لوگ شے سو آپ پہچان تو لے سکتے ہیں

بنے ہوئے ہیں لیکن اگر تم مسلمانوں پر عمل کر گئے تو ہم تمہارے مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں نہیں آئیں گے تم ہماری طرف سے مطمئن ہو
منافقین کی یہ یقین دہانیاں اگرچہ بڑی غلط تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے تو پوشیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کمان کی سازشوں سے آگاہ کر دیا۔

قالوا کان اهل منافع و يهودي ہیں۔ لہذا دین کرہوا سے مراد مشرکین کہ ہیں۔ بعض الامم سے مراد جنگ کی صورت میں
مسلمانوں کے ساتھ تعاون و کرنے کا سامنا ہے۔

۱۳۰ ان کی موت اتنی آندو ہناک کیوں ہوگی اس کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔
۱۳۱ منافقین قلعش اور ریاکاری کے پردے ڈال کر اپنے دلوں کے لٹغ کو چھپانے کی بڑی کوشش کر رہے ہیں لیکن کیا وہ یہ
خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفاق کو چھپانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان کے دلوں میں اسلام کے غلات نفرت و ملوث کے جو
شے بزرگ رہے ہیں کسی کمان کی خبر نہ ہوگی یہ ان کی خام خیالی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا پردہ پاک کرے گا اور ان کے دلوں میں فحش ہونے
را تا آشکارا ہو جائیں گے۔ اصغان جمع ہے۔ اصغانہ الضغن والضعیفۃ: الحقہ (جو بری)
۱۳۲ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مَا سَخَى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هَذِهِ آيَةِ أَحَدٍ
مِنَ الْمُنَافِقِينَ۔ یعنی اس آیت کے نزول کے بعد کوئی منافق حضور پر غلطی نہ روا۔ علامہ ابن جریر طبری نے بڑی شرح و بیل کے ساتھ لکھا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو منافقین کا ظم عطا فرما دیا تھا۔

منہ ذیل آیات کی تفسیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب حنفیہ کے بارے میں پورا پورا علم ہو۔ لَا تَقْصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ
وَلَا تَقْصِرْ عَلَى قَبْرِهِ ۚ رُكِبَ ۚ آپ کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھیے اور کسی کی قبر پر تشریف نہ لے جائیے۔ قُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مِنِّي أَبَدًا وَ
لَنْ تَقَاتِلُوا مِنِّي عَدُوًّا ۚ اے محبوب! آپ منافقین کو فرمائیے کہ اس کے بعد تم کبھی میرے ساتھ جہاد کے لیے روانہ نہ ہو گے اور نہ
میرے ساتھ مل کر کسی دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے۔

بِسْمِهِمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ

ان کو ان کے چہرے سے ۳۹ اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے ان کے انداز گفتار سے اور اللہ جاننا ہے تمہارے اعمال کو۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ

اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں تاکہ ہم دیکھ لیں تم میں سے جو مصروف جہاد رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں اور ہم پرکھیں گے تمہارے عبادت کو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ

بے شک جو لوگ خود ہی کفر کرتے سب اور لوگوں کو بھی روکتے سب اللہ کی راہ سے اور مخالفت کرتے سب رسول (کریم) کی راہ پر دیکھ

مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُجِطُّ أَعْمَالُهُمْ

ظاہر ہو چکی تھی ان کے لیے راہ ہدایت وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (کریم) کی اور مٹانے نہ کرو اپنے عملوں کو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ بَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ

بے شک جو لوگ خود ہی کفر کرتے سب اور دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے سب پھر وہ نہ گئے کفر کی حالت میں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز

فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ فَلَا تَحْنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ

نہیں بخشنے گا۔ ۴۰ اے فرزندِ اسلام! استقامت رہو اور لوگوں کو اللہ کی دعوت مت دو سب سے تم ہی غالب آؤ گے۔

۳۹ اس جملہ کا میں نے وہ ترجمہ کیا ہے جو مولانا محمود الحسن صاحب نے کیا ہے۔

۴۰ اسلام کے خلاف ان کے منصوبے دھرم کے دھرم سے رو جائیں گے۔ ان کی ہر سازش ناکام ہوگی یا جو نیکیاں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کی ہیں ان کا انہیں کوئی اجر نہ ملے گا۔

۴۱ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان شیخ بر مسلمانوں کی جو صلہ افزائی فرما رہی ہے جس میں چاروں طرف سے کفایت مند میں نے لکھا ہے جن کی تعداد کم ہے جن کے مسائل محدود ہیں اور سامانِ محول جن کے خلاف نہروا نہ ملے انہیں فرمایا جبار ہے کہ بہت مت ڈرو۔

وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرِكَكُمْ أَعْمَاءَ لَكُمْ ۖ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے مخالف راہروں کو ضائع نہیں دیتا۔ یہ دنیوی زندگی تو محض ایک کھیل اور تماشا ہے۔

وَإِنْ تَوُفُّوهُمْ أَوْ تَتَّقُوا يَأْتِيَكُمْ أَجُورُكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝

اور اس پر ایمان لاؤ اور پھر نیز گار بن جاؤ تو وہ تمہیں تمہارے اجر و عطا کے گا اور وہ نہ طلب کرے گا تمہارے مال سے

إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبَخَّلُوا وَبُخْلُكُمْ أَصْغَاكُمْ هَآأَنْتُمْ

اگر وہ طلبہ کسی قسم سے تھکے ہوئے یا اس پر اسرار کرے تو ہم بغل کرنے لگاؤ اور دیریں ظاہر کر دیتا ہی ناگوار یوں کو۔ ہاں تم ہی

دشمن کی کثرت و کثرت سے دُور کر صلح کی خواہش مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ تم سر بلند اور غالب رہو گے۔ اسلام کی سر بلندی کے لیے جو غلامانہ کوششیں کر رہے ہو انکشتن توحید کو سیراب کرنے کے لیے جس طرح تم اپنے خون کے دریا بہا رہے ہو وہ ضائع نہیں جائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو صلح کی درخواست میں پہل نہیں کرنی چاہیے۔ اس طرح دشمن دلیروں کو اپنے لوگ اپنے آپ کو کمزور اور بے بس محسوس کرنے لگیں گے۔ دشمن کے تابز توہ عملوں کے سامنے ڈٹ جاؤ، اس کا بے تجربی سے مقابلہ کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ساتھ ساتھ چنانچہ ملنے اسلام نے تصریح کی ہے: فَلَا يَجُوزُ مَعَاهِدَةُ الْكُفَّارِ إِلَّا بِعَهْدٍ اَلْمُسْلِمِيْنَ (قرطبی) یعنی کفار کے ساتھ جنگ بندی شدید ضرورت کے بغیر جائز نہیں۔

۳۲۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا کہ تم اپنا سارا سرمایہ اس کی راہ میں خرچ کر دو جس کو تمہاری ضرورتوں اور کمزوریوں کا بخوبی علم ہے۔ اگر وہ تمہیں اپنی ساری دولت خرچ کرنے کا حکم دے تو تم بخل کرنے لگو گے اور تمہارے دلوں میں مال و دولت کی محبت جو غنی ہے وہ آشکارا پھر جائے گی۔

صاحب مائے العروس حنفین کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں قد حنین الیہ وعلیہ مال وانشاق وحقہ۔ اس لفظ کے تین معنی ہیں کسی چیز کی طرف مائل ہونا، کسی چیز کا شوق دل میں پیدا ہونا اور کینہ و بغض۔ اس آیت میں دوسرے معنی اگر منافقین کی طرف ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہو گا کہ تمہارے دلوں میں اسلام کے بارے میں جو بغض و عناد ہے جسے تم بڑی مہارت سے چھپاتے ہو وہ ظاہر ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس سے مراد اہل ایمان ہوں تو پھر اس سے مراد دولت کی محبت ہو گی کیونکہ ہر شخص صدیق اکبرؑ نہیں جو کہ اپنے محبوب کریمؐ کے اشارہ اور پیر اپنے گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لے آئے اور اس کے قدموں میں ڈھیر کر دے۔ بعض لوگوں کو دنیا سے محبت ہوتی ہے وہ کسی حد تک تو قربانی کے لیے آمادہ ہوتے ہیں لیکن اگر انہیں سارا مال خرچ کرنے کا حکم دیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو بعض لوگ دولت سے اپنے دلی لگاؤ کو چھپا دیں گے۔ حنفین کے یہ متعدد معانی ہیں محل اور موقع کی مناسبت سے اس کا معنی

هَؤُلَاءِ تَدْعُونَ لِنُفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ وَ

وہ لوگ ہم جنہیں دعوت دی جاتی ہے کہ اپنے مال خرچی کرو اللہ کی راہ میں تنفق ہم تم میں سے کچھ بخل کرنے لگتے ہیں اور جو

مَنْ يَبْخُلُ فَإِنَّمَا يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ

شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی فائزات سے بخل کر رہا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو غنی ہے کسی کا محتاج نہیں بلکہ تم ہاس کے محتاج ہو۔

وَأِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ

اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اس سعادت سے محروم کر دیے جائیں گے اور تمہارے عوض میں دوسری قوم ملے گی جو تم جیسے نہ ہوں گے۔

متین کیا جائے گا۔

۳۳۰ ماحرّف تیسرے۔ انتم مبتلا اور فتنوں میں رہو۔

اللہ تعالیٰ تمہیں دعوت دیتا ہے کہ تم اس کی راہ میں اپنے مال خرچی کرو۔ اس میں سراسر تمہارا ہی بھلا ہے۔ زکوٰۃ بھل گئے اور اپنے معاشرہ کے غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی ضروریات ہم پہنچانے کے تمہیں معاشی سکون و اطمینان نصیب ہوگا۔ اگر جہاد کے موقع پر مجاہدین کی ضروریات کا انتظام کر دو گے اور وہ میدان جنگ میں دشمن کو شکست دیں گے تو تمہاری عزت میں اضافہ ہوگا۔ تمہاری مالی حالت میں خوش آئند تبدیلی ہوگی۔ اس میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ ہم اپنے لیے تو تم سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ اس کے باوجود تم میں ایسے کو ناماندیش لوگ بھی ہیں جو اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ درحقیقت وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے بلکہ اپنے آپ کو ثواب سے محروم کر رہے ہیں۔ نیز قوم کے ضرورت مند طبقہ میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات پرورش پائیں گے اور ان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔ اس کو تمہاری دولت کی ضرورت نہیں۔ تم محتاج ہو تمہیں اس کی عنایت و رحمت کی ہر لحظہ حاجت ہے۔ تم کم نگاہ ہو اس جہدان اور جہدین کی رہنمائی کے بغیر تم منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا تم میں سے کون شخص ہے جس کو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ عزیز ہو۔ حضور نے ارشاد فرمایا اَنْبَاءُ مَا لَكُمْ مَقَدَّمَ وَمَا لَكُمْ وَاْرَثَ مَا اَخَّرَ۔ کہ انسان کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے راہِ خدا میں خرچی کر دیا اور جو بچے چھوڑ گیا وہ اس کا مال نہیں اس کے وارث کا مال ہے۔

۳۳۱ اللہ تعالیٰ جس قوم کو اپنے دین کا طہر و آریضہ کی سعادت بخشتا ہے اور اصلاحِ عالم کا اہم اور عظیم فریضہ تفویض کرتا ہے جب تک وہ قوم اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے شامل مال رہتی ہے اس

کی ہر تدبیر ہم آہنگ تقدیر ثابت ہوتی ہے۔ اس کا ہر قوم منزل کی طرف اٹکتا ہے اور ہر قسم کی عزتیں اور سرفرازیاں اس پر نچاؤ کی جاتی ہیں لیکن جب کوئی قوم اس نعمت کی قدر نہیں کرتی اللہ کی راہ میں جان دینے سے کتر آتی ہے اور مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لینے لگتی ہے اس کی قربت عمل میں کاہلی اور سستی کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں تو اس کو مناسب اعزاز سے اس کی کوتاہیوں پر مستنبذ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہی وہ اپنی اصلاح نہیں کرتی تو اسے اس منصب بیل سے بنا دیا جاتا ہے اور کسی دوسری قوم کو وہ منصب نبیائے کی عزت بخشی جاتی ہے۔ وہ نئی قوم نہ جان کی بازی لگانے میں پس پیش کرتی ہے اور نہ مال خرچ کرنے میں ورین کرتی ہے تاہنگ گواہ ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے اور قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے گا۔ جو قومیں جگہ جگہ افراد اس منصب پر فائز ہیں انہیں اپنے اس منصب کی نازک ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہونا چاہیے اور انہیں ہر لمحہ چوکنہ رہنا چاہیے کہ لوگے فرض میں ان سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہونے پائے۔



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ لِقَةِ جَبِيہِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
وَمِنْ حَمَلَةِ كِتَابِهِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ۔
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
نَسْأَلُكَ التَّوْفِيقَ لِتُعْتَفِيَ لَنَا رُسُلَكَ الصَّالِحِينَ
الَّذِينَ بَدَّلُوا أَرْوَاحَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَتَضَحُّوا بِخُلِّ مَا يَعْطُكَوْنَ مِنْ قُوَّةٍ وَعِلْمٍ وَنَبَاهَةٍ
فَكَرَلَتْكَوْنَ كَلِمَةُ اللَّهِ فِي الْعَلِيَّاءِ وَكَلِمَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالشُّفْلَى
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

تعارف

سُورَةُ الْفَتْحِ

نام : یہ سورہ مبارکہ الفتح کے نام سے موسوم ہے۔ جو اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ یہ اس کا نام بھی ہے اور اس میں بیان کیے گئے مضامین و مطالب کا عنوان بھی۔ یہ چار کو حوالہ راتیس آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد پانچ صد تریسٹھ اور حروف کی تعداد دو ہزار پانچ صد اسی ہے۔

زمانہ نزول : اس بات پر سب علماء متفق ہیں کہ یہ سورت ماہ ذی القعدہ ۱۱ ہجری میں اس وقت نازل ہوئی جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ واپس تشریف لے جا رہے تھے۔

تاریخی پس منظر : مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مسلمان مکہ کو چھوڑ کر اڑھائی تین سو میل دور مدینہ طیبہ میں جا کر آباد ہوئے یہاں بھی کفار نے انہیں آرام کا سانس نہ لینے دیا۔ ان کا دھمکناؤں کے علاوہ کچے ہمد و دیگرے بدراء آمد اور خندق کی جنگیں ہوئیں۔ جنگ و جدال کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اہل مکہ نے مسلمانوں کے لیے مکہ کے دروازے بند کر دیے۔ خانہ کعبہ کے طواف و زیارت کے لیے سرزمین عرب کا ہر شخص آسکتا تھا لیکن مسلمانوں پر یہ تدبیر تھی کہ وہ حرم شریف کی زیارت کا قصد نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ناپوا اقدام کی متعدد مقامات پر مذمت کی ہے ایک جگہ ارشاد ہے : **وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يَعْبُدَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو کیوں مذبذب نہ دے حالانکہ انہوں نے اہل ایمان کو مسجد حرام میں آنے سے روک دیا ہے۔

مدینہ طیبہ میں مہاجرین و انصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق بہ وقت بے چین رکھتا تھا۔ اپنی اس خواہش کا اظہار وہ بارگاہ رسالت میں بھی کرتے رہتے تھے جنہوں نے صبر کی تعین کے ساتھ ساتھ یقین دلاتے کہ غمگین وہ دن آنے والا ہے جب یہ سب رکاوٹیں دور ہو جائیں گی اور تم بڑی آزادی سے حج و عمرہ کے ارکان ادا کر سکو گے۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہ نوید جانفزائشی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم سب امن و سلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر صحابہ کرام کی خوشی کی حد نہ رہی۔ انہوں نے اللہ کریم کی حمد و شکر کے نعرے بلند کیے اور یہ خبر آن واحد میں سارے شہر میں پھیل گئی صحابہ کرام یہ جانتے تھے کہ نبی کریم کا خواب نام خواب نہیں ہے بلکہ یہ وحی الہی ہے اور اس میں ہماری دیرینہ آرزو کے برآنے کی بشارت دی گئی ہے۔ اتنا تو انہیں یقین تھا کہ

ایسا ضرور ہوگا، لیکن کس طرح ہوگا اس کے بارے میں مختلف دعوے ان کو پریشان کرنے لگے۔ کیا قریش کے ساتھ جنگ ہوگی اور وہ انہیں شکست دے کر مسجد حرام میں داخل ہوں گے؟ کیا وہ زور بازو سے اہل مکہ کو شہر خالی کرنے پر مجبور کر دیں گے؟ کیا اہل مکہ خود بخود ان کے لیے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔ بہر حال سفر کی تیاریاں زور شور سے شروع ہو گئیں۔ مدینہ طیبہ سے باہر جو قبائل مسلمان ہو چکے تھے انہیں بھی دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں شریک ہوں۔

یکم ذیقعدہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت میں عشاق کا یہ قافلہ نئے حرم روانہ ہوا۔ اس کی تعداد چودہ صد اور پندرہ صد کے درمیان تھی۔ حضور اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار تھے۔ ستر اونٹ قربانی کے لیے ساتھ تھے۔ ان کے گلوں میں تلاطم ڈال دیے گئے تھے تاکہ پہچان ہو سکے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ یہ قافلہ حب مدینہ طیبہ سے چھ سات میل دور ذوالحلیفہ نامی گاؤں میں پہنچا تو سب عمرہ کا احرام باندھا۔ ان کے پاس ایک ایک تلوار تھی جو میان میں بند تھی۔ اس کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ تھا۔ فوج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس سفر میں حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

قریش کو جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روانگی کی اطلاع ملی تو ان کے دلوں میں دوسروں اور اندیشوں کے طوفان اُٹھنے انہوں نے یہ خیال کیا کہ عمرہ محض سنا ہے۔ اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے۔ انہوں نے طے کر لیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو شہر میں قید رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

حضور جب غطفان کے مقام پر پہنچے ہوئے تھے تقریباً دو دن کی مسافت پر واقع ہے تو بنی کعبہ قبیلہ کا ایک آدمی ملا۔ حضور نے اس سے قبیلہ مکہ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ انہیں آپ کی روانگی کی خبر پہنچ گئی ہے۔ وہ مکہ سے نکل کر ذوالحلیفہ کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ انہوں نے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ آپ کو مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے نیز انہوں نے آپ کی پیشقدمی کو روکنے کے لیے دو صد شہسواروں کا دستہ دے کر خالد بن ولید کو کراخ انہیم کی طرف بھیج دیا ہے۔ یہ بستی غطفان سے صرف آٹھ میل کے فاصلہ پر تھی۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا صد حیف! قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے۔ کیا حرج تھا اگر وہ میرے درمیان اور دیگر عرب قبائل کے درمیان حامل نہ ہوتے اگر عرب قبائل ہمارا خاتمہ کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ بخشا تو وہ اپنی مددی کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے اور اگر اس وقت بھی اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے تو پھر مجھ سے جنگ کرتے، اس وقت وہ طاقتور ہوتے۔ آخر میں حضور نے فرمایا، فماتظن قریش! فواللہ لا ازال اجاہد علی الذی بعثنی اللہ بہ حتی یتطہر ذل اللہ او تنفرد ہذہ السالفة۔ ترجمہ: قریش کیا سوچ رہے ہیں! بخدا میں اس وقت تک اس دین کے لیے جہاد کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے یا میری زندگی ختم ہو جائے۔

حضور نے جنگ قتال سے بچنے کے لیے یہ مناسب سمجھا کہ اس مشورہ راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کر کے مکہ نہیں حضور نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو کسی غیر معروف راستہ سے ہیں مکہ لے جائے۔ ایک شخص نے حامی بھری:

چنانچہ ایک نہایت ہی کمشن اور دشوار گزار راستہ پر چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر پہنچ گئے۔ یہ جگہ حرم شریف کی سرحد پر واقع ہے۔ اس طرح خالد کے گھوڑے سوار دستے سے ٹکراؤ ٹل گیا اور قریش کی یہ تدبیر ناکام ہو گئی کہ مسلمانوں کو راستہ میں ہی الجھا دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ کے مقام پر پہنچے تو حضور کی ناقہ قصوی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے خیال کیا کہ تحکات و کدو سے بیٹھ گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **انما حبسها حابس الفیل عن مکة**۔ اسے اس ذات نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو مکہ جانے سے روکا تھا۔ حضور نے حکم دیا کہ میں فروکش ہو جاؤ۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہاں تو پانی کی ایک بوند نہیں! سارے کنویں خشک پڑے ہیں یہاں لشکر اسلام نے قیام کیا تو پانی کی نیابی کی وجہ سے بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حبیب کبریا نے اپنے ترکش سے ایک تیر لگا لیا اور ایک صحابی کو حکم دیا کہ کسی کنویں میں اتر جائے اور یہ تیر اس میں گاڑ دے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ تیر گاڑنے کی دیر بھٹی کہ پانی جوٹش مائیکر ابدا شروع ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کنویں پانی سے بھر گیا۔

قریش بے ہمت تھے کہ وہ کسی قیمت پر حضور کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ حضور کی خواہش تھی کہ جنگ نہ ہونے پائے اور سارے معاملات حسن و خوبی سے طے پا جائیں۔ اسی اثنا میں بَدِیل بن ورقان، جو بنی خزاعہ قبیلہ کا سردار تھا، اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں آیا اور حضور سے یہاں آمد کا مقصد پوچھا۔ حضور نے اسے بتایا کہ ہم حج کے ارادے سے نکلے ہیں۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہمیں کشاں کشاں یہاں لے آیا ہے۔ جنگ کرنے کا ہمارا قضا کرنا ارادہ نہیں اور نہ ہی ہم کسی بہانے سے مکہ پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ احرام کی دو چادریں ہمارے زیب تن ہیں۔ قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں۔ کیا تم یہ باور کر سکتے ہو کہ ایک تلوار لے کر ہم تمہارے ساتھ اتنی مسافت طے کر کے لڑنے کے ارادے سے آئے ہیں۔ بَدِیل کو اطمینان ہو گیا، چنانچہ وہ اہل مکہ کے پاس گیا اور انہیں جا کر کہا کہ مسلمان صرف کعبہ کی زیارت اور طواف کے لیے آئے ہیں۔ جنگ کرنے کا ان کا قضا کرنا ارادہ نہیں تم ان کا راستہ نہ روکو۔ قریش نے اسے ڈانٹ دیا اور صاف کہا کہ تم بدو لوگ ان باریکیوں کو نہیں سمجھتے ہم کسی قیمت پر مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

چند قبائل جنہیں احابیش کہا جاتا تھا مکہ کے زواح میں آباد تھے۔ قریش کے ساتھ ان کا دوستانہ معاہدہ تھا، مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اہل مکہ کو ان کی بڑی ضرورت تھی۔ یہ لوگ بلا کے تیر انداز اور جنگجو تھے۔ اہل مکہ نے ان کے سردار عیسیٰ بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ مجبور کرے کہ حضور واپس چلے جائیں۔ ان کا خیال تھا کہ اگر حضور کے اس کی ہمت نہ مانی تو وہ برا فروخت ہو کر مسلمانوں کے خلاف اپنی پوری قوت استعمال کرے گا۔ حضور نے جب اسے اپنی لشکر گاہ کی طرف آتے دیکھا تو صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کی قطاریں اس کے سامنے سے گزاریں۔ عیسیٰ نے جب یہ منظر دیکھا تو بہت متاثر ہوا۔ حضور سے گفتگو کیے بغیر قریش کے پاس واپس آگیا۔ اور جو کچھ دیکھا تھا وہ آکر بیان کر دیا اور انہیں یقین دلایا کہ مسلمان نہ جنگ کرنے کی غرض سے آئے ہیں اور نہ مکہ پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔ اس کی بات سن کر قریش کے فیصلہ و مشرب کی حد نہ رہی۔ اُسے کہا او بدو! بیٹھ جاؤ تمہیں ان چیزوں کا کیا علم ہے۔ عیسیٰ شخص سے بے قابو ہو گیا اور انہیں کہا کہ ہم نے تمہارے

ساتھ اس لیے دوستی نہیں کی کہ زائرین کعبہ کا راستہ روکنے کے لیے تمہاری امداد کریں۔ اگر تم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو میں اپنے قید کے لوگوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ قریش اس کی مدت سماجت کرنے لگے کہ ذرا صبر سے کام لو، ہمیں سوچنے کا موقع دو۔ اس کے بعد اہل مکہ نے عہدہ بن مسعود ثقفی کو کہا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جا کر گفتگو کرے اور انہیں واپس چلے جانے پر آمادہ کرے۔ اپنے پہلے سفیروں کے ساتھ انہوں نے جو بتا دیا تھا۔ وہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس نے حضرت کو بتائے کہ تم میرے ساتھ بھی وہی سوچ کر دو گے اس لیے میں یہ خدمت انجام دینے سے قاصر ہوں۔ قریش نے اسے یقین دلایا کہ اس کی شخصیت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس کی دانائی اور فراست پر انہیں کُل اعتماد ہے؛ چنانچہ وہاں سے روانہ ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور بڑی سلیقہ مندی سے گفتگو کا آغاز کیا کہنے لگا کہ آپ کی قوم کا مرکز ہے اگر آپ ان آدمیوں کو لوگوں کی فوج اکٹھی کر کے اس پر حملہ کر کے اس کو ویران کر دیں گے اور یہاں کے باشندوں میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے تو یہ داغ پھر کبھی نہیں مٹے گا اور اگر جنگ کی نوبت آئی تو آپ کے یہ ساتھی آپ کو تنہا چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ جائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر اس کی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ جب اس نے یہ آخری بات کہی تو آپ کو یا رب نے ضبط نہ رہا اور کڑک کر فرمایا اولات کے غلیظ بیٹھے کو چھٹنے والے؛ تم نے کیا کہا کیا ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ عہدہ نے یہ سنا تو ہٹکا ہٹکا ہو کر نکلا۔ عرب کے دستور کے مطابق عہدہ اثنائے گفتگو کبھی کبھی اپنے ہاتھ سے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو چھو لیتا۔ حضرت مغیرہ جو پاس کھڑے تھے اس کے ہاتھ کو سختی سے جھٹک دیتے۔ اگرچہ آپ عہدہ کے ممنون احسان تھے کہ اس نے ان کی طرف سے تیر و آدمیوں کا فوج بھاڑا کیا تھا جو ان سے قبل از اسلام قتل ہوئے تھے۔

عہدہ نے حضور سے تبادلہ خیال کیا اسے یقین ہو گیا کہ حضور کا مقصد نہ اہل مکہ سے جنگ کرنا ہے اور نہ مکہ پر قبضہ کرنا ہے بلکہ حضور اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ حج بیت اللہ کی غرض سے یہاں آئے ہیں؛ چنانچہ اسلامی کیمپ میں کچھ وقت گزارنے کے بعد جب وہ واپس گیا تو اس نے اہل مکہ کو اپنے مشاہدات کے نتیجے سے آگاہ کیا اور انہیں یہ شور و دیا کر وہ مسلمانوں کی عزت کا ارادہ ترک کر دیں۔ انہیں حج و زیارت بیت اللہ سے نہ روکیں۔ وہ چند دن یہاں ٹھہر کر واپس مدینہ چلے جائیں گے اس نے انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ قیصر و کسری اور کئی دوسرے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہے لیکن ہاں شاری اور عقیدت کے جو جذبات اس نے فلاہان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دلوں میں موجزن دیکھے ہیں ان کی نظیر اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ وہ اگر خوکے ہیں تو لعاب دہن کو تبرک سمجھ کر ہاتھوں پر لے لیتے ہیں۔ اگر وہ وضو فرماتے ہیں تو وضو کے پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ آگے بڑھ کر اسے اپنے چہروں اور اپنے سینوں پر نل لیتے ہیں۔ اگر کوئی کام کرنے کا اشارہ کیستے ہیں، تو حکم بجالانے میں سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے بیاب ہو جاتے ہیں۔ میں نے اطاعت کیشی ہاں شاری خلوص اور محبت کے یہ دکھش مناظر کسی شاہی دربار میں نہیں دیکھے۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ مشکل وقت میں مسلمان اپنے بنی کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے میں نے حقیقت حال سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اب جو تم مناسب سمجھو وہ کر۔ قریش نے مسلمانوں کے خلاف جو روشیں اختیار کر رکھی تھی۔ انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ جزیرہ عرب کے طحل و عرض

میں اس کا رد عمل ان کے خلاف ہو گا۔ لوگ یہ سمجھنے لگیں گے کہ قریش کعبہ کے خادم نہیں ہیں بلکہ مالک ہیں! انہیں یہ اختیار ہے کہ جس کو چاہیں وہاں آنے دیں اور جس کو چاہیں وہاں آنے سے روک دیں۔ قریش کی کوشش تھی کہ اہل مکہ کے اذہان میں ان کے متعلق یہ تاثر پیدا نہ ہو یہی وجہ تھی جس کے باعث وہ مسلمانوں پر بڑا حملہ کرنے سے گریزاں تھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں کہ مسلمان مشتعل ہو کر جنگ کا آغاز کریں؛ چنانچہ انہوں نے بار بار ایسی حرکتیں کیں جس سے جنگ کے شعلے بجک سکتے تھے۔ ایک دفعہ رات کی تاریکی میں ان کے چالیس بچا پس آدمی اسلامی کیمپ میں گھس آئے اور مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی مسلمانوں نے صبر و ضبط سے کام لے کر جنگ کو پھیلنے نہیں دیا۔ بلکہ ان سب کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی سے انتقام نہیں لیا بلکہ سب کو آزاد کر دیا۔ اس طرح قریش کی اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ ایک روز مسلمان صبح کی نماز ادا کرنے میں مصروف تھے تنہا کی طرف سے ۱۰ آدمیوں کے ایک دستہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا مسلمانوں نے ان سب کو بھی گرفتار کر لیا لیکن سرورِ عالم نے ان کے لیے بھی معذور کا اعلان کر دیا۔ یوں قریش کی دوسری سازش بھی ناکام بنا دی گئی۔

حالات کوئی فیصلہ کن صورت اختیار نہیں کر رہے تھے۔ اہل مکہ نے جتنے سفیر بھیجے مسلمانوں کی حسن نیت کے بارے میں وہ خود تو مطمئن ہو کر آئے لیکن اہل مکہ کو مطمئن نہ کر سکے۔ چنانچہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کی طرف بھیجا تاکہ یہ اپنی ذاتی وجاہت اور خاندانی اثر و رسوخ کے باعث اہل مکہ کی غلط فہمیوں کو دور کر سکیں اور قریش کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو زیارتِ طواف کعبہ سے نہ روکیں۔

آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رخصت ہو کر مکہ گئے۔ رؤسا قریش سے ملاقات کی۔ صحیح صورتِ حال سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا اے عثمان: تمہیں کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت ہے۔ آپ نے جواب دیا: مَا كُنْتُ لَا حَتَّىٰ بِالْبَيْتِ وَرَسُولِ اللَّهِ فَمَ يُطْلَقُ!

ترجمہ: جب تک اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گا، میں طواف نہیں کروں گا۔ آپ نے انہیں بتایا کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے۔ ہم نے احرام باندھا ہوا ہے۔ قریانی کے ہاتھ ہمارے ساتھ ہیں۔ اسلحہ ہمارے پاس نہیں۔ مگر ہمارا ارادہ مکہ پر قبضہ کرنے یا تم سے جنگ آنانی کا ہوتا تو کیا ہم اس بے مرد سامانی کی عات میں یہاں آتے۔ آپ نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ ہم یہاں چند روز قیام کرنے کے بعد واپس چلے جائیں گے لیکن وہ اپنی عند پر اٹے رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تم کھانی ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔ آپ اس وقت واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔ اہل مکہ نے حضرت عثمان کو اپنے پاس روک لیا تاکہ گواہی کا سلسلہ جاری رہے۔

۱۔ مکہ کے قریب حرم کی حدود سے باہر ایک مقام ہے۔ مکہ کے لوگ بالعموم حرم کرنے کی خاطر اسی مقام پر جا کر احرام باندھتے ہیں اور پھر واپس آکر حرم ادا کرتے ہیں۔

اسی اثنا میں یہ افراد پہل گئی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان کر دیا کہ جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہیں ملے گا میں اس سے نہیں ملیں گے۔ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ جان کی بازی لگا دینے کے لیے بیعت کریں۔ سورہ عام ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہیں صحابہ کرام پر ہونوں کی طرح شرقی شادیت سے سرشار بیعت کر رہے ہیں۔ انہیں؟ بات ابھی طرح معلوم ہے کہ وہ اپنے مرکز سے اڑھائی سو میل دور ہیں۔ ان کی تعداد صرف چودہ پندرہ سو ہے۔ جنگ کے لیے جس قسم کے اسلحہ اور ساز و سامان کی ضرورت ہوتی ہے اس کا فقدان ہے۔ بادیہ نشین قبائل میں سے کوئی بھی ان کی مدد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ دشمن اپنے علاقہ میں ہے وہ مکہ کے سارے جنگجوؤں کو میدان میں لا سکتا ہے۔ ضرورت کے وقت دوست قبائل بھی ان کی کمک کو پہنچ سکتے ہیں۔ ان حالات کو سمجھتے ہوئے بھی وہ عشق اور ایمان کے تقاضوں سے باخبر ہیں اور ان کو فطرت سے پورا کرنے کی جرات بھی رکھتے ہیں۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر وہ اپنے ہادی و مرشد کے دست مبارک پر سرکشانے اور جان فینے کی بیعت کر رہے ہیں۔ سرخوشی، جان نثاری کا یہ رُوح پختہ منظر چشم فلک پہننے کب دیکھا ہوگا۔ ان پاکباز اور نیک ناساد عشاق کے جذبہ ایثار ہر عالم بالاکے کینوں کو بھی وجد آگیا ہوگا۔ اسی حالت میں جبریل امین آئے اور خداوند کریم کا یہ پیغام سنا کر شمع جلال مصطفوی کے پروانوں کو یوں مژدہ ہانپنا سنایا:

لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة۔

ترجمہ: "جیکے راضی ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ مومنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کے دست حق پرست پر مرد و عورت کی بازی لگانے کی بیعت کر رہے تھے۔"

یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی اس کے تذکرہ سے ایمان کو جلا اور عشق کو نئی توانائیاں نصیب ہوتی ہیں۔

اس بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ جس ہٹ دھرمی کا وہ اب تک مظاہرہ کرتے رہے تھے، اس کی تندی کافر ہو گئی۔ انہوں نے صلح کی بات چیت کرنے کے لیے سہیل بن عمرو کو حضرت عثمان کے ہوا حضور نبی کریم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔

گفت و شنید کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ آخر کار ایک معاہدہ صلح طے پایا جس کی اہم شرائط درج ذیل ہیں:

- ۱۔ فریقین دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے۔ اور کوئی فریق خفیہ یا اعلانیہ ایسی حرکت نہ کرے گا جو امن و امان کو برہم کر دے۔

- ۲۔ اس عرصہ میں اگر کوئی قریشی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مکہ سے بھاگ کر حضور کے پاس چلا جائیگا تو حضور سے واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے دین سے مرتد ہو کر مکہ چلا جائیگا تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

- ۳۔ عرب کے بادیہ نشین قبائل آزاد ہیں مسلمانوں یا کفار جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔

- ۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عروہ کیے بغیر سال واپس چلے جائیں گے۔ البتہ آئندہ سال اگر وہ عروہ ادا

کر سکیں گے۔ انہیں تین دن تک مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔ تلوار کے سوا ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہوگا اور تلوار بھی میان میں رہے گی۔

۵۔ اہل مکہ ان تین دنوں میں مکہ سے باہر چلے جائیں گے لیکن مسلمان جب واپس جائیں گے تو مکہ کے کسی شخص کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔

مسلمانوں نے معاہدہ کی جب یہ شرائط سنیں تو ان پر رنج و اندوہ کا گویا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کی غیرت ایمانی یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ حق و صداقت کے علمبردار ہوتے ہوئے وہ باطل سے ذب کر ضلع کریں۔ راجح میں جان دے دینا اور سرکٹنا انہیں ہرگز گراں نہ تھا، لیکن یہ بات ان کے لیے ناقابل برداشت تھی کہ کفار میں ذاتی شرائط پر ان سے صلح کر لیں۔ بطور شخص بخیر تھا۔ ہرول میں بے چینی اور بے قراری تھی۔ حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم جیسا بالغ نظر بھی مضطربانہ حالت میں اپنے قلبی اضطراب کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ایک اللہ تعالیٰ کا نبی تھا جس کی نگاہ نبوت ان خوش آئند نتائج اور عواقب کو دیکھ رہی تھی جو قبل قیام میں اس معاہدہ پر مرتب ہونے والے تھے، اور ایک اس کے بارخار صدیق اکبر کی شخصیت تھی جس کے دل میں اطمینان اور سکون تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ کا رسول جو کرتا ہے اپنے رب کے حکم سے کرتا ہے اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں بندوں کی بھلائی اور سرفرازی ہے۔

ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ کفار کے ناندے سہیل بن عمرو کا لڑکا ابوجندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور جسے زنجیروں میں بکڑ دیا گیا تھا زنجیروں کو گھسیٹا ہوا حدیبیہ کے میدان میں بیٹھ گیا اور دوسری کے لیے فریاد کی۔ حضور نے فرمایا ہم معاہدہ کر چکے ہیں، اب معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے، تم صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری خلاصی کی کوئی سورت پیدا فرما دے گا۔ اس چیز نے صحابہ کے زخمی جذبات پر تک پاشی کا کام کیا، لیکن کسی گروہ مانسنے کی مجال نہ تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہیں احرام کھول دیا، اپنے قرآنی کے جانوروں کو ذبح کیا، جنہو کے سارے ساتھیوں نے اپنے آقا کے عمل کی اقتدا کرتے ہوئے احرام کھول دیے اور اپنے جانوروں کو ذبح کر دیا۔ اور یہیں سے یہ پیکر ان تسلیم و رضا مرا جعت غلطے مدینہ طیبہ ہوئے۔ راستہ میں جب فتحان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دیا بقول بعض کراخ الغیم کے مقام پر پہنچے، یہ سورت مبارکہ نازل ہوئی جس کی پہلی آیت :
ان فتعنا لک فتحاً مبیناً نے اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ جس صلح سے تم کبیدہ خاطر ہو، جن شرائط کے باعث تمہارے دل غمزہ ہو گئے ہیں، یہ حقیقت میں فتح مبین ہے۔ چنانچہ چند سال میں ہی جب اس معاہدہ میں منبر برکات کا ظہور ہوا تو ہر ایک کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی یہ صلح اسلام کے لیے اور باطنی اسلام کے مشن کی تکمیل کے لیے اور امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم الشان فتح تھی۔ کفار نے ان شرائط کو مان کر مسلمانوں کی آزاد حیثیت کو گویا تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اب اپنی قوم سے بکے ہوئے چند افراد کی لڑائی نہیں تھے، بلکہ ایک آزاد قوم تھے جن کی آزاد مملکت تھی جس کے اپنے مساویہ حقوق تھے اور وہ لوگ جو اس کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے، انہوں نے بھی آج اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا، نیز صلح ہو جانے کے بعد مکہ اور مدینہ کے درمیان حالت جنگ کی کیفیت اختتام پذیر ہو گئی۔ آنے جانے پر پابندیاں اٹھ گئی تھیں، چنانچہ تبلیغ اسلام کا کام اس

زور شور سے ہوا اور ایسی کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ گزشتہ انیس سال کی جدوجہد ایک طرف اور صلح کے بعد دو سال کی جدوجہد ایک طرف۔ قبائل کے قبائل فوج و فوج مدینہ طیبہ کا رخ کر رہے تھے اور حضور کے دست حق پرست پر سلام قبول کر رہے تھے۔ اس سفر میں حضور کے ہمراہیوں کی تعداد چودہ سو کے قریب تھی اور دو سال بعد جب فتح مکہ کے لیے حضور روانہ ہوئے تو دس ہزار کا لشکر ہزار ہزار تھا۔

نیز اس مقام پر جو جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ موقع مل گیا کہ جو ملائے اسلام کے زیر زمین ہو چکے ہیں انہیں اسلامی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا جائے اور اسلامی قانون کے نفاذ سے مسلم معاشرہ کو ایک نئی تہذیب اور تمدن کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

اس صلح کا یہ فائدہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ قریش کی جانب سے جب اطمینان ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثانی عرب اور وسط عرب کی مخالف طاقتوں کو ستر کونے کے لیے عمان تو ہمہ بذل فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے تین ماہ بعد یہودیوں کے اہم مراکز خیبر، فدک، ادوی، القرنی، تیمہ اور تبوک پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور وسط عرب میں پھیلے ہوئے بادیہ نشین قبائل جو پہلے قریش کے حلیف تھے ایک ایک کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے یا حضور کی اطاعت قبول کر لی۔

صلح نامہ کی جو شرط مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کا باعث بنی تھی وہ شرط یہ تھی جس کی رو سے اگر اہل مکہ کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینہ طیبہ میں چلا جاتا تو اس کو واپس کرنا ضروری تھا۔ اس کے برعکس اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی بھاگ کر مکہ چلا جاتا تو مسلمان اسے واپس نہیں لے سکتے تھے لیکن قلیل عرصہ کے بعد خود اہل مکہ کی درخواست پر یہ شرط معاہدہ سے خارج کر دی گئی۔ ہوا یوں کہ ابوبصیر جو اسلام لا چکا تھا اور جسے اہل مکہ نے اس جرم کی پاداش میں قید کر دیا تھا۔ قید سے بھاگ نکلا اور مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ کفار نے اسے واپس لانے کے لیے آدمی بھیجے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاہدہ کا احترام کرتے ہوئے اسے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ راستہ میں وہ پھر ان لوگوں کے قبضہ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، اور زکراہ عمر کے ساحل پر اس جگہ ڈیرا لگایا جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ جب دوسرے مسلمانوں کو پتہ چلا جو مکہ میں قید بند کی سختیاں مہیمل ہے تھے تو وہ قید سے جان بچڑا کر ابوبصیر کے پاس جمع ہونے لگے یہاں تک کہ ستر آدمی وہاں جمع ہو گئے۔ قریش کا جو قافلہ ادھر سے گزرتا وہ اسے ٹوٹ لیتے۔ اور ان کا دکان جو کافر جاتا اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ اس ضرورت حال سے اہل مکہ بہت پریشان ہو گئے؛ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک وفد مدینہ طیبہ بھیجا اور یہ درخواست کی کہ ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں کو اپنے پاس مدینہ بلا لیں اور اس شرط کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس طرح اناختناک فتنہ مبینہ کی عملی تصویر اپنی اور بیگانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

اس سورت کے اس تاریخی پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو از بس مفید ہوگا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَفِي آيَاتِهِ تَتَذَكَّرُ

سورۃ الفتح مدنی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ انیس آیات اور چار رکوع

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۚ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ

یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے اسے تاکہ دور فرما سکے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو لازم آپ پر رحمت سے پہلے لگائے گئے

اسے اگرچہ بعض روایات میں اس فتح مبین سے مراد فتح کربلا بیان کی گئی ہے اور بعض حضرات نے اس سے مراد فتح خیبر لی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے چنانچہ امام زہری کہتے ہیں۔ لقد كان الحديبية اعظم الفتح وذات ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جاء اليها في الف واربع مائة لثما وقعت الصلح مشي الناس بعضهم في بعض وعطوا وسمعوا عن الله تعالى فصاروا احدا لا سلام ان تمكن منه فعا مضت ثلث السنتان از المسلمون قد جاءوا الى مكة في عشرة آلاف وقرطبي

ترجمہ: صلح حدیبیہ ایک عظیم الشان فتح تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس موقع پر صرف چودہ صحابہ حضور کے ہمراہ تھے صلح کے بعد لوگوں نے آنا جانا شروع کر دیا۔ اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جاننے اور سننے کے مواقع میسر آئے اور جس نے اسلام لانے کا ارادہ کیا وہ آسانی اسلام لے آیا۔ صرف دو سال کے عرصہ کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ فتح کرنے کے لیے جب تشریف لائے تو دس ہزار جاندار حضور کے ہمراہ تھے۔

اسے ہذا ہر اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ جنود و غفران کا فردہ بجا، لیکن اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ حضور سے گناہوں کا عدد پہلے ہی ہوتا رہا اور بعد میں بھی ہوتا رہے گا (الیاذ باللہ) حالانکہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے کہ ہر نبی خصوصاً نبی الانبیاء، سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ حضور کے واسطے عصمت پر گناہ کا کوئی وارث نہیں ہے۔

اس شبہ کو دور کرنے کے لیے علامہ نے تفسیر نے متعدد جواب دیے ہیں جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

۱۔ یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیر ہے۔

۲۔ یہاں گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے اور حسنات الاثر و حسنات التقربین کے قاعدے کے مطابق خلاف اولیٰ کو گناہ کہا گیا ہے۔

۳۔ وہ فعل اگرچہ نہ گناہ صغیر ہے نہ خلاف اولیٰ، لیکن حضور کی نگاہ عالی میں وہ نہیں جتنا اس لیے حضور کے مقام رفیع کے باعث اسے ذنب (گناہ) کہہ دیا گیا ہے۔

۴۔ بعض علامہ نے غفر کا معنی بچا لینا اور معذور کر لینا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ

اور معصوم رکھا ہے۔ اس حفاظت ربانی کے باعث نہ پہلے آپ سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ آئندہ کبھی کوئی گناہ سرزد ہو گا۔

۵۔ بعض علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مغفرت عام کی بشارت دے کہ حضور کے قلب مبارک کو طہن کر دیا جائے۔ یعنی پہلے تو آپ سے کوئی غلطی سرزد ہی نہیں ہونی یا لغزش اگر کوئی سوا سرزد ہو گئی ہو تو بھی اس سے عفو و درگزر کا مشرودہ سنایا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی غلط یا موافقت کا اندیشہ نہ رہے۔

یہ سارے جوابات اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں لیکن کلام کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھا جائے تو ان میں سے کوئی مفہوم یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔ فتح حسین کی غرض و غایت یا اس کا مقصد اور انجام مغفرت بتایا گیا ہے لیکن فتح اور مغفرت میں کوئی مناسبت نہیں۔ اس لیے اس آیت میں مزید غور و خوض کی ضرورت ہے تاکہ آیات کا باہمی ربط بھی واضح ہو جائے اور عصمت نبوت پر بھی کسی کو شک نہ پڑے۔

ذنب کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

ذنب کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو، لیکن اہل لغت لفظ ذنب کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس شخص سے صادر ہو بلکہ ہر اوقات بلاوجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔ اسی مادہ کے دو اور لفظ ہیں ذنب اور ذنوب۔ ذنب کا معنی دم ہے جو جانور کے جسم کے آخر میں چھپی ہوئی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے جسم کا حصہ نہیں بلکہ باہر سے اس کے ساتھ چسپاں ہو گئی ہے۔ اور پانی نکالنے والے ذول کو ذنوب کہتے ہیں جو رسی کے ایک سرے سے بندھا رہتا ہے۔ اسی مناسبت سے ذنب کا اطلاق الزام پر بھی ہو سکتا ہے جو کسی شخص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے خواہ اس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

قرآن کریم میں بھی ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی کو ایک قبیلے کو باہم لڑتے دیکھا۔ قبیلے اسرائیلی کو زد و کوب کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو انہیں مدد کے لیے پکارا۔ آپ نے پہلے قبیلے کو منع کیا کہ غریب اسرائیلی پر ظلم نہ زیادتی نہ کرے۔ جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اسے ایک ٹکڑے مارا جو اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنے زیر دست ساتھی کی مدد کرنا اس کے بچاؤ اور اپنے دفاع کے لیے حملہ آور کو ٹکا مارنا نہ شرفاً کوئی غیر مہربانہ عرف میں یہ فعل قبیح ہے لیکن فرعون جو تکاب کا دشمن تھا اور انہیں حکومت کا باغی تصور کرتا تھا اس نے آپ پر قتل کا الزام رکھا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ آپ کو وہی سزا دیتا جو قتلِ عمد کی ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوتِ حق دو تو آپ نے بارگاہِ انبی میں عرض کی:

وَلَمْ يَكُنْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَلَخَافْتُ أَنْ يَكُونُوا يَكُونُونَ (۱۴۱۲۶)

ترجمہ: انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

اس آیت میں ذنب سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے اپنے اور اپنے امتی کے بچاؤ کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔ آپ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہ گزرتا تھا اور نہ عام طور پر مکاتھ سے موت واقع ہوتی ہے۔ ان آیات کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غفر کا معنی چھپا دینا، دُور کر دینا۔ حَافِظٌ لَکُم سے مراد ہجرت سے پہلے اور مَافِئِکُم سے مراد ہجرت کے بعد۔

یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

پہلے ہم قرآن حکیم اور کتب حدیث سے ان الزامات کی چھان بین کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ وضاحت کریں گے کہ وہ الزامات اس فتح مبین کے کس طرح دُور ہو گئے۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عائد کیے جاتے تھے وہ یہ ہیں: یہ کہ ابنِ سبہؓ یہ شاعر ہے، یہ مخنون ہے، یہ ساعر ہے، یہ ادروں سے سُن سُن کر فلسفے بنا لیتا ہے، اسے کوئی اُرد پڑھا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:

وہ کہتے یہ قوم میں اختلاف، انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بڑھا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، قبائلی سے اولاد کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے۔ اس نے ہمارے محفوظ تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے۔ ہمارے قوی انتظامات کو درجہ برجم کر دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس صلح سے پہلے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالتِ جنگ تھی۔ ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا، مل بیٹنا، تبادلا خیال کرنا ناممکن تھا۔ حضور کے خلاف جو ہتھکنڈے اہل غرض تراشتے، سادہ لوح عوام انہیں سچ تسلیم کر لیتے اور اسلام سے کچھ کچھ رہتے۔ مسلمان صرف مدینہ طیبہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ ہجرت کے بعد کہ میں ان کی آمد و رفت منوع قرار دے دی گئی تھی۔ مکہ کے سردار اپنے آدمی بھیج کر بادشاہِ چین قبائل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کرتے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت اور عداوت کی آگ بھڑکاتے رہتے۔ یوں عرصہ تک بد قبائلی میں تبلیغِ اسلام کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔

مدینہ کے موقع پر جو صلح ہوئی، اس کی مشور و نفعات آپ سورت کے تعارف میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اس معاہدے پر سرسری نظر ڈالنے سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے بہت دُوب کر صلح کی ہے اور کفار اپنی ساری شرائط منوانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے لشکرِ اسلام کو ان شرائط کا جب علم ہوا، تو انہیں بہت گراں گزرا۔ حضرت

وَمَا تَأْخُروِيْتَهُ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَعْدِيْكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۱۰

اور جو دیرت کے بعد لگائے گئے اور مکمل فرمائے اپنے انعام کو آپ پر سگہ اور سہل ہے آپ کو سیدھی راہ پر سگہ اور

يَنْصُرْكَ اللهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝۱۱ هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو بڑی ست ہے وہی ہے جس نے امارا اطمینان کو اپنی ایمان کے

فاروق اعظم جیسی ہستی بھی بے تاب ہو گئی۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب نے ارشاد فرمایا: انا عبد الله ورسوله لن اُخالف امره ولن يضيئني۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا۔

اور ایسا ہی ہوا کہ اس صلح کی وجہ سے فریقین میں جنگ بند ہو گئی۔ امن قائم ہو گیا۔ آمدورفت کی پابندیاں ختم ہو گئیں مسلمانوں کو ان الزامات کی تردید کا سنہری موقع مل گیا۔ شکوک و شبہات کی کالی گٹائیں چھٹ گئیں۔ حقیقت اپنے دُستِ زیبا کے ساتھ آشکارا ہو گئی۔ غلط پراپیگنڈے کے باعث دلوں پر جما ہوا غبار دُور ہو گیا اور لوگ دھڑا دھڑی اسلام کو قبول کرنے لگے۔ چنانچہ اس واقعے کے صرف دو سال بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کی مہم کے لیے مکہ روانہ ہوئے تو دس ہزار جانبازا اور سرفردش غلاموں کا لشکر جوار ہر گلاب تھا۔

آپ ان آیات کو اب پھر پڑھیے۔ حقیقت حال روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

سگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فتحِ حبشین سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ اپنے لیے درپے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب! ہم نے اپنی نعمتوں کی انتہا کر دی۔ دین کو مکمل کر دیا۔ اسلام کی عظمت کا ذخیرہ آفاق عالم میں بکھیر دیا۔ اس کے غلبہ کو دشمنوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ با علاء الدین وانتشار فی البلاد وغیر ذلک ما افاضہ تعالیٰ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من النعم الدینیۃ والدنیۃ یعنی یہ تکمیلِ نعمتِ جاہلیت ہے دین کی سر بلندی اور دُور دراز ممالک میں اس کے پھیل جانے سے اس کے علاوہ جو دینی اور دنیوی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر فرمائی ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں۔

سگہ قرآن میں رسالت کی انہماک دہی اور احکامِ شریعت کی تفسیر کرنی معمولی کام نہیں۔ اس میں سب کو کوئی بھی ناقابلِ برداشت ہے اور سنگین نتائج کا باعث بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے حبیب! ہم نے آپ کو ان کنش، دشوار اور ذہرہ گہ از مہر ایوں سے عمدہ ہوا ہونے کے لیے غور و بہار سے ہمک رہنا ہی فرمادی ہے۔ کوئی مشکل راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ کوئی اشکالِ باعثِ اضطراب نہیں بن سکتا۔ ملامت آؤسی نے بھی یہی تشریح کی ہے۔ ای فی تبلیغ الرسالۃ واقامة الحدود (ردع المعانی)

سگہ ان انعاماتِ خصوصی کے آخر میں فرمایا وینصُرْكَ اللهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی نصرت فرمائے گا کہ حضور ہمیشہ

الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِدُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ

دلوں میں ملے تاکہ وہ اور بڑھ جائیں (وقت ایمان میں اپنے اپنے ایمان کے ساتھ اور ان کے زیر فرمان میں ملے لشکر آسمانوں

غالب رہیں گے اور کسی قسم کی کمزوری نہ پھیرنے ہوگی۔

یہاں ایک نکتہ غور طلب ہے۔ ان آیات میں مذکور تمام افعال کا حامل اللہ تعالیٰ ہے لیکن لیغفر اور دینے کے بعد اللہ عز و جل اس کو عطا کر دیا۔ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ مغفرت کا تعلق عالم آخرت کے ساتھ ہے اور نصرت و تدبیر کا تعلق دنیا کے ساتھ گویا فرمایا ہے محبوب! تیری دنیا اور تیری آخرت کے تمام امور جہاں سپرد ہیں۔ نہ اس دنیا میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے اور نہ عقیقی کے بارے میں کسی اندیشہ کی ضرورت ہے۔ ان اللہ عنہ وجل هو الذی یتولّى امرک فی الدنیا والآخرۃ (دفع المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے نبوی اور اخروی تمام امور کا ذمہ دار ہے۔

صلی علیہ وسلم کے بعد سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جہاں شاروں کی سمیت میں مدینہ طیبہ روانہ ہونے پر اس میں اس سورت کی پہلی آیتیں نازل ہوئیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے محبوب تر اور عزیز تر ہے۔ حضور نے دوسری آیت یہ کہ نازل۔ جب زبان پاک سے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر کے کلمات طیبات ادا ہونے، تو صاحب خوشی سے بہے قابو ہو گئے۔ مبارک میں پیش کرنے لگے۔ عرض کی ہنیت لک یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے رسول! مبارک صمد مبارک! اللہ تعالیٰ نے حضور کو تو بتا دیا جو معاملہ وہ آپ سے فرماتے والے ہے۔ وماذا النایا رسول اللہ! ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جانے گا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

سکینہ اس الیمان اور تسلی کو کہتے ہیں جس سے دل کو قرار آجائے اور ہر قسم کے قلق اور تشویش کا قلع قمع ہو جائے۔ صحابہ کرام کو صلی علیہ وسلم سے جو پیشانی اور تشویش تھی اور جس کے باعث ان کے دل بے چین اور بے قرار تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے مضطرب اور بے چین دلوں میں سکون و طمانینت کا فرما دیا۔ وہ اضطراب جس میں وہ بڑی طرح گرفتار تھے وہ الیمان سے بدل گیا۔

اگر نظر فرما کر دیکھا جائے تو یہ ہم جن مرحلوں سے گزری، ہر مرحلہ بڑا صبر آنا اور بہت شکن تھا۔ حالات کا دباؤ اتنا شدید تھا کہ کھیم پر بھی نظم و ضبط کے بند ٹوٹ سکتے تھے۔ جب زانیہ بن حرم کا یہ قافلہ روانہ ہوا تو منافقوں نے بڑا کھنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں کودنے کو جا رہے ہیں۔ تنویری کی تعداد اور وہ بھی غیر مستحکم ان کا بھی کہنا کہ واپس آنا ممکن نہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شجہ ہمال کے پروانوں نے اس کی قطعاً پروانہ کی۔ راستہ میں جب یہ اطلاع ملی کہ کفار و عداوت کرنے لگے ہیں کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو کٹر میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور وہ جنگ کی شکل تیار کر چکے ہیں پھر بھی مسلمانوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا نہ ہوا بلکہ بڑی شیردلی سے آگے بڑھتے گئے۔ پھر جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ گرم ہوئی اور بیعت رضوان کی دعوت دی گئی اس وقت بھی ان کا جذبہ جلال فروشی دیدنی تھا۔ آگے بڑھ کر بیعت کر رہے تھے اور اس جس عہد کو نبی نے کافر سے کہہ دیا تھا وہ بیعت کر رہے تھے اور جب صلح کی

وَالْأَرْضُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمًا ۝ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور زمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کو جہنم والہ بہت دانستہ تاکہ داخل کر دے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو جس

جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ

سجوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور دور فرما دے ان سے ان کی

سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ

برائیوں کو جسے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔ اور تاکہ مذاب میں مبتلا کئے منقلب مردوں

شرائط پاکیزہ جوادی انظار کی فتح اور مسلمانوں کی ہمدردی دیتی تھیں تو اس وقت بھی حضور کی قیادت پر انہیں اس قدر متماہور
مہر و کرم تھا کہ تسلیم فرما کر دیا۔ ان تمام مصلوں میں ظلم و غلبہ کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔ ایک وقت خوف و ہراس، اشتعال و اشتعال مایوسی
اور بددلی کے تپیشوں کے ساتھ ثابت قدم رہنا صرف اسی گروہ سے متوقع ہو سکتا ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تسکین و اطمینان کی
دولت سے نوازا ہو۔

جسے اسی تسلیم و رضا جہزات و دلیری اور بہت واستقامت میں کاغذ و انمول نے قدم قدم پر کیا اس کا اجر انہیں یہ دیا گیا کہ ان
کی قربت ایمان و چند ہو گئی اور ان کے یقین کو بیکار نصیب ہوا۔

زمین و آسمان کے سامنے شکر اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان ہیں۔ اس کا شامی تو چشم زدن میں ساری طاغوتی قوتیں تسنن کس کے
رکھ دی جائیں۔ ان کو دم ماسنے کی بھی مصلحت نہ ملے۔ لیکن اس کو محض اپنی قوت کا انکار مطلوب نہیں۔ وہ تمام حالات کو اچھی طرح جانتا ہے۔
ہنسی، حال، مستقبل سب اس کے سامنے حیا ہیں اور اس کے سامنے کام حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ صلح اس لیے نہیں کی گئی کہ
کفار قتل و تلے اور مسلمان کمزور اور ان کی عمریں لے سکتے تھے بلکہ اس صلح میں گونا گوں حکمتیں ہیں جو اپنے اپنے موقع پر نمایاں ہوں گی۔
جسے اس کا تعلق انزال کے ساتھ ہے یعنی مسلمانوں پر سکینہ کا نزول اس لیے ہو کہ ہاں ایمان مردوں اور عورتوں کو ان انصاف
سے نہ پہنچے جن کا بیان اس آیت میں کیا گیا ہے۔

جسے یکفر کا منی یغنیہا کسی چیز کو ذمہ دینا کسی چیز پر اس طرح پر وہ نزل دینا کہ کسی کو اس کے وجود کا پتہ ہی نہ چلے بلکہ
اوس اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ای یغنیہا ولا یظہرہا والمراد یغنیہا سبعا نہ ولا یؤخذہم بہا۔
دروغ المعانی مقصد یہ ہے کہ اس سفر میں جو غلامان صلیئے ہر کلب تھے ان کے اعمال نامہ سے ان کی پائیں ان کی خطاؤں اور ان کی لغزشوں
کو محو کر دیا جائے گا۔ ان کا نام و نشان ہی باقی نہ رہے گا۔ یہ کمال مغفرت کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ
ان کی خطاؤں اور لغزشوں پر کلمہ غفور میرے اور قیامت کے روز جب انسان بارگاہ خداوندہ و جلال میں پیش ہو تو فرشتے اس کے ہر اعمال

وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ

اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں بُرے گمان رکھتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ

انہیں پر سب سے بُری گردشس تلہ اور ناملائق ہر قسم کا تعالٰی ان پر اور اللہ مست سے انہیں دُور کر دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے

جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ

ان کے لیے جہنم اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ کے زیر فرمان ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے۔ اور

اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

اللہ تعالیٰ سب سے غالب اور دانستہ ہے۔ بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ کو اچھا کر تلہ رانی رحمت کی اور بُرا خبری سننے والا اور مذمت کی اور نذر تلہ والہ۔

سے ایک جرم جو بطور ثبوت پیش نہ کر سکیں۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے فوجِ عظیم فرمایا ہے اور اس فوجِ عظیم کے اولین مرتب اسلام کے وجود سے
جانبازانہ اور سرفروشی میں جو اس سفرِ مہیا تک میں اپنے محبوبِ قاصد کے ہوا کرتے۔

تلہ مدینہ میں متافق اس زعمِ باطل میں مبتلا تھے کہ اب مسلمان تلہ تلہ کی کر رہے ہیں نہیں آئیں گے کفار تلہ ان کا کفرِ نکال کر کہ
ویں گے کفار تلہ خوشی سے ٹھہرے نہیں سنا ہے تلہ کہ انہوں نے پہل دفعہ من مان شہر اند پر مسلمانوں کو صلح کرنے پر مجبور کیا۔ انہوں نے
فرماتے ہیں ان دونوں گروہوں کی یہ فطرتی بہت جلد دُور ہو جائے گی نیز اسلام کا قدمِ حرمت و طلب کی منزل کی طرف اٹھے گا
اسلام کا آفتاب آفتابِ اقبال نصف النہار پر چمکے گا۔ جزیرہ عرب کے قابلِ فخر و فخر اسلام کو قبول کر لیں گے۔ تلہ کے قابلِ فخر و فخر
خود پس کر آئیں گے اور حضورِ سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر طوقِ غلّی زیبِ محو
کریں گے اور اس غلّی پر طوقِ ناز کریں گے۔ اسلام کی ترقی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کبھی کبھی کامیابی کو دیکھ کر منافقین دشمن کہیں پڑو یا
تہ یک ہر ہلنے گی۔ ان کے گروہوں میں صفِ ماتم ہو جائے گا۔ ان کے دلوں سے غم و الم کا دُخواں اٹھے گا۔ تباہی و بربادی کا جو پتہ چل کر وہ
مسلمانوں کو ریزہ ریزہ کرنا چاہتے تھے خود ان کو پھیس کر رکھنے گا۔

تلہ شاہد کا معنی گواہ ہے۔ تلہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کے نیک اعمال اور بُرے اعمال پر
گواہ ہیں۔ شاہد علیہم با جمیع الہم من طاعة و معصية شاہد علیہم یوم القيامة فہو شاہد افعالہم الیوم والشہید
علیہم یوم القيامة۔ (قرطبی، یعنی حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں اپنی اُمت کے نیک و بد اعمال کا شاہد و قریب
ہیں اور قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔ تلہ منہ نثری کہتے ہیں۔ تشهد علی امتك کقولہ تبارک ویکون الرسول علیکم

لَتُؤَيِّنُوهُ بِرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتَتَّبِعُوهُ بَكْرَةً وَأَكْبَرًا

تاکہ لوگوں کو ایمان لانا ضروری اور اس کے رسول پر اوستا کر ایمان کی مدد دینا اور اس کے پیغمبر کو سب سے پہلے اور پاک بیان کروا دینا کی بات ہے اور

أَحْيَلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ

شام۔ ہاں جان عالم، بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں سب وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے

شہید ارکشاف، یعنی حضور اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے جس طرح ارشاد ہے: وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ ملازم غارن کہتے ہیں۔ اے شاہد اعلیٰ اعلیٰ امت: اپنی امت کے احوال کی گواہی دیں گے۔ ملازم لاری فرماتے ہیں۔ اخراج عبد بن حمید و ابن جریر عن قتادۃ اے شاہد اعلیٰ امتك وشاہد اعلیٰ انبیاء علیہم السلام انہم قد ملوا من العالی یعنی عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اپنی امت پر گواہ ہیں اور سابقہ ایمان کے بارے میں بھی گواہی دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا اس کی خبر تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیے سورۃ بقرہ آیت ۱۳۳، سورۃ النساء آیت ۷۱، الاحزاب آیت ۵۶۔

۱۳۳ ملازم راغب اصفہانی اس کلمہ کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ التعزیر: النصرة مع التعظیم کہ کسی کی نصرت و اعانت کرنا اور اس کے ساتھ اس کی تعظیم و تکریم کو بھی ملحوظ رکھنا (المفردات) ملازم ابن منظور کہتے ہیں۔ التعزیر: النصرة باللسان والسیف زبان اور تلوار سے کسی کی مدد کرنا لسان العرب: عز: غنم وغنمہ کسی کی تعظیم و تعظیم کرنا۔ توقیر کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ وقیر الرجل: بجله والتوقیر التعظیم والتراحم یعنی کسی کی تعظیم و احترام کن یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ میرے پیارے رسول پر اپنے دل سے ایمان بھی لےو اس کی نصرت و اعانت میں سروسرگرمی بازی لگادو۔ اس کے دین کی سرپرستی کے لیے اپنی جملہ مادی اور ادبی وسائل کو پیش کر دو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے محبوب کے ادب و احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم دین کی خدمت کو روک دو لیکن بارگاہ نبوت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت اور اسی طرح حضور کی تعظیم و تکریم کیاں اہمیت کی حامل ہیں۔

ملازم قرطبی فرماتے ہیں کہ تعزیر اور توقیر میں خیر مفعول کا مفعول حضور کی ذات والا صفات ہے یہاں وصف ہما ہے اور تہنود سے نیا کلام شروع ہوتا ہے اور یہاں مفعول کا مفعول اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیلئے کیا کرنا چاہیے ملازم نے ان افعال میں مفعول کی خبروں کا مفعول اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیا ہے تاکہ تعزیر و تمایز لازم نہ آئے۔ ومن فرق الضمان فقد انفذ ملازم پانی تہی کہتے ہیں کہ ام بنوی کو قول ہے کہ پہلے دو فہلوں میں خیر مفعول کا مفعول حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تہنود میں خیر کا مفعول اللہ عزوجل ہے کہتے ہیں مستند اللہ بخشی لکھنؤ مستلزمنا لا نقضنا انما نقضنا لا نقضنا بہ عند قیام القرینۃ وعدم اللبس وغمیری یعنی زعمی نے اس قول کو پسند نہیں کیا کیونکہ اس طرح امتیاز ضروری لازم آتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ سب قرینہ موجود ہوا اور القیاس کا احتمال معدوم ہوا تو اس وقت امتیاز ضروری میں کوئی قیاحت نہیں۔

۱۳۳ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے مقام پر خیر زدن ہیں۔ کفار کہ بھند ہیں کہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو غزوہ کرنے کے لیے مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہا پر رسالت کے سفر میں کر کہ گئے ہوئے ہیں اس شان میں

اَيُّهُمْ فَمَنْ نَكُتْ وَانَّمَا يَنْكُتُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ اَوْفَى بِمَا

ہاتھوں پر ہے سب سے پہلے تو دیا اس بیعت کو اس کے توڑنے کا وہل اس کی ناک تہر ہو گا۔ اور جس نے ایفاء کیا اس حمد کو جس نے

یہ افواہ پھیلتی ہے کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے ساتھی جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ احرام کی دو پادریں اور قرآن کے جاناویسی ان کا زاد سفر تھا۔ لیکن یہ ایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ تعداد کی قلت اور اسلام کے فقدان کی پروا کیے بغیر محض قوت ایمانی پر مجبور ہو کر تے ہوئے باطل سے کفرنا گزیر ہو گیا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوتے ہیں اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت جابرؓ راوی ہیں یہ بیعت اس بات پر تھی کہ جب تک ہلکے سمیوں میں جان ہے جب تک بدن میں خون کا ایک قطرہ موجود ہے ہم میدان جنگ میں ہلکے رہیں گے اور اہل مکہ کو اس خیانت اور سفیر کشی کی عبرت ناک سزا دیں گے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ غلامان حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر ڈانٹ دوڑ دوڑ کر حاضر ہو رہے ہیں اور اپنے آقا و مول کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر جاں بازی اور سرفروشی کی بیعت کر رہے ہیں۔ الغرض چودہ سو پہلایوں میں سے کوئی ایک بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ البتہ جد بن قیس جو حقیقت میں منافق تھا اس نے بیعت نہ کی۔ بخدا بے اب بھی وہ منظر نظر آ رہا ہے کہ وہ اپنی اذنی کے پیٹ کے ساتھ پٹا بوا ہے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

حضور سرور عالمیال نے اپنے ان چودہ سو جاں نثاروں اور سرفروش جہادین کے بارے میں اپنی زبان حق تر جان سے فرمایا۔ انتم خیر اہل الارض الیوم لے اسلام کے قبل فخر مجاہدو آؤ۔ دیکھو یہی پر تم سب سے بہترین لوگ ہو۔ حضرت جابرؓ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی منقول ہے۔ لا یدخل النار احد من بلع تحت الشجرة جنوں نے اس درخت کے نیچے میرے ساتھ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی وہنہ میں داخل نہیں ہو گا۔ راہن کشیں

تلا فح انہ کاشانی شیعہ اپنی تفسیر منہج الصادقین میں لکھتے ہیں: آنحضرت اصحاب راہ تحت شجرہ مع کردہ ایضاً راہ تجیہ بیعت امر نمود و اصحاب بر خبت تمام و بعدی لا کلام دست بردوست غیر نہاد و بیعت کردہ کہ تا میں موت طریق متابعت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرگے دارند و در ہی زمان طریق قرار سلوک نہ نمایند و بحمت کمال رغبت ایثاں بود کہ اس بیعت سختی شد بہ بیعت رضوان و را شناسے اس آری نازل شدہ در منہج الصادقین۔ جلد ۸ صفحہ ۲۳۱

ترجمہ: آنحضرت نے اصحاب کو دعوت کی ہے کہ مع کیا اور انہیں از سر نو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام انتہائی شوق و رغبت اور بڑی شہیدگی سے تگ بٹے اور حضور کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر اس بات پر بیعت کر کہ ہم آپؐ کی متابعت با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کے ساتھ پرکھن میں گئے اور کسی وقت بھی رافضی یا غیاب نہیں کریں گے۔ صحابہ کرام کے بے پناہ اشتیاق اور کمال رغبت کے باعث اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا اور اسی آئینہ یہ آیت نازل ہوئی۔

مگر یہ بیعت بخاطر اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست حق پرست پر ہو رہی ہے لیکن وہ حقیقت یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے

ساتھ تھی۔ اگرچہ بظاہر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ تھا، لیکن درحقیقت یہ دست خدا تھا جس طرح حضور کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہا گیا ہے۔ اسی طرح حضور سے بیعت اللہ سے بیعت اور حضور کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے۔

علامہ اسماعیل حنفی صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں۔ وقال اهل الحقيقة هذه ذیة کتوا بتعلی من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ فالمنہی علیہ السلام قد فنی عن وجودہ بالکلیۃ فحقق باللہ فی ذاتہ وصفاتہ وافعالہ وکل ما صدر عنه صدر عن اللہ (مدح البیان)

یعنی اہل حقیقت کہتے ہیں کہ یہ آیت ایسا اس فرمان خداوندی کی طرح ہے کہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات و صفات سے فنا ہو کر بجا اللہ کے مقام پر فنا ہو چکے تھے اس لیے جو فعل حضور سے صادر ہوتا درحقیقت اللہ سے صادر ہوتا ہے۔

آج کل جو ہم کسی دل کلام کے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ اسی سنت کا تبار ہے۔ علامہ اسماعیل حنفی کہتے ہیں۔ یقول الفقیر ثبت بهذه الذیة سنة المپیعة واخذ التتیین من المشایخ الکبار وهم الذین جعلهم اللہ قطب ارشاد بیان اوصلہم الی التجلی العینی بعد اتجلی العالی مدح البیان۔ یعنی فقیر کتاب ہے کہ اس آیت سے بیعت کی سنت اور شاخ کبار سے کتاب فیض ثابت ہو گیا ہے۔ وہ شاخ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قطب ارشاد کے مقام پر فنا فرمایا ہے وہ اس طرح کہ طریقی تجلی سے تعلق رکھتے ہیں انہیں مشاہدہ کی قہر ہم پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت شہداء ابن اوس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے :

قالوا کنا عند رسول اللہ علیہ السلام فقال هل فیکم غریب یعنی اهل الکتاب قلنا لا یا رسول اللہ فامر بخلق الباب فقال ارفعوا یدیکم فقولوا لا اله الا اللہ فرفعنا یدینا ساجدة ثم وضع رسول اللہ یدہ ثم قال الحمد لله اللهم انتک بعثتني بهذه کلمة وامرتنی بها ووعدتني علیها الجنة انتک لا تخلف الامیة ثم قال ابشروا فان اللہ قد غفر لکم۔

ترجمہ ان دونوں نے کہا کہ ایک دفعہ ہم باگاہ رسالت میں حاضر علیا الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا تم میں کوئی بے گناہ رافضی کتاب تو نہیں؟ ہم نے نفی میں جواب دیا اور شہداء برادرانہ بند کروادو اپنے ہاتھ بند کروادو کہتے لا اله الا اللہ۔ ایک گھڑی ہم نے اپنے ہاتھوں کو بند کرکے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک نیچے کیا اور فرمایا ہے الحمد لله۔ اللہ! تم نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مہربان فرمایا اس کلمہ کا حکم دیا اور میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ جو اس کلمہ پر پناہ لے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور تم اپنے وعدہ کی عادت دینی نہیں کہ پھر فرمایا اے فرزند ابن اسلام! تمہیں خدوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو معاف فرمادیا ہے۔

اس کلمہ کی مستند بھی روایات ہیں جن سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضور اپنے انہماک سے بیعت لیا کرتے تھے مستورات کو بھی اس شرف سے مشرف فرماتے۔ لیکن ان کی بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ پانچ کے ایک پیالہ میں پائے حضور اپنا دست مبارک رکھتے۔ اس کے بعد ان کو اس پیالہ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیتے۔ حضور نے کبھی کسی اجنبی کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

عَمَدٌ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمِنْهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ

اللہ سے کیا تر وہ اس کو اس بڑے عظیم عطا کردہ اجر سے انکار کر دیں گے وہ یہاں جو تھے

مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرُكَ يَا يَقُولُونَ

پھوٹے گھٹے تھے۔ اللہ ہمیں بہت مشغول رکھا ہمارے مالوں اور اہل و عیال نے پس ہمارے لیے معافی طلب کریں۔ اے حبیبہ! یہ اپنی زبانوں سے یہی

اللہ تعالیٰ کے رسول کریم کے ساتھ بیعت کر کے جس نے بیعت کو توڑ دیا۔ اس نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جس نے اس بیعت کو پورا کیا اور اس حمد کو اپنا کیا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ وہ جنت میں اقامت گزریں ہوں گے اور اس میں انہیں ایسی نعمتوں سے نوازا جائے گا جن کو نہ کسی آنکھ نے نہ کسی ہنکس دیکھا اور نہ کسی کان نے نہ سنا اور نہ کسی کے دل میں وہ کھنکیں۔ وہ الجنة وعا یكون فیہا مما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔

جن نفوس قدسینے اس درخت کے نیچے بیعت کی سعادت حاصل کی ان میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا جس پر جائز فرماتے ہیں: ہایعنار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت الشجرة علی الموت وعلی الذبیر فما نکت احدنا البیعة الابد بن قیس وكان منافقا اختبأ تحت ابط بصیر وکثاف الیمن ہم نے اس درخت کے نیچے اس بات پر اللہ کے رسول سے بیعت کی کہ ہم جان نہ دیں گے لیکن ماہ قرار اختیار نہیں کریں گے ہم میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا بجز وہی قیس کے جو وہ وقت متناقض تھا اور جب مسلمان بیعت کر رہے تھے تو وہ اپنے اڈنٹ کی نفل میں چھپا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب سفر مکہ کی تیاری شروع کی تو مدینہ حبیبہ کے فناء میں جو قبائل جہینہ، خزیمہ، غفار، اشج، ذیل اور اسلم آباد تھے جو اکثر اسلام سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتے رہتے تھے ان کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں ہمراہ ہوں۔ یہ قوی اندیشہ تھا کہ کفار کو شہادت سے باز نہیں آئیں گے۔ اگر مسلمانوں کی جمیعت زیادہ ہوگی تو وہ ہر قسم کی مہاشہ سے باز رہیں گے قبائل نے سوچا کہ اس سفر میں شرکت تو مسرت کے منہ میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہے۔ ال کہ میں کی بجلی سعادت اور شہادت طلب ہے جن کی قرنت کا یہ عالم ہے کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہو چکے ہیں اللہ مسلمان خندق کو در معروف دفاعی جنگ لڑ سکے ہیں۔ اگر مسلمان احرام کی حالت میں ان کے گھروں میں جائیں گے تو وہ ان کی تکرر بولی کر ڈالیں گے صرف قریش سے ہی مقابلہ نہ ہوگا بلکہ ثقیف، کنانہ اور دیگر قبائل جو مکہ کے اندر آباد ہیں وہ بھی قریش کا مادہ کے لیے نکل آئیں گے۔ ان حالات میں یہ لوگ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ تھے لیکن لیل میں وقت گزار دیا صرف چودہ سو بابائے اپنے آقا صلیہ السلام کی میت میں تاج سے بے پردا ہو کر غزوہ کفر کے غرض سے کہ رول نہ سمجھتے۔

منافقین کی خوشی کی استناد رہی۔ انہیں یقین تھا کہ ان میں سے کوئی بھی لڑائی نہ کرے گا کہہ کے منجھان سب کو تیرتیں کریں گے۔ اس طرح اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ جائے گا لیکن جب ان کی ترشحات پیش گوئیوں اور اندازوں کے بالکل برعکس حضور صلیہ السلام کا کارواں ایک عظیم صلح کے کھسکے میں کے لیے روانہ ہوا تو اس میں کھلبلی مچی گئی۔ جن کی تباہی کی خبر سننے کے لیے وہ ہر لمحہ گوش برآواز

يَا سِنِّيْهِمْ كَالَيْسَ فِي قُلُوْبِهِمْ قُلُ فَمِنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ

ہائیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں شے آپ انہیں، فرمائیے کہ جس سے جو اختیار رکھتا ہو تمہارے لیے اللہ کے مقابلے میں

شَيْئًا اِنْ ارَادَ بِكُمْ خَيْرًا اَوْ ارَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا

کسی چیز کا اگر ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی نفع کا یا ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی نفع کا شے بلکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کو دے رہا ہے جو اس سے

تَعْمَلُوْنَ خَيْرًا ۝ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

پوری طرح باخبر رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے خیال کر لیا تھا کہ اب ہرگز لوٹ کر نہیں آئے گے پیغمبر اور ایمان والے

تھے وہ تو بعافیت واپس آ رہے ہیں۔ انہوں نے اب طرح طرح کے بہانے سوچنے شروع کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی مطلع فرمایا کہ اسے محبوب! جب آپ مدینہ منورہ میں گئے تو بادیشین قابل آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اپنی مردم شناسی کے لیے طرح طرح کے خبریں کریں گے وہ کہیں گے یا رسول اللہ! ہم تو دل و جان سے آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار تھے لیکن ہمارے مال اور اہل و عیال کی حفاظت کا ہم کوئی انتہاء نہ کر سکے۔ انہیں یونہی چھوڑ کر چلے جانا قرین دانشمندی نہیں تھا۔ ہمارے دشمن اس ناک میں بیٹھے تھے کہ ہم کہیں سفر پر جانیں تو وہ بد بول کر ہمارے مال و عیال پر ہاتھ پائیں اور ہمارے بچوں اور عورتوں کی بے حرمتی کریں۔ لہذا بیابان طوطیوں کی طرح ہم نے ہر بات سے آپ پر فدا ہوتے ہوئے بھی ہم اس فوج گزاشت پر تیار نہ ہوئے۔ ہمارے لیے مغفرت کی دعا فرمائیے۔

شے اگر ان کی غیر ماضی کی کوئی معقول وجہ ہو تو یا انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو تا اس پر انہیں پشیمانی اور تعلق ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ وہ تو محض بہانہ سازی کر رہے ہیں۔ نہ ان کی غیر ماضی کی کوئی معقول وجہ تھی نہ ہی ان کا اپنی اس نازیبا حرکت پر کوئی مذمت تھی اور نہ ہی وہ حضور کی استغفار کو کوئی اہمیت دیتے تھے۔ وہ تو محض طعن سازی سے کام لے رہے تھے اور اپنی منافقت کو ایک دوسرے دھوپ میں ظاہر کر رہے تھے۔ ایسے ناجنابوں کے لیے نہ استغفار کی ضرورت ہے اور نہ اب مزید پردہ پوشی کی ضرورت ہے۔

شے اسے محبوب! آپ انہیں فرمائیے کہ تم مال و عیال کی حفاظت کا بہانہ بنا رہے ہو۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہاری موجودگی میں کسی کو پریم اجل آجاتا تو کیا تم اس کو بچا سکتے۔ تمہاری موجودگی میں اگر کوئی دبا تمہارے دشمنوں میں چھوٹ پڑتی تو تم کی کیا لیتے۔ تمہارے کہیتوں پر اگر اولے ہر سنے جاتے تو کیا تم ان پر پھرتی مان کر ان کو بچا لیتے۔ نیز اگر تم سفر میں میرے ہمراہ جاتے تو کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم کا دروازہ بند ہو جاتا۔ یہ سب تمہارے نفاق کی غرور ہے کہ تم ان گناہوں سے سعادتمند ہو گے جو جو میرے ساتھیوں کو اذانی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔ اس قسم کے بہانے بنا کر تم اپنے کفر و نفاق کو چھپا نہیں سکتے۔

إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيْنَ ذَلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنِّ السَّوْءِ

اپنے اہل خانہ کی طرف ہمیشہ اور براؤں شانوں کا یہ ظن غماز تھا کہ وہ لوگ جو تم میں سے ہیں ان کے لئے خیر اللہ میں نہیں ہے

وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا

اس جسے تم برا کہتے ہو اور جو نہ ایمان لے آئے اللہ اور اس کے رسول پر تو بے شک ہم نے ان تمام کافروں

لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ وَلِلَّهِ الْمُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ

کے لیے بڑی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ بخش دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ

اور جو رہا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ کہیں گے وہ لوگ جو رہا ہوئے ہیں کہ ہم نے جو لوگ

إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَائِمٍ لِّيَأْخُذُوا مَغَانِمَ لَنَا وَهَآذِرُونَا نَتَّبِعُكُمْ يُرِيدُونَ

وہ جب تم روانہ ہو گے احوال غنیمت کی طرف تاکر تمہارا پر قبضہ کر لو ہمیں بھی اجانت و ذکر تمہاری پیچھے آئیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ

۱۹ اس سفر میں ان کی عدم شمولیت کی اصل وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

۲۰ وہ اپنے دور یعنی اور ماقبہ اندیشی قرار دے سکتے تھے اور اس پر بڑے ماناں تھے کہ انہوں نے جو کارزار پہچان لیا ہے اور اپنے آپ کو ان خطرات سے بچا لیا ہے جن میں مسلمان ہنسنے والے تھے۔ یہ سچی انہیں بڑی حسین اور صحیح معلوم ہوتی تھی اور اس پر وہ دل ہی دل میں بڑے ماناں اور فرماں تھے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اگر تمہارے دلوں میں اسلام اور فرمان اسلام کے لیے خیر لگان کا ذرا بھی جذبہ ہو تو تمہیں مسلمانوں کی کس مسرت و توفیق تباہی پر کم از کم رنج اور افسوس تو ہونا چاہیے یونہی اپنی جوانیاں گنہانے جا رہے ہیں۔ لیکن تمہارا تو یہ حال ہے کہ تم یہ خیال کر کے پھولے نہیں سماتے۔ تمہارے نزدیک اسلام اور اہل اسلام کی بربادی کا تصور ہی بڑا دل کش اور اذیت پسند یہ تھا۔

۲۱ حقیقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو برباد کرنے والے وہ نہیں جنہوں نے حق کو قبول کیا اور اس کی سرپرستی کے لیے سرکھن میدان میں جانے کے لیے ہر لمحہ قرار دیا ہے۔ بلکہ تم وہ بدبخت ہو جنہوں نے فوجی کو دیکھنے سے آنکھیں بند کر لیں۔ بقول مصدر ہے اس لیے یہ واحد تشبیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب کی صفت واقع ہو گیا ہے۔

علامہ جوہری لفظ فنور کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللّٰهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ

اللہ کے حکم کو بدل دیں گے۔ فرمایا تم تمہارا جاسوسی نہیں آسکتے یونہی فرمادیا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے

فَسَيَقُولُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْا عَلٰى بَنِيْ اٰدَمَ كَاَنُوْا اِلٰ اٰفَاقِيْہٖۙ

پھر وہ کہیں گے کہ تمہیں حسد ہے کہ تمہیں جو کہتے ہو گناہ ان کو پہنچانا ہے اور حقیقت وہ ان کا اٹھنا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے تم کہتے ہو گناہ

البور: الرجل الفاسد الہانت لذی لا خیر فیہ۔ یعنی جو اس شخص کو کہتے ہیں جو فاسد اور تباہ حال ہو جس میں نیکی اور

جلائق کا شائبہ نہ ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن الزبیری جب مشرف باسلام ہوا تو باگ و رسالت میں مرض کیا۔

یا رسول اللہ ان لسانا راق ما نقت اذ لست ابود

یعنی اے ملک الکعبہ کے رسول! جب میں گمراہ اور تباہ حال تھا اس وقت میری زبان نے جو چاہا کہے اب میں ان کو سبنا

اور زکوٰۃ پاتا ہوں۔

یہ عزت کی صفت بھی واقع ہوا ہے۔ کہتے ہیں احسراۃ بود۔ تباہ حال محنت۔ جمع کے لیے جو قوم ہو رہی ہو۔ یعنی

آہری ہونی قوم۔ اس کے بعد جوہری کہتے ہیں کہ بعض نے کلب کہ بود جمع ہے اس کا واحد باشر ہے۔ مثل حمل و حول۔ لیکن

انٹش نے اس کی تفسیر کی ہے۔

گئے جینہ عزیز اور دیگر قبائل جنہوں نے سفر خیر میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا گزشتہ آیت میں اس کی اصل وجہ بتادی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک اور مسئلے والے واقعے اپنے رسول کریم کو خلق فرماتا ہے۔ اے حبیب! منقریب جب تم ایک دوسرے سفر جہاد

پر روانہ ہونے لگو گے جہاں کامیابی کے امکانات بالکل مدہشی ہیں خطرات کم اور مال نیست کے حصول کی توقع بہت زیادہ ہے یہ موقع پرست

لوگ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اپنے دیار جوش اور جذبہ جہاد کا اظہار زور شوکت کریں گے اور اس جہاد میں شمولیت کے

لیے اپنے آپ کو پیش کریں گے۔ ان کا مقصد مال و مافات نہیں ہوگا بلکہ محض اموال نیست کے حصول کے لیے اپنے جذبات جہاد شامی کا ظہور

کریں گے۔ آپ انہیں دو ٹوک بتا دیجیے کہ اس سفر جہاد میں تمہیں شرکت کی اجازت نہیں لی سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ اس جہاد میں

صرف وہ لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو بیعت رضوان سے مشرف ہوئے ہیں میری پہلی بات میں اپنے سب کے فیصلے کو بدل ڈالوں۔

۳۱۔ بیان اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سلسلے تسلیم فرم کریں اور خوشی سے اسے مان لیں۔ ان کے دلوں میں ٹھپا ہوا اتفاق

نمودار ہو کر رہے گا اور دشمنی کے کام لینے ہوتے کہیں گے کہ ہمیں غلطی سے منع نہیں کیا بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان ہم سے حسد کرتے ہیں ہم

سے جلتے ہیں۔ انہیں یہ گوارا نہیں کہ مال نیست میں سے ہمیں بھی کچھ حصے۔ سارا مال خود غریب کرنا چاہتے ہیں۔

۳۲۔ بے احمق ہیں۔ جس طرح خود لالچی اور حریص ہیں خیالی کہتے ہیں کہ مسلمان بھی دولت کے پرست ہیں اور ان کا ہادی و مشرب بھی

و معاذا اللہ دولت سینے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ گناہان اور نا بھریں جس کی سیرت کا دامن آفتاب سے توندہ ہے اس کے

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّ عَوْنٍ إِلَى قَوْمِ أُولَىٰ بِأُسْ

فرما دیجیے ان پیچھے چھوٹے ہانے والے بدوی عربوں کو کہ عنقریب تمہیں دعوت دی جائے گی ایک ایسی قوم سے جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے

شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا

تم ان سے لڑائی کرو گے یا وہ تمہیں تسلیم کر دیں گے۔ شے پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت انعام

حَسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

اچھے سے گا۔ اور اگر تم نے اس وقت بھی (منہ موڑا جیسے پہلے تم نے منہ موڑا تھا) تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ

نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ سنسنے والے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی مریض پر کوئی گناہ ہے۔ اگر یہ شریعت

ہم سے میں ایسے بہ گناہی کا شکار ہیں۔

شے مدینہ طیبہ کے گرد و نواح میں بسنے والے قبائل غزوہ خیبر میں شریک ہونے کے لیے بٹے بے تاب تھے۔ ان کی یہ بے کمال اور بے پناہی اس لیے نہ تھی کہ وہ اپنی گوشہ نشینی کو تہا بیوں کی تلاش کی پابندی سے بگاڑنا یا اقتصاد یہ تھا کہ خیبر میں انہیں اہل بیت طے کی ترقی تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب کبھی ان کے مسلمانوں کی تاب نہیں لائے تب یہ پادے یودیوں میں یہ بہت کہاں کہ وہ مسلمانوں کو مطلوب کر سکیں۔ مسلمان اس قسم میں یقیناً فتح یاب ہوں گے۔ یودیوں کے باغیات نے غیز زمینیں اور کئی پشتوں سے جی کیا جہا مال انہیں نعمت ہاتھ لائے گا۔ ملا وہ ان میں ان کا شمار بھی غازیان اسلام میں ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ ان بدوی عربوں کو فرمائیے کہ اگر انہیں کفر و اسلام کا یہ آخری معرکہ نہیں کہ اگر تم اس میں شریک نہ ہوتے تو پھر تمہیں اپنی جان بازی اور سر فروشی کے جوہر دکھانے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ اس سستی و گلاب عالم میں یہ سلسلہ ہاشر جاری رہے گا۔ ایک طاقور جنگجو اور بہادر قوم سے عنقریب ٹکر ہونے والی ہے۔ اس وقت تمہیں دعوت جہاد دی جائے گی۔ اگر اس وقت تم نے اس دعوت پر تکیہ کیا، میدان جہاد میں داد شجاعت دی اور اپنی جان شہری کا ثبوت پیش کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر اس وقت بھی تم نے اپنی روایتی بزدلی اور منافقت کے باعث زور دانی کی اور جہاد میں شریک نہ ہوئے تو یہ گریز کیا تو یاد رکھو تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دعوت جہاد ان قبائل کو کب دی گئی۔ وہ قوم جس کو قرآن نے اولیٰ باس شدید بڑی طاقتور اور جنگجو قوم کا خطاب دیا ہے وہ کون سی قوم ہے۔ مگر کئی روایات میں متعدد احوال مذکور ہیں۔ انسان ان کے مطالعے پریشان ہو جاتا ہے کہ ان میں سے کون سی روایت واقعہ کے مطابق ہے۔ لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ میں غور کیا جائے تو حقیقت یہ سمجھ کر سامنے آ جاتی ہے اور کسی

شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ارشاد خداوندی ہے کہ تم میں ایسی قوم کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی جائے گی جو بڑی طاقتور، جنگجو اور بہادر ہوگی۔ اس جنگ کا انجام بھی قرآن نے بتادیا کہ یقاتلوا فہم اویسلسون یعنی تم ان سے جنگ کرو گے مگر ان کا خون میں ملاؤ گے یا وہ اسلام قبول کریں گے یا تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اب آپ روایات کا غیر جانبداری سے جائزہ کریں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کس قول کو ان سلب ہے۔

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد عہد رسالت میں کفر و اسلام کے درمیان مندرجہ ذیل معرکے ہوئے: غزوہ موتہ، فتح مکہ، جنگ تبوک و طائف، غزوہ تبوک۔ ان میں سے کوئی بھی اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتا۔ غزوہ موتہ میں ردیوں کے ساتھ کھڑے ہوئی مسلمانوں کی تعداد فقط تین ہزار تھی۔ ردیوں کی تعداد باخلاف روایات ایک لاکھ یا دو لاکھ تھی۔ لیکن اس جنگ کا نتیجہ یقاتلون اویسلسون نہیں تھا۔ بلکہ مسلمانوں کے میں جرنیل شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خالد ابن ولید نے لشکر کی قیادت نبھا لی۔ آپ کی جنگی مہارت، جبریت اور بے مثال شجاعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا لشکر جوڑی ذل ردیوں کے محاصرہ میں بندھ گیا تھا اور جس کے پھٹنے کی اطلاع کرنی امید نہ تھی۔ حضرت خالدؓ کے دشمن کے محاصرے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ جنگ فیصلہ کن نہ تھی اس لیے جب یہ لشکر مدینہ طیبہ واپس آیا تو صحابہ کرامؓ نے ان کا استقبال اس طرح نہ کیا جس طرح ایک فاتح لشکر کا کیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض نے تو انہیں مجبوراً فراروں تک کہا۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بل انتم کراون۔

اس کے بعد فتح مکہ کے لیے روانگی کا وقت آیا۔ ایک لشکر جو اب تک تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں پہلے ہی خوشخبری دی تھی۔ لندخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین مخلقین رؤسکم و مقضین اذتخافون۔ یعنی آپ اللہ تعالیٰ بسمہ جہرام میں داخل ہوں گے امن کے ساتھ اور آپ کو قلعہ کوئی خوف نہ ہو گا اس ٹرڈ کے بعد یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضورؐ جنگ کے ارادے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اتنے بڑے لشکر کو لے جانے کا قصد تھا کہ کفار کہتے مروجہ ہو جائیں کہ اگر کسی کے دل میں شرارت اور فتنہ انگیزی کا خیال ہو بھی تو وہ اس کی ہمت نہ کر سکے۔ تاہم اس پر شاہ ہے کہ جب اسلام کی فوج ظفر مروج اپنے ہادی و مدد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیر قیادت مکہ میں داخل ہوئی تو ان کا مذاقعات کے سوا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا اور جنگ کا تو اہل مکہ نے ارادہ تک نہ کیا۔ قریش کہ اگر پہلے اولی باس شدید کا مصداق ہوں تو ہوں لیکن جب اُمداد و معاون غزوہ اہزاب کے بعد تھان میں یہ دم خم ہی نہ رہا تھا کہ وہ اسلام کے خلاف سینہ سپر ہو سکیں۔ اب تو وہ اپنی دیرینہ ہمت اور صلوات کو نباہ رہے تھے۔ ورنہ ان کی قوت کھوکھلی ہو چکی تھی۔ جب قریش کے حریف بنی مکہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلیف بنی خزاعہ پر شب خون مار کر عہد شکنی کی تو اہل مکہ کی فضا ڈھکی۔ انہیں بروقت یہ دھڑکا لگا۔ ہتا کہ اب مسلمان ہم سے انتقام لینے کے لیے چڑھائی کر دیں گے۔ چنانچہ ابو سفیان مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ بڑی لجاجت اور خوشامیہ اس صلح نامہ کو برقرار رکھنے کی درخواستیں کرتا رہا۔ کئی مہابہ کراہم کی بھی بڑی ہمت سماجت کی کہ بارگاہ رسالت میں اس کی سفارش کریں۔ لیکن بے نیل مرام وہ کہ واپس آیا اس لیے فتح مکہ وقت قریش اعدان کے حلیف تھا اس قابل نہ تھے کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں اولی باس شدید کے الفاظ استعمال ہوتے۔

ہوازن اور ثقیف نے بے شک لکھے ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم کیا لیکن اسلام کے بارہ ہزار پیادوں کے سامنے ان دو تین ہزار آدمیوں کی کیا قیمت تھی۔ جنگ خنین کی ابتدا میں جو واقعات رونما ہوئے جن کے باعث ہوازن کا پلہ مجاری نظر آتا ہے وہ یہ ہیں جنگ میں پیش نہیں آئے تھے جو مسلمانوں کا لشکر ہے تبھی سے ان کی وادی "اوطاس" کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انہوں نے کیسی گاہروں میں لپھٹے تیر انداز چھپ کر ٹھایا ہے تھے۔ بے خبری اور بے دھیالی کی حالت میں جب لشکر اسلام کی چند ٹھیکریاں اس جنگ زدہ سے گزرتے گئیں تو انہوں نے اپنا کھمبہ تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی جس سے ہنگامہ مچ گئی لیکن جوں ہی حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق حضرت عباسؓ نے اپنی گرج دارا دان سے مسلمانوں کو نکال دیا یا معشران نصارا الذین آؤوا ونصروا یا معشر المسلمین الذین بايعوا تحت الشجرة۔ ان محمد بنی فہلموا۔ وادی کے کونے کونے لپٹ لپٹ، لپٹ لپٹ کی صدا میں گونجنے لگیں۔ سب پروانہ وار دوڑنے پلٹے آئے اور لمبے لمبے جنگ کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ ہوازن و ثقیف اپنی عمر توں بچوں اور مال مویشی کو پیچھے چھوڑ کر جنگ کے علاوہ اپنی نعلوں کے قول کے مطابق صرف چار مسلمان شہید ہوئے۔

واستشهد من المسلمین یوم حنین اربعۃ امین ابن ام ایمن اخواسامۃ لادم وینید بن زعم ابن اسود وسراقہ بن حرث من بنی العجلان وابوعامرا الذہیری۔ (تاریخ ابن بطون جلد ۲، صفحہ ۸۱)
ان حقائق کو سامنے رکھ کر آپ غزوہ خنین کا جائزہ لیں، آپ کا دل ان باتوں کا کس آیت میں جس جنگ کا ذکر ہے وہ یہ معمولی جھڑپ نہیں ہو سکتی۔

ربا غزوہ تبوک تو اس کے باوجود میں سب جانتے ہیں کہ وہاں رومیوں کو ہمت ہی نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے سامنے صف آرا ہو سکیں۔ لقاتلوہم او یسلوہم لا غنم وہاں بھی نہیں پایا جاتا۔

ہاں غزوہ خیبر کے بعد سب سے پہلے اسلام اور باطل کی جو خون ریز لڑائی ہوئی وہی اس آیت کا مصداق بن سکتی ہے۔ یہ وہ جنگ ہے جو حدیث میں شیلہ کذاب کے ساتھ لڑی گئی۔ جن لوگوں نے اس جنگ کے حالات پڑھے ہیں وہی اس کی شدت کا کچھ احساس کر سکتے ہیں۔ بڑے اختصار کے ساتھ اس خون ریز معرکہ کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ آپ کو پورا اطمینان ہو جائے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد عرب کے نور مسلم بن قہال میں قبائلی عصیت کا فتنہ جاگ اٹھا اور ابتدا کی آگ بڑھ گئی۔ کسی نے نکتہ دینے سے انکار کر دیا۔ کوئی غلات سلیم کی ملکیت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا بعض طائف ہذا ایسے بھی تھے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ سب سے زیادہ خطرناک یہی فتنہ تھا۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، شیلہ کی قوت اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ حضرت حدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام خطرات کا تقاضا کرتے کرتے کیسے بے شراقتا مات شروع کر دیے شیلہ کذاب کی روز افزوں قوت اسلام اور اسلامی مملکت کے لیے شدید ترین خطروں کی راہبرداری تھی۔ دو سالوں میں شیلہ کے ارد گرد اس کا پنا کثیر اتھلا قبیلہ بوزخیف مع ہو گیا جو بے لالہ، جنگی مہارت اور شہامت کے باعث عرب میں مشہور تھا۔ ارد گرد کے دوسرے قبائل بھی ان کے ساتھ اکٹھے گئے قبائلی عصیت نے ان کو اس قدر مانجا کر لیا تھا کہ وہ شیلہ کو جوتا بکتے جوتے بھی اس کی مدد کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ خلیفہ انزلی جو بنی نزیلہ کا سردار تھا یہاں میں آپ اس نے لوگوں سے پوچھا شیلہ کہاں ہے؟ شیلہ کے عقیدت مندوں نے جواب دیا کہ تم نام

لے کر سیلہ کا ذکر کر دیکھو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جب تک کہ تم اس کو دیکھ نہ لوں میں اس کو رسول نہیں کہوں گا جب
دوڑوں کی طاقت ہوئی تو علی نے پوچھا کہ تمہارے پاس کون آتا ہے؟ سیلہ نے کہا رمان۔ پھر اس نے دریافت کیا اے نبیؐ تو برا غرضتہ؟
روشنی میں یا تاریکی میں؟ سیلہ نے کہا تاریکی میں۔ علی نے جواب دیا اشهد انک کذاب وان محسنہذا علیہ الصلوٰۃ والسلام
صاوق لکن کذب ریعۃ لحت الینامن صادق مضمر۔

یعنی میں گمراہی دیتا ہوں کہ تو مجھ کو ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہیں لیکن بڑی قلیل کا صواب ہے غرض قلیل کے پتے سے
زیادہ مہربان ہے۔

اس ایک واقعہ سے آپ قبائلی عصبیت کا آسانی اذکار لکھتے ہیں۔
دیکھتے ہی دیکھتے سیلہ کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ سارے علاقہ پر اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ پہلے مسلمانوں کا لشکر مکہ میں ابی جہل کی قیادت
میں آیا لیکن ان کے شدید حملہ کی تاب نہ لا کر سپاہ ہٹ گیا۔ اس کے بعد شریعت بنی بنی حسنہ نے سیلہ پر دھاوا بولا لیکن قریب پندرہ روز بعد حضرت
صدیق اکبرؓ نے حضرت خالدؓ کو جنہیں حضورؐ نے انہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار دسیف من سیوف اللہ فرمایا تھا اس قلعہ کی سرکوبی کے
لیے بھیجا۔ سارے لشکر میں اکابر مہاجرین اور اجلہ انصار کی کثیر تعداد تھی۔ حقائق قرآن میں کافی تعداد میں تھے چنانچہ عتربا کے گادوں کے کھلے میدان
میں دوڑوں شکر صرف آ رہے سیلہ کے بال فروش سپاہیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ اتنا بڑا لشکر اہل عرب نے اس سے پہلے کسی نہیں دیکھا
تھا۔ سارے سپاہی فلاح کی ذریعہ میں غرق تھے، اسلحہ کی فراوانی تھی۔ نادر راہ کی کن نہ تھی۔ جب یہ جنگ شروع ہوئی جس کے قریب پر اسلام کے
مستقبل کا انحصار تھا تو مرتدین نے پہلا حملہ اس شدت سے کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے دشمن ہستے بڑھتے اس غیر تک پہنچا اور کھانڈہ لپیٹ
کا بیڑہ کرار تھا۔ حضرت خالدؓ کی جگر تیرت اور بے تکر شہادت کام آئی۔ حضرت خالدؓ خود گھوڑے پر سوار ہوئے یا ٹھٹھکا اور کانٹا لپکایا
اور سیلہ پر حملہ کر دیا۔ چند گھنٹوں کی خون ریز لڑائی میں دشمنی کے ساتھ ہزاروں سپاہی ہلاک ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے چکر کاٹا اور سیلہ کے
گرد و ٹھٹھکا بنا کر کھڑے ہوئے۔ ولے سپاہیوں پر تکی خاطر بن کر گئے اور ان کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ اس اپنا تک اور بے پناہ
حملہ سے ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے سیلہ سے پوچھا شروع کیا۔ ابن حاکم نے تصدقاً نہ جس اُصرت کا تم ہم سے وعدہ کیا کرتے
تھے وہ کہاں ہے؟ سیلہ نے کہا قاتلو اعلیٰ احسابکم میری موجودہ مدد کا انتہاء نہ کرو واپ اپنی نانہانی عزت و محبت کے لیے جنگ
کر دیر کہا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ حکم ابن طفیل نے جب اپنی قوم کی یہ رسوائی دیکھی اور انفرادی کے عالم میں میدان سے شکست کا
کر بھاگتے دیکھا تو پکارا۔ یا بنی حنیفہ الحدیقہ۔ اے بنی حنیفہ باغ میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں قریب ہی ایک وسیع باغ تھا جس
کی چار دیواری بڑی مضبوط اور اونچی تھی اور آہنی دروازے بڑے پختہ تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے پناہ لی۔ حضرت باہن ابن مالک نے جب
یہ دیکھا کہ دشمن قلعہ نما باغ میں پناہ گزیں ہو گیا ہے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مجھے اوپانٹا کہ کسی طرح باغ کی دیوار پر چڑھاؤ۔ انہوں
نے منع کیا لیکن ان کا اصرار برقرار رہا چنانچہ آپ کو دیوار پر پہنچا دیا گیا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے بڑی جھپٹی سے دروازے کی طرف بڑھنا شروع
کر دیا۔ راستہ میں جو مرتد ملا اس کو تیر تین کر دیا یہاں تک کہ وہ دروازے کے قریب پہنچا اور اسے کھول دیا۔ مسلمان بھاہیں اندر داخل ہو گئے
بڑے تحسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ وحشی زقابی نیزہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیلہ کو قتل کر دیا۔ جب اس کے لشکریوں کو

حَرْجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

نہ ہوگیں جتنے اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی داخل فرمائے گا اسے جنات میں رواں ہیں جن کے نیچے

الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ

نہریں۔ اور جو شخص روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گا۔ یقیناً رضی ہو گیا اللہ تعالیٰ سے اُن

علم ہوا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ سات ہزار کفار وہاں مارے گئے۔ دشمن کے متغزلوں کی مجموعی تعداد اکیس ہزار تھی ہے مسلمانوں کا بھی شدید جان نقصان ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں طویل القدر صحابہؓ نے باہم شہادت نوش کیا۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کی عظیم قیادت، حضرت خالدؓ کی بے نظیر بہادری اور صحابہ کرامؓ کی بے مثل شجاعت و بہادری نے فتنہ انکار ختم نبوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بزرگ سے اکیر کر چھینک دیا۔

یہ وہ پہلا معرکہ ہے جو اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں اور ایک ایسی قوم کے درمیان ہوا جس پر اولی ہاں شدید کایا صحیح اور قرآن اور اس کا انجام کی تقاضا تو انہم اویس مسلمانوں کے بینہ طابق ہوا حضرت نافع ابن عبد بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللَّهِ لَقَدْ كُنَّا نَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ فِي حَامِضٍ مُسْتَدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُولَىٰ بِأَسْ شَدِيدٍ فَلَمْ نَعْلَمْ مِنْهُمْ حَتَّىٰ دَعَانَا أَبُو بَكْرٍ إِلَىٰ قِتَالِ بَنِي حَنْظَلَةَ فَعَلِمْنَا أَنَّهُمْ فَم.

مخدا پہلے ہم یہ آیت پڑھا کرتے تھے لیکن ہمیں یہ علم تھا کہ وہ بنو قریظہ کی قوم کی ہے جس کے ساتھ ہمیں جنگ کی دعوت دی جانے لگی۔ جب صدیق اکبرؓ نے ہمیں بنی حنیفہ کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی تو ہم جان گئے کہ یہی وہ قوم ہے جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

۳۳۰ مدینہ طیبہ میں کئی مخلص مسلمان جو نابینا یا گنگھے یا بیمار تھے وہ بھی اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے۔ انہوں نے جب غنائین کے باسے میں یہ آیت سنی تو بے چین ہو گئے کہ مبادا ان کا شہید بھی کہیں ان کے زمرہ میں ہو۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر گزارش کی کیف بنایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہوا کیا بنے گا؟ ہم بھی تو اس سفر میں شریک تھے۔ ان کے اطمینان کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ ۳۳۱ آیت منہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا کہ اللہ کے رسول کے دست مبارک پر ساتھ رکھ کر بیعت کرنا کون مہول بیعت نہیں ہے۔ یہ ہاتھ اللہ کے ساتھ ہے۔ رسول کے ساتھ بیعت رسول کے غلط فہم ذوالہزل کے ساتھ بیعت ہے۔ گویا تم براہ راست اپنے رب کے ساتھ سہاویہ کر رہے ہو کہ اے بے نیست سے ہست کرنے والے اے بے اپنے گونا گوں انعامات و احسانات سے سرفراز فرمانے والے اے میرے تمہارا فرمانہ دل میں شیع ایمان کو نور چشم سے فروزاں کرنے والے! تیل پے بندہ و صہ کتاب ہے کہ تیری رضا میرا اصل زیست ہے اور اس کے حصول میں ہر شئی میری معراج ہے۔

وہ کہنے والے تو بہت ہوتے ہیں لیکن اس کو نباہنے والے کم ہوتے ہیں۔ وہاں اس بات کی بھی تصریح کر دی کہ جو وہ لوگ

الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ

مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی اس درخت کے نیچے پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا شہ

فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً

۷۵ پس آمار اس نے اطمینان کو ان پر اور بطور اتمام الیس یہ قریبی فتح بخشی تھے اور بہت سی جہتیں بھی جوئیں۔

اللہ تعالیٰ انہی ہجلیات کن سے؛ المؤمنین سے۔ اس میں یہ الفاظ مہذبہ جاری کیوں لو کہیں وقت بہ جب یہ مہیب آپ اس و نعت کے نیچے تشریف فرما تھے اور آپ کے قلام و لہذا دار حاضر ہو کر آپ کے دستِ پاک پر سفروشی جان بازی اور وفا شکاری کی بیعت کر رہے تھے۔

ابنِ اِلم آیت کی بلاغت پر غور فرمیں کہ رضی اللہ عنہ کا میثاق تھا کیا اور یہاں بیغون مضائقہ کا رضی اللہ عنہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا تھا وہ دشمنوں کی دولت سروری سے اس کو مائل کر دیا اور یہاں بیغون مضائقہ ذکر کرنے میں نطفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی یہ لو اتنی پسند اور محبوب ہے کہ اسے انہی کے حوالے نہیں کیا بلکہ اسے بیت کا احیا اور فروز منظور ہے جس کا ہر جہ میں ہے کہ آپ بیٹے ہیں آپ کے ہاں شافذق و شوق سے دل سے چلے آجہ میں اور بیعت کر رہے ہیں۔ یہ نہانا منظور اس کی ایمان پر وریا دہیشہ حال ہی رہے گی ماضی کی داستان نہیں بنے گی۔

شعور میں ہم ان کے دلوں کی کیفیت غلوں اور ایک محبت کو خوب جانتے ہیں اور اسی بنا پر ہم نے ان کو اپنی جہانمندی کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ایک شیعہ فخریہ طبری اس کیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں فعلہ مافی قلوبہم من یقین والصبر والوفاء بحسب ایمان جلد ہست یعنی ان کے دلوں میں یقین صبر و وفا کے پاکیزہ جذبات تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں جان لیا اور ہر ایک کے شیعہ فخریہ فرائض کا مثال کہتے ہیں فعلہ مافی قلوبہم آنچه در دل بنده ایشان است از غلوں محبت و محنت و صبر و رخت و وفا و صداقت و سبقت تہذیبی الصالحین جلد ۹ ص ۳۰۳ ۳۰۴ یعنی ان کے دلوں میں جو عقیدت کاغوس اور نیت کی مصلحت و آیت دینی کی وفا کے جذبات تھے ان کو جان لیا کہ ان کی اس کیت سے بیعت نہ ہونے سے شرف کے دلوں کا غلوں اور ایمان ثابت ہو گیا جس کی تصدیق چار ماہ پانچ شیعہ مالوں کو بھی کرنا پڑی۔ جن کے دلوں کے نو ایمان سے مزین ہونے کا اگر خود عظیم ہفت الصدور پر انہیں کسی دوسرے کی شہادت کی قطعاً ضرورت نہیں۔

۱۹۔ اللہ تعالیٰ نے ان شخص بیوقوف کو جن انعامات اور نوازشات سے نوازا ان مہربان کا ذکر ہر باب ہے۔

پہلا احسان تو یہ فرمایا کہ ان کے دل کو سکون اور ملائیت سے معمور کر دیا شاید کہ یہ شعور کر میں غلام کی ہریت کا بھی اتنا مزہ ہو آپ کی ایسے شخص سے اس کی قدر قیمت پر بھی جو پادشاهان طرف سے دشمن کے زخموں میں جو دشمنی سے بڑھ کر کیا ہونے کے لیے اس کے پاس تیار رہی نہ ہوں۔ اپنے وطن اور اپنے دوستوں سے بیکٹوں میل فاصلہ ہی ایسی حالت میں پاؤں نہ لیں، ہاتھ نہ لائیں، آنکھیں خیرود ہوں، دل نہ جان پہنچے، نہ شباب کی کیفیت ملاری جو دشمن کی کثرت اس کا اعطاف اس کا ماحول اس کے لیے بہت دشمن نہ ہو بلکہ اس کے حوصلوں اور عزائم کوئی گت سے سرشار کرے، جو اس سے پوچھو فخرنازل السکینۃ علیہم کسی نعمت ہے کہ تاجر احسان سچے یہ انعام کن لوگوں کو دیا گیا؟ فرمایا علیہم وہی جنہوں نے حرمیہ کے مقابلہ میں دوزخ کے نیچے میرے محبوب کے ہاتھ پر ہریت کی حق بیبری اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں وہی اللطف الحقوی قلوبہم والعلیٰ ایۃ یعنی ان کے دل کو نصیب فرمایا ان کے دلوں کو نصیب کر دیا اور ایمان سے لبریز کر دیا۔ موت بلیان بلکہ ۹ ص ۱۱۱

نتیجہ یہ دوسرا انعام ہے جس سے غنیمتیں کی اس جماعت کو بہرہ اندوز کیا گیا یعنی مقترب ہم تمہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح عطا فرمائیں گے اور غم و

يَاخُذُ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَعَدَ كَرُّمًا مَعَانِمَ كَثِيرَةً

جن کو وہ مقترب حاصل کرینگے اور ان سے بڑا دانا ہے۔ اے عہد نامہ مصطفیٰ اللہ نے تم سے بہت سی چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم اپنے

نہ کہنے کا جو وعدہ تمہیں پہنچا ہے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔ جب کفر سرنگوں ہو گا اور اسلام کا پرچہ اونچی نہرانے کا وقت آئے گا تو تمہارے رنجیدہ دل فرست اور انصاف سے باش بارش ہو جائیں گے۔

یہاں بھی اثابہم میں ضمیر مفعول کا مرتب وہی لوگ ہیں جنہوں نے بیت الرضوان کا شرف حاصل کیا تھا۔ اس خوش خبری کا مصداق فتح خیبر ہے کیونکہ سفر مدینہ کے فورا بعد ہی غزوہ بدر آیا۔ یہودیوں کے سامنے قلعہ اودنام گزیاں فتح ہوئیں اور اسلام کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو حکم دیا کہ اس سفر میں صرف وہی لوگ جو کئی کا شرف حاصل کریں گے جو مدینہ کے سفر میں ہمارے ساتھ تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے بھی فاشا ابہم کی ضمیر کا مرجع متقین ہو گیا۔

لے یہ عیسائے انعام ہے جس سے جاں فروشوں کے اس گروہ کو سرفراز فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی ہم انہیں مال غنیمت دیں گے اور بڑی برکت دیں گے جس سے ان کے اعلا اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہاں غنیمت جنہیں خاتم کثیر و کمالیہ ہے۔ غنیمت سے حاصل ہونے والے منقولہ اور غیر منقولہ اموال کا ذکر ہے۔

حیرہ میں کفار کو کے ساتھ جس صلح نامہ پر دستخط ہونے اس کی مدت دس سال تھی۔ اس صلح سے پہلے کہ اور ان کے حلیف قبائل جو کہ کے گرد و فواح اور جزئی مجاز میں پھیلے ہوئے تھے ان کی طرف سے حملہ کا نہ شہ ختم ہو گیا۔ اس طرح مدینہ طیبہ جو مسلسل کئی سال سے دشمنی سے برسرِ پیکار تھا شب و روز ان کی عینار کا کھٹکا لگا رہتا تھا اس سے سکون طوق نہ لانی برحق نے ایک دوسرے مذا کی طرف توجہ فرمائی۔ یہ مذا خیبر کے یہودیوں کا تھا۔ اسلام اور خیبر سلسلہ ہم سے عداوت میں یہ لوگ کفار کو سے دو قدم آگے تھے۔ ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔ خیبر کی زمینیں وادی ان کی ملکیت تھی۔ وہاں انہوں نے ادنیٰ پٹانوں پر متعدد قلعے اور گڑھیاں بنائی ہوئی تھیں جو دفاعی نقطہ نظر سے بڑی مستحکم تھیں۔ بنی قریظہ اور بنی انصیر کی جلا وطنی نے ان کی عداوت کو اور بڑھا دیا تھا۔ ان کے پاس انفرادی طاقت کہ بھی نہ تھی۔ خیبر کے قلعوں میں جنگجو بھادروں کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی۔ انہوں نے سلسلہ کے انبار کٹے کر رکھے تھے۔ ان کے پاس خوراک کے اتنے ذخائر تھے جو محاصرہ کی صورت میں کافی مدت تک ان کے کام آسکتے تھے۔ عرب کے شرک قبائل پر ان کا اعتماد باقی رہا تھا۔ مجاز میں مختلف مقامات پر وادی القریٰ تھیں جو یہودی قبائل آباد تھے وہ ان کو ساتھ ملا کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ قبیلہ غطفان سے بھی ان کے گہرے تعلقات تھے۔

یہی غطفانک اور کینہ تیز دشمن کی طرف سے صرف نگرانی میں حملہ کی تیاری کے لیے مزید مصلحت دینا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ جنہوں نے خیبر پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور اس مہم میں شرکت کے لیے غطفان بھادروں کو دعوت دی گئی جو مدینہ کے مقام پر بیت الرضوان سے شرف ہونے تھے۔ یہ سفر بڑی راز داری اور بڑی تیزی سے کیا گیا۔ ایک مات لشکر اسلام خیبر کی طرف رواں دواں تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مامر بن اذکوث کو یاد فرمایا۔ انزل یا ابن الزکوة ع فخذ لنا من ہتاتک

اے انور کے فرزند اور ایسے آبرو اور اپنا کلام شاف و آترے اور انہوں نے بڑی خوش حالی سے یہ اشعار پڑھے
 واللہ لولا اللہ ما اہتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا
 بخدا اگر اللہ تعالیٰ نہ فرماتا تو ہم کو نہ ہدایت نصیب ہوتی اور نہ صدقہ دینے اور نہ نماز پڑھنے کی توفیق دینا آتی۔
 لما اذا قوم بغوا علینا وان ارادوا فتنۃ ابینا
 ہم وہ جان بازیں کہ اگر کوئی قوم ہم پر سرکشی کرتی ہے اور ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتی ہے تو ہم اس کے سامنے
 سرخشاں ہوتے ہیں۔

فانزلن سکیفۃ علینا وثبت الاعدام ان لاقینا
 اسی بہر پر کینہ نازل فرما اور جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔
 ان کے یہ شعر سن کر حضورؐ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: میرا حکم دیکھ لے عامر! تیرا رب تجھ پر کس قسم فرماتے ہیں
 کہ حضرت عمرؓ فرمایا: اٹھ۔ وجیت یا رسول اللہ! لو استعنت اب فقتل یوم خیبر شہید نہ لے اللہ کے پیارے رسول! :
 آپ کے اس غلام پر شہادت واجب ہو گئی۔ کاشک حضورؐ کچھ مدت اور ہمیں ان سے سفید ہونے دیتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ
 نے غزوہ خیبر میں شہادت پائی۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خیبر ایک شہر کا نام ہے۔ وہاں ایک ہی قلعہ تھا جب وہ فتح ہوا تو خیبر پر سلام کا پرچم
 لہانے لگا اس طرح صحابہ کرامؓ نے خیبر کو سر کرنے میں جن جانبازیوں کا مظاہرہ کیا اور جس طرح داؤد جانت دی ان کا صحیح علم نہیں ہو سکتا
 میں تادمین کرام کی اہانت سے حقیقت حال ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں۔

خیبر ایک علاقہ کا نام ہے جس میں کئی آبادیاں، حصہ قلعے اور گلیاں تھیں۔ یہ علاقہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک کا نام
 نطاة ہے۔ یہ پہاڑی حصہ ہے اس میں پٹانیں، اونچے نیچے ٹیلے اور پتھریلی زمین ہے۔ دوسرے کا نام شق ہے۔ یہ نرم زمین میں واقع ہے
 اس کی آب و ہوا صحت کے لیے مفید ہے۔ نطاة کے مشہور قلعوں کے نام یہ ہیں: حصن نام، حصن العصب، ابن معاذ، حصن زبیر۔
 اور شق کے مشہور قلعوں کے نام یہ ہیں: سوان، نمل، قوس، ولج اور سلام۔

جب حضورؐ خیبر کی داوی میں داخل ہونے لگے تو سب کو حکم دیا: یقفوا! رک باؤ۔ پھر یہ دعا مانگی:

اللہم رب السموات وما اظللن ورب الارضین وما اظللن ورب الشیاطین وما اظللن ورب الرياح وما اذین فسادک
 خیر هذه القرية وخیر اهلها ونعوذ بک من شرها وشر اهلها وشر ما فیها اے اللہ! اے آسمانوں کے رب اور جس پر وہ سایہ ٹھکن ہیں
 اور اے زمینوں کے رب اور جسے وہ اٹھاتے ہوئے ہیں۔ اے شیاطین کے رب اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے۔ اے ہواؤں کے رب اور جنہیں
 فتنی میں ہیں اس گاؤں اور اس میں رہنے والوں کی بھدلی کی تجھ سے التجا کرتا ہوں اور میں گاؤں اس میں رہنے والوں اور جو کچھ اس میں ہے اس
 کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ (پھر سجدہ میں داخل ہوئے وقت یہ دعا مانگا کرتے۔)

پھر داوی خیبر میں داخل ہوئے۔ صبح کا وقت تھا۔ یہودی صبیحہ مول روزمرہ کے کام کے لیے گدالیں کنیاں اور رکھ سائے

ہوئے اپنے قلعوں سے باہر نکال کر کام کاج کے لیے باہر تھے لشکر اسلام کو وہاں دیکھ کر ڈنگ رہ گئے۔ واللہ محمد والحمدین خدا کی قسم یہ قومیں اور ان کا لشکر یہ کہتے ہوئے واپس بھاگے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ بدک بندھتے ہوئے نعرہ مارا، اللہ اکبر خربت خیبر انا انزلنا بساحۃ قوم فساء صباع المنذرین۔ اللہ سب سے بڑا ہے خیبر اجر گیا۔ ہم جب کسی قوم کے محن میں آتے ہیں تو ان کی بھی بڑی نظر آک ہوتی ہے۔

تمام نورعین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علیؓ و اسلام نے سب سے پہلے قلعہ ناعم کا محاصرہ کیا، ابی شیراہ بن شیراہ بن خلدون، بڑی شدید جنگ ہوئی۔ یہودیوں نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا یہ سلسلہ کئی دن تک طاعی رہا، یہاں تک کہ لشکر اسلام کو فتح ہوئی اور قلعہ پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا، طبرانی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے اس روز ارشاد فرمایا کہ دشمن سے مقابلہ کی تشار کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے مافیت اور سلامتی مانگا کرو لیکن جب جنگ کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہے فقو لواللہم ربنا و ربہم فاصبر و نواصیہم بیدک انما نقتلہم انت شر الزموا الارض جلتا فلا اغشوکم فاصبروا و حکم بتروا یعنی دشمن جب بلہ بولے اس وقت کہو اللہ! تو ہی ہمارا اور ان کا رب ہے۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تو ہی ان کو قتل کرتا ہے یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ جاؤ، پھر جب دشمن تم پر بلہ بول دیں تو کھڑے ہو جاؤ اور زور سے نعرہ بکیر بلند کرو۔

قلعہ ناعم سر کرنے کے بعد قلعہ صعب کا محاصرہ کیا گیا۔ یہ قلعہ بڑا مضبوط تھا۔ اس میں ان کے خوراک کے ذخائر تھے۔ اس کی حفاظت کا انہوں نے بڑا اہتمام کیا ہوا تھا۔ تین روز تک جنگ ہوتی رہی۔ دونوں فریق داؤد شجاعت دیتے رہے۔ مسلمانوں کے پاس خوراک کی شدید قلت تھی۔ حضرت خیاب بن منذرؓ حضورؐ نے یاد فرمایا۔ ان کو ظلم دیا اور اپنی دماغوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ یہودی کی طرف سے یوشع نامی سپہ سالار میدان میں آیا اور دعوت بہادرت دی۔ حضرت خیابؓ نے ایک ہی وار میں اس کو ذبح کر دیا۔ پھر زبیر نامی یہودی اپنی گوار لہرایا، ہمارا ہاں انکو زع انفاری نے اس کو حاصل بچشم کیا۔ آخر یہ قلعہ بھی فتح ہوا۔ اس میں جز کھجور لگی، شہد، زیتون، چربی وغیرہ کے لئے ذخائر مسلمانوں کے ہاتھ آئے جن کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کی فاقہ کشی کا خاتمہ ہوا۔

لیکن ملاسہ ابن اشیر اور ابن خلدون کے قول کے مطابق قلعہ قومس کا محاصرہ کیا گیا۔ یہ یہودیوں کے سردار ابی یثقیق کے بیڑوں کا قلعہ تھا۔ اس میں یہودیوں کی عورتیں جمع تھیں۔ آپ خود اذانہ کر سکتے ہیں کہ یہ قلعہ کتنا مضبوط ہو گا، لیکن چند دن کی شدید جنگ کے بعد اس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

ملاسہ پانی پتی کے قول کے مطابق قلعہ صعب کے بعد صحابہؓ نے قلعہ زبیر کو اپنے گیسوے میں لے لیا یہ قلعہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا۔ تین دن گزر گئے یہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ اس اثنا میں غزال نامی ایک یہودی حضورؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم! اگر آپ مجھے امان دیں تو میں آپ کو ایسا طریقہ بتاؤں گا جس سے یہ مشکل حل ہو جائے گی۔ ویسے اگر آپ ایک ہینہ تک بھی اس کا محاصرہ کیے ہیں تو یہودیوں کو پروا تک نہ ہو گی۔ قلعہ میں سرنگیں ہیں۔ عات کے وقت وہ ان سرنگوں سے نکل کر پانی بھر لاتے ہیں۔ اگر ان سرنگوں کو تباہ کر دیا جائے تو یہودی فوراً ہتھیار ڈال دیں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا۔ یہودی اب کھلے میدان میں نکل کر لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ سخت جنگ ہوئی۔ بہت سے صحابہؓ نے بہام شہادت فرما لیا اور یہودیوں کے گھٹنوں کے پٹھے ٹھٹھے گئے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے حضورؐ کو فتح ہوئی۔

پر چمک دار آہنی زرد تھی۔ وہ یہ ریز پڑھ رہا تھا۔

قد علمت خیر الی مرحب شک السلاخ بطل محرب

یعنی خیر کے دو دیار جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ پوری طرح مسلح ہوں بہادر ہوں، مہر اور تجربہ کار ہوں۔
اس کی اس بڑکڑی کر علی المرتضیٰ شیر نڈا شیر کی طرح گرجے اور فرمایا۔

اما الذی سمتی امی حیدرہ اکیلکم بالسيف کيل الشنہ

لیٹ بٹا پات شہید ہوں راہن شیر

میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے۔ میں اپنی شمشیر بنادہ گندے کے ساتھ خوب ناپ نپ کر دوں گا میں جنگوں کا شیر ہوں۔ بہت نعمت۔ بہت ثمر۔

دونوں پہلوان ایک دوسرے پر حمل آور ہوئے۔ رمد کی طرح ان کے غصے گونج رہے تھے۔ بجلی کی تیزی سے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کر رہے تھے۔ آخر وہ الفخار و جیدی صافحہ موت بن کر اس پر گری۔ ڈھال پارہ پارہ ہو گئی۔ خود کو کاٹی 'زندہ کو چیرتی' اس کے جسم پر تیرے کہ اور اس کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی پارہاں گئی۔ مرحب کا گراؤ بڑی بڑی دھڑکے ہو کر خاک و خون میں تڑپ رہا تھا۔ لشکر اسلام میں نعرہ کبیر کی صدا میں بلند ہوئی اور یہودیت کا یہ آخری حصار بھی غریت حیدری سے سہا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا کہ لا کہ شکرت ہے کہ اس نے اپنے محبوب کرم علیہ السلام کو بہاؤں بازوں بہادروں کی ایسی فوج ظفر موج عطا فرمائی تھی جنہوں نے خیر کے ان مضبوط قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کیا اور ان پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ ان قلعوں کے فتح ہونے سے ہرم کے اسباب غیبت کے ڈھیر ٹک گئے نہ اجناس خوردی کا امانہ لگایا جاسکتا تھا اور نہ دیگر قیمتی ساز و سامان کا۔ جو سامان جنگ دستیاب ہوا وہ بھی بے انداز تھا۔ خیر کی زرخیز وادی جس میں دور دور تک سرسبز و شاداب باغات تھے اور لہلہاتے ہوئے کیت تھے۔ سب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائیے اس طرح وہ وادہ پر ایسا جو اس آیت میں کیا گیا تھا: **وَمِنْ آيَاتِهِ يَخْذُ وَثِقًا**

اب آپ اس آیت کو دوبارہ پڑھیے۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان صحابہ کرام کا کتنا بلند مقام ہے جنہوں نے حبیبیہ کے میدان میں اپنے آقا و مومنی کے دوست مبارک پر سرفروشی کی بیعت کی تھی۔ ان خوش نصیبوں کو چند ماہ کے اندر لاندہ ایک خطرناک دشمن پر فتح عطا فرمائی۔ مال غنیمت آٹا دیا جس کا انہوں نے کبھی تصور تک نہ کیا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے غلوں اور ایمان کی خود گواہی دی اور ان کو اپنی خوشنودی کے ثمرہ سے خور و سند فرمایا اور اپنی رضا کا ایسا نذیر تاق ان کے سروں پر بھایا جس کی آپ و ما سبقت مہر و ماہ کو اقیامت خیر و کف ہے کہ جس کی چمک و تک میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا ہے گا۔ جنہوں نے اپنے رب کو راضی کر لیا۔ جن پران کا رب راضی ہو گیا۔ اگر کوئی بد باطن یا کم فہم ان سے برہم یا اندامض ہو سکے تو ہوتا ہے۔ ان کی شان رفیع میں گستاخی کرتا ہے تو کہتا ہے۔ اس طرح وہ اپنا اندام حال ہی سیاہ کرے گا۔ ان نفوس قدسیہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کس نے کیا خوب کہا ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ يَاسُئِيْلَ الْغُفْلَانِ اَنْ تَكُوْنُوْا فِي الْكُوْنِ بِاِيَّتِيْكُمْ

اے میرے دل کی مراد! اگر تو مجھ پر راضی ہو جائے تو مجھے یوں لکھ دے کہ کائنات کی ہر چیز میرے لیے سکھ رہی ہے۔

تَأْخُذُ وَنَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونُ

اپنے وقت پر ہمارے کرنے کے لئے جس جلدی کے دیئے گئے ہیں اس لئے اس نے لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے ہٹا دیا کہ تم اپنے

آيَةُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا

وہاں نہایت کمال پر ایمان کے لیے آیت اور تاکہ ثابت ہو کہ تم میں سے ہر ایک کو مستقیم راستہ اور کئی دوسری نعمتیں بھی جن پر تم قدرت نہیں

تھے ساتھ آیت میں اس فتح اور ان غنائم کا ذکر کیا جو جلد ہی پیش ہونے والی تھیں۔ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ نوازشات کا یہ سلسلہ
یہیں ختم نہیں ہو گا بلکہ جب تک تم اطاعت و خلوص کا مظاہرہ کرتے رہو گے ہمارا اہر رحمت تم پر رہتا ہی رہے گا۔ ہر قسم سے بددعا کیوں کہ
بے شمار فیستوں سے ہم تم میں مداخلت کرتے رہیں گے اور اس سے پیشتر کہ نوازشات کا یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے تم میں سے ہر ایک سے نوازا ہے جو
تمہاری مستقبل کی کامیابیوں اور نعمتوں کی تمہید ہے۔ اس آیت میں جن غنائم کا ذکر ہے حضرت ابی عباس اور باہر فرماتے ہیں کہ ان سے
مراویق امت تک حاصل ہونے والے تھیں ہیں۔ قال ابن عباس ومجاهد انه اللغنام التي تكلون في يوم القيامة (القرطبي)

تھے اس جلد میں ہندو کا مشار الیہ صلح صحیحہ ہے۔ قال ابن عباس عجل لكم صلح الحديبية، اور بعض نے ہندو
کا مشار الیہ غنائم وغیرہ کو بنا دیا ہے۔

تھے یہاں ایک اور احسان کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ جب تم احرام باندھے ہوئے اور قرآن کے جانور ہاتھتے ہوئے غزوہ کی سعادت
حاصل کرنے کے لیے حیرہ میں پہنچے تو گھاسنے بڑا امت کا پکا ارادہ کر لیا۔ تم اپنے وطن سے اڑھائی تین سو میل دور تھے۔ فری طور پر گھاسنے والے
پہنچنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ کنار صرف تیر سو میل کنسے دور تھے ضرورت پڑتی تو بڑی آسانی سے انہیں رسد سلمان جنگ مزید جنگجو مہیا ہو سکتے تھے
اور گروہ کے قبائل بھی ان کے حلیت تھے۔ بظاہر حالات بڑے تشویشناک تھے۔ یہ سننے پر کہ فرمایا کہ ان کے دل ٹوٹ گئے۔ ان کے حیرہ سے ہٹ
جھگئے۔ ان پر ایسی دہشت اور رعب طاری ہوا کہ انہوں نے صلح کو نیت بنا دیا۔ اور انہیں بہت دہمائی کہ وہ تم سے جنگ کریں۔

آیت کی تفسیر جس بھی کی گئی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ طیبہ سے اپنے ہاں شام صبح کے ہوا کہ ان کی طرف روانہ ہونے کو
میں ممکن تھا وہاں کے یہودی مسلمانوں کے اہل و عیال پر قبضہ ہو لیتے اور خون ریزی کا بازار گرم کر دیتے۔ ان کے اہل و عیال ٹوٹ لیتے اگر ایسا ہوتا تو
تمہاری پریشانی کی حد نہ رہتی لیکن تمہارے خداوند بڑا جلال نے یہودیوں کو یہ بہت سختی کی کہ وہ اپنی حرکت کر سکیں اور تمہارے لیے پریشانی کا باعث نہیں۔

تھے اس سفر میں جو واقعات رونما ہوئے قدم قدم پر نصرت خداوندی نے جس انداز سے تمہاری یا دہی فرمان اور تمہیں ہر طرف کی گزند
سے سلامت رکھا اور تمہارے دشمنوں پر خوف اور رعب مسلط کر دیا۔ یہ تمام باتیں واشکات العظمیٰ میں اعلان کر رہی ہیں کہ تم خدا کے ہوا اور
خدا تمہارے اور تمہارا دین اللہ کا دین ہے جس کی حفاظت اور کامیابی کا وہ ذمہ دار ہے اور تمہارا دین محرم اس کا محبوب بندہ ہے جس کے
ساتھ اس نے وعدہ عتلت ذکر کرنا کا وعدہ فرمایا ہو کہ ہر ایک کو ملے اور خوفناک دشمنوں کے اہل و عیال کا ثبوت مہیا کر رہا ہے۔

تھے تم پر اس کی ہر باتیں ہر قسم کے شک و شبہ کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں، ان نوازشات سے وہ تمہیں ہر ایک مستقیم پر

عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

رکتے تھے لیکن وہ ان کے احاطہ قدرت میں تھے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت قادر ہے ۱۲۷

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَ

اور اگر جنگ کرتے تم سے یہ کفار تو پیٹھ سے کر جاگ جلتے پھر نہ پاتے کسی کو (دنیا بھر میں) اپنا دوست

لَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ

اور مددگار نہ ۱۲۸ یہ اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے ۱۲۹ اور اللہ کے دستور میں تو ہرگز

ثابت قدمی سے نونے منزل نہ ہتھ پلے جانے کا عزم عطا فرماتا ہے۔

۱۲۷ اس آیت سے ان فتوحات کا اثر وہ اور ان احوال غیبت کے حصول کی بشارت ہے جن کا مسلمان ان دنوں تصور بھی نہ کر سکتے

تھے۔ قریب میں شام، فلسطین، مصر، شمال افریقہ، چین اور مشرق میں عراق، ایران، افغانستان، بزمغیر وغیرہ ممالک کی فتوحات مراد ہیں۔ قال

ابن عباس عی الفتح التي فتحت على المسلمين كارض فارس وخراسان وجميع ما فتحه المسلمون (القرطبي)

اس آیت میں فتح کہہ کر خبر بھی دی گئی ہے۔ اس وقت یہ پیشین گوئی کن کر سکتا تھا کہ مغرب کہہ کر اسلام کا پرچم اٹھانے لگے

کا۔ کس کی عقل یہ سوچ سکتی تھی کہ عرب کے یہ بادشاہین چند سالوں میں مشرق و مغرب کی دو عظیم طاقتوں کو بیک وقت یوں پھاڑ دیں گے کہ

پھر وہ نسیل نہ کیس کی اور ایک صدی کے انتقام سے پہلے معلوم دینے کے تین بڑے مظلوموں میں لڑا لے الا اللہ محمد رسول اللہ کی سننے

دلوں کو جھنجھنے لگے گی۔

۱۲۸ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ ایسا کرنا تمہارے بس کی بات تو نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ باہر نہیں ملے۔ قرطبی

نے اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا۔ وقيل حفظها الله عليكم ليكون فتحها لكم يعني الله تعالى أنه ان مملوك اور مالوں کو منسوب رکھا جولا ہے

تھا کہ تم اگر انہیں فتح کرو ان کے قلعے اور شہر تمہارے مستقبل کے لیے اپنے دہانے کھول دیں۔ قیصر کسریٰ کے جرنل ویم اور جابریت کے

انباریں وہ تمہارے قہروں میں ڈیر کر دیے جائیں۔

۱۲۹ آیت کا یہ فقرہ کتاب پر عمل اثر انگیز اور حوصلہ پر دہ ہے۔

۱۳۰ یعنی اگر کفار کو تمہارے ساتھ جنگ آنا ہو گئے تو انہیں ایسی رُسوا کن شکست دی جاوے گی کہ وہ باقی کر میدان جنگ سے پیچھے ہٹ کر

پر پاؤں رکھ کر جاگ جاتے اور اس شکستے ملے میں کوئی بھی ان کا ساتھ نہ دیتا۔

۱۳۱ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول ہے کہ آخر کار اپنے رسول اور اس کے رفیق و راہنماؤں کو فتح و کامرانی سے پہنچا کر کتابے کفر و باطل کو

شریک شکست جوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ہمیشہ سے دستور ہے۔ ابد ایسا ہی ہے کہ کوئی طاقت ملت الہی کو بدل نہیں سکتی۔

اللہ تَبْدِیلاً ۵۵۹ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَאֵيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے ۵۵۹

بِطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا

وادی کہ میں باوجودیکہ تمہیں ان پر مستابر دے دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کو رب

تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۖ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

تھے غریب دیکھ رہا تھا ۵۶۰ یہ وہ (بد نصیب) ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں بھی روک دیا مسجد حرام میں داخل ہونے

الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفاً أَنْ يَبْلُغَ حِجْلَهُ ۖ وَلَوْلَا رِجَالُ مُؤْمِنُونَ

سے اور قربانی کے جانوروں کو بھی کہ وہ بندھے رہیں اور اپنی جگہ تک نہ پہنچ سکیں۔ اور اگر نہ ہوتے (تو میں) چند مسلمان مرد

وَنِسَاءُ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوُّهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ

اور چند مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اور یہ اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم روزہ داروں کے انہیں سولہ پہنچے گا ان کی وجہ سے

۵۶۰ اگر جو عورتوں کے مقابلے پر باقاعدہ لڑائی کی قربت نہیں آتی لیکن کفار کے کئی جتنے بغض باطن سے مجبور ہو کر مسلمانوں سے چیزیں چھین کر لے سکتے ہیں۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مکہ کے انہی شہیدانہ سرکاری طریقے پر کئی چیزیں چھینیں گے۔ اس سے ایک بے خبری میں شکر اسلام پر دعا و اہل دیں لیکن اس سے پیشتر کہ وہ جو پر حملہ کرتے ہیں ان کو اپنے غاصروں میں لے لیا اور گرفتار کر لیا لیکن رحمتِ عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو محاف کر دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ مکہ میں انہی جہل منہ پاچی سوادھیوں کو ساتھ لے کر شکر اسلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضورؐ نے اپنے صحابہ کا ایک دستہ ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا لیکن وہ دم دبا کر جھاگ نکلے اور مکہ کی گلیوں میں جا کر پناہ لے اس قسم کے کئی واقعات رونما ہوئے جن سے جنگ کے شعلے بجھ کر سکتے تھے اور صلح کی کوششیں ناکام ہو سکتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت حال پیدا ہونے دی کہ کفار کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ تم پر حملہ کر دیں اور تمہیں بھی یہ حوصلہ نہ تھا کہ تم ان اشتعلیٰ آگیزوں سے براہ فرار نہ ہو کر ان پر حملہ کر دو۔

۵۶۱ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہم کفار کی کھڑتوں اور تمہارے اہل کو دیکھ سکتے تھے بلکہ فرمایا جو کچھ تم کر سکتے تھے اہل ایمان اور اشتعلیٰ آگیزانہ اہل میں مبرو ضبط سے کام لے سکتے تھے۔ یعنی امور دینی تھے اور ہم انہیں نہ دیکھ سکتے تھے تمہارے کارنامے ہی اس قابل تھے کہ چشم قدرت اور انکساف فرماتے باقی ہے کفار کے کثرت اور ان کی کارستانیوں تو وہ اتنی گھٹیا تھیں کہ نہ قابل توجہ تھیں اور نہ قابل ذکر۔

مَعْرَةً يُغَايِرُ عَلَيْهِمُ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا

مار ہے بلی کے باعث شکہ (نہیں) تاکہ داخل کر دے اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے شکہ اگر (مکرر) اُس پر جلتے

لَعَذَابُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا

تو اس وقت جنہوں نے کفر کیا ان میں سے تو ہم انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتے شکہ جب جگہ دی کفار نے

۴۲؎ یہ ایک مسئلہ اصول تھا کہ جو شخص حج و عمرہ کی نیت سے مکہ کفر میں آتا اس کو روکا نہ جاتا۔ خواہ اس نے دلائل شمس و قمر سے اہل مکہ کی کتنی ہی عداوت ہوئی۔ اس اصول پر بڑی سختی سے عمل کیا جاتا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہیں اتنی عداوت تھی کہ اس مسئلہ اصول کو بھی انہوں نے پس پشت ڈال دیا اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور قربانی کے جوہانہ مسلمان اپنے جہاد لئے تھے ان کے متعلق بھی اجازت نہ دی گئی کہ مٹی میں لیجا کر انہیں ذبح کیا جائے۔ ان کے سب اہم کی فرصت بڑی طویل اور شرمناک تھی۔ ان سنگین جرائم کی پاداش میں چلیے تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا جاتا اور وہ کفر و شرک ان مفرد علیہ داروں کو پس کر رکھتے لیکن کفر کی اس اندھیر نگری میں چند ایسے مرد اور خواتین بھی تھے جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ اپنی بے بسی کے باعث نہ وہ اسلام ظاہر کر سکتے تھے اور نہ وہاں سے ہجرت کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی ان کی پوری پہچان نہ تھی۔ اگر جنگ چھڑ جاتی تو وہ بھی روزِ نکالے جلتے۔ جب تمہیں اپنے مسلمان بہن بھائیوں کے یوں پس جانے کا علم ہوتا تو تم پر کوہِ الم ٹوٹ پڑتا۔ فتح کی خوشی غم میں بدل جاتی۔ کفار بھی تم پر زبان طعن و ساز کرتے کہ دیکھو یہ اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی قتل کرنے سے باز نہیں آتے۔ اس طرح تمہارے خلاف ہپاک پراپیگنڈے کا طوفان برپا کر دیا جاتا، کفار کے خلاف جنگ کا ذہن نہ دینے میں یہ ایک حکمت تھی۔

۴۳؎ جنگ سے باز رکھنے کی دوسری مصلحت یہ تھی کہ اہل مکہ میں بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو اگرچہ کمال مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے، لیکن ان میں حق پذیریری کی صلاحیتیں موجود تھیں۔ انہیں ہونے کا لٹنے کے لیے خوشگوار ماحول اور مناسب حالات کی ضرورت تھی۔ اگر اس وقت جنگ چھڑ جاتی تو ان کفار کے ساتھ جن کے دلوں پر ٹھہری گت چلی تھیں۔ یہ لوگ بھی موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے اور ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بن جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے یہ نہ چاہا کہ ان کی صلاحیتیں اور قابلیتیں برباد ہو جائیں اس لیے جنگ کی نوبت نہیں آنے دی تاکہ ان لوگوں کو مناسب غفلت سے بیدار ہونے کا یہ موقع مل جاسے اور وہ کفر سے اپنا ناطہ توڑ کر اپنے ربِ کریم سے عبودیت کا رشتہ جوڑ سکیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس صلح کے بعد ہی حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمرؓ، حضرت محمدؓ ابن ابی بکرؓ جیسا مہر سیاست دان، عثمانؓ ابن طلحہؓ کلید بردار کعبہ اور مکہ کے کنی جلیل القدر فرزند کشاں کشاں باگہ رسالت میں حاضر ہوئے اور دولت ایمان سے لالہ لال ہوئے۔

۴۴؎ اگر یہ مسلمان مرد اور یہ مسلمان عورتیں کفار سے الگ کی جاسکتیں اور ان کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم کفار کو اسی وقت ایسے المناک مذاب میں مبتلا کر دیتے کہ انہیں چھٹی کا دودھ یاد آجاتا اور ان کے سانسے نشے بہر بن ہو جلتے۔ اس آیت سے فتنہ مانے

فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةُ الْحَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ

اپنے دلوں میں بند کر وہی زمانہ (جہاد) کی مناسبت تھی تو نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین کو اپنے

ایک مسئلہ متبیط کیلئے کہ اگر کفار کسی قلعہ میں مورچہ لگا کر بیٹھ گئے ہوں اور ان کے ساتھ اس قلعہ میں چند مسلمان قیدی بھی ہوں تو کیا اسلامی لشکر کے لیے اس پر گولہ باری یا بمباری ہانپنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر کفار کا لشکر مسلمان قیدیوں کو سامنے کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ان سے محال کا کام لینا چاہتا ہے تو کیا اس حالت میں ان پر قاتل ہانپنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کفار کا کوئی بھی جہاز ہے جس میں کافر فوج کے علاوہ چند مسلمان بھی ہیں کیا ایسے جہاز کو غرق کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

امام مالکؒ ان تمام صورتوں میں گولہ باری کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب اس کی اجازت دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں حالت المسلمین کی بقا کا اثر مضمر ہے۔ اگر لشکر اسلام چند مسلمان قیدیوں کی موجودگی کے باعث کفار کے لیے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ نہیں بچائے گا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کفار لشکر اسلام کو پسپا کر دیں گے اور اس کے بعد ان قیدیوں کو قتل کر دیں گے۔

علامہ قرطبی جو خود مالکی ہیں انہوں نے صراحتہً کھلبے کہ ان حالات میں مسلمان اسیروں کا قتل نہیں کیا جائے گا جنہیں کفار محال کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ لیکن اس اجازت کو انہوں نے بعض شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ آپ بھی ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

وَذَلِكَ لِأَنَّكَ إِذَا كَانَتْ الْمَصْلَحَةُ خَاصَّةً بِرُؤْيَا قَطْعِيَّةً وَقَطْعِيَّةً لِمَنْ فِي قُلُوبِهِمْ قِيَادَةٌ فِي مَوَاجِدِ الْوُجُودِ حَسْبُكَ كَارِوَاتِيَّاتِ اس وقت جائز ہیں جبکہ تین شرطیں پائی جائیں۔ مسلمان قیدیوں کو کوئی نشانہ بننے بغیر دشمنی کو شکست دینے کی اور کوئی سمیت نہ ہو۔ ایسا کرنے سے مجبوریت کا اخلاقی وابستہ ہو۔ ایسا کرنے سے اسلام کی فتح قطعی اور یقینی ہو۔

لیکن اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط بھی غفلت ہو تو پھر مسلمان قیدیوں کو ہلاک کرنا جائز نہیں۔ اس آیت کے چند کلمات تھیں طلب یہ: **الْهِنْدِيُّ وَالْهِنْدِيُّ**، اس میں دونوں لفظیں ہیں۔ وہ جانور جو کہہ میں قربانی کے لیے پیش کیا جائے۔ **مِثْلُ الْكَلْبَةِ**۔ **مَنْكُوفًا**، اسی محبوبنا جسے کسی جگر روک دیا جائے۔

فُجُولًا، مکاتہ الذی یجلی فیہ شعور۔ وہ جگر جہاں اس کو ذہن کرنا ہوتا ہے یعنی متنی۔ **تَطَوُّهُمْ**، الوطی والدوس عبارة عن الوضوء والصلوة یعنی روضہ و نماز میں دینا۔ **بِرْهَادٍ**، برہاد کر دینا۔

الْمَصْرَةِ، العیب وہی مفعلة من العسر۔ عیب، تنگ و مار۔

تَنْوِيلُوا، تفرقوا و تمیز بعض عن بعض، جدا جدا ہونا۔ **الْأَلْبُ**، الہب ہونا۔

لہذا آیت میں بڑے بڑے اور دل نشین الفاظ سے اس تفاوت کو بیان کیا گیا ہے جو کفار اور اہل ایمان کے طریقہ کار میں تھا۔ پہلے حمیتہ کی تمیز ذہن نشین کر لیجیے۔

علامہ قرطبی حمیتہ کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں: **الحمیة فعیلة وہی الالفة یقال حیث عن کذا حمیة**

و فحیث اذا انفقت منه و داخلک عاز و انقذ ان تفصله.

الوانفی منهم و عرض عرضهم کذی انقذ محی انقذ ان یکشما

یعنی محبت کا وزن فعیلہ ہے۔ اس کا معنی خود داری اور کسی چیز سے نفرت ہے۔ کہا جاتا ہے محبت عن کناہ میں نے اس کام سے اجتناب اختیار کیا کیونکہ اس کام کا کارنامہ میرے لیے باعث ننگ و مارتھا۔

علامہ ابن حبان کہتے ہیں۔ کانت حبیبہ جاہلیہ لانہا بغیر حجة و فی غیر موضعہا فانہا ذلت محض تعصب۔

کندک محبت کو محبت جاہلیت اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کی ضد بغیر کسی دلیل کے تھی غیر عمل میں تھی اور اس کی وجہ محض تعصب اور ہٹ دھرمی تھی۔

عنصر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غزوہ سے باز رکھنا ان کے صدیوں سے مروجہ دستور اور مسند اصول کے سرسبز خلاف تھا۔ ان کے بڑے بڑے ہونے کی انہیں اس قبیح حرکت سے روک دیتے تھے۔ انہیں یہ بخوبی علم تھا کہ حضور کا یہ سفر محض غزوہ کرنے کے لیے ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔ اسی کو قرآن کریم نے محبت جاہلیت قرار دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا۔ قتلوا ابناؤنا و اخواننا شریذ خنون علینا فی منازلنا و ائلات و العسری لا یدخلون ابدا۔ کہ ان مسلمانوں نے ہمارے بچوں اور بھائیوں کو قتل کیا کیا اب ہم انہیں اپنے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت دیں۔ لات دھرمی کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

کندک کہ ہے باغداد و تعصب کا تو یہ حال ہے۔ ان کے برعکس میرے رسول اور اس پر ایمان لانے والوں کی کیفیت یہ ہے کہ انہیں غزوہ کوئی ایسی بات کہنے کا حکم ملے جو ان کے جذبات کے خلاف اور ان کی خود داری کے سرسبز مخالف ہو۔ یہ اللہ کا حکم ملے ہی بیکہ تسلیم و رضا میں جاتے ہیں۔ دل میں اضطراب کی جو موجیں سر اٹھادی جوتی ہیں تو راسم جاتی ہیں۔ ان کا یہ اضطراب ان کی یہ ہے کہ اپنی ذات یا اپنے خاں کے لیے نہیں محض اسلام کے لیے اور نبی کریم کے لیے ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ ہر میدان میں ظاہر اور باطن اسلام کو ظہور حاصل ہو۔ ان کے محبوب کی عظمت کا ان کا بھی اس قصہ کے سرور کے لیے اگر ان کے مال کی ضرورت ہے تو وہ سب کا سب قندلوں میں ڈھیر کرنے کے لیے اجماع خوش آمادہ ہیں۔ اگر ان کی بانوں کی ضرورت ہے تو وہ اپنے سر کرنے کے لیے اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے آمادہ ہی نہیں ہندے۔ بے تاب ہیں۔ کہہ کہ بت پرستوں کی مداخلت کا میانی اور وقتی مسرت بھی ان کے لیے سوا بن نہیں جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی اس کیفیت سے پوری طرح باخبر ہے اس لیے اس کی نگاہ میں ان کی بڑی قدر ہے۔ جب وہ ان کے دلوں میں مائوس اسلام اور مائوس رسالت کے لیے اضطراب و بے کل کے طوفان مٹاتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ ان کے دلوں کو سکون و طمانیت سے نوازتا ہے۔ ان کی بے تابیوں اور بے چینیوں سرور میں بدل جاتی ہیں۔

خوشا وہ دل جسے عشق محبوب میں اضطراب و بے قراری کی آغوش میں غم نہیں۔ خوشا وہ لذت اضطراب جو محبوب کی چشم اظہار کم کو اپنی طرف مبذول کئے بلکہ دہاں کئے گل جہاں بے چینیوں میں ہوں گی۔ دلا سے دیا جائے گا جو دور و فراق سے مانگی ہے آب کی طرح تپ رہا ہوگا جہاں غم بھریں انہیں شگبار نہ ہوں وہاں ابر رحمت برے تو کیوں بستہ جہاں مقصود کے لیے تپ نہیں وہاں الینان ڈنڈے کی کیا ضرورت ہے۔

رَسُولُهُ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ

رسول دکریم پر اور اہل ایمان پر اور انہیں استقامت بخش دی تقویٰ کے کلمہ پر شگہ اور وہ اس کے متدار بھی تھے

بِهَا وَاهْلُهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ

اور اس کے اہل بھی تھے شگہ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے اللہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو

صلیٰ علیہ وسلم کے موقع پر جو شرائط پائی تھیں وہ باخبر کفر کے غلبہ اور اسلام کی کمزوری کی غماز تھیں اس لیے ان جملہ شریکوں کو اپنے پیغمبر پر غلبہ تھا جسوں نے دست مبارک پر بھیج کر ایسی اہلیت کا پتہ دیا کہ جس کا جہاد یا ترقی تھا اتنا ہی اس کا اخطاب شدید تھا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات زیادہ مضرب تھی کیونکہ ان کی غیرت ایمانی اس قدر بھی بڑھتی تھی کہ کسی دشمن یا کفر کے سامنے ہرگز ہارنے کو تیار نہ رہتے تھے اور یہ بات نہ بھاریا، معذلو اطمینان کے سبب معلن ہو گئے۔

شگہ خود سپردگی کی یہ اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھی لہذا ہر اور الزمہم کلمۃ التقویٰ ان چار کلمات میں اہانت و الطعن کی جو دنیا سودی گئی ہے کاش آپ اس میں غور کریں بالذم کہتے ہیں کسی چیز کو کسی کے ساتھ یوں چسپاں کر دینا کہ وہ اس سے جدا نہ ہو سکے پھر پھر طعن لگتے ہیں الزم الیہ اثبتہ و لعلہ والیہ، صاحب لسان العرب نے لزمہ ایاد فالترزمہ ورجل لزمۃ الشیء فلا یفارقہ یعنی کسی چیز کا کسی چیز کے ساتھ یوں چسپاں ہونا کہ وہ اس سے الگ نہ کی جاسکے۔

تاکہ اس میں ہے الزمہ ایاد فالترزمہ وھو لزمۃ ای اذا لزم شیئاً لا یفارقہ۔

کلمۃ التقویٰ سے ماوراء اللہ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ارشاد کلمۃ التقویٰ سے ماوراء اللہ واللہ اکبر ہے۔ اب آپ غور و خوض کیجئے کہ جن انھوں نے حدیث کے معلق اللہ رب العزت فرمایا کہ میں نے کلمۃ توحید ان کے دلوں میں یوں ثبت کر دیا کہ ان کے دل میں اس طرح نقش کر دیا کہ اب یہ نہیں جھٹک سکتے تھے لہذا تعالیٰ ثبات و دوام بخشے کون سی ایسی قوت تھی جو اس قدر قوی تھی کہ وہ لگہ جو صحابہ کرام کے ایمان پر باری طعن و ازکرتے ہیں اس آیت کے انھوں نے غور کریں انہیں اپنی کو اپنی فکر اور غلطی کا احساس ہو جائے گا یہ اللہ بات ہے کہ کوئی اپنی نہیں کے باعث محبت باطنیت کی پلاری میں مبتلا ہو اور اس آیت میں غور کرنے کے بعد بھی اپنی ٹونے بد نہ ہونے۔

شگہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام پر اپنی محبتوں کو جس فیاضی سے نچھلوا کر پلایا ان کا مسلسل انہی ختم نہیں ہوا لہذا ہر کام ہے وکانوا الحقیماء اہلہا جو فیاضیت کی مانند اور انعامات نعم وایمان پاکیزہ پر فائز تھے جن میں وہ بلا وجہ نہیں بلکہ وہ اس کے مستحق ہیں اپنی نیکوئیوں کی وجہ سے انھوں نے غلبہ و کثرت جس غلوں سے میرے حبیب کے دست پاک پر انھوں نے بیت کی ہے ایمانی محبت اور اسلامی غیرت جس کے باعث وہ شرائط صلی اللہ علیہ وسلم پر حیران ہو گئے تھے ان تمام چیزوں نے انہیں اس کا متدار بنا دیا کہ ہر دول کو مل کر ان پر اپنی محبتیں اور برکتیں نازل فرمائیں سقوی و اہلہا کہ یہ دامن کوڑا کاغذ، بل نہیں ہیں کہ انہیں ان نوازشات کی قدر نہ ہو بلکہ وہ ان کے اہل ہیں ان میں یہ صلاحیت اور قابلیت ہے کہ وہ ان کی قدر کریں اور ان سے بھر پور فائدہ اٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ انھوں نے حدیث کے متعلق اور ایمیت کی گواہی ہے کہ ان کے لیے اس کا کام لینا کسی مرد و انما کو زیب نہیں دیتا۔

شگہ صحابہ کرام پر یہ نوازشات کسی ایسی جہت سے نہیں فرمائی جو غلبہ کو تو باقی ہو بلکہ محبت سے خیر ہو نہ ان پر آئے وائے کلمات کو تو جس

رَسُولُهُ الرَّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ اٹھ کر تم حضور داخل ہو گئے مسجد حرام میں جب اللہ نے سچا

لے لیکن نہاں خانہ دل میں جذبات و احساسات کی زبان سے آشنا ہو، حال میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور ذوق ہونے والے ملاقات کو توجہ جانتا ہو بلکہ مستقبل میں کیا ہو گا کوئی کل کیا کرے گا اس کا سے پتہ نہ ہو یوں اپنی آگاہی کی غمازی اور علم کی ناقصی کے باعث اس نے صحابہ کرام کی وقتی قربانیوں اور ظاہری وفاداریوں اور زبانی وعظوں سے متاثر ہو کر انہیں ان شاندار القابات اور ان بشارت سے نوازا یا ہو اور اس کے بعد ان لوگوں نے ایسی حرکتیں کی ہوں اور ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ہو کہ وہ ان القابات و بشارت کے تحت نہ رہے ہوں اور انہیں ان سعادتوں سے بعد میں محروم کر دیا گیا ہو۔ اس قسم کی ایسی تجلیات اور شیطانی وسوسوں کا بھی اس آخری جملے سے فائدہ کر دیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے کی شہنشاہ کا باطن کسی کا انجام کسی سے آئندہ ملنے میں کیسے افعال صادر ہوں گے اور وہ مرنے سے پہلے کیا کیا حرکتیں کرے گا منفی نہیں اور اس سب کو پہلے ملے نہ پہنچے حبیب حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفادار صحابہ کو ان القابات و احسانات اور نوازشات سے سرفراز فرمایا ہے۔

قرآن کریم کا یہی صریح بیان ہے جس نے عرب کے فصول و فجار کو دھمک کر دیا تھا اس کی جاہلیت کا یہی اہم ثبوت ہے جس کے سامنے شعلہ اور غلامانہ اپنے سر جھکیے تھے اللہ تعالیٰ ہیں اس نیر اظم سے اکتساب نور کی ترقی بخشے۔ آمین!

اٹھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شب خواب دیکھا کہ حضور اپنے صحابہ بیت کو مکرر تشریف لے گئے ہیں کعبہ شریف کا طواف کیا ہے اور اراکان عمر و اواکیہ ہیں۔ صبح نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خواب صحابہ کو سنایا وہ دل جودت سے بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے تہیہ و تہنہ تھے یہ خواب اُن کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ماہ ذی قعدہ میں اللہ کے پاک بندوں کا کادو الی وادہ ہوا لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ بَلَدُ بَيْتِکِ کی روئے پر در صدائوں سے دشت و جبل کو بخشنے لگے صحراؤں کی فراخیوں میں نور ہی نور پھیل گیا۔ ذوق شوق سے قدم نہکتے ہی نہیں۔ انہیں بے بدل سے اس نور کی فطرت میں جب بیت اللہ نظر آئے گا جب مسلمان حرمیہ کے تمام پر پہنچے تو وہ واقعات پیش آئے جن کا ذکر آپ سے پڑچکے ہیں چنانچہ صلح نامہ پر دستخط ہونے اور مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت کیے بغیر ایسے لوٹنا پانا حضرت فاروق اعظمؓ نے تمام مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! حضور نے ہمیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ حضور نے جواب میں فرمایا بیشک! لیکن کیا میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ تم اس سال یہ شرف حاصل کر گے؟ حضرت عرضنے جواب دیا نہیں۔ حضور نے یہ فرمیں بتایا تھا تعالیٰ انہیں صلی اللہ علیہ وسلم فائز آتیہ مطوف بہم۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً تم بیت اللہ کے پاس آئے ملے ہو اور اس کا طواف کرنے والے ہو اس ایک جملے سے وہ غلش دور ہو گئی جس نے دلوں کو پریشان کر رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلے میں یہ آیت نازل فرمائی اور ان گوں تاکیدات کے ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو جو خواب دکھایا ہے وہ بالکل سچا ہے۔ اس کے حق ہونے میں شکنا کوئی شبہ نہیں۔

لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

اٰمِنِيْنَ مُّحَلِّقِيْنَ رُّوْسِكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ

اٰمِن واماں سے منقطع ہونے اپنے سروں کو یا ترشواتے ہونے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا شے پس وہ بابتبہ برقم نہیں

تَعْلَمُوْا فَعَجَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتَحَّا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

جانتے تو اس نے عطا فرمادی تمہیں، اس سے پہلے ایسی فتح جو قریب ہے۔ وہ (اللہ) ہی ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو

کہتے ہیں صدقہ الحدیث اس کا معنی ہوتا ہے اَنْبَاءُ بِالصِّدْقِ یعنی اس نے اسے سچ اور سچی بات سے آگاہ کیا۔ اسی طرح صدقت القوم کا معنی ہے قلت لہم صدقنا یعنی میں نے ان سے سچی بات کہی ہے۔ اس تفسیق کے مطابق آیت کا وہی معنی ہوگا جو میں نے کیا ہے۔ یہ معنی بڑا واضح اور ہر قسم کے تکلف سے پاک ہے۔

بعض حضرات نے یہ معنی بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اگرچہ لغت میں صدق اس معنی میں بھی مستعمل ہو سکتا ہے لیکن اس مقام پر یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہ آیت عید میرے بعد واپس پر راستہ میں نازل ہوئی۔ اس خواب کی تفسیر دوسرے سال ہوئی جب کہ فتح ہوا۔ اس صورت میں یہاں تاویل کا سدا لینا پڑے گا۔

۵۲ یہ فرقہ کے بعد کہ میرے رسول کرم نے جو خواب دیکھا ہے وہ میں نے دکھایا ہے اور میں نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے۔ اس میں ادنیٰ شبہ کی بھی گنجائش نہیں۔ اب اس خواب کا ذکر ہے جو دکھایا گیا آیت بالکل واضح ہے۔ سادہ ترجمہ ہے اس کا مفہوم ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اَلَا اِنَّ شَاءَ اللّٰهُ كَافَرُوْا غَوْرًا طلب ہے۔ اِنْ شَكَّ كَسْبَ لِيْهِ اسْتَعْمَالَ ہوتا ہے اور یہ اللہ کا کلام ہے اس میں شک کا کیا دخل؟ گزارش ہے کہ یہاں اِنْ کا معنی اِذَا ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تم سب جہرام میں داخل ہو گے۔ اِنْ بمعنی اِذَا کا استعمال عام ہے۔ صاحب لسان کہتے ہیں۔ وَتَجِيْئُ اِنْ بِمَعْنٰی اِذَا ضَرِبَ قَوْلُهُ اَتَقُوْا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْمِنِيْنَ لِّلْمَعْنٰی اِذَا كُنْتُمْ مُّوْمِنِيْنَ۔ یعنی اللہ سے ڈرو۔ باقی سود چھوڑ دو جبکہ تم ایمان لا چکے ہو۔ اس آیت میں بھی اِنْ کا معنی اِذَا ہے۔

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ کافر و یہاں ذکر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نبی کریم اور صحابہ کرامؓ کا اس دفعہ ذکر نہ جانا اس لیے نہیں کہ کفار بہت طاقتور تھے اور مسلمان ان کی قوت سے خائف ہو کر واپس چلے گئے، بلکہ اللہ کی مشیت یہ تھی کہ وہ واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں وہ شکستیں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ تو جانتا تھا لیکن تم نہیں جانتے تھے۔

فعلہما عالم تعلو لہما اس کی طرف اشارہ ہے۔ جب یہ مصالحتیں پوری ہو جائیں گی اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے حبیب کے قدم میں منت لزوم ہے کہ کی پائی زمین کو شرف فرمائے گا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اپنے بندوں کو بھی بتلایا کہ تمہاری یہ تمنا یا میرے لطف و کرم کی بے ہودہ منت سب تم میں غور و بہت نہ تھی کہ تم ان طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کر سکو چنانچہ علامہ آلوسیؒ اور دیگر مفسرین کہتے ہیں۔ وفيہ تفسیر لَزْنٍ وَقُوْعُ الدَّخُوْلِ مِنْ مَّشِيَّتِهِ تَعَالٰی لَا مِنْ جَلَدٍ وَتَهْمُ وَتَدْبِيْرٍ مِّمَّ الرُّوْحِ الْمَعَالٰی،

چنانچہ دوسرے سال مات، ہجری ماہ ذی قعدہ میں حضور اپنے صحابہؓ کو ہر کا بے لے کر غزوہ کی فضا کے لیے کہ مکرر تشریف لے

يَا هُدًى وَدِينَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكُنِيَ بِإِلَهِ شَهِيدًا

کتاب ہدایت اور دین حق سے کرشمہ تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر ۵۴۷ اور رسول کی صداقت پر ہمت کی گواہی کافی ہے۔

گئے جب مسلمانوں کے کمر میں داخل ہونے کا وقت آیا تو کفر و باطل کے سرخنے کو چھوڑ کر چلے گئے تاکہ وہ اس ایمان افروز منظر کو نہ دیکھیں۔ ان کے علاوہ یہ نورانی منظر دیکھنے کے لیے کہ کے مرد مسورتیں بچے راستوں میں مراکزوں کی چیتوں پر جہاں کسی کو گمراہی کا شکار نہ ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہیں۔ اسلام کے متوالوں کا ہنگامہ ہے۔ لبیک اللہم لبیک کی صدا میں بلند ہو۔ یہی ہیں توحیدوں کا یگر وہ ان گیلوں کوئی رونقیں بخش رہا ہے جو سالہا سال سے سولی پر تھیں جو ان کا نام سننے کے لیے ترس گئی تھیں جن فتنوں کو کفر کی ظلمتوں نے اپنے زخموں میں لے لیا تھا۔ آئی پھر وہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرے کو نئی سب میں۔

جج و عمر و ادا کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہایت سب سے غارت ہونے کے بعد سر نہ اٹھائیں یا بال تر شاہیں لیکن تر شاہی سے منہ نہ اٹھائیں بلکہ حضور نے ملحق کرنے والوں کے لیے یقین پلہ دیا فرمائی اللہم اغفر للمسلمین۔ لے اللہ تعالیٰ سر نہ اٹھنے والوں کو بخش دے۔

۵۳۷ اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کی بڑائی اور اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام رفیع اور منصب عالی کا ذکر فرمایا ہے کہ انہیں منصب رسالت پر فائز کرنے والے ہیں جن میں نے ہی اس یمیم کہ کو کتاب ہدایت عطا فرمائی ہے جس کے مقدمہ میں اس خلقت کے عالم کو نور کرنے میں نے اس کو ایسا جامع تمام حیات اور شریعت میں لے کر مہوٹ فرمایا ہے جو فراطہ و تفریط گناہوں پر مہانیوں سے روزے سے ہمتے گھٹن انسانیت کے لیے پیغام بہا ہے جس کو میں نے اس منصب رفیع پر فائز کیا ہے کوئی طاقت اس کو اس شرف سے محروم نہیں کر سکتی ساری دنیا انکار کر دے اس کی خلعت کا ہوا تمام چمکتا ہی ہے گدا کے کھانا تم نے میرے محبوب کے اہم گراہی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ شاہینے پامرا رکھا اس ورق سے تو قہقہہ مکر رہے لیکن لوح محفوظ و عرش و کرسی کے بلند نگہروں، جنت کے ایوانوں اور اہل ایمان و مہبت کے الواح قلب پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہیں گے۔ وہاں سے تو تم نہیں مٹا سکتے۔

رسول: میں اصافت غور طلب ہے۔ سلسلے رسول ہی نے مجھے جن لیکن اس رسول کو جو نسبت ہے اس کی شان ہی نرالی ہے۔ برقی غضب بن کر باطل کو خاک تر کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ بر رحمت بن کر پامی دنیا کو سیراب کرنے کے لیے آیا ہے۔ فرمایا اسے ہدایت اور دین حق دے کر مہوٹ کیا گیا ہے۔ ہدایت سے مراد قرآن دین حق سے مراد شریعت یا ہدایت سے مراد علم دین سے مراد عمل۔ دین الحق میں صافت موصوف ال صفۃ ہے یعنی الدین الحق ایسا دین جو حق ہے۔

۵۳۸ بتلویا کہ جو دینی نبی کریم نے کر کے ہیں وہ باطل سے مطلوب نہیں ہے بلکہ میری تائید اور اپنی نظری توانائیوں سے ساری طاقتی قوتوں کو سرنگوں کر دے گا یہ غاروں میں چھپ کر اور خاناتا ہوں میں دیکھ کر رہنے والوں کا دین نہیں۔ یہ کشاکش حیات سے ماسن بچا کر کئی عافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں۔ کسی مصمت کے پیش نظر باطل سے مناجہت و مصالحت کرنے والوں کا دین نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے جو کہتے ہیں تو باطل کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ان مقابلوں اور شاہینوں کا دین ہے کہ جب وہ پر کشا

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

وہاں عالم، محمد اللہ کے رسول ہیں اوروہو معاً آئندہ جو آپ کے ساتھی ہیں ان کے مقابلے میں جہاد اور قوت میں آپس میں ہرگز رحم و کرم نہیں ہوتا

ہوتے ہیں کفر کی پٹیاں سٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ ہیں بہادروں اور جوانمردوں کا دین ہے جو زندہ گی کی کشتی کو حادثات کے طوفانوں میں کھینچ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس دین کو تمام مروجہ ادیان، مذاہب اور نظام ملنے میات پر غلبہ بخشنے لگا۔ اس وعدہ کو پورا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ عہد رسالت میں ہی اسلام کو پرمکھ پر لہرانے لگا جو کفر و شرک کا گڑھ تھا۔ خلافت راشدہ میں ایشیا اور افریقہ کے بڑا خطوں میں اس کی عظمت کے ڈنکے بجنے لگے۔ شرق و غرب میں کلمہ توحید کی صدائیں گونجنے لگیں۔ غالب آئے کہ لا طلب یسے کہ یا لوگ اس کو قبول کر لیں گے یا اس کی برتری کو تسلیم کر لیں گے مسلمانوں کے دو اہم خطاطی میں بھی نظر دھکر کے میدانوں میں اسلام کا پرچم لہراتا رہا۔

آخر میں فرمایا کہ میں اپنے رسول کی رسالت کا بھی گواہ ہوں اور اس حقیقت کا بھی گواہ ہوں کہ وہ کتب ہدایت اور دین رحمت لے کر آیا ہے اور اس بات کا بھی ضامن ہوں کہ یہ دین سب ادیان پر غالب آئے گا۔ اور میری گواہی کے بعد ان پھانیوں کو ثابت کرنے کے لیے کسی دوسرے گواہ کی ضرورت نہیں۔

۵۹ اس کی ترکیب میں دو مشہور قول یہ ہیں: ① مُحَمَّدٌ مَّبْتُ اور رَسُولُ اللَّهِ اس کی خبر ② هُوَ مَبْتُ مَخْذُوف

یہ جملہ متانصب۔ اس میں اس چیز کا بیان ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اور رسول اللہ کے الفاظ جملہ اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ پر مشتمل ہیں۔ وہو مشتمل علی کل وصف جمیل۔ (ابن کثیر)

لئے یہاں سے انتہام سورت تک اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی توصیف فرمایا ہے فرمایا کہ میرے رسول کرم پر ایمان لائے والے اور اس کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے کفار کے مقابلے میں ہرگز بہادری اور قوت میں ہرگز کم نہیں ہیں لیکن ظلم کے سامنے اسے نہ بگا نہیں سکتے۔ یہ بکاؤ مال نہیں کہ دشمنان اسلام ان کو خرید لیں، یہ بزدل اور ڈرپوک نہیں کہ جو بدو تم سے ان کو اس باوجود محبت سے برگشتہ کیا جائے۔ اشداء شہید کی جمع ہے اور لفظ شدت کی تفسیر کہتے ہیں۔ ملازم ابن شہر آشوب نے لسان العرب اور طبریزی نے تاج العروس میں کھلایا ہے۔

الشدّة: الجدة وثبات القلب والشديد، الشجاع. والقوى من الرجال والجمع اشداء وقاب العروس یعنی شدت قوت اور دل کی ٹھنکی کا نام ہے اور اشدید شجاع اور طاقتور مرد کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اشداء ہے۔ اشداء کا سبب تک یہ مفہوم ذہن نشین نہ ہو جائے گا جس کا شکار نہیں ہوتا۔ انا انسان اس جگہ مال کا شکار ہو جائے کہ اسلام کے یہ ملنے والے ہرگز بے رحم اور رحمت دل تھے اور کفار پر جو رستم کرنے سے باز نہیں آتے تھے، عائد کہ آیت کا یہ مفہوم نہیں۔

کفار کے مقابلے میں تو یہ فوالد کی چٹان میں نہیں کوئی طوفان اپنی جگہ سے ہرگز ہرگز کانٹیں سکتا۔ لیکن اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ

ان کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ نرم، نرمے شفیق اور نرمے مہربان ہیں۔ ان کی باہمی رافت و رحمت کی کیفیت کو جس طرح اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں۔

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل المؤمنین فی توادیم و تراحمہم کمثل الجسد الواحد إذا اشتکی منه عضو تداعی لہ سائر الجسد بالحنی والشہر۔

ترجمہ: یعنی مسلمانوں کی مثال باہمی محبت اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے تو سارا جسم بیمار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور زینہ کا نور ہو جاتی ہے۔ دوسرا ارشاد گرامی ہے:

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم المؤمن للمؤمن کالبینین یشد بضعہ بقضا، وشبک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین أصابعہم۔

ترجمہ: مومن کا تعلق مومن کے ساتھ ایسا ہے جیسے دیر کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو سہارا دینے والے حصے ہوتا ہے حضور نے یہ فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈال دیا۔ بخاری، ایک عرب شاعر نے جو اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

حلیم اذا علم زین اھلہ علی لہ عند اللہ ومحب
کو میرا مومن اس وقت تک بڑا حلیم اور بڑا رجا ہے جب تک کہ علم باعش ذینت ہو لیکن دشمن کے مقابلہ میں بڑا خوفناک ہے۔
تو کائنات حقیقت کا ارشاد بھی سنئے۔

اگر ہو نرم تو شیران غائب ہے نہ کہ اگر ہو نرم تو رینا منہ لال تادی
دل ایمان کی باہمی محبت اور وابستگی کا یہ حال ہے کہ جب آتش ملنے لگتی ہے تو انہیں کی طرح پہلو پہا کر کھل نہیں جاتے۔
کہہ مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إذا التقى المشلمان و
تصافحا وحمدوا اللہ وشتتوا غفر لھما۔ یعنی جب دو مسلمان ملیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اپنے رب کی تعریف کریں
اور اس سے مغفرت طلب کریں، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بخش دیتا ہے۔

اس موقع پر علامہ آلوسی کی اس عبارت کا مطالعہ بھی فائدہ سے محال نہ ہو گا: ملکہ کئی شہادت دور ہو جاتی ہے۔
واھا ما اعتاد الناس بعد صلواتی الصبح والعصر فلا اصل لہ ولكن لا بأس بہ فان اصل المصافحة سنة
وکونہم محافظین علیہا فی بعض الاحوال ومفراطین فی کثیر منها لا ینخرج ذلک البعض عن کونہم من المصافحة التي
ورد الشرع باصلها وجعل ذلک العزم من عبء السلام فی قواعدہ من البدع المباحة۔ (ذروہ العالی)
ترجمہ: یعنی ہم اسے ہاں لوگوں کی عادت ہے کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے لیکن ایسا
کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے۔ بعض حالات میں اس کی پابندی کہ اس میں غلو اس کو مسنون مصافحہ سے خارج نہیں۔
کویتا چنانچہ شیخ الاسلام عز بن عبد السلام نے اپنی کتاب القواعد میں اسے بہت مباح شہد کیا ہے۔

تَرَاهُمْ رُكْعًا سُبِّحًا اِيْتَعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سَيِّمًا هُمْ

تو دیکھتے ہیں کہیں رکوع کہتے ہیں کہیں سبوح کہتے ہیں طلبِ فضل اور اس کی رضا کے لئے ان لوگ ایمان و عبادت

فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثْرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ

کی علامت ان کے چہرہ و لہجہ سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے مثلاً یہ ان کے اوصافِ قورات میں مذکور ہیں نیز ان کی صفات

اس سے واضح ہو گیا کہ امت میں مروجہ ایسے اعمال ہی کی اصل ترسنت سے ثابت ہے ان کو کس خاص وقت پر تمام پابندی سے ادا کیا جائے تو اس میں کوئی قیامت نہیں بلکہ ہر وقت کہہ کر امت میں فساد و انتشار پیدا کرنا قرینِ دانشمندی ہے۔ ان کے بعد زور و شریف، قیامت جہان کے بعد و ما و غیرہ اسی قسم کے مسائل ہیں۔

مثلاً اپنے رب کریم کی عبادت میں ان کے ذوق و شوق کا یہ عالم ہے کہ جب بھی تم انہیں دیکھو گے انہیں اپنے رب کی عبادت میں مصروف پائو گے۔ کبھی وہ حالتِ رکوع میں بچے سبحان ربی العظیم کا ورد کر رہے ہوں گے کبھی اس کی بارگاہِ تقدس میں اپنی جبینِ نیاز کے سبحان ربی الہ علی کہہ کر اپنی بندگی اپنی نیاز مندی اور اپنی عاجزی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اپنے مولا کریم کی بندگی اور کبریائی کی گواہی دے رہے ہوں گے۔

تَلْعًا زَالِجٌ كِي مَحْجَبٍ مُّجْتَدَا سَاجِدَةٍ كِي مَحْجَبٍ

مثلاً دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں ان کا شیر کی طرح گر جانا اور اپنے دینی بھائیوں کے لیے ان کی شہادت اور رحمتِ شب و روز رکوع و سجدہ میں محو ہونا ان تمام اعمال سے ان کی غرض کیا ہے؟ وہ چاہتے کیا ہیں؟ بتا دیا کہ دنیا اور دنیا کی دہشتگیوں کو تو انہوں نے اپنے دامن سے گرد و غبار کی طرح بھاڑ دیا ہے۔ وہ صرف اپنے خداوندِ کریم کے فضل کے طلبِ گد ہیں اور اس کی رضا و خوشنودی کے متعلق۔ اس کے سوا انہیں نہ کسی چیز سے سروکار ہے اور نہ کوئی خواہش و آرزو۔ خود سچے جس جماعت کے مقاصد جس کی تائید اور آرزو میں سٹ کر اس ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائیں اس جماعت سے پاکیزہ تر، مبارک تر کوئی جماعت ہو سکتی ہے اور کیا ایسے افراد کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے؟

مثلاً سینما کا سنی علامت ہے یعنی تصویروں کی اس جماعت کو پہچاننا مشکل نہیں۔ ان کے چہروں پر لڑ بھائیوں کے جلوے صاف دکائی دیتے ہیں۔ دیکھنے والا دیکھتے ہی انہیں پہچان لیتا ہے کہ یہ آخری نبوت کے پروردہ ہیں، یہ مجاہدِ رسالت کے فیض یافتہ ہیں۔ ان کے عینِ اعمال کا نگار اور ان کے ظہور کی پاکیزگی اور رُوح کی طہارت و دل کی سب سے ساختہ اپنی طرف کی گئی رہی ہے۔

سینٹی سے مراد وہ گناہیں جو عام طور پر پیشانی پر نمودار ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عبادت یوں ہوتی۔ سینما فیم جنہا بہنم۔ ان کی پیشانیوں پر نشانیاں۔ بلکہ اس سے مراد وہ نورِ باطن ہے جو ان کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے۔ علامتِ انورسی کہتے ہیں کہ مجاہد سے دریافت کیا گیا کہ کیا اس سینما سے مراد وہ نشان ہے جو پیشانی پر ظاہر ہوتا ہے۔ فرمایا نہیں۔ بسا اوقات اونٹ کے گھسنے کے برابر یہ نشان کسی شخص کے ماتھے پر ہوتا ہے اس کے باوجود اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے

فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ

انجیل میں بھی یہی درجہ ہیں۔ شطہ یہ سحاب ایک کیشت کی مانند ہیں جس میں شہنشاہ اپنا پٹا لٹکا کر تخت پر اُٹھتے ہیں۔ اس کو چرہ مضبوط ہوگی۔ چہرہ صاف ہوگا۔

عبدالعزیز کی سے منقول ہے کہ اس سے مراد وہ لاغری اور زردی بھی نہیں بلکہ اس سے مراد وہ ہے جو عبادت گزاروں اور شہنشاہوں کے باطن سے ان کے چہروں پر عکس ہوتا ہے خواہ وہ مابذنی اور جشی کیوں نہ ہو۔ لکنہ مؤید یطہر علی وجوہ الملہدین یبد و من باطنہم علی ظاہرہم۔ ولو کان فی زنجی او حبشی۔ (روح المعانی)

طہر بن کثیر نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے:

قال بعض السلف من كثرت صلواته باللیل حسن وجهه بالنهار کہ بعض بزرگوں نے فرمایا جو اوقات کے وقت کثرت نماز پڑھتا ہے دن کے وقت اس کا چہرہ بڑا دلکش ہو جاتا ہے۔ حضرت جابر سے یہی الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہیں لیکن ابن کثیر کہتے ہیں۔ والصحيح انه موقوف وقال بعضهم ان تحسنة نور في القلب وضياء في الوجه وسعة في الرزق ومحبة في قلوب الناس۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کرنے سے دل میں ایک نور چہرے میں پمک رزق میں فراخی اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ ما اسز لحد مسريرة الا ابداه الله تعالى عمل صفحات وجهه وقلقات لسانه۔ یعنی جو شخص کوئی کام نپچ کر بڑی رانداری سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے شہرے چہرے اور اس کے کلام میں نمایاں کر دیتا ہے۔

حضرت امام مالک سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب نصاریٰ نے ان صحابہ کرام کو دیکھا جنہوں نے شام کا مکھ فتح کیا تو وہ کہہ اٹھے۔ والله لهنؤلاء خیر من الخواریتین۔ خدا کی قسم! یہ لوگ صلی علیہ السلام کے حواریوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ شطہ اُم الفتن جو ہماری مثال کے قہر کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ مثل الشيء ایضا صفة مصراع یعنی مثل کے دوسرے معانی کے لئے وہ ایک یہ معنی بھی ہے کہ کسی چیز کی صفت و حالت کو مثل کہتے ہیں۔ قال ابن سیدہ ومنه قوله تعالى مثل الجنة التي وعد المتقون۔ وقال ابو اسحاق معناه صفة الجنة۔ (تاج العروس / لسان ابن سیدہ) کہتے ہیں کہ اس آیت میں بھی مثل کا معنی صفت ہے۔ ابواسحاق سے بھی یہی معنی منقول ہے۔

اب آیت کا مفہوم ہوگا کہ میرے رسول کے صحابہ کے بعد اوصاف اور صفات میں جو ثورات اور انجیل میں مذکور ہیں۔ بعض نے ثورات پر وقف کیا ہے۔ ان کے نزدیک مثلاًہم فی الانجیل کا تعلق لگے جملہ کزروج سے ہے۔ یعنی یہ تو وہ اوصاف میں جو ثورات میں مذکور ہیں۔ انجیل میں ان کی جو صفت بیان کی گئی ہے اس کا ذکر کزروج اخرج سے ہو رہا ہے۔

لہ آیت کے اس حصہ میں جو مشکل الفاظ ہیں پہلے ان کی وضاحت ضروری ہے۔

نزع، بر فضل زمین عھاگتی ہے اسے زرع کہتے ہیں۔ الزرع نبات کل شئی یخرج من لسان ایساں مراد ایک بال یا

عَلَىٰ سُوْقِهِ يُعْجَبُ الزُّرَّاءُ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اپنے تھے پر اس کا جو بن، خوش کر رہا ہے ہونے والوں کو سستہ تاکہ آتش غیظ میں جلتے ہیں نہیں دیکھ کر کفار سستے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان

انگوری ہے جو پہلے نمودار ہوتی ہے۔ قال مقاتل ہونیت واحد۔ (قرطبی)

شطاًء: فساد و اولادہ (قرطبی) والشطأ: فروغ المزروع (عائنی) جو بچیاں پودے کی بیڑوں سے پھوٹتی ہیں۔
آزیدہ: اعانہ و قواد قال الحسن رؤس العالی کسی چیز کی امانت کرنا اسے مضبوط و مستحکم بنادینا۔ آزراکان مل شطاً اور
ذخیرہ کا مرجع زرع ہے۔ یعنی وہ پہل بال تنہا اور کمزور تھی اس کے پہلو میں اسی کی جڑ سے جو آزاد بچیاں نکل آتی ہیں انہوں نے اسے مضبوط و
مستحکم کر دیا ہے۔ استغلظ: موٹا ہونا یعنی وہ بالی جو پہلے لاغرا و کمزور تھی کھل پوجو سہا سہ کے قابل نہ تھی۔ نہ کا مولیٰ مجھ کا اسے دہرا کر دیتا
تھا۔ اب اس کی کمزوری باقی نہیں رہی وہ دبیز اور موٹی ہو گئی ہے۔ فاستوی: امید کا کھڑا ہو جانا۔ سوق: جمع مساق: پھٹل یعنی تنہا۔
یُعْجَبُ: خوش کرنا۔

اس فعلی تشریح کے بعد آیت کا مضموم بالکل واضح ہے۔ یعنی ابتدا میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہایت بعد میں
صحابہ نے حضور کی دعوت کو قبول کیا۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اسلام ایک تناور اور مضبوط درخت بن گیا۔
حقانیت کی شہادت دیاں بھی اسے گزند نہیں پہنچا سکتیں۔

۳۱۱ اسلام کے چمن کو برابر آباد کیا کہ کشت ایمان کو سرسبز و شاداب دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا رسول خوش ہے کہ اس کی مساعی بار آور
ہو میں اس کی گوششیں کامیاب رہیں۔ ہر سست توحید کا اہل پھیلا بار بار ہے۔ بجز در میں لا الہ الا اللہ کی حد میں گونج رہی ہیں۔ استجاب
اور تشدد کی جن آہنی زنجیروں میں انسان بکڑا ہوا تھا وہ ایک ایک کے ٹوٹ رہی ہیں۔ انسان نے اپنی جہالت اور کیم فہمی کے باعث جتنے
اور جس قسم کے بت کسے بنائے تھے وہ ایک ایک کر کے جو بنزد میں ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول یہ نہانا منظر دیکھ کر اور نورانی
فرشتے اس بابرکت انقلاب کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ لیکن کفار کے گھروں میں صفاً بچھڑی ہے جو لوگ جبر و تشدد سے انسانیت کی
نزہت کیا کرتے تھے اور خوشی سے اس پر تالیاں بجا یا کرتے تھے اسلام کی کامیابی پر دعا تیش حد میں مل رہے ہیں۔ ان کے چہروں پر ہانپاں
اڑ رہی ہیں۔ ان کے غیظ و غضب کا عالم قابل دید ہے۔

۳۱۲ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے علوم و محبت، جذبہ بانفردشی، عبادہ حق پران کی استقامت
اور عزیمت دیکھ کر اس کا رسول آسودہ ہے اور کفار ان ایمان افروز مناظر کو دیکھ کر جل جہنم جلتے ہیں۔ آج بھی صحابہ کرام سے محبت و حقیت
ایمان کی ملاست ہے اور ان سے کینہ و عداوت ان کی بدگوئی اور نفیبت ان کے حیرت انگیز کارناموں کا انکار ہی لوگ کرتے ہیں جن
کے دلوں میں کھوٹ ہو چکا ہے، جن کو اسلام کی ترقی سے ذہنی اذیت پہنچتی ہے، جو حضور کی شان جہنم علیہ السلام کے فیض عام کی دستوں اور گیرائی
کو سننے کی تاب نہیں رکھتے یہی لوگ ان پاکیزہ بستیوں پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتے ہیں جن کی تعریف سے قرآن کریم مجرا ہوا ہے،
جن کے علوم و ایمان کا معنی شاہرہ خود اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

أَمِنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٦٤﴾

لے آئے اور نیک اعمال کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجرِ عظیم کا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہو گا جن کے دلوں میں صاف پیر کا نام کو بغض و فد ہو گا۔ اس لیے حضورؐ نے پہلے ہی اپنی امت کو اس گروہ کی شہ آگیزیوں سے آگاہ کر دیا چند اذیت آج بھی سامعت فرمائیے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تَسْبُوا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ فَإِنَّهُ يَنْتَقِلُ بِكُمْ إِلَى مَا يَنْتَقِلُ إِلَيْهِمْ
أَحَدِهِمْ وَلَا يَنْصَقُ (متفق عليه)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو بڑا بھلا نہ کہا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی انہیں پھانکے برابر بھی سونا غریب کہے تو ان کے ایک پیہان کے برابر بھی نہیں ہو سکتا، بلکہ نصف پیہان کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الله الله في أصحابي. الله الله في أصحابي لا تتخذوهم غر ضامن يؤذي
فمن أحبهم أحبني ومن أبغضهم أبغضني ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله فيوشيه
أن يأخذوه (ترمذي)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنالینا۔ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے میرے بارے میں اس کے دل میں جو بغض ہے اس کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے جس نے میرے صحابہ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس کے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی جو اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

شیخ الحداد موسیٰ رشیدیؒ اپنی تفسیر البیان میں کہتے ہیں۔ لیغیظ بہم الکفار معناه لیغیظ بالنبی واصحابہ اکثر
والشُرکین کفار اور مشرکین نبی اور اس کے صحابہ کو دیکھ کر غصہ کرتی قوم کہلاتے ہیں۔

جو لوگ کسی غلط فہمی کے باعث صحابہ کرام کے بارے میں سوادِ ظن میں مبتلا ہیں انہیں چاہیے کہ لیغیظ بہم نگنار کے بدلے میں خورکین اور ان ارشاداتِ رسالتِ مصلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غور سے پڑھیں۔

لکھ اس سورہ طہ کی مشترکات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی تعریف و توصیف کی ہے۔ آخر میں وعدہ اللہ کے کلمات طہیت سے انہیں مغفرت اور اجر عظیم کا ثرہ جانفزا سنایا ہے۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ گروہ جو ان خصوص انعامات سے بہرہ ور ہوا۔ اہل صاعب بین و کامل ہے وہ نبی جس کی سس اور توجیر یا مٹی سے خاک کے ان ذروں کو مڑوا کر تابانی نصیب ہوئی، لیکن بعض لوگوں کے دلوں میں اسلام سے صداقت کی خبریں اتنی گہری ہیں کہ وہ حق سننے اور حق قبول کرنے سے گریزاں ہیں۔ چنانچہ اس آیت سے بھی انہوں نے صواب کی تقیص کا پہلو نکال لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس آیت میں منہم کا لفظ ہے

اور یہ من بعضیہ ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ ابن عربیہ میں ماضی سب صحابہ کے ساتھ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ نہیں بلکہ بعض کے ساتھ ہے۔ ایک حق پرست کے نزدیک یہ قول از قسم خرافات ہے۔ ورنہ اس شدت کی بہت سی آیات پر خطائیں کھینچنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دلوں کے غلوں کی گواہی دی ہے۔ ان سب پر اپنی جناب سے تسکین و طمانیت کے نزول کی خبر دی ہے۔ ان سب کو اپنی رضا سے خوش رکھا ہے۔ اس سورت کی آیات ۴۰ - ۵۰ - ۱۸ - ۲۶ اور ۲۸ کا وہاں مطالعہ کریں۔ ان کی ہر ذرہ مٹائی آپ پر آشکارا ہو جائے گی۔

اگر من تحت تبیض کے لیے ہوتا قرآن کا یہ امر ارباب تہمت، لیکن یہ فقط چودہ مختلف معانی پر دلالت کرتا ہے۔ محل اور موقع کی مناسبت سے اس کا معنی متغیر کیا جائے گا۔ صاحب تاج العروس کہتے ہیں۔ ومن بالکسر حرف خفض یاتی علی اربعة عشر وجہا الاول لا بداء الغایۃ . . . والثانی للتبیض والثالث لیبیان الجنس الخ کہ من حرف باب ہے۔ اس کے استعمال کی چودہ صورتیں ہیں ابتداء تبیض اور بیان وغیرہ۔

اس آیت میں منہم کا جن زمین کے لیے ہے۔ جس طرح نازل من القرآن ماضی و شفاء میں من تبیض کے لیے نہیں بیان کے لیے ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بعض قرآن تو شفاء ہے اور بعض شفاء نہیں۔ اسی طرح فاجتنبوا الرجس من الذوات میں من بیان کے لیے ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بعض جہوں کی پرستش سے باز آؤ اور بعض کی پوجا کرتے رہو۔

خود شیعہ مفسرین نے بھی میں کو بیان یہ لکھا ہے۔ شیخ الحدیث طوسی اپنی تفسیر البیان میں لکھتے ہیں۔ منہم قیل انہ بیان یخصہم بالوعدہ ون غیرہم۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۳۳) بطور تحف اشرف، یعنی من بیان کے لیے ہے یا وعدہ مغفرت اور اجر عظیم صرف صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ نہیں۔ خلاف اللہ کا شان اپنی تفسیر منہم العاصیہ جلد ۸ صفحہ ۳۹۹ پر لکھتے ہیں۔ ومن از بلکہ بیان است از قبیل فاجتنبوا الرجس من الذوات میں من تبیض ہے اسی طرح میں کو بیان یہ ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں عمرو بن حبیب محدث ایک روایت خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک مسئلہ پر بحث شروع ہو گئی۔ ایک شخص نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث پیش کی۔ دوسرے فریق نے اس حدیث کو صحیح مانتے سے انکار کر دیا اور کہا ہم ابوہریرہؓ کی روایات کو نہیں ملتے کیونکہ یہ متہم ہے عمرو بن حبیب کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ہارون بھی انہی کی طرف مائل ہے۔ ہارون کی تائید کرنے لگا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرت ابوہریرہؓ روایت احمدیث میں شہادہ پتے ہیں۔ ہارون نے نشنہ ک نفروں سے میری طرف دیکھا۔ میں وہاں سے اٹھ کر گھر چلا آیا مابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ کا خاص اہلی دروازے پر کھڑا ہے۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے کہا اجب امیر المؤمنین اجابۃ مقتول وتحتط وتکفون۔ فوراً امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو۔ تجھے قتل کیا جائے گا اس لیے کہ میں نے اپنی لاد و خوشبو لگا کر۔ میں نے یہ سنا تو بارگاہ الوہی میں عرض کی میرے

لب: تو بات کہ ہے کہ میں نے تیرے نبی کے صحابی کا دفاع کیا ہے۔ اس طرح تیرے نبی کریمؐ کی شان کو بلند کیا ہے۔ الہی! مجھے ہارون کے شر سے بچانا۔ یہ دماغی اور ہارون کی طرف روانہ ہوا وہ زندہ بھاگ کر کسی پریشا ہوا تھا۔ اس نے اپنی آستینیں چٹھائی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں نکل کر تھی اور اس کے سامنے لٹ کر پڑے گا کھڑا بچا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر بولا اے عمرو! میری بات کو آج کھنکھائیں گے کسی نے

روئیں کیا جس طرح تو نے کیا۔ میں نے کہا امیر المومنین! میں نے صرف اس بات کی تردید کی ہے جس سے شان رسالت پر حرف آتا تھا اور حضور کی لاف ہوتی شریعت کی توہین ہوتی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور کے صحابہ مجبوث ہو کر کہتے تھے تو شریعت باطل ہو جائے گی۔ نماز، روزہ، طہار، نکاح اور حدود کے بارے میں جتنے احکام ہیں سب مرد و عورتوں پر قبول نہیں ہو سکتے۔ میری یہ بات سنی کریں معلوم ہوا کہ ہارون کو ہوش آگیا۔ اس کا فتنہ کا فر ہو گیا اور مجھے کہنے لگا۔ اچھی سنتی یا عمرو بن حبیب! حیا کا اللہ۔ اے عمرو بن حبیب! تفسیر ازیہ روزہ کر دیا۔ اللہ تجھے سلامت رکھے۔ پھر دس ہزار دینار بطور انعام مجھے پیشہ کا حکم دیا۔ (قرطبی)

آخر میں حضور رسالت کا صلہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اگر اسی پیشہ کے کہ اس سورہ پاک کا اتمام کرتا ہوں۔

روی عوییم بن ساعدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله عز وجل اختارني واختار لي اصحابي فعمل لي منهم وزراء واختارنا واصحابنا فمن سبهم فسيب لعتة الله والمنحة والى من اجمعين ولا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عددا. (قرطبی)

عرویم بن ساعدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب مخلوقات سے اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور پھر میرے لیے اصحاب کا انتخاب فرمایا۔ ان میں سے میرے لیے وزیرہ و امراء اور شہساز بنائے۔ پس جس نے ان کو برا بھلا کہا پس اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ ان سے کوئی معاف نہ کرے اور کوئی بدلہ قبول نہ کرے گا۔



اللهم لك الحمد على جلالك وعكبرياتك ولك الشكر على ما سبقت علي من توفيقاتك ونعماتك استلكت فضلك ورضوانك واشتكت بصفاك الجميلة والجليلة وبلغناك الحق ان تصلي وسلم وتبارك على سيد الانبياء وكيف الوري جيبك ونبيك وصفيت مني ومولا في وقرة عيني ونور قلبي ووسيلتي في حضرة محمدا وعلى اله واصحابه ومن تبعه باحبه اتي يوم الدين فاطر السموات والارض انت ولي في الدنيا والاخرة توفيقا مسلما والحقن بالصالحين رب اجعلني متقيا الصلوة ومن فديتني ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفر لي ولوالدي والمؤمنين يوم يقوم الحساب۔

تعارف

سورة الحجرات

نام : اس سورہ مبارکہ کا نام الحجرات ہے۔ یہ کمر آیت ۱۱ میں مذکور ہے۔ اس میں دو رکوع ۱۱ اشارہ آیتیں تین صد پچیس کلمات اور ایک ہزار چار سو پچتر عودت ہیں۔

زمانہ نزول : حضرت حسن بصری، قتادہ، عکرمہ اور دیگر علمائے نزدیک یہ ساری سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ باقی آیات مدنی ہیں۔ صرف آیت ۱۱ کہ کرمہ میں نازل ہوئی لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔

آیت ۱۱ اس وقت نازل ہوئی جب بنی تمیم کا وفد شرف باریاہی حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ وفد نے حضور کی آمد کا انتظار کیا۔ مجرے کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینے لگے کہ باہر آئیے، باہر آئیے۔ ان کو نہیں کہنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ کتب سیرت کے مطابق یہ وفد شہر میں آیا تھا۔ اس سے پہلے کہ یہ سورت مدنی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ نیز آیت ۱۱ میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کا تعلق ولید بن عتبہ بن ابی معیط سے ہے اور وہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا تھا۔

مضامین : اس سورہ مبارکہ کی آیتوں کی تعداد اگرچہ صرف اٹھارہ ہے لیکن اس میں نہایت اہم موضوعات بیان کیے گئے ہیں جن پر اعتقاد، اخلاق، سیرت اور کردار کا عمل تعمیر کیا جاسکتا ہے اور جن کی برکت سے معاشرے میں انسان محبت اور ایثار کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔

سے پہلے بارگاہ رسالت کے ادب و احترام کے بارے میں حتیٰ احکام صادر فرمائے صاف صاف بتا دیا کہ کان کھول کر سن لو، اگر تم نے گستاخانہ لہجے میں میرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ واقعہ میں اپنی آواز بھی اونچی کی تو عمر بھر کے اعمال مسکونیت و نابود ہو جائیں گے۔ میرا پیارا رسول آرام فرما ہو تو باہر کھڑے ہو کر آوازیں مت دو، بلکہ خاموشی سے انتظار کرو۔ جس وقت حضور تشریف لائیں، اس وقت اپنی معروضات پیش کرو۔ مختلف طریقوں سے بارگاہ نبوت کے لوہے احترام کا نقش لوح دل پر ثبت فرمایا تاکہ نبولے سے بھی کوئی مومن یہ گستاخی نہ کر بیٹھے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو بتایا کہ اتنے سادہ لوح بھی نہ بن جاؤ کہ جس کسی نے کوئی بات کہہ دی، فوراً اسے چلے باندھ لیا اور اس پہ اپنے رذیل عمل کا اظہار کر دیا۔ جب بھی کوئی غیر معتبر آدمی کوئی بات آکر بتائے تو پہلے خوب چھان بین کر لیا کہ وہ پھر کوئی قدم اٹھایا

کر وہ روز شدہ مذمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضور کے صحابہ کے بارے میں صراحتہ اعلان کر دیا کہ ہم نے ایمان کو ان کا محبوب بنا دیا ہے اور ان کی آنکھوں میں اسے یوں آراستہ کر دیا ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر کسی غیر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ کفر و فسق کی نفرت اور بغض ان کے دل میں یوں پیدا کر دی ہے کہ وہ اس کی طرف مائل ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جن نفوس قدسیہ کی حالت کلام الہی میں ان نورانی الفاظ سے بیان کی گئی ہوائے ایمان کے بارے میں شک کرنا اور ان کے دامن عمل پر کچھ اچھالنا بے محنتی اور محرومی کی انتہا ہے۔

انسانی معاشرے میں تعلقات کا کیدہ ہو جانا قطعاً بیدار انسان کا نہیں۔ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے اور اہل ایمان کے دیگر وہ آپس میں دست و گریبان ہو جائیں تو دوسرے مسلمانوں کو خاموش تماشا بننے کی اجازت نہیں بلکہ انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور ان کے درمیان صلح کرادیں اور اپنا پورا اثر و رسوخ بھی استعمال کریں۔ پھر بھی اگر ایک فرقہ صلیح پر آمادہ نہ ہو تو اس کی امداد کریں جو حق پر ہے۔

آیت ۱۱ میں تصریح کر دی کہ مومن زمین کے کسی گوشہ میں آباد ہو کوئی پوری برتاؤ کسی بھی نسل سے متعلق ہو جب وہ اس دین کو قبول کر لیتے ہیں تو وہ اخوت اسلامی کے رشتے میں پرو جاتا ہے۔ بیگانگی اور معائرت کے سارے حجابات یکھت اٹھ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اسلامی معاشرے کو صحت مند بنیادوں پر استوار کر کے ترقی اور خوش حالی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے اس لیے ان تمام باتوں سے سختی کے ساتھ روک دیا جو دلوں میں نفرت، حقارت، حسد اور عداوت کی تخم ریزی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، ایک دوسرے کی عیب جوئی اور کتہ چینی کرنا، چٹل کھانا، ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرنا وغیرہ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے دل ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں اس لیے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ ان چیزوں سے دور رہیں۔

آیت ۱۲ میں ان تمام باطل امتیازات کا قلع قمع کر دیا جو انسانی معاشرے کو رنگ، نسل، زبان، دولت وغیرہ کی بنیادوں پر متحارب گروہوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ انہیں بتا دیا کہ تم سب آدم و حوا کی اولاد ہو اور تمہاری قدر و منزلت کا معیار دولت، حکومت وغیرہ نہیں بلکہ تمہارا تقویٰ ہے جو زیادہ متقی ہوگا اللہ تعالیٰ کی جناب میں اسی کا مقام بلند ہوگا۔

یہ آیت اسلام کے معاشرے کی خشتِ اذل ہے۔ جو باطل امتیازات کن بھی بڑی بڑی ترقی یافتہ قوموں کو آپس میں دست و گریبان کیے ہیں اسلام نے اس ایک حکم سے ان تمام کو طیاسیت کر کے رکھ دیا۔

آخر میں بتا دیا کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں جو دین اسلام کو قبول کرتے ہیں وہ اسلام پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہے کہ اس نے اس دین حق کو قبول کرنے کی انہیں توفیق عطا فرمائی۔

سورة الحجرات يَكْنِيَتْ وَهِيَ ثَمَانِي عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا ثَلَاثُونَ كَلِمَةً

سنو واٹوات مٹی ہے اور اس کی انٹارو آہٹیں اور دو رکوت ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

افند کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْعُدُوا بِمُؤَايَاتِنَا إِلَهِكُمْ وَرَسُولَهُمْ وَاتَّقُوا

اسے ایسا ن والا! لے آئے نہ بڑھا کر د اند اور اسی کے رسول سے ٹھہا اور فرماتے رہا کرو

اے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ اس سے پہلے سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مكرم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام عالی اور شان رفیع بیان فرمائی کہ یہ وہ رسول ہے جس کی رسالت کے ہم گواہ ہیں۔ جس کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اس کے نظام ان منغلات علیہ سے موصوف ہیں جن کا ذکر خیر سابقہ آسمانی کتب میں بھی موجود ہے اس سورت میں اس رسول ذی شان کی عزت و تکریم کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ادب و احترام ہم کے انداز سکھائے جا رہے ہیں۔ چونکہ ادب ہم کو دل میں تعظیم ہوگی۔ تعظیم ہوگی تو اس کے بر حکم کی تعمیل کا جذبہ پیدا ہوگا۔ جب تعمیل حکم کی غور و خجہ ہوگی تو محبت کی نعمت مرحمت فرمائی جائے گی اور جب محبوب خدا و مبدء الابدال کے مشق کی شیعہ فردناں ہو گئی تو ہم کبریاں تک پہنچنے والا سارا راستہ مستور ہو جائے گا۔

۱۔ ادب و احترام کے درس کا آغاز لَاتَقْدِرُ مَوْلَا سے فرمایا جا رہا ہے۔ ملازم ابن جریر کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے پیشوایا امام
کما ارشاد کے بغیر خود ہی امر و نہی کے تغاذ میں جلدی کرے تو عرب کہتے ہیں کفلا ن یقدم بین یدی امامہ۔ یعنی ظلالِ شمس اپنے ہم کے
آگے آگے چلتا ہے۔ ملازم ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ سے اس جملہ کی تفسیر ان العزیز فی نقل کل ہے۔ عن ابن عباس لا تقولوا خلف
الكتاب والسنة۔ کہ کتاب و سنت کی خلاف ورزی مت کرو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے رب نبی کریم اور اس کے رسول کریم کے ارشاد کے علی الرغم کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے۔ جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو وہ اس امر کا بھی اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ آج کے بعد اس کی خواہش اس کی مرضی اس کی مصلحت خدا اور اس کے رسول کے حکم پر ملتا مل جاتا ہے۔

یہ ارشاد فقط اہل ایمان کی شخصی اور انفرادی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی کو بھی محیط ہے۔ نہ کسی فرد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو کتاب و سنت کے متصادم ہو اور نہ کسی عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کا حکم شرعی کے برعکس کوئی فیصلہ کرے۔

اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَابَكُمْ

اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ سب کچھ سننے والا بہتے والا ہے۔ اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

نبی کریم کی آواز سے سہ اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔

لا تقد مواہین بیدی اللہ ورسولہ کے مندرگات میں معافی و خطاب کا بحر بیکراں موجزن ہے۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ لا تقد مواہین ہے لیکن اس کا مفعول نہ کو نہیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اس کے بارے میں حکم کی خلاف ورزی ممنوع ہوتی۔ مفعول کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ کوئی عمل ہو کوئی قول ہو نہ مگر کسی شے سے اس کا تعلق ہو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد سے انحراف ممنوع ہے۔ نیز اگر مفعول ذکر کیا جاتا تو سامع کی توجہ ادھر بھی مبذول ہو جاتی۔ اس کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ تمہاری تمام تر توجہ نہ لا تقد مواہ کے فرمان پر مرکوز ہونی چاہیے۔

زمنشری کہتے ہیں۔ احد هما ان یحذف لیست اول کل یقع فی النفس مما یقدم والشافی ان لا یقصد قصد مفعول ولا حذفہ ویتوجہ بالنہی الی نفس التقدّمہ رکشاف،

سہ اس آیت طیبہ میں بھی بارگاہ رسالت کے آداب کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ سابقہ آیت میں بتایا کہ قول و عمل میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سبقت نہ کرو۔ اب گفتگو کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں وہاں شرف باریابی نصیب ہو اور ہیکلامی کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو یہ خیال رہے کہ تمہاری آواز میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے۔ جب سامع ہو تو ادب و احترام کی تصویر بن کر سامع بن دو۔ اگر اس سلسلہ میں تم نے ذرا سی غفلت برتی اور بلند پروازی سے کام لیا تو سارے اعمالی حسنہ بھرت، جہاد، جہاد و غیرہ تمام کے تمام اکورت ہو جائیں گے۔ پہلی آیت میں بھی۔ یا ایہذا الذین امنوا سے خطاب ہو چکا تھا۔ یہاں خطاب کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن محاطہ کی نزاکت اور اہمیت کے پیش نظر دوبارہ اہل ایمان کو یا ایہذا الذین امنوا سے خطاب کیا۔ انہیں گنجشور اور بتایا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس پر زندگی بھر کی طاعتوں، نیکیوں اور جنات کے مقبول و ناجہل ہونے کا انحصار ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت فاروقؓ نے آہستہ آہستہ کلام کہنے کو اپنا معمول بنالیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ قرآن نازل فرمایا میں تادم واپس حضورؐ سے آہستہ آہستہ بات کر دوں گا۔ جب کوئی وفد حضورؐ سے ملاقات کے لیے مدینہ طیبہ پہنچا تو حضرت صدیق اکبرؓ ان کی طرف ایک خاص آدمی بھیجتے جو انہیں ماضی کے آداب بتاتا اور ہر طرح ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا۔ وارسل الیہم ابوبکر من یعلمہم کیف یسلطون وایسرہم

بالسکينة والوقار عند رسول الله صلى الله عليه وسلم. (زورِ افعان)

صحابہ کرام جو پہلے ہی سراپا ادب و احترام تھے اس آیت کے نزول کے بعد مزید متطاہر ہو گئے۔ حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حدیثی طور پر بلند آواز تھے اس آیت کے نزول سے ان پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی۔ گھر میں بیٹھ سب دروازہ کو قفل لگا دیا اور دن رات زار و تظار رہنا شروع کر دیا۔ مرشدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ایک دو روز ثابت کو نہ دیکھا قرآن کے بارے میں دریافت کیا۔ عرض کیا گیا کہ ہمیں گردن راست روٹنے سے کام ہے۔ دروازہ بند کر رکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے ہماورد روٹنے کی وجہ پوچھی۔ غلامِ اطاعت ثعلبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری آواز اونچی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے۔ میری گردن میری کمر بوجھ کی کمر بوجھ ہو گئی۔ اس دن زنا قاتلے قتل دیتے ہوئے یہ مژدہ جاننا سنایا۔ اہلِ مکتبہ ان تھیں حسیدا و قاتل شہید اوتد۔ غفل الجنتہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم قابلِ تعریف زندگی بسر کرو اور شہید قتل کیے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ عرض کیا رضیت اپنے رب کی اس فرائض سے پامان ہوں پر یہ بندہ راضی ہے۔ (زورِ افعان)

مذراہ بن قیس اس حدیث کو کہنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب میلہ کذاب کے خلاف یامر کے مقام پر گھمن کا رن پڑا تو مسلمانوں کے قہر دم ڈگمگنے لگے۔ حضرت ثابتؓ اور حضرت سالمؓ نے آپس میں کہا کہ عہد رسالت میں قوم کفار سے اس شہرت نہیں لڑا کرتے تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے لیے گڑھا کھودا اور اس میں خیمہ کر دشمن پر سیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی مٹی کے دونوں نے باہم شہادت دشمن کیا اس روز حضرت ثابتؓ نے ایک شخص اور قیس زہرہ ہسن رکھ دی۔ ایک شخص آپ کی فٹ کے پاس سے گزرا تو اس نے وہ زہرہ آمار لی اور جا کر پھپھادی۔ اسی شب حضرت ثابتؓ نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا کہ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں۔ خبردار! یہ خیال نہ کرنا کہ یہ شخص خواب ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ سناؤ میں کل جب مقتل ہوا تو ایک آدمی میرے پاس سے گزرا اور میری زہرہ آمار لی۔ اس کی رہائش گاہ پناؤ کے آخری کنارہ پر ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے خیمے کے نزدیک ایک گھوڑا پھرا رہا ہے جس کے پاؤں میں ایک لمبی مٹی بندھی ہے۔ اس شخص نے میری زہرہ پر ایک دھچکپہ اٹار کر دیا ہے۔ اس کے اوپر اونٹ کا کھاد ہے۔ تم صبح حضرت خالدؓ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ میری زہرہ اس شخص سے لے لیں۔ وہ سری بات یہ ہے کہ جب تم مدینہ طیبہ پہنچو تو حضرت صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا کہ ثابتؓ پر اتنا غصہ ہے۔ وہ ادا کر دیں اور میرے غمناک غم کو آواز کر دیں۔

جب وہ شخص بیدار ہوا تو حضرت خالدؓ کے پاس گیا اور اپنا خواب سنایا۔ حضرت خالدؓ نے وہ زہرہ وہاں سے تلاش کر لی اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ثابتؓ کی وصیت کو عمل جامہ پہنایا۔ کتابِ انوار میں خوش نصیبوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے حبیبِ کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بتا سہنے کی رفعت شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

أَنْ تَحْبُطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ

(اس ہے ادبی ہے کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال کہہ اور تمہیں خبر تک نہ ہو کہ بے شب جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں

أَصْوَاتِهِمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ

کو اللہ کے رسول کے سامنے ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں کرسیاں سے اللہ نے ان کے دلوں کو

کے یہاں لام تختہ ہے اور یہ لام عاقبت کے لیے ہے یعنی اگر تم سے آواز اونچا کرنے کی بات ادبی ہو گئی تو اس کا انجام یہ ہو گا کہ تمہارے سامنے اعمال برابر ہو جائیں گے ساؤد اور بالذات یہ خطاب صحابہ کرام کو جو رہا ہے جن کا ایسا ہے نظیر جن کی قربانیاں بے مثال جن کی عبادتیں شوق و حضور میں ڈوبی ہوئی تھیں جو سربا پاکسیر و رضا تھے انہیں کہا جا رہا ہے کہ اگر تم نے میرے پیارے رسول کی جناب میں آواز بھی اونچی کی تو یہ ایسی گستاخی تصور ہوگی کہ تمہاری سب نیکیاں طیا میٹ ہو جائیں گی۔ آج جو لوگ حضور کی شان میں سرقیاد آتے ہیں حضور کے علم خدا اور پر مغز من ہوتے ہیں ادب و احترام کو ملحوظ نہیں رکھتے اپنے علم پر اپنی نیکیوں پر اور اپنے ایمان سونے لے لے و غلوں پر غرور ہیں وہ اپنے انجام کے بارے میں خود سوچ لیں۔

یاد رکھو ۵ ادب کا بیست زیر آساں از عرش نازک تر

نفس کم کردہ کی آید بنسید و بایزید اینب

۵۔ اس جملہ میں گستاخوں کی اس محدودی و پستی کا بیان ہے اس کو سن کر بھی علم و زہد کا شمار اگر نہ اتنے فضیلت و پارسائی کا علم اگر نہ اتنے قربت کی انتہا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارے سامنے اعمال غارت ہو جائیں گے سب نیکیاں طیا میٹ ہو جائیں گی اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔ تم اس غلط فہمی کا شکار ہو گے کہ تم بڑے نمازی اور نمازی ہو۔ صائم الدبر اور قائم الخیل ہو، مغرور و معزز ہو، واعظ آتش بیان ہو اور جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے اور جب وہاں پہنچو گے تو اس وقت پر چلے گا کہ اعمال کا جو باغ تم نے لگایا تھا اسے تیرے ادبی اور گستاخی کی باد صحر نے خاک سیاہ بنا کر رکھ دیا ہے اس وقت کف الطوس طو گئے سر پیو گے لیکن بے رُو واصل۔

۶۔ ہمارے اس نڈ و پٹیاں کا پٹیاں ہونا

یہ جملہ حال ہے۔ اعمالکم میں ضمیر ثانی ذوالحال ہے اور تشعرون کا مفعول مذکور ہے۔

اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے علامہ نے فرمایا ہے کہ انسان جب روزہ مقدسہ پر حاضری دینے کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو وہاں بھی آواز اونچی نہ کرے۔ جہاں ہمیشہ پاک کا درس ہو رہا ہو وہاں بھی آواز بلند نہ کرے۔ ملنے رہا تین کی خدمت میں حاضر ہو تو اس وقت بھی چل چلا کر گفتگو نہ کرے اور اپنے پیرو مشر سے بھی ادب و احترام ملحوظ رکھے۔

بارگاہ رسالت میں اگر کوئی اس طرح اونچی بولے گا جس سے خاطر خاطر کو اذیت پہنچے تو یہ منع ہے لیکن ضرورت کے وقت

لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ

تقویٰ کہیے۔ انہی کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ جسے جسٹس جوڑ پکارتے ہیں آپ کو

بند آواز سے ہونا منع نہیں۔ حضرت بذی حضورؐ کی موجودگی میں بلند آواز سے اذان دیتے تھے۔ جنگ میں بلند آواز سے نعرے لگاتے جاتے۔ جنگ عین میں حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے صبا کو بلائیں۔ حضرت حسانؓ حضورؐ کی موجودگی میں بلند آواز سے اپنے قصائد سناتے تھے۔ الغرض نیت پر انحصار ہے۔

علامہ اسماعیل متقی لکھتے ہیں۔ لیس المراد ما يقع الرفع والجهر في حرب او مجادلة معاندا او ارباب عدو وانحو ذلک فانتہ عما لا یاس بہ (رد المحتار)

اسی پر بلند آواز سے مل کر دُور و شریف یا کوئی نعمت پڑنے کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

مگر اب ان لوگوں پر اپنی مہمات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو حضورؐ کی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہیں۔ اس آیت کا مفہوم بیان کرنے سے پہلے اس کے دو لفظوں کی تشریح کرنا ضروری ہے۔

يَنْصُتُونَ : غرض البصر آنکھیں نہی کرنا۔ غرض الصوت : آواز کو آہستہ کرنا۔

الْمُتَّقِنَ : علامہ ابی عبد اللہ قرطبی نے ملکت لغت و تفسیر کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔

قال الفراء : ای اخلصها للتقویٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان با ادب حضرات کے دلوں کو تقویٰ کے لیے ناپس کر لیا ہے۔

قال الزخفش : اختصها انفس کتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ پھر فرماتے

ہیں۔ الامتنان افتعال من محنت از ویم محنا حتی اوسعتہ فمعنی امتن اللہ قلوبہم للتقویٰ وسمعا وشرعہا

للتقویٰ۔ یعنی امتنان باب افتعال ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے چڑھے کر کھلا کرنا۔ اس مفہوم کے پیش نظر آیت کا معنی ہوگا کہ ہم نے

ان کے دلوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے لیے کشادہ اور وسیع کر دیا ہے۔ وہ تقویٰ کی راہ پر پلٹے ہوئے کوئی شخص یا جو شخص نہیں کہتے۔

علامہ زخشیؒ اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک اور کلمہ پیدا کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ من قولک امتن فلان لامر کذا

وجہ رب لد ودریب للنموض بہ فہم مضطلع بہ غیر وان عنہ رکشاف یعنی جب کوئی شخص کسی چیز کا نوگر اور عادی

بن جائے اور اسے اس کی خوب مشق کرادی جائے تو عرب کہتے ہیں امتن فلان لامر کذا۔ جب کوئی شخص مسلسل ریاضت اور

مشق سے کسی چیز کا عادی بن جائے اس وقت وہ اسے بازرگراں کو آسانی سے اٹھا لیتا ہے اور اس میں کسی ضعف اور کمزوری کا

مظاہرہ نہیں کرتا۔

ان لغوی تحقیقات کے بعد اب اس آیت کو خوب سے پیسیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے محبوب کا ادب

ملحوظ رکھتے ہیں ہم ان پر تین خصوصی احسان فرماتے ہیں۔ پہلا احسان تو یہ ہے کہ ہم ان کے دلوں کو تقویٰ کا عادی بنا دیتے ہیں۔ اس

بازگراں کے اٹھانے میں انہیں کوئی دقت نہیں ہوتی۔

وَرَأَى الْحُجْرَاتِ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ

مجدوں کے باہر سے ان میں سے اکثر ناسمجہ ہیں شہ اور آرزو صبر کرتے یہاں تک کہ

دوسرا احسان یہ ہے کہ ان سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو ہم بخش دیتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ ہم انہیں اجر عظیم سے بہرہ ور فرماتے ہیں۔ مغفرت اور اجر کی تکثیر انہیں عظیم کیسے ہے اور اجر کو عظیم سے معروف کر کے اس کی عظمت میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اجر ایسا ہے جو کسی آگے نہ دیکھا نہ سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا۔ تنکیر منقذۃ واجہر للتعظیم فقہ وصف اجسر بعظیم مبالغۃ فی عظمہ وانہ لا عین رأت ولاذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر۔ زبدۃ العالی

شہ اسلام سے پہلے عرب کا خطہ جمالت وناشاستگی کا گہوارہ تھا۔ یہی مرکزی شہر میں گنتی کے چند آدمیوں کے سوا ساری بڑی معمول زشت و خوامت سے بھی تھرمتی۔ تہذیب و معاشرت کے آداب سے یہ لوگ بالکل کوہستے۔ صحرائین بدوؤں کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ تھی۔ اس آیت کریمہ میں بھی وہ آداب سکھانے جا رہے ہیں جن کا بارگاہ رسالت میں ملحوظ رکنا از حد ضروری ہے۔

ایک دفعہ بنی تمیم کا وفد جو شہر انی نفوس پر مشتمل تھا مدینہ طیبہ آیا۔ اس وفد میں زبیر بن ابی جہل وطار بن ماجہ اور قیس ابن مامہ ان کے سردار بھی تھے۔ وفد کا وقت تھا سردار عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مجرہ مبارکہ میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے حضور کی آمد تک انتظار کر اپنی شان کے خلاف کہا اور باہر کھڑے ہو کر صدائیں لگاتے گئے۔ یہاں پر حضرت اخرج علیہ السلام حضور کا نام نامی لے کر کہنے لگے کہ ہمارے پاس باہر آئیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے تو ان لوگوں نے شیخی جھانکے ہمنے کہا یا محمد ان مدحنا زین وان شتمنا شین ونحن اکرم العرب یعنی ہم جس کی مدح کرتے ہیں اسے مزین کر دیتے ہیں جس کی مذمت کرتے ہیں اس کو میوب بنا دیتے ہیں۔ ہم تمام عربوں سے اشرف ہیں۔ سچے نبی نے فرمایا کذبتم بل مدح اللہ تعالیٰ زین و شتمہ شین و اکرم منکم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابی اسیم۔

اسے بنی تمیم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدح باعث ذیلت ہے اور اس کی ہی مذمت باعث توقیر ہے اور تم سے اشراف حضرت رسول ہیں۔ پھر انہوں نے کہا ہم مذمت کی غرض سے آئے ہیں۔ چنانچہ پہلے ان کا خطیب طلحہ ابن ماجہ کھڑا ہوا اپنے قبیلے کی تعریف میں زمین و آسمان کے تلامذے طلبیے اور اپنی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثابت ابن قیس کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔ کتب نبوت کا یہ تمیز اشد جب لب کشا ہوا تو ان کے پچھتے چھوٹ گئے اور وہ سم کر رہ گئے۔

اس کے بعد ان کا شاعر زبیر بن جہل کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ حضور نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو شہ فرمایا۔ حضرت حسانؓ نے فی البیہان کے مناظر کی دجیاں بکھیر دیں اور اسلام کی صداقت اور حضور کی عظمت کو اس ناز میں بیان فرمایا کہ ان کا غرور خاک میں مل گیا۔ افرح کو تسلیم کرنا پڑا کہ ہمارا خطیب حضورؐ کے خطیب کا ہم پس ہے اور نہ ہمارا شاعر دربار رسالت کے شاعر سے کوئی نسبت رکھتا ہے۔

تَخْرِجُ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آپ باہر تشریف لے جان کے لیے بت بہتر تھا کہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اسے ایمان

اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا مخصوص کرم فرمایا اور ان کے دلوں کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیا۔ سلسلے کے ساتھ شرف ایمان ہونے۔ رحمت عالیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دگرگاہ سے انہیں ہدایت کر دیا۔
لفظ وراء کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آؤسی کہتے ہیں۔

الوراء من الموارات والاستتار وما استتر عنك فهو وراءك خلفا كان او قد احل يعني وراء موارات سے ہے۔ اس کا معنی چھپنا اور پوشیدہ ہونا ہے جو چیز تیری آنکھوں سے چھپ چکی ہوگی، غور وہ جیسے جو یا سامنے اس کو وراں کہیں گے۔ بعض اہل سنت کے نزدیک وراء اضداد سے ہے۔

شعہ ان کی اس غیر شائستہ حرکت پر سزائش کے بعد اب انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ان کے لیے بستر تیار کیا گیا ہے اور حضور کا انتظار کرتے یہاں تک کہ نبی کریم قیلولہ کرنے کے بعد خود باہر تشریف لائے۔ اس وقت وہ زیادت کی سعادت حاصل کرتے اپنے احوال جو بیان کرتے اللہ اس بحسب وجود و کرم سے سیراب بھی ہوتے۔

علامہ آؤسی رقمطراز ہیں کہ ان آیات میں بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی قباحت حیاں کرنے کے ساتھ ساتھ محاسن آداب کی بھی تعلیم دی جا رہی ہے۔ علامہ کرام نے ان آیات سے خوب استفادہ کیا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ جو جہ پاد عالم تھے فرمایا کرتے ہیں کہ کبھی کسی مشاؤ کے دروازہ پر دستک نہیں دی جکتی میں ان کا فطر رہتا۔ جب وہ از خود تشریف لاتے تو ان سے استفادہ کرتا۔
قاسم ابن سنان کوئی سے بھی اسی قسم کا قول منقول ہے۔

حضرت ابن عباسؓ معارف قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضرت ابی کے گھر جاتے تو ان کا دروازہ نہ کھلتا۔ بکنہ روٹی سے ان کا انتظار کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے معمول کے مطابق باہر آتے۔ حضرت ابیؓ کو یہ بات بڑی گراں گزری۔ کہا آپ نے دروازہ کیوں نہ کھلایا تاکہ میں فرمایا جاؤں اور آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑتی۔ آپ نے جواب میں کہا العالم فی قومہ کا لہجہ فی امتہ وقد قال اللہ تعالیٰ فی حق نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ولوانہم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیر الیہم یعنی عالم اپنی قوم میں اس طرح ہے جس طرح نبی اپنی امت میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ ولوانہم صبروا الا

اس کے بعد علامہ آؤسی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ کچھ میں پڑھا تھا اور عمر بن خطابؓ کے ساتھ اس کے ساتھ معاذرتاً راء المحمد لله علی فالت وفعی الحال

مغربی تہذیب کے بے اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شاگردوں کے دلوں سے اساتذہ کا احترام ختم ہو گیا ہے ان کے ساتھ گستاخانہ گفتگو کی جاتی ہے۔ ان پر آواز کے گئے جلتے ہیں نقیصہ تازی باقی ہیں۔ چراس پر کوئی شرمندگی محسوس نہیں کی جاتی انا

أَمْنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِمِثَالِهِ

والو! اگئے تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی غیر تمہارے کی غوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم ضرر پہنچاؤ کسی قوم کو جس میں

فُتُصِحُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نُدْمِينَ ۝ وَعَلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ

پہر تم اپنے آپ کے پہچانتا ہے مگر اور غوب جان رہتا ہے درمیان رسول اللہ شریف فرما

فرمایا جاتا ہے۔ اسی طرح بزرگوں کا احترام۔ اپنے ماں باپ کی تعظیم و تکریم کا جذبہ بھی دم توڑتا جاتا ہے۔ آج کل کے ترقی یافتہ لوگوں کا معاشرہ انسانی معاشرہ سے زیادہ حیوانی معاشرہ کی تصویر پیش کرتا ہے۔

کتیبہ اسلام کے آداب معاشرت کو اپنا میں اور دیگر اخلاق سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کریں جن کی تعلیم ہمیں اپنے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے۔

حضور کا ارشاد ہے۔ من لم یبرحہ صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ یعنی جو شخص چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی توقیر نہیں کرتا، وہ ہماری جماعت میں سے نہیں۔

۱۷۔ اس آیت کی شان نزول کے سلسلہ میں اکثر علما نے تفسیر نے یہ روایت ذکر کی ہے۔ ابو مصطلق کا سردار عاریث ابن ابی العزیز بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ حضور نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو اس نے اسے ہی قبول کر لیا اور عرض کیا کہ میں واپس اپنے قبیلہ کے پاس جاتا ہوں۔ انہیں اسلام کی دعوت دوں گا جن لوگوں نے یہ دعوت قبول کی ان سے زکوٰۃ بھی وصول کروں گا آپ نماں وقت اپنا کوئی آدمی بیچ دیں جو جمع شدہ زکوٰۃ وصول کرے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت مقررہ پر قرئید ابن عقیب ابن ابی غنیطہ کو نبی مصطلق کی طرف بھیجا تاکہ وہ زکوٰۃ وصول کرے۔ زمانہ جہالت میں ولید کے ذہن ان کا ایک قتل تھا۔ اسے حدیث ہوا کہ مبارک وہ اسے قتل کر دیں۔ وہ راستے سے لوٹ آیا ادا کر خبر دی کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ وہ میرے قتل کے ورپے ہو گئے تھے مشکل سے جان بچا کر یہاں پہنچا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس کی یہ بات سنی تو حضرت خالد کو ایک دستہ کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ اپنے حقیقت حال معلوم کر لیں پھر کوئی کارروائی کرنا۔ جلد بازی سے کام نہ لینا۔ امیر وہاں یتشبت ولا یجبل۔ (قرطبی)

حسب ارشاد حضرت خالدؓ رات کے وقت وہاں پہنچے۔ خود ان کے ملاقات سے باہر نپاؤ کیا اور اپنے جاسوس بھیجے تاکہ ان کے احوال پر آگاہی حاصل کریں۔ انہوں نے آگاہی دی کہ وہ اسلام پر توجہ ہیں۔ ہم نے ان کی اذانیں سنی ہیں اور ان کو باجماعت نماز ادا کرتے دیکھتا ہے۔ حضرت خالدؓ جمع کے وقت ان کے ہاں گئے اور اپنے جاسوسوں کی فراہم کردہ اطلاعات کو درست پایا۔ حضرت خالدؓ نے واپس آکر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حقیقت حال عرض کر دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی نبی مکرمؐ اکثر فرمایا کرتے۔ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ يَرْجُو تَغْفِيرَ اللَّهِ وَرَحْمَتَهُ ۚ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ يَرْجُو تَغْفِيرَ اللَّهِ وَرَحْمَتَهُ ۚ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ يَرْجُو تَغْفِيرَ اللَّهِ وَرَحْمَتَهُ ۚ

اللَّهُ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ

ہیں نہ اگر وہ مان لیا کریں تمہاری بات اکثر معاملات میں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب بنا دیا ہے تمہارے نزدیک

ہر سوساٹی میں ایسے سطر مزاج لوگ ہوتے ہیں جن کا محبوب مشعل ہے پر کی اڑنا اور غلط افواہیں پھیلانا ہوتا ہے۔ ایسی افواہیں نہ نازوں، قبیلوں، بسا اوقات قوموں کی تباہی ہمیشہ خیر ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑی سختی سے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرما رہا ہے خبردار اگر کوئی فاسق اور بدکار تمہارے پاس کوئی اہم خبر لے آئے تو اس کو فوراً قبول نہ کیا کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جھوٹ بک رہا ہو اور تم اس کی جھوٹی خبر سے مشتعل ہو کر کوئی ایسی کارروائی کر بیٹھو جس پر خوفناک نتائج مرتب ہوں اور پھر تم ساری عمر فطرتِ خدا سے کفایت فرماتے رہو۔ اس لیے جب کوئی خبر ملے گا تو اس کو ہلکے پھلکے نہ لیں۔ پہلے اہم طور اس کی چھان بین کرو اور پھر مناسب قدم اٹھاؤ۔ خیال ہے کہ یہاں النسب کا لفظ مستعمل ہے اور عربی میں النسب غیر اہم خبر کو نہیں کہا جاتا۔ بلکہ ایسی خبر جس سے دور رس نتائج مل سکتے ہوں اس کو نسب کہتے ہیں۔

علامہ راجب الصغانی اس کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ النہا خبر ذو فائدة عظيمة (مفردات) امام ابو بکر جصاص اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ومقتضى الآية ايجاب الثبوت في خبر الفاسق والنهي عن الاقدام على قبوله الا بعد التبين۔

یعنی اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ فاسق کی خبر کی تحقیق کن واجب ہے۔ جب تک حقیقت حال پوری طرح واضح نہ ہو جائے اس پر عمل کرنا ممنوع ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں اسی لیے ہم نے کہا ہے کہ جن امور کا حقوق کے ساتھ تعلق ہے فاسق کی شہادت مردود ہوگی۔ روایت حدیث میں بھی اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کسی قانون کسی شرعی حکم اور کسی انسان کے حق کے ثبوت کے لیے بھی اس کی خبر غیر معتبر اور غیر مقبول ہوگی۔ (الحکام القرآن للبعاص)

سادہ مین : علامہ زعفرانی کہتے ہیں کہ نہایت ایک خاص قسم کے غم کو کہتے ہیں۔ وہ یہ کہ کوئی ایسی بات پر غم زدہ ہو جس کا توجہ سے ارتکاب ہوا ہے اور جس کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ کاش میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا۔

الندم ضرب من الغم وهو ان تغتصر على ما وقع منك تتبني انه لم يقع۔ (کشاف) تلحہ ولید ابن عقبہ نے جب بنو مصلح کے اسے میں میں مگر تھکا کر سنایا تو بعض سامعین مشتعل ہو گئے اور فطرتاً ہی بنو مصلح کے خلاف فوجی کارروائی کا مطالبہ زور شور سے شروع کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض اصحاب کے پیش نظر حضرت خالد کو ایک دستے کے روانہ فرمایا اور ساتھ ہی پیسہ فرمادی کہ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ تحقیق کے بعد مناسب اقدام کریں جس طرح آپ ابجد پڑھ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان لوگوں کی اصلاح اور تربیت کا اہتمام فرمادیا بلکہ جلد اہل اسلام کو ایک واضح حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ انہیں بتادیا کہ جب اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ رسول تمہارے درمیان موجود ہے وہ اپنے کو نبوت سے

الْإِنْسَانَ وَذَنبُهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَتْ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَ

ایمان کو اور آراستہ کر دیا ہے اسے تمہارے دلوں میں کہ اور قابل نفرت بنا دیا ہے تمہارے نزدیک کفر و فسق اور

الْعُصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۖ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۗ

نافرمانی کو۔ یہی لوگ راہ حق پر ثابت قدم ہیں کہ یہ سب کچھ اس نعمت کا فضل اور انعام ہے کہ

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ طَائِفَتٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا

اور اللہ سب کچھ جاننے والا بڑا عالم ہے کہ اور اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں

جو پیسیدہ گشتی کو ٹہلے گا کہ تم سے کہیں زیادہ انہماق و عوقب کا بھیج اور بروقت اندازہ لگا سکتا ہے اور تم میں پہلے سے کہ ان کے اشارے اور پر عمل پیرا ہو جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو۔

اگر تم اپنی بات منوانے پر اصرار کرو گے تو تم مشقت و ہلاکت میں پھنس جاؤ گے جو سکتا ہے کہ محبت سے اٹھا ہو تو تم میں کسی عینیت گڑھے میں گر آئے۔

کہ بنو مطلق کے خلاف ان لوگوں کا یہ خستہ پانی ذات یا اپنے مفادات کے لیے نہ تھا بلکہ اس کی وجہ بعض ایسانی غیرت اور اسلامی حریت تھی۔ بنو مطلق کے خلاف وہ اس لیے بزرگ اٹھے تھے کہ اس قبیلہ نے ان کے نبی کریم کے قاصد کے ساتھ ناروا برتاؤ کیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ آیت کے اس جملہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے پیغمبر کے رسول کے جہاں شامہا کے دلوں میں ایمان کی محبت میں نہ پیدا کی ہے ان حضرات کا ایمان کے حسن و زیبائی پر میں نے فریفتہ کر دیا ہے کفر و نافرمانی اور سرکشی سے ان کے دلوں کو میں نے متنفر کر دیا ہے۔ اس لیے شیطان کی کوئی دوسرہ انجیزی انہیں راہ حق سے منحرف نہیں کر سکتی۔

کہ علامہ قرطبی را شد و ذک وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ الرشید: الاستقامة علی طریق الحق مع تصلب فیہ من الرشید وہی الصغرة

یعنی رشید باوجود حق پر ایسی ثابت قدمی کرتے ہیں جس میں تصلب اور کنگلی ہو۔ تہذیب کا وہاں نشان تک نہ ہو۔ یہ رشید سے مشتق ہے جس کا معنی چٹان ہے۔

کہ یہ تحبیب: زین، کثرہ کا مفعول لڑ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے صحابہ کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا اس کو ان کی نگاہوں میں جیسی جمیل بنا دیا۔ ان کے دلوں کو کفر اور نافرمانی سے متنفر کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل فرمایا اور ان پر اپنی نعمت و احسان کی انتہا کر دی۔

کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اور نعمت ان پر بلا وجہ نہیں بلکہ وہ ان کے دلوں کے خلوص و نیاز کو خوب جانتا ہے وہ اس بات کے

فَاَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ أَحَدُهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي

تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ حالانکہ اگر زیادتی کسی ایک گروہ دوسرے پر تو پھر سب دلی کر لڑو اس سے جو زیادتی

تَبْغِي حَتَّى تَفْجُرَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَاَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا

کتاب سے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف۔ پس اگر لڑتے آئے تو صلح کرادو ان کے درمیان

سکتی ہیں کہ ان پر یہ فریضہ شمس کی جائے نیزہ حکیم بھی ہے۔ اس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ قدیموں کا ایک مہیا گروہ تیار ہو جائے جو نیک پر
فریضہ اور بدی سے بٹا کر نیکوں اور شہر بھڑاک اس پاکیزہ گروہ سے تعلق اسلام کا اہم کام لیا جائے اور دنیا کے ہر گوشہ میں یہ اسلام کی
دعوت لے کر پہنچیں ان کی دعوت کی صداقت کے لیے سب سے بڑی بہانہ ان کی اپنی سیرت اور کردار ہو۔

جو حکم مجاہد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ہاتھ میں طرح طرح کے شہادت اور فتنوں کا شکار ہیں وہ قرآن کریم کی
ان آیتوں میں بار بار غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

صلی اللہ علیہ وسلم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جزیرہ عرب کی سرزمین فتنوں اور جنگ و ہمدل کی سرزمین تھی
ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے برسر پیکار تھا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کے دھپے آزار تھا کسی کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ اشرار حرام
و حرمت والے مینے کے علاوہ سفارزہ نہ مٹتا تھا اور دھڑا دھڑا حضور کی آمد سے نقشہ ہی بدل گیا۔ عداوت و عناد کی بجائے محبت و مہمت
اور خلوص و مروت نے لے لی۔ قرآن کریم میں بے شمار آیتیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گنت ارشادات ہیں جو نبی مسلمانوں
کو متحد رہنے، آپس میں محبت کرنے اور ایک دوسرے کا احترام اور حقوق کا پاس رکھنے کے تاکیدی احکامات ہیں اور ایسی باتوں کو ایمان
و اسلام کے منافی قرار دیا گیا ہے جن کے باعث آپس میں نفرت اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔

چند امادیث پاک ملاحظہ ہوں۔ ① الْمُسْلِمُ اخُو الْمُسْلِمِ لَا يَفْلَحُ وَلَا يَسْلَمُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ خود اس پر ظلم کرنا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار کسی ظالم کے حملے کو دیکھنا ہے۔

② وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ الْغَنِيِّ۔ (بخاری شریف) اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی مدد فرماتا
رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی امداد و اعانت میں لگا ہے۔

③ إِذَا دَعَا الْمُسْلِمُ لِخِيَمِ ظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَأَتْ آمِينَ وَكُنْتُ مَشْهُدًا۔ حضور نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کے
لیباس کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا مانگا ہے تو فرشتہ اس پر آمین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دعا تیرے حق میں بھی
مقبول ہے۔

④ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكَ مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى
إِلَيْهِ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمَّى وَالسَّهَرِ۔ کہ مسلمانوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ایک

دوسرے صلہ کی کرنے میں ایسی ہے جیسا ایک جسم ہو۔ جب اس کا کوئی عضو یا ریزہ جانے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بیمار رہتا ہے۔

⑤ المؤمن المؤمن کا لفظ ان یثد بعضہ بعضا۔ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے دیوار کی مانند ہے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے۔

بائیں ہر انسانی معاشرہ میں باہمی شکر رنجی کا پیدا ہونا پیدا ز قیاس نہیں۔ نفسانی خواہشات ذاتی طمع اور لالچی اور بے ادقات غلط فہموں کے باعث جنگ و جدل کی نوبت آتی جاتی ہے۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہمارا طریقہ عمل کیا ہونا چاہیے۔ اس آیت میں ان امور کو بڑے دل نشین پیرایہ میں سہو دیا گیا ہے۔

آیت کا ترجمہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے کلمات میں جو لفظ تین اور زناکتیں ہیں ان پر نظر ڈال لیجیے۔ اس کے بعد تفصیلات کا ذکر ہوگا۔

امام رازی کہتے ہیں: "ان" اشارۃ الی مصدر القتال یعنی ان کا لفظ ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن و سنت نے مسلمانوں کو اتنی ہی اتحاد کی جو تعلیم دی ہے اس کے پیش نظر ایسا شانہ و نادر ہی ہو سکتا ہے کہ فرزند ان اسلام آپس میں لڑ پڑیں۔ طائفتان فرمایا فرقہ تان نہیں فرمایا کیونکہ طائفہ و فرقہ سے بھی کم افراد کا مجموعہ ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر جنگ کی نوبت آتی تو ساری امت یا اس کی اکثریت نماز جنگی میں شریک نہیں ہوگی۔ ایک منقسم گروہ ہی راہِ اقتدال سے ہٹ سکتا ہے اور اسلام کے واضح احکامات کو پس پشت ڈالنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ ان طائفتان من المؤمنین فرمایا، منقسم نہیں فرمایا۔ اس میں بھی اس بات کی ترمیم دی جا رہی ہے کہ تم جو ٹھانڈے تمناؤں پر بے نیام کیے ایک دوسرے پر لہو بونے کی تیاریاں کر رہے ہو ذرا دیکھو تو سہی تم کون ہو۔ تم تو مومن ہو اللہ کے بندے اور اس کے محبوب کے نام ہو۔ جلد یہ ناشائستہ حرکت تم میں مذیب آتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

خو کا امام قاضی قزوینی کہ ان اپنے فعل کے ساتھ مذکور ہو۔ یہاں ان اداس کے فعل اقتتلوا کے درمیان طائفتان من المؤمنین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ باہمی جنگ و قتال سے پہلے وہ اپنے مومن ہونے کی حیثیت پر غور کریں اقتتلوا نامی کا صیغہ ذکر کیا۔ يقتتلوا نہیں فرمایا۔ کیونکہ خسارت میں استمرار کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہاں بتایا کہ اگر کسی کبار جنگ و جدال کی نوبت آجائے تو یہ سلسلہ جاری نہیں رہتا بلکہ اہل رشد و صلہ فوراً مداخلت کر کے اس فتنہ کو فرو کر دیتے ہیں۔

اقتتلوا میں طائفتان کے معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور جن کی منیر نوٹائی گئی ہے۔ مبینہ سما میں لفظ کا لٹا کر تے ہونے تنزیہ کی منیر ذکر گئی ہے۔ (تفسیر کیس)

بغت، بغتی سے ہے۔ اس کا معنی ہے طلب العلوب فی حق یعنی کسی حق کے بغیر برتری کا خواہاں ہونا۔

اب ذرا آیت کے معانی و مطالب کی طرف توجہ فرمائیے۔

مسلمانوں میں جنگ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر بے قسمتی سے ایسا ہو تو پھر اس ناگوار صورتِ حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ہمیں اس ارشادِ خداوندی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اس باہمی جنگ و جدل کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر صورت کے اپنے اپنے خصوصی

احکام ہیں۔ سب سے پہلے جس امر پر زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھے تو قطع نظر اس کے کہ لڑنے والے کثیر تعداد میں یا کمتر سا گروہ ہے یہ تصادم حکومت سے ہے یا ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ سے یا ایک گروہ کا دوسرے گروہ سے ان تمام صورتوں میں دوسرے مسلمانوں کو محض تماشا بن کر رہنے کی اجازت نہیں بلکہ انہیں اپنا اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے اس فتنہ کو فرو کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اگر یہ لڑائی دو زمانہ انوں یا رعایا کے دو گروہوں کے درمیان ہے تو ان کے درمیان صلحت اور اصلاحات و احوال کی اولین ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اثر و اختیار سے کام لے کر صورت حال پر قابو پالے۔ اگر ارباب حکومت اس میں دل چسپی نہ لیں یا معاملہ ان تک پہنچا ہی نہ ہو تو پہلے اہل ملہ یا ملاوہ کے بارگاہوں کا فرض ہے کہ صلحت کی غلصہ سے کوشش کریں۔

اگر ان کی مساعی صلح کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو فیہا بصورت دیگر قسمیں یہ چاہیے کہ وہ کمی و درزیں میں سے غلطی پر کوں ہے زیادتی اور تعدی کا ارتکاب کس نے کیا ہے جو مظلوم اور مظلومین کو اس کی امداد کر دے اپنا سارا وزن اس کے پڑنے میں ڈال دے۔ مظلوم کی داد رسی اور ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کے جو وسائل تمنا ہے پاس ہوں ان کو بروئے کار لے دیں یہاں تک کہ ظالم غصے ٹپکتے اور فتنہ کو اس کا حق بل جائے۔ تمنا یہ ہے کہ جانب دار بن کر مظلوم کو پستے ہوئے دیکھتے رہنا ہرگز جائز نہیں۔ اگر مظلوم غیر جانبداری کی روش اختیار کرے تو اس کا صاف غلبہ یہ ہوگا کہ تم ظلم و ستم کو چھیننے پھونکنے کا موقع ملے گا۔ سب سے پہلے اس سے جو کہ مظلوم کی آواز فغان سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ اسلام اس قسم کی غیر جانبداری کا قائل نہیں اور نہ اپنے ملتے والوں کو ایسی بزدلی کی اجازت دیتا ہے اس وقت قرآن کا مانع ارشاد ہے وقتاتلوالتی تبخی یعنی جو شر و فساد برپا کر رہا ہو اس کی راہ میں چنان بن کر مٹوے ہو جاؤ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی گروہ حکومت سے تصادم ہو گیا ہے اگر یہ گروہ محض لوٹ مار اور قتل و غارت کے لیے ہی میدان میں آیا ہے تو یہ لوگ باغی قرار دیے جائیں گے بلکہ ان کے ساتھ عام مجرموں کا برتاؤ کیا جائے گا اور انہیں ان کے جرائم کے مطابق سزا دی جائے گی اور اگر وہ گروہ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے اور ان کے ساتھ اتنی جمعیت اور قوت ہے کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ حکومت کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کریں اور ان کا قطع قلع کر دیں لیکن ان کے ساتھ لڑائی شروع کرنے سے پہلے ان کو سمجھانے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر آمادہ بغاوت ہوئے ہیں تو ان کی غلط فہمی دوسرے کی جائے گی۔ اگر وہ کسی شہر میں بستل ہیں تو ان کے ان شہادت کے ازالہ کی بڑی سعی کی جائے گی۔ کوشش کی جائے گی جس طرح غریبوں سے جنگ کرنے سے پہلے ہیرا موزین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابن عباسؓ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور آپ کی مساعی جمیل سے بہت سے لوگ اپنی روش ترک کر کے لشکر اسلام میں شامل ہو گئے تھے۔ اگر اہتمام و تعلیم کی کوششیں باآوردہ ہوں تو پھر ان کے ساتھ جنگ لازمی ہو جائے گی اور جب تک وہ ہتھیار نہ ڈال دیں اور اپنی باغیانہ سرگرمیوں سے دست کش نہ ہو جائیں اس وقت تک ان کے ساتھ جنگ جاری رہے گی۔ ان سے کسی نرمی کا مظاہرہ نہیں کیا جائے گا جب کہ بارہا مان لیں اور ہتھیار ڈال دیں تو اس کے بعد جو سلوک ان سے کیا جائے گا وہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے جو امام ابوبکر الجصاص نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں نقل کی ہے۔

روى كوشرا بن حكيم عن مافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بنى ام عبد كيف

حکمر اللہ فی من بنی من هذه الزمة قال اللہ ورسولہ اعلم قال لا تجہز علی جبریمہا ولا یقتل اسیرہا ولا یطلب عاربہا۔

حضرت ابن عمرؓ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعودؓ سے پوچھا کہ اسے اتم حبس کے فرزند: اس امت میں سے اگر کوئی بناوت کرے تو اس کے بلے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بستر باندھے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اس باغی گروہ کے زخمی کو بان سے نہیں مارا جائے گا ان سے جو قید ہوئے قتل نہیں کیا جائے گا اور میدان جنگ سے جو ہلاک ہوئے اس کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ باغیوں کے احکام کی تفصیل میں سیدنا علی مرتضیٰؓ کے طریقہ کار سے ملتی ہے اور فقہانے اکثر احکام کا استنباط آپ ہی کے اسوہ کریم سے کیا ہے۔

جنگ جمل میں جب آپ فقیاب ہوئے اور مخالف گروہ کو شکست ہوئی تو حضرت نے فوراً اعلان فرمایا لا تقتلوا اسیرنا ولا تجہزوا علی جرحہ ومن اتقوا السراح فهو آمن۔ کسی قیدی کو موت قتل کرو کسی زخمی کو موت بان سے مارو۔ جو ہتھیار پھینک دے اس کو امن ہے۔

اگر حاکم فاسق و فاجر ہے احکام اسلامیہ کی مکمل کھانا افزائی کرتا ہے اس کے خلاف صلی کی کوئی جماعت علم بناوت بلند کرے گی جن کا قصد حکومت کے غلام و تم کا ناقہ اور مدد و انصاف بکال کر لے کر ان کے پاس سے میں فتنہ کی آواز مقلت ہیں۔

اکثر خفا کی لئے ہے کہ جب کوئی شخص ایک باخلف بن جائے اور اس کی وجہ سے ملک میں امن و امان قائم ہو جائے تو اس کے خلاف بناوت کرنا خواہ وہ ظالم اور فاسق ہی ہو جائز نہیں کیونکہ اس بناوت سے اصلاح کی بجائے فساد کا اندیشہ زیادہ ہے۔ اس بناوت سے فتنہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ سامان ملک اس کی پھیٹ میں آجائے گا قتل و غارت کا بازار گرم ہو گا۔ صد ہائے گناہ مائے جاہلیں گے۔ آبادیتیاں ویران ہو جائیں گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ لوگ اس خرابی کو روکیں تاکہ ملک کا وجود ہی خطہ میں نہ پڑ جائے۔

لیکن بہت سے جلیل القدر علماء کا یہ فتویٰ ہے اور حضرت امام اعظمؒ اس گروہ کے سرخیل ہیں کہ ظالم حکمران کے خلاف اگر صالحین کا کوئی گروہ اٹھ کر اہل حق کی امداد کی جائے گی تاکہ یہ کامیاب ہو کر اس ظالم اور فاسق کو منہ اقتدار سے ہٹا سکیں اور ملک میں پھر از سر نو احکام شرعیہ کا نفاذ کر سکیں۔

باغیوں کے بارے میں چند اہم مسائل ذیل میں نشین کر لیں۔

ان کے قیدی اگر یقین دلا دیں کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔

اٹلے جنگ میں باغیوں نے جو جانی اور مالی نقصان کیا ہو گا ہتھیار ڈالنے کے بعد ان سے اس کا کوئی قصاص یا تادیب وصول نہیں کیا جائے گا۔

باغیوں نے اگر کسی علاقہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے باشندوں سے زکوٰۃ، عشر اور دیگر محصولات کی رقم وصول کرتے رہے مگر وہ علاقہ پھر اسلامی حکومت کے تسلط میں آجائے تو وہاں کے باشندوں سے زکوٰۃ وغیرہ کا دوبارہ مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٢٠٨﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ

صلوہ انصاف سے اور انصاف کرو تاکہ آپ تک اللہ تعالیٰ بہت کریم ہے انصاف کرنے والوں سے۔ بے شک اہل ایمان بھائی بھائی

اپنے مقبوضہ علاقوں میں باہمیوں سے اگر عدالتیں قائم کیں اور وہاں مقتضات کے فیصلے ہستے رہیں۔ اگر قاضی عادل تھا اور اس نے شری قوام کے مطابق فیصلے صادر کیے تو وہ برقرار رہیں گے اور اگر اس نے دھانسل کی ہوگی اور احکام شریعہ کی صورت خلاف دینی کا ترکیب ہوا ہوگا تو اسلامی عدالت میں وہ مقدمہ دوبارہ دائر کیا جائے گا اور پہلا فیصلہ کالعدم قرار پائے گا۔

باہمی جنگ و جدال سے کوئی فرق دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ ہمارے شریف میں موجود ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اس وقت منبر پر حضرت حسنؓ بھی موجود تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں ان کی طرف دیکھتے اور کہیں لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ پھر فرمایا ان ابیہم ہذا اسید ولعل اللہ تعالیٰ ان یصلح بہ بین فتنین عظیمین من المسلمین۔

میرا بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کا کام لے گا۔ حضورؐ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور آپ کے زمانہ خلافت میں امیر معاویہؓ کے ساتھ جرجنس کا سلسلہ عرصے سے جاری تھا وہ ختم ہو گیا اور مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں صلح ہو گئی۔

حضرت امیر معاویہؓ اور ابن کی جماعت کی بھی حضورؐ نے سلمان قرار دیا۔

حضرت سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ میں لوگوں نے آپ سے صلح اور صفین کی جھڑپ میں کیا وہ شرک ہو گئے یا آپ نے فرمایا من الشیطان فخرذا۔ برگز نہیں! وہ تو شرک سے بھاگ کر آئے تھے۔

پھر کہا گیا کیا وہ منافق ہو گئے؟ فرمایا برگز نہیں منافق تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کہتے ہیں۔ راوی یہ لوگ تو ذکر الہی دن رات کہتے تھے، پھر پوچھا گیا اگر وہ شرک اور منافق نہیں تو کیا ہیں؟ امیر المؤمنینؓ نے فرمایا۔ اخواننا یفوا علیہ نابیہا کہ اسلامی بھائی ہیں لیکن انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

باہمیوں کا مال، مالِ نیست متصور نہیں ہوگا۔ جنگ کے دوران میں اگر ان کے اسلحہ اور گھوڑوں کے استعمال کی ضرورت ہو تو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

یہ چنانچہ احکام ہیں جنہیں انتقام سے یہاں ذکر کیا گیا ہے تفصیل کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیے۔
لہذا یہ مسئلہ بھی غور طلب ہے یعنی اگر صلح کر لیتے وقت صل و انصاف سے کام نہیں لیا جائے گا، ظلم اور بے انصافی کی بنیاد پر صلح کرائی جائے گی تو وہ صلح پائیدار بہت نہ ہوگی۔ مظلوم فریق ظلم نہیں ہوگا اور اپنی حق رسی کے لیے موقع کا منتظر ہوگا۔ بسبب حالات اجازت دیں گے تو پھر فتنہ کی آگ بھڑک اٹے گا۔ اس لیے اسلام کو ایسی صلح سے کوئی دل چسپی نہیں جس کی بنیاد ظلم پر ہو اور جو ناپائیدار ہو۔

اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوا بَيْنَ اَخْوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

ہیں شہ پس صلح کرادو اپنے دو بھائیوں کے درمیان ۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے ۔

شہ غازی جی: باہمی قتال و جدالی اور لڑنے کے بارے میں احکام کا ذکر ہو چکا۔ اب پھر باہمی محبت و پیار اور الفت و ایثار کے جذبات کو بیدار کرنے کے لیے فرمایا جارا ہے کہ اہل ایمان تو گے بھائی ہیں۔ ان کا نفی اور نقصان ان کی خوشی اور غمی ان کی فح اور شگفت سب ایک ہیں۔ یہ تموژی کی بخش جو پیدا ہو گئی ہے بالکل ماضی فرمیت کی ہے۔ ان کے ہی خواہوں پر فرض ہے کہ ممانعت کر کے ان کے درمیان صلح کرادیں تاکہ وہ پہلے کی طرف پھر شہ و شکر ہو جائیں۔

اخو میکر کے لفظ میں کیا لطف ہے کہ یہ آپس میں لڑنے والے ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور تمہارے ہی بھائی ہیں۔ اجنبیت اور بے گانگی کا نام و نشان تک نہیں اس لیے تم بے تعلق نہ بنے رہو اور ان کا تماشہ دیکھتے ہو۔ فوری ممانعت کرو اور ان میں صلح صفائی کرادو۔

جب دو ہی وقت و گروہوں کے دست و گریبان ہونے کا وقت تھا اس وقت بھی حکم دیا کہ ان میں صلح کرادو۔ یہاں جب دو فرد آپس میں گتہ گتہ ہیں تو بھی حکم دیا کہ ان میں صلح کرادو لیکن پہلے صلح کے بعد و اتقوا اللہ نہیں فرمایا گیا اور یہاں اب صلح کے بعد و اتقوا اللہ کا اضافہ کیا گیا کیونکہ جب فتنہ عام ہو تو ہر شخص کو یہ یاد رکھنا ہے کہ کہیں نہیں بھی اس کے شعلوں کی لپیٹ میں نہ آجائوں۔ یہی خواہی کا جذبہ نہ بھی ہو تو انسان اپنی سلاحتی کے لیے ہی اس آگ کو بھلنے کے وہ پنے ہو جاتا ہے لیکن جب معاملہ صرف دو آدمیوں تک محدود ہو تو اس کو اپنے زور میں آنے کا اندیشہ نہیں ہوتا اس لیے ان حالات میں لوگ عام طور پر پہلے پر دانی گتے ہیں اور مصالحت کے لیے کوشش نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح مسلمانوں کا اجتماعی امن و سکون اہم ہے اسی طرح چند افراد کی خوشی اور سلاحتی بھی اسے از حد عزیز ہے اس لیے یہاں اصل حوالہ کے حکم پر و اتقوا اللہ کا اضافہ بھی کر دیا یعنی خدا سے ڈرو اور ان دو بھائیوں کے درمیان صلح صفائی کرادو تاکہ ان کو بھی امن و امان نصیب ہو اور ان کے گھسٹوں میں بھی آسودگی حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تم اسی وقت مستحق ہو سکتے ہو جب امت مسلمہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ایک دوسرے سے محبت و پیار کا مظاہرہ کرے۔

ایسی دل نشینی، ایسی شیرینی، ایسی شہاس صرف اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہی پائی جاسکتی ہے۔ قرآن کا یہ وعدہ مجاہد ہے جس نے فسمانے عرب کو دم بخود کر دیا تھا یہاں صاحب جرات اکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی سماعت فرمائیے:

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لخبیرکم بافضل من درجۃ الصیام والصلوۃ والصدقۃ۔ قالوا بلی یا رسول اللہ قال اصلح ذلت البین وفساد ذات البین الخصال۔

حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے عمل پر آگاہ نہ کروں جس کا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا

اے ایمان والو! نہ مسخر کرنا کسی قوم کی ایک جماعت دوسری جماعت کا شاید وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر

مِنْهُمْ وَلَا يَسْخَرُوا مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

ہوں اور نہ عورتیں مذاق اڑایا کریں دوسری عورتوں کا شاید وہ ان سے بہتر ہوں مثلاً اور نہ

درجہ روزیہ نماز اور صدقہ سے افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! نہ درمیرا نہ فرمائیے۔ فرمایا: دو بیویوں کے درمیان صلح کر دینا۔ ساتھ ہی بتایا کہ دو آدمیوں کے درمیان فساد کرنا ایمان کو ٹوٹ کر رکھ دیتا ہے۔

مثلاً پہلے ان احکام کا ذکر ہوا جن کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب مسلمان ایک دوسرے کے خلاف منہیں آراستہ کر لیں اور جنگ و قتال شروع ہو جائے۔ لیکن اسلام اصلاح احوال کی صرف اسی صورت کا قائل نہیں کہ پہلے حالات کو سمجھنے دیا جائے۔ مختلف عوامل کو کشیدگی پیدا کرنے اور جذبات کو مشتعل کرنے کی کئی ٹیمیں دی جاتے ہیں جب عداوت کے شعلے بجھنے لگیں اور خون کی ندیاں بہنے لگیں تو آگے بڑھ کر اس آگ کو بجھانے کی کامیاب یا ناکام کوشش کی جائے۔ اسلام اس سے بھی زیادہ ان فحش کلمات کی بے نیازی پر توجہ دیتا ہے اور اس سبب وطل کے سامنے بند بانہ مقابہ جو اس صورت حال کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

ان آیات میں مسلمانوں کو تمام ایسی باتوں سے سختی سے روکا جا رہا ہے جن کے باعث اسلامی معاشرہ کا امن و سکون برباد ہوتا ہے۔ محبت و پیار کے بڑے ٹوٹ جاتے ہیں اور خون خرابہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلا حکم یہ دیا کہ اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑایا کرو۔ مذاق اسی کا اڑایا جاتا ہے جس کی عزت اور احترام دل میں نہ ہو جب آپ کسی کا مذاق اڑاتے ہیں تو گویا آپ اس چیز کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ اس شخص کی میسرے دل میں کوئی عزت نہیں۔ جب آپ اس کی عزت نہیں کرتے تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ آپ کا احترام کرے۔ جب دلوں سے ایک دوسرے کے لیے عزت اور احترام کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان عداوت و دشمنی کی گہری گند کی طرف لا جلتا پھرتا رہتا ہے۔ کوئی رکاوٹ ایسی نہیں رہتی جو اسے اپنے انجام سے دوچار نہ ہونے سے روک سکے۔ استغناء کی کئی صورتیں ہیں۔

زبان سے مذاق کرنا۔ نقلیں تار کرنا۔ اس کا منہ چڑانا۔ اس کے لباس یا رفتار و گفتار پر ہنسنا سب منوع ہیں۔

یوں تو شریعت کے سارے احکام عموماً مرد و زن سب کے لیے ہوتے ہیں اور لفظ تغلیب معنی مذکر کا ہی استعمال ہوتا ہے لیکن جو خدائی عہد توں میں نبیؐ زیادہ پائل جال ہے اس کو روکنے کے لیے محدثوں کو ملگ نماطیب بنایا جاتا ہے۔ یہاں بھی عورتیں چونکہ دوسروں کا مذاق اڑانے اور ان پر ہنسنے میں بڑی تیز رفتار ہوتی ہیں اس لیے یہاں اس ناہی یا حرکت سے باز رہنے کا ملگ حکم دیا اور اس کی وجہ بتادی کہ جن کو تم خیر کہتے ہو اور ان کا مذاق اڑاتے ہو ممکن ہے بارگاہِ الہی میں ان کی شان تم سے کہیں زیادہ بلند ہو۔

تَلِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِشِّ الْأَسْمِ الْفُسُوقُ

عیب کا ایک دوسرے پر لٹاؤ اور نہ بڑے کتاب سے کسی کو بلاؤ مثلاً کتنا ہی بڑا نام ہے مسلمان جو کفر مانق

مثلاً دوسرا حکم یہ دیا کہ لا تلمزوا أنفسکم۔

لفظ لمز کی تفسیق کہتے ہوئے علامہ ابن منظور کہتے ہیں۔ التلمز: العیب فی الوجہ ولا صل او شارۃ
بالعین والرأس والشفۃ مع کلام خفی۔

کسی کے منہ پر اس کی عیب جوئی کرنے کو التلمز کہتے ہیں۔ اصل میں آنکھ، سر کے اشارے یا زیر لب آہستہ سے کسی کی عیب چینی کی جانے تو کہتے ہیں لمز فلان۔ لا تلمزوا فرما کر بتا دیا کہ کسی طرح بھی تمہیں یہ اجازت نہیں کہ اپنے بھائی کے عیب گنواؤ اور اس کی خامیوں اور کمزوریوں کو اچھالتے رہو۔ علامہ راغب کہتے ہیں التلمز تتبع المعاصب۔ کسی کی کمزوریوں اور عیوب کا کھوج لگاتے رہنا۔ ہر آدمی میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا عیب ظاہر ہو۔ اگر کوئی شخص اس کی خامیوں کا بڑا اعتماد کرتا ہے اور اس کے عیوب کے کھوج میں لگا رہتا ہے تو اس کا کبیدہ ظاہر ہوتا ایک قدرتی امر ہے اور قرآن حکیم اس کی اجازت نہیں دیتا۔ قرآن کا اسلوب ملاحظہ ہو۔ یہ نہیں کہا کہ تم ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کیا کرو بلکہ فرمایا لا تلمزوا أنفسکم۔ یعنی تم اپنی عیب جوئی نہ کیا کرو۔ مقصد یہ ہے کہ جس کی باتیاں کہتے تم نہیں سکتے وہ کوئی غصہ تو نہیں تمہارا بھائی ہے۔ اس کی بدنامی تمہاری بدنامی ہے۔ اس کی فحشیت ہوئی تو شہر منہ تم ہو گئے۔ اس سے یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ جب تم کسی کی پردہ دری کرو گے تو وہ تمہارے عیوب و نقائص کو طشت از باہم کرے گا۔ تم اس کی عیب جوئی نہ کہتے تو وہ تمہاری نہ کرتا۔ اب تمہیں جو خجالت ہو رہی ہے یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا شہر ہے۔ اگر اپنی عزت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو کسی کی عزت پر ہاتھ مت ڈالو۔

مثلاً تیسرا حکم یہ دیا کہ لا تنابزوا باللقاب۔

لفظ تنابزوا کی تشریح کہتے ہوئے علامہ ابن منظور کہتے ہیں۔ التنبز۔ اللقب۔ التناہز:

التداعی باللقاب وهو یکتثر فیما کان ذملاً لسان العرب

یعنی کسی کو کسی لقب سے طعنے کرنے کو نسبت میں تنبیز کہتے ہیں لیکن عموماً اس کا استعمال اس لقب کے لیے ہوتا ہے جس میں کسی کی خدمت ہو اور جسے وہ شخص ناپسند کرے۔ کسی ائمہ کو اندھا دیکھنے کو کانا کنا بھی باز نہیں۔ ہمیشہ ایسے اسماء اور القاب سے ایک دوسرے کو بلاؤ جس سے سُننے والا خوش ہوتا ہو۔



بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتَّبِعْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ يَٰ أَيُّهَا

کھانا ۱۱۱ اور جو لوگ باز نہیں آئیں گے اس حدیث سے، تو وہی بے انصاف ہیں ۱۱۱ اسے

الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

ایساں والو! دور رہا کرو بکثرت بدگمانیوں سے ۱۱۲ بلاشبہ بعض بدگمانیاں گنہگار ہیں

۱۱۱ بڑے پیارے خاندان سے اپنے بندوں کو تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ تم اب میرے بچے ہو تمہیں اب ایسی کوئی نازیبا حرکت نہیں کرنی چاہیے جس کی وجہ سے تمہیں بدکار اور فاسق کہا جائے۔ اگر تم سلام قبول نہ کرتے، میرے محبوب رسول پر ایمان نہ لگتے اور شہر بے مہار بننے میں مایاں کہتے رہتے تو تم سے کسی کو شکایت نہ ہوتی۔ اب تم مشرقت ہو، سلام ہو چکے ہو۔ لوگ یکا طور پر تم کو حق رکھتے ہیں کہ تم خیر و صلاح کا عمل نمونہ پیش کرتے رہو گے۔ نیکی اور پارسائی تمہارا شعار ہو گا۔ غلامانِ محبت کے کنارے آرام فسق و فجور سے اپنا دامن نہیں بچاتے تو بڑی بے خیالی اور افوس کی بات ہے۔ حضرت ملا نے کیا خوب کہا ہے۔

گر نہ داری از تھو رنگ و بو از زبان خود می آید نام آو

یعنی اگر تمہاری سیرت اور کردار اپنے محبوب کے رنگ و بو سے دور نہ رہیں تو تمہیں قطعاً یہ زہریب نہیں دیتا کہ اپنی ناپاک زبان سے اس کا پاک نام لو۔

ملا مرثیہ، اللہ پاتی حق رحمت اللہ علیہ اس سلسلہ کا یہی منی بتایا ہے کہتے ہیں۔ و بلس الاسم الفسوق بعد الایمان فلا تفسدوا شیئاً تو صفواقیہ بیا سمر الفسوق۔

اس جملہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے ملا اسماعیل حق کہتے ہیں کہ یہاں اسم نہ تو لقب و کنیت کا ترجمہ قابل ہے اور نہ فعل و حرف کا، بلکہ یہاں ذکر مرتفع کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے کہتے ہیں۔ طار اسمہ فی الناس بالحقیر ای ذکورہ۔ بئس کا فاعل الاسم ہے۔ فسوق مخصوص بالذم ہے۔ یہاں مضاف مقدر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ بئس الذکر ذکر الفسوق بعد الایمان۔ بئس کا معنی یہ ہے۔ بئس الذکر المرتفع للومنین ان ینذکروا بالفسوق بعد دخولہم الایمان۔ (نور البیان)

۱۱۲ آخر میں فرمایا جو شخص ان ناشائستہ حرکات سے متنبہ نہیں ہوتا وہ غافل ہے۔ آیت کے اس جملہ سے نقل کر رہے ہیں کہ عزت کا اسلامی قانون اندکی ہے۔ کوئی شخص کسی پر نہ ان کی تحت لگے تو نص قرآن کے مطابق اس پر موقوف لگائی جائے گی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص کسی کے حق میں بڑے الفاظ استعمال کرتا ہے تو اس کے خلاف اسلامی عدالت میں بحکم عزت کا دعویٰ دائر کیا جاسکتا ہے اور قاضی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسے شخص پر اس کے مناسب مالی تعزیر لگائے۔ نور البیان میں وہ الفاظ تفصیل سے مرقوم ہیں جن کے باعث تعزیر لگ سکتی ہے۔ ان میں نجیث، منث اور طید کے الفاظ بھی ہیں جنہیں چاہے ہاں بڑی بے پروائی سے استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۱۳ ابھی مسلم معاشرہ کو ہر قسم کی شکر بخشی سے منع رکھنے کے لیے جو آیات دی جارہی تھیں ان کا سلسلہ اس آیت میں بھی جاری

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ

اور نہ ہاںوسی کیا کرد اور ایک دوسرے کی نیبت ہی نہ کیا کرد ۲۶ کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی شخص کہ

ہے۔ فرمایا بکثرت ظن و گمان کرنے سے اجتناب کیا کرو کیونکہ بعض ظن ایسے ہیں جو گناہ ہوتے ہیں۔ اگر تم ظن و گمان کے شہیدانی ہی ہو تو ہو سکتے تم ایسے گمان بھی کرنے لگو جو سراسر گناہ ہیں۔ ان کلمات کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مطلقاً ظن سے نہیں روکا اور نہ ہر قسم کے ظن کو گناہ کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ظن بائز ہیں۔ اس لیے علما نے کرام نے ظن کی متعدد قسمیں ذکر کی ہیں۔

واجب، مستحب، مباح اور منوع۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے تین روز پہلے فرمایا لا یحیی موتی أحدکم الا وهو یحسن الظن باللہ عز وجل۔ تم میں سے کوئی نہ میرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔ و دمر الرشاہ بنوی ہے یقول اللہ انا عند ظن عبدي بنی فلیظن بشا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جس کا وہ مجھے ظن رکھتا ہے۔ اب اس کی مرضی جیسا چاہے میرے ساتھ ظن رکھے۔

مستحب کی مثال: مومن کے ساتھ جس کا ظاہری مالی اچھا ہو حسن ظن کرنا مستحب ہے۔ ایسا شخص جس کے احوال مشکوک ہوں اس کے متعلق سو ظن کرنا مباح ہے، لیکن جب تک یقین دلائل موجود نہ ہوں اس وقت تک حسن ظن کے مطابق اس کے خلاف کارروائی کرنا ہائز نہیں اسی کے متعلق حضورؐ کی حدیث ہے۔

اذا ظننتم فلا تحقیقوا یعنی اگر کسی کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے تو اس کی تحقیق میں نہ لگ جاؤ۔ شریعت میں نفوس کے خلاف ظن و تخمین سے کام لینا منوع ہے۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ آیت میں ظن سے مراد قیامت ہے۔ قال علیہ منافا الظن فی الذیۃ هو التهمة۔ اور اس قول کی دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ بعد میں فلا تجسسوا فرمایا ہے کیونکہ جب کسی پر تہمت گئی ہے تو طبیعت چاہتی ہے اس کا سراغ لگایا جائے اور صحیح حالات پر آگاہی حاصل کی جائے۔

۱۔ کسی مسلمان کے میوں کا سراغ لگانا اور اس کے پوشیدہ حالات کو کریمہ نامنوع ہے۔ اس طرح اس کی پردہ داری برائی، مالانکہ میں پردہ پوشی کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے من ستر مسلماً سترہ اللہ یوم القیامۃ۔ جو اس دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کہے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ ابوہریرہؓ الا سلمیٰ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا معشر من امن بلسانہ ولم یدخل الایمان قلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم فان من اتبع عوراتہم یتبع اللہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ ینفضہ فی بیئہ۔

یعنی اے وہ گروہ جو زبان سے تو ایمان لایا ہے لیکن ایمان اس کے دل میں ابھی داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی نیبت مت کیا کرو۔ ان کی پوشیدہ باتوں کا سراغ مت لگا کر دو۔ جو مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں کا پتہ چا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مٹی باتوں کا پتہ

يَا كُلَّ لَحْمٍ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِّهُهُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ

اپنے مردہ بھائی کا گوشت کمانے۔ تم اسے تو کرہ کہتے ہو شلہ اور ذمتہ، اگر خدا سے بے شک اللہ تعالیٰ بت تو قبول کرنے

کرتا ہے اور جس کی مٹی باتوں کا پھانسا کرے تو وہ اس کو اپنے گھر میں رسوا کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر باب نکوست کو بھی بلا وجہ لوگوں کے مٹی رازوں پر آکھڑی مائل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

انك ان اتبعتم عادات الناس افسدتم انفسكم وكدت ان تفسد مصر۔

یعنی اگر تم لوگوں کی پریشیدہ باتیں جاننے کے واسطے جو گئے تو تم انہیں خراب کر کے چھوڑ دو گے۔ انسان کی پائیدار زندگی کا اسلام میں جس قدر احترام ہے اس کا اندازہ آپ اس مشہور تاریخی واقعے سے آسانی لگا سکتے ہیں جو خراہی نے لورکنڈی کے واسطے سے مکرم الاخلاق میں نقل کیا ہے۔ ایک رات حضرت فاروق اعظمؓ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گشت لگا رہے تھے۔ ایک گھر سے آپ کو ایک شخص کے گھنے کی آواز آئی۔ دیوار پھاڑ کر آپ اندر داخل ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ہے۔ اس کے پاس ایک عورت بیٹھی ہے۔ قریب ہی شراب رکھی ہے۔ حضرت عمرؓ غصہ سے بہ قابو ہو گئے اور فرمایا یا عدوانہ اظننت ان الله یستترک وانت علی معصیۃ۔ اے اللہ کے دشمن! کیا تجھے یہ گمان تھا کہ تو ایسی نافرمانی بھی کرے گا اور اللہ تعالیٰ تیری پردہ پوشی بھی کرے گا۔ اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین! جملت سے کام نہ لیں۔ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے میں نافرمانیاں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تجسسوا کسی کی جاسوسی نہ کیا کرو۔ آپ نے میری جاسوسی کی ہے۔ فرمان خداوندی ہے واتوا البیوت من ابوابہا۔ گھروں میں دروازے سے داخل ہوا۔ آپ دیوار پھاڑ کر داخل ہوئے ہیں۔ ارشاد ہے لا تدخلوا بیوتاً غیرہا بوقتکم حتی تستأذنوا۔ داخل ہونے سے پہلے اہل خانہ سے اجازت لے لو اور آپ میری اجازت کے بغیر اندر آ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں اس تم کو معاف کر دوں تو کیا تم آئندہ ان جرائم کا ارتکاب نہ کرو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ البتہ اگر کسی کی سرگرمیاں ملک و ملت کے خلاف ہوں وہ دشمن سے ملکر باز کر رہے ہوں یا کسی کو قتل کرنے کے مشورے کر رہے ہوں تو ایسے لوگوں کے احوال کی جانچی پڑتال کرنا باج ہے۔

لَا يَغْتَابُ بَغْضًا كَرِّهْتُمْ نَفْسًا

غیبت کی تعریف خود زبان رسالت نے بیان فرمائی ہے۔ ایک دن حضورؐ نے دریافت کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم الشاؤون اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ذکرک الاخاک بھائی کو۔ اپنے بھائی کا ایسا ذکر جسے وہ ناپسند کرے عرض کی گئی اگر وہ بات اس میں بدائی باقی ہو تو بھی اس کا ذکر غیبت ہوگی۔ فرمایا اگر وہ بات اس میں پائی باقی ہے اور اس کا ذکر کرے تو تو نے غیبت کی اور اگر ایسی بات کا ذکر کرے جو اس میں غیبت پائی باقی تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

اللہ قرآن کریم نے لوگوں کو غیبت سے متفرق کرنے کے لیے ایک ایسی تشبیہ دی جس کو سن کر کوئی سلیم الطبع غیبت کی طرف

رَحِيمٌ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ

شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَاهُ إِنَّ

قَوْمٍ اور مختلف مذاہن تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تاکہ تم میں سے زیادہ عزیز اللہ کی بارگاہ میں صحت جو تم میں سے زیادہ تقویٰ ہے۔

یعنی مساویہ منسلک اور قلائش ہے اور ابرہہ اپنے کندھے سے عصا دوڑ نہیں کرتا۔ یہ اس لیے تھا کہ فاطمہ بنت قیس کو دھوکا نہ ہو۔

مسلحہ ذور جاہلیت کے عرب دیگر گونا گوں خرابیوں کے ساتھ ساتھ قنات خوک کیاری میں بڑی طرح مبتلا تھے۔ وہ اپنے آپ کو سب سے برتر، اشرف اور اعلیٰ خیال کرتے۔ ان سب میں قریش کے فخر و مباہات کی شان ہی الگ تھی۔ جب مکہ فتح ہوا اور اس کی فضاؤں میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو یاد فرمایا اور حکم دیا کہ کعبہ کی چست پر چڑھ جاؤ اور اذان دو۔ قبیلہ ارشاد میں بلالؓ نے کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان دینی شروع کی تو شرفائے قریش پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ ان کے دل خزن و لیل کا اندازہ اس محال سے لکھئے جو ان میں ہوا۔

عقاب ابن اسید بولا اللہ کا شکر ہے میرا باپ یہ رُوح فرما منظور دیکھنے سے پہلے فرگید۔ عارث ابن ہشام کہنے لگا کہ اس کا لے کسے کے بغیر غنہ رضا ابن دانی، کواہ کوئی نوذن نہیں ملا۔ سہیل ابن عمرو نے کہا جیسے اللہ کی مرضی ماہر سفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری اس گنگو پاشندہ تعالیٰ اس کو آگاہ کرے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اعدان کے اس زحیم باطل کو پاش پاش کر کے دکھ دیا۔

قنات خوک کا یہ نظریہ فقط باطل اور غیر منسوب عربوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ زونے زمین پر ہر تمدن اور شاخستہ قومیں آباد تھیں وہ سب کی سب کسی نہ کسی صورت میں اس بیماری میں مبتلا تھیں۔ کہیں اپنی نسل اور قومیت پر فخر کیا جاتا تھا۔ کہیں ان کے وطن کی سرزمین ان کی بڑائی اور برتری کا باعث تھی۔ کہیں زبان و رنگ وجہ افتخار بنے ہوئے تھے۔ اس فاسد نظریہ نے مختلف قوموں کو متحد کر دیا اور ہر قوم اپنی نسل شرافت اور اپنے خطہ زمین کی عظمت کے باعث اپنا یہ حق سمجھتی تھی کہ وہ دوسرے ممالک کو ماتحت و ماتاں کرے۔ ان کی دولت کو لوٹے۔ ان کے باشندوں کو اپنا غلام بنائے اور انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرے۔ اس شرانگیز نظریہ کے باعث جنگ و جدال کا لانا تنہا ہی مسئلہ ہماری رہا اور شرف انسانی کی قبا تہذیب و تمدن کے علمبرداروں کے ہاتھوں کا تار پھوٹی رہی۔ یگانہ بیاں صرف اس زمانہ میں ہی موجود تھیں جنہیں ازمنہ مطلقہ کہا جاتا ہے۔ بلکہ آج بھی ان کی ہلاکت آفرینوں سے انسانیت کی جہیں شرم کے ماسے عرق آلود ہوئی نہ تھی۔ بھارت جسے دنیا بھر میں سب سے بڑا جمہوری ملک ہونے کا دعویٰ ہے وہاں آج بھی طبقاتی امتیازات بھول کے ٹول قائم ہیں۔ بھارت کے طول و عرض میں اس بیسویں صدی میں بھی اچھوت نہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے منہ بدوں میں جا کر پوچھا پاٹ کر سکتے ہیں اعدہ ہی ان کے گنوں سے پانی بھر سکتے ہیں۔ ہر کیہ میں بے شمار ایسے نمونے ہیں جن کے

اللہ عَلَیْہِ خَیْرٌ ۝ قَالَتِ الْأَعْرَابُ امَّا قُلُوبُ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ

بے شک اللہ تعالیٰ عظیم (اور) خیر ہے۔ اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ آپ فرمائیے تم ایمان تو نہیں لئے البتہ یہ کہو کہ

قُولُوا اسَلَّمْنَا وَلٰكِنَّا لَا نَدْخُلُ الْاِيْمَانَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيعُوا

ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم (سچے دل سے) اطاعت کرو گے

دروازوں پر بل عروفت میں کھڑے ہو گئے؛ ریٹائرڈین (وہاں کے اہل باشندے) اور کشتہ داخل نہیں ہو سکتے۔ سفید فام باشندوں کے سکول اور کالج تک مخصوص ہیں جہاں سیاہ فام ہشتی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ اپنی قومی برتری کا یہ غرور تھا جس نے جرمن قوم میں ہٹلر کا روپ اختیار کیا اور کھنڈوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

وطنیت، قوم، رنگ، نسل اور زبان کے بتوں کی پوجا آج بھی اسی زور شور سے ہو رہی ہے۔ اس منقصری آیت میں ان تمام بنیادوں کو منہدم کر کے رکھ دیا جن پر مختلف قوموں نے اپنی اپنی برتری اور شرافت کے ایران تعمیر کر رکھے تھے۔

فرمایا اے لوگو! تم ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہو تمہاری نسل کا سلسلہ اس ایک اصل سے جا کر ملتا ہے۔ تمہارا خالق بھی ایک ہے۔ تمہارا مادہ تخلیق بھی یکساں ہے۔ تمہاری پیدائش کا طریقہ بھی ایک جیسا ہے۔ اتنی بڑی یکسانیتوں کے باوجود تمہارا ایک دوسرے پر برتری کا دعویٰ سراسر کرم فنی اور نادانی ہے۔ اولادِ آدم کا مختلف شہوب و قباہل میں نہنا اس لیے نہیں کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو حقیر سمجھے اور اپنے آپ کو اشرف و اعلیٰ خیال کرے بلکہ اس لیے ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور باہمی معاملات میں گڑبڑ پیدا نہ ہو۔ الشہوب، رؤس، انقباشل، مثل، ربیعۃ، مضر، الزوس، والحزرج۔

شہوب کا واحد شہب ہے۔ وہ ایسے اصل کرکتے ہیں جس سے کئی قبیلے نکلتے ہوں۔ ان کی ترتیب یہ ہے:

شہب، قبیلہ، فیصلہ، عمادہ، بطن اور فخذ

۱۔ کسی تاجران میں پیدا ہونا، کسی زمین کا باشندہ ہونا اور چہرے کی کوئی خاص رنگت اس میں انسان کی اپنی کوشش اور سعی کا کوئی دخل نہ تھا اس لیے قرآن کریم نے اس کو وجہ افتخار قرار نہ دیا البتہ یکسہ چیز ہے جس سے انسان کا مرتبہ دوسرے لوگوں سے برتر اور اعلیٰ ہو جاتا ہے اور اس میں انسان کی ذاتی کوشش کا بھی دخل ہے اور دوسرے تقویٰ۔

تقویٰ کی بنا پر جو معزز و محترم ہو گا وہ غرور و غرور سے کیسے پاک ہو گا اور ایسے شخص کا وجود نہ صرف اپنے ملک اور قوم کے لیے باعث خیر و برکت ہو گا بلکہ تمام نوجوانی اس کے فیوض و برکات سے مستطیع ہوتی ہے گی۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر ہنسے اڑا گئے انداز میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ شہادتِ نبوی صامت فرمائیے:

فتح مکہ کے دن حضور نے اپنی اونٹنی تھوڑی پر سوار ہو کر طواف کیا۔ مسند لوگوں سے کہا کیجی بھری ہوئی تھی۔ اونٹنی کے بیٹھنے کے لیے بھی جگہ نہ تھی۔ حضور لوگوں کے بازوؤں کا سہارا لے کر اونٹنی سے اترے۔ حضور نے خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ ورسولہ لا یکتکم من اعدائکم شیئاً ان اللہ غفور

اللہ اور اس کے رسول کی توفیق و توفیق نہیں کہے گا تمہارے امسال میں شے بے شک اللہ تعالیٰ غفور

یا ایہا الناس ان اللہ تعالیٰ قد اذهب عنکم عیبة الجاهلیة و تعظیما بالیائما قال الناس رجلا ن رجلا برکتی
کریم علی اللہ تعالیٰ ورجل خاجر شقی عین علی اللہ تعالیٰ۔ الناس کلہم بنو آدم وخلق اللہ آدم من تراب۔ (یعنی شعب بیان ترقی)
ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں تم سے عہد باہلیت کی خامیاں دور کر دیں اور تمہیں بخت سے پاک کر دیا۔ اسے لوگو! اللہ تعالیٰ
کے بس وہی گروہ ہیں۔ ایک نیک متقی جو اللہ کے نزدیک محترم ہے دوسرا بدکار بدبخت جو اللہ کے نزدیک حقیر ہے۔ وہ سب اللہ انسان
آدم کی اولاد میں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔

بجۃ الداع کے مکتب پر حضور نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

یا ایہا الناس، الان ربکم واحد۔ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لبحری علی عربی، ولا لاسود علی احمر ولا لاجمر
علی اسود الا بما اتقوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ الاہل ہلغت؟ قالوا بلی یا رسول اللہ قال فلیبلغ الشاہد الغائب۔ (یعنی)
ترجمہ: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں نہ کسی کلمے کو کسی دوسرے کی شہادت کو
کلمے پر برتری حاصل ہے بجز تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہوگا۔ لوگو! کیا میں نے اللہ کا حکم پہنچایا؟
سب نے یک زبان ہو کر کہا یا رسول اللہ! بے شک آپ نے پہنچایا۔ فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ یہ حکم ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں
موجود نہیں ہیں۔

کلکم بنو آدم وادم خلق من تراب لیفتن قوم یغفرون بالباطل لویکونن اعون علی اللہ من الجعلان (بزار)
ترجمہ: تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ لوگ اپنے باپ دادا پر فخر کرنے سے بڑا بائیں وہ اللہ کے
زادہ گروہ کے کلمے کی شہادت کی حقیر و ذلیل ہوں گے۔

ان اللہ لا یشکم عن احسابکم ولا عن انسابکم یوم القیامۃ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (تفسیر ابن جریر)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ روزِ محشر تم سے تمہارے حسب و نسب کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں
سے زیادہ محترم وہ ہوگا جو زیادہ متقی ہوگا۔

ان اللہ لا ینظر الی صوۃکم و اموالکم و لکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔ (مسلم)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔
قرآن کریم کی اس تعلیم اور نبی کریم کے ان ارشادات کا اجماع یہ کہ ایک ایسی امت معرضِ حمد و مدح میں آگئی جن کے نزدیک خلعت و بزرگی کا
معیار فقط تقویٰ اور پارسائی تھی۔ باقی تمام جموں نے امتیازات و امتیازات کے جملہ اسباب کا قلع و قمع ہو گیا۔
شے قلیل بنو اس کے لوگ ایک سال قوط کا شمار ہوتے۔ ہر گز و رسالت میں حاضر ہو کر زبان سے اسلام کا اقرار کیا لیکن ان

رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا

رسیم ہے۔ (کامل) ایماندار تو وہی ہیں جو ایمان لے آئے اللہ اور اس کے رسول پر پھر اس میں، کبھی شک نہیں کیا

وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور جہاد کرتے رہے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں لڑنے میں لگے

الصَّادِقُونَ ۝ قُلْ اتَّعْلَمُونَ ۖ اللَّهُ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يُعَلِّمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

دستباز ہیں۔ آپ فرمائیے کیا تم آگاہ کتے ہو اللہ کو اپنے دین سے۔ مالا کہا اللہ جانتا ہے ہر اس چیز کو جو آسمانوں میں

کے دل تو ایمان سے محروم تھے۔ انہوں نے دین کے استوں کو غلطی سے جو دیا۔ وہ حضور کی خدمت میں تاکر عرض کرتے کہ ہم اپنے بال بچے لے کر آپ کے پاس آگئے ہیں، دوسرے قبائل کی طرح ہم نقاب کے ساتھ جنگ نہیں کی اس لیے آپ ہمیں جہادی ضروریات مہیا فرمائیے، اس طرح وہ حضور پر اپنا احسان بٹلاتے۔ ان کے ملاوہ اور بھی کئی قبائل مغربہ، جزیرہ اور عالم تھے جو احسان بٹلانے کے لیے ایسی باتیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ انہیں فرمائیں تمہارے دلوں نے ایمان قبول نہیں کیا تم تو فقط دوسری مفاد حاصل کرنے کے لیے اور قتل و اسیری سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہو گئے ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اپنا شعار بناؤ گے تو ہمیں تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

لَا تَه : نقصہ، کسی چیز میں کمی کرنا۔

۱۰۰۰ اعراب بنی اسد اپنے آپ کو زبانی اقرار کے بعد مسلمان خیال کرتے تھے، اس آیت میں بچے مومن کی وضاحت کر دی کہ ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمانوں کے گروہ میں شامل کرے مومن کہلانے کا متفق نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا دل ہر جنگ اور شبہ سے پاک ہو اور حب اسلام کی سر بلندی کے لیے مال اور جان قربان کرنے کا موقف آئے تو وہ بلا تاخیر ہر چیز بخوشی قربان کرے۔ اس آیت سے بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ قرآن کی اصطلاح میں ایمان ادا اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں، مومن وہ کہتا ہے جس کا دل تو ایمان سے منہ ہوا اور مسلمان اسے کہتے ہیں جو بظاہر مطیع اور فرمانبردار ہو اگرچہ اس کا دل ایمان سے محروم ہو ایسا بہن کہ فہمی کی دلیل ہے قرآن کریم کی مشترکات ہیں جو اس کی تردید کرتی ہیں۔

ارشاد ہے :

ان الدين عند الله الاسلام، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول دین صرف اسلام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے، مہاکاں ابراہیم یلعوہ یا ول نصر لنیا ولکن کان حنیفاً مسلماً حضرت

ابراہیم نے یہودی تھے نہ عیسائی، بلکہ کیرا لہ کی طرف مائل ہونے والے مسلم تھے۔

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ يَمُنُونَ عَلَيْكَ أَنْ

اور جو زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنی طرح جانتے والا ہے۔ وہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر کہ وہ اسلام

اسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِلَّا مَكْرٌ بَلِ اللَّهُ يَمُنُ عَلَيْكُمْ أَنْ

لے آئے۔ فرمائیے مجھ پر مست احسان جتلاؤ اپنے اسلام کا۔ بلکہ اللہ نے احسان فرمایا ہے کہ ہر کہ

هَذَا كُمْ لِلْإِيمَانِ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ

نہیں ایمان کی ہدایت بخشتی ہے اگر تم اپنے ایمان کے دعویٰ میں سچے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اسرار اور

مفسر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ أَمَرْتُ أَنْ أَكُونَ أَقْلًا مِنْ أَسْلَمَ

آپ فرمائیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لے آؤں۔

نسلہ عرب کے بعض باویشین قبائل اسلام قبول کرتے اور پھر اگر احسان جتلاتے کہ دیکھو ہم نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین قبول کر لیا ہے۔ ہم نے غیر مسلم قبائل سے اپنے دیرینہ تعلقات آپ کی خاطر توڑ لیے ہیں۔ ہمیں امان کی ضرورت ہے وہ دو۔ ہمارے پاس سواروں کے لیے جانور نہیں ہیں وہ مہیا کرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کر دیا کہ یہ تھلا احسان نہیں کہ تم نے اسلام قبول کیا بلکہ یہ تو تم پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ تمہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اگر وہ تمہیں قبول حق کی توفیق نہ بخشتا تو تم اس نعمت غلطی سے محروم ہی رہتے۔ کفر پر مرتے اور بیخبر رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے احسان نہ جتلاؤ بلکہ اپنے رب کے اس فضل و کرم پر سیدہ بانے شکر بجالاؤ کہ آج تمہارا شمار غلامانِ مصطفیٰ علیہ الطیب النقیۃ ولسنا میں ہو رہا ہے۔

دانائے شیراز علیہ الرحمۃ نے اس کی خوب تفسیر فرمائی ہے۔

شکر فضلے کن کہ موفق شدی بنیہ زانعام وفضل اور یمنغل گزاشت

ہفت منہ کہ نہ مست سلطان ہی کنی منت شمس ازو کہ بہرست بہشت

یعنی خداوندِ کریم کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے نیک کی توفیق دی ہے۔

اور اس نے تجھے اپنے انعام و احسان سے محروم نہیں رکھا۔

یہ احسان مست جتلا کہ تبادشاہ کی خدمت کر رہا ہے۔

بلکہ اس کا احسان سب کو اس نے تجھے اپنی خدمت کا موقع دیا ہے۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا تَعْمَلُونَ

زمین کے سب کچھ بیدار کر خوب بات کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے جو تم کر رہے ہو۔

۱۳۱۔ اے بندے! تیرا معاملہ اس خدا سے ہے جس کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی بیکریں دستوں میں کوئی چیز بھی تو ایسی نہیں جو اس سے مخفی ہو۔ فرائز و عرش سب لے کر تیرے زمین تک جب ہر چیز اس کے سامنے عیاں ہے تو تیرے دل کی لقمہ سی دنیا کا کوئی گوشہ اس سے پوشیدہ نہ سکتا ہے؟ ایسے عظیم و جبار کے ساتھ معاملہ کی بنیاد کمر و نفاق پر جو رکھنا ہے وہ پہلے درجہ کا احمق ہے۔ دانا اور خوش بخت وہ ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ جس کی زبان بھی اس کے ذکر میں مشغول اور اس کا دل بھی اس کی یاد سے محو رہتا ہے۔ جس کا بدن بھی اس کا فرمانبردار اور جس کی نیت بھی اس کی بندگی پر نازاں اور شادان رہتی ہے۔



اللَّهُمَّ اِنِّى عَبْدُكَ وَاِبْنُ عَبْدِكَ وَاِبْنُ اَمَّتِكَ نَاصِيَتِي يَدُكَ مَا ضَرَفْتَ حَكْمَكَ وَ
عَدَلَ فِى قَضَائِكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ اَكْرَمُ لَكَ سَمِيَتْ بِهِ نَفْسُكَ وَاَنْزَلَتْهُ فِى كِتَابِكَ
لَوْ عَلِمْتَهُ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ لَسَّ اُشْرَتُ بِهِ فِى عِلْمِ عِنْدِكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رِيعَ
قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجِلَاءَ حَزَنِي وَذَهَابَ غَمِّي وَغَى.

اللَّهُمَّ مَنْنْتَ عَلَى عَبْدِكَ الْبَاشَّ الْمُسْكِنِ فَوْقَتَهُ لَخْدَمَةِ كِتَابِكَ الْمُبِينِ وَتَقَبَّلْ مِنْهُ
اِنْكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى حَبِيبِكَ وَصَفِيِّكَ وَنَبِيِّكَ سَيِّدِي وَمَوْلَايَ مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ مِنَ الصَّلَاةِ اَزْكَاهَا وَمِنَ التَّسْلِيمَاتِ اَسْمَا وَمِنَ الْبَرَكَاتِ اَوْفَاها
وَارْزُقْنَا حَبِيبَهُ وَاتِّبَاعَهُ وَشَفَاعَتَهُ وَاحْشُرْنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ الطَّيِّبَتَيْنِ يَا رَبَّ
الْمَشْرِقَيْنِ وَالْمَغْرِبَيْنِ.



تعارف سورة ق

نام : اس کا نام سورہ ق ہے جو پہلی آیت کا پہلا حرف ہے اس کے تین رکوع اور تینتالیس آیات ہیں
یہ تین سو ستاون کلمات اور ایک ہزار چار سو چوالیس حروف پر مشتمل ہے۔
زمانہ نزول : اگرچہ کسی مستند روایت سے اس کا سال نزول متعین نہیں ہوتا، لیکن اس کے مضامین
میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ان سورتوں میں سے ہے جو کئی عہد کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئیں جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے مکمل کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ سعادتمند رؤس دور کا اس دعوت کو قبول کرنے لگی تھیں۔ مکہ کے کافرانہ معاشرے میں
ایک پہل پیدا ہوئی تھی اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناکام بنانے کے لیے طعن و تشنیع کے تیر بڑے شروع
کر دیے تھے۔

مضامین : اہل عرب کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری دعوت ایسی تھی جس نے انہیں
وسط حیرت میں ڈال دیا تھا۔ لیکن اس بات کو تو وہ ماننے کے لیے قضا تیار نہ تھے کہ مرنے کے بعد انہیں پھر زندہ کر دیا جائے
گا۔ ان کے پرانے و اجزاء اور منتشر ذروں کو پھر جوڑ دیا جائے گا۔ یہ چیز ان کے نزدیک ناممکن بھی تھی اور خلاف عقل بھی اس لیے
وہ ہر طاقت تھے کہ ہم آپ کی یہ بات ماننے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ بے شک یہ کام از حد شوا
اور ایسی مشکل ہے، پھر بے ہوشی جنہیں ہوا کے جھونکے کہاں کہاں اڑا کر پھینک آئے ان کو اکٹھا کرنا تھا اسے بس کی
بات نہیں کیونکہ تمہارا علم ناقص اور قدرت محدود ہے، لیکن اس ذات کے لیے اس میں ذرا بھی دشواری نہیں جس کا علم
کائنات کے ذرے ذرے کو اور یہاں رو پذیر ہونے والی معمولی تبدیلیوں کو بھی جانتا ہے جس نے ان کا مکمل ریکارڈ تیار کر رکھا
ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت کو جاننا چاہتے ہو تو عالم بالا کی بے پایاں اور وسیع پیمانیوں کو دیکھو اور آگاہی کی کمال
حکمت کا اندازہ لگانا چاہتے ہو تو اس وسیع و عریض اور پچھید عالم میں جو بے نظیر نظم و ضبط اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے اس
میں غور کرو، تمہیں یقین آجائے گا کہ ایسی ہستی کے لیے انسان کو موت کی فینہ سنانا اور پھر اس کو عرصہ دہرا کے بعد وقت مقررہ پر
زندہ کر دینا قطعاً مشکل نہیں۔

جی چاہتا ہے کہ اختصار کے ساتھ عالم بالا کی بے کراں دستوں کا تذکرہ کروں تاکہ قدرت خداوندی کی عظمتوں کا
تازہ میں کو کچھ تصور ہو جائے۔

سُورَةُ ق مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اَرْبَعُونَ اَيَاتٍ ثَلَاثُ اَلْجُزُوءِ

سورۃ ق مکی ہے اور اس کی پچاس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَاءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

قاف سے شروع ہے قرآن مجید کی ذکر یہاں پر ہے، بلکہ مگر یہ (ذوالن) حیران ہیں اس بات پر کہ آیا ہے ان کے پاس ٹھانے والا ان میں

سہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے بعض علماء کے نزدیک یہ اس سورت کا نام ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے خفیہ کی گنجی ہے جن کی ابتدا میں ق ہے مثلاً القدر، القهار وغیرہ۔

علامہ پانی پتی کہتے ہیں والحق اللہ ورمز بین اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حق یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ایک رمز ہے جسے ہم نے اس میں لکھ دیا ہے۔

علامہ اسماعیل حق کہتے ہیں قال ابن عطاء اقسام اللہ بقوة قلب حبیبہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث تحمل الخطاب والمساعدة ولم یؤثر فلت فیہ لعلو حالہ (روح البیان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کرم کے دل کی قوت کی قسم کھائی ہے کہ میں حق کا شاہد ہی کیا اور شرف تکمیل ہی حاصل ہوا لیکن کلمہ کی طرف ایک حق صفت سے غش کیا کر نہیں پڑے۔

بعض کتب میں کلمہ ہے کہ ق سے ماہ ایک ہزار (۱۰۰۰) قاف ہے جو مادی زمینی کو گھیرے ہے۔ وہ زبرجد کا بنا ہوا ہے۔ آسمان کی

نیلا ہٹ اس زبرجد کا عکس ہے وغیرہ وغیرہ۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ اسرائیل عزرائیل میں جو مسلمانوں نے علامہ اہل کتاب سے نہیں پاؤ۔

بلیہ تحقیق اپنی کتب میں لکھ دیں بلکہ ان میں سے بھی جو نزدیک تھے انہوں نے ایسی روایتیں گھڑیں تاکہ لوگوں کو دین حق سے بدگمان کیا جائے۔

وعندی ان ہذا وامثالہ واشباہہ من اختلاف بعض زناد قہم۔ اس ضمن میں حضرت ابن عباس سے جو اثر منقول ہے اس کے بارے میں علامہ موصوف کہتے ہیں لا یصح سندہ عن ابن عباس کہ حضرت ابن عباس سے اس کی سند صحیح نہیں ہے (ابن کثیر)

صاحب ذوق العالی نے بھی اس قول کی تردید کی ہے۔

سہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی قسم اٹھا رہے ہیں کہ میرا محبوب میرا پیارا رسول ہے۔ صاحب لسان العرب کہتے ہیں کہ سب مجید قرآن کی صفت جو اس کا معنی جو کسبہ الرفع العالی، عالی شان، بلند مرتبہ۔ علامہ داغوب کہتے ہیں کہ قرآن کریم جو کلمہ مکارم ذبیہ اور

فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۚ إِذَا امْتَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا

سے کہنے لگے کفار کہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ اگر ہم مر جائیں گے اور اسی ہو جائیں گے

ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ۚ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ۖ وَ

وہ چیز زندہ کیے جانے سے اور اسی کو نقصان پہنچانے سے ہم خوب جانتے ہیں جو زمین ان کے جسموں سے گھٹاتی ہے اور

عِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِیْظٌ ۚ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ

ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ بلکہ انہوں نے جھوٹا یار دینا شروع کر دیا کہ جب وہ ان کے پاس آیا پس

آخر وہی کوٹھل ہے اس لیے یہ کہہ گئے کہ یہ تو صرف بدلتا لکھنا ہے نہ کہ کثرت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ کہ اس نے ان کی طرف ایک
سے چاہیے تو یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے کہ اس نے ان کی طرف ایک
راہ پر بھیجا ہے اور مزید کہ یہ فرمایا ہے کہ وہ ان کا ہم قوم اور ہم وطن ہے اور وہ اس کی حیرت و کردار سے ہر کی طرح آگاہ ہیں لیکن
یہ عجیب آدمی کوٹھلی کے لوگ ہیں۔ انہیں اگر اعتراض ہے تو اس پر کہ ان میں سے ایک آدمی کو منصب نبوت پر کیوں فائز کر دیا گیا۔
اگر کسی آدمی کو آسمانی کتاب تو کسی غیر کتاب سے آتا، بلکہ لوح انسانی کے بجائے چمن یا فرشتہ ہوتا تاکہ وہ اس کی عظمت کو پہچان سکتے
اور اس پر ایمان لاتے۔

لکے کفار کہتے کہ پہلے تو یہ بات ہی بڑی حیرت انگیز ہے کہ ایک انسان نبی بن کر آنے کا دعویٰ کر رہا ہے لیکن اس سے بھی
زیادہ عقل کو سرسبز کرنے والی بات یہ ہے جو وہ ہمیں بتا رہا ہے کہ مرے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ ایسی بات ہے جو بعد از
امکان ہے۔ اسے عقل تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ ایسی آنسوئی اور ناقابل فہم باتیں کہنے والا نبوت کا دعویٰ ہو، بڑی حیرت انگیز بات
ہے اور ہم جیسے دانشوروں سے وہ یہ توقع رکھے کہ ہم اس پر ایمان لائیں گے، یہ بات پہلے سے ہی زیادہ حیرت انگیز ہے۔
۱۰۔ وقوع قیامت پر انہیں اعتراض ہے تھا کہ جب مردہ کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے تو زمین اس کے گوشت پرست اور
ہڈیوں کو کھا جاتی ہے۔ پھر وہ مٹی بن کر بن کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ ان منتشر ذروں کو کبھی کرنا نا ممکن ہے۔ ان کے اس شبہ کا یوں
رد کیا جا رہا ہے کہ زمین نیست کے جس جس جزو کو کھاتی ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا تحصیل علم ہے۔ بلکہ اس کے پاس تو ایسی جامع کتاب ہے
جس میں کائنات طوری و منطوی میں ہر لحظہ زندہ رہنے والی ساری تبدیلیوں کا ریکارڈ محفوظ ہے، تو وہ ذات جس کا علم ہر چیز کو اور اس
میں رونما ہونے والے ہر تغیر کو محیط ہے اور جو مخلوق کی کھلی شئی کی تدبیر کی صفت سے موصوف ہے اس کے لیے تو مردوں کو
اور مردہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ قرطبی کہتے ہیں وثبت ان الانبياء والاوصياء والشهداء لا تأكل الارض اجسادهم

فِي أَمْرِ مَرْيَمَ ۖ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۚ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا

اس وجہ سے وہ بڑی الجھن میں نہیں گتے ہیں کہ کیا انہوں نے نہیں دیکھا آسمان کی طرف جو ان کے اوپر ہے ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے

زَيْنَّاها وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۚ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا

اور اسے کیسے آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شکاف نہیں ہے اور زمین کو مسم نے پھیلا دیا اور ہماری اس پر

یعنی یہ ایک مسئلہ بات ہے کہ انبیاء اولیاء اور شہداء کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کے جسموں کو کھائے۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ ہم نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب التذکرہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔

مسئلہ وہ نبی مکرم کی بشت پر حیرت اور آپ کی تعلیمات کو فقط بعید از قیاس کہنے پر اکتفا نہیں کر سبے جگہ انہوں نے تو اس حق کو سرا سر مٹھوٹ کا پلندہ کہنے کی زنت لگا رکھی ہے کہتے ہیں وہ عذاب اللہ ہے۔ اس کی لائی ہوئی کتاب جھوٹی ہے۔

اس کے پیش کیے ہوئے عقائد غلط ہیں۔ لیکن تذبذب حق کے بعد کیا ان کے دلوں کو تسکین نصیب ہے۔ کیا ان کے ذہنوں نے ان کی اس بات کو درست تسلیم کر لیا ہے نہیں ہرگز نہیں! اس تذبذب کی وجہ سے تو ان کا ذہنی سکون برباد ہو گیا ہے۔ ان کے دل مضطرب اور بے چین ہیں۔ انہیں کسی پہلو قرار نہیں۔ کسی ایک بات پر ان کے قدم نہیں جمتے۔ کبھی کہتے ہیں یہ باوجود گریبہ کبھی اسے شاعر کہتے ہیں کبھی اسے دیوانہ بتاتے ہیں اور کبھی اس پر افترا باز ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ واقعی جو

حق کا انکار کرتا ہے اس سے سکون و قرار چھین لیا جاتا ہے عمر بھر قلق و اضطراب کی موجیں اسے سکون کی طرح اٹھا کر دائیں بائیں پھینکتی رہتی ہیں۔ آیت کے آخر میں صریح کا لفظ خود طلب ہے۔ علامہ قرطبی اس کی تحقیق کہتے ہوئے لکھتے ہیں اصل للرج؛

الاضطراب والقلق

مسئلہ کفار کو مرنے کے بعد بھی اٹھنے کے منگوتے اور اس انکار پر انہیں شدید عذاب تھا۔ ان چند آیات میں ان کے اس انکار کی بیخ کنی کی جا رہی ہے۔ مہرودوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا دعویٰ اگر کسی ایسی ہستی نے کیا ہوتا جو کمزور، بے بس اور ناتواں ہے تو اس

دعویٰ کے انکار کا تمہیں حق پہنچاتا تھا لیکن یہ دعویٰ جس ہستی نے کیا ہے بلندیاں اور پستیاں سب اس کے زیرِ سر ملن میں ڈرا کھا خاکرا اور دیکھو تمہیں کیا نظر آ رہا ہے۔ نیسنگروں سے لے کر آسمان ہے جس میں مہرود مادہ اور ان گنت ستارے جگمگا

رہتے ہیں۔ انہیں بنے ہوئے لاکھوں سال گزر چکے ہیں۔ کیا ان میں بوسیدگی اور کھل کے کہیں کوئی آثار تمہیں نظر آ رہا ہے۔ ان کے معمولات میں کبھی ایک لمحہ کا تقدم و تاخر ہوا ہے۔ جدید سائنسی آلات کے ذریعے فضا میں جو نئے کشفیات ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے عالم بالاک و سموات کا تصور کر کے ہی انسان اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے سامنے تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔

رَوَا سَيِّ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۖ تَبْحِرَةُ وَذِكْرَى

بڑے بڑے سیاست اور انکادی ہیں اس میں ہر قسم کی رولنگ اسٹیزا چیزیں۔ یہ آئنا قدرت بحیرت افروز اور یاد دہانی میں

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبْرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ

ہر اس بندے کے لیے جو اپنے رب کی طرف مائل ہے اللہ ہم نے آواز آسمان سے برکت والا پانی منسلح پس بھجئے اگئے اس سے

جَنَّتْ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۖ وَالتَّخْلُ بِسِقَتِ لَهَا طَلْعُ نَضِيدٍ ۖ رِزْقًا

بانات اور انہی جس کو کیت کاٹا جاتا ہے۔ اور کچور کے لیے بے درخت بن کے کٹنے چلے گئے ہوتے ہیں۔ بندوں کی

لِّلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً تَلَيَّنَّا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ كَذَبَتْ قُلُوبُهُمْ

رفعی کے لیے اور سچے نفع مند کردار اس پانی سے مراد شہر یونی (روزہ محشر) ان کا ہنگامہ ہو گا اللہ (حق) کو جنت یا جہنم (الیکٹرک)

۱۷۔ خدا اس کو زمین کی طرف چشم پوش سے دیکھو یہ کتنا وسیع اور کشادہ ہے قدرت والے نے کس طرح اس کو دور و نزدیک پھیلا دیا ہے کس شان سے اونچے اونچے پہاڑ یہاں نصب کر دیے ہیں زمین کی مٹی میں روئیدگی کی بے پناہ قوت کس حکمت سے ودیعت کر دی ہے ہر قسم کے درخت، چھل، پلوے، پھول، اناج، جڑی بوٹیاں اپنی اپنی بہار دکھا رہی ہیں ساگر تم کاغذات کی زنجیروں پر نگاہ دو تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس قادر و قویٰ نے یہ جہان بنایا اور اسے بسایا ہے اس کی قدرت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اب تو ہی بتاؤ کہ اگر یہ قادر و قویٰ مرنے کے بعد تیس زندہ کرنا چاہتا تو کیا یہ بیحد تیراس سے زیادہ کی رقم اے عقل کے غلط گورنر؟ آیت کے خند الخافک لغوی تحقیق لاخظ ہو۔ روسی جمع ہے اس کی جس کا معنی ہے پہاڑ۔

زوج کا معنی یہاں جڑائیں بکھرنا ہے ای من کل نوع من النبات۔ یعنی ہر قوم ازہوش گفتہ اولیٰ کریمانہ والی۔

۱۔ کائنات کی ہر چیز کا پھر کر اپنے خالق کی عظمت و کبریا کی شہادت دے رہی ہے لیکن یہ آواز فقط وہی لوگ سن سکتے ہیں جو آثار قدرت میں غور و تدبر کرنے کے عوالم سمجھتے ہیں۔

سنہ اس کثرت میں بتایا جا رہا ہے کہ تم وقوع قیامت کو بعید از قیاس کہتے ہو حالانکہ اس کا شاہد وہم بار بار اپنی آنکھوں سے کرتے ہو۔
 قحط سالی کے دوران میں گھس، بھڑی، بھینیاں، تناور درخت، نوکھ جلتے ہیں۔ ان میں نباتات زندگی کا شاہد تک باقی نہیں رہتا لیکن جب
 بادل گھر کر گرتے ہیں اور بارشیں برساتے ہیں تو ہر سبز و سبزی ہوتا ہے۔ رونیدگی کی فحشہ صلاحیتیں یک دم بیدار ہو جاتی ہیں۔ نئی نئی
 کوئیلیں، تروتازہ بھینیاں، ان پر مسکراتی ہوئی کلیاں اور نیلے ہوئے چولے دل بھالے گتے ہیں۔ جس ذات نے مینہ برسا کر مژدہ زمین سے شاہد
 مرغزار اور رُہسار کھیت لگا دیے ہیں کیا وہ اس برقدار نہیں کہ تمہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔

۱۷۔ یہ فرما کر تمام مشکوک و شبہات کا ازالہ فرمادیا۔ ان آیات میں جو مشکل و غلط فہمیاں ان کی تشریح کوئی بہ سہلے گزر چکی ہے۔

قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودٌ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنٌ وَإِخْوَانُ

کے پہلے قوم نوح، اہل رس اور ثمود نے۔ اور (جہنمیا تھا) عاد، فیرعون اور قوم

لوطؑ وَأَصْحَابُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ

لوطؑ نے۔ نیز ایک کے باشندوں اور تبع کی قوم نے۔ ان سب نے جہنمیا تھا رسولوں کو پس پڑھو گیا جہاں مذاب

وَعِيدٌ ۝ اَفَعِینَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِی لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ

کا دوسرا سلسلہ تو کیا ہم شکستے میں پہلی مرتبہ مخلوق کو پیدا کر کے (ایسا نہیں) سلسلہ بدیہ (کائنات) از سر نو پیدا ہونے کے بارے میں شک

جَدِیدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسُّوْسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۝ ۱۲

تیں ہیں سلسلہ اور بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم (خوب) جانتے ہیں اس کا نفس جو دوسرے ڈالتا ہے۔

۱۲ ان آیت میں جن قوموں کا ذکر کیا جا رہا ہے ان کے تفصیل حالات پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دے رہے ہیں کہ پہلے ہی انبیاء کو ان کی امتوں نے جہنمیا تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی رسالت کی ذمہ داریوں کا ادا کرتے ہوئے مشکل ترین حالات میں بھی صبر کا سامن بھی نہیں چھوڑا۔ اسے میرے نبی آپ بھی ان کفار کی تکلیف سے پریشان نہ ہوں۔ اپنا فرض ادا کرنے میں مصروف رہیں۔

نیز کفار کو بھی ڈرایا جا رہا ہے کہ ان قوموں کا انجام تمہارے سلسلے سے تمہارے تجارتی قافلے اکثر ان علاقوں سے گزرتے ہیں۔ کیا ان دوران کشتیروں کو دیکھ کر تمہیں عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ خوبصورت بستیاں کیوں اجڑ گئیں ان مالی شان مندوں میں آج ان لوگوں بول رہے ہیں؟ ذرا غور کرو یہ ان لوگوں کے ٹھکانے ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کی نذیب کی۔ جب انہوں نے اپنی اپنی قوم کو قیامت کے روز جواب دہی کا خوف دلا کر فسق و فجور اور فتنہ و فساد سے باز آنے کی تلقین کی تو انہوں نے بھی قیامت کے تصور کو غلط اور محال قرار دیا اور ہر قسم کے محاسبے سے بے خوف ہو کر گناہوں کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مذاب الہی نے ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ اے اہل کفر! سوچو بچار کے لیے جو مہلت تمہیں دی گئی ہے اگر تم نے اسے ضائع کر دیا تو پھر ایسا مذاب آئے گا جو تمہیں میں کر رکھ دے گا۔

۱۳ اے اہل کفر! تم سمجھتے ہو کہ ان گنت ابدیہ شمار انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا بڑی مشکل کام ہے۔ کیا ہم آسمان و زمین کا یہ وسیع و عریض اور پیچیدہ نظام پیدا کرنے کے بعد تمہارے ہیں؟ اب ہم میں یہ سکت نہیں رہی کہ تمہیں از سر نو زندہ کر سکیں؟ تم بچوں کی طرح کیسی سبکی سبکی باتیں کر رہے ہو۔

۱۴ وقوع قیامت پر ناقابل تردید دلائل پیش کیے جا چکے ہیں۔ کفار میں نہ تو یہ سکت ہے کہ وہ ان کی تردید کر سکیں نہ ان میں

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۚ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَآمِلِينَ عَنْ

اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۱۷۔ جب اس کے احوال کو یہ یقین دہانہ ہو گیا ہے کہ

الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۚ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ

دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوتا ہے ۱۸۔ وہ نہیں بولتا اپنی زبان سے کوئی بات مگر اس کے پاس ایک نگہبان

یہ جرات ہے کہ حق کے سامنے تسلیم خم کر دیں اور قیامت پر ایمان لائیں کیونکہ اس طرح ان کی ساری بساط عیش و نشاط الٹ کر رہ جائے گی اور گناہ و لذت کی جس زندگی کے وہ خور و شراب پکے ہیں اس سے دست کش ہونا پڑے گا اور اتنے بڑے انقلاب کے لیے وہ تیار نہیں اس لیے ہی میں لکھ کر رہ گئے ہیں۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والا معاملہ ہے۔

لبس کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ قسطنطین لکھتے ہیں۔ لبس علیہ الزم۔ یہ کام اس پر ملے جس ہو گیا اور اس کے پاس سے آؤں شک و شبہ میں مبتلا ہو گیا۔

۱۷۔ ارشاد ہے کہ انسان کو ہم نے پیدا فرمایا ہے۔ اس کی خوبیاں اور کمزوریاں ہم پر عیاں ہیں۔ اس کا کوئی قول اور عمل ہم سے مخفی نہیں۔ حتیٰ کہ وہ دوسرے ہم سے کہاں غافل میں پیدا ہوتے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگ و باں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ وہ خود اپنے بعض احوال سے بے خبر ہو سکتا ہے۔ اس کے نفس کے کئی گوشے اس کی اپنی نگاہ سے اوچھل سکتے ہیں لیکن ہمارا علم اس کے ظاہر اور باطن پر محیط ہے۔ صد حیف کہ اتنے قریب باوجود وہ ہم سے بے خبر ہے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

دوست نزدیک تراز من بنست وں محب ترکہ من از وی دورم
چہ کنم باز تو راں گفت کہ او در کسب از من و من مجورم

یعنی دوست مجھ سے بھی زیادہ میرے نزدیک ہے۔ محب اس پر ہے کہ میں اس سے دور ہوں۔ میں کیا کروں اور کس سے یہ بات کہوں کہ محبوب تو میرے آغوش میں ہے اور میں ہجر کی سختیاں برداشت کر رہا ہوں۔
علامہ غاہر نے تو اس سے قریب ملی مراد لیا ہے لیکن اولیائے کرام نے اس قریب کی حقیقت کو جس طرح بیان فرمایا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔

علامہ پانی پتی کہتے ہیں مید رات ذلالت القرب بنور الفراسۃ لا بالمشاعر والذلال۔ یعنی نور فراست ہی سے اس قریب کا انداز کیا جاسکتا ہے۔ حواس ظاہری اور قوت عقل اس کے انداز سے عاجز ہیں۔

مزید تحقیق کے لیے اس مقام پر تفسیر ظہری کا مطالعہ فرمائیے۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے جین احوال سے خود بخوبی آگاہ ہے لیکن اس نے اپنی حکمت کے پیش نظر اس انسان کے لیے وہ

رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ

دکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے شے اور اپنی موت کی بے ہوش سی جی - (اسے نادان) یہ ہے وہ جس سے

مِنْهُ تَحِيدٌ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعْدِ ۚ وَجَاءَتْ كُلُّ

تو دور بھاگتا تھا شے اور صور پھونکا جائے گا - میں وعید کا دن ہو گا شے اور حاضر ہو گا ہر

فرشتے میں مقرر کر دیے ہیں۔ ان میں سے ایک اس کے دائیں جانب بیٹھا رہتا ہے اور دوسرا اُس کی بائیں جانب۔ عبادت میں ذرا غور فرمائیے۔
عن الیمین اور عن الشمال بارہمرو میں اور قصید کے ساتھ متعلق ہیں اور قصید المتلفسین کا بدل ہے۔ اصل عبارت یوں
تھی۔ عن الیمین قصید وعن الشمال قصید لیکن آخری قصید پر اتنا کیا گیا اور عن الیمین کے ساتھ قصید کی مراد کی ضرورت رہی۔
شے انسان میں وقت کوئی نظر دلتا ہے وہ دونوں فرشتے فرات کو لیتے ہیں۔

رقیب، عتید، حقیقہ، الحاضر المہیا۔ یعنی جو ہر وقت حاضر و مستعد ہو۔ اس آیت میں یہ بتا دیا گیا کہ
انسان کی کوئی بات اور اس کی کوئی حرکت ایسی نہیں جس پر وہ فرشتے مطلع نہ ہوں۔ اس سے میں قسم کا فعل میں وقت صادر ہوتا ہے۔ وہ
فرشتے اسے فوراً یاد کر لیتے ہیں۔ قیامت کے روز جب انسان پر سبش حمل کے لیے ارگاہ الہی میں پیش کیا جائے گا تو سب کچھ باندھے
کے باوجود اللہ تعالیٰ طمک کو سکھ دیں گے کہ اس شخص کے دفاتر عمل کی طور و دستاویزی ثبوت پیش کیا جائے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی اختراع
نے ثابت کر دیا کہ انسان کی آواز کو نہ ہو بتقید کرنے کے لیے قدرت نے ہر جگہ ٹیپنگ لگا دی ہے اور اس کی حرکات و سکنات کی عین
محفوظ رکھنے کے لیے قدرتی ٹیلی ویژن کیمرے ہر جگہ نصب ہیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ چاہے گا انسان کو نہ ہو اس کی آواز اور عینہ اس کی
حرکات و سکنات کا شاہدہ کرے گا اور اس میں اس کا ہر حرکت نہ ہوگی۔ یہاں تک تو علم انسانی کی رسائی ہو چکی ہے لیکن فرشتے ہماری زندگی
کے ڈھانچے کو جس خوبی اور وقت سے محفوظ کر رہے ہیں اس کا اندازہ کرنا اس دنیا میں ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔ البتہ سائنس کے ان
اکشافات کے بعد عقل حیدر کو اب اس قدر کی ہمت نہیں رہی۔

شے موت کی سختی اور شدت کو سکرۃ الموت کہتے ہیں۔ یعنی جب انسان مرنے کے قریب ہوتا ہے اس پر ہانکنی کے آثار
نمودار ہوتے ہیں تو اس وقت حقیقت حال حیاں ہوجاتی ہے۔ جو لوگ آئی ٹیمک اٹھادور نافرمانی کی روش پر گمراہ رہتے ہیں انہیں آنکھوں
سے آنسو والہر حیاں کا شاہدہ کہنے لگتے ہیں اور دوزخ کے لپٹے ہوئے سرنج شعلے انہیں نظر آنے لگتے ہیں۔ اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ
یہ ہے وہ عالم آخرت جس سے تم منہ موڑے رہے اور جس کو تسلیم کرنے سے تم گریز کرتے رہے۔ اب یہ حق اور سچی بات کہیں آنکھوں کے
سلنے ہے۔ اس وقت کیا تم اس کا انکار کرنے کی جرأت کر سکتے ہو۔ حق سے مراد یہاں موت ہے۔ الحق هو الموت۔ حصاد
خیوفاً وحبیدۃ وحبیلودۃ: مال غنہ وعدل۔

شے عرصہ دراز عالم برزخ میں گزے گا۔ پھر منہ پھانکا جائے گا اس کی آواز سے ہر شخص جو تک کر اپنی قبر سے نکلے گا اور میدان حشر

نَفْسٍ مَّعَهَا سَاقٍ وَ شَحِيدٌ ۖ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا

شخص اس طرح کہ اس کے برابر ایک (اسے) اپنے والد اور ایک گروہ کا شہادہ تو درمیان غافل رہا اس دن سے

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۖ وَقَالَ قَرِينُهُ

پس ہم نے اٹھا دیا ہے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ سو تیری بینائی آج بڑی تیز ہے اے ادا کے گواہ اس کا درمیان ہوا

هٰذَا مَالِيَ عِنْدَ الْإِقْيَافِ جَعَلْتُ كُلَّ كَفَّارٍ عِنْدِي مَنَاءً

ساتھی یہ امان مر جو میرے پاس تھا بالکل تیار ہے اے جہنم میں جہنمک دوستوں کا سرکش کو جو سختی سے روکنے والا تھا

میں کھڑا کر دیا جانے گا۔ جو لوگ قیامت کا انکار کرتے سہجے تھے۔ انہیں کہا جائے گا یہی وہ عذاب کا دن ہے جس سے ہمارے انبیاء تیس ڈرایا کرتے تھے اور تم بے پروا رہے ان کی بات سننے کے روادار بھی نہ تھے۔ اب تہہ قیامت پر پا ہوئی ہے یا نہیں؟ خداوند عالم نے تمہیں قبروں سے زندہ نکال کر میدانِ حشر میں لا کھڑا کیا ہے یا نہیں؟ اس روز کون ہو گا جو اس عقیقہ کی حقیقت کا انکار کر سکے۔

اے ہر شخص کے لیے دو فرشتے مقرر کر دیے جائیں گے۔ ایک اس کو پیچھے سے ہانک کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کرے گا دوسرا اس کا دفترِ عمل لیے ساتھ ہو گا تاکہ اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دے یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو دنیوی زندگی میں اس کے ہم نشین رہے تھے اور اس کا دفترِ عمل مرتب کرنے پر متعین کیے گئے تھے۔

اے کہا جانے والے گاہکوں صاحبِ دنیوی زندگی میں تو تم نفل بنے رہے۔ اب جتنا پورا طبق روشن ہوئے ہیں یا نہیں؟ تمہاری آنکھوں پر پتے پڑے ہوتے تھے وہ آج اٹھ گئے ہیں آج تمہاری بینائی بڑی تیز ہو گئی ہے حقیقت میں صاف نظر آنے لگی ہے۔
حضراتِ حسن و قادہ اور منہاک کے نزدیک قبر میں سے مراد وہی فرشتہ ہے جو ہر مہاجر اس کے ساتھ رہا۔ وہ بارگاہِ الہی میں ہوں گے گا کہ یہ وہ شخص ہے جس کی نگہداشت میرے سپرد کی گئی تھی اور یہ ہے اس کا صحیفہ عمل جو بڑی دیانت سے میں نے تیار کیا ہے جو فیصلہ مناسب ہو گا اور فرمایا جائے۔ وقال بما هذا القول هذا الذي وكلتني به من مبنی آدم قد احضرتہ واحضرت دیوانِ عملہ (قرطبی)

بعض علما کی رائے ہے کہ قرین سے مراد شیطان ہے جو ہر مہاجر اس پر منظر رہا۔

اے اسی فرشتہ کو حکم ملے گا کہ اسے پڑاؤ میں بند کر دے۔

قرین صاحبِ گویاں الیٰ دھیندہ و صابر ماضی ہونا چاہیے تھا۔ القیاسیہ کا صحیفہ کیوں ذکر کیا اس کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

خیل اور آغوش کہتے ہیں کہ قصائے عرب و اعراب کے لیے یہی بسا اوقات مشفیہ کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں جس طرح ایک دوست

لِخَيْرٍ مُّعْتَدٍ مُّرِيبٍ ۚ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَأَلْقِيَهُ فِي

نیک سے بد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا تھا۔ جس نے بنا کے تھے اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا پس جو بیک دو اس دہ بخت کو

الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۚ قَالَ قَرِيبُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُ، وَلَكِنْ كَانَتْ فِي

مذاب شدید میں ۔ اس کا ساتھی شیطان، بولے گئے ہائے پروردگار میں نے تیرے سرکش نہیں بنایا تھا بلکہ وہ خود ہی

کے لیے خلیفہ بنی کی بجائے خلیفہ بنی (تثنیہ) نام مرقوم ہے۔ امرو القیس اپنے ایک رفیق سفر کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

قُضِيَ بَيْنَكَ مِنْ ذِكْرِي حَبِيبٌ وَمَنْزِلٌ

اے میرے دوست ذرا ٹھہرو تاکہ ہم اپنے محبوب اور اس کی منزل کو یاد کر کے کچھ آنسو بہائیں۔ جف کی بجائے قضا تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ القیاس تثنیہ کا صیغہ نہیں بلکہ اصل میں امر باذن تاکیدیہ تثنیہ تھا (القین، اب یہ وزن بدل کر الف ہو گیا ایک توجیہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قرین سے مراد ایک نہیں بلکہ دو ساتھی ہیں جن کا ذکر ابی ابی گزرا ہے اور قرین کا لفظ بعد کی طرح تثنیہ اور جمع کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

۲۳ کفار، سخت ناشکر گزار یا پرلے درجہ کافر

النسید: المعترض عن الحق وهو یصرفہ۔ جو حق کو پہچانے اور اس کے بعد اسے مسترد کر دے۔ کفار و عنید کی مزید تشریح کی جا رہی ہے۔

منہاج: مال کا مالقب ہے بکثرت رکھنے والا اور سختی سے رکھنے والا۔ خیر کا معنی اگر مال ہو تو مطلب یہ ہو گا بڑا کنوس۔ خدا کے پیے ہوئے مال سے اس کی رضا کے لیے ایک جنبہ تک غرق نہیں کرتا۔ نہ کسی غریب پر اسے ترس آتا ہے اور نہ کسی فاقہ کش کے لیے اس کا دل پسیمتا ہے اور اگر خیر کا معنی نیک اور بھلے کام ہوں تو پھر مطلب یہ ہو گا کہ خود بھی نیک کام نہیں کرتا اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنے سے سختی سے روکتا ہے اور بار بار روکتا ہے۔

معتد: عد سے تجاوز کرنے والا۔ یعنی اس نے کسی حق و انصاف کے حدود کا لحاظ نہیں رکھا۔ بلکہ اس کی سنگو اس کے کردار اور اس کے احکام میں سرکشی اور سرکائی کی جھلک صاف نمایاں ہے۔

مریب: جو خود کسی شک میں مبتلا ہو اس کو بھی مریب کہتے ہیں اور جو شمس و سروں کی متابعیت کو غارت کرنے کے ورہے ہو اور دوسرا نمازی سے اس کے غریب ایمان میں آگ لگانے کے لیے کوشاں رہے اسے بھی مریب کہتے ہیں یہاں یہ لفظان دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔

ضَلِيلٌ بَعِيدٌ ۝ قَالَ لَا تَخْتَعِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ

گراہی میں خود تک پہنچا تھا۔ اللہ فرماتے گستاخوں میرے نزدیک میں تو پہلے ہی تم کو وسیع بنا

بِالْوَعْدِ ۝ فَايْبُدُّ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۝ يَوْمَ

پکا ہوں لگے۔ میرے ہاں حکم بدلائیں ہاتا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔ (یاد کرو) وہ

نَقُولُ لِبَعْضِهِمْ هَلْ أَمْتَلَكْتُمْ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ ۝ وَأَنْزَلْنَا

دن جب ہم سے نہیں گئے کیا تو پہنچ گئی وہ (جواباً) کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ اللہ اور قریب ہوتی جانے گی

الْجَنَّةِ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرِ بَعِيدٍ ۝ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ

جنت دروازہ داروں کے لیے وہ (ان سے) دور نہیں ہر گز شک نہیں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا یہ ہر اُس شخص کے لیے ہے جو اللہ کی طرف رجوع

۲۵۔ جب فرشتے اس کا نامہ اعمال پیش کریں گے تو وہ کہے گا میرے رب! یہ سب کچھ ان فرشتوں کی کارستانی ہے انہوں نے جو چاہا میرے سر پر ڈال دیا میں نے تو کبھی کوئی نازیبا حرکت نہیں کی۔ وہ فرشتہ جواب میں عرض کرے گا۔ اور اگر قرین سے مراد وہ شیطان ہو جس کو عمر بھر گنہگار رہا تو پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ شخص کے گناہی! میری کوئی تصویر نہیں سب گناہ اس خبیث کلمہ اس نے بکے ہوئے راست پر بھی پہنچنے نہیں دیا میں نے اس سے چٹکارا پسند کیا بڑی کشش کی لیکن اس بد معاش نے میرا بچا چھوڑا اس لیے سزا بھی نہیں اسے ملنی چاہیے شیطان جواب دے گا کہ میں نے اس کو کبھی مجبور نہیں کیا تھا کہ یہ حق کو چھوڑ کر باطل کے ساتھ چلتا ہے ہر وقت نامفرمانی پر کمر بستہ ہے میں نے تو اسے فقط اشارہ کیا اور یہ دوڑا پلٹ آیا اور اگر ایسی اختیار کرنے میں تیار ہو چکا گیا۔

۲۶۔ ارشاد ہو گا جو اس بندہ کو تمہارے ہاں سے میں کبھی کاغذ نہ پہنچا۔ اب اس میں دو بدل ممکن نہیں۔
۲۷۔ کفار و فتنہ گرد جہنم سے خوفزدہ کرنے کے لیے بتایا جا رہا ہے کہ جہنم کوئی محدود اور تنگ سی جگہ نہیں کہ چند کروڑ نفوس سے بھر جائے گی اور اس میں تمہارے لیے کوئی گنہگار نہیں رہو گی۔ بتادیا کہ وہ اتنی کشادہ اور فراخ ہے کہ تم اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے جب اس میں ساڑھے چھ سو بیس لاکھ انسان گئے اُنہیں وقت اللہ تعالیٰ پر نہیں گئے کیا تو بھر گئی تو وہ جواب میں عرض کرے گی کچھ ہیں تو لائیے! میرے گناہی کئی گشتے خالی پڑے ہیں۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ جہنم بھر جائے گی۔ جب اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تو بھر گئی تو وہ گبرا کہے گی اے! اے اہل اور مجرم باقی ہیں؟ میں تو کچھ کی بھر گئی ہوں۔ یہاں تو قتل و دھوکے کی جگہ بھی نہیں ہے۔

۲۸۔ جہنمیوں کے ذکر کے بعد اب اپنے دوستوں کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ جن لوگوں نے ہم سے دوستی کی ہے ان کے

بسر کی اور تمام عمر جاسے احکام کی بجا آوری میں کر شاں رہے قیامت کے دن ان کی عزت افزائی کا مجیب ہی نظر ہوگا۔ انہیں جب جنت میں داخل ہونے کا اذن ملے گا تو جنت تک کا طویل فاصلہ طے کرنے کی انہیں زحمت نہیں دی جائے گی بلکہ جنت ان کے قدموں میں حاضر کر دی جائے گی۔ یہ نہیں فرمایا کہ انہیں جنت کے نزدیک کر دیا جائے گا بلکہ فرمایا جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اخلاص و انقیاد کی راہ پر گامزن رہنے والے جنت کے طالب نہیں کہ اس کے پیچھے بھاگے بھاگے پھریں بلکہ وہ مطلوب ہیں جنت کی بہاریں سمٹ کر ان کے قدموں میں حاضر ہو جائیں گی۔

جس مادی دنیا میں ہم آج آباد ہیں اس میں زمان و مکان، قرب و بعد اور سرعت و تاخیر کے جو مفہوم ہمارے ذہن میں راسخ ہو چکے ہیں قیامت کے دن یہ سارے تصورات بدل جائیں گے۔ وہاں ان سارے الفاظ کتنے مفہوم بخشنے جائیں گے۔ اس کا اندازہ اس دنیا میں رہتے ہوئے کرنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔ وہاں زمین و آسمان سے بڑی و ستیہ چشم لہدن میں ملے ہو جائیں گی، آواز بستی دوسرے ہی آئے یوں معلوم ہوگا بالکل نزدیک سے آرہی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ جو لوگ اس دنیا میں رہتے ہوئے خواہشات انسانی کے زنداں سے دستگیری حاصل کر لیتے ہیں اور ان کی رُوح ذکرِ الہی سے سرشار ہو جاتی ہے اور ان کی آنکھ نورِ خداوندی سے مینا ہو جاتی ہے تو ان کے لیے بھی زمان و مکان کی یہ قیود باقی نہیں رہتیں۔ وہ مدینہ طیبہ میں ہوتے ہوئے بھی نہاوند کم ہماروں میں لٹنے والے ساری کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

یہ نعمت جن کے لیے مخصوص کی گئی ہے ان کی در صفیں اوقاب اور حفیظ بیان کی جا رہی ہیں۔ اوقاب کہتے ہیں بکثرت رجوع کرنے والا۔ یعنی جب ہم اس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو فوراً ندامت و توبہ سے پانی پانی ہو جاتے ہیں اور آنسو بہاتے ہیں تو یہ کتاب ہے۔ یعنی ہمارا اس کا قدم جادہ حق سے پہلے وہ فردا توبہ کا دروازہ کھٹکھٹانے لگتا ہے۔ مگر سرکشی کی راہ اختیار کر کے وہ گناہ پر ٹھہر رہتا ہے اور نہ مایوس ہو کر مٹ جاتا ہے کہ میں نے ہمارا توبہ توڑی ہے۔ اب میری توبہ کیسے قبول ہوگی، بلکہ جہاں اسے اپنی لغزش پر ندامت ہے وہاں اسے اپنے رب کریم کی رحمت بے پایاں پر بھی یقین ہے کہ جب بھی کوئی شر سار ہو کر معافی مانگتا ہے تو اسے معافی دے دی جاتی ہے۔

شبی اور مہمان نے اذاب کی تحقیق کرتے ہوئے کہا ہے ہوالذی یبذلک ذنوبہ فی الخلوۃ فیستغفر اللہ فیہا۔ یعنی جو شخص تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور استغفار کرے۔

عبید بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم اذاب اور حفیظ اسے کہا کرتے تھے جو اپنی مجلس سے جب اٹھے تو یہ کہے سبحان اللہ و مجدہ اللہم انی استغفرک مما صحبت من مجلسی ہذا۔ اے اللہ! اس نشست میں جو غلطی مجھ سے ہوئی ہے اس کے لیے میں مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ابو بکر الوراق فرماتے ہیں ہوالمتوکل علی اللہ فی السراء والضراء اذاب وہ ہے جو خوشحال اور تکلیف و دوزخ حالتوں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ قاسم کا قول ہے ہوالذی لا یشتغل الا باللہ عز و جل۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کسی اور بات میں مشغول نہ ہو۔

حَفِیْظٌ مِّنْ خَشِی الرَّحْمَنِ بِالْغَیْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِیبٍ

کرنے والا اپنی توبہ کی ضمانت کرنے والا ہے جو ذاتِ متاخرین سے ہی دیکھے گئے اور ایسا دل ایسے ہونے آیا جو یا دہائی کی طرف متوجہ نہ تھا

يَا دُخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝ لَهُمْ فِيهَا زَوْجٌ وَكَرَّةٌ

داخل ہوا جہنم میں سلامتی سے۔ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔ انہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ اپنی خواہش کریں گے اور جہاں سے ہوں تو

حفیظ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت قتادہ فرماتے ہیں حفیظ لما استودعه اللہ تعالیٰ من حقہ ونعمتہ وانتم علیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق کی مانگیں اس کی گزریں قدر نعمتوں کا شکر کرے اور جو تقویٰ اور صلاحیتیں جو وہ اس کی اختیار سے بطور امانت دیے گئے ہیں ان میں خیانت نہ کرے۔

بہ شکریہ لوگ اس قابل ہیں کہ جنت ابن کے قدموں میں حاضر کی جائے۔
۱۲۹ یہ جملہ یا تو آدابِ حفیظ کا بدلہ ہے یا اس کی صفت ہے یعنی آفتاب کوں ہے۔ بتایا وہ جو خداوندِ رحمن سے اس وقت بھی ڈرتا ہے جب اسے کوئی آنکھ دکھ نہ رہی ہو۔ یعنی فی الخلوۃ حسین لا یسراہ احد۔

یہاں رحمن کا اسم پاک ذکر کرنے میں خاص لطف ہے یعنی وہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا خدا رحمن ہے اس کی رحمت کے سامنے اس کے بے شمار گناہوں کی بھی کوئی وقعت نہیں۔ لیکن اپنے رب کی رحمانیت پر تعجب محکم کے باوجود وہ گناہ اور نافرمانی کی راہ پر قدم رکھ نہیں رکھتا اسے حیا آتی ہے کہ وہ اپنے کریم مانک کی نافرمانی کرے۔ تنہائی میں بھی شیطان اسے جی پر نہیں آگیا کرتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مغرور ہو کر سرکش نہیں ہوتا، تخصیص الرحمن لا شعاع بانہم مع علیہم بصفة رحمتہ لا یفترون برحمۃ۔
۱۳۰ یہ جملہ بھی اس کی صفت ہے کہ اس کے سپرد جو دل ہے وہ ہر وقت اپنے رب کی طرف مائل رہتا ہے۔ حوادثِ دہر اسے کتنا ہی پریشان کریں، مصائب و آلام کے پہاڑ اس پر کیوں نہ ٹوٹتے رہیں اس کے دل کی کیفیت نہیں بدلتی۔ بندگی اور تسلیم و رضا کی جس لذت سے اسے نواز گیا ہے ہر وقت وہ اسی سے سرشار رہتا ہے۔ حنیب، مخلص، مقبل علی الطاعة۔ یعنی جو انظار کے ساتھ اطاعت کی طرف متوجہ رہے۔

۱۳۱ اس روزان خوش نصیبوں کو کہا جائے گا کہ جنت میں تشریف لے جائیے، وہاں تمہیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہوگا یعنی مسالین من العذاب والمصوم وذوال النعمۃ۔

مسلم کا دوسرا مضمون یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تم جنت میں قدم رکھو گے تو تمہاری بیٹوائی کے لیے فرشتے صفا بستہ کھڑے ہوں گے جو تمہیں السلام علیک کے دوائیہ جملے سے خوش آمدید کہیں گے، بلکہ خود ربِ قدوس بھی اپنے شانِ ایلٰیہ عشاق کو سلامت دہو، سلامت رہو کی دوائیہ دے گا۔ یعنی اسے اپنی آنکھوں کو جمالِ غیر سے اور اپنے دلوں کو خیالِ غیر سے محفوظ رکھنے والا اور آج تمہیں اپنے محبوبِ حقیقی کے حرمِ ناز میں ناز بنایا جا رہا ہے۔ اس کے جلووں کو دیکھو اور خوب میر ہو کر دیکھو اور ہمیشہ دیکھتے رہو۔

مَزِيدٌ ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا

ان کے لیے اس سے بھی زیادہ ہے ۳۲ اور قریش کے لیے ہم نے ہر باد کو دیست کی قوموں کو جو شوکت و قوت میں ان سے کہیں زیادہ تھیں۔

فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ تَحِيصٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا

پس وہ گھومتے تھے شہروں میں کیا مذابح انہی سے انہیں کوئی نیاہ گاہ ملی؟ ۳۳ بے شک اس میں نصیحت ہے اس

یہ صبح وصال ابدی ہے۔ اب ہجر کی رات نہیں آئے گی۔ اب ایسا نہیں ہوگا کہ تم پر یہ کیفیت طاری ہو۔
کھانا لگا ہے جس کا ہمدرد و صال خوفِ مسندناں سے بچنے میں بہار بھی
انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔

۳۲ ابرہہ کی یہ ہم ملاحظہ ہو۔ اپنی کرم نازیوں کا ذکر باری ہے جن سے وہ اپنے بندوں کو سرفراز فرمائے محمد بنی میری
بخشش قلیل اور محدود نہیں ہوگی کہ جو کچھ وہ چاہیں گے ہم انہیں اتنا ہی دیں گے کیونکہ ان کا دین اللہ بڑا وسیع کیوں نہ ہو اللہ غنی و
کے سامنے وہ بھی تنگ ہے۔ ان کا ظرف دل بڑا ہی کشادہ کیوں نہ ہو جو کرم کے سامنے اس کی کیا حقیقت ہے۔ فرمایا ہم صرف
اتنا ہی نہیں دیں گے۔ جتنا وہ مانگیں گے اور جتنا وہ چاہیں گے وہ بھی دیں گے اور اس کے علاوہ ہمارے پاس ان کے لیے اور بھی
بہت کچھ موجود ہے۔ اب اس لدینہ مزمید کا کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے۔ حضرات انس و ہار سے مروی ہے المزیذ
النظر الی وجہ اللہ بلا کیف۔ یعنی اس مزید سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے مروی ہے۔
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ یبعث یوم القیامۃ منادی ینادی یتبعہ اولہم
والآخرہم یا اهل الجنة ان اللہ وعد حکم الحسنی و زیادۃ الحسنی الجنة۔ والزیادۃ، النظر الی وجہ
الرحمن (ظہری) کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک منادی کہنے والا بھیجے گا جسے سب نہیں گے۔ اے پیغمبر! اللہ
نے تم سے الحسنی اور زیادہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ الحسنی سے مراد جنت ہے اور الزیادہ سے مراد رحمتی کے پیسہ و ک
طرف نظر کرنا ہے۔

۳۳ اہل کہ کو بتایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں۔ انہوں نے اپنی قوت اور عسکری طاقت کے بل بوتے پر دوسرے
ممالک پر لشکر کشی کی اور ان کو اپنا زیر قبضہ بنایا۔ وہاں بھی ان کا ڈیڈ بھتا تھا اور ان کا ستارہ رواں تھا۔ وہ اپنی سرزمین کے معاشی وسائل کے علاوہ
مفتوحہ ممالک کے وسائل معیشت سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ ان کی آن بان اور ٹھٹھا بانڈ دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیا
کرتی تھی لیکن یہ ساری قوتیں اور خوش حالیوں انہیں ہماری گرفت سے نہ بچا سکیں۔ اے اہل کہ! تم کس پرستے پر یہ فخر کر رہے ہو۔
نَقَّبُوا کی تفتیش کرتے ہوئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں و فسر التنقیب فی البلاد ما لتصرف فیہا بملکھا ونحوہا۔
یعنی کسی ملک کا ملک و بادشاہ بن کر اس میں ہر طرح کا تعریف کرنے کو عربی میں تنقیب فی البلاد کہتے ہیں۔ نقبوا فی البلاد

لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۖ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

کے لیے جو دل (ہیسنہ) رکھتا ہو یا (کلامِ الہی کو) کانِ فکار سے متوجہ ہو کہ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَبَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَنَامَسْنَا مِنْ لُغُوبٍ

آسمانوں اور زمین کو اور جو کہ ان کے درمیان ہے پھر دلوں میں شلے اور ہمیں تشنگی نے پھوٹا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ

پس آپ مہر فرمائیے ان کی اول کو کمانہ نعل باقول پر اور پاک بیان دیجیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور

کایں معنی ہے۔ پیر و سیاست کے لیے کس ملک میں جائیداد کا رواج اور تجارت کے لیے کسی ملک میں جگہ جگہاں قیامت گزریں دنیا یہی اس نفل کا دلیل ہو سکتا ہے۔

دولت مند لوگ جب کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور اپنے ملک کے معاہدین کے علاج سے فائدہ نہیں ہوتا تو وہ موت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے دور دراز ممالک میں جلتے ہیں۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، لیکن جب موت کا مقررہ وقت آتا ہے تو کوئی ڈاکٹر اور حکیم انہیں نہیں بچا سکتا۔ لعن کلانہ قلب۔ قلب سے مراد دل، دنیا ہے جو حقیقت کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ جو دل دیکھنے اور سمجھنے سے محروم ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس کو دل کہنا بھی صحیح نہیں۔

۳۴۔ یعنی جو دی اسے سنائی جا رہی ہے اس کو وہ بڑے طور سے کان لگا کر سنتا ہے۔

زواج کہتے ہیں کہ عجب وہ من رہا ہوتا ہے تو اس کا دل حاضر ہوتا ہے۔ قال المزاج ای وقلبہ حاضر فیما یسمع۔ سفیان کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوتا کہ عجب آیات الہی کی تلاوت کی جا رہی ہو اس وقت اس کا جسم تو موجود ہو لیکن

دلِ عاشق پر۔

۲۵۔ چھ دنوں سے مراد یہ ہے کہ بارہ چود گنتے کے دن نہیں بلکہ اس سے بچ نکلے اور مراد میں اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

لے کہ اس میں یسوع و انصاری کے اس زعم باطل کی تردید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چودہ دن میں کائنات کی تخلیق کی اور ساتویں

لام کیا۔ مگر پاکائیات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ تھک گیا اور اسے آرام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ موجودہ ثورات میں ہے۔

موتے چہ دن میں آسمان اور زمین دریا اور سب کچھ جہنم میں رہنے بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ (خروج ۱۱: ۲۰) اسی باب میں

یہی جگہ ہے۔ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا۔ (خروج ۳۱: ۱۷) انجیل

ہے۔ خدائے اپنے سارے کاموں کو پورا کر کے ساتویں دن آرام کیا۔ (عبرانیوں ۴: ۴)

قَبْلَ الْغُرُوبِ ۚ وَمِنْ الْيَلِّ فَسَبَّحْهُ ۖ وَادْبَارَ السُّجُودِ ۖ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ

غروب آفتاب سے پہلے اور رات کے وقت بھی اس کی ہاکی بیان کیے اور نمازوں کے بعد بھی شتہ اور کان کھول کر سنو شتہ اس

يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۚ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ

دن کے بارہویں جب پچھلے والا قریب سے کالے گا شتہ جس دن نہیں گئے سب لوگ ایک گرجہ آواز بائیں۔ وہی دن قبول سے

يَوْمَ الْخُرُوجِ ۚ إِنَّا نَحْنُ نَحْيُ وَنُمِيتُ ۚ وَالْيَنَّا الْمَحْصِرُ ۚ يَوْمَ تَشَقُّقُ

نکلنے کا دن ہو گا۔ ہے شک بھی زندہ کرتے ہیں اور بھی مائے میں اور ہدی طرف ہی رہے۔ لڑنا ہے جس روز زمین پٹ پٹ ہائے کی شک

۳۷ حضرت ابن عباس سے مروی ہے الصلوة قبل الطلوع الفجر وقبل الغروب الظهر والعصر ومن الليل العشاء ان وادبار السجود المتواصل بعد الفرائض۔ یعنی طلوع آفتاب سے قبل نماز سے مراد فجر ہے اور غروب سے قبل مراد ظہر اور عصر ہے اور من الليل سے مغرب اور عشاء۔ ادبار السجود سے تراویح مراد ہیں جو تسبیح الفل کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ (تذوق المعانی)

ادبار السجود سے مراد وہ اذکار ہیں جو فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں اور جو احادیث صحیحہ میں بکثرت موجود ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث علامہ فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہتا ہے اور آخر میں کہتا ہے لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له لعلنہ ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير تو اللہ تعالیٰ اس کی غلطیوں کو بخش دیتا ہے خواہ وہ منہ پرک بھاگ کر رہے ہوں۔ (رداء الشیخان)

۳۸ شتہ جو بات سب بتائی جانے والی ہے وہ بڑی ہم جناس ہے اس کے ذکر سے پہلے استمع جمع کہہ کر سنا کر مجسمہ کہ کان کھول کر سن لے یوں ہونے والا ہے۔

۳۹ شتہ اس روز منادی کرنے والا منادی کہے گا اور ہر شخص یوں محسوس کہے گا کہ یہ آواز کہیں دور سے نہیں آ رہی بلکہ بالکل قریب سے آ رہی ہے۔

شک قبروں سے ان کے نکلنے کا منظر بیان کیا جا رہا ہے کہ زمین اوپر سے پٹ پٹ ہائے گی اور وہ جھٹ پٹ قبروں سے نکلنا شروع ہو جائیں گے۔

سراغا جمع ہے سرایع کی اور یہ بحشرون مقدم میں ہر ضمیر فاعل کا مال ہے جمع سرایع حال من الضمیر للمرفوع فی الفعل المقدر یعنی بحشرون سراغا (مظہری)

الْأَرْضُ عَنْهُمْ سَرَاءً ذَلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ

ان کے اوپر سے جلدی سے نکل نہیں گئے یہی حشر ہے یہ ہمارے لیے باطل آسان ہے لنگہ ہم غم جانتے ہیں جو کہتے ہیں

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿٢٠﴾

اور آپ اللہ پر جبر کرنے والے نہیں تھے پس آپ نصیحت کرتے ہیں اس قدر کہ جس سے برائے نفس کو خدا میرے مذاہب سے ڈرتا ہے ۴۲

۴۱۔ یہ ہے شرکی کیفیت۔ یہ نہیں کہا کہ یہ آسان ہے بلکہ فرمایا یہ ہمارے لیے بالکل آسان ہے کیونکہ ہمارا علم اور ہماری قدرت ہر چیز کو احاطہ میں لیے ہوئے ہیں۔

ہر پیر کو امامت میں بیٹھے، کہے ہیں۔
 ۱۔ سالہا سال سے اللہ کا محبوب انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کر رہا ہے۔ انہیں اللہ کی کہتیں پڑھ کر سننا رہا ہے لیکن
 ان کی بہت دھڑکی میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے جس سے حضور کو ہزاؤ کہ ہوتا اللہ تعالیٰ قتل کے سہہ میں کہ لے جیب! ہم ان
 کی کارستانیوں سے خوب واقف ہیں۔ ان کی باتوں کو خوب سن رہے ہیں۔ آپ بخیر و غلط کیوں جوتے ہیں۔ ہم نے آپ کو اس لیے کہ
 نہیں جیسا کہ سنی اور تشیع سے کام لے کر آپ ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔ ان کے بارے میں آپ جواب دہ نہیں۔

۴۳۔ اے میرے پیارے رسول! آپ قرآن کریم کی آیات سے ان کو یاد دہانی کراتے رہتے جو ہمارے مناب سے لڑنا و ترساں دیتے ہیں۔ وہی اس کو کان دکا کر سنیں گے، وہی اس کو سمجھیں گے اور وہی خوش نصیبوں کو اکس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہوگی۔



سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْثَرُ ذِإِلَةِ الرَّاسَةِ وَحَدِّهِ أَشْرَفُ نِكَالَةِ لَهُ

الملك وَلِيَّ الْعَمَلِ وَمَوْعِدٌ عَلَى شَيْءٍ قَدِيرٍ.

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى حَبِيبِكَ الْمُصْطَفَى وَبَيْنِكَ الْمَرْفُوعِ وَعَلَى آلِهِ وَتَحْلِبِهِ وَمَنْ

مَبْعُهُ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ. رَبَّنَا تُقْبَلُ مِنْهُ إِنَّكَ لَتَاسْمِيعُ الْعَلِيمِ عَاطِرُ السَّمَرَاتِ وَتَرْضَى أَنْتَ

وَلَقَدْ نُنَّا وَالْأَخْسِرَ لَوْ كُنَّا مُسْلِمًا وَابْتِغَايَا الصَّالِحِينَ

تعارف

سورة الذاریات

WWW.NAFSEISLAM.COM

نام : اس کا نام الذاریات ہے جو اس کا پتہ مکہ ہے۔ اس میں تین رکوع، ساٹھ آیتیں، تین سو ساٹھ کلمے، ایک سو دو سو اٹالیس حروف ہیں۔

نزول : باتفاق علماء اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔

مضامین : عقیدہ قیامت، اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ زندگی کا جو پروگرام اسلام پیش کرتا ہے اس پر صحیح طور پر عمل اُسی وقت ہو سکتا ہے۔ اُس کے فیوض و برکات سے انسان اسی وقت تسخیر ہو سکتا ہے جب قیامت پر اس کا یقین قائم ہو۔ اس لیے متعدد چیزوں کی تسبیح کھا کر، بتایا گیا کہ قیامت کی آمد کا وعدہ سچا ہے اور وہ دن ضرور آئے گا جب نیک و کج جزا و سزا ملے گی۔ کفار جو قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے پاس اس انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے صرف قیاس آرائیاں ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ ان قیاس آرائیوں سے اس لیے مطمئن ہیں کہ وہ میل و معشر کے نش میں مدہوش ہیں۔ جب موت کا تلخ گھونٹ نہیں گئے اُس وقت خوفناک حقائق سے ان کی آنکھیں ہلکا ہوں گی۔ مگر اس وقت بجز حسرت و ہمت کچھ حاصل نہ ہو گا۔

پھر بتایا ان کے برعکس کچھ اور لوگ بھی ہیں جو ہر وقت اپنے رب کریم سے لرزاں ترساں رہتے ہیں۔ اس کے ہر ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان کی باتیں اس کے ذکر میں گزرتی ہیں اور سحری کے وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں اور حرمال انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے غریبوں اور محروموں کو دیتے رہتے ہیں۔

دوسرے رکوع میں متقیوں کے سراج اور مقبولین کے امام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات بیان فرمائے اور پیرانہ ساری میں انہیں فرزند ارجمند کی ولادت کا شہرہ سنایا۔

اس کے بعد چند ایسی قوموں کا تذکرہ کیا جو فتنہ و فحور کی زندگی میں سرشار رہیں۔ اپنے نبیوں کی دعوت کو ٹھکراتی رہیں۔ اس سرکشی کی پاداش میں ان کا جو انجام ہوا، وہ سب کے لیے باعث عبرت ہے۔

تیسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت بیان کرنے کے بعد بتایا کہ اسی کے دامن کرم میں پناہ لو۔ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مٹھاؤ۔ پہلے بھی لوگوں نے اپنے انبیاء کو ساحر اور مجنون کہا اور سرکش بنے رہے۔ اسے محبوب، اگر یہ کفار آپ کے بارے میں ایسی نازیبا باتیں کرتے ہیں تو آپ ان سے رُخ موڑ لیں اور نصیحت کرتے رہیں اہل ایمان اس نصیحت سے

نفع حاصل کریں گے۔ پھر جن وانس کی تخلیق کی غایت تبادلی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے احکام کی پابندی کریں۔
 اللہ تعالیٰ کو ان کی ضرورت نہیں۔ نہ وہ ان سے مذاق مانگتا ہے نہ خوراک کا طلبگاہے بکے ساری کائنات اُس کے دستِ نونِ کرم
 کی ریزہ چپن بنے اور جو لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اُن کے لیے ہلاکت اور خرابی ہے۔

نیوڈ سٹریٹ جین سرگودھا

۳۰۔۳۰۔۷۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورہ الذاریات مکی ہے اس کی سات آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالذَّرِيتِ ذُرُوءًا ۝ فَالْحُمِلَتِ ۝ وَقُرْءًا ۝ فَالْجُرِيتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسَّمَتِ

قسم ہے ان بچوں کے جو ان کے والدین سے پیدا ہوئے، پھر ان کے والدین سے جدا ہوئے، پھر ان کے والدین سے ملے، پھر ان کے والدین سے جدا ہوئے، پھر ان کے والدین سے ملے۔

اسے عرب کہتے ہیں ذریت التریح القراب، اصلیت و فرقتہ۔ ہر انسان مٹی کو اڑایا اور اسے منتشر کر دیا۔ اس سے الذاریات ہے۔ یعنی ہر گانا کہ بکیر وینہ والیاں۔ وقس، ارجو۔ الحباریات، چلنے والیاں۔ یسرا، آہستہ آہستہ نرم نیزہ۔ مقسمات تقسیم کرنے والیاں۔

اس سورت کی ابتدا بڑی پر جلال ہے۔ بچے ذریعے پار تھیں کھائی گئی ہیں، مقصد یہ ہے کہ وقوع قیامت کی اہمیت کلام کے ذہن نشین کی جائے اور اس کے بارے میں جو شکوک و شبہات ان کو پریشان کرتے رہتے ہیں ان کا قلع قمع کیا جائے یعنی جس مہینہ کے وقوع پذیر ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ سے رہا ہے اور قسم پر قسم کھا رہا ہے اس کے بارے میں تو کسی کو ادنیٰ سا تردد بھی نہیں ہونا چاہیے۔

ان آیات کی تفسیر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ منقول ہے۔ آپ کے ارشاد کے بعد کسی کا قول کئی اہمیت نہیں رکھتا۔ امیر المومنین نے ایک روز برسر منبر یہ اعلان فرمایا کہ مجھ سے پوچھ لو جو پوچھنا چاہتے ہو، ولن تستلوا بعدی مشلی۔ پھر میرے جیسا جاننے والے تمہیں کوئی نہیں ملے گا۔ ابن کثیر نامی ایک شخص اٹھا اس نے ان آیات کا مطلب دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا: فالذاریات، التریح القراب سے مراد ہوائیں ہیں جو چیزوں کو اڑاتی اور کھیتی رہتی ہیں۔ حاحلات سے مراد السحاب یعنی بادل ہیں جو پانی کی عظیم مقدار بخارات کی صورت میں اٹھانے پھرتے ہیں۔ الحباریات سے مراد الفلک یعنی کشتیاں ہیں جو بحر و اوسوں اور ہزاروں من سامان کو اٹھانے آہستہ آہستہ سطح آب پر منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہتی ہیں۔ المقسمات سے مراد الملک سکتہ یعنی وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مذاق اور نعمتوں کی تفسیر پر متعین ہیں۔ حضرت فاروقی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ میں نے ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔

بعض علما نے ان چاروں صفات کا صرف ہوائوں کو بنایا ہے اس میں کیا نیت توبہ شک ہے لیکن قسم جس کے تقدیرے کلام میں جو قوت اور جلال پیدا ہوتا ہے وہ متعارف بیان نہیں اور یہاں یہی مقصود ہے۔

أَمْرًا إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ۖ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۖ وَالسَّمَاءُ

بائنات میں ہے شک جو وعدہ تم سے کیا گیا ہے وہ سچا ہے۔ اور یقیناً جزا و سزا کا دن ضرور آئے گا۔ تم سب جہاں

ذَاتِ الْحُبِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّتَخَلِّفٍ ۖ يُؤُفِّكُ عَنْهُ مَنْ

کی جہد میں راستے میں گم ہے جس کا تم مختلف (بے ربط) باتوں میں پڑے ہو۔ تم یہ کہتے ہو کہ اس (قرآن) سے میں کام نہ اٹاؤں۔

تم سے تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے کہ تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اس دنیوی زندگی کے بارے میں تم سے باز پرس ہوگی اور تمہیں
تمہارے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔ ہم بار بار قسم کھا کر تمہیں بتا رہے ہیں کہ یہ وعدہ سچا ہے۔ اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔
تمہیں ادب سے شک جزا و سزا و قوت پذیر ہو کر رہے گی۔ قرآن کریم نے اس عقیدہ کو تسلیم کرنے پر اس لیے آسان و روایتی ہے کہ وہ پاکیزہ
انسانی معاشرہ جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے اس کے بغیر ممکن نہیں۔ قانون کتنا سخت اور مکمل کیوں نہ ہو انسانی زندگی کے ایک محدود حصہ
پر اپنی بالادستی قائم کر سکتا ہے۔ پھر اس قانون میں بھی تاویلات کے بے شمار امکانات ہیں۔ انسان کی جلوت و خلوت اسی وقت نفس اور
شیطن کی دست و زبانیوں اور ہنگامہ سازائیوں سے محفوظ رہ سکتی ہے جب اسے یقین ہو کہ قیامت کے روز اسے اس جتنی کے ساتھ ہر ایک
چھوٹے جہاں کے ظاہر و باطن سے پوری طرح آگاہ ہے اور جس سے اس کی کوئی بات مخفی نہیں۔

مقل کا اتفاق بھی یہ ہے کہ انسان جسے عقل و فہم کی نعمت بخشی گئی ہے جسے بے پناہ و سال کا ایک بنا دیا گیا ہے جسے اختیار و ترک
کی پوری آزادی دی گئی ہے اس سے اس کے تمام اعمال کے بارے میں باز پرس کی جائے۔ اور نہ ایک حیوان اور انسان میں کوئی تفاوت
باقی نہیں رہے گا۔

گے حَبِّكَ یعنی ہے اس کا نام حبیب اللہ ہے۔ اس لفظ کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں اور کچھ اس کو نبی مقرر کرنے
بڑی نفاست اور خوبصورتی سے بنا کر عرب کہتے ہیں حَبِّكَ الثَّوْبُ بِحَبِّكَ حَبِّكَ۔

حَبِّكَ : ان لہروں کو بھی کہتے ہیں جو ہمارے چلنے سے ریت پر یا ساکن پانی میں پیدا ہوتی ہیں۔ حَبِّكَ کا معنی طوق : رات
بھی ہے اور حبیب اللہ کشاں کو بھی کہتے ہیں۔ نیز شاعر لیلۃ بالوں میں جو سونے ہوئی ہیں انہیں بھی حَبِّكَ کہا جاتا ہے (قریبی)
اکثر علماء نے اس سے مراد طہرائق یعنی راستے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آسمان کی قسم کھاتے ہیں، وہ آسمان میں ستاروں کی مختلف
قسم کی نزاکات کے باعث ان گنت راستے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو مختلف اور متباہی ستروں میں جاسے ہیں۔ کشاں کا معنی بھی نسب
ہے اس کے باعث آسمان کا فہم دو بالا ہو گیا ہے اور اس کے بارے میں جدید تحقیقات نے حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں مگر کشاں
دلے آسمان کی قسم۔

شہ لے کا فرد : راستوں و لہجہ آسمان کی قسم تمہاری کوئی رائے قطعی نہیں۔ تمہاری کوئی بات سچی نہیں۔ حضور نبی اکرم کے بارے میں
رائے زنی کہتے ہو تو کہیں کہتے ہو یہ ہاؤ و گرتے کہیں کہیں کہیں اور جنوں کہتے ہو اور کہیں اس پر شاعر ہونے کی تعست لگاتے ہو اسی طرح

أُولَٰئِكَ قَتِلَ الْخَرَّاصُونَ ۚ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۚ

ہی پیروں گیا ہے شہ سیماناس ہوا کل پڑا میں بنائے دالوں کا شہ جو غفلت (کے نشہ) میں جہ نہد مر رہے ہیں شہ

قرآن کریم کے بارے میں بھی تمہاری کوئی مشفقہ رائے نہیں کہی اسے سوچتے ہو اور کہی اسے شعر کہتے ہو اور تم میں سے جو زیادہ نہ پخت میں وہ اس پر زحمت کتاب کو اساطیر الاولین (مجموعہ افسانے) کہنے سے بھی نہیں شرماتے۔ قیامت کے بارے میں بھی تمہاری آرا کا تضاد حیرت انگیز ہے۔ تم میں اکثر تو اسے بعد از عقل کہتے ہیں۔ بعض تنازع کے قائل ہیں۔ غرضیکہ جتنے مناسبتی باتیں اس کی وجہ سے کہ تم ہوش و فہم سے کام نہیں لیتے و ذیل و براہین سے کوئی نتیجہ اند نہیں کرتے بلکہ محض ظن و تخمین کی دلدلیوں میں پھنکتے پھر رہے ہو اور وہم و گمان پہ اپنے مفروضات کی بنیاد کے بہتے ہو۔

شہ علامہ قرطبی کہتے ہیں۔ أَفْكَهٗ - يَأْفِكُهُ - أَفْكَهُ أَي قَلْبُهُ وَصَرْفُهُ عَنْ الشَّيْءِ كَيْسَ شَيْءٍ كَيْسَ كَارُغٍ

بھیر دینا۔

صاحب قاموس کہتے ہیں رجل مأفوك: مصروف عن الحق الى الباطل یعنی جو شخص حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف متوجہ ہو جائے اسے مأفوك کہتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ جو شخص حق قبول کرنے سے منہ موڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی دشگیری نہیں کرتی اور اسے گمراہی کی ڈگر پر دوڑنے کے لیے آنا دھوڑ دیا جاتا ہے۔ حضرت حسن بھری کہتے ہیں ای یصرف عن الايمان بحسنه والقرآن من صرف یعنی ہموڑ و گروانی کرتا ہے اسے اللہ کے ہی اور قرآن پر ایمان لانے سے روک دیا جاتا ہے۔

شہ قتل کا معنی جان سے مار دینا ہے لیکن یہاں جو دماغ کے لیے استعمال ہوا ہے یعنی بن پر لعنت اور پھنکار ہو۔ خسروں، بغیر تحقیق کے محض قیاس و گمان سے کوئی بات کہہ دینے کو عربی میں خسروں کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے کج روئے و خوں اور انگوڑی کی بیڑوں پر لگے ہونے پل کے بارے میں صرف اندازہ سے جو متعارف بتایا کرتے ہیں اسے خسروں کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کفار حضور نبی کریم قرآن مجید اور قیامت کے بارے میں جو بہانت بہانت کی بولیاں بول رہے ہیں یہ محض ان کی قیاس آرائیاں اور ناکہ زبیاں ہیں جو لوگ زندگی کی ان بنیادی حقیقتوں کے بارے میں محض قیاس آرائی پکٹا کرتے ہیں انہیں بڑی جاں گسل ناکائی اور زحمت فرسا دلوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ خود سوچو جس دن ان لوگوں کو مشرکے میدان میں لا کر اڑا دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ اپنی دیوی زندگی کا حساب پیش کرو۔ تم نے ہماری دی ہوئی قوتوں کو کیسے استعمال کیا۔ ہماری بخش ہوئی دولت کو کس طرح خرچ کیا۔ ہمارے احکام کی کہاں تک تعمیل کی۔ اس وقت ان لوگوں پر جو گڑے گل اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اسی لیے قتل الخراسانوں کے رعب دار الفاغی سے ان کو خواب غفلت سے بیدار کر کے کل سنی فرمائی گئی ہے۔

شہ علامہ راغب اصفہانی غمرة کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اصل الغمرة: ان القاشر الشیء ومنه قبیل للما مالکثیر الذی یزیل اثر مسیلہ غمر و غامر۔ والغمرة معظم الماء الساتر لمقرها وجعل مثل اللججالة التي تغمر صاحبہا یعنی غمر کا اصل معنی کسی چیز کے اثر و نشان کو مٹا دینا ہے۔ کثیر پانی کو بھی غمر کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اپنے بننے کی جگہ

يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ۚ يَوْمَهُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۝

وہ پوچھتے ہیں روزِ سزا کب آنے کا ہے یہ اس دن جو کامیاب وہ آگ پر سپائے ہائیں گے سنہ

ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُسْتَعْجَلُونَ ۚ إِنَّ الْمُتَّقِينَ

اپنی سزا کا مزہ چکھو سنہ یہی ہے وہ جس کے لیے تم جلدی محسوس کرتے تھے البتہ اللہ سے ڈرنے والے

فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٌ ۚ أَخَذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا

داس دوزخِ بانات اور ٹپوں میں ہوں گے سنہ دوزخِ شکر لے رہے ہوں گے جو ان کا سب انہیں بخشے گا سنہ بے شک یہ لوگ

قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ ۚ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۚ وَ

اس سے پہلے ہی نیکو کار تھے سنہ یہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے سنہ اور

کو نچا دیتا ہے کیونکہ جہالت میں جا مل کر بالکل ڈھانپ دیتی ہے اور لوگوں کی آنکھوں سے اس کا جل کر دیتی ہے اس لیے اسے بھی غمزدہ کیا گیا ہے۔

سنہ ان کا یہ سوال طلبِ علم کے لیے نہ تھا بلکہ بطور استعزاز تھا۔

سنہ اسی قسم کا بنی انہیں جواب بھی دیا گیا عرب کہتے ہیں فتنۃ الذہب ای احرقۃ لمختبرہ یعنی جب تو سونے کو پرکھنے کے لیے آگ میں

جلاتے تو کہا جاتا ہے فتنۃ الذہب۔ آیت میں یفتنون اسی معنی میں مستعمل ہے یعنی جس روز انہیں آگ میں ٹپایا جائے گا۔

سنہ انہیں کہا جائے گا کہ اپنے کرتوتوں کا مذاکب نہ چکھو۔

سنہ انہیں یاد دلائے گا کہ بعد اب احباب کا ذکر ہو رہا ہے ارشاد فرمایا یہ جنت کے سوا بہارِ بانات میں انھیں اندازہ رہا ہے ہوں گے ان کی شادابی

ٹپوں پر رنگسبز رنگ پھول کھل رہے ہوں گے۔ ان کی شانیں لذتِ سیلے اور خوبصورت پہلوں سے لدی ہوں گی۔ وہاں میٹھے اور ٹھنڈے

پانی کے چشمے ٹھوٹ رہے ہوں گے اور اس ماحول کو مزید شگفتہ اور شاداب بنادے ہوں گے۔

سنہ بڑا پر لطف جملہ ہے۔ مولانا کریم اپنے دستِ کرم سے خود انہیں نعمتیں عطا فرما رہے ہوں گے اور یہ بعد شکر و ہزار مسرت انہیں

وصول کہتے ہوں گے اللہ تعالیٰ نے رہا ہوا در بندہ ملکہ باہم میں جو مزہ اور لطف ہے اس کا اندازہ ہمارے لیے آسان نہیں۔

سنہ ان کو انشائے بے پایاں کی محنت بیان کی جا رہی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی دنیوی زندگی میں نیکو کاتھے۔ ان کے دامنِ مہلت

پر نافرمانی کا کوئی داغ نہیں۔ جب وہ عبادت کرتے تھے اس وقت ان کی محویت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے اور اپنے

محبوب کے شہنازلی کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتے۔

سنہ ان کی دوسری خوبی یہ تھی کہ ان کی راتیں لمس و غور کی نذر نہیں ہو جایا کرتی تھیں اور نہ یہ شام سے دن چڑھے تک غفلت کی

پادراؤ سے نیند میں مست پڑے رہتے تھے بکڑے تھوڑی دیر سسکنے کے بعد یہ اٹھ کھڑے ہوتے اور باقی رات ذکر و عبادت میں بسر کر دیتے۔ جب سحری کا وقت ہو جاتا تو یہ اپنی کتابوں اور غامیوں کے احساس سے مضطرب ہو جاتے اور باویدہ گریاں اپنی تقصیرات پر مغرت طلب کرتے۔ کیونکہ وہاں دل شکستہ ہی رحمت کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

در کئے عشق شکستہ شاہی غم سہند اقرار ہندگی کن و دعویٰ پا کرمی

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ملازموں کو سحری کے وقت اٹھ کر ذکر الہی میں مشغول رہنے کی بڑے دلنشین انداز میں ترغیب دی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُنزل اللہ الی السماء الدنیا کل لیلۃ حدین یبقی ثلث اللیل ویقول انا الملک من الذی یدعونی فاستجب لہ، من الذی یسئلنی فاعطیہ، من الذی یستغفرنی فاعفولہ۔

یعنی جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ میں بادشاہ ہوں۔ کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کا سوال پورا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغرت طلب کرے اور میں اس کے گناہ بخش دوں۔

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرما دیا کرتے اور اس کے بعد جو ذکر اور دعا حضور فرمایا کرتے وہ پیش خدمت ہے۔ خدا کرے کہ مل صاحب دل اس کو یاد کرے اور اسے اپنا وظیفہ بنالے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمَسْمُودُ اَنْتَ قَيْمُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْمَسْمُودُ
اَنْتَ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْمَسْمُودُ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَغَدَقَ
الْحَقُّ بِقَاوِكَ حَقًّا وَقَوْلِكَ حَقًّا وَالشَّارِحُ حَقًّا وَالْمُتَيِّدُونَ حَقًّا وَفَحَسَمَدٌ حَقًّا
وَالسَّاعَةُ حَقًّا اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اَمْنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ
وَالَيْكَ اَنْبَيْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَالَيْكَ حَاكَمْتُ اَنْتَ رَبُّنَا وَالَيْكَ
النَّصِيْرُ فَاغْفِرْ لَنَا مَا قَدْ مَنَّا وَمَا احْرَسْنَا وَمَا اَسْرَرْنَا وَمَا اَعْلَنَّا وَمَا اَنْتَ
اَعْلَمُ بِهِ مِنَّا اَنْتَ الْمُتَّقِيْمُ وَاَنْتَ الْمُؤَجِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تو ہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے کو قائم رکھنے والا ہے۔ ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تو ہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے کا بادشاہ ہے۔ ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تو حق ہے۔ تیرا وعدہ حق ہے۔ تیری بقا۔ حق ہے۔ تیرا فرمان حق ہے۔ آگ حق ہے۔ سوائے نبی حق ہیں اللہ تیرا محبوب، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں نے اپنا سر تیرے آگے خم کر دیا ہے۔ میں تجھ پر ایمان لے آیا ہوں۔ تجھ پر ہی میرا معبود ہے۔ میں تیری طرف ہی دل سے مائل ہوں۔ میں تیری مدد سے ہی دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں اور تجھے ہی اپنا حکم تسلیم کرتا ہوں۔ تو ہی سب کا رب ہے اور تیری طرف ہی ہم نے توجہ ہے۔ اے اللہ! میرے گزشتہ گناہ بھی بخش دے اور آئندہ گناہ بھی معاف کر دے جو میں نے چھپ کر کیے ہیں اور جو میں نے اعلانیہ

بِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝

سحری کے وقت اپنی غلطیوں کی بخشش طلب کرتے تھے اور ان کے اموال میں حق تھا سائل کے لیے اور محروم کے لیے ۱۱

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

اور زمین میں ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں اہل یقین کے لیے ۱۲ اور تمہارے وجود میں ہی نشانیاں ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتیں ۱۳

کہے ہیں اور میری وہ غلطائیں بھی بخش دے جنہیں تو مجھ سے بستر جانتا ہے۔ تو ہی سب سے پہلے ہے تو ہی سب سے بعد بھی ہے تیرے سوا کوئی خدا نہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۱۲ سحری کا وقت کس قدر بابرکت ہے اور جو لوگ اللہ کی جناب میں اس وقت حاضر ہو کر وہاں طلب پیلا تے ہیں ان پر کسی کیسی نوازشات کی جاتی ہیں اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں یہ توفیق نصیب ہوئی ہو۔ مافذ شیرازی کہتے ہیں۔

ہر گنج سعادت کہ مستداد ادا و کما نطق
اور حضرت ملا سراقبال علیہ الرحمۃ کا ارشاد بھی سنئے۔

عطر ہوا، رومی ہوا، رازی ہوا، خزاں ہوا
کچھ بات نہیں آتا ہے آؤ کس گاہی

۱۳ ان کی تیسری خوبی یہ تھی کہ اگر کوئی سائل ان کے درپا ہوتا تو وہ اسے مال اس اور تھی دست دہاں نہ کرتے۔ اگر انہیں پتہ چل جاتا کہ فلاں شخص کسب معاش سے محروم ہے، مرض یا قرض لے اس کی کارکردگی کی صلاحیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے یا مفلوج فلاں بیوہ ہے جس کا کوئی پرسان مال نہیں یا کسی گھر میں کوئی قیمتی بچہ ہے تو وہ خود وہاں دوڑے ہوئے جلتے اور حسبِ مقدور ماں کی خدمت پہنچا لاتے اور ایسا کن وہ اپنا قرض بکتے نہ کسی پر احسان جملاتے اور نہ کسی سے شکر گزاری کی تمنا کرتے۔

اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہے۔

۱۴ پہلے تو صرف یہ کہا گیا کہ اسے کفار، ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ اب ان کی توجہ مکوینی اور آفاقی دلائل کی طرف مبذول کرانی جاتی ہے جو زبانِ حال سے شہادت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پہلے فرمایا اس زمین اس کی سلامت اور اس میں رہنا ہونے والے تمہیں وغریب تئیرات میں غور کرو، قدم قدم پر کہیں ایسے آثار و نشانات ہیں گے جن کو اگر تم نے غور سے دیکھا تو حقیقت یہاں ہو جائے گی۔

۱۵ انہیں کہا جا رہا ہے کہ اگر ان کی نظراتی دماغیں کہ وہ اپنے ارد گرد پھیل ہوئی کائنات کے عظیم نظام کی باریکیوں اور نزاکتوں کو سمجھ سکیں تو وہ اپنی ذات میں ہی غور و فکر کریں کہ کس طرح ایک حقیر قطرے سے اس کی آفرینش کا آغاز ہوتا ہے کس طرح اپنے دسپہ نازک ترین تئیر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ بے جان قطرہ ایک زندہ انسان کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ پھر وہ نشانہ اتراں بچے کس طرح آہستہ آہستہ پڑاں پر مٹتا ہے یہاں تک کہ اس کی خوبیاں پرورش پاکر عروج کمال تک پہنچتی ہیں۔ حصولِ علم کے لیے جو ظاہری اور باطنی وسائل اسے بخشے گئے ہیں

فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۖ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا

پس چپکے سے اپنے اہل خانہ کی طرف گئے اور ایک اونچا ہوا اونٹنا تازہ بچڑا لے آئے۔ لاکر ان کے قریب رکھ دیا فرمایا کہاتے کیوں

تَأْكُلُونَ ۚ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشِّرُوهُ بَعْلُمْ

نہیں کھاتے پس دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگے۔ وہ بولے ڈریے نہیں شے ہوا انہوں نے بشارت دی آپ کو

عَلَيْكُمْ ۖ فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي حَصْرَةٍ فَصَكَتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ

ایک صاحب پیشہ کی۔ پس آئی آپ کی بیوی ہیں ہمیں ہرگز شے اور خبر بشارت سے اچانک ہوا ہنسنے لگی اور بولیں، بوڑھی آپ کی

عَقِيمٌ ۖ قَالُوا كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝

بانجھ دیا میرے پاس بچہ ہو گا! انہوں نے کہا ایسا ہی تیرے رب نے فرمایا ہے سبے شک وہی بڑا دانہ، سب کچھ جاننے والا ہے۔

ان کی وضع قطع بالکل مختلف نظر آ رہی ہے۔

۲۵۔ راع کا منہ ہے الخسل خفیفۃ فی سرعتۃ۔ تیزی سے چپکے چپکے کسک جانا۔ یعنی اپنے مہمانوں کو آرام سے بٹھایا۔
خود چپکے سے اٹھے اور ان کی ضیافت کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔ جلدی جلدی ایک مڑا تازہ بچڑا لے آیا۔ اس کو بھونا اور اٹھ کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

۲۶۔ کمانا دسترخوان پرچن دیا گیا ہے لیکن مہمان ہیں کہ کمانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتے آپ نے فرمایا آپ لوگ کمانا تناول نہیں کریں گے؛ قبائلی زندگی میں ایک دسترخشاں کا اگر مہمان ضیافت قبول کر لیتا تو سمجھا جاتا کہ اس کا آنا خیر سے ہوا ہے لیکن اگر وہ کمانا تناول کرنے سے انکار کر دیتا تو سمجھ لیا جاتا کہ یہ کسی بڑی نیت سے یہاں آیا ہے۔ جب فرشتوں نے ہاتھ لگے نہ بڑھانے تو آپ کو ان سے ایک گونہ غم نہ ساموس ہونے لگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ نے دیکھا کہ وہ ہاتھ نہیں بڑھاتا ہے تو آپ سمجھ گئے کہ یہ انسان نہیں بلکہ فرشتے لباس بشری میں آئے ہیں اور ان کا اس طرح لباس بشری میں آنا ظرو سے غالی نہیں۔ عن ابن عباسؓ انہ علیہ السلام وقع فی نفسہ انہم ملائکۃ ارسلوا للعباد فیخاف۔

۲۷۔ فرشتوں نے قسمل دیتے ہوئے کہا کہ آپ براہ راست نہ ہوں۔ ہم تو آپ کو ایک فرزند پر ہمہ کی بشارت دینے حاضر ہوئے ہیں۔
۲۸۔ حضرت سارہ قریب ہی کہیں نیچی گنگوٹن رہی تھیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۵ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال سے متجاوز تھی۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ ایک بچہ کی ولادت کا مژدہ سنایا بے ہوش ہو گئے تو اپنے جذبات تجیز کو ضبط نہ کر سکیں اور جہاں حضرت ابراہیمؑ فرشتوں سے مصروف گفتگو تھے وہاں آپ سہیں اور کہنے لگیں کہ آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں بوڑھی اور بانجھ،

قَالَ فَاخْطَبُكُمْ أَيُّهَا الرُّسُلُونَ ۚ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ

آپ نے پوچھا تمہارے آنے کا کیا مقصد ہے اسے فرشتوں! کہ وہ بدلے ہمیں گئے ہیں ایک قوم کی طرف جو

میرے ہاں بچہ پیدا ہو گا یہ کیونکر ممکن ہے۔ آیت میں دو لفظ تحقیق طلب ہیں۔ صبر اور فصاحت۔

علامہ ابن منظور نے صبر کی تفسیر کرتے ہوئے کئی صفحات لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ قال الزجاج الصورة اشبه الصياح تكون في الطائر والانس وغيرهما۔ یعنی زور سے چہنچہ کرنے کو صبر کہتے ہیں غلو وہ چہنچہ کرنے کی ہوا انسان کی یعنی جب مالی مصلحت کے لیے ولادت کا مشورہ سنا تو ان کے تیز کی کوئی حد نہ رہی۔ چہنچہ اور شور مچا تو وہاں آئیں۔ صبر کا دوسرا معنی زین منظور نے جماعت کہا ہے اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ جب آپ نے یہ بات سنی تو جو عورتیں اس وقت ان کی خدمت میں حاضر تھیں ان کو ساتھ لے کر آپ تشریف لے آئیں۔

آخر میں انہوں نے اس لفظ کا ایک اور معنی بھی لکھا ہے۔ چونکہ وہی مناسب حال ہے اس لیے میں نے اس کی پند کیل ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ الصورة تقطيب الوجه من الكراهة۔ اظہار نا پسندیدگی کے لیے چہرہ پر زل زان ہیں کہیں ہن۔ جب انسان از حد متعزیر ہوتا ہے اس کی پیشانی پر زل پڑنا اور اس کا پس بچیں ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ فائدہ تعالیٰ اعلم۔

فصاحت، عورتوں کی عام عادت ہوتی ہے کہ جب وہ حیرت زدہ ہوتی ہیں تو اپنے منہ پر ہلچل مارتی ہیں۔ شوہر محترم کی عمر سوال اور اپنی عمر کے سوال اس پر یہ بشارت کہ تم بچہ جنو گی۔ اس پرانی مصلحت بتانی کہ حیرت کریں بجا تھ

بعض نادان لوگ فصاحت و جہہ ہاس کے لفظ سے تم کہنے اور پٹنے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور اسے حضرت سارہ کی سنت کہتے ہیں۔ وہ خود ہی فرماتیں کہ کیا انہیں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ایسی ہی حیرت اور مسرت ہوتی ہے جس طرح حضرت سارہ کو فرزند کی بشارت سے ہوئی تھی۔ اگر ایسا ہی ہے تو انہیں زور زور سے منہ پر ہلچل مارتے پاتھیں۔ خاندان نبوت کی پامالی پر وہ جتنا حیرت اور جس طرح مسرت کا اظہار کریں انہیں اس کا حق پہنچتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے امام پاک کو دھوکے سے کوفہ بلایا اور پھر ان زیاد کے ساتھ مل کر گھستان نبوت کو تانت و تاراج کیا۔ اگر ایسے ہمارے کہیں ان پر وہ خوش نہ ہوں گے تو اور کون خوش ہو گا۔ لیکن وہ ایمان دار جن کے دل ساکنہ کر بڑے کھڑے کھڑے ہیں جن کی آنکھیں اس حادثہ کی جھلک باری تھیں وہ کس طرح خوشی کا اظہار کر سکتے ہیں۔

خوشی اور حیرت کے موقع پر کسی عورت کا اپنے منہ پر زل مارتا دیکھنا اور کسی کے غم میں اپنا منہ اور سینہ لہر لہان کرنا اور یہ اسلام جو صبر کا سبق دیتا ہے وہ ان مردان پاکباز کا نام کہنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا جنہوں نے اپنے رب کریم کا نام بلند کرنے کے لیے اپنا سرگنا یا ہوا اپنا گھر یا ہوا اپنے بھائی اور بچے ذبح کر لئے ہوں اسلام تو ان کو مردہ تسلیم ہی نہیں کرتا اور اپنے منہ سے فادوں کو تانبہ کہہ کر وہ زندہ ہیں۔ ان کے بارے میں یہ گمان کرنا ہی سراسر غلط ہے کہ وہ مردہ ہیں۔

۲۹۔ ان گھٹو سے فارغ ہونے کے بعد ان سے ان کے آنے کا مقصد دریافت کرتے ہیں۔ فرشتوں کا بشری لباس میں آنا کوئی معمول

تُجْرِمِينَ ۖ لَنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ جَارَءً مِّن طِينٍ ۖ مُّسَوَّمَةً عِندَ

جہاز پیشہ ہے جسے تاکہ ہم برسا میں ان پر گام سے کہنے ہوتے پتھر (کستکرا) جن پر نشان لگے ہیں آپ کے سب

رَبِّكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۖ فَاخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ

کی طرف سے جسے بڑھنے والوں کے لیے نزول مذا ب سے پہلے ہم نے نکال لیا وہاں کے تمام ایمانداروں کو

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۖ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً

پس نہ پایا ہم نے اس اساری بستی میں بس نہ ایک مسلم گھر کے - اور ہم نے ہائی رہنے دی وہاں ایک

لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۖ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ

نشان ان لوگوں کی عبرت پذیری کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں ۱۱۱ اور داستان موسیٰ میں بھی نشان ہے جب ہم نے ہمیں بھیجا

بات نہ تھی اس لیے آپ نے پوچھا کہ ان کی ہم درپیش ہے جس کو سر کرنے کے لیے آپ تشریف لائے۔ الخطب کی وضاحت کہتے تھے
علامہ راغب کہتے ہیں۔ الخطب: الامر العظیم یکثر غیبہ التخطا ط (غدرات) یعنی وہ اہم کام جس کے بارے میں بکثرت
تبادلہ خیال کیا جاتا ہے۔ منہ میں ہے الخطب: الشان۔ الامر: صغر او عظم۔ وغلب استعمالہ للامر العظیم المنکروہ۔
یعنی ویسے تو الخطب بہر کام کہتے ہیں بڑا بوجہ ہوتا۔ لیکن اس کا غالب استعمال کسی اہم لیکن ناخوشگوار کام کے لیے ہوتا ہے۔

۱۱۱ فرشتوں نے بتایا کہ وہ قوم لوط کو فنا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ سرکاری مسلمانانہ میں ان کے لیے ایسے تہ تیہ کیے گئے
ہیں جن پر تمام نشان لگادیے گئے ہیں اور ہر پتھر ایک مجرم کی سرکونی کے لیے مختص کر دیا گیا ہے۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ ان نشان زدہ شخصوں
کی ان مجرموں پر موبلاد عار بارش کر دیں۔ مسوّمۃ: جن پر نشان لگادیا گیا ہو۔

۱۱۲ حضرت خلیل کے پوچھنے پر یہ فرشتوں نے از خود یہ بتادیا کہ آپ ٹھہرنے کریں حضرت لوط اور ان کے اہل خانہ پر کوئی آنچ
نہیں آئے گی۔ اس اساری بستی میں یہ ایک ہی خاندان ہے جس نے حق کا پرچم بلند رکھا نہ باطل کو قبول کیا اور نہ اس سے معاملت کی بلکہ
اس کو نچاؤ کھانے کے لیے مقدور مجاہد و جد کتا رہا۔ سو ہم نے ان کو وہاں سے کھانے کا پوری طرح انتظام کر لیا ہے۔

آپ یہ جانتے ہیں کہ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گئے بھتیجے تھے۔

۱۱۳ بحر مردار (DEAD SEA) کا مکمل وقت بتا رہا ہے کہ یہاں پہلے بڑے بڑے شہر آباد تھے جو بعد میں کسی زلزلہ کی
وجہ سے زمین میں دھنس گئے۔ مولانا مودودی کہتے ہیں: ۱۹۶۵ء میں آثار قدیمہ کی تلاش کرنے والی ایک اسرائیلی جماعت کو اللسان داس
بحیرہ کا جنوبی حصہ پر بہت بڑا قبرستان ملا ہے جس میں میں ہزار سے زیادہ قبریں ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قریب میں کوئی بڑا شہر

فَرَعُونَ بِسُلْطٰنٍ مُّبٰینٍ ۝ فَتَوَلٰی بِرُكْنِهِ ۝ وَقَالَ سِحْرٌ اَوْ مَجْنُونٌ ۝

فرعون کی طرف ایک روشن دلیل سے کر گئے ہیں اس نے درگزدانی کی اپنی قوت کے بل بوتے پر اور کہنے لگا یہ شخص جادوگر ہے یا دیوانہ ۲۳۱

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهُ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلَيَّمٌ ۝ وَفِیْ عَادٍ اِذَا

قرہم نے اس کو اس کے لشکر سمیت قہرا اور انہیں سمندر میں پھینک دیا اور وہ قابلِ طاقت بن گیا ۲۳۲ اور (فہر) مادیوں کی نشان دہی کرتا ہے

مذہب آباد ہو گا مگر کسی ایسے شہر کے آثار اس پس کیوں موجود نہیں ہیں جس نے شعلے سے اتنا بڑا قبرستان بن لکھا ہو۔ اس سے بھی یہ شبہ قنوت پاتا ہے کہ جس شہر کا یہ قبرستان تھا وہ بحیرہ میں غرق ہو چکا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ سورۃ الذاریات)

مزید وضاحت کے لیے ضیاء القرآن، سورۃ اعراف آیات ۸۰ تا ۸۴ کا مطالعہ کیجیے۔

۲۳۱ اسب بتایا جا رہا ہے کہ اے اہل کفر! میں طعن تم سے پاس میرا رسول کرم بذیل و برہین کی روشنی نے کر لیا ہے اسی طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو سلطانِ مبین درویشانِ دلیل دے کر فرعون کی طرف بھیجا تھا تاکہ اس کو قبول حق کی دعوت دے۔ لیکن فرعون نے اپنے لشکرِ عِزّاز اپنی بیہ پایاں طاقت اور اپنی ذاتی قوت کے بل بوتے پر ایک درویشِ مفت رسول کی کچھ بات ملتے سے منہ پھیر لیا۔ پھر اس کا جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

۲۳۲ تَوَلٰی بِرُكْنِهِ کے الفاظ تحقیق طلب ہیں۔ رکن کا معنی ذاتی قوت بھی کیا گیا ہے اور اس سے مراد اس کا لشکر اس کی فرمانبرداری کا بھی لی جاسکتی ہے۔ تب تمصاحبہ کی بھی ہوسکتی ہے اور تعدیہ کی بھی۔ مصاحبہ کی صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اس نے اپنے لشکر اپنے احرار و انصار اور اپنی قوم سمیت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو ششہ سے منہ پھیر لیا اور اگر تب تعدیہ کے لیے ہوتا اس سے مراد یہ ہو گی کہ اس نے اپنے لشکرِ عِزّاز اپنے احرار و انصار یا اپنی ذاتی طاقت سے غرور ہو کر موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر لیا۔ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؓ سے مروی ہے۔ جس رکنہ، ای بقوتہ۔ یعنی اس نے اپنی ذاتی قوت کے بل بوتے پر آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا یہ شخص یا تو جادوگر ہے اور یا اس کا دماغ پھل گیا ہے۔ اسے یہ خبر بھی نہیں کہ وہ کس کے دربار میں کمر لپے اور کیا بات کر رہا ہے۔

۲۳۳ جب یہ واقعہ ہوا تو آٹا آٹا فرعون اور اس کے لشکر جہاں کہ فرقی کی خبر دگر دگر کے علاقوں میں پھٹی گئی ہوئی لیکن اس عظیم سانحہ پر کوئی آنکھ نہ کھل سکی نہ کسی نے بھی انہما بانیوں سے شک نہ کیا۔ بلکہ سب کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ جس کم ہوش پاک فرعون بڑا خاتم تھا اور اس کا یہی انجام ہونا تھا۔ وہو مسلم میں اس لہر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کو لوگ طاقت کرتے رہے اور برا بھلا کہتے رہے۔ مسلم کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب لسان العرب کہتے ہیں۔ الام الرجل فہو مسلم اذا قی ذنبا یا دام علیہ۔ جب کوئی شخص ایسے گناہ کا ارتکاب کرے جو قابلِ طاقت ہو تو اس شخص کو مسلم کہتے ہیں۔ یہودی کہتے ہیں الام، صار فالنفس۔

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۖ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ

جب ہم نے ان پر آمدی بھی جو غیر برکت سے خالی تھی ۱۳۳۔ نہیں چھوڑتی تھی کسی چیز کو جس پر گزرتی

إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرِّمِيمِ ۖ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۖ

مگر اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی۔ اور (واقعہ) ثمود میں بھی نشانی ہے جب انہیں کہہ دیا گیا کہ لطف اٹھاؤ ایک وقت تک ۱۳۴۔

فَعْتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ ۖ فَاخَذَ ثَمُودُ الصَّيْقَةَ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۖ فَمَا

پس انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے ٹکڑا لیا انہیں ایک غزنہ کی گز نے وہاں مال کو وہ دیکھ رہے تھے۔ پھر ان

اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُتَحَرِّينَ ۖ وَقَوْمُ نُوحٍ ۖ قُلْ

میں نہ اٹھنے کی طاقت رہی ۱۳۵۔ اور نہ وہ (مسمیٰ) انتقام لے سکے ۱۳۶۔ اور قوم نوح کا اس سے

۱۳۳۔ قوم نوح کا انجام بھی بڑا عبرت ناک تھا۔ ان کی سرکشی کی وجہ سے وہ گنہگار بن گئے۔ ان کو راہ راست پہنچانے کی ساری غیرانسانی مہامی ناکام ہو گئی تو ان پر ایسی ہوا کا جھڑی مسلط کر دیا گیا جو عقیم تھی۔ عقیم بانی عورت کو کہتے ہیں اس سے مراد وہ ہوا ہے جو غیر برکت سے کیسر ماری ہو۔ نہ بادلوں کو اُن کا لٹائے نہ درختوں کو پائنا اور کہنے نہ اس میں رحمت کا کوئی شائبہ ہو۔ وہی التي لا تفلح سبحانہ ولا شجرہ ولا رجۃ فیہا ولا جرکۃ ولا منفعة (قرطبی) دوسرے مقامات پر تصریح کی گئی ہے کہ یہ جھڑی آٹھ دن اور سات رات تک مسلسل پلتی رہی اور جو چیز بھی اس کی زد میں آئی اس کو ریزہ ریزہ کر کے کھڑکھڑا کر دیا۔

۱۳۴۔ قوم ثمود نے جب نافرمانی اور سرکشی کی انتہا کر دی اور اس اوتھنی کی کوئیں بھی کاٹ ڈالیں جو بطور مجوزہ ظاہر کی گئی تھی تو انہیں بتادیا گیا کہ تمہاری بربادی میں صرف تین دن کی ٹہلت رہ گئی ہے۔ جسے جبر کر داد پیش سے لو اور غرضتیاں کر لو لیکن انہیں پھر بھی جوش نہ آیا تین روز بعد ایک ایسی کڑک دھار آواز پیدا ہوئی کہ اسے دہشت کے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور ان میں اتنی سختی بھی نہ رہی کہ وہ بیٹھے ہوتے اُٹھ سکیں۔

۱۳۵۔ من قیام کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ مذاب الہی کو برداشت نہ کر سکے۔ ای ما اطاقوا ان یستقلوا بعداب اللہ وان یتحملوہ ویقو مواہ۔

۱۳۶۔ اس کے دو معنی ہیں۔ انتصر من عدوہ ای انتقم وانتصر علی خصمہ استظہر۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ان پر اپنا مذاب مسلط کیا۔ وہ لوگ جنہیں اپنی طاقت کا بڑا گنہ تھا ان میں سختی نہ رہی کہ وہ ہم سے انتقام لے سکیں اور دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ ہم پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی قوت سے ہمارے پیچھے ہوتے مذاب کو ٹال نہ سکے۔

قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا يَدِي وَإِنَّا

پہلے اسی شہر پر، بے شک وہ لوگ ہی پہلے دُشمن تھے۔ اُنہیں اور ہم نے آسمان کو قدرت کے ہاتھوں بنایا ہے اور ہم نے

لَمُوسِعُونَ ۝ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ لِلْكَاهِنُونَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ

ہی اس کو وسیع کر دیا ہے اور زمین کا ہم نے فرش بچھ دیا پس بہت ناپے فرش بچھانے والے ہیں۔ اُنہیں اور ہم نے ہر چیز کے

سلسلہ میں علیٰ السلام کی قوم کی داستان میں بڑی بصیرت افزا ہے۔ انہوں نے ہی حق و جور کو اپنا شعار بنایا تھا چنانچہ پانی کا طوفان آیا اور انہیں تنکوں کی طرح بھالے گیا۔

۱۱۔ اُنہیں اس کا عطف قوم لوح پر ہے۔ یعنی پہلے ہم نے تمہیں اپنی قدرت کے تاریخی دلائل سنائے ہیں۔ اب ذرا آفاق دلائل کا فرمایا ہے۔ پہلے بتایا آسمان کی وسعت اور فراخی کے ساتھ ہم نے خود بنایا۔ نہ تو اس کے بنانے میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کے بنانے میں ہمیں کسی سے کوئی مشورہ یا کوئی امداد لینے کی ضرورت پڑی۔ ہم نے خود محض اپنی قدرت اور اپنی حکمت سے اس کی تخلیق کی ہے۔ **باید: ای بقوة من ابن عباس۔ (بکر)**

۱۲۔ **مُوسِعُونَ**، اوسع سے ہے۔ یہ متعدی اور لازم دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ متعدی ہونے کی صورت میں اس جملہ کا یہ مفہوم ہوگا کہ ہم نے اسے بڑا وسیع اور کشادہ بنایا ہے۔ یہاں تک کہ زمین کا یہ طویل و عریض کردہ اس کے سامنے ایسا ہے جیسا دائرہ کے وسط میں ایک نقطہ اور لازمی ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم بڑی وسعت اور غنا کے مالک ہیں۔ ہماری قدرت بے کراں ہے۔ **بلا مرأی منظور کہتے ہیں۔ اوسع ووسعہ: صیرہ واسعا وقیل اوسع الرجل صار ذا سعة وخصی وقولہ انالموسعون ای اغنیاء قادرین۔ (لسان العرب)** اسی آیت سورۃ قیامت کا تعلق ہے۔ اُن کے مطالعہ سے آپ کو آسمان کی بے پناہ وسعت کا اندازہ ہوگا۔

اب وقرع قیامت کا انکار کہنے والے سو ہیں اور انصاف سے بتائیں کہ ایسے قدرت علیہ پر مردوں کو زندہ کرنا کیا کوئی مشکل ہے؟ ۱۳۔ یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ زمین میں ہر قسم آباد ہولت کس نے ایک آرام و فرش کی طرح بچھا دیا ہے اور اس میں تمہارے رزق اور ضرورت کے تمام اسباب مہیا کر دیے ہیں۔ **فنعصرہ** سے یہ بتایا کہ ہم نے صرف اسے بچھایا ہی نہیں بلکہ اس کو ہمارے لیے آرام و بنادیا ہے۔ اس بچھانے میں جو خوبی اور حکمت ہے چشم بینا سے دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ زر خیز ہموار اور وسیع میدان ہیں۔ مناسب مقامات پر دریا بہہ رہے ہیں۔ جگہ جگہ پہاڑ نصب کر دیے گئے ہیں زمین کی تہ میں نیچے بیٹھے اور ٹھنڈے پانی کے سمندر رواں ہیں۔ میدان ملاؤں میں زمین کھود کر پانی نکالا جاتا ہے۔ لیکن پہاڑوں کی بلندیوں پر بغیر کسی کے گھوٹے چشے بہہ رہے ہیں۔ ہر قسم کی اجناس پھل اور سبزیاں اُگ رہی ہیں۔ موسم میں از خود خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ لیل و نہار کی گردش کا سلسلہ جاری ہے۔ زمین کو سورج سے اتنی دوری اور اس ہیئت پر رکھ دیا گیا ہے کہ زندگی اپنی تمام تر رعایوں کے ساتھ محفوظ رہے۔

آپ اس فرش زمین کو کسی نقطہ نظر سے دیکھیں آپ کو اس کے بنانے والے کی قدرت کا طرہ اور حکمت بالغہ کا اعتراف کرنا

خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱۱﴾ فَتَرَوْا إِلَى اللَّهِ إِيَّيْكُمْ فَمَنْ نَذِيرٌ

جوڑے بنائے گئے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ پس دوڑو ان کی طرف اور اس کی پناہ لے لو جس کے بیشک میں نہیں

مُبِینٌ ﴿۱۲﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِيَّيْكُمْ فَمَنْ نَذِيرٌ مُبِینٌ ﴿۱۳﴾

کے غضب سے کھانسنے والا ہوں گے اور نہ بناؤ اللہ کے ساتھ کوئی اور جوہود گئے جس میں میں نہیں اس کے غضب سے کھانسنے والا ہوں

پڑے گا ایسی ہستی اگر کہے کہ میں روزِ حشر زندہ کروں گا کون بھڑاسا کا بھڑا کر سکتا ہے۔

۱۱۔ قدرت و حکمت کا ایک اور نشان پیش کیا جا رہا ہے کہ ہم نے جو چیز بنائی ہے اسے جزا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ ہم امتداد سے افزائشِ نسل کا سلسلہ جاری رہے۔ انسان اور حیوانات میں زوجِ زوج کا جو تناسب کو ہمیشہ سے معلوم ہے نباتات کی دنیا میں بھی زوجیت کا یہ اصول اس وقت اور خوبی سے کارفرما ہے اس کا پوری طرفِ نظر اس وقت ہوا ہے۔ طبی تحقیقات کے قدم جب آگے بڑھیں گے تو نباتات وغیرہ میں بھی یہ اصول زوجیت کا کارفرما ثابت ہو گا۔

ان کے علاوہ بھی تضادات اور متقابلات کی ایک دنیا آباد ہے۔ رات اور دن، شہادت و سعادت، طاعت و ضلالت، آسمان و زمین، سیاہی و سفیدی، صحت و مرض، کفر و ایمان۔ انسان کہاں تک گناہ کرتا ہے۔ قال مجاهد اشارة الى المتضادات والمتقابلات كالليل والنهار والشقاوة والسعادة والهدى والضلال والسم والبر والارض والسواد والبياض والصحة والمرض والكفر والإيمان البحر والمحيط

۱۲۔ مقصد تو یہ ہے کہ انہیں ایمان قبول کرنے کی دعوت دی جائے لیکن یہاں فتنوں کا حکم استعمال کیا گیا ہے۔ گویا بتایا جا رہا ہے کہ شیطان تمہارے پیچھے ہے۔ یہ معلوم کس وقت آکر تمہیں دبوچے گا اس لیے جلدی کرو۔ بھاگو اور ایک لمحہ صانعِ کبیر اللہ کی پناہ میں آ جاؤ۔ جسے وہاں پناہ مل جائے اسے شیطان کی دوسرا اندازیاں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتیں۔ طائر پانی پتی کہتے ہیں۔ فتنوں و امن کل شبی الی اللہ بالتوفیق والمحبة ولا تستغرق واحتشال الا وامر۔ یعنی ہر چیز سے دامن چھڑا کر اس کی طرف بھاگو۔ اس راوی میں جو چیز پانی ہوتی ہو اسے ٹوک سے پسے بناؤ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تمہاری توجہ اور محبت کا مرکز بن جائے۔ اس کے ذکر اور اس کے لواحق کے مشاہد میں ہی تم کو جوہور اس کے برحکم کی تعین پڑے فوق و فوق سے کرو۔

۱۳۔ اکثر علماء نے منہ کی ضمیر کا مرتب ضابط اور غضب بتایا۔ یعنی میں تمہیں ضابط سے ڈرانے آیا ہوں۔ لیکن علامہ مکی نے منہ کا مرتب ذاتِ باری کو بنایا ہے۔ زدوں البیان یعنی میں نے خود تمہارے پاس نہیں آیا کسی اور نے مجھے تمہاری طرف نہیں بھیجا۔ بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوں۔ اس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے کہ میں تمہیں غلابِ غفلت سے بروقت بیدار کروں مجھے یہ قول بہت پسند ہے۔

۱۴۔ یہ آفاقی اور انفسی و اعلیٰ میں کا تہا سے ملنے انبار لگا دیا گیا ہے ان سے جس طرح روزِ قیامت کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح یہ

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ
مَجْنُونٌ

اسی طرح نہیں آیا ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول مگر انہوں نے یہی کہا کہ یہ ساحر ہے یا

مَجْنُونٌ ۱۰ اتُوا صَوَابَهُ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۱۱ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ
بِعَاثٍ

دیرانہ ششہ کیا پہلوں نے پھیلوں کو یہی وصیت کی تھی کہ اس ششہ بکریہ لوگ سرکش ہیں ششہ میں آپ ان سے نہیں ملو یہی سبب ہے آپ پر کوئی

بِعَاثٍ ۱۲ وَذِكْرُ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۱۳ وَخَلَقْتُ الْجَنَّةَ
الْأُخْرَى ۱۴

الزام نہیں۔ اور آپ بھلتے رہیے یقیناً سمجھا اہل ایمان کے لیے فائدہ بخش ہے ششہ اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن

حقیقت بھی جہاں ہو گئی ہے کہ وہ وحدہ لا شریک ہے جب اس میں عقل کا زمانہ کائنات کا خالق اور مالک وہی ہے تو پھر اور کون
ہے جس کو اس کا کسی جہت سے بھی ہر شے یا جہت سے اس کی عبادت کی جائے۔ اس لیے یہاں واضح طور پر نہیں کر دی کہ خبردار اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی غیر کو خدا اور معبود نہ بنانا اور نہ ابدی عذاب میں مبتلا کر دینے یا قہر کے نجات کے واسطے دروازے بند ہو جائیں گے۔ بے
اس نے ہماری طرف سے کیا ہے کہ تم میں بروقت خبردار کر دوں۔

ششہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے حبیب! یہ اہل عرب آپ کو کہی ساجد کہتے ہیں اور کہی دوانہ کہتے ہیں یہ کوئی زالی بات نہیں آپ
سے پہلے ہی جو انبیاء کرام آئے ان کی قدر و شان تو میں نے ایسے ہی القابات سے انہیں دال ہے۔

ششہ نہان دکان کے خارج بعد اور تفاوت کے باوجود ان کے فکر اور فکر میں یہ کیسا نیت کہاں سے آگئی۔ ہر واقعہ حق کو ہر زمانہ
میں ان القابات سے کیوں یاد کیا گیا ہے کیا ایسا تو نہیں ہوا کہ لگنے پھیلوں کو وصیت کرتے گئے ہوں کہ ہم نے اپنے نبیوں کے ساتھ ایسا
سلوک کیا ہے اور ان کے ایسے ناموں کے ہیں۔ یاد رکھنا اگر تمہارے پاس بھی کوئی نبی آئے تو تم بھی ہماری طرح اس کو ساجد اور مستنون
ہو کہند۔

ششہ پہلی بات کی تردید کر دی۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی سرکش لوگ ہیں اور پہلے ہی سرکش اور
نافرمان لوگ تھے اسی سرکشی نے ان میں فکر و خیال کی یہ کیسا نیت پیدا کر دی ہے۔ جب بھی کوئی خیر یا عیش کسی سرکش کو اس کی سرکشی سے باز رہنے
کی باتیں کرتا ہے تو وہ اسے اپنی توہین تصور کرتا ہے اور اسے یہ نصیحت میں اس کی بھلائی تصور ہے۔ اسے ذاتی معاملات میں مداخلت نہ کرنا
موسس ہوتی ہے اور وہ اپنے ناس و شقاق کو دیرانہ یا ساجر کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ششہ سرکشوں کی سرکشی سے آپ کو کیا خوف ہے اے محبوب! آپ تو اس کے لیے جواب دہ نہیں۔ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے آپ
اپنے نبوت بھروسہ انداز سے اپنا فرض ادا کرتے رہیے۔ کچھ لوگ اگر اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو ان کی قسمت سائل ایمان تو اس میں شریعت
سے اپنی کشت ایمان کو سیراب کر رہے ہیں اور قیامت میں سیراب کئے رہیں گے۔ سورج کا کام چمکانا اور نورانی کائنات کی کائنات کے

وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ رَزْقٌ ۖ وَمَا أُرِيدُ أَنْ

دانس کو گراس لیے کہ وہ میری عبادت کریں ۵۳ نہ طلب کرتا ہوں میں ان سے رزق اور نہ یہ طلب کرتا ہوں کہ وہ

يُطْعَمُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۚ فَإِنَّ لِلَّذِينَ

بچے کھلائیں ۵۴ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی (سب کو) پکڑی دینے والا قوت والا اور (زود والا) ہے ۵۵ پس ان ظالموں کے لیے

ظَلُّوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۚ فَوَيْلٌ

مذاب کا ویسا ہی حصہ ہے نبیا ان کے ہم شرلوں کو حصہ ملا تھا پس یہ بلند بازی نہ کریں ۵۶ پس تباہی ہے

اس کی روشنی سے مستفیض نہیں ہو رہے تو کیا ہوا آنکھوں والے توفیق یاب ہو رہے ہیں۔ اندھوں کی وجہ سے نور چمکنا چھوڑ دے
یکے ہو سکتے ہیں۔

۵۳ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس آیت کی تشریح یوں فرمائی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدني
بہا العبادۃ یعنی میں نے جن و انس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میں انہیں حکم دوں کہ وہ میری عبادت کریں۔ انسان کو قتل و غم اعتبار امتیاز
کی جو نعمتیں ازانی کی گئی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی جہین بنائیں اسی ذات کے سامنے جھکے جس نے اسے پیدا فرمایا اور اپنے گونا گوں احسانات
سے اسے مال مال فرمایا اب اگر وہ کسی اور کی عبادت کرنے لگے جو نہ اس کا خالق ہے اور نہ اس کا پروردگار ہے یا بالکل العاد و دہریت کا
بائے اختیار کر لے تو گویا وہ اپنی عظمت سے جنگ آ رہا ہے اور اپنی طبع سلیم کو مسخ کرنے کی کوششیں کر رہا ہے۔

۵۴ میں ان سے رزق کا طلب گار نہیں اور نہ اس لیے ان کو اپنی عبادت کا حکم دے رہا ہوں کہ مجھے ان کے سجدوں اور ان کی
طاعتوں کی حاجت ہے۔ نہیں ہرگز نہیں! اس میں انہی کا فائدہ ہے۔ میرے حضور میں جب وہ سر نیاز جھکائیں گے تو ان کی خدمت سدا بہتیں
بیدار ہو جائیں گی۔ حیرانی اور شیطانی ہنگاموں سے ان کو چھکارا مل جائے گا۔ ان کا عقاب بہت ایسی بلندیوں پر چڑکٹ ہو گا جہاں فرشتوں
کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔ بھلا اللہ تعالیٰ کی عبادت سے مستمدم بہتے ہیں۔ ساری عمر ان کا قدم حیوانی زندگی کے دائرہ سے ہی باہر نہیں
چلتا۔ انہیں انسانی عقلوں اور اس کی صلاحیتوں کی بیکارائیوں کا طمہ ہی نہیں ہوتا۔ حیوانی زندگی کی لذتوں میں ہی وہ گمن رہتے ہیں اور اپنی
اصلاح کے زریں مواقع کو ضائع کر دیتے ہیں۔

۵۵ رزق دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی قوت والا اور مضبوط ہے۔ وہ کسی کا دست نگر نہیں۔ ہر چیز اپنے وجود اور اپنی
بقائیں اس کے بخود و کرم کی محتاج ہے۔

۵۶ ذنوب بڑے ذول کہتے ہیں جس سے کنویں سے پانی نکالا جائے۔ ذول میں جتنا پانی آتا ہے وہ ذول کہنے والے
کا ہی حصہ ہو گا۔ اس لیے ذنوب کا لفظ حصہ اور نصیب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ کن بڑے

لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ

ان کے لیے جنہوں نے کفر کیا اس دن سے جس کا اران ہے اور مدد کیا گیا ہے ۵۱

کے لیے بھی مذاب کا ایک سحر مقرر ہے۔ جس طرح اپنے اپنے وقت پر پہلی قوموں کے نامتین کو اپنا اپنا جہنم ملا۔ ان لوگوں کو بھی مل کر رہے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے پیش نظر ان پر نزول مذاب کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے یہ لوگ جلد ہی سے کام لے رہے ہیں۔ سوچنے اور بکنے کی جو فطرت انہیں دی گئی ہے اسے بھی جیت نکال رہے ہیں۔ آپ انہیں فرمائیے کہ نزول مذاب کے لیے جلد ہی مت مہاؤ، مذاب آئے گا اور ضرور آئے گا۔ لیکن اپنے مقررہ وقت پر۔ جب یہ مذاب آئے گا تو یہ ہزار بھاگیں گے، لیکن وہ ان کا بچاؤ نہ پھوٹے گا۔

۵۱ منکرین حق جو آفتاب ہدایت کی دنیا۔ پاشیوں کے باوجود اندھے بنے ہوئے ہیں اور کفر والہاد کی راہ پر بھاگے چلے رہے ہیں۔ جب وہ دن طلوع ہوگا جو ان کی تباہی کے لیے متین ہے تو اس روزانہ بدعتوں کی حالت زار بڑی خوفناک ہوگی۔



اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ وَاشْهَدْ بِقَلْبِىْ وَاقْرِبْ لِّىْ مَبَادِئَ ذٰلِكَ اِنَّ اَنْتَ لَا شَرِيْكَ لَكَ الْمُلْكُ
وَلَكَ الْحَمْدُ وَاَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ لَا مَلْجَا وَلَا مُنْجَا مِنْكَ
اِلَّا اِلَيْكَ اِنِّىْ عَبْدُكَ وَاِبْنُ عَبْدِكَ وَاِبْنُ امْتِكَ نَاصِيْتِىْ بِيَدِكَ وَاشْهَدْ بِقَلْبِىْ وَاقْرِبْ لِّىْ
مَبَادِئَ سَيِّدِىْ وَمَوْلَاىْ وَحَبِيْبِىْ وَقُوَّةَ حَيِّىْ مُحَمَّدًا عَبْدَكَ وَرَسُوْلَكَ وَنَبِيَّكَ وَصَفِيَّكَ
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَاُولِیْ اَمْرِهِ مِنْ الصَّلٰوٰتِ اَطِیْبٰهَا وَمِنَ التَّلٰمِیٰتِ
الْذٰکِمٰتِ مِنَ التَّحِیَّاتِ اَسْمَا وَمِنَ الْبَرَکٰتِ اَجْمَلِهَا کَلِمَاذِکْرُکَ وَذِکْرُ الذَّاكِرِیْنَ وَکَلِمَا غُفْلٍ عَنْ
ذِکْرُکَ وَذِکْرُ الْفَاقِلُوْنَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیُّ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا
وَالْحَقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ . آمِیْنُ بِحَقِّ طَلَبِیْ وَیَسِّیْنِ .



تعارف

سورة الطور

WWW.NAFSEISLAM.COM

نام ۱۱ اس سورت کا نام الطور ہے اور یہ اس سورت کا پہلا لفظ ہے۔ اس میں دو رکوع ۱۰ آیتیں تین سو بار رکعت اور ایک ہزار پانچ سو حروف ہیں۔

زمانہ نزول: اس سورہ مہد کہ کے مضامین لب ولہجہ اور طرز استدلال میں سابقہ سورتوں سے بہت کیسایت رکھتے ہیں جس سے آسانی یہ امانہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے زمانہ نزول میں کوئی زیادہ بعد نہیں۔

مضامین: کفار یہ سن کر بہت یخ پا ہیں کہ قیامت آئے گی اور انہیں صد ہزار سال بعد زندہ کر کے داؤ پر مشر کے سامنے پیش کیا جائے گا جہاں ان سے ان کی دنیوی زندگی کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ کفار اسے ناممکن اور خلاف عقل کہنے کی دھت لگا رہے ہیں اور اعلان یہ کہ رہے ہیں کہ وہ قیامت پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ آغاز سورت میں کئی اہم چیزوں کی قسمیں کھا کر اعلان کیا جا رہا ہے کہ قیامت آئے گی ضرور آئے گی۔ دنیا میں کوئی ایسی قوت نہیں جو قیامت کو برپا ہونے سے روک سکے۔ اگر ایک حقیقت کو زمانہ مابینے تو وہ حقیقت ہٹ نہیں سکتی۔ تم اگر ایک سچائی کو تسلیم نہ کرو تو وہ سچائی بھٹ میں تبدیل نہیں ہو جائے گی۔ تمہاری ناپسندیدگی تمہارا یہ فعل خداوندی فیصلوں کو بدلنے کی قوت نہیں رکھتا۔ ذرا غور کرو اگر تم انکار ہی کرتے رہو اور یہاں سے چل دو۔ پھر الٹی فیصلہ کے مطابق تمہیں میدان شتر میں لاکر کھڑا کر دیا گیا تو بتاؤ تمہارا کیا حال ہوگا؟ جس چیز سے مغرور ہو اس کو شرب صدر سے تسلیم کر لینا ہی دانا ہے۔

مکرمین اور مشقین کے ساتھ قیامت کے روز جو برتاؤ ہوگا اس کی تفصیل بڑے دلنشیں انداز میں بیان کی گئی ہے تاکہ انسان خود فیصلہ کر لے کہ وہ کس گروہ میں اپنا مشر پسند کرتا ہے۔

کھل امری بمساکب رہین (آیت ۱۱) فرما کر ایک اہی صداقت کو آشکارا کر دیا گیا کہ مہیا کر دینے ویسا ہی ہر دے جو بوجھے ہو ہی کاؤ گے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیخ نریا اور سیرت پاک اسلام کی صداقت کی ایسی روشن دلیل تھی جس کا ان کے پاس کوئی وز نہ تھا۔ وہ اس کی اثر انگیزی اور جلال کے سامنے اپنے آپ کو بے دست و پا محسوس کرتے تھے اس لیے کسی ایک موقف پر غم نہ رہنا ان کے بس میں نہ تھا۔ کبھی کاہن کہتے کبھی مجنون۔ کبھی شاعر ہونے کا الزام لگاتے اور کبھی کہتے یہ کتاب خدا کا کلام نہیں بلکہ ان کے ذہن کی اختراع ہے۔ ان الزامات کا بڑی خوبی سے رد کر دیا۔

کفار کو جب اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دی جاتی تو ہر لوٹک چانے لگتے۔ ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ اس اکلون کی وجہ کیا ہے؟ کیا تمہارا کوئی خالق نہیں یا تم خود اپنے خالق ہو یا زمین و آسمان کی آفرینش میں تمہارا کچھ حصہ ہے؟ جب ان سوالات

کا جواب نفی میں ہے تو پھر اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سر نیاز خم کرنے میں تمہیں ہرگز تامل نہیں ہونا چاہیے۔
 آخر میں اپنے حبیب پاک کو بتایا کہ یہ لا ملو ج مریض ہیں۔ ان کے دل کی آنکھ اندھی ہو چکی ہے۔ اپنی صداقت کا کتابی بنا مجھ کو آپ
 ان کو دکھائیں یا ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ نکرہ کریں ہم آپ سے بے خبر نہیں ہیں۔ آپ کو دشمنوں کے حوالے کر کے آپ سے نہ تعلق نہیں
 ہو گئے۔ وَ اِنَّكَ يَا عِيسٰى بِاَعْيُنِنَا۔ آپ ہماری آنکھوں میں بس رہے ہیں۔ کس کی محال ہے کہ آپ کو کوئی گزند پہنچائے۔ البتہ دو چیزیں آپ
 اپنے اوپر لازم کریں ① اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور مصائب کا مقابلہ صبر سے کریں ② ہماری تسبیح و تہجد کو اپنا وظیفہ بنا
 لیں۔ اس سے آپ کے دل کو تقویت ملے گی اور کسی قسم کا خوف و ہراس آپ کو پریشان نہ کر سکے گا۔
 اپنے ہادی برحق صل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع میں دعوت و ارشاد کی راہ پر چلنے والے راہرو کا فرض ہے کہ وہ ان دو باتوں
 کا خوب خیال رکھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ

سنة طوبیہ ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان اور بخشنے والا ہے۔ انہیں تیس اور دو کتب

وَالطُّورُ ۱ وَكِتَابٌ مَّسْطُورٌ ۲ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۳ وَالْبَيْتُ الْمَعْمُورُ ۴

قسم ہے کہ طوبیہ کی اور کتاب کی جو بھی گنی ہے۔ کلمے ورق پر۔ اور کتب سے بیت معمور کی۔

وَالسَّقْفُ الْمَرْفُوعُ ۵ وَالْبَحْرُ الْمَسْجُورُ ۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۷

اور بلند چھت کی۔ اور سمندر کی جو لہاں لہاں ہے۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔

۱۔ ابتدائی آیتوں میں جو تشریح طلب الفاظ ہیں پہلے ان کی تشریح کی جائے گی۔ اس کے بعد ان آیات کے طالب اور معانی بیان کیے جائیں گے۔ سیدہ ائمتہ التوفیق۔

طوبیہ سرورانی لغت کا انتخاب ہے اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو سرسبز و شاداب ہو خشک پہاڑ کو طور نہیں کہتے بعض نے اسے عربی لغت کا لفظ کہا ہے۔ لیکن اب طور اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہمکاری کے شرف سے نوازا۔ انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ یہ عینہ اور عصا کے معجزات سے نوازے ہوئے اس وقت کی دنیا کے سب سے طاقتور اور ظالم حکمران کو دعوت حق دینے کے لیے بھیجا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا جس نے بنی اسرائیل کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں بکڑ رکھا تھا جس کی سطوت و جبروت کے سامنے کوئی شخص دم مارنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

مسطور: لکھی ہوئی مرتب کتاب۔

الرق: اس کا معنی ہے کمال، چمڑا۔ قدیم زمانہ میں جبکہ کاغذ سازی کی صنعت ابھی اپنے ابتدائی دور میں تھی۔ حسب ضرورت پانچار کاغذ تیار کیا جاتا تھا اس لیے دستور یہ تھا کہ کمال کو رگڑ رگڑ کر خوب باریک اور مصفیٰ بنایا جاتا۔ اس میں چمک سی پیدا ہو جایا کرتی اور ایسی تیار شدہ کمال پر آسمانی مصائف، قیمتی دستاویزات اور شاہی فراہیں لکھے جاتے۔

منشور: کھل جرنی۔ جس کا بکری پہاڑ ہے کٹے اور مطالعہ کرے۔

البیت المعمور: اس کا لغوی معنی آبار گھر ہے جس میں خوب چل پھل ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک یہاں اس سے مراد کعبہ شریف ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ہر وقت آباد رہتا ہے۔ کوئی طواف کر رہا ہے کوئی نماز پڑھ رہا ہے کوئی دعا مانگ رہا ہے کوئی ذکر الہی میں مشغول ہے رات دن میں کوئی ایسی گزری نہیں آتی جبکہ وہ عبادت کرنے والوں سے خالی ہو۔ بعض علما کا قول ہے کہ جس طرح زمین میں کعبہ شریف ہے اسی طرح ہر آسمان میں وہاں کے کینوں کے لیے ایک قبلہ گاہ موجود ہے جو وہاں کے ذاکرین اور عابدین کا مرکز و خبہ ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ساتویں آسمان پر جو قبلہ ہے وہ کعبہ شریف کے عین اوپر ہے۔ یہاں اسی کی قسم کھائی جاتی ہے کہ یہ کعبہ صیقلی

میں اسی کو البیت المعمور فرمایا گیا ہے۔

قال عليه الصلوة والسلام في السماء السابعة اى انا انا بابراهيم مسند اظهره الى البيت المعمور ولذا هو يدخله كل يوم سبعون الفا ليعودون اليه۔ یعنی جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا وہاں میری ملاقات حضرت ابراہیم سے ہوئی جو بیت المعمور کے ساتھ پشت لگائے بیٹھتے۔ اس میں ہر روز شہزاد فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ دوبارہ انہیں موقع نہیں ملتا جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان ہفتم کے قعر کا نام بیت المعمور فرمادیا تو اس کے بعد کسی اور قعر کی ضرورت نہیں رہتی۔

السقف المرفوع: اونچی بلند بلا چھت۔ اس سے مراد آسمان ہے۔

والبحر المسجود: عربی زبان میں مسجور کے کئی معنی ہیں۔

① المسجود الذی مذہب ماء: وہ چشمہ یا تالاب جس کا پانی خشک ہو جائے یا زمین میں جذب ہو جائے اسے مسجور کہتے ہیں۔

② وہ شخص جسے ایندھن سے جھڑپا گیا ہو اور وہ خوب جھڑک رہا ہو اسے بھی القود المسجود کہتے ہیں۔

③ مسجور جو پانی سے جھڑپا ہوا ہو اور متحرک نہ ہو بلکہ ساکن ہو۔

④ حضرت ابن عباس سے مسجور کا معنی مجوس مشغول ہے یعنی جس کا پانی ایک جگہ ٹکا رہے وہاں سے بہہ کر کہیں چلا جائے

بے شک وقوع قیامت کے وقت سندھ وں کا پانی خشک ہو جائے گا اور قیامت کے روز وہ اُبلے گا۔ لیکن یہاں تم سندھ

کی موجودہ حالت کی امثالی ہمارے ہے۔ اس لیے یہاں اس کا تیسرا معنی مراد ہو گا یعنی تم ہے اس سندھ کی جو پانی سے لبریز ہے یا جس کے پانی کو مقررہ حدود میں بند کر دیا گیا ہے۔

دافع: دور کرنے والا، اٹلنے والا۔

پہلے پانچ قسمیں امثال گئیں۔ ان عذاب جماب قسم ہے کہ مجھے ان پانچ عظیم الشان چیزوں کی قسم: بحرین و منکین پر مذاب

اگر یہ ہے گا۔ کسی کی ہمال میں کس مذاب کو ٹپکے یا روک سکے۔

کنارہ کو اپنی بہادری، اپنی قوت اور کثرت قہار پر بڑا گھمنہ تھا۔ کہہ شریف کے باعث سارا جزیرہ عرب ان کا حقیقت مند

تھا اور ان کا دل سے احترام کا تھا۔ اس بات نے ان کے لاشہ پندار کو مزید تیز کر دیا تھا۔ وہ دل میں یہ کہتے بیٹھتے تھے کہ پہلے تو مذاب آنے

کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ زندہ ہوگا۔ لیکن اگر ایسا ہو بھی گیا اور مذاب آ بھی گیا تو ہم اپنی قوت و شوکت

اور اپنے حلیف قبائل کی امانت سے اسے آسانی دے دیں گے۔ اس شان حال نے ان کی اس خام خیالی کا قطع قلع کر دیا کہ جو خدا طود سے اپنے

ایک بندے کو بھیج کر فرعون جیسے حکیمتر فرمانروا کی سرکوبی کر سکتا ہے جس خدا نے اپنے اہل و عیال پر جو کتابیں نازل کی ہیں ان سب میں

یہ لکھا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال بد کی سزا مل کر رہے گی، جس خدا کی عظمت و کبریا کی احترام کرنے کے لیے اس کے حضور جہنم بنایا

جھکانے کے لیے بیت المعمور میں فرشتوں کا آنا بندھا رہتا ہے۔ جس نے آسمان کی یہ اونچی اور پاملا چھت بنائی ہے اور وہ خدا جس کے

امر کٹن سے شاخیں مالتے ہوئے سندھ مغربی وجود میں آگئے ہیں۔ ظالم تم کہتے ہو کہ ہم ایسے جبار و قہار کے مذاب کو روک دیں گے۔

ذرا اٹل کے انہی تم کہیں کہ کسی قبیلہ کو جھڑپا دیا تو اس کی آتش غضب سے کوئی چیز تمہیں نہیں بچا سکے گی۔

مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سِيرًا ۝

اسے کوئی ٹھٹھانے والا نہیں۔ جس روز آسمان بڑی طرح تھر تھرا رہا ہوگا ۝ اور پہاڑ (اپنی جڑ چھوڑ کر تیزی سے چلنے لگیں گے ۝

قَوْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝

پس بربادی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے ۝ جو مسخر تفریح طبع کے لیے فضول باتوں میں لگے رہتے ہیں ۝

يَوْمَ يُدْعُونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًا ۝ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا

اس روز انہیں دھکے دے کر آتش جہنم میں پھینک دیا جائے گا ۝ (انہیں کہا جائے گا) یہی وہ آگ ہے جسے تم

۝ وقوع قیامت کے وقت کائنات میں جو اضطراب اور ترمیم کا عالم ہوگا اس کو بڑے پر جلال آواز میں بیان فرمایا جاتا ہے۔ لفظ تمور کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی کہتے ہیں:

قال اهل اللغة ما را الشيئ يمور مورا اي تحرك وجاء وذهب كما تنكنا الخلة العيدن اي الطويلة؛ اهل لغت کہتے ہیں کہ جسے بڑے کچھ پھٹے اور اس طرح ٹھوٹے جس طرح تیز چبکڑ میں لمبی کھجور جھومتی ہے تو اس حالت کو بیان کرنے کے لیے ماریہوں کے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ وسیع و عریض آسمان میں کو اپنے مقام سے کسی بل برابر کھٹکتے نہیں دیکھا گیا کہ کسی اضطرابی حرکت اس میں رونما نہیں ہوئی وہ اس روز ایک معمول اور ہر چیز کی مانند ڈول رہا ہوگا، بھول رہا ہوگا۔ ۝ پہاڑ جو بڑے گہرے زمین میں گڑھے ہوئے ہیں جنہیں آج تک اپنی جگہ سے کوئی بھی ہلا نہیں سکا وقوع قیامت کے وقت وہ ہوا میں اٹھ جائیں گے۔ یوں معلوم ہوگا کہ کسی نے ٹھنڈوں سے انہیں اکیر پھینکا ہے اور نوا کے جھونکے انہیں پتوں کی طرح اٹھائے پھینکیں اس وقت جب ان دنوں کیل جیڑوں کی بے بسی کا عالم ہوگا تو دوسری دنیاؤں کے لوگوں کی حالت کا آپ بہانہ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ۝ کہ جو لوگ آج اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں وہ دن ان کی تباہی اور بربادی کا دن ہوگا۔

۝ علامہ راغب خوض کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ الخوض هو الشروع في الماء والمراد فيه يستعمل في الامور واكثر ما ورد في القرآن ورد فيما يندم الشروع فيه (مغدرات)

یعنی خوض کا اصل معنی تو پانی میں گھسنا اور اس میں سے گزنا ہے۔ بطور استعارہ کوئی کام شروع کرنے کو کہہ سکتے ہیں لیکن قرآن کریم میں عموماً کسی ایسے کام میں شروع ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذہب اور ناپسندیدہ ہے۔ یہاں اس کا مضمون یہ ہے کہ کفار دنیا اور اسلام کے دوسرے نظریات کے بلے میں تباہی و خیالات کرتے ہیں لیکن بنیاد پر اور رسالت سے نہیں محض دل بھلانے کے لیے محض اپنا وقت گزارنے کے لیے تحقیقی معنی ان کے پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد اس کا استہزاء کرنا اور ہتھیار کشنا ہے۔ ۝ یعنی انہیں دھکے دے کر بڑی جہنم میں پھینکا جائے گا ۝ یذغ دغلا معانید فعون الی جہنم بشدة دغف۔

وقیانم

تَكْذِبُونَ ۝ اَفَسِحْرُ هَذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاَصْبِرُوا

جھٹلایا کرتے تھے شے کیا یہ (آگ) باد و کا کرشمہ ہے یا تمہیں یہ نظری نہیں آ رہی شے اس میں (تشریف لے چلے گئے اب پاس ہے

اَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَیْكُمْ اِنْتُمْ تَجْزُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

مبرا کرو یاد کرو دونوں برابر میں تمہارے لیے تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے شے

اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ۝ فَالْكَافِرِينَ بِمَا اَتَتْهُمْ رَبُّهُمْ وَ

بے شک پرہیزگار (اس روز) باغوں میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ شائد مسلمان نعمتوں پر چاہتیں ان کے رب نے دی ہوں گی شے اور

وَقَهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيًْا بِمَا كُنْتُمْ

بچھلے انہیں ان کے رب نے دوزخ کے عذاب سے شے (محکم ملے گا) کھاؤ پیو خوب مزے لے لے کر ان دیکھیں کہ جملہ جو تم

شے اور ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں پھینکا ہوا ہو گا اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی کہا جا رہا ہو گا کہ یہ ہے دوزخ کی بڑی پہلی آگ میں سے تمہیں ڈھایا جاتا تھا اور تم اس کو جھٹلایا کرتے تھے اور اس کا مذاق اڑا کرتے تھے۔

شے ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ یہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آگ دھک رہی ہے۔ سرخ سرخ شعلے اٹھ رہے ہیں۔ یہ کوئی باد و کا کرشمہ نہیں کہ اس کی حقیقت تو کچھ نہ صرف دکائی دے رہی ہو۔ ذرا آگے تشریف لے پلو خود بخود ہی حقیقت آشکارا ہو جائے گی اور ہمارے ذمہ ان کے بارے میں جو کچھ نہیں بتایا تھا اس کی تصدیق تم خود کر گئے گے کفار! جہنم کے یہ چیتے چگھٹاتے ہیں شے تمہیں نظری نہیں آ رہا ہے یا تم اسے باد و کا نظری ہی قرار دے رہے ہو۔

شے یہ صلیٰ یصلیٰ صلیٰ کا امر ہے۔ یہ دو معنوں میں مستعمل ہو سکتا ہے۔ آگ میں کسی چیز کو ٹھوننا اور گرم کرنا یا آگ میں کسی چیز کو جھونک دینا۔ داخل کر دینا۔ وقیل صلی النار: مغل فیہا واصل ما غیہ والمغرات آیت میں دو معنوں میں زیادہ مناسب ہے۔ شے اب جہنم پہنچا گیا ہے سو ہے۔ اب تو تمہیں اپنے کرتوتوں کی سزا بر حالت میں جگھٹنی ہو گی۔

شے اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پرہیزگار بندوں پر جو فضل و احسان فرمائے گا ان آیات میں اس کا بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ انہوں نے ہماری رضا کے لیے نفس کی خواہشات اور دنیاوی حقیر لذات سے عمر بھر کنارہ کشی اختیار کی ہم انہیں مدد با بار بات میں بخشیں گے۔ ان پر اپنی گناہوں نعمتوں کی برسات کریں گے اور ان کے دلوں کی دنیا میں مسرت و شادمانی کے چراغ روشن کریں گے۔ ہر لفظ کی معنویت ترقی طلب ہے۔ التعمیم: النعمۃ الکثیرۃ۔ بے پایاں نعمتیں۔ والمغرات

شے اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بھی داخل فرمائے گا اور انہیں عذاب جہنم سے بھی بچائے گا۔ اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی وجہ یہ

تَعْمَلُونَ مُتَكِبِينَ عَلَىٰ سُرٍّ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝

کیا کرتے تھے، متکبر لگنے، مینے ہوں گے، ہم نے چٹوں پر اور ہم انہیں بیادیں گے گوری گوری آہو پشوں سے ۱۳۱

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ، ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو ۱۳۲

کہ مذہب و دین سے پناہ منہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے ورنہ انسان کے اعمال تو اس قابل نہیں کہ دوزخ سے بچنے کی ضمانت بن سکیں۔ ہم جو نیک اعمال کرتے ہیں ان میں بھی ایسی ایسی نامیائیں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے قبول نہ فرمائے تو ان کی حیثیت کھوٹے کے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یہ تو صرف اس کی مہربانی ہے کہ وہ ہماری ناقص عبادتوں کو شرف قبولیت بخشے اور ہمیں جہنم سے بچالے۔

۱۳۱ اپنے انعامات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔ ان دو آیتوں کے چند کلمات کے معانی ملاحظہ فرمائیے۔ صنیف: کل ما لا یلحق فیہ مشقة ولا تعب (المفروات) جس کے حصول میں تکلیف اور مشقت نہ ہو اور جس کو کھالینے کے بعد بے مہنی وغیرہ کی شکایت نہ ہو یعنی لذیذ و خوشگوار پر لطف۔ متکبین: متکبر، لگا کر بیٹھا اس انداز کی نشست اطمینان اور خوشی کے وقت ہوتی ہے۔ سُرّ: سریر کی جمع ہے اس کا معنی ہے چنگ، تخت، مصفوفہ: صفوں کی صورت میں بچے ہونے خود بخود اس کی جمع ہے جو احور کی تائید ہے۔ سفید گوری رنگت والے کی کہتے ہیں اور اس کو بھی جس کی آنکھوں کا سفید حصہ خوب سفید ہو اور سیاہ حصہ خوب سیاہ ہو۔ یہ آنکھوں کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ اسی طرح عین، غیناء، کد میں ہے جو عین کی تائید ہے اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں نیل لگنے کی آنکھوں کی طرح بڑی ہوں اور سیئہ بھی۔

۱۳۲ ایک حریفانہ کا ذکر ہو رہا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو سرفراز فرمائے گا۔ اگر ان کی اولاد یا ایمان اس دنیا سے نہ نجات پاتی ہے تو جنت میں وہ اپنے والدین کے ساتھ طردی ہائے گی، اگرچہ ان کے اعمال زیادہ اچھے نہ ہوں۔ یہ مضمون اس سے پہلے سورہ الرعد آیت نمبر ۲۳ اور سورہ المؤمنی آیت نمبر ۲۱ میں بھی گزر چکا ہے کہ مقبولان یا نیکوالہی کے والدین ان کی بیویاں اور ان کی اولاد کو ان کے طفیل مقامات رفیعہ پر فائز کروایا جائے گا لیکن وہاں ماں باپ کے نیک اور صالح ہونے کی قیاس ہے اور یہاں صرف ایمان کی شرط ذکر کی گئی ہے نیز پہلے دو آیتوں میں جنت عدن میں داخل ہونے کا ذکر تھا یہاں فرمایا کہ ہم ان کو ان کے حق والدین کے ساتھ ملا دیں گے۔ وہ انہیں کے پاس ان کے مقامات رفیعہ میں ہمارے لطف و احسان سے محفوظ ہوتے رہیں گے اپنے بچوں کو اپنے پس یوں خوش و خرم دیکھ کر ہلے پیار سے بندوں کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور ہوں گے۔

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل ليرفع درجة المؤمن معه في

درجته في الجنة وان كان لم يلقها بعله لتقربهم عینه ثم قرء والذين آمنوا واتبعهم نذرهم بايمان الآية (قرطبی)

وَمَا آتٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ

اور ہم کی نہیں کریں گے ان کے عملوں کی جزا میں ذرہ بھر شے ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں اسیر ہوگا شے

وَأَمَدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۖ يَتَنَزَّعُونَ فِيهَا كَأَنَّا

اور ہم مسلسل دیتے رہیں گے انہیں ایسے میوے اور گوشت جو وہ پسند کریں گے شے وہ چھینا بھینسی کریں گے وہاں ہام شراب پر

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل مومن کی اولاد کو بھی جنت میں اس کا درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ذریعہ وہاں رہنے کا مستحق نہ ہو یہ اس لیے تاکہ انہیں اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں نمٹتی ہوں۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (قرطبی)

ملازم نشری کہتے ہیں فیجمع اللہ بہم انواع السور بسعادتهم فی انفسهم وبمزاوجة المحور العین ویمیلانہ الإخوان المؤمنین ویاجتماع اولادهم ولسلم بہم وکشاف اینی اللہ تعالیٰ ان کے لیے گوناگوں مستحق فراہم کرے گا وہ نبات خود جنت کی نعمتوں سے سعادت انگیز ہوں گے جو زمین کے ساتھ اٹکایا ہوگا۔ اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ وہ دل بٹائیں گے ان کی اولاد اور ان کی نسل کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

شے والدین کو اپنی کم تر ہوالد کے ساتھ ملنے کی ایک یہ صورت بھی تھی کہ انہیں اپنی بلند منزل سے نیچے بھیج دیا جاتا۔ ان الفاظ سے اس احتمال کی تردید کر دی گئی ہے کہ ان کے درجہ جنت میں کی نہیں کی جائے گی اور نہ ان کے ثواب میں کوئی نقصان ہوگا۔ ابن نیکو کا ردی کو تو ان کے اہل مال کا پرور پورا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ معنی اپنے فضل سے ان کے دلوں کو سرور کرنے کے لیے ان کی اولاد کو بلند درجہ جنت پر فائز فرمائے گا۔ لات ثلاثی جزو، اولاد (مزیوہ) وہ نسل ہم معنی ہیں۔ قصہ حقالہ وخرات، کسی کے حق میں کی کرنا۔ ملازم جوہری کہتے ہیں حلالۃ من علہ شیث ای ما انتصہ۔ (الصالح)

شے ملازمی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہمسے کو مل کی جو قوتیں اور عقل و فہم کی جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ بطور قرض ہیں اور ان کے بدلے میں ہمسے کا نفس اللہ تعالیٰ کے پاس بطور ہی ہے۔ اگر وہ قرض ادا کرے گا تو وہ زمین شدہ نفس سے واپس لے دیا جائے گا ورنہ بحق قرض خواہ مضبوط ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قرض کی امانت کی صورت یہ ہے کہ انسان ان قوتوں اور نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق استعمال کرے اگر اس نے ایسا کیا تو وہ نفس سے واپس مل جائے گا۔ بصورت دیگر وہ گروی بن جائے گا اور اس کو رہائی نصیب نہیں ہوگی۔

اس جملے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی جواہر لافیت ایمان ہی سے محروم ہوا دین کی موت کفر و شرک پہنچی ہو وہ دوسرے کفار کی طرح دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ مغفرت شفاعت اور اپنے پاکباز بزرگوں کے ساتھ افاق کی شرط اولیٰ ہے کہ انسان مومن ہو گیا ایمان ہی نصیب نہیں تھا اس کی مغفرت ہوگی نہ شفاعت ہوگی اور اس کے بزرگوں کی اطاعت اس کے کسی کام آئیں گی۔

شے اہل جنت کی خوشیوں اور لطف اندوزیوں کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے۔ پہلے بتایا کہ ان کے دستروان پران کے

لَا تَغُوفِيهَا وَلَا تَأْتِيَنَّ ۖ وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ غُلَامَانِ لَهُمَا كَأَنَّهُم لُؤْلُؤُ

لیکن ماسوں نہ کوئی تعویذ ہوگی اور نہ شہ اور خدمت بہلائے کے لیے پھر لگاتے ہوں گے ان کے گرد ان کے لؤلؤ اپنے جس کے باعث یوں

تَكُونُونَ ۖ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۖ قَالُوا إِنَّا كُنَّا

مسلم ہوں گے گواہ تھے مگر یہی شہ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے شہ کہیں گے ہم بھی اس سے

قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۖ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَدْنَا عَذَابَ التَّمُورِ ۖ

پہلے اپنے اہل خانہ میں اپنے انہما کے بارے میں کہتے تھے سو بڑا افسانہ فرمایا جہاں شہ ہم پر اور بھی ایسا ہے میں گرم لو کے عذاب سے۔

پسندیدہ پہل اور مرغوب گوشت چن دیے جائیں گے اب بنایا جا رہا ہے کہ اور وہ ختم ہوتے جائیں گے اور ساتھ ہی پھلوں سے بھری ہوئی مشتمل اور لذیذ گوشت سے پڑتائیں آتی جائیں گی جب تک ان کی مرضی ہوگی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

شہ جنت میں منع ہونے والی مجلس نشاط و سرور کی کتنی عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے۔ اہل جنت جب اپنی مجلس نشاط سمائیں گے، مرد و ساقی بطوریں جاموں میں شراب طہور ذال کر پیش کریں گے اور چمکتے ہوئے جام جب گردش میں آئیں گے تو انس و

جبت اور بنے تنگنی کے عالم میں وہ ایک دوسرے سے چہینا پھینکیں گی کریں گے۔ یہ اس کے ہاتھوں سے ہام پینے کا اور وہ اس سے اپنے کی گردش کے گدیہ سب کے اندر ملاہمت و ملا طفت ہوگا، لیکن کیفہ سرور کے اس عالم میں بھی وہ بے پردہ گوئی اور بے زہ سالی کے قریب تک نہیں

جائیں گے کوئی ناشائستہ حرکت اور گناہ اس وقت بھی ان سے صادر نہیں ہوگا، ملا سالی نے بے پایاں لذت و یقیناز عین کی تفسیر کھنی ہے۔ ایتجاذ بونہا الی الجنة ہم وجلنا ہم تہجد بجلنا عہدہ کا یفعل ذلک اللہ علی بینہم فی الدنیا بشہدہ سرورم، روت المعدی

یعنی وہ لوگ اپنے زمینوں سے ازراہ ملاہمت و ملا طفت بیلے پھینکیں گے جس طرح اس دنیا میں سے غماری کے وقت سے خوراک کرتے ہیں۔ اسی طرح ملا سالی تمی کہتے ہیں، للسرور بالشارع من التعلی والشد اول علی طریق التجاذب یعنی تجاذب الملا عہدہ لغرض السرور

والعہدہ وفیہ نوع لذتہ (روح البیان) کانس اس پایہ کو کہتے ہیں جو شراب سے بھرا ہوا ہو، خالی پایہ کو کانس نہیں کہتے، لغو بیہرہ گوئی فنزل لنگر، تأتیم، جس کے اثر کا سب سے گناہ لازم آئے۔

۱۹ شہ دیگر آسمانوں کے ملا وہ اہل جنت کو خدمت گزار بھی میلے جائیں گے جو ہر وقت ان کے ارد گرد گھومتے رہیں گے تاکہ ان کے ہر اشارہ اہل کو فہم آسکے، وہ خدمت گزار دنیا کے خدام کی طرح بدعت، غلطی اور کفر مزاج نہیں ہوں گے جو بہت خوبصورت اور صاف ستھرے ہوں گے۔ یوں موس ہوگا کہ وہ آواز موزوں ہیں جناب تک آخرش مدد میں مستور ہے اور ابھی ابھی باہر نکلتے ہیں۔

شہ جب بے شک و دست کسی دعوت میں شرکت کرتے ہیں تو کہی انما کہ چلے نہیں جاتے بلکہ اس کے بعد مل بیٹھتے ہیں اور باز دنیا جنت و پیار کی باتیں ہوتی ہیں۔ ہر ایک اپنے دل کی بات کہتا ہے اور دوسرے کی سنتا ہے۔ جنت میں حتیٰ بھی کھانے پینے سے

إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝ فَذَكِّرْ فَإِنَّكَ أَنْتَ بِنِعْمَتِ

ہے شک ہم پہلے ہی دنیا میں اس سے دعا کیا کرتے تھے قینا وہ بہت احسان کرنے والا ہمیشہ ہم پر مہربان ہے واللہ ہے آپ بھلائے رہے ہیں آپ اپنے آپ

رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا فَجْنُونٍ ۝ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُّ بِهِ رَبُّ رَبِّ

کی مہربانی سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون سلسلہ کیا یہ زمانہ بکار کہتے ہیں کتاب شاعر میں راوی ہم انتظار کر رہے ہیں ان کے متعلق

فارغ ہو کر اسی طرح بل نہیں گئے سلسلہ گنگو شروع ہو گا طبعی طور پر جنت اور جنت کی نعمتوں کا تذکرہ ہو گا اس وقت وہ کہیں گے ہم نے اپنی
ذریعہ زندگی بہت فخر کر رہا ہے تمہاری مہار کوئی قصور ہو جاتا ہے اور ہم اپنے رب کو نادم کر نہیں گئے۔ گھر میں بھی جب اپنے اہل و عیال کے ساتھ
مل بیٹھنے کا موقع ملتا تو اکثر ہمیشہ ہماری گفتگو کا موضوع یہی ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور اپنی قربانیوں کا احساس ہمہ وقت ہمیں دھنڑھن
رکتا۔ دیکھو ہم اسے کریم و رحیم پروردگار نہ سمجھتے ہم پر کتنا احسان فرمایا ہے کہ دنیا میں ہمیں شیطان کے فریب سے محفوظ رکھا اور یہاں ہمیں
قیم جنت میں پہنچا دیا اور ہمیں دوزخ کے پکے پکے پتے سے محفوظ رکھا اور اس کی گرمی سے ہمیں بچا لیا۔

سلسلہ ہم دنیا میں ہمیشہ اس سے دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ہمیں مذاب و دوزخ سے
بچا۔ دیکھو اس رحیم و کریم نے ہم عاجز بندوں کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور ہمیں اپنے انعامات و احسانات سے سرفراز فرمایا۔ بلکہ شک نہ
ہو کہ ہم احسان کرنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

۲۲ اس رکوع میں کفار و مشرکین کے اقوال ان کے اعمال اور ان کے نظریات پر اس طرح سخت تنقید کی جا رہی ہے جو ان
کا محاسبہ کیا جا رہا ہے جس کے بعد انہیں اپنی لغویت اور گمراہی کے بارے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا اور ان کے تعصب اور اپنے حساب
بہت دھرمی کے بغیر ان کے لیے گشتِ عافیت باقی نہ رہا۔ وہ تمام احتمالات، امکانات اور غلط فہمیاں تو یہ بات جن کا اصرار ہے کہ وہ حضور کی
نبوت اور حضور کی تعلیمات کا انکار کرتے تھے ان تمام کا بودا پن ان پر دہ زور و روشن کی طرح عیاں کر دیا گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے فقرے ہیں لیکن
کفار کے فکری اور نظریاتی فکروں پر پکلی بن کر گہرے ہیں اور ان کو خاکستر بناتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں کہ جبکہ بدر
کے اسیروں کی ربانی کے متعلق بات چیت کرنے کے لیے میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں مدینہ طیبہ پہنچا اس وقت حضور
مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور سورۃ الطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب میں نے اس صورت کو سنا تو مجھے یوں محسوس ہوا گویا میرا
دل پھٹ گیا ہے۔ فکاہنا صدح قلبی۔ بعد میں یہی واقعہ میرے ایمان لانے کا باعث بنا۔ اب آپ بھی انتہائی توجہ کے ساتھ ان آیات
کو پڑھیے اور ان کے مطالب کو سمجھنے کی صدقہ دل سے کوشش کیجیے۔ پہلی آیت میں تواضع تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو دعوت حق دینے کا جو فریضہ آپ کو سونپا گیا ہے آپ اس کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہیں۔

اس کے بعد کفار نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو بہتان لگائے تھے ان کی تردید کر دی اور اس کی لغویت کو فاش کر دیا۔
یہ لوگ آپ کو کہیں کاہن کہتے ہیں اور کہیں مجنون۔ ان کا یہ قول خود اپنی تردید کر رہا ہے۔ ایک ہی شخص کا کہن اور مجنون نہیں ہو سکتا۔ کاہن تو وہ

الْمُنُونُ ۱۰ قُلْ تَرَبُّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَرِبِينَ ۱۱ أَمْ تَأْمُرُهُمْ

گردش زمانہ کا کٹ فرمائیے وہاں ضرور انتظار کرو پس میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے والوں سے ہوں ۱۰ کئے کیا حکم دیتی ہیں انہیں ان

شخص ہے جو اپنے اندر مافوق النظر بصیرت اور فراست کا مدہن ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتا ہے اور ان کے سرسبز رازوں کا انکشاف کرتا ہے۔ اس کا کام متغنی اور مسخ ہوتا ہے۔ اس کا اسلوب اور اس کا لہجہ عام لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ہنوز اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے۔ جو طور و فکر کی صلاحیت سے محروم ہو جائے۔ اس کی باتیں بے ربط اور اس کے کام بہت بڑے ہوتے ہیں۔ تمہارے اسس الٹام کے ابطال کے لیے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ وہ از خود اپنے ابطال کے لیے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے محبوب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نہ کاہن ہیں اور نہ ہنوز۔ یہ اپنی زبان سے کہتے ہیں تو جنت رہیں۔

۱۱ کفار جب یہ سوچتے کہ ہم کیسے بے سرو پا الزامات لگا رہے ہیں، کوئی نہ گواہ کیسے گا، چنانچہ ہر پہلو بدلتے ہیں اور کہتے ہیں یہ شاعر ہے۔ حالانکہ ان سے بڑھ کر اس حقیقت سے اور کن واقف ہے کہ جو کلام بلاغت و شاعری پر پیش کرتے ہیں اس کا شاعری کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ بہر حال وہ اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا کرتے ہیں شاعر ہے۔ بہت جلد اس کی زندگی کھمیاں لہرے ہو جائے گا اور اس کے بعد دنیا اس کے اقول کو فراموش کر دے گی جس طرح دوسرے نامی گرامی شعراء کا حال ہوا ہے اس لیے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ شعراء خواہ اپنے آپ کو ہکان مست کرو۔ میں انتظار کی چند گزیاں ہیں، انہیں گوارا۔ معاملہ خود ہی رفع دفع ہو جائے گا۔ اس آیت میں ریب للمنون کا لفظ غور طلب ہے۔ منون زمانہ کہتے ہیں کیونکہ اس کے شب و روز زندگی کو کھٹتے رہتے ہیں۔ ریب مصدر ہے۔ یہ کسی کو بے چین کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس سے مراد حوادث ہیں۔

والریب مصدر وایب، اذا اقلقتہ ایدید حوادث الدهر و صروفہ لانہما تعلق النفوس، یعنی ریب، ذاب کا مصدر ہے معنی ہے قلق و اضطراب میں مبتلا کر دینا، اس سے مراد زمانہ کے حوادث اور لیل و نہار کی گردش ہے جہانسان کو پریشان کرتی رہتی ہے۔

۱۰ کئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے نبی! ان بے سرو پا امیدیں بانٹنے والوں سے کوئی بڑی اہم بات ہے، تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔ وقت خود ہی فیصلہ کرے گا کون حق پر تھا کون گمراہ تھا۔ کامیابیاں کس کے قدم چڑتی ہیں اور ضایاں کس پر تانل ہوتا ہے۔



أَحْلَا مَهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۚ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ

کی تمہیں ان (اصل) باتوں کا شے یا یہ لوگ ہی سرکش ہیں شے کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی قرآن، مگر ایسا ہے شے

لَا يُؤْمِنُونَ ۚ فَلْيَا تُوَا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۚ أَمْ

وہ حقیقت یہ ہے ایمان ہیں شے پس (مگر اگر) اے آئیں وہ بھی اس جیسی کوئی (دروغ پرور) بات اگر وہ ہے ہیں شے کیا

۲۵ حضور کے پاسے میں یہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں تھے کہی کہ جن کہتے کہی جنہوں کہتے اور کہی شاعری کا الزام تھا۔ ان کی نفی تو یہ ہے کہ وہی گئی ہے لیکن اب ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم جو کہی کہتے ہو اور کہی کہتے یہ بتاؤ کیا تمہاری عقل اور سمجھ تمہیں ایسی متفاد آئیں کہنے کا حکم دیتی ہے۔

۲۶ اس جملہ سے اس کی نفی کر دی گئی کہ ان کی عقل تو ایسی نہ تو باتوں کا انہیں حکم نہیں دیتی۔ بات دہا صل یہ ہے کہ عقل کا پورا تو انہوں نے پہلے دن ہی گل کر دیا ہے۔ عقل و فہم سے تو انہوں نے کہی کا رشتہ توڑ لیا ہے۔ یہ سرکش لوگ ہیں اور ان کی سرکش ان کو باطل سے پھٹے رہنے پر مجبور کر رہی ہے اور مستحقیتوں کو کھینچنے کے باوجود وہ انکار کرتے پہلے ہاتھ ہیں۔

ان الفاظ میں ان پر کتنی زبردست چوٹ ہے۔

۲۷ اسی طرح قرآن کریم کے پاسے میں بھی ان کی آراء مختلف تھیں۔ ان کا ایک خیال یہ بھی تھا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ خود مسلسل کئی بات سمجھتے رہتے ہیں اور خود فقرے مگر لوگوں کے سامنے آکر پڑھتے ہیں اور لوگوں کو مروجہ کہنے کے لیے کہتے ہیں کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ تقوٰلہ: ابتدا سے کذب و زہد، اپنی طرف سے جھوٹ گزینا۔

۲۸ اس سے اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے اس قول کی صحت پر انہیں قطعی یقین نہیں۔ وہ خود ہلکتے ہیں کہ وہ غلط بات کہہ رہے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اس لیے کوئی نہ کوئی نہ ماننے ایمان نہ لانے کا تلاش کر لیتے ہیں۔ اس طرح اپنے آپ کو محو کر دیتے سمجھتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کا دین بے بائندہ پر معروف نہیں جہاں ان کے پاس دلائل ہیں جن پر اسلام کے پاسے میں ان کے طرز عمل کا دار و مدار ہے۔

۲۹ اور اگر وہ اپنے اس قول میں پختہ ہیں اور انہیں یقین ہے کہ وہ سچ ہیں کہ یہ کلام ان کا اپنا بنایا ہوا ہے تو پھر ایسا کیوں نہیں کہتے کہ اس جیسا کہی کلام پیش کر دیں اور بات ہی ختم ہو جائے۔ ان میں بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر و خطیب ہیں۔ وہ کوشش کریں یہی مشورہ کریں اور چندہ سطر اس جیسی بنا کر پیش کر دیں۔ لیکن اگر جزیرہ عرب کے تمام حضار و بھنا اپنی اتھالی خواہش اور کوشش کے باوجود ایسا کلام پیش کرنے سے قاصر رہیں تو پھر انہیں اپنی ہرزہ سرائی سے باز آنا چاہیے۔



خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ

وہ پیدا ہو گئے بغیر کسی خالق کے یا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں؟ ۱۱ کیا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں

وَالْاَرْضَۚ بَلْ لَا يُوقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَ هُمْ خَزَاۓِنُ رِبِّكَ اَمْ هُمُ

اور زمین کو؟ (مگر نہیں) بلکہ وہ یقین سے محروم ہیں ۱۲ کیا ان کے قبضہ میں ہیں آپ کے رب کے خزانے یا انہوں نے برہنہ

الْمُضْطَرُّوْنَ ۝ اَمْ لَهُمْ سُلٰمٌۢ بِمَا كُنُوْا فِيْهَاۤ اَمْ لِيْۤ اُتٰ مُسْتَمْعِعُهُمْ

پر قسطنطینہ جالیسا ہے ۱۳ کیا ان کے پاس کوئی نیزہ ہے جس پر چڑھ کر (وہ) خیمہ بنائیں؟ انہیں لیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو لے آئے ان سے

۱۱ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی تلقین فرمایا کرتے لیکن وہ اذراہ وغور اس فرمان کو
بوجہ پس پشت ڈال دیا کرتے ان کے اس طرز عمل کے باعث میں ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا وہ بغیر کسی خالق کے خود خود پیدا ہو گئے ہیں
یا انہوں نے اپنے آپ کی خود تخلیق کی ہے کیا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے۔ اگر یہ ساری باتیں غلط ہیں اور انہیں بھی
اقرار ہے کہ نہ وہ خود خود پیدا ہوئے ہیں نہ انہوں نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے اور نہ زمین و آسمان کی آفرینش میں ان کا کوئی دخل ہے
تو پھر ان کا اپنے خالق کی عبادت نہ کرنا اور اس کے حضور میں مہینہ نہ رکھنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

۱۲ اس سے اس حقیقی نعمت سے پردہ اٹھا دیا جس کی وجہ سے وہ عبادت نہیں کرتے یعنی اگر ان سے پوچھا جائے کہ تمہیں
کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیتے ہیں اللہ نے اس زمین اور آسمان کا خالق کون ہے تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جب وہ اللہ تعالیٰ کو خالق
مانتے ہیں تو پھر اس کی عبادت سے انکار کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا یہ صرف زبان سے کہتے ہیں کہ اللہ ان کا خالق ہے۔ وہی زمین و آسمان کھپایا
کے تھے واللہ لیکن ان کے دلوں میں کوئی ایمان اور یقین نہیں ہے۔ ان کے نفاق کو کس طرح آشکارا فرمادیا۔

۱۳ ان کی ایک اور غلط فہمی کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنا کر ضرور مہینہ ہی تھا تو کہ اور
خائف میں نہ رہے نہیں دولت مند اور با اثر لوگ موجود تھے۔ ان میں سے کسی کو منتخب کیا ہوتا یہ کیا تماشہ ہے کہ نبی بنایا تو اس کو جس
کے پاس دوزمین نہ نرزد نہ بھائی نہ احوال و انصار کا کوئی جتنہ ہم کیسے مان لیں کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ کا ہے۔

فرمایا نبوت تو اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی نعمت ہے اس کی مرضی جس کو چاہے اس نعمت سے سرفراز فرمائے۔ ان کا کہہ کر غفلت
کا حق کس نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کنیاں اگر ان کے پاس ہوتیں اور تقسیم کرنے کا اختیار انہیں تفویض ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔
جب خزانہ اس کے اپنے میں اور تقسیم کا کئی اختیار بھی اس کے دست قدرت میں ہے تو یہ کہاں سے آئے اللہ تعالیٰ کی عطا پر کج شکریہ
کرنے والے مضطربوں کی قشریں کرتے ہوئے طعنے جھریں گے ہیں۔ المضطرب، المضطرب علی الشیخ یثرب علیہ ویتعاہد
احوالہ (صالح) یعنی جو کسی چیز پر مستطاب ہو اس کی تمجید کی کسے اور اس کے تمام حالات سے خبردار ہونے سے مضطرب کہتے ہیں۔

بِسُلْطَنِ مُبِينٍ ۚ أَمْلَهُ الْبَيْتُ وَلَكُمْ الْبَنُونَ ۚ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا

سننے والا روشن دلیل ۳۲ (خاموش) کیا اللہ کے لیے نری بیٹیاں اور تمہارے لیے نہ سے بیٹے ۳۳ نہ سے حبیب! کیا آپ ان سے کوئی

فَهُمْ قَمَرٌ مُّغْرَمٌ مُّثْقَلُونَ ۚ أَمْ عِنْدَ هُمْ الْغَيْبُ ۚ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۚ ط

اہریت مٹتے ہیں پس وہ چھٹی کے ہونے سے پہلے ہمارے ہیں ۳۴ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے پس وہ کہتے جلاتے ہیں ۳۵

۳۳ یہ لوگ نبی کی نبوت اور اس کی تعلیمات کا انکار کرتے ہیں۔ آخر اس انکار کی ان کے پاس کوئی دلیل بھی ہے۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسا زینہ ہو تا جس کے ذریعے وہ آسمان پر چڑھ جاتے اور وہاں قضا و قدر کے جو فیصلے ہو رہے ہیں انہیں سن لیتے یا لوح محفوظ تک رسائی حاصل کر کے کسی چیز کے صحیح یا غلط سمجھنے کا انہیں علم ہو جاتا تو کوئی بات بھی تھی لیکن ان کے پاس تو آسمان پر چڑھنے کے لیے کوئی زینہ نہیں ہے یہ جو کہہ گئے ہیں یہ محض ان کی اپنی قیاس آئیاں ہیں اور ان کے وہم و گمان کی پیداوار ہیں۔ انہیں قضا یا بت زیب نہیں دیتی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے ارشادات کا انکار کریں جس کا علم یقینی ہے جس کی فاشس نوری ہے اور جس کی فراست کی رسائی بہت دور تک ہے اور اگر انہیں اس بات کا دعویٰ ہے کہ وہ آسمان تک پہنچ سکتے ہیں تو اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے کوئی روشن دلیل پیش کریں۔

۳۴ وہ کم نبھت ٹہرے وثوق سے یہ کہتے تھے کہ (معاذ اللہ) فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اگر وہ آسمان پر چڑھ کر فرشتوں کو دیکھ سکتے اور اپنے مشاہد کی بنا پر یہ بات کہتے تو کوئی بات بھی ہوتی۔ یونسی ال ٹپ آئیں بنا ہے میں۔ ان کی یہ جہارت از حدیث صحیح ہے۔ نیز اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہیں۔ اگر ان کے ہاں لٹکے پیدا ہو جائے تو شرم کے مارے نہ نہیں دیکھ سکتے۔ حبیب ذہنیت ہے ان کے جسے اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں وہ ان کے حصہ میں ڈال دیتے ہیں۔ ان کی ساری باتیں بے ڈمبی اور عقل و دانش کے سراسر خلاف ہیں۔

۳۵ اے میرے پیارے رسول! اگر آپ ان سے اپنی ذات کے لیے چندہ طلب کرتے، سیم دزر مانگتے، خوراک اور دیگر ضروریات فراہم کرنے کا مطالبہ کرتے اور ان سے اپنے دخل و غفلت بصیرت کا معاوضہ طلب کرتے اور یہ لوگ ہر روز کی فرمائشوں سے تنگ آ کر دین حق سے منہ موڑ لیتے تو کوئی بات بھی ہوتی۔ آپ تو بلا معاوضہ ان کی بہتری کے لیے کوشاں ہیں۔ اپنے دن کا آرام اور بات کی نیند اس غرض کے لیے قربان کر دی ہے کہ خدا کے ان کا بچا ہوا چراغ روشن ہو جائے۔ پھر یہ کیوں اتنے نادان بنے ہوئے ہیں کہ سرمدی نعمتیں مفت مل رہی ہیں اور یہ دم دہلے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ منصرف، محال، عطل من المال علی کثر (منجھ) وہ مال جو جبراً ادا کرنا پڑتا ہے۔ مثقلون، اثقل سے ہے جس کا منہ ہے کسی پر ہماری بوجھ لا دینا۔ اثقل، اثنیلا (منجھ) مشغل، وہ شخص جس پر ہماری بوجھ لا دیا گیا ہو۔

۳۶ کیا انہیں غیب کا علم ہے اور اس علم کے باعث وہ اللہ کے رسول کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور اس کی تعلیمات کو بھٹلاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ تمہاری ہی زحمت گوارا کریں اور اس مضمون کی ایک تحریر لکھ دیں تاکہ یہ تحریر بوقت ضرورت کام آئے۔

أَمْرٌ يُدُونُ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝ أَمْرٌ لَهُمُ

کیا وہ (رسول خالص) کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں تو وہ کافر خود ہی اپنے فریب کا شکار ہو جائیں گے ۳۷۷ کیا ان کا کوئی اور خدا

إِلَهُ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ

ہے اللہ کے سوا۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں ۳۷۸ اور اگر وہ دیکھ لیں آسمان کے کسی

السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝ فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ

مکڑے کو گرتا ہوا تو یہ (انہی) کہیں گے یہ تو بادل ہے تہہ در تہہ ۳۷۹ پس انہیں روئے زمین پر چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ وہ اپنے اس

۳۷۷ ان کی ایک اور غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے۔ وہ دارالندوہ میں بیٹھے اور باہمی مشورہ کرتے کہ کوئی ایسا منصوبہ تیار کیا جائے جس سے دین کی روزافزوں مقبولیت کو پس پا کیا جاسکے۔ ان کی یہ غلط فہمیاں بکثرت منقذ ہو آکر تین اور رات گئے تک وہ سوئی سو رہیں گے۔ کہتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لے کفار کا ان کوئل کرشن لو کہ میرے دین اور میرے رسول کے خلاف تمہاری کوئی سازشیں کامیاب نہ ہوگی بلکہ تمہاری یہ سازشیں انجام کار تھامے۔ یہی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوں گی۔

جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشنی کرے اسے کوئی آندھی بجھا نہیں سکتی جس دین کو غالب کرنے کا ذرا اس نے لیا ہو دنیا کی کوئی طاقت اسے مغلوب نہیں کر سکتی۔ اس لیے یہ عیث کوششیں چھوڑ دو تم کسی کامیابی سے بھٹا نہیں ہو گے۔ علامہ قرطبی ہم المکیہ دون کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں ای المسکودہم یعنی نبی رحمت کے خلاف مکرو فریب کے جو حال وہ بن رہے ہیں اس میں وہ خود ہی پھنسیں گے۔ جو گڑھا وہ مسلمانوں کے لیے کھود رہے ہیں اس میں وہ خود گریں گے اور ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

۳۷۸ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اگر کوئی معبود برحق ہوتا تو بے شک اس کی عبادت کرتے۔ جب اس کے بغیر اور کوئی معبود ہے ہی نہیں تو اب اس کے بغیر کسی کی عبادت کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ جن چیزوں کو وہ خدا کا شریک کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام سے پاک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں، کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

یہ بیان جو مسلسل کئی آیات پر مشتمل ہے اس میں کفار کے تمام شبہات اور احتمالات کو دلائل و شواہد سے مسترد کر دیا گیا ہے اور ہر جگہ بتایا گیا ہے کہ باطل سے ان کے چپے رہنے کی وجہ یہی ہے کہ سرکشی کو انہوں نے اپنا شعار بنالیا ہے۔ ان میں ایمان اور ایمان کا فقدان ہے۔ اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو عقل سلیم قبول کر سکے۔

۳۷۹ آخر میں ان کی ہٹ دھرمی کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر آسمان کا ٹکڑا کٹ کر بھی ان کی ہدایت کے لیے نیچے پھینک دیا جائے تو وہ نہیں مانیں گے بلکہ یہ کہیں گے کہ یہ ہلال کی ایک گٹھا ہے جو اُنہ کی طرف آرہی ہے۔ مَرْكُوم: رَمَکُم یرمکم زکما سے ماخوذ ہے۔ رَمَکُم کا معنی ہے کسی چیز کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر ڈیر لگانا جس طرح ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے۔ رَمَکُم جمعہ وجعل بعضہ

الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۖ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ

دن کو پالیں جس میں وہ شش کھا کر نہیں گئے شے جس روز ان کی فریب کاری ان کے کسی کام نہ آئے گی اور نہ ان کی مدد

يُنصَرُونَ ۖ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

کی جائے گی۔ اور بے شک ظالموں کے لیے ایک عذاب (جس میں) اس سے پہلے بھی ہے لگہ لیکن ان میں سے اکثر

لَا يَعْلَمُونَ ۖ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

(اس سے) بے خبر ہیں۔ اور آپ صبر فرمائیے اپنے رب کے حکم سے لگہ ہم آپ پر ہر لمحہ نظر رکھ رہے ہیں لگہ اور پاک بیان کیلئے رب کی حمد کرتے

فوق بعض حتی یصیر دکانا مکرکوما کر کام الر حمل زخمہ بادل جب سخت گنا اور تارک یک ہر تارک سے صاحب مکر کم کہتے ہیں۔
شے لے مجھ پر یہ متعجب لوگ حق کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ آپ ان کو نظر انداز کر دیجیے۔ جب موت کی گھمٹ لگے گی پھر ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ ان کی تمام حیلہ سازیاں ان کے کسی کام نہ آئیں اور ان کے دوست اس مشکل لمحہ میں انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے گئے۔

یصعقون: صق کے دو معنی ہیں۔ غشی علیہ وذهب عقلہ من صوت یسمعه كالهداة الشدیدة۔ ہیرش ہو جانا کسی زوردار آواز کو سن کر عقل کا منحل ہو جانا۔ اس کا دوسرا معنی مات یعنی مرجانا۔ اکثر علماء کا یہ خیال ہے یصعقون: یموتون۔ لگہ بتایا جا رہا ہے کہ عذاب قیامت سے پہلے متکبرین کو طرہ طرہ کے آلام و مصائب میں گرفتار کر دیا جائے گا لیکن اس سے بھی انہیں تنبیہ نہیں ہو گی بلکہ اپنی پرانی روش پر وہ گامزن رہیں گے ایسے نابھ کی مثال ایک حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المنافق اذا مرض شعا افاق كان كالبعير عقله امله شعا
اسلوہ فلم یدر لہ عقلوہ ولہ یدر لہ اسلوہ (البخاری و کتاب البناکر)

کہ منافق جب بیمار ہوتا ہے اور پھر صحت پاب ہو جاتا ہے تو اس کی مثال ایک اونٹ کی ہے جسے گھروالوں نے پہلے باندھا اور پھر آزاد چھوڑ دیا۔ اسے اس کی خبر نہیں ہوتی کہ اسے باندھا کیوں گیا تھا اور اسے کھول کیوں دیا ہے۔

۴۲ جس قوم کو دعوت حق دینے کے لیے اے حبیب! آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے ان کے حالات سے آپ باخبر ہیں۔ وہ اگر طرہ طرہ ہیں عقل و دانش کے چراغ انہوں نے گل کر دیے ہیں، غور و تدبیر سے کام لینا ان کا معمول ہی نہیں۔ ہر وقت آپ کو اذیت پہنچانے اور دین حق کی شمع گل کرنے کے لیے وہ آپس میں مشورے کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے آپ کو بھیجا ہے تاکہ ان کے بے نور سینوں کو آپ روش کر دیں۔ ان دنہ صفت لوگوں کو فرشتہ سیرت بنادیں۔ ان کی ہٹ و عمری کی خاک کو کھیر بدل دیں اور تسلیم و رضا کا ان کو ایسا درس دیں کہ حق قبول کرنے میں انہیں پھر کبھی تاثر نہ ہو۔ اتنا بڑا انقلاب برپا کرنا آسان نہیں۔ اس کے لیے آپ کو

بڑی محنت کر فی پڑے گی، بڑے دکھ سننے پڑیں گے، بڑی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی۔ اس لیے آپ مہربانیت کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں اور اپنا فرض پوری دل سوزی سے انجام دیتے رہیں۔ ان کلمات میں آپ پر غور کیجیے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان کی ازیت رسالت پر مہربان کیجیے، بلکہ فرمایا کہ مہربان کیجیے کیونکہ یہ آپ کے رب کا حکم ہے۔ اپنے ملک کے حکم کے باعث مہربان کرنے میں جو لطف ہے اسے اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۵۳؎ آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ ہم خود آپ کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ کوئی دشمن آپ کو ناکام نہیں بنا سکتا۔ اہل معرفت ملاحظہ کرتے ہیں کہ اسی قسم کا جملہ مولیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا گیا۔ **وَلَتُخْلَقَنَّ عَلٰی عِلْمِنَا (آیت ۳۹)** تاکہ آپ میری نگاہ کے سامنے تیار ہوں لیکن اس آیت میں عین واحد اور حرف جار علی استعمال ہوا ہے جس کا معنی میری ایک آنکھ کے سامنے، لیکن یہاں فرمایا **بِأَعْيُنِنَا** حرف جار با اور عین جمع۔ یعنی ایک آنکھ نہیں بلکہ ہماری ساری آنکھوں میں ملاحظہ اسامیل حق کھتے ہیں۔

وَنَحْنُ نَرَاكَ بِمَجْمِيعِ عَيُونِ الصِّفَاتِ وَالذَّاتِ بِنِعْمَةِ الْمَهَبَةِ وَالْمَشَقِّ نَنْظُرُ بِهَا إِلَيْكَ شَوْقًا إِلَيْكَ وَحِرَاسَةً لَّكَ۔ یعنی ہم آپ کو دیکھتے ہیں اپنی ذات اور اپنی صفات کی تمام آنکھوں سے بڑے محبت بھرے انداز سے، ہم شوق سے آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ کی نگہبانی کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی اس جملہ کی تشریح کے بعد لکھتے ہیں:

وَمَنْ نَظَرَ بَيْنَ بَصِيرَتِهِ عِلْمَ مِنَ الْاَوْتَيْنِ الْفَرْقِ بَيْنَ الْحَبِيبِ وَالْكَلِيمِ عَلَيْهِمَا الْفَضْلُ الصَّلَوةُ وَاحْتِمَالُ التَّسْلِيمِ (رد المحتار)

یعنی جو شخص نگاہ بصیرت سے ان دو آیتوں کا مطالعہ کرے گا اسے حبیب و کلیم کے درمیان جو فرق ہے وہ معلوم ہو جائے گا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم ملحقی قدس سرہ نے اپنے مریدین کو صبح اور شام کے وقت یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی۔ آپ بھی اگر ان نذرانی کلمات سے دست طلب پھیلائیں گے تو خداوند کریم اسے **خَالٍ** واپس نہ کرے گا۔

اَللّٰهُمَّ اَحْرِسْنَا بِعَيْنِكَ الْيَتٰى لَا مَنَامَ وَ اَحْفَظْنَا بِرَأْسِكَ الَّذِى لَا يَسْرَامُ وَ اَوْجِدْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَيْنَا اَقْلَامَ مَهْلِكٍ وَ اَنْتَ تَقْتُنَا وَ رَجَاءُ مَنَّا۔ (رد المحتار البیان)

ترجمہ: اے اللہ! ہماری اس آنکھ سے نگہبانی فرما جو سوتی نہیں ہے اور اس گوشہ میں ہماری حفاظت فرما جس کا کوئی ہمارے قصد نہیں کر سکتا اور اپنی اس قدرت سے ہم پر رحم فرما جو تجھے ہم ناہیز بندوں پر حاصل ہے۔ جب تک تو ہمارا بھروسہ اور ہماری امید ہے ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔



حِينَ تَقُومُ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۝۴۳

ہوئے جبکہ آپ اٹھتے ہیں اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجیے اور اس وقت بھی جب تسبیح دوپہر ہوئے ہیں تاکہ

۴۳۔ رات حق میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ بڑے بڑے پل تن بہادر میدان سے بہاگ جاتے ہیں۔ جب آفت پر آفت اور مصیبت پر مصیبت ٹوٹتی ہے تو بڑے بڑے جوانمردوں کے قدم اکٹڑ جاتے ہیں اس لیے صبر کا سکھ دینے کے بعد ہدایت فرمائی کہ اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح میں ہر وقت مشغول رہا کریں۔ ذکر اللہ سے ہی ایسی قوت پیدا ہوتی ہے کہ انسان پر مصائب کے پہاڑ ٹھٹھتے ہیں اور وہ اُن تک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق ان سعادت مندوں کو بخشا ہے جو دن رات اس کے ذکر میں محو رہتے ہیں۔ فرمایا جب بھی آپ کھڑے ہوں تو اپنے رب کی حمد اور اس کی پاکی بیان کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے غلاموں کو بھی یہی تلقین فرمایا کرتے۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ وَكَشَفَ فَمُذْ فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسٍ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ. حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی مجلس میں بیٹھتا ہے اور خوب گہیں با کتاب ہے لیکن اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کہتا ہے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ النِّمَّ اللَّهُ تَعَالَى اس مجلس میں ہو گناہ اس سے بچنے ہیں بکثرت دیتا ہے۔

اسی طرح اگر رات کو سوئے ہوئے انسان کی آنکھ کھل جائے تو اس وقت یہ تسبیح پڑھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْخَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ فَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ یہ کہنے کے بعد جو دامن گئے گا وہ قبول ہوگی اور اگر وضو کرے نماز پڑھے تو اس کی وہ نماز بھی قبول ہوگی۔ (بخاری شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک تھا کہ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح سے کرتے۔ وادبار النجوم سے مراد نماز صبح ہے کیونکہ سورج کے طلوع ہونے کا وقت جب قریب آجاتا ہے تو ستاروں کی روشنی ماند پڑنے لگتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا رات بھر نور امتحانی کرنے کے بعد وہ یہاں سے چنیر پھیر کر کہیں جا رہے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز صبح کے بعد ذکر بڑی بابرکت چیز ہے۔ اہل سنت کی مسابہ میں نماز صبح کے بعد بڑے اہتمام اور پورے شوق سے کھڑے شریف اور دُرود شریف کا ذکر و اسل اس آیت کی تعمیل ہے۔



وَبِأَوْزَعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي دِينِي أَنْ تَبْنِيَ إِلَيْكَ وَافِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ يَلَا وَنَهْلًا، سِرًّا وَجَهْلًا۔
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ نَوْرِ عَرْشِكَ وَعُرْوَةِ مَمْلَكَتِكَ كَثِيرًا كَثِيرًا۔